وَلَا تَقُولُوا لِمَنْ يُقْتَلُ فِي سَبِيلِ اللهِ أَمْوَاتٌ
بَلْ أَحْيَاءٌ وَلَٰكِنْ لَا تَشْعُرُونَ (القرآن)
الأَنْبِيَاءُ أَحْيَاءٌ فِي قُبُورِهِمْ يُصَلُّونَ (الحديث)

مجموعہ کتب

حیات الانبیاء علیہم السلام

۷



مکتبہ سراجیہ لنشر الکتب الاسلامیہ
حضوری باغ روڈ ۔ ملتان فون: 061-4783486

وَلَا تَقُولُوا لِمَنْ يُقْتَلُ فِي سَبِيلِ اللَّهِ أَمْوَاتٌ
بَلْ أَحْيَاءٌ وَلَٰكِنْ لَا تَشْعُرُونَ (القرآن)

اَلْأَنْبِيَاءُ أَحْيَاءٌ فِي قُبُورِهِمْ يُصَلُّونَ (الحديث)

مجموعہ کُتب

حیات الانبیاء علیہم السلام

۷

۵۲ تسکین الاولیاء فی حیات الانبیاء

۵۳ خطبات صفدر (ماخوذ از جلد سوم)

۵۴ دَعْوَةُ الْإِنْصَافِ فِيْ حَيَاتِ جَامِعِ الْأَوْصَافِ

۵۵ حیات النبی ﷺ اور مذاہب اربع

۵۶ مختصر رِسَالَةُ الرُّوح

۵۷ خطبہ ابوبکر صدیقؓ (حضور ﷺ کی دو موتیں نہیں ہوں گی)

۵۸ اَلْحَيَاتُ بَعْدَ الْوَفَاتِ لِسَيِّدِ الْكَائِنَاتِ ﷺ

۵۹ فتنہ انکار حیات

مکتبہ سرحیہ لنشر الکتب الاسلامیۃ
[illegible]

بسم اللہ الرحمن الرحیم

نام کتاب : مجموعہ کتب حیات الانبیاء علیہم السلام (جلد ہفتم)

مصنفین :

حضرت مولانا محمد محمود عالم صفدر اوکاڑوی	حضرت مولانا محمد امین صفدر اوکاڑوی رحمہ اللہ
حضرت مولانا عبدالعزیز شجاع آبادی رحمہ اللہ	حضرت مولانا مفتی احمد سعید سرگودھوی رحمہ اللہ
جناب محمد صادق رحمہ اللہ پنڈ دادنخان	حضرت مولانا محمد شریف دیوبندی رحمہ اللہ
جناب چوہدری محمد سرفراز خان رحمہ اللہ گجرات	

صفحات : ۴۷۲

مطبع : طیب شمشاد پرنٹنگ پریس لاہور

طبع اوّل : نومبر ۲۰۲۴ء

اسٹاکسٹ : ادارہ تالیفات اشرفیہ چوک فوارہ ملتان

0322-6180738

ناشر : مکتبہ سراجیہ لنشر الکتب الاسلامیہ

حضوری باغ روڈ ملتان

0301-7500173 0303-7396203

0301-7904257 0344-7121967

اجمالی فہرست

وَلَا تَقُولُوا لِمَنْ يُقْتَلُ فِي سَبِيلِ اللهِ أَمْوَاتٌ
بَلْ أَحْيَاءٌ وَلٰكِنْ لَّا تَشْعُرُونَ (القرآن)

اَلْاَنْبِيَاءُ أَحْيَاءٌ فِي قُبُوْرِهِمْ يُصَلُّوْنَ (الحدیث)

تسکین الاولیاء
فی
حیات الانبیاء

تالیف:

حضرت مولانا محمد محمود عالم صفدر اوکاڑوی

اَلْاَنْبِیَاءُ اَحْیَاءٌ فِیْ قُبُوْرِھِمْ یُصَلُّوْنَ الحدیث

انبیاکرام علیہم السلام اپنی قبروں میں زندہ ہیں اور نماز یں پڑھتے ہیں

تسکین الأولیاء
فی
حیات الأنبیاء

تالیف:
مولانا محمد محمود عالم صفدر اوکاڑوی مدظلہ

مکتبۃ الامین

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

تفصیلی فہرست

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

(حرفِ چند)

حضرت مولانا محمد محمود عالم صفدر اوکاڑوی

حضرت مولانا محمد محمود عالم صفدر اوکاڑوی مدظلہم، مناظر اسلام حضرت مولانا محمد امین صفدر اوکاڑوی رحمۃ اللہ علیہ برادر زادہ اور ان کے علوم وروایات کے وارث ہیں۔ آپ نے "تسکین الاولیاء فی حیات الانبیاء" کتاب لکھی جو حضرت مولانا محمد امین صفدر اوکاڑوی رحمۃ اللہ علیہ کے افادات کا مجموعہ کہلانے کی مستحق ہے۔ آپ نے اپنے چچا حضور کی معلومات، حالات وواقعات اور علوم وتجربات کو اس خوبصورت ترتیب کے ساتھ جمع کر کے اہل طلب پر احسان کیا ہے۔ کتاب کیا ہے معلومات کا خزانہ، جو لٹانے کے لئے انہوں سر راہ رکھ دیا ہے۔ اس کتاب کو بھی اس مجموعہ میں شامل کیا جا رہا ہے۔ اس کتاب میں جن جن حضرات کا تذکرہ آیا مولانا محمد محمود عالم صفدر اوکاڑوی نے آخر پر "اخبار السعداء" کے نام سے ان کا تعارف کرایا ہے، وہ ہم نے ترک کر دیا ہے۔ اسے شامل نہیں کیا۔ (ناشر)

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

عرض مؤلف

رئیس المناظرین، امام المتکلمین، جامع العلوم، والفنون، حامل علوم وہبیہ، سرخیل احناف، پاسبان مسلک علمائے دیوبند، فاتح مذاہب باطلہ، قاطع غیر مقلدیت ومماتیت وخارجیت، سید المحققین، الامام، الحافظ، الثقہ حضرت اقدس مولانا محمد امین صفدر اوکاڑوی نوراللہ مرقدہ وبرداللہ مضجعہ کے کمالات علمی وتصنیفی علمی دنیا میں کسی تعارف کے محتاج نہیں۔ آپ تحریر، تقریر اور میدان مناظرہ بیک وقت ان تینوں میدانوں میں اہل حق کے لشکروں کے سالار اعظم اور شہسوار تھے، علماء وطلباء کے لئے مرجع تھے۔

آپ نے میدان مناظرہ اور تقریر کے ذریعہ تو ہر باطل فتنہ کا تعاقب کیا اور اس کا حق ادا کیا، البتہ تحریری خدمات کا دائرہ حضرت کا غیر مقلدیت اور اس سے متعلقہ فتنوں تک محدود رہا۔ وجہ اس کی یہ تھی کہ حضرت نے یہ محسوس کیا کہ اس موضوع پر کام کی ضرورت ہے، اس لئے زیادہ توجہ اس طرف رہی۔ عیسائیت پر بائیس جلدوں میں ایک کتاب غالباً ۱۹۶۲ء تک تصنیف چھاپنے سے پہلے طبع سے پہلے مطبع میں گم ہوگئی۔

مطاعن عائشہ رضی اللہ عنہا پر روافض کے جواب میں کتاب لکھی لیکن وہ بھی ایک بے رحم ناشر کے ہاتھوں ایسی گم ہوئی کہ پھر بھی نہ مل سکی۔ حضرت کی زندگی میں آپ سے بارہا مسئلہ حیات النبی ﷺ پر کوئی تصنیف لکھنے کی گزارش کی گئی لیکن حضرت کو وقت نہ مل سکا۔ آپ کی زندگی کے آخری ایام تھے بندہ نے عرض کیا کہ میں اس پر کام شروع کر دیتا ہوں، آپ راہنمائی فرماتے رہیں۔ رجب میں یہ بات ہوئی اور ۳ شعبان ۱۴۲۱ھ کو آپ داعی اجل کو لبیک کہہ گئے۔ بندہ کا یہ خواب ادھورا رہ گیا۔

ایک ماہ تک تو ذہن نے ساتھ نہ دیا، پھر خدا کا نام لے کر کام شروع کیا، متن کو حضرت کے اسباق کے انداز پر ترتیب دیا مزید معلومات کی باتیں حواشی میں لکھ دی گئیں۔ بندہ قطعاً اس عظیم کام کا بیڑہ اٹھانے کے قابل نہ تھا، نہ ہے، محض علیم وخبیر ذات جس نے اپنی پاک کتاب میں قلم کی قسم اٹھائی ہے، پر بھروسہ کرتے ہوئے کام شروع کیا تا کہ اس موضوع پر بھی حضرت کا فیض تشنگان علم اور متلاشیان حق وصداقت اور عاشقان رسالت تک پہنچ جائے۔

حضرت قائد اہل سنت، امام المتکلمین، وکیل صحابہ حضرت اقدس مولانا قاضی مظہر حسین صاحب نوراللہ مرقدہ خلیفہ مجاز شیخ الاسلام والمسلمین حضرت مولانا سید حسین احمد مدنی رحمۃ اللہ علیہ سے بھی اس بارے میں مشورہ کیا اور دعا کی درخواست کی حضرت نے خوشی کا اظہار فرمایا قلب حزیں پر ہاتھ رکھ کر یہ لکھنا پڑ رہا ہے کہ آج حضرت رحمۃ اللہ علیہ بھی ہمارے اندر نہیں ہیں، آپ بھی آج سے تقریباً اٹھارہ ماہ قبل ۳ ذی الحجہ ۱۴۲۴ھ کو ہندو پاک کے مسلمانوں کو بے سہارا چھوڑ کر

اس خالق حقیقی، جس کی رضا کی جستجو میں زندگی کی ۹۳ بہاریں آپ نے گزار دیں اس کے پاس جا پہنچے۔

البتہ حضرت قاضی صاحب رحمہ اللہ کے بعد بندہ کا واحد روحانی سہارا سلسلہ مدنیہ کے عظیم شیخ قطب وقت مرجع السالکین حضرت مولانا سید محمد امین شاہ صاحب "لازالت فیوض شموسہ بازغۃ علینا" کی ذات گرامی ہے۔ دعا ہے کہ حق تعالیٰ آپ کا سایہ سلسلہ مدنیہ کے سالکین پر تا دیر قائم و دائم رکھے۔ آپ کو حضرت مدنی رحمہ اللہ سے بیعت اور حضرت مدنی رحمہ اللہ کے خلیفہ اعظم حضرت مولانا سید پیر خورشید احمد صاحب ہمدانی نور اللہ مرقدہ کے خلیفہ اعظم ہونے کی سعادت حاصل ہے۔

اس علمی میدان میں یہ ناکارہ استاذ المناظرین، محدث العصر، استاذ المفسرین، جامع المعقولات والمنقولات حضرت مولانا منیر احمد منور صاحب دامت برکاتہم العالیہ کا احسان بھی نہیں بھلا سکتا جنہوں نے اس کتاب کو حرفاً حرفاً پڑھا اور بعض مقامات پر مفید مشوروں سے بھی نوازا اور اس پر ایک جامع محققانہ مقدمہ بھی عاجز کی درخواست پر تحریر فرمایا۔ "فجزاہ اللہ احسن الجزاء عن جمیع العلماء والطلباء"۔

بندہ استاذ مکرم سیدی حضرت اقدس مولانا نعیم احمد صاحب مدظلہم کا بھی شکر گزار ہے جو مسلسل اس کام کی جلد تکمیل کا حکم فرماتے رہے اور اپنی دعاؤں کی برکات سے نوازتے رہے۔ آخر میں شیر اسلام، واقف اسرار شریعت و طریقت، حجۃ الاسلام والمسلمین، وکیل صحابہ، حضرت علامہ علی شیر حیدری "لا زالت فیوض شموسہ بازغۃ علینا" کے لئے بھی دعا گو ہوں جنہوں نے نہ صرف اپنا وسیع کتب خانہ بندہ کو استفادہ کے لئے مہیا کیا بلکہ اس کے ساتھ ساتھ اپنے ادارہ جامعہ حیدریہ میں التخصص فی الدعوۃ والتحقیق کے طلباء کی جوتیاں سیدھی کرنے کا موقع بھی عنایت فرمایا۔ حق تعالیٰ آپ کو دارین میں بہترین اجر عطا فرمائے اور آپ کی علمی روحانی برکات سے امت مسلمہ کو عموماً اور رضا کاران صحابہ رضی اللہ عنہم کو خصوصاً تادیر نوازتے رہیں۔ وماذالک علی اللہ بعزیز۔

چند امور ذیل میں درج کئے جاتے ہیں بوقت مطالعہ ان کا استحضار ضروری ہے:

☆...... اس کتاب کا متن حضرت اوکاڑوی کے درس کے انداز پر ترتیب دیا گیا ہے۔

☆...... کتاب کے اسلوب میں ترتیب ازالہ میں مناظرہ کے انداز کو بھی مدنظر رکھا گیا ہے۔

☆...... ایک حدیث یا حوالہ کو مکرر بھی بعض جگہ ذکر کیا گیا ہے لیکن تکرار بغیر فائدہ کے نہیں۔

☆...... ایک حدیث کی مختلف کتب سے اسناد بھی حاشیہ میں درج کر دی گئی ہیں تا کہ اہل ذوق کے سامنے آ جائیں۔ لیکن یہ کام تمام احادیث پر نہیں کیا گیا۔

☆...... اسماء الرجال کی ابحاث نقل نہیں کی گئیں اس لئے کہ تسکین الصدور مصنفہ محدث اعظم، امام اہل سنت حضرت مولانا سرفراز خان صفدر مدظلہم اور مقام حیات مصنفہ مفکر اسلام، مناظر اعظم حضرت علامہ خالد محمود دامت برکاتہم میں یہ ابحاث موجود ہیں۔ البتہ بعض مقامات میں جہاں مزید ابحاث کی ضرورت محسوس ہوئی نقل کر دی گئی ہیں۔ مزید معلومات بھی آ گئیں۔ یہ حضرت اوکاڑوی کا فیض نظر شمار کیا جائے۔

☆...... آیات کے تحت تفسیری حوالہ جات جس قدر دستیاب ہو سکے، حواشی میں عربی میں ہی نقل کر دیئے گئے ہیں تا کہ اہل علم کے سامنے بیک وقت کئی تفاسیر کا مواد آ جائے اس ضمن میں تقریباً ۴۰ کے قریب تفاسیر کو دیکھنا پڑا اور کتب حدیث جو کہ ہر ایک کو دستیاب نہیں ہیں، اور بیسیوں کتب احادیث کو کھنگالنا پڑا ہے۔

☆...... بعض جگہ ایک آیت کی تفسیر میں کئی کئی اقوال ہوتے ہیں یہ استدلال کے منافی نہیں، اگر ایسا کیا جائے تو اکثر نصوص سے استدلال نہیں ہو سکے گا۔

☆...... بعض جگہ محدث کے تعصب کو واضح کر دیا گیا ہے لیکن اس کا یہ نتیجہ نہ لیا جائے کہ مسلک اہل سنت والجماعت کی تائید میں بھی اس کا قول قابل اعتبار نہیں، فقہی تعصب ایک علیحدہ بات ہے، اس کا اجماعی مسلک کے نقل اور اس کی تائید پر اثر نہیں پڑے گا۔

☆...... سماع موتی کے مسئلہ کو بیان نہیں کیا گیا، اس پر حضرت شیخ سرفراز صاحب مدظلہم کی تصنیف کافی ہے، بندہ نے اپنی کتاب ''تسکین الاتقیاء'' میں اس پر بحث کی ہے وہاں دیکھ لیا جائے۔

دعا ہے کہ حق تعالیٰ اس کتاب کو نافع الخلائق اور حصول رضائے رب العالمین وذریعہ شفاعت سید المرسلین ﷺ بنائے۔

آمین بجاہ النبی الامی الکریم۔

محمد محمود عالم صفدر اوکاڑوی

نوٹ: اہل علم سے التماس ہے کہ اگر کسی قسم کی غلطی نظر آئے تو ضرور مطلع فرما کر احسان عظیم فرمائیں تا کہ آئندہ ایڈیشن میں تصحیح کر دی جائے۔

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

چھان ڈالی کتاب تم نے تمام
پیار کی بات انتساب میں تھی

انتساب

کانپتے ہاتھوں، دھڑکتے دل، پرنم آنکھوں، لرزتے قلم سے اس تحریر کو شروع کر رہا ہوں...... سوچتا ہوں، پھر قلم رکھ دیتا ہوں...... کیا کروں......؟ کیا لکھوں......؟ کس طرح لکھوں......؟ کہاں میں کہاں وہ...... کہاں یہ ناکارہ کائنات...... کہاں وہ باعث تخلیق کائنات...... کہاں یہ سراپا گناہ...... کہاں وہ شفیع المذنبین...... کہاں یہ اخلاص وعشق سے خالی...... کہاں وہ محبوب کائنات وسراپا اخلاص...... کس طرح اپنی اس حقیر کاوش کا انتساب اس ہستی کے نام کروں......؟ اگر نہ کروں تو کیا کروں......؟ اس موقع پر مجھے تبلیغی احباب کا جملہ یاد آرہا ہے کہ کرتے کرتے مرنا ہے، مرتے مرتے کرنا ہے۔ آخر اس محبوب کے نام نہ کروں تو کس کے نام کروں......؟ حق تو اس کا ہی ہے...... اس لئے کہ اس کتاب میں اکثر اسی کی حیات مبارکہ کا بیان ہے...... ہاں اس کی شفقت اور رحمت تو بے بہا ہے...... اگر لغزش ہوگئی تب بھی وہ سینے سے چمٹا لیں گے...... اگر بھول چوک ہوگئی تو ان کے اپنے کالی کملی میں لے کر دلاسہ دینے کی امید بھی تو ہے...... اگر انت عبدی و انا ربک فرط محبت وخوشی میں معاف ہوگیا...... اور یہ کہا گیا اخطأ من شدۃ الفرح... تو ممکن ہے کہ یہ کوتاہی بھی معاف ہو جائے...... ان کے نام نامی کی طرف منسوب اس لئے کرتا ہے کہ شاعر نے سچ کہا ہے:

میرا قلم بھی ہے ان کا صدقہ میرے ہنر پر ہے ان کا سایہ
حضور خواجہ ﷺ میرے قلم کا میرے ہنر کا سلام پہنچے

یارسول اللہ ﷺ عاشق تو آپ کا ہی ہوں...... اگر خطا ہو جائے تو درگزر فرمایئے...... آپ تو وہ ہیں جن کے بارے میں یہ کہا گیا "ولو انھم اذ ظلموا انفسھم جاؤک فاستغفروا اللہ واستغفر لھم الرسول لوجدوا اللہ توابا رحیما"

اب میں اس کتاب کا انتساب امام المرسلین...... سید الاولین والآخرین...... خاتم الانبیاء والمرسلین...... شفیع المذنبین...... محبوب رب العلمین...... رحمۃ للعلمین...... راحت للعاشقین...... مراد المشتاقین...... سید ولد آدم...... سرتاج کائنات...... فخر موجودات...... شافع محشر...... ساقی کوثر...... حضرت محمد رسول اللہ ﷺ کے نام کرتا ہوں کہ جن کی حیات برزخی کے تذکرہ سے یہ کتاب منور و معطر ہے۔ محمد محمود عالم صفدر

مقدمہ

از......امام المناظرین، زبدة المحدثین والمفسرین، محقق العصر، جامع المعقولات والمنقولات، مناظر اسلام، وکیل احناف حضرت مولانا منیر احمد منور دامت بر کاتہم العالیہ:

نحمدہ و نصلی و نسلم علی رسولہ الکریم اما بعد!

عارف باللہ حضرت مولانا مفتی عبدالشکور صاحب ترمذی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں غالباً ۱۹۵۸ء سے پاکستان میں بعض مسائل وجہ نزاع اور سبب اختلاف بنے ہوئے ہیں (ہدایۃ الحیران ص ۳۰) مولانا موصوف کے فرمان کے مطابق ان نزاعی مسائل میں سے ایک مسئلہ عقیدہ حیات النبی ﷺ ہے اگر اس مسئلہ میں نزاع کو سمجھنے کی لئے اصل مسئلہ کی تنقیح اور دلائل کا تجزیہ ہو جائے تو حیات النبی ﷺ کا مسئلہ سمجھنا کافی حد تک آسان ہو جاتا ہے اور مخالفین کے بہت سے شبہات بھی دور ہو جاتے ہیں۔

ا۔ نبی کریم ﷺ کی زندگی تریسٹھ سال ہے، اس کا مطلب یہ ہے کہ تریسٹھ سال پورے ہونے کے بعد آپ ﷺ پر عالم دنیا میں موت کا ورود ہوا۔ امت مسلمہ میں اس مسلمہ حقیقت کا کوئی بھی منکر نہیں۔ اگر چہ کیفیت موت میں اکابرین میں کچھ اختلاف پایا جاتا ہے لیکن عالم دنیا کے اندر وقوع موت کا آج تک کسی نے انکار نہیں کیا۔ اسی عالم دنیا کی موت کی وجہ سے کفن دفن ہوا، اور اس وجہ سے آگے خلافت راشدہ کا سلسلہ چلا۔ اس حقیقت کا بھی سب نے اعتراف کیا ہے کہ نبی کریم ﷺ کی روح مبارکہ اپنے مستقر میں زندہ ہے، نیز آپ ﷺ کا دنیا والا اصلی عنصری جسد اطہر قبر شریف میں محفوظ و معطر ہے البتہ ۱۹۵۸ء تک اہل سنت و جماعت کا اتفاق و اجماع رہا ہے کہ نبی کریم ﷺ کی روح مبارک کا آپ کے جسد اطہر کے ساتھ تعلق ہے۔ (اگر چہ کیفیت تعلق میں قدرے اختلاف ہے لیکن یہ مقصود میں مخل نہیں) اور اس تعلق کی وجہ سے قبر شریف میں آپ ﷺ کا جسد عنصری یعنی دنیا والا اصلی جسم زندہ ہے۔

فتح الملہم میں شیخ الاسلام حضرت مولانا شبیر احمد عثمانی رحمۃ اللہ علیہ اس تعلق و حیات کو ایک مثال سے واضح فرماتے ہیں:

فرمایا سورج زمین سے بہت بلندی پر واقع ہے لیکن اتنے فاصلہ اور بعد کے باوجود سورج کا زمین کے ساتھ ایک تعلق ہے، اس تعلق کی وجہ سے لوہا، پانی اور زمین گرم ہو جاتے ہیں، پھل پک جاتے ہیں، اگر سورج کے زمین کے ساتھ تعلق کی وجہ سے یہ آثار مرتب ہو سکتے ہیں تو روح مصطفی ﷺ کی طاقت تو سورج سے کہیں زیادہ ہے۔

اگر روح کے جسم کے ساتھ تعلق کی وجہ سے جسم میں بھی حیات اور آثار حیات پیدا ہو جائیں تو کیا بعید ہے۔ ٹی وی اور ریموٹ بم اور ریموٹ خلائی سیارے اور اس کے زمینی کنٹرول، انٹرنیٹ کے سلسلہ جات میں غور کیا جائے تو دو چیزوں کے درمیان ہزاروں میل کے فاصلہ کے باوجود محض ایک غیر محسوس معنوی تعلق کی وجہ سے بڑے بڑے آثار کا مرتب ہو جانا مشاہدہ سے ثابت ہے۔ اگر انسان اللہ تعالیٰ کی عطا کردہ ذہانت اور دماغی قوت کے ذریعہ یہ کرشمے دکھا سکتا ہے تو کیا خود اللہ تعالیٰ روح و جسم کے فاصلہ کے باوجود روح و جسم کے تعلق کی وجہ سے جسم میں حیات اور آثار حیات پیدا نہیں کر سکتا؟

اس سائنسی ترقی کے دور میں انسانی تخلیقات میں دو چیزوں کے درمیان معنوی اور غیر محسوس تعلق کی وجہ سے مرتب ہونے والے آثار کا اقرار اور روح و جسم کے تعلق کی وجہ سے پیدا ہونے والی جسمانی حیات کا انکار

تقاضائے ایمان اور یؤمنون بالغیب کی ایمانی صفت کے منافی ہے۔

پس نزاع اس میں ہے کہ قائلین حیات کا عقیدہ یہ ہے کہ روح اقدس اپنے مستقر میں ہے اور جسد اطہر قبر میں ہے، لیکن روح وجسم کے درمیان ایک غیر محسوس معنوی تعلق ہے جس کی وجہ سے جسم میں حیات ہے، جو دنیوی حیات سے بھی اعلیٰ اور ابوبکر صدیق ﷜ کے فرمان لا یذیقک اللہ الموتتین ابداً کے مطابق وہ حیات ابدی ہے۔ اس کے بعد موت کا ورود نہیں ہوگا جبکہ منکرین حیات کا عقیدہ یہ ہے کہ نبی کریم ﷺ کا جسد عنصری قبر میں محفوظ ومعطر ہے لیکن روح کا اس جسم کے ساتھ نہ تعلق ہے اور نہ ہی اس جسم میں حیات ہے۔ پس ایک بے جان دھڑ ہے جو قبر میں محفوظ پڑا ہے۔ (معاذ اللہ) لیکن سوال ہوا کہ جناب جب جسد عنصری میں حیات اور کمالات حیات یعنی علم وشعور عقل وفہم نہیں ہے تو پھر اس جسد کے لئے وصف نبوت کیسے ثابت ہو سکتی ہے؟ تو منکرین حیات کے استاذ الکل اور وکیل اعظم جناب محمد حسین نیلوی صاحب نے صاف لکھ دیا کہ وصف نبوت صرف روح کے لئے ہے جو زندہ ہے اور جو آج بھی نبی ہے اور روح وجسم دونوں کے لئے وصف نبوت ثابت ہی نہیں تھی۔ اس لئے اگر آج جسم بے جان ہے اور اس کے لئے وصف نبوت ثابت نہیں تو کوئی حرج نہیں۔ اس سے آپ ﷺ کے نبی ہونے میں کوئی فرق نہیں آتا۔ لیکن سوال یہ ہے کہ محمد ﷺ صرف روح کا نام ہے یا روح وجسم کے مجموعہ کا؟ ظاہر ہے کہ محمد ﷺ صرف روح کا نام نہیں روح وجسم کے مجموعہ کا نام ہے اگر وصف نبوت فقط روح کے لئے ہے روح وجسم کے مجموعہ کے لئے نہیں تو نیلوی صاحب اور ان کے ہمنوا اشاعت التوحید کے علماء کو چاہئے کہ وہ ''لا الہ الا اللہ محمد رسول اللہ'' کی جگہ ''لا الہ الا اللہ روح محمد رسول اللہ'' کہا کریں۔ کہ محمد ﷺ تو روح وجسم کے مجموعہ کا نام ہے، ''لا الہ الا اللہ محمد رسول اللہ'' پڑھنے کا حق ان کا ہے جو روح وجسم کا تعلق مانتے ہیں۔

اور اس تعلق کی وجہ سے حیات، آثار حیات مانتے ہیں اور وصف نبوت بھی روح وجسم دونوں کے لئے مانتے ہیں۔ پس جو لوگ نبی کریم ﷺ کے جسد عنصری میں حیات وآثار حیات نہیں مانتے ہیں وہ حقیقت میں آنحضرت ﷺ کے جسد اطہر کو وصف نبوت سے خالی مانتے ہیں اس لئے ان کو چاہئے کہ وہ یا تو جسد عنصری کے بارے میں انکار حیات کا عقیدہ ترک کر دیں اور اس عقیدہ کو ترک کر کے روح اور جسم کا تعلق اور اس تعلق کی وجہ سے حیات اور کمالات حیات مان لیں۔ اور ''لا الہ الا اللہ محمد رسول اللہ'' والا کلمہ طیبہ پڑھتے رہیں، اور اگر وہ جسد عنصری میں حیات ماننے کی بجائے انکار حیات کے عقیدہ پر مصر ہیں تو پھر جسد عنصری حیات اور کمالات حیات کے بغیر وصف نبوت کے ساتھ متصف نہیں ہو سکتا تو ان کو چاہئے کہ وہ ''لا الہ الا اللہ محمد رسول اللہ'' والا کلمہ طیبہ ترک کر دیں کہ محمد ﷺ تو روح وجسم کے مجموعہ کا نام ہے تو رسول اللہ بھی روح وجسم کا مجموعہ ہے۔

(۲) دلائل بھی تین قسم پر ہیں:

(۱) وہ آیات واحادیث ہیں جن میں نبی کریم ﷺ پر عالم دنیا میں ورود موت یا وقوع کے وعدہ کا بیان ہے، جیسی ''انک میت و انہم میتون، کل نفس ذائقة الموت، کل من علیھا فان، اینما تکونوا یدرککم الموت، اموات غیر احیاء، اللہ یتوفی الانفس... الخ''

(۲) وہ احادیث جن میں روح کی زندگی اور جنت کی نعمتوں، اس کی لذتوں، فرحت حاصل کرنے کا اور جنت میں روح کے سیر کرنے کا ذکر ہے۔

(۳) وہ آیات واحادیث جن سے روضہ پاک میں نبی کریم ﷺ کے جسد عنصری کا حیات حقیقی کے ساتھ زندہ ہونا ثابت ہے جن کی تفصیل آپ زیر نظر کتاب تسکین الاولیاء میں ملاحظہ کرلیں گے۔ اہل سنت والجماعت کے تمام علماء ان تینوں قسم کے دلائل کو مانتے ہیں اور ان کے مطابق عقیدہ رکھتے ہیں پس آپ ﷺ کی عالم دنیا کی موت بھی برحق اور روح کی زندگی بھی سچ، اور آپ کے دنیا والے جسم مبارک کا قبر شریف میں زندہ ہونا بھی سچ اور برحق۔

لیکن منکرین حیات جو اس زمانہ کے جدید معتزلہ ہیں وہ تیسری قسم کے دلائل کے تو کلیۃً منکر ہیں اور پہلی قسم کے دلائل میں تحریف کرتے ہیں کہ وہ دلائل ہیں عالم دنیا کی موت کے، لیکن وہ ان کو چسپاں کرتے ہیں حالت قبر پر اور "یحرفون الکلم عن مواضعہ" کا مصداق بنتے ہیں اور جو دوسری قسم یعنی حیات روح کے دلائل ہیں ان میں دھوکہ اور فریب سے کام لیتے ہیں، ان میں روح کے جسم کے ساتھ تعلق کا قطعاً انکار نہیں لیکن یہ لوگ بھی حدیثیں سنا کر لوگوں کو تاثر دیتے ہیں کہ جب روح جنت میں اور قبر والے جسم میں نہیں تو جسم بغیر روح کے زندہ کیسے ہوسکتا ہے؟ اس کا جواب یہی ہے کہ روح اگرچہ جنت میں ہو تب بھی روح کا تعلق جسم کے ساتھ ہے، اور اسی تعلق کی وجہ سے حیات وآثار حیات اور لذات جنت جسم کو حاصل ہیں۔

عقیدہ کے بارے میں اکابرین دیوبند کی تصریحات مندرجہ ذیل کتب میں ملاحظہ فرمائیں:

☆ ...... مسلک حضرت نانوتوی رحمہ اللہ۔ آب حیات ص ۲، ۵، ۲۵، ۲۶، ۲۷، ۴۰، ۴۱، ۱۶۰، ۱۶۸۔ جمال قاسمی۔ ۱۸، ۱۹، ۲۵۔ لطائف قاسمیہ۔ ۳، ۴۔ ہدیۃ الشیعہ۔ ۳۶۰

☆ ...... مسلک حضرت گنگوہی۔ ہدایۃ الشیعہ ص ۴۴، الکوکب الدری ص ۳۲۳، ج ۱۔ ۱۹۴ ج ۱، ۱۹۳ ج ۱، فتاویٰ رشیدیہ ص ۱۱۲، زبدۃ المناسک ۱۴۰، ۹۰، معارف شیخ (مولانا زکریا رحمہ اللہ ص ۴۰ ج ۱۔ لامع الدراری ص ۱۲۴ ج ۲

☆ ...... مسلک حضرت تھانوی رحمہ اللہ نشر الطیب ص ۲۳۳، ۲۳۴، ۲۷۸، بیان القرآن ص ۴۹، پارہ ۲۔ التکشف ص ۴۳۶، ۲۷۴، اشرف الجواب حصہ دوم ص ۱۷۰، ۲۳۸، شکر النعمۃ بذکر رحمۃ الرحمۃ، ص ۱۹۷، الافاضات الیومیۃ ص ۲۴۴ ج ۵، ص ۱۷۳ ج ۳، ص ۴۵ ج ۵، الحجور لنور الصدور ص ۲۱ تا ۲۳۔ ۲۵۔ الظہور ص ۵۹، حیاۃ طیبہ ص ۹، المورد الفرخی فی الموارد البرزخی ص ۵۸، امداد الفتاویٰ ص ۱۱۰، ج ۵، ص ۱۱۲ ج ۵، ص ۱۱۹ ج ۲، تعظیم الشعائر ص ۱۶، التبلیغ ص ۳، القول الجمیل ص ۴ ج ۱، المصالح العقلیہ ص ۲۱۷، ج ۳، ص ۲۲۶ ج ۳، تا ۲۲۸ ج ۳، ص ۲۱۲ ج ۲۔ ثلج الصدور ص ۱۵۲

☆ ...... مسلک حضرت کشمیری رحمہ اللہ فیض الباری ص ۱۸۳ ج ۱، ص ۱۸۵ ج ۱، ص ۱۸۶ ج ۱، ص ۹۲ ج ۲، ص ۱۱۵ ج ۴، ص ۶۵ ج ۲، ص ۷۶ ج ۲، ص ۶۷ ج ۱، ص ۶۴ ج ۲، تحیۃ السلام ص ۳۶، العرف الشذی ص ۳۵۵، عقیدۃ الاسلام ص ۱۱، ص ۲۱

☆ ...... مسلک حضرت شبیر احمد عثمانی رحمہ اللہ۔ فتح الملہم ص ۳۲۵ ج ۱، ص ۲۱ ج ۳، ص ۱۹ ج ۳، ص ۴۹۸ ج ۲، ص ۳۰۳ ج ۱، ص ۹۷ ج ۲، ص ۵۰۸ ج ۲، ص ۱۳ ج ۱، تفسیر عثمانی، آل عمران حاشیہ نمبر ۱۲۴، الزخرف، حاشیہ ۴۰، السجدہ، حاشیہ ۲۷، الروم ح ۶۵، مؤمنون ح ۱۰۳، الزمر، حاشیہ ۲۷

☆ ...... حضرت خلیل احمد سہارنپوری رحمہ اللہ۔ تذکرۃ الخلیل ص ۳۰۶، بذل المجہود ص ۱۱۷ ج ۲، ص ۲۹۷ ج ۳، ص ۲۰۷ ج ۳، براہین قاطعہ ص ۱۹۹، المہند علی المفند ص ۲۲۱، جواب سوال نمبر ۵۔

☆...... حضرت شیخ الہند رحمہ اللہ: المہند ص ۱۷۲۔
☆...... شاہ عبدالرحیم رحمہ اللہ: المہند ص ۲۷۵۔
☆...... حضرت شاہ عبدالقادر رحمہ اللہ: ماہنامہ دارالعلوم دیوبند دسمبر ۱۹۵۸ء ص ۴۰۔ مقام حیات ص ۲۹۸۔
☆...... حضرت احمد علی لاہوری رحمہ اللہ: ماہنامہ پیام مشرق لاہور، ربیع الاول ۱۳۸۰ھ رحمت کائنات ص ۲۴، مقام حیات ص ۶۹۷ ج ۲۔
☆...... حضرت مولانا احمد علی سہارنپوری رحمہ اللہ: حاشیہ بخاری ص ۵۱۷۔
☆...... حضرت حسین احمد مدنی رحمہ اللہ: نقش حیات ص ۱۲۲ ج ۱، مکتوبات شیخ الاسلام، ص ۲۲۷ ج ۱ تا ۲۲۳ ج ۱۔ ص ۱۲۰ ج ۱۔ الشہاب الثاقب ص ۴۵، ۷۶، ۶۵، ۴۹۔
☆...... مولانا حسین علی [ ] چراں رحمہ اللہ: تحریرات حدیث ص ۱۱۰، ۱۱۱، ۲۵۵ تا ۲۵۷، ۲۰۹۔
☆...... حضرت مفتی عزیز الرحمن مفتی اول دار العلوم: فتاویٰ دار العلوم دیوبند ص ۲۶۴ ج ۵، ص ۲۶۴ ج ۵، ص ۱۷۴ ج ۵۔
☆...... حضرت مفتی مہدی حسن صاحب رحمہ اللہ: تسکین الصدور ص ۱۹، ۴۹، مقام حیات، ص ۶۹۳، ۶۹۴۔
☆...... حضرت مفتی کفایت اللہ رحمہ اللہ: کفایت المفتی ص ۱۵۹، ج ۱ تا ۱۶۱، ۱۶۸ ج ۱۔
☆...... حضرت محمود حسن گنگوہی رحمہ اللہ: فتاویٰ محمودیہ ص ۲۴۴ ج ۲۔
☆...... حضرت مفتی شفیع رحمہ اللہ: الصدیق ملتان: جمادی الاولیٰ ۱۳۷۸ھ۔ ماہنامہ تعلیم القرآن راولپنڈی ستمبر ۱۹۵۸ء۔ معارف القرآن ص ۵۸۴، ج ۲۔ القول النقی مؤلفہ حضرت بہلوی رحمہ اللہ۔
☆...... حضرت مفتی محمود رحمہ اللہ: القول النقی ص ۱۳، تسکین الصدور ص ۳۶، عقائد علماء دیوبند ص ۷۳، مؤلفہ مولانا عبدالشکور ترمذی رحمہ اللہ۔
☆...... مفتی عبداللہ صاحب ملتان، عقائد علماء دیوبند ص ۷۳۔
☆...... مفتی عبدالستار صاحب ملتان، خیر الفتاویٰ ص ۱۳۶ ج ۱، عقائد علماء دیوبند۔
☆...... مفتی جمیل احمد تھانوی رحمہ اللہ: تسکین الصدور ص ۲۶، ۴۰۔
☆...... مفتی عبدالرشید صاحب کراچی: دعوۃ الانصاف، ص ۲۰۹، مؤلفہ مولانا عبدالعزیز شجاع آبادی، خیر الفتاویٰ ص ۱۲۷ ج ۱، ماہنامہ تعلیم القرآن ستمبر ۱۹۵۹ء ص ۱۰۵۔
☆...... حضرت شیخ زکریا رحمہ اللہ: اوجز المسالک ص ۳۲۳ ج ۱۵، ص ۳۲۴ ج ۱۵، ص ۲۹۱ ج ۴، ص ۲۹۲ ج ۴، ۲۹۴ ج ۴، ص ۳۱۴ ج ۴، فضائل درود شریف، ص ۷۳۔ معارف شیخ ص ۳۱ تا ۴۱۔ محشی ابوداؤد مولانا محمد حیات سنبھلی رحمہ اللہ ابوداؤد ص ۲۷۹، ج ۱، حاشیہ نمبر ۲، باب زیارۃ القبور۔
☆...... قاری محمد طیب: مسالک علماء دیوبند، ص ۲۰، الصدیق ملتان ربیع الاوّل ۱۳۷۷ھ، جمادی الاولیٰ ۱۳۷۸ھ، ماہنامہ دارالعلوم دیوبند ربیع الاوّل ۱۳۷۳ھ، تسکین الصدور ص ۲۰، ماہنامہ تعلیم القرآن اگست ۱۹۶۲ء۔
☆...... مولانا یوسف بنوری رحمہ اللہ: تسکین الصدور ص ۲۲ تا ۲۵، مولانا شمس الحق افغانی رحمہ اللہ۔ تسکین الصدور ص ۱۸، مولانا خیر محمد جالندھری رحمہ اللہ تسکین الصدور ص ۲۱، القول النقی، ص ۳۰۔

☆...... مولانا حبیب الرحمن اعظمی رحمہ اللہ: تسکین الصدور ص ۲۱۔

☆...... مولانا ظفر احمد عثمانی رحمہ اللہ: اعلاء السنن ص ۲۷۲، ج ۱۷۔ ص ۳۳۰ تا ۳۳۹ ج ۱۰۔ تسکین الصدور ص ۲۸۔

☆...... مولانا ادریس کاندھلوی رحمہ اللہ: سیرت المصطفیٰ ص ۲۷۸ تا ۲۸۰، ۲۸۴، ج ۳۔

☆...... مولانا عبدالخالق صاحب رحمہ اللہ: تسکین الصدور ص ۲۹۔

☆...... مولانا عبداللہ بہلوی رحمہ اللہ: القول النقی ص ۶، ۷، ۱۶، ۲۶، ۲۸، ۲۹۔

☆...... مولانا منظور نعمانی رحمہ اللہ: معارف الحدیث ص ۸۷ ج ۵، تا ۸۰ ج ۵۔ ماہنامہ الفرقان جمادی الاولیٰ ۱۳۵۸ھ۔ ماہنامہ تعلیم القرآن راولپنڈی مئی ۱۹۵۹ء جولائی و اگست، ۱۹۶۰ء۔ مولانا عبدالحق تسکین الصدور ص ۲۸، مولانا محمد انوری رحمہ اللہ۔ ماہنامہ دارالعلوم مارچ ۱۹۶۰ء ص ۳۶، رحمت کائنات ص ۲۶، مولانا عبدالہادی، انوارالمحمود ص ۶۱۰ ج ۱، مولانا عبداللہ درخواستی رحمہ اللہ۔ تسکین الصدور ص ۲۷، خواجہ خان محمد تسکین الصدور ص ۳۰۔

چونکہ قبر شریف میں نبی اکرم ﷺ کے دنیا والے جسم اطہر کی حیات کا عقیدہ تمام اہل سنت کا اجماعی عقیدہ ہے مذاہب اربعہ کا اس پر اتفاق ہے اس لئے جو شخص اس حیات کا منکر ہے وہ اہل سنت سے خارج ہے۔ نہ وہ سنی ہے نہ وہ دیوبندی ہے، اس مسئلہ میں شہید فی سبیل اللہ محقق العصر سیف من سیوف اللہ حضرت مولانا محمد یوسف لدھیانوی رحمہ اللہ کا فتویٰ ملاحظہ فرمائیں: ''میرا اور میرے اکابر کا عقیدہ یہ ہے کہ آنحضرت ﷺ روضہ اطہر میں حیات جسمانی کے ساتھ حیات ہیں اور یہ حیات برزخی ہے، آنحضرت ﷺ درود و سلام پیش کرنے والوں کے سلام کا جواب دیتے ہیں اور وہ تمام امور جن کی تفصیل اللہ ہی کو معلوم ہے بجالاتے ہیں آپ ﷺ کی حیات کو حیات برزخیہ اس لئے کہا جاتا ہے کہ یہ حیات برزخ میں حاصل ہے اور اس حیات کا تعلق روح اور جسم دونوں کے ساتھ ہے۔ جو شخص اس کے خلاف عقیدہ رکھتا ہے، وہ میرے اکابر کے نزدیک گمراہ ہے اس کی اقتداء میں نماز پڑھنا جائز نہیں اس کی تقریر سننا جائز نہیں اور اس کے ساتھ کسی قسم کا تعلق روا نہیں۔'' (آپ کے مسائل اور ان کا حل ص ۵۱۹ ج ۱۰)

(۵) زیر مطالعہ کتاب استاذ المناظرین حضرت مولانا محمد امین صفدر اوکاڑوی رحمہ اللہ کے تلمیذ و عزیز (برادر زادہ) اور خادم خاص اور حضرت موصوف کے علوم وہبیہ کے امین مولانا محمد محمود عالم صفدر کی نہایت عمدہ تالیف ہے۔ اس میں مولانا موصوف نے حضرت کی خدمت میں رہ کر مسئلہ حیات اور عذاب قبر پر جو کچھ حضرت سے سنا، یا حضرت کی تحریر میں محفوظ ملا، یا حضرت رئیس المناظرین کے ٹیپ شدہ دروس سے دستیاب ہوا اس سارے مواد کو مرتب کیا پھر انتہائی محنت و جانفشانی کے ساتھ اس پر تخریج کا کام کیا، اس تحقیق و تخریج کے دوران مزید معلومات جو ان کی نظروں سے گزریں ان کا اضافہ بھی فرمادیا۔

پس مسائل مذکورہ پر استاد و شاگرد یعنی صفدر کبیر و صفدر صغیر کی تحقیقات کے پھولوں سے تیار کردہ گلدستہ برادران اہل سنت کی خدمت میں پیش کیا گیا ہے، جس سے علماء اہل سنت کے مسلک حقہ کی دلآویز خوشبو مہک رہی ہے۔

اور جویائے حق کے دل و دماغ کو معطر کر رہی ہے، ہاں اگر کسی کا دماغ ہی گبریلا ہو تو پھولوں کا کیا قصور ہے؟

امید ہے کہ اس کتاب کے مطالعہ سے پریشان قلوب تسکین پائیں گے اور باتسکین مزید تسکین محسوس کریں گے۔

دعا ہے کہ اللہ تعالیٰ مولانا موصوف کی اس کاوش کو قبولیت عامہ عطا فرما کر اس کے فیض کو عام و تام فرمائیں۔

منیر احمد منور غفرلہ جامعہ اسلامیہ باب العلوم کہروڑ پکا

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

مسئلہ عذاب قبر

مسئلہ عذاب قبر امت کے اجماعی اور متواتر مسائل میں سے ہے، لیکن جس طرح اسلام کے دوسرے اہم عقیدوں کو معاف نہیں کیا گیا، کسی نے ختم نبوت جیسے محکم عقیدے کا انکار کر کے ملت بیضاء کی دیوار میں دراڑیں ڈالیں، تو کسی نے حب اہل بیت کے حسین عنوان سے جانثاران مصطفیٰ کے تقدس کو پامال کرتے ہوئے اس دین محمدی کے شجرہ طیبہ کی جڑوں کو کھوکھلا کرنے کی کوشش کی۔ کسی نے عصمت انبیاء جیسے مسئلہ کا انکار کر کے کائنات کی اس پاکیزہ، منزہ و محترم جماعت کی عزت وعظمت کے خون سے ناپاک ہاتھ رنگے، تو کسی نے قافلہ نبی امی ﷺ کے سرفروشوں پر زبان دراز کر کے جہنم میں ٹھکانا بنایا۔

انہی فتنوں میں سے ایک فتنہ عذاب قبر کا کھڑا ہوا، جس نے نام تو قرآن کا لیا، لیکن قرآن کی آڑ میں اس مسئلہ کا انکار کر دیا کہ جس مسئلہ کی طرف قرآن کی آیات ہر تدبر وفکر کے خوگر کو توجہ دلاتی ہیں کہ اس ناگہانی منزل کے آنے سے قبل اس کے لئے زادراہ تیار کر لے، اس اندھیری کوٹھڑی میں جانے سے پہلے اپنے قلب کی تہوں میں شمع ہدایت جلالے کہ جس کی روشنی وہاں کام آسکے۔

جہاں اس دنیا کی روشنیاں ناکام ہو جائیں گی، وہاں کے گھبراہٹ زدہ منظر کے لئے کچھ تیاری کر لی جائے۔ لیکن ناعاقبت اندیش، مردہ دل جسموں نے اس حقیقت کا انکار کر ڈالا۔ گویا کہ ان کے نزدیک قرآنی نصوص اور نبوی فرامین اس حقیقت کو تسلیم کرنے کے لئے کافی نہیں تھے، بلکہ وہ اس حقیقت کو تسلیم کرنے کے لئے اس وقت کے منتظر ہیں جب ان پر اس کا عمل شروع ہو چکا ہوگا تو وہ لاتوں کے بھوت جو باتوں سے نہ مانتے تھے پھر اس حقیقت کو تسلیم کرنے پر مجبور ہوں گے مگر یہ ماننا بے ثمر ہوگا، یہ تسلیم کرنا بے فائدہ ہوگا۔ کیونکہ اس وقت تو کفار بھی یہ تسلیم کریں گے جیسا کہ ذات علیم وخبیر نے اپنے کلام مقدس میں فرمایا ہے: ''ربما یود الذین کفروا لو کانوا مسلمین''

پھر وہ کہیں گے: ''لو کنا نسمع او نعقل ما کنا فی اصحٰب السعیر''

ترجمہ: کاش ہم سن لیتے یا خود عقل رکھتے تو جہنمیوں میں سے نہ ہوتے۔

لیکن یہ حسرت وافسوس کارآمد ثابت نہ ہوگا کیونکہ اب وقت گزر چکا ہوگا، اب وہ ہاتھ نہ آئے گا، بارگاہ ایزدی سے اعلان ہو چکا ہے۔ انھا کلمۃ ھو قائلھا وہ ایک بات ہی ہوگی جس کا وہ قائل ہے۔ اس بات پر عمل نہیں ہوگا۔ اس لئے بہتر یہی ہے کہ یہاں یہ تسلیم کر لیا جائے اور بارگاہ ایزدی میں سر جھکا کر کہہ دیا جائے:

سر تسلیم خم ہے جو مزاج یار میں آئے

تب تو کوئی چھٹکارے کی صورت نکل سکتی ہے ورنہ اس کے علاوہ امیدیں باندھنا...... خیال است ومحال است وجنوں۔

ہم اس مسئلہ کو ثابت کرنے کے لئے اس طرز کو اختیار کریں گے جو محکم ہے، کج روی اور خود رائی سے پاک، صراط مستقیم کی طرف راہبر ہے۔ وہ طرز ہے کیا؟...... وہ ہے مسئلہ بتانا نہ کہ بنانا۔

مسئلہ بتانا اور بنانا: مسئلہ بتانا اور بنانا، ان میں واضح فرق ہے۔ مسئلہ بتانا یہ ہوتا ہے کہ یہ کہا جائے کہ جس آیت یا حدیث سے میں استدلال کر رہا ہوں میں اکیلا اس وادی تحقیق میں نہیں کھڑا بلکہ اپنے آگے امت کے علماء و محققین کی ایک جماعت پاتا ہوں جو اس استدلال میں میری رہبر ہے۔ میں بھٹکے ہوئے کسی بیابان راستے کا راہی نہیں ہوں، میں اندھیر نگری میں کھڑا ہو کر کسی اندھے کی طرح ہاتھ پاؤں نہیں مار رہا، بلکہ میں اس وادی میں ہوں جہاں اہل تحقیق کی ایک لمبی قطار اصول شریعت کی روشنی میں استدلال کرنے میں میری راہنما ہے اور یہ وہ لوگ ہیں جن کے متعلق محبوب کائنات ﷺ نے اعلان فرما دیا تھا: ''لن تجتمع امتی علی الضلالۃ'' کہ میری امت ہرگز گمراہی پر جمع نہیں ہوگی۔ (ترمذی ص ۳۹ ج ۲)

میرے آگے اس استدلال میں ان مجتہدین کی ایک پاکیزہ، مطہرہ، منزہ جماعت ہے جن کے متعلق رحمت کائنات ﷺ نے واشگاف الفاظ میں یہ پروانہ جاری کیا: ''اذاحکم الحاکم فاجتھد فاصاب فلہ اجران و اذا حکم فاجتھد ثم اخطأفلہ اجر'' (بخاری ص ۱۰۹۲)

ترجمہ...... جب حاکم مجتہد اجتہاد کرے اور وہ صواب کو پہنچ تو اس کے لئے دو اجر ہیں اور جب اجتہاد کرے اور اس سے خطاء ہو جائے تو اس کے لئے ایک اجر ہے۔

میں مرزا قادیانی کی طرح خود استدلال نہیں کر رہا کہ جو استدلال فقہاء امت چودہ صدیوں کی طویل مدت میں نہ سمجھ سکے اور آج قادیان میں ایسے شخص کو کہ افیون کی بدبو کے بھبکوں نے جس کے دماغ کے پرزوں کو جام کر کے رکھ دیا ہو اور جو گڑ کی جگہ ڈھیلے کھاتا ہو اور ڈھیلے کی جگہ گڑ سے استنجے کا مرحلہ طے کرتا ہو۔ روٹی پر راکھ کھانے کی وجہ سے اس کا ایمان بھی راکھ بن چکا ہو، ایسے شخص کو یہ استدلال سمجھ آ گیا۔

نہ میں ایسا استدلال کروں گا جو بڑے بڑے محدثین جنکی زندگیاں ''قال اللہ و قال الرسول'' پڑھتے پڑھاتے کھپ گئیں، ان کی ہڈیاں جہد مسلسل کی وجہ سے تھک کر چور ہو گئیں، جو فنافی الرسول ﷺ تھے ان کو تو نہ سوجھا، لیکن ایک ایسے شخص کو جسے کسی مستند عالم سے شرف تلمذ بھی حاصل نہ ہو سکا، اس مودودی کو وہ استدلال سوجھا کہ اس استدلال کی بناء پر عصمت انبیاء علیہم السلام کی دھجیاں بکھیرنا ہی خدمت قرآن ٹھہرا۔ اس لئے میں جو استدلال کروں گا سلف صالحین کی شہادت اس پر پیش کروں گا کہ یہ استدلال میرا نہیں، یہ ان علماء نے کیا ہے جو ورثۃ الانبیاء ہیں۔

یہ ان محدثین نے کیا ہے جو ''نضر اللہ امرأ سمع مقالتی فوعاھا و اداھا کما سمع'' کا مصداق کامل ہیں۔ (تر و تازہ رکھے اللہ اس شخص کے چہرے کو جو میری بات یاد کرے پھر اسے آگے پہنچا دے جیسا کہ سنا) یہ ان فقہاء نے کیا ہے جن کے متعلق زبان نبوت ﷺ گویا ہے۔ ''من یرد اللہ بہ خیرا یفقھہ فی الدین'' (اللہ جس کے ساتھ بھلائی کا ارادہ کرتا ہے اسے دین کی سمجھ عطاء فرماتا ہے) اور پھر میں یہ ثابت کروں گا کہ اس استدلال کو ان اولیاء نے قبول کیا ہے جن کے بارے میں وحی الٰہی ناطق ہے: ''الا ان اولیاء اللہ لا خوف علیھم ولا ھم یحزنون'' اس جماعت نے قبول کیا ہے جس کے متعلق دربار رسالت سے یہ اعلان جاری ہوا ید اللہ علی الجماعۃ (ترمذی ج ۲ ص ۳۹) اس لئے میں مسئلہ بتاؤں گا، بناؤں گا نہیں۔

یاد رکھئے جتنے بھی نئے فتنے آئیں گے وہ مسئلہ بنائیں گے، بتائیں گے نہیں۔ پس فرق یہی ہے فتنہ اور غیر فتنہ کا، حق اور باطل کا، سفید اور سیاہ کا، دن اور رات کا، سچ اور جھوٹ کا کہ حق والے مسئلہ بتائیں گے اور اس پر بیسیوں حوالے متکلمین امت کے پیش کریں گے۔ اہل باطل مسئلہ بنائیں گے، لیکن ایک حوالہ بھی متکلمین امت میں سے کسی کا اس پر پیش نہیں کر سکیں گے کہ وہ جو بھی اہل سنت میں سے، اس نے اس آیت یا حدیث سے استدلال کیا ہو۔

اصل بات یہ ہے کہ مسئلہ مشکل نہیں ہوتا، اس میں جو لوگ الجھاؤ ڈال دیتے ہیں اس کا سلجھانا مشکل ہو جاتا ہے تو جتنے بھی باطل فرقے ہیں۔ یہ مسائل میں الجھاؤ زیادہ پیدا کر دیتے ہیں اور اچھے بھلے مسئلوں کو مشکل بنا دیتے ہیں۔ اس لئے ان کے دھوکے سے بچنے کے لئے نفس مسئلہ سمجھنا چاہئے کہ اصل مسئلہ کیا ہے؟ اور انداز تحریر ایسا ہو کہ عام پڑھنے والا آدمی نفس مسئلہ سمجھ سکے۔ اسی طرح مناظرہ اور تقاریر میں جو ان پڑھ عوام سامنے بیٹھے ہوتے ہیں، اس لئے ان کے ذہن کے مطابق بات کی جائے تو فائدہ ہوتا ہے اور اگر علمی باتیں ہوتی رہیں تو ان کے پلے کچھ نہیں پڑتا۔ اس لئے میں تمہید میں حضرت اوکاڑوی رحمہ اللہ کے ایک مناظرہ کا قصہ ذکر کرتا ہوں۔

واقعہ: حضرت اوکاڑوی رحمہ اللہ نے واقعہ سنایا کہ ایک دن میں سویا ہوا تھا، رات بارہ بجے دو تین ساتھیوں نے دروازہ کھٹکھٹایا، جب میں باہر نکلا تو انہوں نے بتایا کہ ایک قادیانی مناظر ربوہ سے آیا ہے، اس سے مناظرہ کرنا ہے۔ میں نے کہا کہ مناظرہ صبح کر لیں گے۔ اس پر انہوں نے کہا کہ صبح تک تو انہوں نے چلے جانا ہے۔ میں نے پوچھا مناظرہ کا عنوان کیا ہے؟ تو انہوں نے کہا ختم نبوت، اجرائے نبوت پر مناظرہ ہے۔

میں نے مرزا بشیر احمد کی چھوٹی سی کتاب ''ختم نبوت کی حقیقت'' ہاتھ میں لی اور ان کے ساتھ چل پڑا۔ جب میں وہاں پہنچا تو مرزائی مناظر بیٹھا تھا میں نے کہا سب سے پہلے یہ دیہاتی لوگ ہیں ان کو یہ سمجھاؤ کہ ہمارا اختلاف کیا ہے؟ اس پر وہ مناظر مجھے کہنے لگا آپ ہی سمجھا دیں۔ میں نے کہا چلو میں ہی سمجھا دیتا ہوں۔ میں نے کہا کہ مرزا غلام احمد قادیانی کا عقیدہ یہ ہے کہ رسول اقدس ﷺ کے بعد کوئی صاحب شریعت نبی نہیں آ سکتا اور غیر تشریعی نبی آئیں گے۔ مرزا غلام احمد قادیانی غیر تشریعی نبی ہے۔ اس پر مرزائی مناظر کہنے لگا بالکل یہی بات ہے۔ میں نے کہا کہ یہ جو دو لفظ بولے ہیں تشریعی، غیر تشریعی یہ عوام ان کو نہیں سمجھتی تو جب تک یہ نہ سمجھیں تو ان کو کوئی فائدہ نہیں ہوگا۔ ان کو کیا پتا چلے گا کہ دلیل دعویٰ کے مطابق ہے یا نہیں۔ اس پر مرزائی مناظر کہتا ہے کہ یہ بھی آپ سمجھا دیں۔

میں نے مرزا بشیر احمد کی کتاب ''ختم نبوت کی حقیقت'' اٹھائی اور کہا اس میں یہ جو حدیث ہے کہ اللہ تعالیٰ نے ایک لاکھ چوبیس ہزار پیغمبر بھیجے، جن میں تین سو تیرہ رسول تھے۔ یہ حدیث لکھنے کے بعد مرزا بشیر احمد نے تشریح کی ہے کہ رسول کہتے ہیں صاحب شریعت نبی کو، جو نبی شریعت لے کر آئے اور نبی کہتے ہیں جو پہلے نبی کی شریعت لوگوں کو سنائے۔ میں نے کہا خلاصہ یہ نکلا کہ مرزا کا عقیدہ ہے کہ رسول پاک ﷺ کے بعد رسول کوئی نہیں آئے گا۔ اور نبی آئیں گے اور مرزا قادیانی نبی ہے، رسول نہیں ہے۔ ابھی تک مرزائی مناظر کو پتا نہیں چلا تھا کہ وہ کہاں پھنس گیا ہے۔ میں نے کہا یہ جو بات میں نے کی ہے یہ ٹھیک ہے؟ اس نے کہا یہ ٹھیک ہے۔ میں نے کہا آپ کے دعوی کے تین حصے ہو گئے ہیں۔

۱...... رسول پاک ﷺ کے بعد کوئی رسول نہیں آئے گا۔
۲...... نبی آئیں گے۔
۳...... مرزا قادیانی نبی ہے رسول نہیں ہے۔

پہلے حصہ پر کوئی دلیل بیان کریں۔ اب اس نے خود ہی آیت پڑھی: ''ما کان محمد ابا احد من رجالکم ولکن رسول اللہ وخاتم النبیین''

اور وہی ترجمہ کیا جو مجھے چاہئے تھا۔ کہ آپ ﷺ آخری نبی ہیں۔ اگر یہ آیت میں پڑھتا تو وہ آگے سے سو حجت بازیاں کرتا۔ اب اس نے وہی ترجمہ کیا تھا جو مجھے مطلوب تھا۔ میں نے کہا آپ کے دعوی کی شق اول تھی کہ رسول پاک ﷺ کے بعد رسول کوئی نہیں آئے گا۔ لہٰذا آپ کو دلیل میں خاتم المرسلین والی آیت پڑھنی چاہئے تھی نہ کہ خاتم النبیین والی۔ آپ نے تو نبی کا آنا ثابت کرنا ہے اور اب آپ نے الٹ بات ثابت کردی ہے کہ نبی نہیں آئیں گے۔

اب وہ بڑا پریشان ہوا۔ کہنے لگا یہ تو آپ نے مجھے بہت بڑا چکر دے دیا ہے۔ میں نے کہا اس میں کون سی چکر کی بات ہے، اب وہ اٹھ اٹھ کے بھاگے۔ میں نے کہا بیٹھو تو سہی کوئی بات تو حل ہو جائے۔ کہنے لگا نہیں۔ آپ نے تو ایسے چکر میں ڈالا ہے کہ نکلنا مشکل ہو گیا ہے۔ میں مناظرہ نہیں کرتا تو ایسے لوگوں کو اس انداز میں قابو کرنا چاہئے تا کہ لوگوں کو بات سمجھ آجائے۔

پہلے زمانے کے فتنوں اور آج کے فتنوں میں فرق

پہلے زمانے کے فتنوں اور آج کے فتنوں میں ایک فرق ہو گیا ہے، پہلے کافر قرآن کا انکار کرتے تھے۔ آج معاملہ اس کے برعکس ہو گیا ہے۔ آج قرآن کے نام سے کفر پھیلاتے ہیں کہ ہم اہل قرآن ہیں کہ نبی کی سنت ماننے کی کوئی ضرورت نہیں۔ ابوجہل بھی تو کہتا تھا کہ حضور پاک ﷺ کی بات نہ سنو۔ حدیث نہ سنو، ابوجہل تو قرآن کا کھلا دشمن تھا اور یہ چھپے دشمن ہیں۔

آج کل یہ مسئلہ ہو گیا ہے کہ الفاظ تو اسلام والے باقی رکھے جاتے ہیں، معنی اس میں کفر والا ڈال دیا جاتا ہے۔ جیسے باطنیوں کے بارے میں پہلے سے بات چلی آرہی ہے کہ وہ کہتے ہیں کہ: ''او جی دل دی نماز ہے دل دی۔'' (جناب نماز دل کی ہوتی ہے)

واقعہ: حضرت ؒ نے واقعہ سنایا کہ مولانا روم ؒ نے واقعہ لکھا ہے کہ ایک شخص کسی کا مرید ہو گیا۔ اب وہ پیر صاحب تیس چالیس مرید ساتھ لے کر اس کے گھر پہنچ گئے۔ مرید نیا تھا۔ پیر صاحب کی خدمت کا شوق بھی اسے خوب تھا۔ چنانچہ اس نے پیر صاحب کی خوب خدمت کی۔ جب پیر صاحب تین چار دن وہاں رہے تو اس مرید کی بیوی جو کسی مولوی صاحب کی بیٹی تھی وہ پیر صاحب سے تنگ آگئی۔ اس نے سوچا میں سارا دن کھانا پکاتی رہتی ہوں اور یہ پیر صاحب کھانا کھا کر ڈکار لے کر پڑے رہتے ہیں، نہ نماز پڑھتے ہیں نہ کچھ اور دین کا کام کرتے ہیں۔ اس نے اپنے خاوند سے کہا کہ تو کس پیر سے بیعت ہوا ہے کہ جو نماز بھی نہیں پڑھتا۔

اس نے پیر صاحب سے کہا کہ میری بیوی یہ کہتی ہے کہ تمہارے پیر صاحب نماز نہیں پڑھتے۔ اس نے کہا میں ظاہری نماز نہیں پڑھتا۔ میں نماز مکے شریف جا کر پڑھتا ہوں تو اس عورت نے کہا کیا مکے کا کھانا آپ کے لئے حرام ہے؟ کہ کھانا کھانے کے لئے تو یہاں آ جاتا ہے۔ جب تو مکہ شریف جاتا ہے تو کھانا بھی وہاں کھایا کر، تو اس پیر نے کہا کہ یہ جو دکھاوے کی نماز ہے وہ اللہ کو پسند نہیں۔ اصل نماز دل کی نماز ہوتی ہے۔

پیر نے دیکھا مریدنی کی عقیدت کچھ صحیح معلوم نہیں ہوتی۔ چنانچہ وہ صبح بیٹھ گیا تو دو چار مرید اپنے گھر کی طرف بھیج دیئے کہ وہاں جا کر فلاں جھونپڑی کو آگ لگا کر فلاں وقت بجھا دینا۔ ادھر وقت مقررہ پر پیر صاحب نے شور ڈالنا شروع کر دیا اور مریدوں کو کہنے لگا کہ آگ لگ گئی ہے، پانی لے کر آؤ۔ جب وہ پانی لے کر آئے تو پیر صاحب نے چھینٹے مارنا شروع کر دیئے کہ آگ بجھا رہا ہوں۔ اب لوگ جب پیر صاحب کے گھر پر گئے تو واقعی آگ لگ کر بجھی ہوئی تھی۔

اب تو لوگوں کا اعتقاد مزید بڑھ گیا کہ پیر صاحب بہت کامل ہیں۔ انہیں غیب کی خبریں بھی معلوم ہو جاتی ہیں۔ اب نئے مرید نے اپنی بیوی کو خوب ڈانٹا کہ آئندہ حضرت کی شان میں گستاخی نہ کرنا، دیکھ! حضرت نے بارہ میل سے آگ بجھا دی ہے۔

اس عورت نے دل ہی دل میں سوچا کہ پیر صاحب کا علاج کرنا چاہئے۔ شام کو جب پیر صاحب چاول کھانے کے لئے بیٹھے تو بار بار آدمی کو بھیجا کہ چینی لاؤ۔ اس نے کہا کہ بھیج دی ہے۔ پھر وہ آیا کہ نہیں ہے۔ اس نے کہا حضرت جی بیٹھے ہیں کھاتے کچھ بھی نہیں ہیں، چینی آئے گی تو کھائیں گے۔ جب وہ بالکل ناراض ہو گیا اور اس نے کہا آخر تو چینی کیوں نہیں دیتی، تو وہ کپڑے دھونے والا ڈنڈا لے کر آ گئی اس نے کہا کہ بارہ میل سے آگ تو نظر آ جاتی ہے اور یہ چینی جو میں نے چاولوں کے نیچے رکھی ہے یہ نظر نہیں آتی؟

میں نے تو امتحان لیا تھا کہ تجھے کچھ پتہ چلتا ہے یا نہیں؟ اب پیر صاحب نے سوچا کہ یہاں گزارا مشکل ہے۔ یہاں سے نکلنا ہی پڑے گا۔ صبح جانے کا ارادہ ہو گیا۔ خیر جاتے وقت اس نے یہ سمجھایا کہ بیٹی دل کی نماز ہوتی ہے، دکھلاوے کی نہیں ہوتی۔ اندر سے آدمی کا باطن نمازی ہونا چاہئے ظاہر جو ہے نا اس کا کوئی حکم نہیں ہوتا۔

اب اس نے واپس جانا تھا۔ تو اس عورت نے اپنے لڑکے سے کہا کہ حضرت جی سے عرض کرنا کہ آپ بزرگ آدمی ہیں جاتے جاتے ہماری بھینس کو دم کرتے جائیں۔ پیر صاحب نے کہا جی ہاں بالکل ٹھیک۔ جب وہ باہر جانے کے لئے نکلا تو گدھا کھڑا تھا۔

اس لڑکے نے کہا حضرت جی دم کر دیں اس نے کہا کس کو؟ لڑکے نے کہا بھینس کو۔ پیر نے کہا یہ تو گدھا ہے، اس نے کہا نہیں امی جی کہتی ہیں کہ اوپر سے گدھا ہے اندر سے بھینس ہے، اس نے کہا بے وقوف جو اوپر سے گدھا ہے وہ اندر سے بھی گدھا ہے۔ تو لڑکا بول پڑا جو اوپر سے بے نمازی ہے وہ اندر سے بھی بے نمازی ہے، وہ اندر سے نمازی کیسے بن گیا؟

تو یہ ایک باطنی فرقہ ہوتا تھا کہ جو اس قسم کے معنی نکالتا تھا۔ لیکن آج کل طریقہ عام نکل چکا ہے کہ لفظ تو وہی باقی رکھا جاتا ہے لیکن معنی بدل دئے جاتے ہیں۔

مثال: چناب نگر (ربوہ) میں ختم نبوت والے تین دن کانفرنس کرتے ہیں کہ مرزائی ختم نبوت کے منکر ہیں اور جب آپ مرزائیوں کے گھروں کے قریب جائیں تو ان کی دیواروں پر باہر لکھا ہوتا ہے (پاک محمد مصطفیٰ نبیوں کا سردار خاتم النبیین ﷺ) اب ناواقف لوگ جب اس کو پڑھتے ہیں تو حیران ہوتے ہیں کہ کانفرنس پر تو ساری دنیا کے علماء یہ کہہ رہے تھے کہ مرزائی حضور ﷺ کو خاتم النبیین ﷺ نہیں مانتے اور انہوں نے تو اپنی دیواروں پر لکھا ہے کہ پاک محمد مصطفیٰ، نبیوں کا سردار خاتم النبیین ﷺ ہیں۔ اب وہ مرزائی آیت خاتم النبیین ﷺ کا انکار تو نہیں کرتے لیکن وہ اس کا معنی ایسا کرتے ہیں جو اس آیت کے بالکل الٹ ہے جس پاک پیغمبر ﷺ پر یہ آیت نازل ہوئی۔ اس کی حدیث متواتر میں یہ مذکور ہے: ''لانبی بعدی'' (کہ میرے بعد کوئی نبی نہیں)

اب مرزا خاتم النبیین کا کیا معنی مراد لیتا ہے۔ مرزا کہتا ہے کہ خاتم کہتے ہیں مہر کو تو اللہ تعالیٰ نے حضرت آدم علیہ السلام سے لے کر حضرت محمد ﷺ تک نبی بنائے۔ اب وہ مہر حضور اکرم ﷺ کو دے دی گئی ہے کہ جس پر چاہیں مہر لگا کر نبی بنا دیں۔ یعنی وہ خاتم النبیین کا معنی آخری نبی کی بجائے نبی بنانے والا کرتا ہے۔ اسی لئے مرزا قادیانی اپنی کتاب حقیقۃ الوحی میں لکھتا ہے۔ ہمارا پختہ ایمان ہے کہ حضرت محمد رسول اللہ ﷺ خاتم النبیین ہیں۔ کیونکہ آپ کی روحانی توجہ نبی تراش ہے۔ یعنی آپ نبی گھڑتے ہیں، نبی بنایا کرتے ہیں۔

اب سادہ لوگ جب اس کو پڑھتے ہیں تو سمجھتے ہیں کہ مرزائی بھی حضور ﷺ کو خاتم النبیین مانتے ہیں۔ اس لئے وہ پریشان ہو جاتے ہیں۔ چنانچہ بہاولپور عدالت میں مرزائیوں نے یہی کہا کہ مسلمان جھوٹ بولتے ہیں کہ اللہ کی قسم ہم آیت خاتم النبیین پر ایمان رکھتے ہیں۔ ہمارا اور مسلمانوں کا جھگڑا فقط معنی میں ہے۔ جو معنی یہ مولوی کرتے ہیں وہ ہم نہیں مانتے، ہم وہ معنی کرتے ہیں جو لغت عرب کے عین مطابق ہے۔

اس پر ایک مولوی صاحب نے کہا کہ یہ لانبی والی حدیث متواتر ہے اور یہی خاتم النبیین کا معنی ہے۔ اس پر مرزائی کہنے لگا کہ متواتر وغیرہ مولویوں کی بنائی ہوئی قسمیں ہیں، میں ان کو نہیں مانتا۔ لوگ بڑے حیران ہوئے۔ جج جس کا نام اکبر خان تھا وہ بھی بڑا حیران ہوا۔ اس پر رئیس المحدثین حضرت علامہ انور شاہ کشمیری رحمہ اللہ آگے بڑھے انہوں نے فرمایا یہ جو آیت تو نے پڑھی ہے کیا یہ آیت حضور پاک ﷺ پر نازل ہوئی تھی؟ کیا تیرا اس پر ایمان ہے؟ اس نے کہا جی ہاں۔ حضرت نے فرمایا کہ یہ آیت حضور پاک ﷺ سے خود سنی ہے؟ اس نے کہا نہیں۔ فرمایا پھر تجھے کیسے یقین ہو گیا کہ یہ آیت حضور ﷺ پر نازل ہوئی تھی؟ اس نے کہا تواتر سے ثابت ہے۔

اس پر حضرت کشمیری رحمہ اللہ نے فرمایا جس تواتر سے یہ آیت ثابت ہے اسی تواتر سے وہ حدیث ثابت ہے۔ عجیب بات ہے اس آیت کو خدا کا کلام مانتا ہے اور اس حدیث کو مولوی کی بات کہہ رہا ہے۔ جو اسی قسم کے تواتر سے ثابت ہے۔ جب جج نے یہ حضرت کا جواب سنا تو ادب سے کھڑا ہو گیا اور اس نے کہا حضرت میں تو بڑا پریشان ہو گیا تھا کہ اس کا کیا جواب ہوگا۔

تو اب دیکھیے مرزائیوں نے خاتم النبیین کا لفظ باقی رکھا۔ لیکن اس کا معنی ایسا گھڑ لیا جو بالکل ختم نبوت کے خلاف تھا تو جس طرح مرزائیوں نے معنی تبدیل کیا۔ اسی طرح یہ منکرین حیات انبیاء علیہم السلام بھی پانچ لفظوں کے معنی بدل لیتے ہیں۔

(۱) موت کا معنی۔ (۲) حیات کا معنی۔ (۳) برزخ کا معنی۔ (۴) قبر کا معنی۔ (۵) روحانی کا معنی۔ سارا چکران پانچ لفظوں میں پڑا ہوا ہے۔

کیا عقیدے کا قرآن سے ہونا ضروری ہے؟

حضرت اوکاڑوی رحمہ اللہ نے واقعہ سنایا کہ منکرین حیات انبیاء عام طور پر یہ شور مچایا کرتے ہیں کہ عقیدے کا قرآن سے ہونا ضروری ہے۔ ایک مرتبہ ان کے ایک مولوی صاحب سے گفتگو ہوئی۔ اس نے کہا عقیدے کا قرآن سے ہونا ضروری ہے۔ جب وہ مجھ سے بات کررہے تھے تو اس وقت بچوں کو تعلیم الاسلام پڑھا رہے تھے۔ میں نے کہا تعلیم الاسلام میں عقائد بھی درج ہیں۔ اس میں جو یہ لکھا ہے کہ آپ ﷺ کی والدہ کا نام آمنہ تھا اور والد کا نام عبداللہ تھا، یہ کس آیت کا معنی ہے؟ آپ کو چالیس سال کی عمر میں نبوت ملی، تریسٹھ سال کی عمر میں وصال ہوا، آپ ﷺ کا مزار مبارک مدینہ منورہ میں ہے، یہ قرآن پاک کی کن آیات میں لکھا ہوا ہے؟ وہ آیات سنائیں اس پر وہ بہت پریشان ہوا۔

اصول: عقیدے کے لئے قرآن میں ہونا ضروری نہیں، بلکہ اس کا قطعی ہونا ضروری ہے۔ خواہ وہ قطعیت تواتر سے ثابت ہوجائے۔ لہٰذا جو لوگ یہ کہتے ہیں کہ عقیدہ کا قرآن سے ہونا ضروری ہے ان کا یہ اصول غلط ہے۔

حضرت اوکاڑوی رحمہ اللہ نے سنایا کہ جب ایک مشہور مماتی سے میرا مناظرہ تھا تو اس نے یہ سوچ رکھا تھا کہ میں یہ شرط لگاؤں گا کہ عقیدہ قرآن سے دکھاؤ، وہ اپنی سوچ پر خوش بھی تھا۔ جب اس نے یہ لکھا تو میں نے جواب میں لکھا کہ آپ عقائد کی کون سی کتاب مانتے ہیں؟ تو اس نے کہا شرح عقائد نسفی، تو میں نے کہا آپ عقیدے کے بارے میں جو شرط لکھیں، شرح عقائد نسفی کے پہلے پانچ عقیدے اس شرط پر ثابت کردیں یا پھر ان عقیدوں کا انکار کردیں کہ ہم ان عقیدوں کو نہیں مانتے۔ کیونکہ یہ ہماری شرط پر پورے نہیں اترتے۔ دیدہ باید!

اصل مسئلہ یہ ہے کہ ہم اہل سنت والجماعت ہیں ہمارے عقائد کی مکمل کتابیں موجود ہیں، اعمال کی مکمل کتابیں موجود ہیں اور جو فرقے نئے وجود میں آتے ہیں، ان کی بنیاد ایک دو مسئلوں کے انکار پر ہوتی ہے، وہ ایک دو مسئلوں کا انکار کردیں گے اور پھر اپنا سارا زور انہی ایک دو مسئلوں کی تردید میں صرف کرتے رہتے ہیں، مکمل عقائد کی کتاب نہیں لکھتے۔

اسی طرح منکرین حیات انبیاء اور عثمانی پارٹی وغیرہ ان کے عقائد کی مکمل کوئی کتاب نہیں، دو چار مسئلوں پر یہ لوگ شور مچاتے رہتے ہیں۔ اب یہ لوگ جہاں حیات النبی ﷺ کا انکار کرتے ہیں وہاں ان میں سے اکثر عذاب قبر کے منکر ہیں۔ اس لئے کہ جب قبر میں عذاب مانا جائے تو روح کا جسم کے ساتھ تعلق ماننا پڑتا ہے۔ کیونکہ بغیر تعلق روح، جسم عذاب و ثواب کا ادراک نہیں کرسکتا۔ اس لئے سب سے پہلے ہم عذاب قبر کے بارے میں کچھ تحریر کرتے ہیں۔

لطیفہ: اس مقام پر ایک لطیفہ یاد آرہا ہے کہ ایک منطقی تھا، یا مَن، تو کی (یعنی سب کچھ میں ہوں تو کیا ہے؟) گرمیوں کا موسم تھا، سفر کرتے کرتے کچھ دیر آموں کے درخت کے نیچے بیٹھا، ابھی آموں کا موسم شروع ہورہا تھا، چھوٹے چھوٹے آم درختوں پر لگے ہوئے تھے، ادھر نیچے ایک حلوہ کدو کی بیل تھی (پیٹھا) اب یہ کبھی درخت کی طرف دیکھتا کہ اتنا بڑا درخت ہے، چھوٹے چھوٹے آم اس پر لگے ہوئے ہیں۔

اور کہنے لگا یا اللہ اگر خود اتنی عقل نہیں تھی (نعوذ باللہ) تو کسی سے مشورہ لے لیتے۔ چاہئے تو یہ تھا کہ اتنے بڑے درخت پر پیٹھے لگتے، کیونکہ وہ بڑی چیز تھی اور یہ بیل جو انگلی جیسی باریک ہے کبھی ہوا اسے ادھر پھینک دیتی ہے اور کبھی ادھر، تو یہ چھوٹے چھوٹے آم وہاں لگتے تو اس طرح گویا کہ نعوذ باللہ، اللہ کو سمجھا رہا تھا۔

اب نبوت تو ختم ہو چکی وحی تو آنی نہیں، اس لئے اللہ تبارک وتعالیٰ نے کوا بھیجا کہ جا کر اس کا دماغ ٹھیک کرے، جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے قبر کی جگہ بتانے کے لئے کوے کو بھیجا۔ "فبعث اللہ غرابا یبحث فی الارض" اسی طرح اس منطقی کا دماغ ٹھیک کرنے کے لئے کوّے کو بھیج دیا۔

چنانچہ کوا آیا، اس نے چھوٹی سی ٹہنی کو جو منطقی کے اوپر تھی اس کو کاٹا آم جو سر پر گرا تو منطقی چکرا گیا۔ اب اوپر بھی دیکھ رہا ہے اور نیچے گرتا جا رہا ہے اور ہاتھ باندھتا جا رہا ہے، کہہ رہا ہے یا اللہ تیرا شکر ہے کہ اوپر پیٹھا لگا ہوا نہیں تھا، ورنہ دنیا میں دوبارہ آنکھ کھولنا نصیب نہ ہوتی۔ یا اللہ آئندہ بے شک اس سے بھی چھوٹے آم لگانا۔

اگر وہاں آم کی بجائے خدانخواستہ پیٹھے لگے ہوتے تو ساری دنیا دھوپ میں جل جاتی، کوئی ڈرتا کبھی سائے میں آ کر نہ بیٹھتا کہ پتہ نہیں کس وقت اوپر سے ایٹم بم (پیٹھا) گر جاتا تو یا اللہ تیری قدرت برحق ہے اور جو کچھ تو کرتا ہے وہ صحیح کرتا ہے۔

اسی طرح کا مسئلہ عذاب وثواب قبر کا ہے کہ کچھ لوگ تو خدا اور خدا کے رسول ﷺ کے کہنے سے مان لیتے ہیں، لیکن کچھ لوگ ایسے ہیں کہ جب ان کو قبر میں گرز پڑنا شروع ہوں گے تو ان کو اس وقت عذاب قبر کی حقانیت کا یقین ہوگا۔

جس طرح مرزائی حیات مسیح علیہ السلام کی مسئلے میں معانی بگاڑ لیتے ہیں، اسی طرح منکرین حیات انبیاء نے بھی پانچ الفاظ کے معانی بگاڑے ہوئے ہیں، اس کے علاوہ ان کے پاس دلیل نام کی کوئی چیز نہیں نام قرآن کا لیتے ہیں اور بگاڑتے الفاظ کے معانی ہیں۔ سب سے پہلے انہوں نے موت کا معنی بگاڑا ہے۔

موت کا معنی: جاہلیت میں موت صرف نام تھا عدم کا۔ اسلام نے آ کر بتایا موت ایک وجودی چیز ہے۔ قرآن پاک میں ارشاد ربانی ہے: "خلق الموت والحیات" پیدا کیا موت اور حیات کو۔ اس سے معلوم ہوا کہ جس طرح حیات مخلوق ہے۔ موت بھی اس طرح اللہ تعالیٰ کی پیدا کی ہوئی مخلوق ہے۔

تو جس طرح نیند کے بارے میں آتا ہے: "لا تاخذہ سنۃ ولا نوم" اور بعض اوقات انسان محسوس کرتا ہے کہ نیند بھی ایسی چیز ہے جو ہمیں دبا رہی ہے، آ کر پکڑ رہی ہے، ہماری آنکھیں بند ہوتی جا رہی ہے تو جس طرح نیند ایک وجودی چیز ہے، اسی طرح موت بھی ایک وجودی چیز ہے نہ کہ عدمی۔

زمانہ جاہلیت میں موت کا تصور

جاہلیت میں موت کا تصور اتنا ہی تھا کہ بس روح نکل گئی، مٹی مٹی میں مل گئی، ہوا ہوا میں مل گئی، آگ آگ میں مل گئی، گرمی گرمی میں چلی گئی اور روح پتا نہیں کہاں چلی گئی۔ اس کے بعد کوئی چیز باقی نہ رہی۔

سب سے پہلی دفعہ وفات اور متوفی کا لفظ موت کے لئے قرآن پاک نے استعمال کیا ہے۔ اسلام نے آ کر موت کے بارے میں جاہلیت کے ذہن کی نفی کی اور یہ بتایا کہ موت کے بعد کوئی چیز بھی ضائع نہیں ہوتی۔ سب کچھ اللہ تعالیٰ کے کنٹرول میں رہتا ہے۔ اس لئے یہ جو تصور ہے کہ جب انسان مرجاتا ہے تو ختم ہو جاتا ہے، یہ تصور اسلام نے آ کر ختم کر دیا۔

معتزلہ بھی موت کے عدمی ہونے کے قائل ہیں۔ منکرین حیات انبیاء علیہم السلام نے موت کا ابھی تک وہی معنی یاد رکھا ہوا ہے جو جاہلیت کے زمانے میں تھا جو کہ موت کا آدھا معنی ہے۔ جب بھی ان سے پوچھا جاتا ہے کہ موت کسے کہتے ہیں؟ تو کہتے ہیں ابانۃ الروح عن الجسد کہ جسم میں سے روح کا نکل جانا اس کو موت کہتے ہیں۔ اس کو بس اتنا ہی معنی یاد ہے۔ حالانکہ قرآن پاک اور احادیث مبارکہ میں مذکور ہے کہ روح نیند میں نکل جاتی ہے۔ چنانچہ قرآن پاک میں آتا ہے: ''اللہ یتوفی الانفس حین موتھا والتی لم تمت فی منامھا''

اسی طرح لیلۃ التعریس کی حدیث میں آتا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے ہماری روحیں قبض کر رکھی تھیں۔ جب اللہ کا ارادہ ہوا تو بھیج دیں۔

چنانچہ (بخاری شریف ج ۱ ص ۸۳) پر ہے: ''حدثنا عمران بن میسرۃ قال حدثنا محمد بن فضیل قال حدثنا حصین عن عبد اللہ بن ابی قتادۃ عن ابیہ قال سرنا مع النبی ﷺ لیلۃ فقال بعض القوم لو عرست بنا یا رسول اللہ ﷺ قال اخاف ان تناموا عن الصلوۃ قال بلال انا اوقظکم فاضطجعوا واسند بلال ظھرہ الی راحلتہ فغلبتہ عیناہ فنام فاستیقظ النبی ﷺ وقد طلع حاجب الشمس فقال یا بلال این ما قلت قال ما القیت علی نومۃ مثلھا قط قال ان اللہ قبض ارواحکم حین شاء وردھا علیکم حین شاء یا بلال قم فاذن بالناس بالصلوۃ فتوضأ فلما ارتفعت الشمس وابیاضت قام فصلی''

اس حدیث میں مذکور ہے کہ اللہ نے ہماری روحیں قبض کر رکھی تھیں، جب اللہ کا ارادہ ہوا پھر بھیج دیں تو ہم جاگ اٹھے۔ حضور پاک ﷺ دعاؤں میں بھی یہ دعا مانگا کرتے تھے کہ یا اللہ سونے میں تو اگر میری روح قبض کرے، اگر اسی پر میری موت آجائے تو میری حفاظت کرنا۔ اگر واپس بھیجے تو ایمان کے ساتھ بھیجنا۔

تو قرآن و حدیث میں یہ بات واضح طور پر موجود ہے کہ نیند میں بھی روح نکل جاتی ہے۔ اگر موت کا اتنا ہی معنی ہو جتنا مماتیوں نے یاد رکھا ہوا ہے یعنی ابانۃ الروح عن الجسد تو پھر ان کے ہاں موت اور نیند ایک ہی چیز ہونی چاہئے۔

مماتیوں کا جاہلیت والا معنی لینا اور اسلام والا معنی نہ لینے کی وجہ

اس جاہلیت والا معنی مراد لینے کی وجہ یہ ہے کہ موت کا ایک معنی ہے کہ روح جسم میں آئے ہی نہ، جیسے قرآن پاک میں ہے: ''کیف تکفرون باللہ وکنتم امواتا''

اب روحیں تو ہزاروں سال پہلے سے پیدا ہو چکی ہیں، لیکن ابھی اگر آپ میں سے کسی کی عمر پچیس سال کی ہے تو آپ پچیس سال کو زندگی کہتے ہیں اور اس سے پہلی حالت کو موت کہتے ہیں۔

اس کی کیا وجہ ہے کہ روحیں تو ہزاروں سال پہلے سے موجود تھیں۔ لیکن پھر بھی کنتم امواتا کہا گیا کہ تم مردہ تھے۔ اس کی وجہ صرف اور صرف یہ ہے کہ روح کا اس جسم کے ساتھ تعلق نہیں تھا۔ پس معلوم ہوا کہ موت کہتے ہیں کہ روح جسم سے باہر ہو اور جسم کے ساتھ اس کا کوئی تعلق نہ ہو، جس کی دو صورتیں ہیں۔

(۱) روح سرے سے جسم میں آئی ہی نہ ہو۔ (۲) جسم سے روح نکل جائے اور جسم سے تعلق نہ رہے۔
تو پس اگر روح جسم سے باہر ہو اور جسم سے کوئی تعلق نہ ہو تو اس کو حیات نہیں لیتے بلکہ موت کہتے ہیں۔
اس لئے قرآن پاک نے اس کو موت کہا ہے: ''کیف تکفرون باللہ و کنتم امواتا''
حالانکہ وہاں سرے سے روح آئی ہی نہیں۔ اب اگر موت کا معنی فقط اتنا ہی لیا جائے جو مماتی حضرات لیتے ہیں، یعنی ''ابانة الروح عن الجسد کہ روح جسم سے نکل جائے، تو ماں کے پیٹ میں آنے سے پہلے والی حالت جو ہے یعنی جب روح جسم میں نہیں آئی تھی تو اس پر موت کی یہ تعریف یعنی ''ابانة الروح عن الجسد'' والی صادق نہیں آتی۔ کیونکہ اس وقت روح سرے سے اس جسم میں آئی ہی نہیں تھی تو نکلی کیسے؟
تو لہٰذا یہ جو معنی مراد لیتے ہیں وہ معنی اس حالت پر صادق نہیں آتا۔ حالانکہ حق جل شانہ نے اس کو موت فرمایا ہے۔ اب ماں کے پیٹ میں آنے سے پہلے کی حالت موت تھی۔ فاحیاکم پھر اللہ تبارک وتعالیٰ نے حیات عطاء فرمائی۔ اب اس مقام میں احیاء کا لفظ ایک مرتبہ آیا ہے۔ لیکن اس میں دو حیاتوں کا ذکر سمٹا ہوا ہے۔ اس میں سے ایک تو وہ چھپی ہوئی حیات تھی جو ماں کے پیٹ میں روح کے آجانے کے بعد رہی لیکن تھی یقیناً حیات۔
پھر جب ہم پیدا ہوئے، اب جو یہ ہماری حیات ہے یہ کھلی حیات ہے تو دو حیاتیں ہوئیں۔ ایک ماں کے پیٹ میں چھپی ہوئی حیات اور ایک یہ کھلی ہوئی حیات۔ لیکن قرآن پاک میں دونوں کو ایک ہی لفظ میں بند کر دیا اور ایک ہی مرتبہ فرمایا: ''فاحیاکم'' اس لئے کہ وہ حیات جو ماں کے پیٹ میں تھی وہ اس کھلی حیات کا دیباچہ اور مقدمہ تھی، اس لئے انہیں الگ الگ بیان نہیں کیا گیا۔ وہ ایک ہی حیات ہے، اس کا کچھ حصہ چھپی حیات کا جو ماں کے پیٹ میں تھا اور کچھ حصہ کھلی حیات کا ہے۔ سب کے سامنے کھلی حیات ہے۔
جب جسم کے ساتھ روح کا تعلق قائم ہوا اسی کو قرآن پاک نے فاحیاکم کہا آگے قرآن پاک میں ہے: ثم یمیتکم کہ اللہ تعالیٰ پھر موت دے دیں گے، پھر اس کے بعد ہے: ثم یحییکم اس یحییکم کے بارے میں دو قول ہیں:
☆...... ایک تو حضرت ابن عباس، حضرت قتادہ اور دیگر صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کا کہ یہاں یحییکم سے مراد قبر کی حیات ہے[۱]۔

---

[۱] ثم یحییکم سے قیامت کی زندگی مراد ہے، اس کے قائلین مندرجہ ذیل حضرات ہیں: (۱) سیدنا عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ۔ (۲) سیدنا عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہ۔ (۳) نواب صدیق حسن خان۔ اس صورت میں قبر کی حیات حیات دنیا کی تاویل میں آجائے گی۔ (۱) علامہ قرطبی رحمہ اللہ۔ (۲) ابوحفص عمر بن علی دمشقی رحمہ اللہ۔ (اللباب فی علوم الکتاب) (۳) قاضی شوکانی رحمہ اللہ۔ (فتح القدیر) (۴) نواب صدیق حسن خان رحمہ اللہ۔ (فتح البیان)
یحییکم سے مراد قبر کی حیات ہے (۱) تفسیر قرطبی۔ (۲) ابوحفص عمر بن علی دمشقی رحمہ اللہ۔ (اللباب فی علوم الکتاب) (۳) علامہ سیوطی رحمہ اللہ۔ (تفسیر درمنثور) (۴) قاضی شوکانی رحمہ اللہ۔ (فتح القدیر) (۵) ابو صالح۔ (تفسیر ابن جریر) (۶) نواب صدیق حسن خان۔ (فتح البیان) (۷) تفسیر زاہدی۔ (۸) ابن کثیر رحمہ اللہ۔ (تفسیر ابن کثیر) (۹) شیخ زادہ رحمہ اللہ۔ (حاشیہ محی الدین شیخ زادہ علی البیضاوی) فاحیاکم سے مراد قبر کی زندگی ہے۔ (۱) ابوالحسن علی بن محمد رحمہ اللہ۔ (تفسیر الماوردی) (۲) ابوالمظفر سمعانی رحمہ اللہ۔ (تفسیر القرآن للسمعانی) حوالہ جات کی اصل عبارات ملاحظہ فرمائیں: (بقیہ حاشیہ اگلے صفحہ پر)

کہ قبر میں سوال و جواب کے وقت روح لوٹا دی جاتی ہے۔ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم سے یہی ایک قول مروی ہے۔ دوسرا کوئی اختلافی قول ان سے مروی نہیں ہے۔

(گزشتہ صفحہ کا حاشیہ) ''فاحیاکم ثم یمیتکم'' هذا وقف التمام، كذا قال ابو حاتم۔ ثم قال۔ ''ثم يحييكم'' واختلف اهل التأويل فی ترتيب هاتين الموتتين والحياتين، وكم من موتة وحياة للانسان؟ فقال ابن عباس وابن مسعود۔ ای کنتم امواتا معدومين قبل ان تخلقوا فأحياكم ای خلقكم، ثم يميتكم عند انقضاء آجالكم، ثم يحييكم يوم القيامة، قال ابن عطية، وهذا القول هو المراد بالآية، وهو الذی لا محيد للكفار عنه لاقرارهم بهما، واذا اذعنت نفوس الكفار لكونهم امواتا معدومين، ثم للاحياء فی الدنيا، ثم للاماتة فيها قوی عليهم لزوم الاحياء الآخر وجاء جحدهم له دعوى لا حجة عليها۔ قال غيره۔ والحياة التی تكون فی القبر على هذا التاويل فی حكم حياة الدنيا، وقيل۔ لم يعتد بها كما لم يعتد بموت من اماته فی الدنيا ثم احياه فی الدنيا۔ وقيل۔ کنتم امواتا ای نطفا فی ظهر آدم، ثم اخرجكم من ظهره كالذر، ثم يميتكم موت الدنيا، ثم يبعثكم۔ وقيل۔ کنتم امواتا ای نطفا فی اصلاب الرجال وارحام النساء، ثم نقلكم من الارحام فاحياكم، ثم يميتكم بعد هذه الحياة، ثم يحييكم فی القبر للمسئلة، ثم يميتكم فی القبر، ثم يحييكم حياة النشر الى الحشر، وهی الحياة التی ليس بعدها موت۔ قلت۔ فعلى هذا التاويل هی ثلاث موتات، وثلاث احياءات، وكونهم موتى فی ظهر آدم، واخراجهم من ظهره والشهادة عليهم، غير كونهم نطفا فی اصلاب الرجال وارحام النساء، فعلى هذا يجیء اربع موتات، واربع احياءات۔ وقد قيل ان الله تعالى اوجدهم قبل خلق آدم علیہ السلام كالهباء، ثم اماتهم، فيكون على هذا خمس موتات، وخمس احياءات، وموتة سادسة للعصاة من امة محمد صلی اللہ علیہ وسلم اذا دخلوا النار لحديث ابی سعيد الخدری قال قال رسول الله صلی اللہ علیہ وسلم۔ ''اما اهل النار الذين هم اهلها فانهم لا يموتون فيها ولا يحيون ولكن ناس اصابتهم النار بذنوبهم۔ اوقال۔ بخطاياهم فاماتهم الله اماتة حتى اذا كانوا فحما اذن فی الشفاعة فجیء بهم ضبائر ضبائر فبثوا على انهار الجنة ثم قيل يا اهل الجنة افيضوا عليهم فينبتون نبات الحبة تكون فی حميل السيل'' فقال رجل من القوم كَاَنَ رسول الله صلی اللہ علیہ وسلم قد كان يرعى بالبادية۔ اخرجه مسلم۔ (الجامع لاحكام القرآن لابی عبد الله محمد بن احمد الانصاری القرطبی) قوله ''كيف تكفرون بالله وكنتم امواتا فاحياكم'' آية ۲۸۔ حدثنا احمد بن سنان ثنا عبد الرحمن يعنی ابن مهدی۔ عن سفيان عن ابی اسحاق عن ابی الاحوص عن عبد الله۔ قالوا۔ ربنا امتنا اثنتين واحييتنا اثنتين۔ قال۔ هی التی فی البقرة۔ ''کنتم امواتا فاحياكم ثم يميتكم ثم يحييكم'' وروی عن الضحاک وعطاء ونحو ذلک۔ (تفسير القرآن العظيم تاليف الامام الحافظ عبد الرحمن بن محمد ابن ادريس الرازی ابن ابی حاتم المتوفی سنة ۳۲۷ھ) والثانی أن قوله۔ (وكنتم امواتا) يعنی فی القبور (فاحياكم) للمسألة، (ثم يميتكم) فی قبوركم بعد مسالتكم، ثم يحييكم عند نفخ الصور للنشور، لان حقيقة الموت ما كان عن حياة، وهذا قول ابی صالح۔ (النكت والعيون تفسير الماوردی تصنيف ابی الحسن علی بن محمد) قال ابن عطيه۔ وهذا القول هو المراد بالآية، وهو الذی لا محيد للكفار عنه لاقرارهم بهما، واذا أذعنت نفوس الكفار لكونهم امواتا معدومين، ثم الاحياء فی الدنيا، ثم الاماتة فيها قوی عليهم لزوم الاحياء الآخر، وجاء جحدهم له دعوى لا حجة عليها، والحياة التی تكون فی القبر على هذا التاويل فی حكم حياة الدنيا۔ (اللباب فی علوم الكتاب تاليف الامام المفسر ابی حفص عمر بن علی ابن عادل الدمشقی الحنبلی المتوفی بعد ۸۸۰ هجریه) قال ابن الخطيب۔ احتج قوم بهذه الآية على بطلان عذاب القبر، قالوا۔ لانه تعالى۔ بين أنه يحييهم مرة فی الدنيا، وأخرى فی الآخرة، ولم يذكر حياة القبر، ويؤيده قوله۔ ''ثم انكم بعد ذلک لميتون ثم انكم يوم القيمة تبعثون'' (المؤمنون۔ ۱۶، ۱۵) ولم يذكر حياة فيما بين هاتين الحالتين، قالوا۔ ولا يجوز الاستدلال بقوله تعالى۔ ''قالوا ربنا امتنا اثنتين وأحييتنا اثنتين'' (غافر۔ ۱۱) (بقیہ حاشیہ اگلے صفحہ پر)

لیکن زمخشری چونکہ بہت بڑا عالم گزرا ہے لیکن وہ عقیدتاً معتزلی تھا اور عذاب وثواب قبر کا قائل نہیں تھا۔ اس لئے سب سے پہلے زمخشری نے یحییکم سے آخرت کی حیات مراد لی ہے۔ اب چونکہ وہ بڑا آدمی ہے ہمارے علماء کا یہ ضابطہ ہوتا ہے کہ اس کی بات کی ایسی تاویل کرلی جائے کہ ہمارے موافق ہوجائے۔

(گزشتہ صفحہ کا حاشیہ) لانه قول الكفار، ولان كثيرا من الناس اثبتوا حياة الذر في صلب آدم حين استخرجهم و قال لهم۔ "الست بربكم" (الاعراف۔ ۳۲) و على هذا التقدير حصل حياتان و موتتان من غير حاجة الى اثبات حياة في القبر، فالجواب لم يلزم من عدم الذكر في هذه الآية ان لا تكون حاصلة، و أيضا فللقائل أن يقول۔ ان الله تعالى ذكر حياة القبر في هذا الآية، لأن قوله، "ثم يحييكم ليس هو الحياة الدائمة، والا لما صح أن يقول۔ "ثم اليه ترجعون"۔ لأن كلمة "ثم" تقتضي التراخي، والرجوع الى الله۔تعالى۔ حاصل عقب الحياة الدائمة من غير تراخ، فلو جعلنا الآية من هذا الوجه دليلا على حياة القبر كان قريباً۔ (اللباب في علوم الكتاب۔ تاليف الامام المفسر ابى حفص عمر بن على ابن عادل الدمشقي الحنبلي المتوفى بعد ۸۸۰ هجريه) وأخرج وكيع وابن جرير عن ابى صالح في الآية قال۔ "يميتكم ثم يحييكم في القبر ثم يميتكم۔ (الدر المنثور في التفسير بالمأثور للامام الحافظ جلال الدين السيوطي رحمه الله (ت ۹۱۱ھ) "كيف تكفرون بالله و كنتم امواتا فاحياكم ثم يميتكم ثم يحييكم ثم اليه ترجعون" كيف مبنية على الفتح لخفته وهي في موضع نصب بتكفرون، ويسأل بها عن الحال، وهذا الاستفهام هو للانكار عليهم والتعجب من حالهم وهي متضمنة لهمزة الاستفهام، والواو في "وكنتم" للحال وقد مقدرة كما قال الزجاج والفراء، وانما صح جعل هذا الماضي حالا لان الحال ليس هو مجرد قوله "كنتم امواتا" بل هو ومابعده الى قوله "ترجعون" كما جزم به صاحب الكشاف كأنه قال۔ كيف تكفرون؟ وقصتكم هذه۔ اى وأنتم عالمون بهذه القصة و بأولها وآخرها۔ والاموات جمع ميت، واختلف المفسرون في ترتيب هاتين الموتتين والحياتين۔ فقيل ان المراد "كنتم امواتا" قبل ان تخلقوا۔ اى معدومين، لانه يجوز اطلاق اسم الموت على المعدوم لاجتماعهما في عدم الاحساس "فأحياكم" اى خلقكم "ثم يميتكم" عند انقضاء اجالكم "ثم يحييكم" يوم القيامة۔ وقد ذهب الى هذا جماعة من الصحابة فمن بعدهم۔ قال ابن عطية۔ وهذا القول هو المراد بالآية۔ وهو الذى لا محيد للكفار عنه، واذا اذعنت نفوس الكفار بكونهم كانوا معدومين ثم احياء في الدنيا ثم امواتا فيها لزمهم الاقرار بالحياة الاخرى۔ قال غيره۔ والحياة التى تكون في القبر على هذا التأويل في حكم حياة الدنيا، وقيل۔ ان المراد كنتم امواتا في ظهر آدم ثم اخرجكم من ظهره كالذر، ثم يميتكم موت الدنيا ثم يبعثكم۔ وقيل "كنتم امواتا" اى نطفا في اصلاب الرجال "ثم يحييكم" حياة الدنيا۔ "ثم يميتكم" بعد هذه الحياة "ثم يحييكم" في القبور "ثم يميتكم" في القبر "ثم يحييكم" الحياة التى ليس بعدها موت۔ قال القرطبي۔ فعلى هذا التأويل هي ثلاث موتات و ثلاث احياءات و كونهم موتى في ظهر آدم واخراجهم من ظهره والشهادة عليهم غير كونهم نطفا في اصلاب الرجال، فعلى هذا يجيئ اربع موتات و اربع احياءات۔ وقد قيل۔ ان الله اوجدهم قبل خلق آدم كالبهائم وأماتهم فيكون على هذا خمس موتات و خمس احياءات، و موتة سادسة للعصاة من امة محمد ﷺ كما ورد في الحديث "ولكن ناس اصابتهم النار بذنوبهم فأماتهم الله اماتة، حتى اذا كانوا فحما اذن في الشفاعة فجيئ بهم، الى ان قال۔ فينبتون نبات الحبة في حميل السيل" وهو في الصحيح من حديث ابى سعيد۔ وقوله "ثم اليه ترجعون" اى الى الله سبحانه فيجازيكم بأعمالكم۔ وقد قرأ يحيى بن يعمر وابن ابى اسحاق و مجاهد و سلام و يعقوب بفتح حرف المضارعة، وقرأ الجماعة بضمه۔ قال في الكشاف۔ عطف الاول بالفاء و مابعده بثم، لان الاحياء الاول قد تعقب الموت بغير تراخ، واما الموت فقد تراخى عن الاحياء، والاحياء الثاني كذلك متراخ عن الموت ان اريد به النشور تراخيا ظاهرا وان اريد به احياء القبر فمنه يكتسب العلم بتراخيه والرجوع الى الجزاء ايضا متراخ عن النشور انتهى۔ (بقیہ حاشیہ اگلے صفحہ پر)

اس لئے پھر انہوں نے اس کے قول کو نقل کرنا شروع کر دیا اور ساتھ تاویل یہ کی کہ اگر اس سے آخرت کی حیات مراد لی جائے تو ساتھ قبر کی حیات بھی ضمن میں سمٹ جاتی ہے۔ کیونکہ قبر کی حیثیت آخرت کے ساتھ وہی ہے جو ماں کے پیٹ میں چھپی ہوئی حیات کی حیثیت اس حیات کے ساتھ ہے تو جیسے اس حیات سے پہلے ماں کے پیٹ میں ایک چھپی ہوئی حیات ہے، اس کے لئے الگ لفظ ذکر کرنے کی ضرورت نہیں پڑی۔ بلکہ اس حیات کے تحت ہی اس کا ذکر آ گیا۔

(گزشتہ صفحہ کا حاشیہ) ولا یخفاک انہ ان اراد بقولہ ان الاحیاء الاول قد تعقب الموت انہ وقع علی ما ھو متصف بالموت۔ فالموت الآخر وقع علی ما ھو متصف بالحیاۃ، وان اراد انہ وقع الاحیاء الاول عند اول اتصافہ بالموت بخلاف الثانی فغیر مسلم، فانہ وقع عند آخر اوقات موتہ کما وقع الثانی عند آخر اوقات حیاتہ، فتأمل ھذا ط وقد اخرج ابن جریر عن ابن مسعود و ناس من الصحابۃ فی قولہ تعالیٰ "وکنتم امواتا" الآیۃ۔ قال۔ لم تکونوا شیئا فخلقکم "ثم یمیتکم ثم یحییکم" یوم القیامۃ۔ وأخرج ابن جریر وابن المنذر وابن ابی حاتم عن ابن عباس نحوہ۔ وأخرج عبد بن حمید وابن جریر عن قتادۃ نحوہ ایضا۔ و اخرج ابن جریر عن أبی صالح قال۔ یمیتکم ثم یحییکم فی القبر ثم یمیتکم۔ وأخرج ابن جریر عن ابی العالیۃ فی قولہ "وکنتم امواتا" قال۔ حین لم تکونوا شیئا، ثم اماتھم ثم احیاھم یوم القیامۃ، ثم یرجعون الیہ بعد الحیاۃ۔ وأخرج ابن جریر عن عبد الرحمن بن زید بن أسلم قال۔ خلقھم من ظھر آدم فاخذ علیھم المیثاق ثم اماتھم۔ ثم خلقھم فی الارحام، ثم اماتھم، ثم احیاھم یوم القیامۃ۔ والصحیح الاول۔ (فتح القدیر تالیف محمد بن علی بن محمد الشوکانی المتوفی ۱۲۵۰ھج) قولہ تعالیٰ۔ (کیف تکفرون باللہ) قالہ تعجبا، کیف تکفرون باللہ بعد نصب الدلائل ووضوح البراھین؟ ثم ذکر الدلیل فقال۔ (وکنتم امواتا) ھذا دلیل، ای۔ کنتم نطفا فی اصلاب الآباء۔ (فاحیاکم) ای۔ خلقکم (ثم یمیتکم) عند انتھاء الاجل۔ (ثم یحییکم) للبعث۔ (ثم الیہ ترجعون) الی اللہ مصیرکم۔ وقیل۔ اراد بالموت الاول۔ الموت المعھود (وکنتم امواتا) ای۔ تصیرون امواتا۔ فاحیاکم ای۔ یحییکم فی القبر للسؤال، ثم یمیتکم بعدہ فی القبر ثم یحییکم للبعث۔ ثم الیہ ترجعون۔ (تفسیر القرآن للامام العلامۃ شیخ الاسلام حجۃ اھل السنۃ والجماعۃ ابی المظفر السمعانی منصور بن محمد بن عبد الجبار التمیمی المروزی الشافعی السلفی) قال ابن عطیۃ وھذا القول ھو المراد بالآیۃ وھو الذی لا محید للکفار عنہ، واذا اذعنت نفوس الکفار بکونھم کانوا معدومین ثم احیاء فی الدنیا ثم امواتا فیھا لزمھم الاقرار بالحیاۃ الاخری، قال غیرہ والحیاۃ التی تکون فی القبر علی ھذا التاویل فی حکم حیاۃ الدنیا، وقیل ان المراد کنتم امواتا فی ظھر آدم علیہ السلام ثم اخرجکم من ظھرہ کالذر ثم یمیتکم موت الدنیا ثم یبعثکم، وقیل کنتم امواتا ای نطفا فی اصلاب الرجال ثم یحییکم حیاۃ الدنیا، ثم یمیتکم بعد ھذا الحیاۃ ثم یحییکم فی القبور ثم یمیتکم فیھا ثم یحییکم الحیاۃ التی لیس بعدھا موت، قال القرطبی فعلی ھذا التاویل ھی ثلاث موتات وثلاث احیاءات، وکونھم موتی فی ظھر آدم واخراجھم من ظھرہ والشھادۃ علیھم غیر کونھم نطفا فی اصلاب الرجال، فعلی ھذا یجیئ اربع موتات واربع احیاءات۔ (فتح البیان فی مقاصد القرآن تالیف صدیق بن حسن بن علی الحسینی القنوجی البخاری) وکیف ھنا بمعنی التھدید قولہ تعالیٰ وکنتم امواتا فاحیاکم ای فی الرحم ثم یمیتکم فی الدنیا ثم یحیکم فی القبر ثم الیہ ترجعون فی القیامۃ۔ (تفسیر زاھدی ص ۳۰) "کیف تکفرون باللہ وکنتم امواتا فاحیاکم ثم یمیتکم ثم یحیکم" وھکذا روی عن السدی بسندہ عن ابی مالک وعن ابی صالح عن ابن عباس وعن مرۃ عن ابن مسعود وعن ناس من الصحابۃ وعن ابی العالیۃ والحسن ومجاھد وقتادۃ وابی صالح والضحاک وعطاء الخراسانی نحو ذلک وقال الثوری عن السدی عن ابی صالح (بقیہ حاشیہ اگلے صفحہ پر)

اسی طرح آخرت کی کملی حیات سے پہلے ایک چھپی حیات ہے، جو قبر میں ہے تو اگر یحییکم سے مراد زمخشری کے قول کے مطابق آخرت کی حیات بھی مراد لے لی جائے تو اس سے اہل سنت والجماعت کے عقیدے کا رد نہیں ہوتا۔ کیونکہ اس میں بھی چھپی حیات ہے اور آخرت کی حیات ہے تو جس طرح احیاکم میں دونوں حیاتیں سمٹی ہوئی ہیں، ماں کے پیٹ والی چھپی حیات بھی اور یہ کملی حیات بھی۔

اسی طرح ثم یحییکم میں دونوں حیاتیں سمٹی ہوئی ہیں۔ ماں کے پیٹ والی چھپی حیات بھی اور یہ کملی حیات بھی۔ اسی طرح ثم یحییکم میں دو حیاتیں سمٹی ہوئی ہیں۔

اب یہ جو معنی کرتے ہیں موت نام ہے روح کے نکلنے کا۔ حالانکہ یہ موت کا ادھورا معنی ہے۔ اس لئے موت دو معنوں میں آتا ہے، روح سرے سے آئے ہی نہ، اس کو بھی موت کہتے ہیں اور روح آ کر نکل جائے اور جسم سے بے تعلق ہو، اس کو بھی موت کہتے ہیں۔

لیکن ان لوگوں نے آدھا معنی کیوں کیا اور آدھا معنی کیوں بھلا دیا؟ اس لئے موت کا پہلا معنی جو ہے کہ روح سرے سے آئے ہی نہ۔ اس معنی کے لحاظ سے قرآن نے بتوں کو بھی مردہ کہا ہے، کیونکہ ان میں روح کبھی آتی ہی نہیں۔ اب ان لوگوں نے بتوں والی ساری آیات انبیاء علیہم السلام پر چسپاں کرنی ہوتی ہیں۔ اس لئے یہ اپنے طالب علموں کو موت کا آدھا معنی یاد کراتے ہیں۔

کہ موت کہتے ہیں جان نکلنے کو اور پھر شور مچاتے ہیں کہ جتنے مفسرین نے اموات کا معنی بت کیا ہے۔ وہ لغت سے واقف نہیں تھے، اس لئے کہ یہ آیات بتوں کے لئے نہیں ہیں بلکہ انبیاء اور اولیاء کے لئے ہیں جن میں پہلے روح تھی پھر نکلی۔ اب انہوں نے آدھا معنی چھوڑ کر قرآن پاک کی آیت: ''کنتم امواتا'' کا انکار کر دیا، کیونکہ امواتا کا یہی معنی امواتا میں موت کا ہے۔ کہ روح کا جسم سے تعلق قائم ہی نہ ہو۔ اب یہ لوگ شور تو یہ مچاتے ہیں کہ ہم قرآن مانتے ہیں، لیکن ان لوگوں کا پہلا قدم ہی قرآن پاک کے انکار سے شروع ہوتا ہے۔

(گزشتہ صفحہ کا حاشیہ) ''کیف تکفرون باللہ وکنتم امواتا فاحیاکم ثم یمیتکم ثم یحییکم ثم الیہ ترجعون'' قال یحییکم فی القبر ثم یمیتکم و قال ابن جریر یونس عن ابن وھب عن عبدالرحمن بن زید بن اسلم قال خلقھم فی ظھر آدم ثم اخذ علیھم المیثاق ثم اماتھم ثم خلقھم فی الارحام ثم اماتھم ثم احیاھم یوم القیامۃ و ذلک کقولہ تعالیٰ ''قالوا ربنا امتنا اثنتین و احییتنا اثنتین'' و ھذا غریب والذی قبلہ والصحیح ما تقدم عن ابن مسعود و ابن عباس رضی اللہ عنہم و اولئک الجماعۃ من التابعین۔ (تفسیر ابن کثیر ج ۱ ص ۱۰۳-۱۰۲) وان ارید بہ الاحیاء فی القبر للسوال کما روی ذلک عن السدی رحمہ اللہ فیکون استعمال کلمۃ ثم فی ھذا الموضع دلیلا علی ان احیاء القبر متراخ عن الموت وان لم یکن متراخ عن الدفن کما روی عن البراء بن عازب رضی اللہ عنہ انہ قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ''ان المیت یسمع خفق نعالھم اذا ولو مدبرین حین یقال لہ من ربک وما دینک ومن نبیک'' الحدیث۔ (حاشیہ محی الدین شیخ زادہ علی تفسیر البیضاوی مصنف محمد بن مصلح الدین مصطفی القوجوی الحنفی المعروف شیخ زادہ المتوفی ۹۵۱ھ) (ص ۲۷۴ ج ۱) و کیف ھنا بمعنی التھدید قولہ تعالیٰ وکنتم امواتا فاحیاکم ای فی الرحم ثم یمیتکم فی الدنیا ثم یحییکم فی القبر ثم الیہ ترجعون فی القیامۃ۔ (تفسیر زاھدی ص ۳۰)''

یونس نعمانی کا واقعہ

حضرت اوکاڑوی رحمہ اللہ نے فرمایا ایک مناظرہ میں جب میں نے یونس نعمانی سے پوچھا کہ آپ ذرا موت کا معنی واضح فرمائیں تو اس نے کہا روح جسم سے نکل جائے اور اس کا تعلق جسم سے نہ ہو۔ پھر میں نے کہا ذرا حیات کا معنی ارشاد فرمائیں تو وہ اس پر تین دفعہ کانپا۔ کیونکہ اس نے حیات کا معنٰی یہ بتانا تھا کہ روح سبز پرندوں میں ہے یا علیین میں ہے اور جسم کے ساتھ کوئی تعلق نہیں۔ اب یہ معنی موت کا ہے نہ کہ حیات کا۔

تو اب وہ دو تین دفع یوں لرزا، جب میں نے بار بار اصرار کیا کہ اب حیات کا معنٰی بھی سمجھا دیں، کیونکہ شہداء اور انبیاء میں موت کے بعد حیات بھی تو ثابت ہے، تو لہٰذا اس کا بھی معنٰی معلوم ہونا چاہئے۔ اب جب وہ زیادہ مجبور ہوا تو اس نے کہا حیات کا ایک معنٰی وہی ہوتا ہے جو موت والا ہے، اس پر میں نے کہا کہ اس کا مطلب صاف نکل آیا کہ جو شخص جسم کے ساتھ روح کے تعلق کا انکار کرتا ہے۔ اللہ نے فرمایا تھا کہ ان کو مردہ نہ کہو، اب اگرچہ اس نے لفظ مردہ تو نہیں بولا لیکن معنٰی وہی کیا کہ جسم کے ساتھ روح کا کوئی تعلق نہیں ہے تو اس آیت کا انکار کر گیا۔

اب جب اس کے ساتھیوں نے دیکھا کہ پھنس چکا ہے تو انہوں نے شور ڈالا کہ اندھیرا ہو رہا ہے، باقی مناظرہ صبح ہوگا۔ ہم موت کے دونوں معنی تسلیم کرتے ہیں اور انہوں نے موت کا آدھا معنی یاد کر رکھا ہے اور آدھا چھوڑ دیا ہے اور جو آدھا یاد رکھا ہے وہ بھی جاہلیت والا، یعنی موت عدمی چیز ہے۔ اس میں وجودیت کا ذکر کرتے ہی نہیں کہ موت کسی وجودی چیز کا نام ہے اور یہ ساری کاروائی اس وجہ سے کرتے ہیں کہ انہوں نے بتوں والی ساری آیات انبیاء اور اولیاء کرام پر چسپاں کرنی ہوتی ہیں۔

صحیح بخاری شریف ج ۲ کتاب الخوارج میں حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما کا ارشاد ہے کہ ساری دنیا میں سب سے بدترین لوگ خارجی ہیں۔ اس لئے کہ یہ کافروں والی آیات مسلمانوں پر چسپاں کرتے ہیں، اسی لئے یہ لوگ بدترین ہیں۔ کیونکہ حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما کے زمانے میں یہ مماتی لوگ نہیں تھے، ورنہ وہ فرماتے کہ خوارج سے بھی بدتر یہ مماتی ہیں کہ وہ تو کافروں والی آیات مسلمانوں پر فٹ کرتے تھے، یہ بتوں والی آیات انبیاء پر چسپاں کر دیتے ہیں۔ یہ ان سے بھی آگے نکل گئے ہیں۔

مماتیوں اور خارجیوں کا مزاج ایک ہے

ابوداؤد شریف کی کتاب السنۃ میں خارجیوں کے بارے میں لکھا ہے کہ وہ بھی قرآن پاک ہی پڑھتے تھے۔ لیکن قرآن پاک کا مطلب ایسا بیان کرتے تھے جو صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نہیں مانتے تھے۔ چنانچہ وہ حضرت علی رضی اللہ عنہ کے سامنے بولتے تھے کہ قرآن سے بات کرو۔ آج قرآن سے فیصلہ ہوگا۔ حضرت علی رضی اللہ عنہ تو باب مدینۃ العلم تھے۔ حق جل شانہ نے ان کو بہت زیادہ علم سے نوازا تھا۔ بات سمجھانے کا بہت عمدہ سلیقہ تھا۔ چنانچہ ایک دن ایک آدمی حاضر ہوا اس نے پوچھا انسان مجبور ہے یا مختار؟ تو فرمایا حق جل شانہ نے انسان کو قوتیں عطاء فرمائی ہیں۔ لیکن وہ محدود ہیں نہ کہ لامحدود جس طرح انسان ایک دائرہ تک ہاتھ چلا سکتا ہے۔ اس سے زائد نہیں۔ اسی طرح اس کے اختیار کی قوت بھی محدود ہے۔

انسان کچھ مجبور ہوتا ہے کچھ مختار۔ اس نے پوچھا کتنا مجبور ہے کتنا مختار؟ آپ نے فرمایا دائیں ٹانگ اوپر کرلو، اس نے دائیں ٹانگ اوپر کرلی۔ فرمایا اب یہ اوپر رہنے دو اور دوسری بھی اوپر کرلو۔ اس نے کہا یہ تو نہیں اوپر اٹھتی فرمایا بس اتنے تم مجبور ہو اتنے تم مختار تو جب خارجیوں نے شور مچایا کہ فیصلہ قرآن سے کرو تو حضرت علی ﷛ نے قرآن پاک منگوالیا اور سامنے رکھ لیا اور رکھ کر تین دفعہ فرمایا۔ اے خدا کے قرآن فیصلہ سنا دے کہ میں سچا ہوں یا خارجی۔ دوسری اور تیسری دفعہ پھر فرمایا۔ اس پر خارجی خود ہی بول اٹھے کہ یہ تو بولتا نہیں یہ کیا فیصلہ سنائے گا۔

اس پر حضرت علی ﷛ نے فرمایا جب قرآن خود نہیں بولتا تو اسے کوئی عالم ہی بلوائے گا اور وہ اس کا مطلب سمجھائے گا اور فرمایا ہم نے قرآن پاک اس پیغمبر ﷺ سے پڑھا ہے جس پر قرآن نازل ہوا ہے اور تم کہتے ہو کہ تمہیں قرآن نہیں آتا۔ حالانکہ ہم قرآن پاک کا وہ مطلب بیان کرتے ہیں جو ہم نے اللہ تعالیٰ کے نبی پاک ﷺ سے سمجھا ہوا ہے اور تم کہتے ہو قرآن کا یہ مطلب نہیں ہے بلکہ وہ مطلب ہے جو ہم سمجھتے ہیں۔ حالانکہ قرآن کا جو مطلب تم بیان کرتے ہو وہ اس مطلب کے خلاف ہے جو اللہ کے نبی ﷺ اور ان کے صحابہ نے بیان فرمایا۔

تو جو عادت خارجیوں کی تھی وہی آج کل مماتیوں کی ہے۔ یہ بھی کہتے ہیں کہ ہم جو قرآن کا معنی اور مطلب بیان کرتے ہیں وہی صحیح ہے۔ اگر چہ وہ نبی ﷺ، صحابہ کرام ﷡، جمہور مفسرین کے بیان کردہ معنی اور مطلب کے خلاف ہی کیوں نہ ہو۔ اس پر حضرت کا ایک واقعہ یاد آیا۔

واقعہ: حضرت اوکاڑوی ؒ نے فرمایا کہ جب میں شعبان میں کراچی پڑھانے کے لئے جاتا ہوں، تین جگہ پڑھاتا ہوں ان میں سے ایک لڑکیوں کا مدرسہ بھی ہے۔ مجھے ایک دن وہاں کے مہتمم صاحب نے کہا میری بیوی نے چٹ لکھی ہے کہ نئی لڑکی آج پڑھنے کے لئے آئی ہے اور وہ وفاق المدارس میں اول آئی ہے لیکن ہے وہ مماتی۔ وہ کہتی ہے، میں مسئلہ حیات النبی ﷺ سمجھنا چاہتی ہوں آپ ذرا آج اس مسئلہ کو بیان فرمادیں۔

تو میں نے ان سے کہا کہ آپ جلالین شریف کھول کر سامنے رکھ لیں اور آیت: ''انکم وما تعبدون من دون الله حصب جهنم'' نکال لیں۔ پھر جب میں نے کہا کہ جب یہ آیت مبارکہ نازل ہوئی تو اس آیت کے نازل ہونے کے بعد ایک کافر عبداللہ ذبعری آٹھ دس آدمیوں کا وفد لے کر نبی کریم ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوا اور آکر کہا یہ آیت جو نازل ہوئی اس کا صاف مطلب ہے کہ عیسیٰ ﷤ دوزخی ہیں، چونکہ عیسائیوں نے انہیں خدا کا بیٹا کہا ہے، عزیر ﷤ بھی دوزخی ہیں کیونکہ یہودیوں نے ان کو خدا کا بیٹا کہا ہے۔

اور فرشتے سارے دوزخی ہیں، کیونکہ عرب کا ایک قبیلہ ان کو خدا کی بیٹیاں کہتا ہے اور کہتا ہے فرشتے خدا کی بیٹیاں ہیں، اسی وجہ سے پردے میں رہتی ہیں نظر نہیں آتیں تو جب عزیر ﷤، عیسیٰ ﷤ اور سارے فرشتے دوزخ میں چلے جائیں گے تو اگر ہمارے سارے پتھر کے معبود دوزخ میں چلے جائیں تو یہ سودا بھی ہمیں مہنگا نظر نہیں آتا۔ اس پر انہوں نے بڑا مذاق اڑایا، تالیاں بھی بجائیں۔

آنحضرت ﷺ کی عادت مبارکہ یہ تھی کہ جواب خود ارشاد فرمانے سے پہلے وحی کا انتظار فرماتے کہ شاید منجانب اللہ کوئی جواب آجائے۔ اس لئے آپ ﷺ خاموش رہے اور انہوں نے یہ سمجھا کہ یہ لاجواب ہوگئے ہیں۔ اس پر وہ شور مچانا شروع ہو گئے تو ان کے سوال کے جواب میں یہ آیت نازل ہوئی: ''ان الذين سبقت لهم منا الحسنى اولئك عنها مبعدون'' کہ یہ لوگ اس میں شامل نہیں ہیں۔

پس اس واقعہ سے معلوم ہوا کہ بتوں والی آیات انبیاء پر چسپاں کرنے کا کام عبداللہ زبعری نے کیا۔ اگرچہ اس نے کوئی جماعت بنا کر اس کا نام نہیں رکھا۔ لیکن یہ اصول مماتیوں کو وہی دے کر گیا ہے کہ بتوں والی آیات انبیاء پر چسپاں کرنی ہیں۔

اب وہ لڑکی پردے میں بیٹھی تھی ایک مرتبہ اس کی چیخ نکل گئی۔ کہنے لگی آپ نے بہت سخت بات فرمائی ہے، میں نے کہا بات اگرچہ سخت ہے لیکن ہے سچی۔ چنانچہ وہ سارا درس ریکارڈ کر کے لے گئی، اگلے دن وہ واپس آئی تو اس نے ایک بہت بڑی چٹھی لکھ کر دیدی کہ میں آپ کا ٹیپ کیا ہوا سبق وہاں لے کر گئی تھی انہوں نے اسے سنا اور کہا ہم تو پہلے ہی جانتے تھے کہ امین بالکل ان پڑھ آدمی ہے، اسے اتنا بھی معلوم نہیں کہ ما غیر ذوی العقول کے لئے اور من ذوی العقول کے لئے آتا ہے، جب عبداللہ زبعری نے یہ اعتراض کیا تو حضرت پاک ﷺ نے فرمایا کہ تجھے اپنی زبان عربی نہیں آتی۔ تجھے یہ پتا نہیں کہ آیت کریمہ میں لفظ مَا ہے۔ جو غیر ذوی العقول کے لئے آتا ہے نہ کہ مَن جو کہ ذوی العقول کے لئے آتا ہے۔

آیت کریمہ: انکم و ما تعبدون ہے نہ کہ انکم و من تعبدون چنانچہ وہ لکھوا کر لائی۔ میں نے جواب میں کہا کہ یہ جو بات ہے کہ مَا غیر ذوی العقول کے لئے آتا ہے، لا اثر لہ عند المحدثین اس کا سرے سے کوئی ثبوت ہی نہیں:

''وللمحدثین فی ھذا الحدیث کلام حتیٰ قالوا انہ موضوع کذا قال بحر العلوم وفی التیسیر انہ شیئ لا یعرف ولا اصل لہ وقال العسقلانی لا اصل لہ من طریق ثابتۃ ولا واھیۃ کذا قال علی القاری''

(حاشیہ نور الانوار ص ۲۰۸)

میں نے کہا اسے جا کر بتا دینا اور تمہارے علماء کو اور تمہیں یہ بات یاد نہیں آتی ایک ان پڑھ کو آتی ہے۔ پھر میں نے کہا التوضیح والتلویح اور نور الانوار کھولیں ان میں یہی ہے کہ مَن ذوی العقول کے لئے آتا ہے اور مَا عام ہے، ذوی العقول اور غیر ذوی العقول دونوں کے لئے استعمال ہوتا ہے۔

قرآن پاک میں ہے: ''یسبح اللہ ما فی السموٰت وما فی الارض''

اب یہاں لفظ مَا ہے۔ حالانکہ سب لکھتے ہیں کہ ملائکہ بھی اس میں شامل ہیں اور ارواح بھی شامل ہیں اور وہ سارے اللہ کی تسبیح بیان کرتے ہیں۔ حالانکہ ملائکہ ذوی العقول ہیں اور مَا ان کو شامل ہے۔ اس کے بعد میں نے کہا کہ انہوں نے جو لکھا ہے کہ مَن ذوی العقول کے لئے آتا ہے اور خاص ہے۔ تو یہ جو تم دن رات پڑھتے ہو: ''وما انت بمسمع من فی القبور'' تو اس میں مَن آیا ہے تو قبروں والے سارے عقل مند ثابت ہو گئے۔ اب جب اس نے یہ درس بھی ان کو سنایا تو انہوں نے اس کی خوب پٹائی کی اور وہاں سے نکال دیا اور کہا کہ آئندہ یہاں نہ آنا۔

تو بہر حال ان لوگوں نے اس طرح کی باتیں بچوں کے ذہن میں بٹھائی ہوتی ہیں اور وہ سمجھتے ہیں کہ ہم بڑے علامۃ الدھر ہو گئے ہیں، باقی ساری دنیا ان پڑھ ہے۔ صحابہ رضی اللہ عنہم نے جو تفسیریں کی ہیں ان کو بھی عربی نہیں آتی تھی، تابعین جو تفسیریں کرتے تھے انہیں بھی عربی نہیں آتی تھی۔ عربی صرف ہم مماتیوں کو آتی ہے اور کسی کو نہیں آتی تو ایک تو انہوں نے موت کا معنی بگاڑ دیا ہے اور بگاڑنے سے مقصود وہی تھا کہ انہوں نے بتوں والی آیات انبیاء پر چسپاں کرنی ہیں۔ اس لئے کہ موت کا آدھا معنی یعنی روح جسم سے نکل جائے اور جسم کے ساتھ اس کا تعلق نہ ہو اس کو بیان کرتے ہیں اور آدھا یعنی روح جسم میں آئے ہی نہ۔ اس کو بیان نہیں کرتے۔

اب جب مسئلہ ایک طرف سے شروع کیا جائے گا عام فہم ہوگا۔ دیکھیے پہلے موت تھی۔ قرآن پاک میں آیا ہے: "کیف تکفرون باللہ و کنتم أمو اتا فاحیا کم"

پھر اللہ نے حیات عطاء فرمادی۔ اب جو پچیس سال قبل پیدا ہوا اس کی یہ حیات پچیس سال ہے اور جو پندرہ سال قبل پیدا ہوا اس کی حیات پندرہ سال ہے۔ حالانکہ اس سے قبل ہزاروں سال موت پر گزر گئے۔ لیکن اب میری اور آپ کی حیات کی بات ہونی چاہئے نہ کہ موت کی جو کہ ہزاروں سال گزر چکی۔

اب اس وقت ہم اپنے آپ کو زندہ سمجھ رہے ہیں۔ کوئی مماتی بھی اپنے آپ کو مردہ نہیں سمجھتا۔ لیکن اگر میں کہوں کہ قرآن پاک سے ثابت کرتا ہوں کہ تم مردہ ہو: "کیف تکفرون باللہ و کنتم أمو اتا" قرآن کہتا ہے کہ تم سارے مردہ ہو۔ اس پر آپ کہیں گے کہ ہمارا ایمان ہے کہ آیت برحق ہے، لیکن اس میں پہلی حالت کا ذکر ہے جب ہم مردہ تھے۔ اس کے بعد اللہ نے ہمیں حیات عطاء فرمادی ہے تو جس طرح اس موت کے بعد حیات ہے۔ اسی طرح اگلی موت کے بعد بھی حیات ہے اور آیت کریمہ: انک میت و انهم میتون۔ کا اس حیات کے ساتھ کوئی تعلق نہیں۔

کیونکہ جب موت آگئی، خواہ ایک لمحہ کے لئے آئی تو کل نفس ذائقة الموت کا وعدہ پورا ہو گیا۔ اسی طرح انک میت و انهم میتون والا وعدہ بھی پورا ہو گیا۔ لیکن جس طرح اس پہلی موت کے بعد (جو کنتم امو اتا میں مذکور ہے) یہ حیات مل گئی تھی۔ اسی طرح اس موت کے بعد امام الانبیاء ﷺ کی حیات چودہ سو سال سے آرہی ہے۔ قرآن پاک میں کل نفس ذائقة الموت اور ذائقہ چکھنے کو کہتے ہیں اور کسی چیز کو کوئی سال تک نہیں چکھا جاتا، بلکہ ایک یا دو لمحہ میں چیز چکھ لی جاتی ہے۔ اسی طرح موت ایک ذائقہ ہے جو چکھنا ہے۔ اس کے بعد حالت بدل جاتی ہے، نیز موت ایک آنی چیز ہے جیسے آپ جب کمرے میں داخل ہوئے تھے تو آپ کا کمرے میں آنے کا فعل پایا گیا، اب آپ بیٹھے سبق پڑھ رہے ہیں اور وہ آنے کا فعل ختم ہو چکا ہے اور اگلا فعل یعنی بیٹھنا اور سبق پڑھنا یہ شروع ہو گیا ہے۔ تو اسی طرح موت ایک ذائقہ ہے کوئی لمبی چیز نہیں۔ اب جب اس کے بعد حیات مل چکی ہے۔ اب اس جگہ انک میت و انهم میتون پڑھنا یہ ایسا ہی دھوکہ ہے جیسے میں آپ پر پڑھوں۔ "کنتم امو اتا، کنتم امو اتا" آپ اس پر کہیں گے کہ آیت کریمہ بالکل برحق ہے، لیکن اُس کا تعلق اس زمانے سے ہے جب ہمیں حیات نہیں ملی تھی، اِس زمانے سے تعلق نہیں۔

اب ان منکرین حیات انبیاء کو بھی ایک آیت مبارکہ یاد ہے اور موقع خواہ ہو یا نہ ہو اسی کو پڑھ دیتے ہیں۔ حالانکہ اس کا اصل بحث سے کسی قسم کا کوئی تعلق نہیں، کیونکہ ہم موت کے بعد حیات کو مانتے ہیں۔ حضرت رحمہ اللہ اس مقام پر ایک لطیفہ سنایا کرتے تھے۔

لطیفہ: ایک دن ایک باباجی استنجا خانے میں بیٹھے اونچی اونچی آواز سے کچھ پڑھ رہے تھے، طالبعلم باہر انتظار میں کھڑے ہیں کہ باباجی کب نکلتے ہیں، لیکن باباجی نکلنے کا نام ہی نہ لیں، اور پڑھ کیا رہے تھے؟ "اللهم ارحنی رائحة الجنة و لا ترحنی رائحة النار" اب جب طلباء نے یہ آواز سنی تو بڑے حیران ہوئے کہ باباجی شاید اندر ہی وضو کرنا شروع ہو گئے ہیں۔ کیونکہ انہیں پتا تھا کہ یہ دعا تو ناک میں پانی ڈالنے کے وقت پڑھی جاتی ہے۔ جب باباجی فارغ ہو کر باہر تشریف لائے، تو طلباء نے پوچھا باباجی آپ نے وضو بھی کر لیا ہے؟

بابا جی غصے سے بولے وضو کہاں کیا میں نے تو استنجا کیا ہے۔ طلباء نے پوچھا کہ بابا جی آپ نے بڑا استنجا کیا ہے یا چھوٹا۔ اس نے کہا بڑا، پوچھا کہ دعا کون سی پڑھی ہے؟ بابا جی نے پھر دعا سنا دی: ''اللھم ارحنی رائحۃ الجنۃ ولا ترحنی رائحۃ النار'' طلباء نے کہا بابا جی آپ کو دعا تو یاد ہو گئی ہے، لیکن سوراخ بھول گیا ہے کہ کس سوراخ پر پڑھنی تھی۔ جس سوراخ پر دل کرتا ہے پڑھنا شروع کر دیتے ہیں۔ اب یہی حال ان مماتیوں کا ہے۔ ان کو ایک آیت تو یاد ہو گئی ہے: ''انک میت وانھم میتون'' لیکن اس آیت کا موقع محل بھول گیا ہے کہ کس موقع پر اس آیت کو پڑھنا ہے، جہاں ان کا دل کرتا ہے خواہ محل ہو یا نہ ہو بابا جی کی طرح اسے پڑھنا شروع کر دیتے ہیں۔ ہم اللہ تعالیٰ سے دعا کرتے ہیں کہ یا اللہ ان کو ایک آیت تو یاد ہو چکی ہے، اس کا معنی بھی ان بے چاروں کو آ جائے تا کہ اس آیت کو بے موقع محل استعمال نہ کریں۔

قبر کا معنی: قبر کا معنی بھی ان حضرات نے تبدیل کر لیا کہ قبر جسم مثالی کو کہتے ہیں، اس پر دلائل آگے آرہے ہیں کہ قبر اسی گڑھے کو کہتے ہیں کہ جو زمین میں ہے۔

روحانی: روحانی کا معنی بھی انہوں نے بگاڑا ہے، روحانی کا معنی یہ ہے کہ وہاں روح مقدم ہے جیسے اس حیات میں جسم مقدم ہے۔ یہاں کی حیات کو جسمانی کہنے سے کوئی یہ نہیں سمجھتا کہ جسم سے روح کا تعلق نہیں ہے بلکہ صرف اتنا سمجھا جاتا ہے کہ یہاں جسم مقدم ہے۔ اس طرح وہاں کی حیات کے روحانی ہونے کا یہ مطلب لینا کہ جسم بے جان ہے یہ غلط ہے بلکہ جسم کے ساتھ روح کا تعلق ہے۔ البتہ تقدم چونکہ روح کو حاصل ہے۔ عموماً حالات پہلے روح پر وارد ہوتے ہیں۔ پھر روح کے واسطے سے جسم پر، اس لئے اس کو روحانی کہہ دیتے ہیں۔

برزخ: ''حتیٰ اذا جاء احدھم الموت قال رب ارجعون لعلی اعمل صالحاً فیما ترکت کلا انھا کلمۃ ھو قائلھا ومن ورائھم برزخ الی یوم یبعثون'' (المؤمنون: ۲۳)

ترجمہ...... یہاں تک کہ جب ان میں سے کسی ایک کو موت آتی ہے تو کہتا ہے اے رب میرے مجھے واپس لوٹا دے تا کہ میں نیک عمل کروں ان چیزوں میں جو میں چھوڑ آیا ہوں، ہرگز نہیں یہ ایک بات ہو گی جس کو وہ کہنے والا ہو گا اور اس کے پیچھے پردہ ہے، اس دن تک جس دن اٹھائے جائیں گے۔

برزخ کا معنی: برزخ کا معنی ہے غیر محسوس پردہ۔ انہی معنوں میں قرآن پاک میں یہ لفظ دو جگہ آیا ہے۔

(۱)......''مرج البحرین یلتقیان بینھما برزخ لا یبغیان''

ترجمہ: ملا دیا دو دریاؤں کو ایک دوسرے سے مل رہے ہیں اور ان کے درمیان پردہ ہے کہ ایک دوسرے پر زیادتی نہیں کرتے۔

(۲)......''ھو الذی مرج البحرین ھذا عذب فرات وھذا ملح اجاج وجعل بینھما برزخا وحجرا محجورا''

ترجمہ: اور وہ ذات جس نے دو دریاؤں کو ملایا یہ میٹھا ہے پیاس کو بجھانے والا اور یہ کھاری ہے جو اور پیاس کو بڑھاتا ہے اور ان دونوں کے درمیان پردہ کر دیا اور بند بندھا ہوا ہے۔

علامہ سیوطی ؒ فرماتے ہیں: ''البرزخ علی ثلاثة اقسام، مکان و زمان و حال۔ فالمکان من القبر الی علیین ... و من القبر الی سجین ... اما الزمان فھو مدة بقاء الخلق فیه من اول من مات او یموت من الجن و الانس الی یوم یبعثون، و اما الحال فامامنعمة و امامعذبة''

ترجمہ: برزخ تین قسم پر ہے مکان، زمان اور حال۔ مکان قبر سے علیین تک ہے، (نیک لوگوں کے لئے) اور قبر سے سجین تک ہے (برے لوگوں کے لئے) اور زمان یہ وہ مدت ہے جتنی مدت مخلوق جنوں انسانوں میں سے جو مر چکی ہے اور مرے گی قیامت تک اس میں رہے گی۔ تو یہ زمانہ ان میں سے ہر ایک کے لئے زمانہ برزخ ہے اور حال یا دکھ میں ہوں گے یا سکھ میں۔ (الحاوی للفتاویٰ)

اس سے معلوم ہوا کہ برزخ غیر محسوس پردے کو کہتے ہیں کہ وہ حالت ہمیں نظر بھی نہیں آتی وہاں کی حیات کو برزخی کہنے کا یہی مطلب ہے کہ وہ ہم سے پردہ میں ہے۔ پھر یہ کہ یہ پردہ ہمارے اعتبار سے ہے، ''و من ورائھم برزخ'' فرمایا ہے ان کے لئے کوئی پردہ نہیں، جیسے پردہ والی عورت کو تو کوئی نہیں دیکھ سکتا لیکن وہ سب کو دیکھ سکتی ہے۔ اسی لئے فرمایا ''ولکن لا تشعرون'' کہ تمہیں شعور نہیں، یہ نہیں فرمایا لا یشعرون کہ انہیں بھی اپنی حیات کا شعور نہیں۔ بلکہ انہیں پورا پورا شعور حاصل ہے۔

یہ تو تھا برزخ کا وہ معنی جو چودہ سو سال سے چلا آرہا تھا، ایک برزخ کا معنی گجرات میں گھڑا گیا ہے کہ برزخی حیات کا مطلب یہ ہے کہ روح کا جسم سے کوئی تعلق نہیں روح اور جسم کے درمیان پردہ حائل ہے۔ اب جہاں پہلی کتب میں برزخی کا لفظ آتا ہے کہ آنحضرت ﷺ کی حیات برزخی ہے یا شہداء کی یا عام مردوں کی حیات برزخی ہے تو یہ اس کو لے کر شور مچانا شروع کر دیتے ہیں کہ دیکھو جی ہمارا عقیدہ مل گیا ہے۔ حالانکہ یہ دھوکہ ہے اور کچھ نہیں برزخ کا صرف اتنا مطلب ہے کہ ہم سے پوشیدہ ہے۔ بہت سارے حضرات جہاں برزخی کا ذکر کرتے ہیں وہیں جسمانی اور دنیوی کا بھی ذکر کرتے ہیں تو کیا وہ نا سمجھ تھے؟ کہ دو ایسی حالتوں کو جمع کر رہے ہیں جن میں آپس میں ٹکراؤ ہے۔

مفسر قرآن حضرت مولانا محمد ادریس کاندھلوی ؒ اپنی بے مثال شہرہ آفاق کتاب سیرت المصطفیٰ میں لکھتے ہیں کہ: ''تمام اہل السنة والجماعة کا اجماعی عقیدہ ہے کہ حضرات انبیاء کرام علیہم السلام وفات کے بعد اپنی اپنی قبروں میں زندہ ہیں اور نماز اور عبادت میں مشغول ہیں اور حضرات انبیاء علیہم السلام کی یہ برزخی حیات اگرچہ ہم کو محسوس نہیں ہوتی لیکن بلاشبہ یہ حیات حسی اور جسمانی ہے۔

دو صفحے آگے لکھتے ہیں: ''اسی طرح اس حیات برزخیہ میں بھی عبادت میں مشغول ہیں۔

دیکھئے حضرت ؒ اس حیات کو برزخی بھی فرما رہے ہیں اور جسمانی بھی معلوم ہوا کہ ان دونوں میں منافات نہیں ہے۔

مسئلہ عذاب و ثواب قبر میں یہ بات پہلے سمجھ لیں کہ اس میں ہمارا اہل سنت والجماعت کا عقیدہ کیا ہے؟

عقیدہ اہل سنت والجماعت: میت اپنی قبر میں پھر زندہ ہوتی ہے اور عذاب قبر برحق ہے وہ اس جسم کو ہوتا ہے۔

معتزلہ کا عقیدہ: میت قبر میں بے جان ہے اسے عذاب وثواب قبر نہیں ہوتا۔

کرامیہ کا عقیدہ: میت قبر میں ہوتی تو بے جان ہے، لیکن عذاب وثواب قبر ہوتا ہے۔

اہل سنت والجماعت کے عقیدے کی وضاحت: میت قبر میں جب رکھی جاتی ہے تو روح کا جسم سے تعلق قائم ہو جاتا ہے، جس کی وجہ سے اس جسم کو عذاب وثواب ہوتا ہے خواہ یہ ریزہ ریزہ ہی کیوں نہ ہو چکی ہو۔

ہمیں اس عقیدے کے اثبات کے لئے مندرجہ ذیل مضامین سے بحث کرنی پڑے گی۔

(۱) عذاب قبر ثابت ہے۔ (۲) قبر کس کو کہتے ہیں۔ (۳) روح کا اسی جسم سے تعلق قائم ہو جاتا ہے۔ (۴) اس جسم کو ایک قسم کی حیات قبر میں حاصل ہو جاتی ہے۔ (۵) عذاب قبر اسی بدن کو ہوتا ہے۔

دلیل نمبر ۱: (عذاب قبر اور قرآن)

''قال اللہ تعالیٰ... ولو تری اذ الظالمون فی غمرات الموت والملائکۃ باسطوا ایدیھم اخرجوا انفسکم الیوم تجزون عذاب الھون'' اور اگر تو دیکھ لے جب ظالم لوگ موت کی سختیوں میں ہوں گے اور فرشتے اپنے ہاتھوں کو ان کی طرف پھیلانے والے ہوں گے اور ان کو کہا جائے گا نکالو اپنی جانوں کو آج کے دن تم دردناک عذاب چکھو گے۔

امام بخاری نے صحیح بخاری شریف میں اس آیت[۱] پر باب باندھا ہے: ''باب ما جاء فی عذاب القبر وقول اللہ ولو تری اذ الظلمون فی غمرات الموت والملٰئکۃ باسطوا ایدیھم اخرجوا انفسکم الیوم تجزون عذاب الھون''

---

[۱] اس آیت سے درج ذیل حضرات نے عذاب قبر پر استدلال کیا ہے۔ (۱) نبی اقدس ﷺ۔ (۲) عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہ۔ (ابن ابی حاتم، ابن مردویہ، درمنثور) (۳) امام بخاری۔ (صحیح بخاری) (۴) علامہ سیوطی۔ (درمنثور) (۵) قاضی شوکانی۔ (فتح القدیر) (۶) طبری۔ (تفسیر طبری) (۷) خالد بن عبدالقادر۔ (جامع التفاسیر) (۸) نواب صدیق حسن خان۔ (فتح البیان) حوالہ جات کی عبارات درج ذیل ہیں: ''وأخرج ابن أبی حاتم عن ابن عباس قال۔ آیتان یبشر بھما الکافر عند موتہ ''ولو تری اذ الظالمون'' الی قولہ ''تستکبرون'' وأخرج ابن مردویہ بسند ضعیف عن ابن عباس قال بینا رسول اللہ ﷺ ذات یوم قاعدا، وتلا ھذہ الآیۃ ''ولو تری اذ الظالمون فی غمرات الموت والملائکۃ باسطوا أیدیھم أخرجوا أنفسکم الیوم تجزون عذاب الھون بما کنتم تقولون علی اللہ غیر الحق وکنتم عن آیاتہ تستکبرون'' ثم قال۔ والذی نفس محمد بیدہ ما من نفس تفارق الدنیا حتی تری مقعدھا من الجنۃ والنار، ثم قال۔ اذا کان عند ذلک صف سماطان من الملائکۃ نظموا ما بین الخافقین کأن وجوھھم الشمس فینظر الیھم ما یری غیرھم، وان کنتم ترون أنہ ینظر الیکم مع کل ملک منھم أکفان وحنوط، فاذا کان مؤمنا بشروہ بالجنۃ، وقالوا۔ اخرجی أیتھا النفس الطیبۃ الی رضوان اللہ وجنتہ فقد أعد اللہ لک من الکرامۃ ما ھو خیر لک من الدنیا وما فیھا، فما یزالون یبشرونہ ویحفون بہ فھم ألطف وأرأف من الوالدۃ بولدھا، ویسلون روحہ من تحت کل ظفر ومفصل، ویموت الاول فالاول، ویبرد کل عضو الاول فالاول، ویھون علیہ وان کنتم ترونہ شدیدا حتی تبلغ ذقنہ، فلھو أشد کراھۃ للخروج حینئذ من الولد حین یخرج من الرحم، فیبتدرھا کل ملک منھم أیھم یقبضھا، فیتولی قبضھا ملک الموت ثم تلا رسول اللہ ﷺ (بقیہ حاشیہ اگلے صفحہ پر)

سب سے پہلی بات تو یہ ہے کہ قبر کس کو کہتے ہیں۔ موت کے بارے میں تو بات آ گئی ہے، انہوں نے قبر کا معنیٰ بھی بگاڑ دیا ہے۔ اب قرآن پاک نے قبر کے معنیٰ کو واضح کر دیا ہے۔ کیونکہ امام بخاری رحمہ اللہ کے زمانے میں عذاب قبر کا انکار کرنے والے تو تھے، لیکن قبر کا انکار کرنے والے نہیں تھے۔ اس لئے انہیں (امام بخاری رحمہ اللہ کو) وہ آیات جو قبر کے بارے میں ہیں لکھنے کی ضرورت نہیں تھی۔ وہ کچھ میں عرض کرتا ہوں۔ دیکھو اللہ تعالیٰ نے کتنا واضح کر دیا ہے۔ فرمایا: قتل الانسان ما اکفرہ مارا جائے انسان کتنا ناشکرا ہے۔ یہ انسان اسی جسم والا ہے یا خواب وخیال کے جسم والا؟ اسی جسم والا ہے اور ناشکریاں بھی اسی جسم سے کرتا ہے۔ ''من ای شی خلقہ۔ اللہ نے کس شے سے پیدا کیا؟ من نطفة تو بوند سے یہ جسم بنا ہے یا خواب خیال والا جسم بنا ہے؟ یہی بنا ہے۔ خلقہ فقدرہ ماں کے پیٹ میں اسے بنایا اور اسے انداز ے سے بنایا۔ دیکھو دونوں آنکھیں ایک جیسی ہیں یہ نہیں کہ ایک دس من کی آنکھ ہو اور ایک ڈیڑھ ماشہ کی، دونوں ہاتھ ایک جیسے بنائے پورے انداز ے سے، دونوں ٹانگیں ایک جیسی بنائیں تو ماں کے پیٹ میں اللہ نے جو جسم تیار فرمایا وہ یہ جسم ہے یا خواب وخیال والا؟

(گزشتہ صفحہ کا حاشیہ) "قل یتوفاکم ملک الموت الذی وکل بکم ثم الی ربکم ترجعون" (السجدة الآیة ١١) قال۔ فیتلقاها بأکفان بیض ثم یحتضنها الیه فهو أشد لها لزوما من المرأة لو لدها، ثم یفوح لها فیهم ریح أطیب من المسک، یتباشرون بها ویقولون۔ مرحبا بالریح الطیبة والروح الطیب، اللهم صل علیه روحا وصل علیه جسدا خرجت منه فیصعدون بها، وللّٰه خلق فی الهواء لا یعلم عدتهم الا هو، فیفوح لها فیهم ریح أطیب من المسک، فیصلون علیها ویتباشرون بها ویفتح لها أبواب السماء، ویصلی علیها کل ملک فی کل سماء تمر به حتی توقف بین یدی الملک الجبار، فیقول الجبار عز و جل۔ مرحبا بالنفس الطیبة و بجسد خرجت منه، و اذا قال الرب عز و جل للشیئ، مرحبا۔ رحب له کل شیئ و ذهب عنه کل ضیق، ثم یقول۔ اذهبوا بهذه الی النفس الطیبة فأدخلوها الجنة، و أروها مقعدها، و اعرضوا علیها ما أعد لها من النعیم والکرامة، ثم اهبطوا بها الی الأرض فانی قضیت أنی منها خلقتهم وفیها أعیدهم ومنها أخرجهم تارة أخری، فو الذی نفس محمد بیده هی أشد کراهة للخروج منها حین کانت تخرج من الجسد، وتقول۔ أین تذهبون بی الی ذلک الجسد الذی کنت فیه؟ فیقولون۔ انا مأمورون بهذا فلا بد لک منه۔ فیهبطون به علی قدر فراغهم من غسله و أکفانه، فیدخلون ذلک الروح بین الجسد و أکفانه، فما خلق الله تعالی کلمة تکلم بها حمیم ولا غیر حمیم الا وهو یسمعها، الا أنه لا یؤذن له فی المراجعة، فلو سمع أشد الناس له حبا و من أعزهم کان علیه یقول۔ علی رسلکم ما یعجلکم و أذنله فی الکلام للعنه، وانه یسمع خفق نعالهم ونفض ایدیهم اذا ولوا عنه۔ ثم یأتیه عند ذلک ملکان فظان غلیظان یسمیان منکرا و نکیرا و معهما عصا من حدید لو اجتمع علیها الجن والانس ما أقلوها وهی علیهما یسیر، فیقولان له۔ اقعد باذن الله، فاذا هو مستو قاعد فینظر عند ذلک الی خلق کریه فظیع ینسبه ما کان رأی عند موته۔۔۔ فیقولان له من ربک؟ فیقول۔ الله فیقولان۔ فما دینک؟ فیقول۔ الاسلام۔ ثم ینتهرانه عند ذلک انتهارة شدیدة، ثم یقولان۔ فمن نبیک؟ فیقول۔ محمد ﷺ و یعرق عند ذلک عرقا یبتل ما تحته من التراب، و یصیر ذلک العرق أطیب من ریح المسک، و ینادی عند ذلک من السماء نداء خفیا صدق عبدی فلینفعه صدقه، ثم یفسح له فی قبره مد بصره، و ینبذله فیه الریحان، و یستر بالحریر، فان کان معه من القرآن شیئ کفاه نوره، وان لم یکن معه جعل له نور مثل الشمس فی قبره، (بقیہ حاشیہ اگلے صفحہ پر)

"ثم السبیل یسرہ" پھر ماں کے پیٹ سے پیدائش کا راستہ آسان کر دیا تو ماں کے پیٹ سے جو جسم پیدا ہوا ہے وہ یہ ہے یا خواب و خیال والا؟ ثم اماتہ فاقبرہ پھر موت دی تو موت اس جسم کو آتی ہے یا خواب و خیال والے جسم کو؟ فاقبرہ پھر اس کو قبر میں رکھنے کا حکم دیا۔ ثم اذا شاء انشرہ پھر جب اللہ چاہیں گے اس کو قبر سے اٹھالیں گے قیامت میں۔

اب دیکھو قرآن کی اس آیت میں ذرہ بھی شک نہیں کہ قبر وہ جگہ ہے جہاں وہ جسم رکھا جائے گا جو ناشکریاں کرتا تھا، وہ جسم رکھا جائے گا جو بوند سے پیدا کیا گیا، وہ جسم رکھا جائے گا جو ماں کے پیٹ میں بنایا گیا، وہ جسم رکھا جائے گا جو ماں کے پیٹ سے پیدا کیا گیا، وہ جسم رکھا جائے گا جس پر موت آئی، وہ جسم رکھا جائے گا جو قیامت کو حساب کتاب کے لئے کھڑا کیا جائے گا۔ اب یہ سارا اسی جسم کا قصہ ہے یا نہیں؟

لیکن کیپٹن عثمانی تو خیر پڑھا ہوا نہیں تھا، اگرچہ اس نے پرائیویٹ وفاق کا امتحان دے دیا تھا، لیکن نیلوی صاحب سرگودھے والے وہ تو شیخ الحدیث، شیخ القرآن کہلاتے ہیں۔ عثمانی نے جب اس کا ترجمہ غلط کیا (فاقبرہ کا) اور اس کو قبر میں رکھا۔ حالانکہ سب ترجموں میں فاقبرہ کا ترجمہ "اور اس کو قبر میں رکھنے کا حکم دیا گیا ہے۔ چلو عثمانی تو ان پڑھ ہے کیا نیلوی بھی ان پڑھ ہے؟ دیکھیں نزل کا اور معنی ہے انزل کا اور معنی ہے اسی طرح فاقبرہ کا معنی ہے قبر میں رکھنے کا حکم دینا۔

(گزشتہ صفحہ کا حاشیہ) ویفتح لہ أبواب و کوی الی الجنۃ فینظر الی مقعدہ منہا مما کان عاین حین صعد بہ، ثم یقال۔ نم قریر العین، فما نومہ ذلک الی یوم یقوم الا کنومۃ ینامہا أحدکم شہیۃ لم یرو منہا، یقوم وہم یمسح عینہ، فکذالک نومہ فیہ الی یوم القیامۃ۔ وان کان غیر ذلک اذا نزل بہ ملک الموت صف لہ سماطان من الملائکۃ نظموا ما بین الخافقین، فیخطف بصرہ الیہم ما یری غیرہم، وان کنتم ترون أنہ ینظر الیکم ویشدد علیہ، وان کنتم ترون أنہ یہون علیہ فیلعنونہ، ویقولون۔ اخرجی أیتہا النفس الخبیثۃ فقد أعد اللہ لک من النکال والنقمۃ والعذاب کذا و کذا ساء ما قدمت لنفسک، ولا یزالون یسلونہا فی غضب و تعب وغلظ و شدۃ من کل ظفر و عضو، ویموت الأول فالأول، وتنشط نفسہ کما یصنع السفود ذو الشعب بالصوف حتی تقع الروح فی ذقنہ، فلہی أشد کراہیۃ للخروج من الولد حین یخرج من الرحم مع ما یبشرونہ بأنواع النکال والعذاب حتی تبلغ ذقنہ، فلیس منہم ملک الا وہو یتحاماہ کراہیۃ لہ، فیتولی قبضہا ملک الموت الذی وکل بہا فیتلقاہا، أحسبہ قال۔ بقطعۃ من بجاد انتن ما خلق اللہ و أخشنہ، فیلقی فیہا ویفوح لہا ریح أنتن ما خلق اللہ ویسد ملک الموت منخریہ ویسدون آنافہم ویقولون۔ اللہم العنہا من روح والعنہ جسدا خرجت منہ، فاذا صعد بہا غلقت أبواب السماء دونہا، فیرسلہا ملک الموت فی الہواء حتی اذا دنت من الارض انحدر مسرعا فی الرہا، فیقبضہا بحدیدۃ معہ یفعل بہا ذلک ثلاث مرات، ثم تلا رسول اللہ ﷺ "ومن یشرک باللہ فکأنما خر من السماء فتخطفہ الطیر أو تہوی بہ الریح فی مکان سحیق (الحج الآیۃ ۳۱) والسحیق البعید۔ ثم ینتہی بہا فتوقف بین یدی الملک الجبار فیقول۔ لا مرحبا بالنفس الخبیثۃ ولا بجسد خرجت منہ، ثم یقول۔ انطلقوا بہا الی جہنم فاروہا مقعدہا منہا واعرضوا علیہا ما اعددت لہا من العذاب والنقمۃ والنکال۔ ثم یقول الرب۔ اہبطوا بہا الی الارض فانی قضیت انی منہا خلقتہم وفیہا اعیدہم ومنہا اخرجہم تارۃ اخری۔ فیہبطون بہا علی قدر فراغہم منہا، فیدخلون ذلک الروح بین جسدہ و أکفانہ، فما خلق اللہ حمیما ولا غیر حمیم من کلمۃ یتکلم بہا الا وہو یسمعہا الا انہ لا یؤذن لہ فی المراجعۃ، فلو سمع اعز الناس علیہ واحبہم الیہ یقول۔ (بقیہ حاشیہ اگلے صفحہ پر)

اب جب اس نے اس کا ترجمہ یہ کیا کہ ''اللہ نے قبر دی'' تو کہتے ہیں کہ اللہ نے تو یہ قبر نہیں کھودی وہ قبر اور ہے جو اللہ دیتا ہے۔ اور جو اللہ دیتا ہے وہ قبر ہے جسم مثالی۔ اب دیکھو اس نے قبر کا مطلب بگاڑ دیا۔ حالانکہ قرآن پاک میں جہاں بھی قبر کا لفظ آتا ہے وہ اس قبر کے لئے آتا ہے جہاں میت رکھی جاتی ہے، لاتقم علی قبرہ کوئی بھی اس کا ترجمہ یہ نہیں کرتا کہ حضور ﷺ منافق کا جنازہ پڑھنے ساتوں زمینوں کے نیچے سجین میں گئے تھے۔ (معاذ اللہ) کوئی یہ نہیں کہتا۔

حضرت ﷺ نے فرمایا قبروں کو پختہ نہ بناؤ، تو کوئی یہ نہیں کہتا کہ حضرت ﷺ کو یہ اطلاع پہنچی تھی کہ پندرہ بیس ترک ہجری کے علیین سجین میں پہنچ گئے ہیں اس کو پختہ کیا جا رہا ہے اور حضرت ﷺ نے فرمادیا کہ اس کو پختہ نہ کرنا۔ حضرت ﷺ نے فرمایا کہ قبروں کو سجدہ نہ کرو تو کوئی یہ نہیں کہتا کہ لوگ علیین میں جا کر سجدے کرتے تھے۔ اسی قبر کو کرتے تھے۔

۲...... حق تعالیٰ فرماتے ہیں: ولا تقم علی قبرہ ۹/۸۴ منافق کی قبر پر کھڑا نہ ہونا۔ نبی اقدس ﷺ عبداللہ بن ابی کی اس قبر پر کھڑے ہوئے تھے یا کھڑا ہونے کے لئے علیین یا سجین گئے تھے۔

۳...... وما انت بمسمع من فی القبور ۳۵/۲۲ میں بھی قبر مراد ہے یا علیین یا سجین۔ اگر علیین یا سجین مراد ہے تو ان قبروں پر کیوں فٹ کرتے ہیں۔

(گزشتہ صفحہ کا حاشیہ) اخرجوا به و عجلوا وأذن له فی المراجعه للعنه۔ وود أنه ترک کما هو لا یبلغ به حفرته الی یوم القیامة۔ فاذا دخل قبره جائه ملکان اسودان أزرقان فظان غلیظان، ومعهما مرزبة من حدید و سلاسل و أغلال و مقامع الحدید، فیقولان له اقعد باذن الله۔ فاذا هو مستو قاعد سقطت عنه أکفانه، و یری عند ذلک خلقا فظیعا ینسی به ما رأی قبل ذلک، فیقولان له، من ربک؟ فیقول۔ أنت۔ فیفزعان عند ذلک فزعة، و یقبضان و یضربانه ضربة بمطرقة الحدید فلا یبقی منه عضو الا وقع علی حدة، فیصیح عند ذلک صیحة فما خلق الله من شیء ملک أو غیره الا یسمعها الا الجن و الانس، فیلعنونه عند ذلک لعنة واحدة و هو قوله "اولئک یلعنهم الله و یلعنهم اللاعنون" (البقرة الآیة ۱۵۹) والذی نفس محمد بیده لو اجتمع علی مطرقتهما الجن والانس ما أقلوها و هی علیهما یسیر، ثم یقولان عد باذن الله، فاذا هو مستو قاعد فیقولان۔ من ربک؟ فیقول۔ لا أدری۔ فیقولان۔ فمن نبیک؟ فیقول۔ سمعت الناس یقولون محمد۔ فیقولان۔ فما تقول أنت؟ فیقول۔ لا ادری۔ فیقولان۔ لا دریت۔ و یعرق عند ذلک عرقا یبتل ما تحته من التراب، فلهو انتن من الجیفة فیکم، و یضیق علیه قبره حتی تختلف أضلاعه فیقولان له۔ نم نومة المسهر۔ فلا یزال حیات و عقارب أمثال أنیاب البخت من النار ینهشنه، ثم یفتح له بابه فیری مقعده من النار، و تهب علیه أرواحها و سمومها، و تلفح وجهه النار غدوا و عشیا الی یوم القیامة"۔ (الدر المنثور فی التفسیر بالمأثور للامام الحافظ جلال الدین السیوطی رحمہ اللہ (ت ۹۱۱ھ) (والملائکة باسطوا ایدیهم) فی محل نصب۔ ای والحال ان الملائکة باسطوا أیدیهم لقبض ارواح الکفار، وقیل للعذاب و فی ایدیهم مطارق الحدید، ومثله قوله تعالی۔ ولو تری اذ یتوفی الذین کفروا الملائکة یضربون وجوههم و ادبارهم۔ قوله (أخرجوا انفسکم) ای قائلین لهم أخرجوا انفسکم من هذه الغمرات التی وقعتم فیها، او اخرجوا انفسکم من ایدینا و خلصوها من العذاب، أو أخرجوا انفسکم من اجسادکم و سلموها الینا لنقبضها (الیوم تجزون عذاب الهون) ای الیوم الذی تقبض فیه ارواحکم، أو أرادوا بالیوم الوقت الذی یعذبون فیه الذی مبدؤه عذاب القبر۔ (فتح القدیر تالیف محمد بن علی بن محمد الشوکانی المتوفی ۱۲۵۰ھ) (بقیہ حاشیہ اگلے صفحہ پر)

۴...... افلا یعلم اذا بعثر ما فی القبور ۹۹/۱۰۰ کیا نہیں جانتا جب اٹھائے جائیں گے جو قبروں میں ہیں۔

۵...... وان اللہ یبعث من فی القبور ۷/۲۲ اور بے شک اللہ تعالیٰ اٹھائیں گے جو قبروں میں ہیں۔

۶...... کما یئس الکفار من اصحاب القبور ۱۳/۶۰ جیسا کہ کفار یعنی قبروں والوں سے مایوس ہیں۔ (دنیا کی طرف لوٹنے سے)

۷...... واذا القبور بعثرت ۴/۸۲ اور جب قبریں اکھیڑی جائیں گی۔

۸...... حتیٰ زرتم المقابر ۲/۱۰۲ حتیٰ کہ تم نے قبروں کی زیارت کی۔

اب یہ لوگ کون سی قبریں گننے گئے تھے؟ اس آیت کا شان نزول یہ ہے کہ دو قبیلوں میں جھگڑا ہو گیا، ایک کہتا تھا ہمارے بہادر زیادہ ہیں، دوسرا کہتا تھا ہمارے زیادہ ہیں تو کسی نے کہا لڑنے کی کیا بات ہے گن کر دیکھ لو۔ اب جب گننے گئے تو ایک قبیلے کے کم نکلے دوسرے کے زیادہ نکلے۔ لیکن جس کے کم نکلے وہ ہار ماننے کو تیار نہیں تھا، اس نے کہا نہیں فلاں لڑائی میں ہمارے آدمی زیادہ مرے تھے قبریں بھی جا کر گنو، تو وہ یہی قبریں گننے گئے تھے یا سجین میں گئے تھے؟ یقیناً یہی قبریں گننے گئے تھے۔

قبر احادیث کی روشنی میں

۱...... ''عن أنس بن مالک قال مر النبی ﷺ بامرأة تبکی عند قبر فقال اتقی اللہ واصبری'' حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ نبی ﷺ ایک عورت کے پاس سے گزرے جو قبر پر رو رہی تھی آپ ﷺ نے فرمایا: ''اللہ سے ڈرو اور صبر کرو۔'' (بخاری: ج۱ ص۱۷۱)

کیا نبی اقدس ﷺ نے اس عورت کو علیین یا سجین میں روتے دیکھا تھا؟ وہ عورت علیین یا سجین میں رو رہی تھی یا اس زمین پر؟ یقیناً اس زمین پر رو رہی تھی تو اس گڑھے کو قبر کہا گیا ہے جو زمین میں ہوتا ہے۔

(گزشتہ صفحہ کا حاشیہ) قال البخاری۔ باب ما جاء فی عذاب القبر، وقوله تعالى۔ (اذ الظالمون فی غمرات الموت والملائكة باسطوا ايديهم اخرجوا انفسكم اليوم تجزون عذاب الهون) الموضع السابق نفسه۔ ومراد البخاری اثبات عذاب القبر، وأنه حق خلافا للخوارج وبعض المعتزلة كضرار بن عمرو وبشر المريسی ومن وافقهما۔ وخالفهم فی ذلک اكثر المعتزلة وجميع اهل السنة وغيرهم، وأكثروا من الاحتجاج له۔ والبخاری يبين بذلک أن عذاب القبر ثابت فی القرآن، خلافا لمن رده وزعم أنه لم يرد ذكره الا فی اخبار الاحاد۔ وقد روى الطبری وابن ابی حاتم من طريق علی بن ابی طلحة، عن ابن عباس فی قوله تعالى۔ (ولو ترى اذ الظالمون فی غمرات الموت والملائكة باسطوا أيديهم) قال۔ هذا عند الموت، والبسط۔ الضرب، يضربون وجوههم وادبارهم۔ ويشهد له قوله تعالى فی سورة الانفال۔ (فكيف اذا توفتهم الملائكة يضربون وجوههم وادبارهم) وهذا وان كان قبل الدفن فهو من جملة العذاب الواقع قبل يوم القيامة، وانما أضيف العذاب الى القبر لكون معظمه يقع فيه، ولكون الغالب على الموتى أن يقبروا، والا فالكافر ومن شاء الله تعذيبه من العصاة يعذبون بعد موتهم ولو لم يدفنوا (راجع الفتح ۳/۲۷۵) (جامع التفسير من كتب الاحاديث لخالد بن عبدالقادر آل عقدة) (اليوم) ای اليوم الذی تقبض فيه ارواحكم او ارادوا باليوم الوقت الذی يعذبون فيه الذی مبدؤه عذاب القبر''

(فتح البیان فی مقاصد القرآن تالیف صدیق بن حسن بن علی الحسینی القنوجی البخاری)

For more geat books please visit our TELEGRAM CHANNEL... https://t.me/pasbanehaq1

۲...... ''عن انس رضی اللہ عنہ بن مالک قال شهدنا بنتا لرسول اللہ ﷺ قال و رسول اللہ ﷺ جالس علی القبر قال فرأیت عینیه تدمعان قال فقال هل منکم رجل لم یقارف اللیلة فقال ابو طلحة انا قال فانزل قال فنزل فی قبرہ'' حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ ہم رسول اللہ ﷺ کی بیٹی کی وفات پر حاضر ہوئے درآنحالیکہ رسول اللہ ﷺ قبر کے پاس بیٹھے تھے، پس میں نے دیکھا کہ آپ ﷺ کی آنکھیں بہہ رہی تھیں فرماتے ہیں کہ پس فرمایا رسول اللہ ﷺ نے کیا تم میں کوئی ایسا آدمی ہے جو رات عورت کے پاس نہ گیا ہو۔ پس ابوطلحہ نے عرض کیا میں ہوں رسول اللہ ﷺ نے فرمایا اتر جا پس ابوطلحہ رضی اللہ عنہ ان کی قبر میں اتر گئے۔ (بخاری ص ۱۷۳ ج ۱)

کیا حضرت انس رضی اللہ عنہ نے رسول اللہ ﷺ کو علیین میں قبر پر دیکھا تھا؟ کیا ابوطلحہ رضی اللہ عنہ علیین پہنچے ہوئے تھے۔ کیا حضرت انس رضی اللہ عنہ بھی علیین پہنچے ہوئے تھے؟ اگر نہیں تو معلوم ہوا کہ قبر وہی گڑھا ہے جو اس زمین پر ہے اور جہاں میت دفنائی جاتی ہے۔ پھر جب آپ ﷺ حضرت موسیٰ علیہ السلام کی قبر کے پاس سے گزرے تو وہ قبر کیا آپ ﷺ نے اعلیٰ علیین میں پائی تھی یا اسی زمین کے ایک سرخ ٹیلے کے پاس آپ نے اس کا مشاہدہ کیا تھا؟

مررت علی موسیٰ لیلة اسری بی عند الکثیب الاحمر وهو قائم یصلی فی قبرہ'' جس رات مجھے معراج کی سیر کرائی گئی میرا گزر موسیٰ علیہ السلام کے قبر پر ہوا، وہ سرخ ٹیلے کے پاس تھی میں نے آپ کو اپنی قبر میں نماز پڑھتے پایا۔ (سنن کبریٰ جلد ۳ ص ۲۴۸)

ہم یہ کیسے مان لیں کہ حضرت موسیٰ علیہ السلام کا جسد اصلی تو قبر میں صرف محفوظ پڑا تھا اور اس پر ایک مثالی جسد کھڑا نماز پڑھ رہا تھا۔ ہمیں ان لوگوں پر تعجب آتا ہے جو اس قسم کا عقیدہ رکھ کر خود بھی بھٹکے اور اوروں کو بھی بھٹکا رہے ہیں اللہ ان پر رحم کرے۔

آپ ﷺ نے ایک اور جگہ پر ارشاد فرمایا ہے: ''لعن رسول اللہ ﷺ زائرات القبور و المتخذین علیها المساجد و السرج'' رسول اللہ ﷺ نے قبروں پر گھومنے والی عورتوں اور وہاں جائے عبادت بنانے والے مردوں اور ان پر دیئے جلانے والوں پر لعنت فرمائی ہے۔ (رواہ ابوداؤد ج ۲ ص ۱۰۵)

ایک اور جگہ ارشاد نبوی ﷺ ہے کہ عیسیٰ علیہ السلام میری قبر پر آئیں گے: ''ثم قام علی قبری فقال یا محمد لاجیبنه'' حضرت عیسیٰ بن مریم ضرور اتریں گے پھر اگر وہ میری قبر پر (سلام کے لئے) ٹھہرے اور سلام کیا تو میں ضرور اس کا جواب دوں گا۔ (مجمع الزوائد ص ۲۱۱ ج ۱، الخصائص الکبریٰ ص ۴۹۰ باب حیاته فی قبرہ وصلٰوته فیه)

حضور ﷺ جب یہ حدیث فرما رہے تھے تو آپ قبر کے کہہ رہے تھے؟

''اللهم لا تجعل قبری وثنا یصلی الیه فانه اشتد غضب اللہ علی قوم اتخذوا قبور انبیائهم مساجدا'' اے اللہ میری قبر کو معبود نہ بننے دینا جس کی طرف لوگ سجدے کریں، اس قوم پر اللہ کا غضب بھڑکا جس نے اپنے نبیوں کی قبروں کو جائے عبادت بنا لیا۔ (المصنف لعبد الرزاق ج ۱ ص ۴۰۶ ومجموعہ فی جلد ۸ ص ۴۶۴)

آنحضرت ﷺ نے جب یہ فرمایا تو آپ ﷺ کے ذہن میں قبر کے کیا معنی تھے؟

''الارض کلها مسجد الا القبر و الحمام'' کل صفحۂ زمین (میرے دین میں) مسجد ہے سوائے قبر اور حمام (جائے غسل) کے۔ (المصنف ج ۱ ص ۴۰۵)

آپ ﷺ نے یہ بھی فرمایا: ''اذا وضعتم موتاکم فی قبورھم فقولوا بسم اللہ وعلی ملۃ رسول اللہ''
جب تم اپنی میتوں کو قبروں میں رکھو تو یہ کہہ کر رکھو: ''بسم اللہ وعلی ملۃ رسول اللہ'' (مستدرک حاکم ج۱ ص۳۶۶)
بھلا کیا اس کا مطلب یہ لیا جا سکتا کہ تم اپنی میتوں کو لے کر اعلیٰ علیین پہنچا کرو کیونکہ قبر تو اس جگہ میں ہے۔
یہاں کے ان گڑھوں کو تو قبر نہیں کہا جاتا؟۔ استغفر اللہ!

آپ ﷺ کا یہ بھی ارشاد ہے اس سے پتہ چلتا ہے کہ شریعت میں قبریں کن جگہوں کو کہا جاتا تھا؟ انہیں قبروں کو جو سامنے نظر آتی ہیں یہی گڑھے ہیں۔

''لا تجلسوا علی القبور ولا تصلوا الیھا'' تم نہ قبروں پر بیٹھا کرو اور نہ ان کی طرف منہ کر کے نمازیں پڑھا کرو۔ (جامع ترمذی ج۱ ص۱۲۵)

پھر آپ ﷺ کا یہ ارشاد بھی ملاحظہ فرمایئے: ''قاتل الیھود اتخذوا قبور انبیائھم مساجد'' اللہ یہود کو برباد کرے انہوں نے اپنے پیغمبروں کی قبروں کو سجدہ گاہیں بنالیا۔ (صحیح بخاری ج۱ ص۶۲، صحیح مسلم ج۱ ص۲۰۱)

ایک شخص کو آپ ﷺ نے قبر پر بیٹھے دیکھا تو ارشاد فرمایا: ''لا تؤذ صاحب القبر ولا یؤذیک'' تم اس قبر والے کو اذیت نہ دو نہ وہ تجھے نقصان دے۔ (رواہ الطحاوی ج۱ ص۲۹۶)

اب آپ ہی کہیں یہاں قبر سے مراد اگر یہ ظاہری قبر نہیں جسے مخالفین بار بار گڑھا کہہ رہے ہیں تو اور اس سے کیا مراد ہے؟ کیا کوئی شخص اعلی علیین میں کسی قبر کی بے ادبی یا ایذاء رسانی کے لئے جا سکتا ہے؟

آنحضرت ﷺ نے ارشاد فرمایا: ''ان ھذہ الامۃ تبتلی فی قبورھا فلولا ان لا تدافنوا لدعوت اللہ ان یسمعکم من عذاب القبر'' یہ امت اپنی قبروں میں آزمائش سے گزرتی ہے، مجھے یہ ڈر نہ ہوتا کہ تم اپنی میتوں کو دفن کرنا چھوڑ دو گے تو میں خدا سے دعا کرتا کہ وہ تمہیں بھی عذاب قبر کی یہ آوازیں سنا دے۔ (صحیح مسلم ج۲ ص۳۸۶)

جب آنحضرت ﷺ نے ارشاد فرمایا، دیکھئے (صحیح مسلم ج۱ ص۴۴۶) کا ''باب ما بین قبرہ ﷺ و منبرہ الفاظ حدیث جامع صغیر کے ایک نسخہ میں اس طرح ہیں۔

''مابین قبری ومنبری روضۃ من ریاض الجنۃ'' جو جگہ میری قبر اور میرے منبر کے مابین ہے وہ جنت کے باغوں میں سے ایک باغ ہے۔ (بخاری ۱۰۹۰، ۹۷۵، ۲۵۳، ۱۵۹ متفق علیہ) متواتر (السراج المنیر ج۴ ص۱۹۶)

تو اس میں قبر کس جگہ کو کہا گیا ہے؟ کیا یہ جگہ اعلیٰ علیین میں ہے یا یہیں مدینہ منورہ میں؟

پھر آپ ﷺ کا یہ ارشاد بھی پیش نظر رہے: ''یا اھل القبور یغفر اللہ لنا ولکم وانتم سلفنا و نحن بالاثر'' آپ نے قبرستان جا کر یہ کہنے کی تعلیم دی ہے۔ کیا وہاں قبریں نہ تھیں؟ سو انہی قبروں کے پاس ہمیں یہ کہنے کا حکم دیا گیا۔ (رواہ الترمذی کذا فی المشکوۃ ص۱۵۴)

آپ ﷺ نے اذخر گھاس کو کاٹنے کی اجازت دی تو فرمایا اس کی ضرورت ہے مگر کس لئے؟ لقبورنا۔ ہماری قبروں کے لئے۔ یہاں قبور انہیں جگہوں کو کہا گیا جن میں میت اتاری جاتی ہے اور اسے اس میں دفن کیا جاتا ہے نہ کسی پردے کے جہان کو۔ (صحیح بخاری ص۱۸۰ ج۱)

آنحضرت ﷺ نے فرمایا: "کنت نھیتکم عن زیارۃ القبور فزوروھا" میں تمہیں پہلے قبروں پر جانے سے روکا کرتا تھا، اب کے بعد اجازت ہے تم انہیں دیکھنے جایا کرو یہ تمہیں آخرت کی یاد دلاتی ہیں۔ (سنن ابن ماجہ ص ۱۱۴)

آنحضرت ﷺ نے فرمایا: "ان المیت اذا وضع فی قبرہ" تو قبر سے یہاں کون سی جگہ مراد ہے؟ یہی جو نظر آتی ہے یا یہ کوئی اعلیٰ علیین کی جگہ کے لئے ہے۔ (صحیح مسلم ج ۲ ص ۳۸۶)

آنحضرت ﷺ نے ایک اور موقعہ پر ارشاد فرمایا: "یھود تعذب فی قبورھا" یہاں قبور کیا انہیں گڑھوں کو نہیں کہا گیا؟ کیا یہ کوئی عالم غیب کی جگہ تھی؟ (صحیح مسلم ج ۲ ص ۳۸۶)

ایک اور جگہ ارشاد ہے: "عن ابن عمر مرفوعاً من حج فزار قبری بعد موتی کان کمن زارنی فی حیاتی۔" جس نے حج کیا اور میری وفات کے بعد میری قبر کی زیارت کی ایسا ہی ہے جیسے اس نے میری زندگی میں میری زیارت کی ہو۔ (رواہ البیھقی فی شعب الایمان کذا فی المشکوٰۃ ص ۲۴۹)

یہ تشبیہ کے طور پر فرمایا گیا ہے جس پر ہر بات میں مشابہت ضروری نہیں اور یہ اسی روضہ اطہر کے بارے میں ارشاد فرمایا جو مدینہ منورہ میں واقع ہے، جہاں ساری دنیا سے مسلمان زیارت کے لئے جمع ہوتے ہیں۔

دوسری حدیث میں ہے: "من زار قبری کنت لہ شفیعاً" جو میری قبر کی زیارت کرے گا میں اس کی شفاعت کروں گا۔ (شفاء السقام ص ۲۸)

آپ ﷺ نے جب ارشاد فرمایا تو آپ نے قبر سے کون سی جگہ مراد لی؟

"ان اولئک اذا کان فیھم الرجل الصالح فمات بنوا علیٰ قبرہ مسجداً" ان لوگوں میں جب کوئی نیک آدمی مرتا تو وہ اس کی قبر پر جائے عبادت بنا دیتے۔ (صحیح مسلم ج ۱ ص ۲۰۱)

"عن ابی ھریرۃ ؓ قال زار النبی ﷺ قبر امہ فبکی و ابکی من حولہ فقال ﷺ استأذنت ربی فی ان استغفر لھا فلم یؤذن لی و استأذنتہ فی ان ازور قبرھا فاذن لی فزوروا القبور فانھا تذکرکم الموت" حضرت ابوہریرہ ؓ فرماتے ہیں کہ نبی اقدس ﷺ نے اپنی والدہ کی قبر کی زیارت کی۔ پس آپ ﷺ رو پڑے اور اپنے اردگرد والوں کو بھی رلا دیا۔ پھر فرمایا میں نے اپنے رب سے ان کے لئے استغفار کرنے کی اجازت چاہی تھی۔ پس مجھے اجازت نہیں دی گئی اور میں نے اجازت چاہی کہ ان کی قبر کی زیارت کرلوں۔ پس مجھے میرے رب نے اجازت دے دی۔ پس تم بھی قبروں کی زیارت کیا کرو کیونکہ تم کو یہ موت یاد دلاتی ہے۔ (مسلم ص ۳۱۴ ج ۲)

اب نبی اقدس ﷺ کس قبر کی زیارت کے لئے گئے۔ کیا علیین گئے تھے اور جو صحابہ اردگرد کھڑے تھے وہ بھی کیا علیین پہنچے ہوئے تھے؟ یقیناً اسی زمین پر کھڑے تھے۔ معلوم ہوا کہ یہی زمین والی قبر قبر ہے۔

"عن ابی ھریرۃ ؓ قال قال رسول اللہ ﷺ لان یجلس احدکم علی جمرۃ فتحرق ثیابہ خیر لہ من ان یجلس علی قبر"۔ حضرت ابوہریرۃ ؓ سے روایت ہے کہ انہوں نے فرمایا کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا اگر تم میں سے کوئی آگ کے شعلے پر بیٹھے اور وہ شعلہ اس کے کپڑوں کو جلا دے اور اس کے جسم تک پہنچ جائے یہ بہتر ہے۔ اس کے لئے کہ وہ قبر پر بیٹھے۔ (مسلم ج ۲ ص ۳۱۴)

اب یہ بیٹھنا اس زمین والی قبر پر ہوگا جس پر لوگ بیٹھتے ہیں یا علیین سجین میں ہوگا۔

حدیث میں آتا ہے: "سمعت رسول اللہ ﷺ تسویتها" (مسلم ج ۲ ص ۳۱۴)
کہ نبی اقدس ﷺ نے قبر کو برابر کرنے کا حکم دیا۔
کیا علیین میں جا کر یہ کام بجالا یا جاتا ہے؟

"عن ابی هریرة رضی اللہ عنہ ان امرأة سوداء كانت تقم المسجد او شابا ففقدها رسول اللہ ﷺ فسأل عنها او عنه فقالوا مات قال افلا كنتم اذنتموني قال فكانهم صغروا امرها او امره فقال دلوني على قبره فأتوه فصلى عليها ثم قال ان هذه القبور مملوة ظلمة على اهلها وان الله ينورها لهم بصلاتي عليهم" حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ ایک عورت سیاہ رنگ والی یا ایک نوجوان مسجد میں ٹھہرتا تھا۔ پس رسول اللہ ﷺ نے اسے نہ پایا تو اس کے بارے میں صحابہ سے پوچھا تو لوگوں نے بتایا کہ وہ فوت ہو گیا ہے آپ ﷺ نے فرمایا تم نے مجھے خبر کیوں نہ دی فرماتے ہیں کہ شاید لوگوں نے اس عورت یا نوجوان کے معاملہ کو معمولی سمجھ کر اطلاع نہ دی پس رسول اللہ ﷺ نے فرمایا مجھے اس کی قبر بتاؤ۔ پس آپ ﷺ نے اس پر جنازہ پڑھا اور فرمایا کہ یہ قبریں ظلمت سے بھری ہوئی ہوتی ہیں۔ اللہ تعالیٰ ان پر میری نماز کی وجہ سے ان قبروں کو منور فرما دیتے ہیں۔ (مسلم ص ۳۱۰ ج ۲)

کیا صحابہ رسول اللہ ﷺ کو علیین لے گئے تھے یا اس زمین والی قبر پر؟

تو قرآن پاک نے جہاں بھی قبر کا ذکر کیا ہے اسی قبر کا ذکر کیا ہے۔ احادیث آپ کے سامنے ہیں محدثین نے جتنے بھی باب باندھے ہیں، قبر کے بارے میں وہ مثلاً: "باب الصلوٰة على القبر۔ باب الدعاء على القبر، باب الاستغفار على القبر۔ باب الدفن في القبر" وہ سارے اسی قبر کے بارے میں باندھے گئے ہیں۔ خود امام بخاری رحمہ اللہ نے تیرہ باب قبر پر باندھے ہیں۔ اسی قبر پر باندھے ہیں۔ فقہاء نے جتنے بھی مسائل قبر کے بارے میں لکھے ہیں وہ سارے اسی قبر کے لئے لکھے ہیں۔ وہ مسائل اسی قبر کے ہیں۔ سارے مسلمان اسی قبر کو قبر مانتے ہیں۔ حتی کہ کافر بھی اسی قبر کو قبر مانتے ہیں۔

"حتی زرتم المقابر" کافروں کا قصہ ہے اور انہوں نے ان قبروں کو گنا تھا۔ کافر پھر بھی انسان ہیں۔ قرآن کہتا ہے کہ وہ نجاست خور جانور کوا، اسے بھی قبر کا پتہ ہے کیونکہ سب سے پہلے قبر کھودنے کا طریقہ اسی نے بتایا تھا۔ قرآن میں یبحث فی علیین آیا ہے یا یبحث فی سجین؟ یبحث فی الارض آیا ہے۔ تو کوّے کو بھی پتہ ہے کہ قبر زمین میں ہوتی ہے۔ حضرت اقدس ﷺ کا خچر علیین میں جا کر بدکا تھا یا سجین میں جا کر بدکا تھا یا یہیں؟ اس لئے جو اس قبر کو قبر نہیں مانتے ان کے بارے میں یہی کہا جا سکتا ہے۔ "اولئک کالانعام بل هم اضل" وہ جانوروں سے بھی گئے گزرے ہیں۔

اب قبر کے بارے میں قرآن کا انکار کر رہے ہیں۔ حالانکہ دعویٰ ہوتا ہے ہم قرآن کو مانتے ہیں، قبر کے مسئلے میں یہ بالکل قرآن کے منکر ہیں۔ احادیث متواترہ کے منکر ہیں، اجماع فقہاء کے منکر ہیں۔

ان کی قبر کہاں ہے؟: حضرت اوکاڑوی رحمہ اللہ نے ایک پمفلٹ شائع کیا تھا کہ مماتیوں کی قبر کہاں ہے؟ نہ تو ان کی قبر کا (معاذ اللہ) اللہ کو پتہ ہے، کیونکہ قرآن میں کہیں ان کی قبر کا ذکر نہیں۔ نہ اللہ کے نبی ﷺ کو پتہ ہے کہ ان کی قبر کہاں ہے، کیونکہ احادیث میں کہیں اس کا ذکر نہیں۔ نہ فقہاء کو پتہ ہے، نہ پہلے کسی انسان کو پتہ ہے کہ ان کی قبر کہاں ہے۔ اب نہ یہ قرآن کو مانیں، نہ احادیث متواترہ کو مانیں، نہ اجماع فقہاء کو مانیں۔

حضرت اوکاڑوی رحمہ اللہ فرمایا کرتے تھے کہ: آخر میں تنگ آمد بجنگ آمد ہو کر میں یہی کہتا ہوں کہ میں دعا کرتا ہوں آپ آمین کہیں کہ اے اللہ جو لوگ اس قبر کو قبر نہیں مانتے، ان کو یہ قبر بھی نصیب نہ کرنا۔ لیکن یہاں آمین صرف حیاتی کہتے ہیں۔ مماتی کبھی بھی اس دعا پر آمین نہیں کہہ سکتے۔ مماتی بجائے آمین کہنے کے حیاتی کو کہتا ہے کہ تو ہمارے لئے بددعا کرتا ہے۔ بھئی بددعا کون سی؟ تیری قبر تو یہ ہے ہی نہیں۔

اب دیکھئے قبر کے مسئلے میں یہ صاف طور پر قرآن کے منکر ہیں۔ اب آخری بات کیا ہوتی ہے کہ جی جن کو قبر نہیں ملی ان کو کہاں عذاب ہوگا؟ ہم کہتے ہیں جتنی بات طے ہوگئی اتنی تو لکھ دو کہ جن کو ملی ہے ان کو عذاب ہو رہا ہے۔ اب یہ اگلی بات ہے کہ کس کو نہیں ملی قبر؟ تو کوئی ہمیں نظر نہیں آتا جس کو قبر نہ ملی ہو۔ ہر شخص کو قبر ملتی ہے جلدی ملے یا دیر سے ملے۔ کہتے ہیں جسے شیر کھا گیا؟ تو شیر کھا کر عرش پر تو نہیں چڑھ گیا، وہ بھی تو مر کر مٹی میں ہی گیا۔ جن کو کوے کھا گئے وہ بھی مر کر یہیں گئے۔

دیکھو قرآن پاک نے بات بالکل واضح کر دی ہے۔ ''ان اللہ یبعث من فی القبور'' اور دوسری آیت میں صاف کہہ دیا۔ ''منہا خلقنکم وفیہا نعیدکم و منہا نخرجکم تارۃ اخری'' کہ قبور سے مراد یہی زمین ہے، کسی آیت میں یہ نہیں آیا کہ قیامت کے دن کوئی ہوائی جہاز سے اتر کر آ رہا ہوگا (ضیاء الحق)، کوئی کوے کے پیٹ سے نکل کر آ رہا ہوگا، کوئی چیل کے پیٹ سے نکل کر آ رہا ہوگا۔

قرآن نے ایک ہی بات بتائی ہے کہ سارے زمین سے نکل کر آ رہے ہوں گے تو چونکہ عذاب وثواب کا اکثر حصہ ہر شخص کو اسی زمین میں ہو رہا ہے، ورنہ عذاب وثواب تو اسی وقت شروع ہو جاتا ہے قبر میں رکھنے کی بھی دیر نہیں ہوتی۔ (اس عذاب وثواب کا نام عذاب قبر اس لئے رکھتے ہیں کہ اس کا اکثر حصہ چونکہ قبر میں ہوتا ہے) جیسے نام شربت بنفشہ رکھتے ہیں حالانکہ اس میں اور چیزیں بھی ہوتی ہیں۔

لیکن چونکہ اجزاء میں سے غالب بنفشہ ہوتا ہے اس لئے اس کا نام شربت بنفشہ رکھ دیتے ہیں۔ اسی طرح چونکہ اس عذاب کا اکثر حصہ قبر میں ہوتا ہے اس لئے اس کا نام عذاب قبر رکھا گیا تو کون ہے جس کو قبر نہیں ملتی؟ آخر سارے پھر پھرا کے اسی زمین میں چلے جاتے ہیں اور قرآن نے یہاں بتا دیا ہے کہ قبروں سے اٹھائے جائیں گے۔ اور وضاحت کر دی کہ اس زمین سے سارے اٹھائے جائیں گے تو یہ سوال ہی سرے سے غلط ہے کہ کچھ لوگ ایسے ہیں جن کو قبر نہیں ملتی۔

قبر سب کو ملتی ہے دیر یا سویر تو ہو جاتی ہے لیکن ملتی سب کو ہے۔ دیکھو قبر کے مسئلے میں یہ قطعاً قرآن کے منکر ہیں۔ اب آگے پیچھے کہتے ہیں کہ ہم رحمۃ اللہ کو نہیں مانتے۔ اکابر کا نام انہوں نے رحمہ اللہ رکھا ہوا ہے۔ یہ قسمت کی بات ہے ہماری قسمت میں رحمۃ اللہ ہیں، تمہاری قسمت میں کون ہیں؟ نہیں مانتے تو نہ مانو۔ یہ لوگ قرآن پاک کا غلط مطلب کریں گے۔ اب ہم ترجمہ پیش کریں گے، کہیں گے نہیں غلط ہے، قرآن، قرآن۔ اس کی حضرت اوکاڑوی رحمہ اللہ عام فہم مثال دیا کرتے تھے۔

مماتیوں کی مثال: ایک جگہ جماعت ہو رہی تھی سارے آدمی نماز پڑھ رہے ہیں، ایک آدمی اکیلا پیچھے کھڑا نماز پڑھ رہا ہے ادھر جماعت والوں نے سلام پھیرا ادھر اس نے بھی سلام پھیر دیا۔ پہلے تو لوگوں نے آپس میں

باتیں کیں کہ یہ اللہ کا بندہ مسجد میں آیا بھی اور جماعت کا ثواب ضائع کر دیا۔ جب جماعت کھڑی تھی تو جماعت سے پڑھ لیتا۔ آخر ایک نے پوچھ ہی لیا کہ جماعت کھڑی تھی تو جماعت سے کیوں نہ پڑھی؟ وہ کہنے لگا میں آپ کی طرح قرآن کا منکر نہیں ہوں قرآن مانتا ہوں۔ قرآن ...... قرآن ...... پوچھنے لگا کہاں قرآن میں آیا ہے کہ جماعت سے نماز پڑھو؟ اب لوگوں کو پتا چلا کہ یہ تو کوئی قرآن والا آ گیا ہے۔

مولوی صاحب نے کہا کہ قرآن میں آتا ہے "وارکعوا مع الراکعین" اس سے علماء امت ثابت کرتے ہیں۔ وہ کہنے لگا کہ یہاں تو رکوع ہے جماعت کا لفظ ہی نہیں۔ مولوی صاحب کہنے لگے کہ رکوع زکوۃ میں ہوتا ہے؟ وہ کہتا ہے نہیں۔ مولوی کہتا ہے رکوع روزے میں ہوتا ہے؟ وہ کہتا ہے نہیں۔ حج میں ہوتا ہے؟ جواب ملا ہے نہیں۔ وہ کہنے لگا رکوع ہوتا تو نماز میں ہی ہے، لیکن میں نے رکوع کا لفظ نہیں دیکھنا۔ نماز کا لفظ دکھاؤ۔ اب مولوی صاحب نے کہا کہ اچھا تو دکھا تجھے کون سا لفظ مل گیا ہے جس میں اکیلے نماز پڑھنے کا حکم ہو اور یہ ہو کہ جماعت کے ساتھ نماز نہیں پڑھنی۔

اس نے کہا میں تمہاری طرح رکوع کا لفظ نہیں صلوۃ (نماز) کا لفظ دکھاؤں گا۔ کہتا ہے: "ان الصلوۃ تنھی" بے شک نماز اکیلے پڑھو تنہا پڑھو۔ لوگ حیران ہیں کہ کم بخت کو قرآن کا ترجمہ بھی صحیح نہیں آتا۔ اب لوگ اندر گئے مولوی صاحب نے مشکوۃ نکالی اور باجماعت نماز کی حدیثیں سنانے لگے۔ وہ کہنے لگا یہ ساری حدیثیں قرآن کے خلاف ہیں۔ جب قرآن نے کہہ دیا کہ نماز تنہا پڑھو، اب یہ ساری حدیثیں جن میں باجماعت نماز کا حکم ہے یہ قرآن کے خلاف ہیں۔

اب یہی طریقہ مماتیوں کا ہے کہ ترجمہ خود گھڑ لیں گے جب تم حدیثیں پڑھو گے تو کہیں گے یہ قرآن کے خلاف ہیں اور یہی طریقہ قادیانیوں کا ہوتا ہے۔ آخر لوگوں نے سوچا کہ چلو اس کو ترجمہ ہی دکھائیں تو شاید مان جائے۔ اب کوئی شیخ الہند رحمہ اللہ کا ترجمہ لے آیا، کوئی شاہ رفیع الدین رحمہ اللہ کا۔ اب اس نے دیکھا کہ یہ لوگ عربی تو جانتے نہیں تھے، اب اردو ترجمہ آ گیا ہے یہ لوگ پڑھ لیں گے اور مجھے جھوٹا کہیں گے، اب اس نے کہا اور شور مچایا کہ رکھ دو میں نے کتاب اللہ سے پڑھا ہے اور تم رحمہ اللہ (یعنی اکابر جن کو رحمہ اللہ کہا جاتا ہے) لے کر آ گئے ہو۔ اب لوگوں نے کہا یہ "رحمۃ اللہ" "کلام اللہ" کے خلاف نہیں ہیں، بلکہ تمہارے غلط ترجمے کے خلاف ہیں۔

اب دیکھیں یہ کہتے ہیں کہ ہم رحمت اللہ نہیں مانتے، ہم کہتے ہیں کہ پھر لعنت اللہ مان لو۔ ہم تو فخر سے کہتے ہیں کہ ہم رحمت اللہ کو مانتے ہیں۔ "صراط الذین انعمت علیھم" جن کو اللہ نے سیدھے راستے پر چلایا ہے، جن پر رحمت اور انعام کیا ہے ہم ان لوگوں کو مانتے ہیں۔ ہم کو اس پر فخر ہے۔ تم نہیں مانتے تمہاری مرضی، تمہاری قسمت میں لعنت اللہ ہی ہوں گے۔

تو بات چل رہی تھی کہ قبر اس گڑھے کو ہی کہتے ہیں، دیکھئے رسول پاک ﷺ نے قبروں پر جانے والی عورتوں اور قبروں پر عبادت گاہیں بنانے والے مردوں اور دیئے جلانے والوں پر لعنت فرمائی ہے۔ اب یہ عورتیں جن پر رسول اللہ ﷺ نے لعنت فرمائی ہے، کیا علیین سجین میں زیارت کے لئے گئی تھیں یا دنیا کے قبرستان میں؟ اور ان میں مردوں سے مراد وہ مرد ہیں جو علیین میں جا کر دیئے جلاتے ہیں یا وہ مراد ہیں جو دنیا کی قبروں پر دیئے جلاتے

ہیں؟ معلوم ہوا اس حدیث میں بھی قبر سے مراد وہی قبر ہے جن پر عورتیں جا سکتی ہیں، لوگ ان پر عبادت گاہیں بنا سکتے ہوں اور دیئے جلا سکتے ہوں اور وہ یہی دنیا والی قبر ہے۔ پس معلوم ہوا کہ قرآن اور حدیث اسی قبر کو قبر کہتے ہیں جس کو حیاتی قبر کہتے ہیں۔ مماتیوں کی قبر کا ذکر نہ قرآن میں کہیں ہے نہ حدیث میں۔

اب چونکہ قبر میں جسم رکھا جاتا ہے جیسا کہ قرآن پاک سے واضح کر دیا گیا ہے۔ اس لئے چونکہ اس قبر کو قبر کہنے میں جسم کو عذاب نہیں ہوتا، کیونکہ جسم کو عذاب ماننے میں ایک قسم کی حیات ماننی پڑتی ہے۔ اس لئے یہ قبر کا ہی انکار کر دیتے ہیں تو امام بخاری رحمہ اللہ نے یہ باب باندھا ہے۔ "باب ما جاء فی عذاب القبر" تو امام بخاری رحمہ اللہ نے قبر کے بارے میں زیادہ وضاحت نہیں فرمائی۔ کیونکہ اس زمانے میں قبر کا انکار کرنے والے موجود نہیں تھے کہ انہیں وضاحت کرنی پڑتی۔ ہاں! یہاں ایک اور بات یاد آئی کہ یہ لوگ آگے پیچھے (دوسرے اوقات میں) قرآن قرآن کرتے ہیں، لیکن جب ہم قبر والی ساری آیات قرآن سے پیش کرتے ہیں، حدیثیں پیش کرتے ہیں۔ پھر کہتے ہیں کہ مولانا تھانوی رحمہ اللہ نے لکھا ہے۔ اشرف الجواب میں کہ یہ گڑھا قبر نہیں اور ایک مرتبہ دو آدمی آئے مولانا کاندھلوی رحمہ اللہ کی عقائد اسلام لے کر کہ یہ لکھا ہے کہ گڑھا قبر نہیں ہے۔ تو اس بات کو ذرا سمجھ لیں۔

قبر اور عالم قبر

ایک ہے قبر، ایک ہے عالم قبر۔ جس طرح ایک ہے بستر خواب، ایک ہے عالم خواب جو عرش تک ہے تو یہ دونوں لفظ یعنی قبر اور عالم قبر علماء ایک دوسرے کی جگہ استعمال کر دیتے ہیں۔ لیکن ہر زمانے میں استعمال میں فرق پڑ جاتا ہے۔ جس طرح جوں جوں گمراہ لوگ انکار کرتے ہیں تو علماء کو احتیاط کرنی پڑتی ہے، اس سے پہلے اجمال ہی چلتا رہتا ہے۔ جیسے مثال کے طور پر آپ پہلے کی کوئی کتاب اٹھائیں آپ کو معراج کا ذکر مل جائے گا، کیونکہ اس وقت جسمانی معراج کا کوئی منکر نہیں تھا۔ سارے کہتے تھے کہ معراج جسمانی ہوئی ہے اس لئے علماء معراج کے ساتھ جسمانی کا لفظ لکھنا ضروری نہیں سمجھتے تھے، آج لوگ جسمانی معراج کا انکار کرنے لگے اب اگر کوئی صرف اتنا کہے کہ میں معراج مانتا ہوں جسمانی کا لفظ نہ بولے ہم یہ نہیں سمجھیں گے کہ یہ معراج کا قائل ہے تو جسمانی کا لفظ لگانے کی اب ضرورت پڑی کیونکہ جسمانی کے منکر دنیا میں پیدا ہو گئے ہیں۔

اور جس وقت تک یہ منکر نہیں تھے اس وقت تک جتنی کتابیں لکھی گئی ہیں، ان میں جسمانی کی قید لگانے کی ضرورت نہیں تھی۔ اب قید تو ہم نے لگائی ان کو مسئلہ سمجھانے کے لئے اب یہ کہتے ہیں کہ جسمانی کا لفظ قرآن میں دکھاؤ۔ حالانکہ اگرچہ جسمانی کا لفظ قرآن میں نہیں لیکن سیاق و سباق اور احادیث اور اجماع اس بات پر دلالت کرتا ہے کہ معراج جسمانی ہوا۔ اسی طرح مولانا اشرف علی تھانوی رحمہ اللہ اور مولانا کاندھلوی رحمہ اللہ کے زمانے میں عالم قبر کا انکار کرنے والے تو تھے لیکن اس گڑھے کا انکار کرنے والے نہیں تھے، یہ لوگ تو اب پیدا ہوئے ہیں۔ اس لئے انہوں نے عالم قبر پر قبر کا لفظ استعمال کر دیا ہے۔ یہ دونوں عبارتیں یہاں نقل کر دی جاتی ہیں۔

مولانا کاندھلوی رحمہ اللہ کا عقیدہ بعینہ وہی ہے جو سب اہل سنت والجماعت کا عقیدہ ہے۔ عقائد اسلام کے صفحہ ۵۸ پر لکھتے ہیں: "مرنے کے بعد زمانہ بعث تک انسان عالم برزخ میں رہتا ہے۔ کما قال اللہ تعالیٰ ومن ورائہم برزخ الی یوم یبعثون" اور اس کو عالم قبر بھی کہتے ہیں۔ (یعنی برزخ کو) اس پر ایمان لانا فرض اور لازم ہے۔

عقیدہ اوّل: قبر میں مومنوں اور کافروں سے منکر نکیر کا سوال حق ہے۔ قبر سے وہ گڑھا مراد نہیں جس میں مردہ جسم دفن کیا جاتا ہے بلکہ عالم برزخ مراد ہے۔ (کیونکہ اس زمانے میں عالم برزخ کا انکار کرتے تھے) جو دنیا اور آخرت کے درمیان ایک عالَم ہے جو من وجہ دنیا کے مشابہ ہے اور من وجہ آخرت کے مشابہ ہے اس لئے کہ مرنے کے بعد اس کے ذاتی اعمال تو منقطع ہو جائیں گے لیکن زندوں کی دعاؤں اور صدقات اور خیرات سے اس کو نفع پہنچتا رہے گا۔ پچھلوں کی دعاؤں سے اس کے گناہ معاف ہوں گے تو جب قیامت کے دن قبر سے اٹھے گا تو پاک اور صاف اٹھے گا۔ اب یہاں یہ کہا ہے کہ گڑھا قبر نہیں عالم برزخ ہے)

خود اگلے صفحے پر لکھتے ہیں: ''عالم برزخ میں پہنچنے کے بعد سب سے پہلے جو بات پیش آتی ہے وہ منکر نکیر کا سوال و جواب ہے یہ اس وقت ہوتا ہے جس وقت خویش واقارب مردہ کو قبر میں رکھ کر واپس ہوتے ہیں تو کس قبر میں رکھتے ہیں وہ؟ اسی قبر میں رکھتے ہیں اور اسی میں سوال ہوتے ہیں۔''

مولانا لکھ رہے ہیں کہ تیرا رب کون ہے؟ تیرا دین کیا ہے؟ اور اس مرد یعنی محمد ﷺ کے بارے میں تو کیا کہتا ہے؟ اگر مسلمان ہے تو کہتا ہے کہ میرا رب اللہ ہے اور میرا دین اسلام ہے اور یہ شخص محمد رسول اللہ ﷺ ہیں۔ فرشتے کہتے ہیں کہ تجھے کیسے علم ہوا وہ کہتا ہے کہ میں نے اللہ کی کتاب پڑھی اور اس کی تصدیق کی۔ اب اسی کو حضور پر نور ﷺ فرماتے ہیں: ''یثبت اللہ الذین آمنوا بالقول الثابت فی الحیوٰۃ الدنیا'' اب دیکھیں ان میں اور مولانا کاندھلوی میں کتنا فرق ہو گیا۔ یہ کہتے ہیں کہ یہ قبر دنیا میں ہے اور حیات دنیوی نہیں، اگر دنیوی کہیں تو اس قبر میں حیات ماننی پڑے گی اور مولانا قرآن کی آیت پیش کر رہے ہیں کہ یہ سوال و جواب اور حیات اسی دنیا میں ہے یعنی اس دنیا والی قبر میں ہے تو جب یہ قبر دنیا میں ہے تو عالم برزخ میں جو جسم ہے وہ بھی دنیا میں اور روح کا تعلق علیین سجین کے ساتھ بھی اور جسم کے ساتھ بھی ہوتا ہے تو دیکھو حضرت رحمہ اللہ جسم کے عذاب وثواب دونوں کو مان رہے ہیں۔ اس کا انکار نہیں کر رہے۔

حضرت تھانوی رحمہ اللہ کی کتاب ہے ''احکام اسلام عقل کی روشنی میں'' اس کے ص ۲۵۶ اور ۲۶۵ پر یہ عذاب وثواب قبر کا ذکر کرتے ہیں تو فرماتے ہیں کہ: ''قبر یعنی عالم برزخ میں جسم دکھ یا سکھ میں ہوتا روح کے تابع ہوتا ہے۔ اس جگہ بدن ظاہر ہے اور روح پوشیدہ اور عالم قبر برزخ میں روح غالب اور ظاہر ہو گی اور بدن پوشیدہ اور برزخ کے احکام ارواح پر جاری ہوں گے۔ یعنی دکھ اور سکھ جب روح کو پہنچے گا تو صاحب روح کے بدن پر بھی سرایت کرے گا۔

مولانا بالکل واضح فرما رہے ہیں کہ سرایت کرتا ہے، عذاب کا جسم پر ظاہر ہونا ضروری نہیں۔

آگے لکھتے ہیں: ''عالم برزخ میں بھی جسم اور روح کے لئے دکھ اور سکھ سونے والے کو پہنچتا ہے۔ روح اور جسم دونوں کو۔ وہ اس کی روح پر جاری ہوتا ہے اور اس میں بدن اس کے تابع ہوتا ہے، ایسے ہی عالم برزخ میں جسم اور روح کو دکھ سکھ کا طریق جاری ہے بلکہ اس خواب سے بھی بڑھ کر ہو گا۔ کیونکہ اس عالم برزخ میں روح کا تعلق ظاہر ہونا بہت کامل ہے اور روح کا تعلق بدن سے گو عام حالات میں ظاہر نہیں لیکن ایک غیر معلوم وجہ یہ بھی رہتا ہے۔ بدن سے اس کا بالکل انقطاع اور جدائی نہیں ہوتی۔

یہ ساری بحث عذاب کی چل رہی ہے۔

ص ۲۰۵ پر کہتے ہیں: ''اس طرح بلاشبہ مرنے کے بعد بھی اجزاء بدن سے بھی روح کا تعلق رہتا ہے گو نیکوں کی روحیں علیین میں اور بدوں کی سجین میں ہوتی ہیں، لیکن روحوں کا روحانی تعلق ابدان کے ذرات کے ساتھ رہنا ضروری ہے، خواہ کسی کو قبر میں دفن کریں خواہ جلا دیں خواہ ڈوب جائے، ذرے ذرے کے ساتھ روح کا تعلق بالاتر از فہم رہتا ہے۔ جس کی نظیر ایک تار برقی کی کائی ہے تار برقی کا تعلق کہاں سے کہاں تک رہتا ہے۔

اب پاور ہاؤس کہاں ہے اور کہاں۔۔۔ اس کا تعلق پہنچا ہے اور اس پنکھے کے ساتھ بھی ہے اور اُس پنکھے کے ساتھ بھی ہے۔ یہ مثال دی ہے حضرت رحمہ اللہ نے۔ مگر اس دنیا کی آنکھیں محسوس نہیں کر سکتیں۔ ایسے ہی روح علیین سجین میں ہو تو بھی بدن کے ساتھ تعلق قائم رہتا ہے۔

حضرت تھانوی رحمہ اللہ اور حضرت کاندھلوی رحمہ اللہ بالکل جسم اور روح دونوں کے عذاب کے قائل ہیں۔ البتہ فرق یہ کر رہے ہیں اور یہ فرق ہم بھی کرتے ہیں کہ یہاں جسم کو اوّلیت حاصل ہے اس لئے جسم کے ذریعے سے روح کو دکھ پہنچتا ہے۔ کسی کی روح کو ستانا ہو تو جسم پر لاٹھی ماریں گے۔ جسم پر ٹھنڈا پانی ڈالیں گے۔ روح بھی ٹھنڈی ہو جائے گی۔ لیکن خواب میں روح پر پہلے حالات آتے ہیں جسم پر بعد میں مرتب ہوتے ہیں۔

ساری کارروائی روح کرتی رہی، آخر میں جسم ناپاک ہوتا ہے۔ پہلے ساری کارروائی روح نے کی اور جسم اس میں شریک نہیں تھا، لیکن روح کی طرف سے جسم پر احکام آئے ہیں۔ بیداری میں جسم سے روح کی طرف جاتے ہیں۔ اسی طرح عالم برزخ میں عذاب وثواب پہلے روح پر آتا ہے، پھر روح سے جسم پر۔ اس لئے اِس کو حیات جسمانی کہہ دیتے ہیں اُس کو حیات روحانی تو جیسے اس کو جسمانی کہنے کا کسی نے آج تک یہ مطلب نہیں سمجھا کہ جسم کے دکھ سکھ میں روح شریک نہیں۔ اسی طرح اس کو روحانی کہنے کا یہ مطلب بالکل نہیں کہ روح کے عذاب وثواب میں جسم شریک نہیں۔ لیکن یہاں اس کو جسمانی کہتے ہیں، اوّلیت کی وجہ سے کہ پہلے احکام جسم پر آتے ہیں، اس کے واسطے سے روح پر پہنچتے ہیں اور اس کو روحانی اس لئے کہتے ہیں کہ وہاں پہلے روح پر آتے ہیں۔ پھر اس کے واسطے سے جسم پر۔ جس طرح یہاں دکھ سکھ دونوں کو ہے۔

لیکن اگر بالفرض کوئی لکھ بھی دے کہ وہ حیات جسمانی نہیں، پھر بھی مطلب ہوگا کہ یہ کھلی جسمانی نہیں ہے یہ مطلب نہیں ہوگا کہ جسم عذاب وثواب میں شریک نہیں تو جس زمانے میں ایسے لوگ شرارتیں نہیں کرتے تھے۔ اس زمانے میں اگر کوئی اجمالاً لکھ جائے تو اس کا یہی مطلب ہوگا کہ کھلی حیات جسمانی نہیں، یہ مطلب نہیں ہوگا کہ بالکل جسم کو حیات نہیں۔

حضرت اوکاڑوی رحمہ اللہ نے فرمایا کہ: ابھی میں کراچی میں گیا تو مولانا زرولی صاحب نے مجھے فتح الباری دکھائی کہ لکھا ہے کہ حضرت پاک ﷺ روضہ میں حیات ہیں لیکن یہ حیات دنیوی نہیں ہے، پھر میں نے دو تین جگہ سے دکھایا کہ اس جسم میں وہ حیات مانتے ہیں تو یہ جو لکھا ہے کہ دنیوی نہیں، اس کا مطلب یہ ہے کہ دنیا جیسی کھلی حیات نہیں کہ سب کو نظر آئے۔ یہ مراد نہیں کہ حیات میں جسم شریک نہیں۔ میں نے کہا فتح الباری کے زمانے میں یہ فتنہ نہیں تھا اس لئے انہوں نے اجمال لکھ دیا ہے۔ اس لئے یاد رکھیں کہ جب تک فتنہ نہیں ہوتا علماء اجمال لکھ جاتے ہیں، اب

دیکھیں ختم نبوت کے بارے میں بھی پہلوؤں کی ایسی عبارتیں مل جاتی ہیں۔ کہ بھئی چونکہ عیسیٰ علیہ السلام نے آنا ہے اس لئے نبی آئے گا لیکن وہ اپنی شریعت پر عمل نہیں کرے گا حضور ﷺ کی شریعت پر عمل کرے گا۔ اب ان کے عقیدہ ختم نبوت میں کوئی فرق نہیں تھا۔ لیکن مرزے نے ان کی مجمل عبارتیں اٹھالیں کہ دیکھو جی مطلب یہ نکلا کہ حضرت ﷺ کے بعد صاحب شریعت نبی نہیں آسکتا غیر تشریعی نبی آسکتا ہے۔

ان بے چاروں کے فرشتوں کو بھی پتہ نہیں کہ ہماری عبارتوں کا انہوں نے یہ مطلب نکالنا ہے، لیکن چونکہ اس زمانے میں یہ فتنہ ان کے سامنے نہیں تھا۔ اس لئے وہ کسی جگہ بات مفصل لکھ گئے، جہاں ضمناً آئی مجمل لکھ گئے تو ایسی باتوں کو مفصل باتوں کے ساتھ ملا کر دیکھا جائے گا صرف مجمل کو نہیں دیکھا جائے گا۔ اسی طرح یہ قبر کا لفظ اس قبر کے لئے بھی استعمال ہوتا ہے اور عالم قبر کے لئے بھی استعمال ہوتا ہے۔

پہلے زمانے میں لوگ اس کو قبر کہتے تھے عالم قبر کو اس میں شریک نہیں مانتے تھے اور آج اس قبر کا انکار کرنے والے آ گئے ہیں۔ اگر اس فتنہ کے شروع ہونے سے پہلے اگر کسی نے یہ بات لکھی ہے۔ اجمالاً اور دوسری جگہ صراحت کر دی ہے کہ عذاب وثواب روح اور جسم دونوں کو ہے۔ اب ان کی اس صراحت کے بعد ان کی اجمالی عبارت کا وہ مطلب لینا جو یہ (مماتی) لیتے ہیں صحیح نہیں ہے کہ نہ سوال ہے، نہ عذاب ہے، نہ کچھ اور ہے۔ یہ ایک دھوکا ہے اور فریب ہے۔ تو ایسے اجمالات پہلے ہوتے ہیں، جوں جوں ٹکراؤ پیدا ہوتا ہے، لڑائی ہوتی ہے، پھر صراحت شروع کر دی جاتی ہے۔

حضرت اوکاڑوی رحمہ اللہ نے دوسری مثال دیتے ہوئے فرمایا کہ: ہم جب ختم نبوت پر تقریر کرتے ہیں تو میں ختم نبوت کا معنی کرتا ہوں کہ حضرت ﷺ کے بعد کوئی نبی پیدا نہیں ہوگا، تا کہ جو پہلے زندہ ہوں تو ختم نبوت کے خلاف نہ سمجھا جائے، اب یہ لفظ کوئی قرآن وحدیث میں نہیں۔ لیکن بات کو سمجھانے کے لئے آج کل یہ تعبیر ہم نے بنالی تا کہ کوئی دھوکہ لوگوں کو باقی نہ رہے تو قبر کے بارے میں یہ لوگ جو دھوکا دیتے ہیں تو بعض اوقات عالم قبر کے لئے لفظ قبر استعمال کر دیتے ہیں، لیکن دوسری جگہ وضاحت فرمارہے ہیں کہ اس قبر میں عذاب وثواب ہے اور جسم اور روح دونوں عذاب وثواب میں شریک ہیں۔ البتہ فرق یہ ہے کہ دنیا میں پہلے جسم کو عذاب ہوتا ہے اس کے واسطے روح کو پہنچتا ہے اور خواب میں اور قبر میں پہلے روح کو عذاب وثواب ہوتا ہے پھر اس کے واسطے سے جسم کو پہنچتا ہے۔

اب اگر کوئی یہ بات کہے کہ یہ حیات روحانی نہیں جسمانی ہے، جس طرح یہ بات غلط ہے اسی طرح یہ بات بھی غلط ہے کہ وہ حیات قبر والی روحانی ہے جسمانی نہیں۔ اب اس حیات کو جسمانی کہہ سکتے ہیں، لیکن اس کا یہ مطلب لینا کہ روح کو تکلیف نہیں پہنچتی یہ غلط ہے۔ اسی طرح قبر والی حیات کو روحانی کہہ سکتے ہیں، لیکن اس کا یہ مطلب لینا کہ جسم کو عذاب وثواب نہیں ہوتا یہ بھی غلط ہے۔ اسی طرح اگر پہلے کسی نے لکھ دیا ہو کہ وہ حیات (قبر والی) روحانی ہے، جسمانی نہیں، تو اس جسمانی نہ ہونے کا مطلب یہ ہے کہ وہاں احکام پہلے روح پر آتے ہیں۔ پھر اس کے واسطے سے جسم پر آتے ہیں۔ اس کو حیات جسمانی کہو تو بھی دکھ سکھ دونوں کو ہے اور اگر حیات روحانی کہو تو تب بھی دکھ سکھ دونوں کو ہے۔ لیکن یہاں اوّلیت جسم کو حاصل ہے وہاں اوّلیت روح کو حاصل ہے۔ صرف اتنا فرق ہے اور اتنے فرق سے یہ لوگ لوگوں کو دھوکہ دیتے ہیں۔ اب ہم قبر عذاب وثواب ثابت کرتے ہیں قرآن پاک سے۔

پہلی آیت: امام بخاری ؒ پہلی آیت نقل فرماتے ہیں: ''ولو تری اذ الظلمون فی غمرات الموت والملئکۃ باسطوا ایدیھم اخرجوا انفسکم الیوم تجزون عذاب الھون بما کنتم تقولون علی اللہ غیر الحق وکنتم عن آیتہ تستکبرون''

اچھی طرح یہ بات سمجھ لیں، یہ جو ظالم ہیں جن کو موت آرہی ہے، یہ موت اسی جسم کو آرہی ہے یا خواب خیال والے جسم کو؟ اسی جسم کا ذکر ہے اور ظلم انہوں نے اسی جسم کے ساتھ کیا ہے یا خواب وخیال والے جسم کے ساتھ؟ اسی جسم کے ساتھ ظلم کرتا ہے۔ ''والملئکۃ باسطوا ایدیھم'' اب ملائکہ اسی جسم کی طرف ہاتھ پھیلاتے ہیں یا خواب وخیال والے جسم کی طرف؟ اسی جسم کی طرف ہاتھ بڑھاتے ہیں۔ اخرجوا انفسکم اس جسم سے روح نکالتے ہیں یا خواب خیال والے جسم سے؟ اسی جسم سے نکالتے ہیں۔

آگے ہے: ''الیوم تجزون عذاب الھون'' اسی جسم اور روح کو خطاب کر کے کہہ رہے ہیں کہ آج ہی تم کو عذاب شروع ہو جائے گا تو معلوم ہوا کہ عذاب تو اس وقت شروع ہو رہا ہے الیوم ایک عذاب ہے دوزخ کا، وہ تو دوزخ میں ڈالنے کے بعد ہوگا، الیوم سے پتہ چلا کہ مرنے کے بعد فوراً عذاب شروع ہو جاتا ہے، عذاب کا لفظ تو آ گیا (عذاب الھون) لیکن اس عذاب کا نام کیا ہے؟ تو اللہ کے نبی ﷺ نے اس عذاب کے دو نام رکھے ہیں۔ ایک عذاب قبر دوسرا عذاب میت۔

فرمایا: ''عذاب القبر حق'' (بخاری) اور فرمایا: ''ان المیت لیعذب فی قبرہ''

تاکہ جسم کو بھی عذاب میں شریک مانا جائے کیونکہ قبر میں جسم رکھا جاتا ہے۔ اب یہ لوگ کہتے ہیں قرآن میں عذاب قبر کا ذکر موجود نہیں۔ قرآن میں لفظ عذاب کے ساتھ قبر کا ذکر یقیناً موجود نہیں ہے۔ البتہ اس عذاب کا نام ''عذاب قبر'' اللہ کے نبی ﷺ نے رکھا ہے۔ یہ کہ اس عذاب کا نام عذاب میت ہے، اللہ کے نبی ﷺ نے رکھا ہے۔ یہ کہ اس عذاب کا نام عذاب میت ہے، اللہ کے نبی ﷺ نے رکھا ہے۔ نام اس لئے رکھا کہ جب عذاب دو تین قسم کے ہو گئے تو امتیاز کے لئے نام رکھنا پڑا۔

اب یہ لوگ بھی اس عذاب کا نام عذاب برزخ رکھتے ہیں۔ اگر ان کو نام رکھنے کا حق ہے تو اللہ کے نبی ﷺ کو کیوں نہیں ہے۔ اللہ کے نبی ﷺ نے اس کا نام رکھا عذاب القبر، عذاب میت۔ تو اس آیت مبارکہ سے معلوم ہوا کہ عذاب وثواب میں جسم اور روح دونوں شریک ہیں۔ اور مماتی اس آیت کے منکر ہیں وہ کہتے ہیں کہ عذاب صرف روح کو ہوتا ہے۔

عذاب قبر پر دوسری آیت: ''سنعذبھم مرتین ثم یردون الی عذاب عظیم''

اس آیت میں تین عذابوں کا ذکر ہے دو عذاب مرتین میں آ گئے، تیسرا عذاب عظیم میں اور تین ہی قسم کی سزاؤں کا شریعت میں ذکر ہے ایک دنیا میں، ایک قبر میں، ایک آخرت میں۔ دنیا میں سزائیں کہ چور کا ہاتھ کاٹ دو، زانی شادی شدہ کو سنگسار کر دو، مرتد کو قتل کر دو۔ اب یہ دنیا کی سزائیں جسم اور روح دونوں پر آتی ہیں یا صرف ایک چیز پر آتی ہیں؟ دونوں پر آتی ہیں۔ یہ جو پہلا عذاب سنعذبھم کا یہ جسم اور روح دونوں پر ہے یا صرف روح پر؟ یہ بھی دونوں پر ہے۔ اور جو تیسرا عذاب ہے آخرت والا وہ جسم اور روح دونوں پر ہے یا صرف روح پر؟ وہ بھی

دونوں پر ہے۔ کافروں کو یہی تو شبہ رہتا تھا کہ یہ ہڈیاں گل سڑ جائیں گی کیسے اٹھیں گی؟ ان کا حشر ہوگا؟ کیسے عذاب وثواب ہوگا؟

تو اگر عذاب وثواب صرف روح کو ہونا ہوتا تو اللہ تعالیٰ فرماتے کہ عذاب وثواب تو روح کو ہونا ہے اور وہ نہیں گلتی سڑتی۔ ان ہڈیوں کو عذاب ہونا ہی نہیں، اس جسم کو عذاب ہونا ہی نہیں۔ جیسا کہ مماتی کہتے ہیں۔ اگر یہ بات ہوتی تو اللہ تعالیٰ صاف فرماتے کہ عذاب صرف روح کو ہونا ہے اور وہ گلتی سڑتی نہیں۔ بلکہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا قل یحییھا الذی انشأھا اول مرۃ۔ انہی ہڈیوں کو اللہ نے زندہ کرنا ہے۔ پہلی مرتبہ شی بنانا مشکل ہوتی ہے دوبارہ بنانا مشکل نہیں ہوتی تو جس خدا نے پہلے ان کو بنا لیا وہ دوبارہ بھی کھڑا کرے گا تو پتہ چلا ان ہڈیوں نے ہی دوبارہ کھڑا ہونا ہے اور ان کو عذاب وثواب ہونا ہے تو جب دنیا کے عذاب وثواب میں جسم اور روح دونوں شریک، آخرت کے عذاب وثواب میں جسم اور روح دونوں شریک ہیں۔ اسی لئے اللہ کے نبی ﷺ نے اس کا نام ہی عذاب قبر رکھا کیونکہ قبر میں ہم جسم ہی رکھ کر آئے ہیں اس کا نام ہی عذاب میت رکھا۔

کیونکہ میت اس جسم کو کہتے ہیں امام بخاری رحمہ اللہ نے تیرہ باب میت پر باندھے ہیں سب جگہ میت سے یہی جسم مراد ہے۔ مثلاً...... باب غسل میت، باب کلام میت، باب سماع میت، باب الدخول علی المیت بعد الموت، باب یبدا بمیا من المیت، باب مواضع الوضوء من المیت، باب کیف الاشعار من المیت، باب الحنوط للمیت، باب قول النبی ﷺ یعذب المیت ببعض بکاء اھلہ علیہ، باب ما یکرہ من النیاحۃ علی المیت، باب المیت یسمع خفق النعال، باب ھل یخرج المیت من القبر واللحد لعلۃ الحدو الشق فی القبر، باب ثناء الناس علی المیت''

اب میت کا لفظ روح پر تو استعمال نہیں ہوتا۔ اس لئے اس عذاب کا نام ہی عذاب میت رکھ دیا تا کہ پتہ چل جائے کہ جسم کو بھی عذاب ہوتا ہے۔ یہ جو کہتے ہیں کہ قرآن میں عذاب قبر کا ذکر موجود نہیں یہ جھوٹ ہے قرآن میں یقیناً عذاب کا ذکر موجود ہے اور اس عذاب کا نام عذاب قبر نبی ﷺ نے رکھ دیا۔ عذاب میت نبی ﷺ نے رکھ دیا۔ اب اس آیت میں: ''سنعذبھم مرتین ثم یردون الی عذاب عظیم'' تین عذابوں کا ذکر آ گیا، پہلا دنیا میں، آخری آخرت میں اور درمیانہ عذاب اس کے بارے میں امام بخاری رحمہ اللہ سمجھا رہے ہیں کہ یہ عذاب قبر ہے تو جس طرح پہلا اور تیسرا عذاب جسم اور روح دونوں پر ہے۔ اسی طرح درمیانہ عذاب (عذاب قبر) یہ بھی جسم اور روح دونوں پر ہے۔

عذاب قبر پر تیسری آیت: ''وحاق بآل فرعون سوء العذاب النار یعرضون علیھا غدوا وعشیا ویوم تقوم الساعۃ ادخلوا آل فرعون اشد العذاب''

اب اس آیت مبارکہ میں بھی ایک عذاب کا ذکر ہے جو غرق ہونے کے بعد فوراً ہے اس کو سوء العذاب کہا گیا ہے وہ کس طرح ہے؟ النار یعرضون علیھا غدوا وعشیا اگلا عذاب ہے: ادخلوا آل فرعون اشد العذاب یہ تو قیامت کے دن ہوگا کہ فرعونی آگ میں داخل کئے جائیں گے۔ اب جو عذاب ہے وہ عرض نار ہے، عرض نار سے ان کو آگ پر بھونا جا رہا ہے، نہ کہ دخول نار سے۔

اب دیکھیں آیت مبارکہ میں مرنے کے بعد دو عذابوں کا ذکر آیا، ایک عرض نار سے عذاب ہے اور ایک دخول نار سے عذاب ہے۔ جو دخول نار سے عذاب ہے۔ اس کو عذاب دوزخ اور عذاب قیامت کہا جاتا ہے اور یہ جو

عرض نار والا عذاب ہے۔ اس کا نام عذاب قبر ہے جس طرح دوزخ کے عذاب میں آل فرعون کا جو لفظ ہے یہ جسم اور روح دونوں پر صادق آتا ہے یا صرف روح پر؟ جب دوزخ میں داخل ہوں گے تو روح اور جسم دونوں داخل ہوں گے یا صرف روح؟ تو جن کو دوزخ میں عذاب دیا جاتا ہے انہیں کو عرض نار سے عذاب دیا جارہا ہے۔

البتہ یہاں ان کے عذاب کو دائمی قرار دیا گیا ہے اور دوسروں کو صبح وشام ٹھکانا دکھایا جاتا ہے۔ جیسا کہ بخاری میں ہے اگر جنتی ہے تو جنت کا ٹھکانہ، اگر دوزخی ہے تو دوزخ کا ٹھکانا دکھایا جاتا ہے۔ لیکن آل فرعون کے لئے صبح وشام کی قید نہیں ان کو ہر وقت آگ پر بھونا جارہا ہے[1]

[1] اس آیت مبارکہ سے مندرجہ ذیل حضرات نے عذاب قبر پر استدلال کیا ہے۔ (۱) نبی اقدس ﷺ۔ (مصنف ابن ابی شیبۃ، صحیح بخاری، صحیح مسلم) (۲) عکرمہ۔ (قرطبی، تفسیر البحر المحیط) (۳) مقاتل۔ (قرطبی، الوسیط فی تفسیر القرآن، تفسیر ثمرقندی) (۴) محمد بن کعب۔ (تفسیر البحر المحیط) (۵) امام قرطبی۔ (تفسیر قرطبی) (۶) امام رازی۔ (تفسیر کبیر) (۷) امام بیضاوی۔ (تفسیر بیضاوی) (۸) امام اوزاعی۔ (تفسیر درمنثور، تفسیر ابن کثیر) (۹) ابن مردویہ۔ (تفسیر درمنثور) (۱۰) امام مجاہد۔ (تفسیر قرطبی، النکت والعیون تفسیر البحر المحیط، تفسیر ثمرقندی) (۱۱) قاضی شوکانی۔ (فتح القدیر) (۱۲) علامہ محمد بن علی الصابونی۔ (صفوۃ التفاسیر) (۱۳) شیخ الاسلام ابوالمظفر سمعانی۔ (تفسیر القرآن الکریم لابی المظفر السمعانی) (۱۴) حذیل بن شرحبیل۔ (المحرر الوجیز لابی محمد عبدالحق بن عطیہ اندلسی) (۱۵) سدی۔ (الوسیط فی تفسیر القرآن) (۱۶) علامہ جمال الدین قاسمی۔ (تفسیر القاسمی) (۱۷) سلیمان بن عمر العجیلی الشافعی۔ (الفتوحات الالہیۃ) (۱۸) علامہ زاہدی۔ (تفسیر زاہدی) (۱۹) امام ابن کثیر۔ (تفسیر ابن کثیر) (۲۰) محیی الدین شیخ زادہ۔ (حاشیہ شیخ زادہ علی البیضاوی) حوالہ جات کی اصل عبارات ملاحظہ فرمائیں: قولہ تعالی "فوقاہ اللہ سیئات ما مکروا" ای من الحاق انواع العذاب بہ فطلبوہ فما وجدوہ، لانہ فوض امرہ الی اللہ۔ قال قتادۃ۔ کان قبطیا فنجاہ اللہ مع بنی اسرائیل۔ فالھاء علی ھذا المؤمن آل فرعون۔ وقیل۔ انہا لموسی علی ما تقدم من الخلاف۔ "وحاق بآل فرعون سوء العذاب" قال الکسائی۔ یقال حاق یحیق حیقا وحیوقا اذا نزل ولزم۔ ثم بین العذاب فقال۔ "النار یعرضون علیہا" وفیہ ستۃ اوجہ۔ یکون رفعا علی البدل من "سوء" ویجوز ان یکون بمعنی ھو النار، ویجوز ان یکون مرفوعا بالابتداء۔ وقال الفراء۔ یکون مرفوعا بالعائد علی معنی النار علیہا یعرضون، فہذہ اربعۃ اوجہ فی الرفع، واجاز الفراء النصب، لان بعدھا عائدا وقبلہا ما یتصل بہ، و اجاز الاخفش الخفض علی البدل من "العذاب" والجمہور علی ان ھذا العرض فی البرزخ۔ واحتج بعض اھل العلم فی تثبیت عذاب القبر بقولہ "النار یعرضون علیہا غدوا او عشیا" ما دامت الدنیا۔ کذلک قال مجاھد وعکرمۃ۔ مقاتل ومحمد بن کعب کلہم قال۔ ھذہ الآیۃ تدل علی عذاب القبر فی الدنیا، الاترا ہ یقول عن عذاب الآخرۃ۔ "ویوم تقوم الساعۃ ادخلوا آل فرعون اشد العذاب" (الجامع لاحکام القرآن لابی عبد اللہ محمد بن احمد الانصاری القرطبی الجزء الاول) قولہ۔ عز وجل۔ "النار یعرضون علیہا غدوا وعشیا" فیہ ثلاثۃ اقاویل۔ احدھا۔ انہ یعرض علیہم مقاعدھم من النار غدوۃ وعشیۃ، فیقال۔ لآل فرعون ھذہ منازلکم، توبیخا، قالہ قتادۃ۔ الثانی۔ ان ارواحہم فی اجواف طیر سود تغدو علی جہنم وتروح فذلک عرضہا، قالہ ابن مسعود۔ الثالث۔ انہم یعذبون بالنار فی قبرھم غدوا وعشیا، وھذا لآل فرعون خصوصاً۔ قالہ مجاھد۔ ما کانت الدنیا۔ (النکت والعیون تفسیر الماوردی تصنیف ابی الحسن علی بن محمد بن حبیب الماوردی البصری) (المسألۃ الاولی) احتج اصحابنا بہذہ الایۃ علی اثبات عذاب القبر قالوا الآیۃ تقتضی عرض النار علیہم غدوا وعشیا، ولیس المراد منہ یوم القیامۃ لانہ قال "ویوم تقوم الساعۃ أدخلوا آل فرعون اشد العذاب"، ولیس المراد منہ ایضا الدنیا لان عرض النار علیہم غدوا وعشیا ما کان حاصلا فی الدنیا، فثبت ان ھذا العرض انما حصل بعد الموت وقبل یوم القیامۃ، وذلک یدل علی اثبات عذاب القبر فی حق ھؤلاء، واذا ثبت فی حقہم ثبت فی حق غیرھم لانہ لا قائل بالفرق، فان قیل لم لا یجوز ان یکون المراد من عرض النار علیہم غدوا وعشیا عرض النصائح علیہم فی الدنیا؟ لان اھل الدین اذا ذکروا الہم الترغیب والترھیب وخوفوھم بعذاب اللہ فقد عرضوا علیہم النار، ثم نقول فی الآیۃ ما یمنع من حملہ علی عذاب القبر وبیانہ من وجہین، (الاول) ان ذلک العذاب یجب ان یکون دائما غیر منقطع، وقولہ "یعرضون علیہا غدوا وعشیا" یقتضی ان لا یحصل ذالک العذاب الا فی ھذین الوقتین، فثبت ان ھذا لا یمکن حملہ علی عذاب القبر (الثانی) ان الغدوۃ والعشیۃ انما یحصلان فی الدنیا، اما فی القبر فلا وجود لہما، اثبت بہذین الوجہین انہ لا یمکن حمل ھذہ الایۃ علی عذاب القبر (والجواب) عن السؤال الاول ان فی الدنیا عرض علیہم کلمات تذکرھم امر النار، لا انہ یعرض علیہم نفس النار، فعلی قولہم یصیر معنی الآیۃ الکلمات المذکرۃ لامر النار کانت تعرض علیہم، وذلک یفضی الی ترک ظاہر اللفظ والعدول الی المجاز، اما قولہ الآیۃ تدل علی حصول ھذا العذاب فی ھذین الوقتین وذلک لا یجوز، قلنا لم لا یجوز أن یکتفی فی القبر بایصال العذاب الیہ فی ھذین الوقتین، ثم عند قیام القیامۃ یلقی فی النار فیدوم عذابہ بعد ذلک، وایضا لا یمتنع ان یکون ذکر الغدوۃ والعشیۃ کنایۃ عن الدوام کقولہ (بقیہ حاشیہ اگلے صفحہ پر)

ایک بات، اماں عائشہ کی حیرانگی

یہ آیات جن میں عذاب و ثواب قبر کا ذکر ہے یہ مکی ہیں اور سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا کی حدیث بخاری شریف (ص ۱۸۳ ج ۱) میں ہے: "عن عائشة ان یھودیة دخلت علیھا فذکرت عذاب القبر فقالت لھا اعاذک اللہ من عذاب القبر فسألت عائشة رسول اللہ ﷺ عن عذاب القبر فقال نعم عذاب القبر حق قالت عائشة فما رأیت رسول اللہ ﷺ بعد صلی صلوٰة الا تعوذ من عذاب القبر"۔

ترجمہ...... حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ ان کے پاس ایک یہودیہ نے آکر عذاب قبر کا ذکر کیا چنانچہ اس نے آپ ﷺ سے کہا کہ اللہ تعالیٰ آپ کو عذاب قبر سے پناہ دیں تو حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے رسول اللہ ﷺ سے عذاب قبر کے بارے میں سوال کیا تو آپ ﷺ نے فرمایا ہاں عذاب قبر حق ہے، حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے فرمایا کہ اس کے بعد میں نے رسول اللہ ﷺ کو کوئی نماز نہیں پڑھتے دیکھا مگر آپ ﷺ عذاب قبر سے پناہ مانگتے تھے۔

(گزشتہ صفحہ کا حاشیہ) "ولھم رزقھم، فیھا بکرة و عشیا" أما قوله انه لیس فی القبر و القیامة غدوة و عشیة قلنا لم لا یجوز أن یقال ان عند حصول ھذین الوقتین لاھل الدنیا یعرض علیھم العذاب؟ واللہ أعلم۔ (التفسیر الکبیر للامام الفخر الرازی) وقال فی مصیرھم فی البرزخ "النار یعرضون علیھا غدوا و عشیا" وقال فی عذابھم فی الآخرة۔ "ویوم تقوم الساعة ادخلوا آل فرعون اشد العذاب" (اضواء البیان فی ایضاح القرآن بالقرآن محمد الامین بن محمد المختار الجکنی الشنقیطی) "النار یعرضون علیھا غدوا و عشیا" جملة مستأنفة او النار خبر محذوف و یعرضون استئناف للبیان، او بدل و یعرضون حال منھا، او من الآل و قرئت منصوبة علی الاختصاص او باضمار فعل یفسره یعرضون مثل یصلون، فان عرضھم علی النار احراقھم بھا من قولھم۔ عرض الاساری علی السیف اذا قتلوا به، و ذلک لارواحھم کما روی ابن مسعود ان ارواحھم فی اجواف طیور سود تعرض علی النار بکرة و عشیا الی یوم القیامة، و ذکر الوقتین تحتمل التخصیص و التائید، وفیه دلیل علی بقاء النفس وعذاب القبر۔ (تفسیر البیضاوی لامام ناصر الدین ابی سعید عبداللہ بن عمر بن محمد الشیرازی البیضاوی) واخرج ابن ابی الدنیا فی کتاب من عاش بعد الموت و ابن جریر عن الاوزاعی رحمہ اللہ انه سأله رجل فقال۔ یا ابا عمرو انا نری طیرا أسود تخرج من البحر فوجا فوجا لا یعلم عددھا الا اللہ تعالیٰ فاذا کان العشاء عاد مثلھا بیضا؟ قال۔ وفطنتم لذالک؟ قالوا۔ نعم۔ قال۔ ذلک فی حواصلھا ارواح آل فرعون "یعرضون علی النار غدوا وعشیا" فترجع و کورھا وقد احرقت ریاشھا وصارت سوداء، فینبت علیھا ریش ابیض وتتناثر السود، ثم تعرض علی النار، ثم ترجع الی و کورھا، فذالک دأبھم فی الدنیا، فاذا کان یوم القیامة قال اللہ "ادخلوا آل فرعون اشد العذاب" واخرج ابن ابی شیبة والبخاری ومسلم و ابن مردویه عن ابن عمر رضی اللہ عنہما قال۔ قال رسول اللہ ﷺ۔ ان احدکم اذا مات عرض علیه مقعده من الغداة والعشی۔ ان کان من اھل الجنة فمن اھل الجنة، وان کان من اھل النار فمن اھل النار۔ یقال ھذا مقعدک حتی یبعثک اللہ یوم القیامة۔ زاد ابن مردویه "النار یعرضون علیھا غدوا و عشیا" واخرج البزار و ابن ابی حاتم وصححه و ابن مردویه و البیھقی فی شعب الایمان عن ابن مسعود رضی اللہ عنہ عن النبی ﷺ قال۔ ما احسن محسن مسلم او کافر الا اثابه اللہ۔ قلنا یا رسول اللہ ﷺ ما اثابة الکافر؟ قال۔ المال، والولد، والصحة، واشباه ذالک۔ قلنا۔ وما اثابته فی الآخرة؟ قال۔ عذابا دون العذاب۔ وقرأ رسول اللہ ﷺ "أدخلوا آل فرعون اشد العذاب" قراءة مقطوعة الألف۔ (الدر المنثور فی التفسیر بالمأثور للامام الحافظ جلال الدین السیوطی رحمہ اللہ (ت ۹۱۱ھ) "النار یعرضون علیھا غدوا و عشیا" فارتفاع النار علی انھا یدل من سوء العذاب، وقیل علی انھا خبر مبتدا محذوف، او مبتدا و خبره یعرضون، والاول اولی و رجحه الزجاج وعلی الوجھین الاخیرین تکون الجملة مستألفة جواب سوال مقدر۔ وقری بالنصب علی تقدیر فعل یفسره یعرضون من حیث المعنی، ای یصلون النار یعرضون علیھا، او علی الاختصاص۔ وأجاز القراء الحفض علی البدل من العذاب۔ و ذھب الجمھور ان ھذا العرض ھو فی البرزخ، وقیل ھو فی الآخرة، قال القراء۔ ویکون فی الآیة تقدیم و تاخیر۔ ای ادخلوا آل فرعون اشد العذاب النار یعرضون علیھا غدوا و عشیا، ولا ملجی الی ھذا التکلف فان قوله "ویقوم الساعة ادخلوا ال فرعون اشد العذاب" یدل دلالة واضحة علی ان ذلک العرض ھو فی البرزخ۔ (فتح القدیر تالیف محمد بن علی بن محمد الشوکانی المتوفی ۱۲۵۰ھ) "وحاق بال فرعون سوء العذاب" ای و نزل بفرعون و جماعته اسوأ العذاب، وھو الغرق فی الدنیا، والحرق فی الآخرة، ثم فسره بقوله، "النار یعرضون علیھا غدوا و عشیا" ای النار یحرقون بھا صباحا و مساء قال المفسرون۔ المراد بالنار ھنا نار القبر وعذابھم فی القبور بدلیل قوله بعده، "ویوم تقوم الساعة ادخلوا آل فرعون اشد العذاب" (بقیہ حاشیہ اگلے صفحہ پر)

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ ایک یہودیہ میرے پاس آئی، اس نے میرے پاس عذاب قبر کا ذکر کیا تو میں حیران ہوگئی، اس نے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے کہا اللہ تجھے عذاب قبر سے بچائے، پھر میں نے (حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا) نے حضور ﷺ سے پوچھا کہ کیا ہمیں بھی قبر میں عذاب ہوگا؟ آپ اقدس ﷺ نے فرمایا۔ ہاں! گناہگاروں کو ہوگا۔ اس کے بعد حضرت اقدس ﷺ عذاب قبر کے بارے میں دعا بھی اونچی مانگا کرتے تھے۔

(گزشتہ صفحہ کا حاشیہ) ای و یوم القیامة یقال للملائکة۔ ادخلوا فرعون و قومه نار جهنم التی هی اشد من عذاب الدنیا۔ (صفوة التفاسیر للعلامة محمد علی الصابونی) قوله تعالی۔ "النار یعرضون علیها غدوا و عشیا" اکثر المفسرین أن هذا فی القبر۔ و من المعروف عن ابن مسعود انه قال۔ ارواح آل فرعون فی حواصل طیر سود یردون النار غدوا و عشیا۔ و قد ثبت بروایة مالک عن نافع، عن ابن عمر أن النبی ﷺ قال۔ "ان احدکم اذا مات یعرض علیه معقده بالغداة و العشی، ان کان من اهل الجنة فالجنة، وان کان من اهل النار النار، ویقال۔ هذا مقعدک یوم القیامة" قال ﷺ۔ اخبرنا بذلک المکی بن عبدالرزاق الکشمیهنی، اخبرنا ابو الهیثم حدی، اخبرنا الفربری، اخبرنا البخاری، اخبرنا اسماعیل بن ابی اویس، عن مالک ۰۰۰ الحدیث و فی الآیة قول آخر۔ وهو انه العرض علی النار یوم القیامة۔ قال الفراء۔ و فی الآیة تقدیم و تأخیر، و کانه قال۔ و یوم تقوم الساعة أدخلوا آل فرعون اشد العذاب، النار یعرضون علیها غدوا و عشیا، وهذا قول فاسد، و الصحیح هو الاول۔ و قوله۔ "و یوم تقوم الساعة أدخلوا آل فرعون اشد العذاب" قرئ۔ "ادخلوا آل فرعون اشد العذاب" علی الأمر لآل فرعون بالدخول۔ و قرئ۔ "ادخلوا آل فرعون اشد العذاب" علی الأمر لحرقة النار۔ و الدلیل علی ان الصحیح هو القول الاول قال۔ "یعرضون علیها غدوا و عشیا" اذا کان یوم القیامة، فهو الادخال حقیقة لا العرض، و انما العرض فی القبر علی ما ورد فی الحدیث۔ (تفسیر القرآن للامام العلامة شیخ الاسلام حجة اهل السنة و الجماعة ابی المظفر السمعانی منصور بن محمد بن عبدالجبار التمیمی المروزی الشافعی السلفی) قوله تعالی۔ "النار یعرضون علیها" (النار) رفع علی البدل من (سوء) و قالت فرقة۔ (النار) رفع بالابتداء، و خبره (یعرضون) و قالت فرقة۔ هذا الغدو و العشی هو فی الدنیا، ای فی کل غدو و عشی من ایام الدنیا یعرض آل فرعون علی النار، و روی فی ذلک عن الهذیل بن شرحبیل، و السدی أن ارواحهم فی اجواف طیر سود تروح بهم و تغدو الی النار، و قاله الاوزاعی حین قال له رجل۔ انی رأیت طیورا بیضا تغدو من البحر ثم ترجع بالعشی سودا مثلها، قال الاوزاعی۔ تلک هی التی فی حواصلها ارواح آل فرعون، یحترق ریشها و یسود بالعرض علی النار، و قال کعب بن محمد القرظی و غیره۔ اراد تعالی انهم یعرضون فی الآخرة علی النار علی تقدیر ما بین الغدو و العشی، اذ لا غدو و لا عشی فی الآخرة، و انما ذلک علی التقدیر بایام الدنیا۔ (المحرر الوجیز فی تفسیر الکتاب العزیز لابی محمد عبدالحق بن عطیه الاندلسی) "النار یعرضون علیها غدوا و عشیا" جملة مستأنفة مبینة لکیفیة نزول العذاب بهم۔ علی ان (النار) مبتداء و جملة (یعرضون) خبره۔ و علی الثانی، فالنار خبر لمحذوف و هو خبر العذاب السیئ۔ أو هی بدل من (سوء العذاب) و المراد عرض أرواحهم علیها دائما۔ و اکتفی بالطرفین المحیطین۔ الغدو و العشی۔ عن الجمیع۔ و به یستدل علی عذاب القبر و البرزخ۔ (تفسیر القاسمی المسمی محاسن التاویل تالیف علامة الشام محمد جمال الدین القاسمی) قوله "فوقاه الله سیئات ما مکروا" ای شدائد مکرهم و ما هموا به من الحاق انواع العذاب بمن خالفهم و نجا ذلک الرجل مع موسی علیه السلام من الغرق اه أبو السعود (قوله قومه معه) و عدم التصریح به للاستغناء بذکرهم عن ذکره ضرورة أنه اولی منهم بذلک اه أبو السعود (قوله النار) مبتدا و جملة یعرضون علیها خبره و الجملة مستأنفة هذا هو المناسب لصنیعه حیث فسر سوء العذاب بالغرق و قدر ثم فی الدخول علی ما بعدها لیشیر الی أنه مستانف و قوله یعرضون علیها ای تعرض ارواحهم من حین موتهم الی قیام الساعة هذا ما رواه ابن مسعود لیغایر قوله و یوم تقوم الساعة الخ اه شیخنا و فی القرطبی و الجمهور علی أن هذا العرض فی البرزخ و احتج بعض أهل العلم علی اثبات عذاب القبر بقوله النار یعرضون علیها غدوا و عشیا ما دامت الدنیا کذلک قال مجاهد و عکرمة و مقاتل و محمد بن کعب کلهم قال هذه الآیة تدل علی عذاب القبر فی الدنیا ألا تراه یقول عن عذاب الآخرة و یوم تقوم الساعة أدخلوا آل فرعون اشد العذاب و فی الحدیث عن ابن مسعود أن أرواح آل فرعون و من کان مثلهم من الکفار تعرض علی النار بالغداة و العشی فیقال هذه دارکم و عنه ایضا أن أرواحهم فی جوف طیر سود تغدو علی جهنم و تروح کل یوم مرتین۔ (الفتوحات الالهیة سلیمان بن عمر العجلی الشافعی الشهیر بالجمل المتوفی سنة ۱۲۰۴) "فوقاه الله سیئات ما مکروا" ما ارادوا به من الشر، (و حاق) احاط و نزل بهم (سوء العذاب) قال الکلبی۔ غرقوا فی البحر و دخلوا النار۔ و ذلک قوله "النار یعرضون علیها غدوا و عشیا" قال ابن مسعود رضی اللہ عنہ ان ارواح آل فرعون فی اجواف طیر سود یعرضون علی النار کل یوم مرتین، فقال۔ یا آل فرعون هذه دارکم و قال مقاتل۔ تعرض روح کل کافر علی النار غدوا و عشیا ما دامت الدنیا، و هو قول قتادة و السدی و الکلبی۔ اور محشی لکھتے ہیں: قال ابن کثیر فی تفسیره۔ و هذه الآیة اصل کبیر فی استدلال اهل السنة علی عذاب البرزخ فی القبور، و هو قوله تعالی، "النار یعرضون علیها غدوا و عشیا" (بقیہ حاشیہ اگلے صفحہ پر)

سوال: کیا یہ آیات اماں عائشہ رضی اللہ عنہا کو نہیں آتی تھیں کہ وہ عذاب قبر کا ذکر سن کر حیران ہو رہی ہیں؟

(گزشتہ صفحہ کا حاشیہ) قال۔ ولکن هنا سؤال، وهو انه لا شک ان هذه الآية مکية، وقد استدلوا بها علی عذاب القبر فی البرزخ، وقد قال الامام احمد۔ ثنا هاشم۔ هو ابن القاسم ابو النضر۔ ثنا اسحاق بن سعید۔ هو ابن عمرو بن سعید بن العاص۔ ثنا سعید یعنی اباه۔ عن عائشة رضی اللہ عنہا۔ ان یهودیة کانت تخدمها، فلا تصنع عائشة رضی اللہ عنہا الیها شیئا من المعروف الا قالت لها الیهودیة۔ وقاک الله عذاب القبر، قالت عائشة رضی اللہ عنہا۔ فدخل رسول الله صلی اللہ علیہ وسلم علی فقلت یا رسول الله صلی اللہ علیہ وسلم هل للقبر عذاب قبل یوم القیامة؟ قال صلی اللہ علیہ وسلم لا، من زعم ذلک؟ قالت هذه الیهودیة لا اصنع معها شیئا من المعروف الا قالت۔ وقاک الله عذاب القبر، قال صلی اللہ علیہ وسلم وکذبت الیهودیة وهی علی الله اکذب، لا عذاب دون یوم القیامة ثم مکث بعد ذلک ما شاء الله ان یمکث، فخرج ذات یوم نصف النهار مشتملا بثوبه، محمرة عیناه وهو ینادی باعلی صوته، "القبر کقطع اللیل المظلم، ایها الناس۔ لو تعلمون ما اعلم بکیتم کثیرا وضحکتم قلیلا۔ ایها الناس۔ استعیذوا بالله من عذاب القبر، فان عذاب القبر حق، وهذا اسناد صحیح۔ انظر مسند الامام احمد ۶/۸۱۔ علی شرط البخاری ومسلم، ولم یخرجاه، قال۔ وروی احمد ومسلم۔ ثنا یزید، ثنا سفیان، عن الزهری، عن عروة، عن عائشة رضی اللہ عنہا قالت۔ سألتها امرأة یهودیة فاعطتها، فقالت لها۔ وقاک الله من عذاب القبر، فانکرت عائشة رضی اللہ عنہا ذلک، فلما رأت النبی صلی اللہ علیہ وسلم۔ قالت له، فقال صلی اللہ علیہ وسلم "لا" قالت عائشة رضی اللہ عنہا۔ ثم قال لنا رسول الله صلی اللہ علیہ وسلم بعد ذلک۔ "انه اوحی الی انکم تفتنون فی قبورکم"۔ انظر مسند الامام احمد ۶/۲۳۸۔ وهذا ایضا علی شرطهما قال۔ فیقال۔ فما الجمع بین هذا وبین کون الآیة مکیة وفیها الدلالة علی عذاب البرزخ؟ قال۔ الجواب أن الایة دلت علی عرض الارواح علی النار غدوا وعشیا فی البرزخ ولیس فیها دلالة علی اتصال تالمها باجسادها فی القبور۔ اذ یکون ذالک مختصا بالروح، فاما حصول ذلک للجسد فی البرزخ وتالمه بسببه، فلم یدل علیه الا السنة فی الاحادیث المرضیة الاتی ذکرها قال۔ وقد یقال۔ ان هذه الآیة انما نزلت للدلالة علی عذاب الکفار فی البرزخ، ولا یلزم من ذلک ان یعذب المؤمن فی قبره بذنب، قال۔ ومما یدل علی ذلک ما رواه الامام احمد۔ ثنا عثمان بن عمر، ثنا یونس عن الزهری عن عروة عن عائشة رضی اللہ عنہا ان رسول الله صلی اللہ علیہ وسلم دخل علیها وعندها امرأة من الیهود وهی تقول۔ اشعرت انکم تفتنون فی قبورکم؟ فارتاع رسول الله صلی اللہ علیہ وسلم وقال۔ "انما یفتن الیهود"۔ قالت عائشة رضی اللہ عنہا۔ فلبثنا لیالی، ثم قال رسول الله صلی اللہ علیہ وسلم "اشعرت انه اوحی الی انکم تفتنون فی القبور" وقالت عائشة رضی اللہ عنہا فکان رسول الله صلی اللہ علیہ وسلم بعد یستعیذ من عذاب القبر۔ انظر مسند الامام احمد ۶/۲۴۸۔ وهکذا رواه مسلم عن هارون بن سعید، و حرملة کلاهما عن ابن وهب عن یونس بن یزید الایلی عن الزهری به۔ انظر صحیح مسلم کتاب المساجد ومواضع الصلاة باب استحباب التعوذ من عذاب القبر۔ قال۔ وقد یقال۔ ان هذه الآیة دلت علی عذاب الارواح فی البرزخ، قال۔ ولا یلزم من ذلک ان یتصل بالاجساد فی قبورها، فلما اوحی الی النبی صلی اللہ علیہ وسلم فی ذلک بخصوصه استعاذ منه، والله سبحانه وتعالی اعلم۔ قال۔ وقد روی البخاری من حدیث شعبة، عن اشعث، عن ابن الشعثاء عن ابیه، عن مسروق، عن عائشة رضی اللہ عنہا ان یهودیة دخلت علیها فقالت۔ نعوذ بالله من عذاب القبر، فسألت عائشة رضی اللہ عنہا رسول الله صلی اللہ علیہ وسلم عن عذاب القبر، فقال صلی اللہ علیہ وسلم "نعم عذاب القبر حق"۔ قالت عائشة رضی اللہ عنہا۔ فما رأیت رسول الله صلی اللہ علیہ وسلم بعد صلی صلاة الا تعوذ من عذاب القبر۔ قال ابن کثیر۔ فهذا یدل علی انه بادر صلی اللہ علیہ وسلم الی تصدیق الیهودیة فی هذا الخبر، وقرر علیه، قال۔ وفی الاخبار المتقدمة انه انکر ذلک حتی جاءه الوحی، وقال۔ فلعلهما قضیتان، والله سبحانه اعلم قال۔ وأحادیث عذاب القبر کثیرة جدا۔ انظر تفسیر القرآن العظیم لابن کثیر ۴/۸۱، ۸۲۔ (الوسیط فی تفسیر القرآن المجید تالیف ابی الحسن علی بن احمد الواحدی (المتوفی ۴۶۸ھ)" النار یعرضون علیها غدوا وعشیا" آتش عرضه می کنند بر جان این ال فرعون بمدت بامداد و شبانگاه و این دلیلست که عذاب گور حقست بدان دلیل که گفت... "ادخلوا آل فرعون اشد العذاب" اندر آرید شان بسخت ترین عذاب سخت تر بقیامت اضافت کرد دالستیم که آن عذاب اول عذاب گورست۔ (تفسیر زاهدی ص ۳۵۱) واستدل مجاهد ومحمد بن کعب وعکرمة ومقاتل بقوله النار یعرضون علیها غدوا وعشیا أی عند موتهم علی عذاب القبر فی الدنیا۔ (تفسیر البحر المحیط ص ۴۶۸) (فوقاه الله سیئات ما مکروا) ای فی الدنیا والآخرة واما فی الدنیا فنجاه الله تعالی مع موسی علیہ السلام واما فی الآخرة فبالجنة (وحاق بآل فرعون سوء العذاب) وهو الغرق فی الیم ثم النقلة منه الی الجحیم فان ارواحهم تعرض علی النار صباحاً ومساءً الی یوم قیام الساعة فاذا کان یوم القیامة اجتمعت اروحهم واجسادهم فی النار ولهذا قال (ویوم تقوم الساعة ادخلوا آل فرعون اشد العذاب) ای اشده المأ واعظمه نکالاً وهذه الآیة اصل کبیر فی استدلال اهل السنة علی عذاب البرزخ فی القبور وهی قوله تعالی (النار یعرضون علیها غدواً وعشیاً) ولکن هنا سوال وهو انه لا شک ان هذه الآیة مکیة وقد استدل بها علی عذاب القبر فی البرزخ وقال الامام احمد حدثنا هاشم وهو ابن القاسم ابو النضر حدثنا اسحق بن سعید هو ابن عمرو بن سعید بن العاص حدثنا سعید یعنی اباه عن عائشة رضی اللہ عنہا ان یهودیة کانت تخدمها فلا تصنع عائشة رضی اللہ عنہا الیها شیئاً من المعروف الا قالت لها الیهودیة وقاک الله عذاب القبر قالت رضی اللہ عنہا فدخل رسول الله صلی اللہ علیہ وسلم علی فقلت یا رسول الله هل للقبر عذاب قبل یوم القیامة؟ قال صلی اللہ علیہ وسلم لا! من زعم ذلک؟ قالت هذه الیهودیة لا أصنع الیها شیئا من المعروف الا قالت وقاک الله عذاب القبر قال وکذبت یهود وهم علی الله اکذب لا عذاب دون یوم القیامة ثم مکث بعد ذلک ما شاء الله ان یمکث فخرج ذات یوم نصف النهار مشتملاً بثوبه محمرة عیناه وهو ینادی باعلی صوته (بقیہ حاشیہ اگلے صفحہ پر)

جواب: یقیناً حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کو یہ آیات آتی تھیں لیکن قرآن کی آیات میں کافروں کے عذاب کا ذکر ہے، اس لئے اماں جی نے یہی سمجھا کہ عذاب قبر صرف کافروں کے لئے ہے، مثال کے طور پر حیات عیسیٰ علیہ السلام کے باب میں رفع کا لفظ قرآن میں آ گیا، نزول کا حدیثوں میں آ گیا۔

(گزشتہ صفحہ کا حاشیہ) "القبر كقطع الليل المظلم، ايها الناس لو تعلمون ما اعلم بكيتم كثيرا و ضحكتم قليلاً ايها الناس استعيذوا بالله من عذاب القبر فان عذاب القبر حق" وهذا اسناد صحيح على شرط البخاري و مسلم و لم يخرجاه و روى احمد حدثنا يزيد حدثنا سفيان عن الزهري عن عروة عن عائشة رضي الله عنها قالت رضي الله عنها سألتها امرأة يهودية فأعطتها فقالت لها وقاك الله من عذاب القبر فانكرت عائشة رضي الله عنها ذلك فلما رأت النبي قالت له فقال "لا! قالت عائشة رضي الله عنها ثم قال لنا رسول الله صلى الله عليه وسلم بعد ذلك "وانه اوحي الي انكم تفتنون في قبوركم" وهذا ايضاً على شرطهما۔ فيقال فما الجمع بين هذا و بين كون الآية مكية و فيها دلالة على عذاب البرزخ؟ والجواب أن الآية دلت على عرض الارواح على النار غدوا و عشياً في البرزخ و ليس فيها دلالة على اتصال تألمها بأجسادها في القبور اذ قد يكون ذلك مختصاً بالروح فأما حصول ذلك للجسد في البرزخ و تألمه بسببه فلم يدل عليه الا السنة في الاحاديث المرضية الآتي ذكرها۔ وقد يقال ان هذه الآية انما دلت على عذاب الكفار في البرزخ ولا يلزم من ذلك ان يعذب المؤمن في قبره بذنب، و مما يدل على ذلك ما رواه الامام احمد حدثنا عثمان بن عمر حدثنا يونس عن الزهري عن عروة عن عائشة رضي الله عنها ان رسول الله صلى الله عليه وسلم دخل عليها و عندها امرأة من اليهود و هي تقول اشعرت انكم تفتنون في قبوركم فارتاع رسول الله صلى الله عليه وسلم وقال "انما يفتن يهود" قالت عائشة رضي الله عنها فلبثنا ليالي ثم قال رسول الله صلى الله عليه وسلم "الا انكم تفتنون في القبور و قالت عائشة رضي الله عنها فكان رسول الله صلى الله عليه وسلم بعد يستعيذ من عذاب القبر و هكذا رواه مسلم عن هارون بن سعيد بن حرملة كلاهما عن ابن وهب عن يونس بن يزيد الايلي عن الزهري به و قد يقال ان هذه الآية دلت على عذاب الارواح في البرزخ ولا يلزم من ذلك ان يتصل في الاجساد في القبور ها فلما اوحي الي النبي صلى الله عليه وسلم في ذلك بخصوصه استعاذ منه والله سبحانه و تعالى اعلم، وقد روى البخاري من حديث شعبة عن اشعث بن ابي الشعثاء عن ابيه عن مسروق عن عائشة رضي الله عنها ان يهودية دخلت عليها فقالت نعوذ بالله من عذاب القبر فسألت عائشة رضي الله عنها رسول الله صلى الله عليه وسلم عن عذاب القبر فقال رسول الله صلى الله عليه وسلم "نعم عذاب القبر حق" قالت عائشة رضي الله عنها فما رأيت رسول الله صلى الله عليه وسلم بعد صلى صلوة الا تعوذ من عذاب القبر۔ فهذا يدل على انه بادر الى تصديق اليهودية في هذا الخبر و قرر عليه و في الاخبار المتقدمة انه انكر ذلك حتى جاءه الوحي فلعلهما قضيتان والله سبحانه اعلم، و احاديث عذاب القبر كثيرة جداً و قال قتادة في قوله تعالى "غدوا و عشيا" صباحا و مساء أما بقية الدنيا يقال لهم يا آل فرعون هذه منازلكم توبيخاً و نقمة و صغاراً لهم و قال ابن زيد هم فيها اليوم يغدى بهم و يراح الى ان تقوم الساعة و قال ابن ابي حاتم حدثنا ابو سعيد حدثنا المحاربي حدثنا ليث عن عبدالرحمن بن سروان عن هزيل عن عبدالله بن مسعود رضي الله عنه قال ان ارواح الشهداء في اجواف طيور خضر تسرح بهم في الجنة حيث شاؤوا و ان ارواح ولدان المؤمنين في اجواف عصافير تسرح في الجنة حيث شاءت فتاوي الى قناديل معلقة في العرش و ان ارواح آل فرعون في اجواف طيور سود تغدوا على جهنم و تروح عليها فذلك عرضها، وقد رواه الثوري عن ابي قيس عن الهذيل بن شرحبيل من كلامه في ارواح آل فرعون و كذلك قال السدي و في حديث الاسراء من رواية ابي هارون العبدي عن ابي سعيد الخدري رضي الله عنه عن رسول الله صلى الله عليه وسلم قال فيه "ثم انطلق به الى خلق كثير من خلق الله رجال كل رجل منهم بطنه مثل البيت الضخم مصفدون على سابلة آل فرعون و آل فرعون يعرضون على النار غدوا و عشيا" و يوم تقوم الساعة ادخلوا آل فرعون اشد العذاب" و آل فرعون كالابل المسومة يخبطون الحجارة والشجر ولا يأكلون و قال ابن ابي حاتم حدثنا على بن الحسين حدثنا زيد بن اخرم حدثنا عامر بن مدرك الحارثي حدثنا عتبة يعني ابن يقظان عن قيس بن مسلم عن طارق عن شهاب عن ابن مسعود رضي الله عنه عن النبي صلى الله عليه وسلم قال "ما أحسن محسن من مسلم او كافر الا اثابه الله تعالى قال قلنا يا رسول الله صلى الله عليه وسلم ما اثابة الله الكافر؟ فقال "ان كان قد وصل رحماً او تصدق بصدقة او عمل حسنة اثابه الله تبارك و تعالى المال و الولد و الصحة و اشباه ذلك۔ قلنا فما اثابته في الآخرة؟ قال صلى الله عليه وسلم "عذاباً دون العذاب و قرأ "ادخلوا آل فرعون اشد العذاب" و رواه البزار في مسنده عن زيد بن اخرم ثم قال لا نعلم له اسناداً غير هذا و قال ابن جرير حدثنا عبدالكريم بن ابي عمير حدثنا حماد بن محمد بن الفزاري البلخي (بقیہ حاشیہ اگلے صفحہ پر)

اب قرآن وحدیث دونوں کے ماننے کے بعد پتہ چلا کہ کافروں کو بھی عذاب ہے اور گناہگار مومنوں کو بھی ہے۔ لیکن گناہگار مومنین کا عذاب تطہیر کے لئے ہے کہ اتنے سے پاک ہو جائے اور پھر دوزخ سے بچ جائے۔ ان کا عذاب بند بھی ہو جائے گا، جب ان کے گناہ اللہ تعالیٰ معاف فرما دیں گے۔

عذاب قبر پر چوتھی آیت مبارکہ: ''یثبت اللہ الذین آمنوا بالقول الثابت فی الحیوٰۃ الدنیا'' نبی ﷺ نے خود فرمایا ہے کہ یہ عذاب وثواب کے بارے میں نازل ہوئی ہے، یہاں ایک بات اچھی طرح ذہن میں رکھ لیں جیسا کہ پہلے گزر چکا ہے کہ ختم نبوت کا مسئلہ ہو یا حیات مسیح کا مسئلہ ہو اسی طرح جو مسائل چودھویں صدی میں چھیڑے گئے ہیں، ان کے بارے میں پہلی کتابوں میں ضمنی طور پر جہاں ذکر ہوا اجمال ہوتا ہے۔

(گزشتہ صفحہ کا حاشیہ) قال سمعت الاوزاعی و سأله رجلاً فقال رحمک اللہ رأینا طیوراً تخرج من بحر تأخذ ناحیة الغرب بیضاً فوجاً فوجاً لا یعلم عددها الا اللہ عز و جل فاذا کان العشی رجع مثلها سوداً قال و فطنتم الی ذلک؟ قال نعم، قال ان ذلک الطیر فی حواصلها ارواح آل فرعون یعرضون علی النار غدوا و عشیاً فترجع الی وکورها وقد اخترقت ارياشها و صارت سوداً فینبت علیها من اللیل ریش ابیض و یتناثر الاسود، ثم تغدو علی النار غدوا و عشیا ثم ترجع الی وکورها فذالک دأبهم فی الدنیا فاذا کان یوم القیامة قال اللہ تعالیٰ ''ادخلوا آل فرعون اشد العذاب قال و کانوا یقولون انهم ستمائة ألف مقاتل، وقال الامام احمد حدثنا اسحق حدثنا مالک النافع عن ابن عمر ؓ قال، قال رسول اللہ ﷺ ''ان احدکم اذا مات عرض علیه مقعده بالغداة و العشی ان کان من اهل الجنة فمن اهل الجنة و ان کان من اهل النار فمن اهل النار فیقال هذا مقعدک حتی یبعثک اللہ عز و جل الیه یوم القیامة اخرجاه فی الصحیحین من حدیث مالک به۔ (تفسیر ابن کثیر ص ۱۰۶-۱۰۵ ج۴) ''النار یعرضون علیها'' قال ابن عباس یعنی تعرض ارواحهم علی النار ''غدوا و عشیا'' هکذا قال قتادة و مجاهد، وقال مقاتل، تعرض روح کل کافر علی منازلهم من النار کل یوم مرتین، وقال ابن مسعود ''ارواحهم فی جوف طیر سود یرون منازلهم غدوة و عشیة'' وقال هدیل بن شرحبیل ''أرواح الشهداء فی جوف طیر خضر تأوی الی قنادیل معلقة بالعرش و ان ارواح آل فرعون فی جوف طیر سود تغدو و تروح علی النار فذلک عرضها، و الآیة تدل علی اثبات عذاب القبر لانه ذکر دخولهم النار یوم القیامة و ذکر انه تعرض علیهم النار قبل ذلک غدوا و عشیا۔ (تفسیر سمرقندی ص ۱۶۹ ج۳) ''النار یعرضون علیها ...'' واستدل بهذه الآیة علی ثبوت عذاب القبر اذ لیس المراد بها انهم یعرضون علیها فی الدنیا بان المذکور فیها ما کان حاصلاً فی الدنیا فثبت ان هذا العرض انما حصل بعد الموت و قبل یوم القیامة۔ ((حاشیه محی الدین شیخ زاده علی تفسیر البیضاوی مصنف محمد بن مصلح الدین مصطفی القوجوی الحنفی المعروف شیخ زاده المتوفی ۹۵۱ھ)(ص ۳۳۱ ج۷) (۷) ''النار یعرضون علیها غدوا و عشیا'' آتش عرضه می کند بر جان این ال فرعون بمدت بامداد و شبانگا'' و این دلیلست که عذاب گور حقست بدان دلیل که گفت... ''ادخلوا آل فرعون اشد العذاب'' اندر آرید شان بسخت ترین عذاب سخت تر بقیامت اضافت کرد دالبستیم که آن عذاب اول عذاب گورست۔ (تفسیر زاهدی ص ۳۵۱) (۷) قال۔ وقد یقال۔ ان هذه الآیة دلت علی عذاب الارواح فی البرزخ، قال ولا یلزم من ذلک أن یتصل فی الاجساد فی قبورها، فلما أوحی الی النبی ﷺ فی ذلک بخصوصه، استعاذ منه، واللہ سبحانه و تعالیٰ اعلم، قال۔ وقد روی البخاری من حدیث شعبة عن اشعث عن ابی الشعثاء عن ابیه عن مسروق عن عائشة ؓ ان یهودیة دخلت علیها فقالت، نعوذ باللہ من عذاب القبر، فسألت عائشة ؓ أن یهودیة دخلت فقالت، نعوذ باللہ من عذاب القبر، فسألت عائشة رضی اللہ عنها۔ فما رأیت رسول اللہ ﷺ بعد صلی صلاة الا تعوذ من عذاب القبر۔ (حاشیه زاد المسیر ص ۲۲۸ ج۷)

اسی طرح بعض تفاسیر میں بعض جگہ اجمال ہوتا ہے تو ایک قاعدہ یہ یاد رکھ لیں۔

قاعدہ: جب بھی وہ (مماتی) عذاب وثواب کے بارے میں کسی تفسیر کا حوالہ پیش کریں، آپ فوراً وہی تفسیر لے کر آیت: ''یثبت اللہ الذین آمنوا بالقول الثابت'' دکھا دیں کیونکہ یہ اصل بنیاد ہے، اللہ کے نبی ﷺ نے فرمایا عذاب وثواب قبر میں اب اس تفسیر میں پوری وضاحت ہوگی[1]۔

---

[1] اس آیت سے درج ذیل حضرات نے عذاب قبر پر استدلال کیا ہے۔(۱) نبی اقدس ﷺ۔(صحیح بخاری) (۲) سیدنا فاروق اعظم۔ (قرطبی) (۳) عبداللہ بن مسعود۔ (طبرانی، تفسیر ابن جریر وغیرہما) (۴) سیدہ عائشہ صدیقہ۔ (تفسیر درمنثور) (۵) حضرت ابوہریرہ۔(تفسیر درمنثور، تفسیر ابن جریر وغیرہما) (۶) عبداللہ بن عباس۔(تفسیر ابن جریر، تفسیر ابن ابی حاتم وغیرہما) (۷) حضرت براء بن عازب۔(صحیح بخاری) (۸) ابوسعید خدری۔(رضی اللہ عنہ) (مسند البزار، مسند الامام احمد وغیرہما) (۹) مجاہد۔(تفسیر ابن جریر) (۱۰) مسیب بن رافع۔(تفسیر درمنثور، تفسیر ابن جریر) (۱۱) ابن زید۔(تفسیر ابن جریر، تفسیر درمنثور) (۱۲) طاؤس۔(تفسیر ابن جریر، تفسیر ابن ابی حاتم) (۱۳) ابوقتادہ۔(تفسیر ابن ابی حاتم، المعجم الاوسط للطبرانی) (۱۴) امام رازی۔(تفسیر کبیر) (۱۵) امام طبرانی۔ (تفسیر درمنثور) (۱۶) ابن مردویہ۔ (تفسیر درمنثور) (۱۷) زمخشری۔ (کشاف) (۱۸) علی بن احمد۔ (تفسیر القرآن) (۱۹) عبدالرحمن بن ناصر السعدی۔ (تیسیر الکریم الرحمن فی تفسیر کلام المنان) (۲۰) محمد علی الصابونی۔ (صفوۃ التفاسیر) (۲۱) خالد بن عبدالقادر۔ (جامع التفاسیر) (۲۲) ابن المنذر۔ (تفسیر درمنثور) (۲۳) جمال الدین قاسمی۔ (تفسیر القاسمی) (۲۴) صدیق حسن خان۔(فتح البیان) (۲۵) سلیمان بن عمر العجلی۔(الفتوحات الالہیہ) (۲۶) ابوالحسن علی بن احمد الواحدی۔(الوسیط فی تفسیر القرآن) (۲۷) فقیہ ابواللیث ثمرقندی۔(تفسیر ثمرقندی) (۲۸) نورالدین ہیثمی۔(مجمع الزوائد ج ۳ ص ۱۲۹) (۲۹) ابن قیم الجوزیہ۔(الروح ص ۱۷، اعلام الموقعین ج ۱ ص ۱۳۶) (۳۰) محقق ابن تیمیہ (رحمہ اللہ) (فتاوی ابن تیمیہ ج ۴ ص ۲۷۳)

اس آیت سے سب نے قبر مراد لی ہے، البتہ فرق اتنا ہے کہ بعض نے ''الدنیا'' سے قبر مراد لی ہے اور بعض نے ''الآخرۃ'' سے قبر مراد لی ہے۔

جن حضرات نے ''الدنیا'' سے قبر مراد لی ہے، ان کے اسماء درج ذیل ہیں۔

(۱) قفال۔ (قرطبی) (۲) جماعہ۔ (قرطبی) (۳) براء بن عازب رضی اللہ عنہ۔ (قرطبی) (۴) ماوردی۔ (قرطبی) (۵) ابوالحسن بن علی واحدی۔(الوجیز) (۶) امام سیوطی رحمہ اللہ۔(درمنثور)

جن حضرات نے ''الآخرۃ'' سے قبر مراد لی ہے، ان کے اسماء درج ذیل ہیں۔

(۱) طاؤس رحمہ اللہ۔(النکت والعیون) (۲) قتادہ رحمہ اللہ۔(النکت والعیون) (۳) امام رازی رحمہ اللہ۔(تفسیر کبیر) (۴) علی بن احمد مہایمی رحمہ اللہ۔(تفسیر القرآن) (۵) اکثر مفسرین۔(اللباب فی علوم الکتاب) (۶) ابوحفص عمر بن علی رحمہ اللہ۔(ایضاً) (۷) قاضی بیضاوی رحمہ اللہ۔ (تفسیر بیضاوی) (۸) امام سیوطی رحمہ اللہ۔ (درمنثور) (۹) ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ۔ (درمنثور) (۱۰) ابن عباس رضی اللہ عنہ۔ (درمنثور) (۱۱) محمد علی الصابونی رحمہ اللہ۔(صفوۃ التفاسیر) (۱۲) شیخ الاسلام ابوالمظفر سمعانی رحمہ اللہ۔(تفسیر القرآن) (۱۳) ابومحمد عبدالحق اندلسی رحمہ اللہ۔ (المحرر الوجیز للاندلسی) (۱۴) جمال الدین قاسمی رحمہ اللہ۔ (تفسیر القاسمی) (۱۵) نواب صدیق حسن خان۔ (فتح البیان) (۱۶) ابوالحسن علی بن احمد الواحدی رحمہ اللہ۔ (الوسیط فی تفسیر القرآن) (۱۷) ابن کثیر رحمہ اللہ۔ (تفسیر ابن کثیر) (۱۸) فقیہ ابواللیث ثمرقندی رحمہ اللہ۔ (تفسیر ثمرقندی) نیز درج ذیل مفسرین نے اعادہ روح کا بھی ذکر کیا ہے۔(۱) تفسیر بیضاوی۔ (۲) درمنثور۔ (۳) مسند ابی داود الطیالسی۔ (۴) مصنف ابن ابی شیبہ۔ (۵) مسند احمد بن حنبل۔ (۶) الزہد لہناد بن السری۔ (بقیہ حاشیہ اگلے صفحہ پر)

(گزشتہ صفحہ کا حاشیہ) (۷) مسند عبد بن حمید۔ (۸) سنن ابی داود۔ (۹) تفسیر ابن جریر۔ (۱۰) تفسیر ابن ابی حاتم۔ (۱۱) ابن مردویہ۔ (۱۲) مستدرک للحاکم۔ (۱۳) عذاب قبر للبیہقی۔ (۱۴) ابو محمد عبد الحق اندلسی۔

احادیث عذاب قبر: شیخ عبد الرحمن بن ناصر السعدی لکھتے ہیں: کماتواترت بذالک النصوص من النبی ﷺ۔ (تیسیر الکریم الرحمن فی تفسیر کلام المنان)

عذاب قبر کی احادیث نبی اقدس ﷺ سے متواتر ہیں۔ ابو المظفر سمعانی رحمۃ اللہ علیہ لکھتے ہیں: واعلم ان سوال القبر ثابت فی السنة والایمان به واجب وقد وردت فیه الاخبار الکثیرة۔ (تفسیر القرآن للسمعانی) اور جان لے قبر کا سوال وجواب احادیث میں ثابت ہے۔ اس پر ایمان رکھنا واجب ہے، اس بارے میں کثیر احادیث مروی ہیں۔

ابو محمد عبد الحق اندلسی رحمۃ اللہ علیہ لکھتے ہیں: وذکر الطبری فی صفة مسئلة العبد فی قبره احادیث منها ما وقع فی الصحیح وهی من عقائد الدین والکرت ذلک المعتزلة ولم تقل ان العبد یسئل فی قبره وجماعة السنة تقول ان الله یخلق له فی قبر ادراکات وتحمیلا واما بحیاة کالمتعارقة واما بحضور الفنس وان لم تتلبس بالجسد کالعرف کل هذا جائز فی قدرة الله تعالی غیر ان فی الاحادیث انه یسمع خفق النعال، ومنها أنه یری الضوء کالشمس دنت للغروب وفیها انه یراجع وفیها فتعاد روحه الی جسده وهذا کله یتضمن الحیاة۔ (المحرر الوجیز)

بندے کے قبر میں سوال کی کیفیت کے بارے میں طبری نے جو احادیث نقل کی ہیں ان میں سے بعض صحیح میں ہیں اور یہ مسئلہ دین کے عقائد میں سے ہے اور معتزلہ نے اس کا انکار کیا ہے اور معتزلہ اس کے قائل نہیں ہیں کہ بندے سے قبر میں سوال ہوتا ہے اہل السنۃ والجماعت کہتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ قبر میں ادراکات اور حس کو پیدا کر دیتے ہیں۔ باقی رہا حیات متعارفہ اور حضور نفس سے حیات اگرچہ عرفی طور پر وہ تلبس جسد کے ساتھ نہ ہو یہ سب کا سب اللہ تعالیٰ کی قدرت میں ممکن ہے۔ البتہ احادیث میں یہ آیا ہے کہ میت جوتوں کی آواز بھی سنتی ہے اور یہ بھی آیا ہے کہ میت کے وقت سورج کی روشنی کی مثل روشنی بھی دیکھتی ہے اور یہ بھی ہے کہ سوالوں کے جواب دیتی ہے اور اس کی روح اس کے جسم کی کی طرف لوٹا دی جاتی ہے اور یہ تمام امور حیات کو متضمن ہیں۔ امام ابن قیم الجوزیہ رحمۃ اللہ علیہ لکھتے ہیں کہ: امام احمد بن حنبل رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا کہ عذاب قبر برحق ہے۔ ضال اور مضل کے علاوہ اس کا کوئی منکر نہیں ہے۔ ابن حنبل کہتے ہیں کہ میں نے اپنے والد امام احمد بن حنبل سے عذاب قبر کے بارے میں سوال کیا یہ احادیث صحیح ہیں۔ ہم ان پر ایمان رکھتے ہیں۔ نبی اقدس ﷺ سے اس قسم کی تمام احادیث جید ہیں، ہم ان پر ایمان رکھتے ہیں۔ اگر ہم رسول اللہ ﷺ کی احادیث کو رد کر دیں تو ہم نے اللہ کے حکم کو رد کر دیا۔ کیونکہ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں کہ: "جو تم کو رسول دے وہ لے لو۔" میں نے کہا: عذاب قبر برحق ہے؟ فرمایا: حق ہے۔ لوگوں کو قبروں میں عذاب ہوتا ہے۔ میں نے احمد بن حنبل کو کہتے سنا: ہم عذاب قبر، منکر نکیر، اس پر کہ میت سے قبر میں سوال ہوتا ہے اور یہ آیت: "یثبت الله۔۔۔الخ۔" قبر کے بارے میں نازل ہوئی۔ ان باتوں پر ایمان رکھتے ہیں۔ (الروح لابن قیم ص ۱۷)

محقق ابن تیمیہ رحمۃ اللہ علیہ سے پوچھا گیا کہ کیا میت قبر میں کلام کرتی ہے؟ فرمایا: کلام بھی کرتی ہے اور جو اس سے کلام کرے اس کو سنتی بھی ہے جیسا کہ صحیح بخاری میں ثابت ہے کہ نبی اقدس ﷺ نے فرمایا: میت قبر میں جوتوں کی کھنکھناہٹ سنتی ہے۔ (فتاوی ابن تیمیہ ج ۴ ص ۲۷۳)

ماقبل میں پیش کئے گئے تفسیری حوالہ جات کی اصل عبارات ملاحظہ فرمائیں۔ انبا عبد الرحمن، نا ابراهیم، نا آدم، ثنا حماد بن سلمة عن محمد بن عمرو، عن ابی سلمة، عن ابی هریرة، قال۔ تلا رسول الله ﷺ "یثبت الله الذین آمنوا بالقول الثابت فی الحیاة الدنیا وفی الآخرة" (الآیة ۲۷) فقال۔ ذاک اذا قیل له فی القبر۔ من ربک؟ وما دینک؟ (بقیہ حاشیہ اگلے صفحہ پر)

....

(حاشیہ گزشتہ صفحہ) ومن نبیک؟ فیقول۔ اللہ ربی، والاسلام دینی، ونبیی محمد جائنا بالبینات من عنداللہ فآمنت به وصدقت۔ فیقال۔ صدقت علی هذا عشت، وعلیه مت، وعلیه تبعث۔ (تفسیر مجاهد للامام المحدث المقرئ المفسر اللغوی ابو الحجاج مجاهد بن جبر التابعی المکی المخزومی ۲۰۴ ھیا ۱۰۱ ھ)"قوله تعالی۔ یثبت اللہ الذین امنوا بالقول الثابت فی الحیوة الدنیا وفی الآخرة ویضل اللہ الظلمین ویفعل اللہ مایشاء"قوله تعالی"یثبت اللہ الذین آمنوا بالقول الثابت" قال ابن عباس۔ هو لا اله الا اللہ۔ وروی النسائی عن البراء قال قال۔"یثبت اللہ الذین آمنوا بالقول الثابت فی الحیاة الدنیا وفی الآخرة نزلت فی عذاب القبر، یقال۔ من ربک؟ فیقول۔ ربی اللہ ودینی دین محمد، فذلک قوله۔"یثبت اللہ الذین امنوا بالقول الثابت فی الحیاة الدنیا وفی الآخرة" قلت۔ وقد جاء هکذا موقوفا فی بعض طرق مسلم عن البراء (انه) قوله، والصحیح فیه الرفع کما فی صحیح مسلم وکتاب النسائی وأبی داؤد وابن ماجه وغیرهم عن البراء عن النبیﷺ وذکر البخاری، حدثنا جعفر بن عمر، قال حدثنا شعبة عن علقمة بن مرثد عن سعد بن عبیدة عن البراء بن عازب عن النبی قال۔"اذا اقعد المؤمن فی قبره اتاه آت ثم یشهد ان لا اله الا اللہ وان محمدا رسول اللہﷺ فذلک قوله"یثبت اللہ الذین امنوا بالقول الثابت فی الحیاة الدنیا وفی الآخرة"۔ وقد بینا هذا الباب فی کتاب"التذکرة" وبینا هناک من یفتن فی قبره ویسال، فمن اراد الوقوف علیه تأمله هناک، وقال سهل بن عمار۔ رأیت یزید بن هرون فی المنام بعد موته، فقلت له۔ ما فعل اللہ بک؟ فقال۔ اتانی فی قبری ملکان فظان غلیظان، فقالا۔ ما دینک ومن ربک ومن نبیک؟ فاخذت بلحیتی البیضاء وقلت۔ المثلی یقال هذا وقد علمت الناس جوابکما ثمانین سنة؟ فذهبا وقالا۔ اکتبت عن حریز بن عثمان؟ قلت نعم۔ فقالا۔ انه کان یبغض (علیاً) فابغضه اللہ۔ وقیل۔ معنی۔"یثبت اللہ یدیمهم اللہ علی القول الثابت، ومنه قول عبداللہ بن رواحة۔"یثبت اللہ ما اتاک من حسن۔ تثبیت موسی ونصرًا کالذی نُصرا" وقیل۔ یثبتهم فی الدارین جزاء لهم علی القول الثابت۔ وقال القفال وجماعة۔"فی الحیاة الدنیا" ای فی القبر، لان الموتی فی الدنیا الی ان یبعثوا"وفی الآخرة" ای عند الحساب، وحکاه الماوردی عن البراء قال۔ المراد بالحیاة الدنیا المسائلة فی القبر، وبالآخرة المسائلة فی القیامة۔"ویضل اللہ الظالمین" ای عن حجتهم فی قبورهم کما ضلوا فی الدنیا بکفرهم فلا یلقنهم کلمة الحق، فاذا سئلوا فی قبورهم قالوا۔ لا ندری، فیقول۔ لا دریت ولا تلیت، وعند ذلک یضرب بالمقامع علی ما ثبت فی الاخبار، وقد ذکرنا ذلک فی کتاب"التذکرة" وقیل۔ یمهلهم حتی یزدادوا ضلالا فی الدنیا۔"ویفعل اللہ ما یشاء" من عذاب قوم واضلال قوم۔ وقیل۔ ان سبب نزول هذه الآیة ما روی عن النبی لما وصف مساءلة منکر ونکیر وما یکون من جواب المیت قال عمر۔ یا رسول اللہﷺ ایکون معی عقلی؟ قال۔"نعم" قال۔ کفیت اذا، فانزل اللہ عزوجل هذه الآیة۔ (الجامع لاحکام القرآن لابی عبد اللہ محمد بن احمد الانصاری القرطبی) وفی قوله تعالی" فی الحیاة الدنیا وفی الآخرة" وجهان۔ احدهما۔ أن المراد بالحیاة الدنیا زمان حیاته فیها، وبالآخرة المسألة فی القبر، قاله طاؤس وقتادة۔ الثانی۔ ان المراد بالحیاة الدنیا المسألة فی القبر أن یأتیه منکر ونکیر فیقولان له۔ من ربک وما دینک؟ ومن نبیک؟ فیقول۔ ان اهتدی۔ ربی اللہ ودینی الاسلام ونبی محمد۔"ویضل اللہ الظالمین" فیه وجهان۔ احدهما۔ عن حجتهم فی قبورهم، کما ضلوا فی الحیاة الدنیا بکفرهم۔ الثانی۔ یمهلهم حتی یزدادوا ضلالاً فی الدنیا۔"ویفعل اللہ مایشاء" فیه وجهان۔ احدهما۔ من امهال وانتقام۔ الثانی۔ من ضغطة القبر ومسألة منکر ونکیر۔ وروی ابن اسحاق أن النبی قال۔"لو نجا احد من ضمة القبر لنجا منه سعد بن معاذ، ولقد ضم ضمة۔ وقال قتادة۔ ذکر لنا ان عذاب القبر من ثلاثة۔ ثلث من البول۔ وثلث من الغیبة، وثلث من النمیمة۔ (بقیہ حاشیہ اگلے صفحہ پر)

....

(حاشیہ گزشتہ صفحہ) وسبب نزول هذه الآية ماروى عن النبی لما وصف مسألة منكر و نكير و ما يكون من جواب الميت قال عمر۔ يا رسول الله أيكون معی عقلی؟ قال۔ "نعم"۔ قال كفيت اذن، فانزل الله تعالى هذه الآية۔ (النكت والعيون تفسير الماوردی تصنيف ابی الحسن علی بن محمد بن حبيب الماوردی البصری) "يثبت الله الذين آمنوا بالقول الثابت" وهو قول لا اله الا الله "فی الحياة الدنيا" على الحق "وفی الآخرة" يعنی۔ فی القبر يلقنهم كلمة الحق عند سؤال الملكين۔ (الوجيز فی تفسير الكتاب العزيز لابی الحسن بن علی الواحدی المتوفی ۴۶۸ھ) "يثبت الله الذين آمنوا بالقول الثابت فی الحيوة الدنيا وفی الآخرة ويضل الله الظلمين ويفعل الله ما يشاء" "بالقول الثابت الذی ثبت بالحجة والبرهان فی قلب صاحبه وتمكن فيه، فاعتقده واطمأنت اليه نفسه، و تثبيتهم به فی الدنيا۔ انهم اذا فتنوا فی دينهم لم يزلوا، كما ثبت الذين فتنهم اصحاب الاخدود، والذين نشروا بالمناشير و مشطت لحومهم بأمشاط الحديد، وكما ثبت جرجيس و شمسون و غيرهما، و تثبيتهم فی الآخرة۔ انهم اذا سئلوا عند تواقف الاشهاد عن معتقدهم و دينهم، لم يتلعثموا ولم يبهتوا، ولم تحيرهم اهوال الحشر، وقيل معناه الثبات عند سؤال القبر۔ وعن البراء بن عازب رضی اللہ عنہ ان رسول الله صلی اللہ علیہ وسلم ذكر قبض روح المؤمن فقال "ثم يعاد روحه فی جسده فيأتيه ملكان فيجلسانه فی قبره و يقولان له۔ من ربك؟ وما دينك؟ ومن نبيك؟ فيقول۔ ربی الله ودينی الاسلام، ونبيی محمد۔ فينادی مناد من السماء ان صدق عبدی فذلك قوله۔ "يثبت الله الذين آمنوا بالقول الثابت"۔ (الكشاف لابی القاسم محمود بن عمر الزمخشری الخوارزمی (۴۶۷-۵۳۸ھ) وفی الآية قول آخر وهو القول المشهور أن هذه الآية وردت فی سؤال الملكين فی القبر، وتلقين الله المؤمن كلمة الحق فی القبر عند السؤال و تثبيته اياه على الحق۔ وعن النبی أنه قال فی قوله "يثبت الله الذين آمنوا بالقول الثابت فی الحياة الدنيا وفی الآخرة" قال "حين يقال له فی القبر من ربك وما دينك ومن نبيك فيقول ربی الله ودينی الاسلام ونبيی محمد والمراد من الباء فی قوله "بالقول الثابت" هو ان الله تعالى انما ثبتهم فی القبر بسبب مواظبتهم فی الحياة الدنيا على هذا القول، ولهذا الكلام تقرير عقلی وهو أنه كلما كانت المواظبة على الفعل اكثر كان رسوخ تلك الحالة فی العقل والقلب أقوى، فكلما كانت مواظبة العبد على ذكر لا اله الا الله وعلى التأمل فی حقائقها و دقائقها أكمل و أتم كان رسوخ هذه المعرفة فی عقله وقلبه بعد الموت أقوى و أكمل۔ قال ابن عباس۔ من داوم على الشهادة فی الحياة الدنيا يثبته الله عليها فی قبره و يلقنه اياها وانما فسر الآخرة ههنا بالقبر، لان الميت انقطع بالموت عن احكام الدنيا و دخل فی أحكام الآخرة وقوله "ويضل الله الظالمين" يعنی ان الكفار اذا سئلوا فی قبورهم قالوا۔ لاندری وانما قال ذلك لان الله اضله وقوله "ويفعل ما يشاء" يعنی ان شاء هدى وان شاء اضل ولا اعتراض عليه فی فعله البتة۔ (التفسير الكبير للامام الفخر الرازی) "يثبت الله الذين آمنوا بالقول" ای بقول الاسلام (الثابت) بالحجج (فی الحيوة الدنيا) فلا يغلبون بحجة ويحفظون انفسهم واولادهم وازواجهم واموالهم (وفی الآخرة) فلا يتلعثمون اذا سئلوا عن معتقدهم فی القبر ولا فی الموقف ولا تدهشهم اهوال القيامة۔ (تفسير القرآن المسمى تبصير الرحمن وتيسير المنان العلامة علی بن احمد بن ابراهيم المهايمی المتوفی ۸۳۵ھ) قوله تعالى۔ "يثبت الله الذين آمنوا بالقول الثابت" كلمة التوحيد، وهی قوله۔ لا اله الا الله "فی الحيوة الدنيا" يعنی قبل الموت، "وفی الآخرة" يعنی فی القبر هذا قول اكثر المفسرين۔ وقيل۔ "فی الحيوة الدنيا" فی القبر عند السؤال "وفی الآخرة" عند البعث، والاول اصح، لما روى البراء بن عازب ان رسول الله صلی اللہ علیہ وسلم قال۔ "المسلم اذا سئل فی القبر يشهد ان لا اله الا الله، وان محمدا رسول الله صلی اللہ علیہ وسلم، فذلك قوله سبحانه "يثبت الله الذين آمنوا بالقول الثابت فی الحيوة الدنيا وفی الاخرة" (بقیہ حاشیہ اگلے صفحہ پر)

....

(حاشیہ گزشتہ صفحہ) قال حین یقال لہ۔ من ربک ؟ وما دینک؟ ومن نبیک؟ فیقول۔ اللہ ربی، ودینی الاسلام، ونبیی محمد۔ والمشہور ان ھذہ الآیۃ وردت فی سؤال الملکین فی القبر، فیلقن اللہ المؤمن کلمۃ الحق فی القبر عند السؤال، و یثبتہ علی الحق۔ ومعنی "الثابت" ھو ان اللہ تعالی انما یثبتھم فی القبر لمواظبتھم فی الحیاۃ الدنیا علی ھذا القول۔ (اللباب فی علوم الکتاب تالیف الامام المفسر ابی حفص عمر بن علی ابن عادل الدمشقی الحنبلی المتوفی بعد ۸۸۰ ھجریہ) "یثبت اللہ الذین آمنوا بالقول الثابت الذی ثبت بالحجۃ عندھم وتمکن فی قلوبھم "فی الحیوۃ الدنیا" فلا یزالون اذا فتنوا فی دینھم کزکریا و یحی علیہما السلام و جرجیس و شمعون والذین فتنھم اصحاب الاخدود۔ "وفی الآخرۃ فلا یتلعثمون اذا سئلوا عن معتقدھم فی الموقف، ولا تدھشھم اھوال یوم القیامۃ۔ وروی انہ ذکر قبض روح المؤمن فقال۔ ثم تعاد روحہ فی جسدہ فیاتیہ ملکان فیجلسانہ فی قبرہ یقولان لہ۔ من ربک؟ وما دینک؟ ومن نبیک؟ فیقول۔ ربی اللہ، ودینی الاسلام، ونبیی محمد، فینادی مناد من السماء ان صدق عبدی فذلک قولہ۔ "یثبت اللہ الذین آمنوا بالقول الثابت "ویضل اللہ الظالمین" الذین ظلموا انفسھم بالاقتصار علی التقلید فلا یھتدوا الی الحق ولا یثبتون فی مواقف الفتن۔ "ویفعل اللہ مایشاء" من تثبیت بعض و اضلال آخرین من غیر اعتراض علیہ۔ (تفسیر البیضاوی لامام ناصر الدین ابی سعید عبداللہ بن عمر بن محمد الشیرازی البیضاوی) "یثبت اللہ الذین امنوا بالقول الثابت فی الحیوٰۃ الدنیا وفی الآخرۃ ویضل اللہ الظلمین ویفعل اللہ ما یشاء أخرج الطیالسی والبخاری ومسلم وأبو داؤد والترمذی والنسائی وابن ماجۃ وابن جریر وابن المنذر وابن ابی حاتم وابن مردویہ، عن البراء بن عازب رضی اللہ عنہ۔ ان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم قال۔ المسلم اذا سئل فی القبر، یشھد أن لا الہ الا اللہ وأن محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم۔ فذالک قولہ سبحانہ۔ "یثبت اللہ الذین امنوا بالقول الثابت فی الحیوٰۃ الدنیا وفی الآخرۃ" وأخرج ابن مردویہ عن البراء بن عازب رضی اللہ عنہ فی قول اللہ۔ "یثبت اللہ الذین امنوا بالقول الثابت فی الحیوٰۃ الدنیا وفی الآخرۃ" قال۔ ذالک فی القبر، ان کان صالحا وفق، وان کان لا خیر فیہ وجد أبلۃ۔ وأخرج الطیالسی وابن ابی شیبۃ فی المصنف وأحمد بن حنبل وھناد بن السری فی الزھد، وعبد بن حمید وأبو داؤد وابن جریر وأبن ابی حاتم وابن مردویہ والحاکم صححہ والبیہقی فی کتاب عذاب القبر، عن البراء بن عازب رضی اللہ عنہ قال۔ خرجنا مع رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فی جنازۃ رجل من الانصار فانتھینا الی القبر ولما یلحد فجلس رسول وجلسنا حولہ۔ وکأن علی رؤسنا الطیر۔ وفی یدہ عود اینکت بہ الأرض، فرفع رأسہ فقال۔ استعیذوا باللہ من عذاب القبر۔ مرتین او ثلاثا۔ ثم قال۔ ان العبد المؤمن اذا کان فی انقطاع من الدنیا واقبال من الآخرۃ، نزل ألیہ ملائکۃ من السماء بیض الوجوہ، کأن وجوھھم الشمس، معھم کفن من اکفان الجنۃ وحنوط من حنوط الجنۃ۔ حتی یجلسوا منہ مد البصر۔ ثم یجیئ ملک الموت، ثم یجلس عند رأسہ فیقول۔ ایتھا النفس المطمئنۃ، اخرجی الی مغفرۃ من اللہ ورضوان۔ قال۔ فتخرج۔۔۔۔۔تسیل کما تسیل القطرۃ من فی السقاء، وان کنتم ترون غیر ذالک، فیأخذھا، فاذا أخذھا لم یدعوھا فی یدہ طرفۃ عین، حتی یأخذوھا فیجعلوھا فی ذلک الکفن وفی ذلک الحنوط، ویخرج منھا أطیب نفحۃ مسک وجدت علی وجہ الأرض، فیصدون بھا فلا یمرون علی ملأ من الملائکۃ الا قالوا۔ ما ھذا الروح الطیب؟ فیقولون۔ فلان بن فلان۔ بأحسن اسمائہ التی کانوا یسمونھا فی الدنیا وحتی ینتھوا بھا الی السماء الدنیا، فیستفتحون لہ فیفتح لھم، فیشیعہ من کل سماء مقربوھا الی السماء التی تلیھا، حتی لنتھی بہ الی السماء السابعۃ، فیقول اللہ، اکتبوا کتاب عبدی فی علیین وأعیدوہ الی الأرض، فانی منھا خلقتھم وفیھا أعیدھم ومنھا أخرجھم تارۃ أخری۔ فتعاد روحہ فی جسدہ، فیأتیہ ملکان فیجلسانہ، فیقولان لہ۔ من ربک؟ فیقول۔ ربی اللہ۔ فیقولان لہ۔ ما دینک؟ فیقول۔ دینی الاسلام۔ (بقیہ حاشیہ اگلے صفحہ پر)

....

(حاشیہ گزشتہ صفحہ) فیقولان لہ۔ ما ھذا الرجل الذی بعث فیکم؟ فیقول۔ ھو رسول اللہ ﷺ فیقولان لہ، وما علمک؟ فیقول۔ قرأت کتاب اللہ فآمنت بہ وصدقت۔ فینادی مناد من السماء ان صدق عبدی، فافرشوہ من الجنۃ وألبسوہ من الجنۃ وافتحوا لہ بابا الی الجنۃ، فیأتیہ من روحھا وطیبھا ویفسح لہ فی قبرہ مد بصرہ، ویأتیہ رجل حسن الوجہ حسن الثیاب طیب الریح، فیقول۔ ابشر بالذی یسرک۔۔۔ ھذا یومک الذی کنت توعد۔ فیقول لہ۔ من أنت فوجھک الوجہ یجیئ بالخیر۔ فیقول لہ۔ أنا عملک الصالح۔ فیقول۔ رب اقم الساعۃ۔۔۔ رب أقم الساعۃ حتی أرجع الی اھلی ومالی۔ قال۔ وان العبد الکافر اذا کان فی انقطاع من الدنیا واقبال من الآخرۃ، نزل الیہ من السماء ملائکۃ سوء الوجوہ، معھم المسوح۔ فیجلسون منہ مد البصر، ثم یجیئ ملک الموت حتی یجلس عند رأسہ فیقول۔ ایتھا النفس الخبیثۃ، اخرجی الی سخط من اللہ وغضب۔ فتفرق فی جسدہ، فینتزعھا کما ینتزع السفود من الصوف المبلول، فیأخذھا۔ فأذا اخذھا لم یدعوھا فی یدہ طرفۃ عین حتی یجعلوھا فی تلک المسوح۔ ویخرج منھا کأنتن ریح جیفۃ وجدت علی وجہ الأرض۔ فیصعدون بھا۔۔۔ فلا یمرون بھا علی ملأ من الملائکۃ۔ الا قالوا۔ ما ھذا الروح الخبیث؟۔۔۔ فیقولون فلان بن فلان بأقبح اسمائہ التی کان یسمی بھا فی الدنیا۔ حتی ینتھی بھا الی السماء الدنیا، فیستفتح فلا یفتح لہ۔ ثم قرأ رسول اللہ ﷺ "لا تفتح لھم ابواب السماء" (الحج آیۃ ۳۱) فیقول اللہ عز وجل اکتبوا کتابہ فی سجین فی الارض السفلی۔ فتطرح روحہ طرحا۔ ثم قرأ رسول اللہ ﷺ "ومن یشرک باللہ فکانما خر من السماء فتخطفہ الطیر أو تھوی بہ الریح فی مکان سحیق" (الحج آیۃ ۳۱) فتعاد روحہ فی جسدہ ویأتیہ ملکان، فیجلسانہ فیقولان لہ۔ من ربک؟ فیقول۔ من ربک؟ ھاہ۔۔۔ ھاہ؟ ا۔۔۔ لا أدری۔ فیقولان لہ۔ ما دینک؟ فیقول۔ ھاہ۔۔۔ ھاہ؟ لا أدری۔ فیقولان لہ۔ ما ھذا الرجل الذی بعث فیکم؟ فیقول۔ ھاہ۔۔۔ ھاہ۔۔۔؟ لا ادری فینادی مناد من السماء، أن کذب عبدی، فافرشوہ من النار وافتحوا لہ بابا الی النار فیأتیہ من حرھا وسمومھا۔ ویضیق علیہ قبرہ حتی تختلف فیہ اضلاعہ، ویأتیہ رجل قبیح الوجہ، قبیح الثیاب، منتن الریح، فیقول ابشر بالذی یسوئک۔۔۔ ھذا یومک الذی کنت توعد فیقول، من انت؟ ا۔۔۔ فوجھک الوجہ یجیئ بالشر، فیقول۔ أنا عملک الخبیث۔ فیقول رب لا تقم الساعۃ۔ وأخرج ابن ابی شیبۃ عن البراء بن عازب رضی اللہ عنہ "یثبت اللہ الذین آمنوا بالقول الثابت فی الحیاۃ الدنیا" قال۔ التثبیت فی الحیاۃ الدنیا، اذا جاء الملکان الی الرجل والقبر فقالا لہ۔ من ربک؟ قال۔ ربی اللہ۔ قال۔ وما دینک؟ قال۔ دینی الاسلام۔ قالا۔ ومن نبیک؟ قال۔ نبی محمد فذلک التثبیت فی الحیاۃ الدنیا۔ وأخرج الطبرانی فی الأوسط وابن مردریہ، عن ابی سعید الخدری رضی اللہ عنہ۔ سمعت رسول اللہ ﷺ یقول فی ھذہ الآیۃ "یثبت اللہ الذین آمنوا بالقول الثابت فی الحیاۃ الدنیا" قال۔ "فی الآخرۃ" القبر۔ وأخرج ابن المنذر والطبرانی وابن مردویہ، عن ابن عباس رضی اللہ عنہما "یثبت اللہ الذین آمنوا بالقول الثابت فی الحیاۃ الدنیا وفی الآخرۃ قال۔ المخاطبۃ فی القبر۔ من ربک؟ وما ذینک؟ ومن نبیک؟ وأخرج ابن مردویہ عن عائشۃ قالت۔ قال النبی فی قول اللہ "یثبت اللہ الذین آمنوا بالقول الثابت فی الحیاۃ الدنیا وفی الآخرۃ" قال۔ ھذا فی القبر۔ وأخرج البیھقی فی عذاب القبر عن عائشۃ رضی اللہ عنہا قالت۔ قال رسول اللہ بی یفتن اھل القبور وفیہ نزلت "یثبت اللہ الذین آمنوا بالقول الثابتوأخرج البزار عن عائشۃ قالت۔ قلت یا رسول اللہ ﷺ تبتلی ھذہ الأمۃ فی قبورھا، فکیف بی وأنا امرأۃ ضعیفۃ؟ قال۔ "یثبت اللہ الذین آمنوا بالقول الثابت فی الحیاۃ الدنیا وفی الآخرۃ" وأخرج ابن جریر وابن مردویہ، عن البراء بن عازب عن النبی قال، وذکر قبض روح المؤمن۔ فیأتیہ آت فیقول۔ من ربک؟ فیقول۔ اللہ۔ فیقول۔ وما دینک؟ فیقول۔ الاسلام۔ فیقول۔ ومن نبیک؟ فیقول محمد۔ ثم یسأل الثانیۃ فیقول مثل ذلک،

(بقیہ حاشیہ اگلے صفحہ پر)

....

(حاشیہ گزشتہ صفحہ) ثم یسأل الثالثة ویؤخر أخذا شدیدا فیقول مثل ذلک۔ فذلک قول الله تعالیٰ۔ "یثبت الله الذین آمنوا بالقول الثابت" وأخرج ابن جریر وابن أبی حاتم والبیهقی فی عذاب القبر، عن ابن عباس قال۔ ان المؤمن اذا حضر الموت، شهدته الملائکة فسلموا علیه وبشروه بالجنة، فاذا مات، مشوا معه فی جنازته ثم صلوا علیه مع الناس، فاذا دفن، أجلس فی قبره فیقال له۔ من ربک؟ فیقول۔ ربی الله۔ فیقال له۔ من رسولک؟ فیقول۔ محمد۔ فیقال له۔ ما شهادتک؟ فیقول۔ أشهد أن لا اله الا الله وأشهد أن محمد رسول الله ﷺ۔ فذلک قوله۔ "یثبت الله الذین آمنوا ۰۰۰۰۰" الآیة۔ فیوسع له فی قبره مد بصره۔ وأما الکافر، فتنزل الملائکة فیبسطون ایدیهم۔ البسط هو الضرب۔ یضربون وجوههم وأدبارهم عند الموت، فاذا دخل قبره أقعد فقیل له من ربک فلم یرجع الیهم شیئا فذلک قوله۔ "ویضل الله الظالمین" وأخرج ابن جریر والطبرانی والبیهقی فی عذاب القبر، عن ابن مسعود قال۔ ان المؤمن اذا مات أجلس فی قبره، فیقال له۔ من ربک، ما دینک ومن نبیک؟ فیقول۔ ربی الله ودینی الاسلام، ونبیی محمد۔ فیوسع له فی قبره ویفرج له فیه۔ ثم قرأ "یثبت الله الذین آمنوا بالقول الثابت۔۔۔۔۔" الآیة۔ وان الکافر اذا دخل قبره، أجلس فقیل له۔ من ربک، ما دینک، ومن نبیک؟ فیقول لا أدری۔ فیضیق علیه قبره ویعذب فیه۔ ثم قرأ ابن مسعود "ومن اعرض عن ذکری فان له معیشة ضنکا" (طه، آیة ۱۲۴) وأخرج ابن ابی حاتم وابن منده والطبرانی فی الاوسط، عن ابی قتادة الأنصاری قال۔ ان المؤمن اذا مات أجلس فی قبره، فیقال له۔ من ربک؟ فیقول۔ الله۔ فیقال له من نبیک؟ فیقول۔ محمد بن عبدالله۔ فیقال له ذلک ثلاث مرات، ثم یفتح له باب الی النار فیقال له۔ انظر الی منزلتک لو زغت۔ ثم یفتح له باب الی الجنة فیقال له انظر الی منزلک فی الجنة ان ثبت۔ واذا مات الکافر، اجلس فی قبره فیقال۔ من ربک؟ من نبیک؟۔۔۔ فیقول۔ لا ادری۔۔۔ کنت اسمع الناس یقولون۔ فیقال له۔ لا دریت۔ ثم یفتح له باب الی الجنة فیقال له انظر الی منزلک لو ثبت، ثم یفتح له باب الی النار فیقال له۔ انظر الی منزلک اذ زغت۔ فذلک قوله۔ "یثبت الله الذین آمنوا بالقول الثابت فی الحیاة الدنیا" قال۔ لا اله الا الله۔ "وفی الآخرة قال۔ المسألة فی القبر۔ وأخرج أحمد وابن أبی الدنیا فی ذکر الموت، وابن أبی عاصم فی السنة، والبزار وابن جریر وابن مردویه والبیهقی فی عذاب القبر بسند صحیح، عن ابی سعید الخدری قال۔ شهدت مع رسول الله ﷺ جنازة فقال۔ یا ایها الناس، أن هذه الأمة تبتلی فی قبورها فاذا الانسان دفن فتفرق عنه اصحابه، جاءه ملک فی یده مطراق فأقعده قال ما تقول فی هذا الرجل؟ فان کان مؤمنا قال۔ اشهد أن لا اله الا الله وأن محمد عبده ورسوله فیقول له۔ صدقت۔ ثم یفتح له باب الی النار فیقول له۔ هذا کان منزلک لو کفرت بربک، فأما اذا امنت فهذا منزلک۔ فیفتح له باب الی الجنة، فیرید أن ینهض الیه فیقول له۔ اسکن۔ ویفتح له فی قبره۔ وان کان کافرا او منافقا، قیل له۔ ما تقول فی هذا الرجل؟ فیقول۔ لا ادری۔۔۔ سمعت الناس یقولون شیئا۔ فیقول لا دریت ولا تلیت ولا اهتدیت۔ ثم یفتح له باب الی الجنة فیقول۔ هذا منزلک لو آمنت بربک۔ فأما اذ کفرت به، فان الله أبدلک منه هذا، ویفتح له باب الی النار، ثم یقمعه مقمعة بالمطراق یسمعها خلق الله کلها غیر الثقلین۔ فقال بعض القوم۔ یا رسول الله ﷺ ما أحد یقوم علیه ملک فی یده مطراق الا هبل عند ذلک۔ فقال رسول الله ﷺ "یثبت الله الذین آمنوا بالقول الثابت وأخرج الطبرانی فی الأوسط وابن مردویه، عن ابی هریرة قال۔ شهدنا جنازة مع رسول الله ﷺ فلما فرغ من دفنها وانصرف الناس قال۔ انه الآن یسمع خفق نعالکم، أتاه منکر ونکیر۔۔۔ عیناهما مثل قدور النحاس، أنیابهما مثل صیاصی البقر، وأصواتهما مثل الرعد، فیجلسانه فیسألانه ما کان یعبد، ومن نبیه، فان کان ممن یعبد الله، قال۔ کنت أعبد الله، ونبیی محمد۔۔۔ جاءنا بالبینات والهدی فآمنا به واتبعناه فذلک، (بقیہ حاشیہ اگلے صفحہ پر)

....

(حاشیہ گزشتہ صفحہ) قوله۔ "يثبت الله الذين آمنوا بالقول الثابت في الحياة الدنيا و في الآخرة" فيقال له۔ على اليقين حييت و عليه مت و عليه تبعث۔ ثم يفتح له باب الى الجنة و يوسع له في حفرته۔ و ان كان من اهل الشك، قال لا أدري۔۔ سمعت الناس يقولون شيئا فقلته۔ فيقال له۔ على الشك حييت و عليه مت و عليه تبعث۔ ثم يفتح له باب الى النار و يسلط عليه عقارب و تنانين، لو نفخ أحدهم في الدنيا ما أنبت شيئا تنهشه، و تؤمر الأرض فتضم عليه حتى تختلف أضلاعه۔ و أخرج ابن ابي شيبة و هناد في الزهد، و ابن جرير و ابن المنذر و ابن حبان و الطبراني في الاوسط، و الحاكم و ابن مردويه و البيهقي، عن ابي هريرة قال۔ قال رسول الله ﷺ۔ و الذي نفسي بيده، ان الميت اذا وضع في قبره، انه ليسمع خفق نعالهم حين يولون عنه فاذا كان مؤمنا، كانت الصلاة عند رأسه و الزكاة عن يمينه و الصوم عن شماله۔ و فعل الخيرات و المعروف و الاحسان الى الناس من قبل رجليه۔ فيؤتى من قبل رأسه، فيقول الصلاة۔ ليس قبلي مدخل۔ فيؤتى عن يمينه، فتقول الزكاة۔ ليس قبلي مدخل۔ و يؤتى من قبل شماله، فيقول الصوم۔ ليس قبلي مدخل۔ ثم يؤتى من قبل رجليه، فيقول فعل الخيرات و المعروف و الاحسان الى الناس۔ ليس قبلي مدخل۔ فيقال له۔ اجلس۔ فيجلس و قد مثلت له الشمس قد قربت للغروب، فيقال۔ أخبرنا عما نسألك، فيقول دعني حتى أصلي۔ فيقال۔ انك ستفعل، فأخبرنا عما نسألك، فيقول۔ عم تسألوني؟ فيقال في هذا الرجل الذي كان فيكم؟ يعني النبي۔ فيقول اشهد أنه رسول الله ﷺ جاءنا بالبينات من عند ربنا فصدقنا و اتبعنا۔ فيقال له۔ صدقت۔ على هذا حييت و على هذا مت و عليه تبعث ان شاء الله و يفسح له في قبره مد بصره۔ فذلك قول الله۔ "يثبت الله الذين آمنوا بالقول الثابت في الحياة الدنيا و في الآخرة" و يقال۔ افتحوا له بابا الى النار، فيقال۔ هذا كان منزلك لو عصيت الله۔ فيزداد غبطة و سرورا، فيعاد الجسد الى ما بدا منه من التراب و يجعل روحه في النسيم الطيب، و هي طير خضر تعلق في شجر في الجنة۔ و أما الكافر، فيؤتى في قبره من قبل رأسه، فلا يوجد شيء۔ فيؤتى من قبل رجليه، فلا يوجد شيء۔ فيجلس خائفا مرعوبا۔ فيقال له۔ ما تقول في هذا الرجل الذي كان فيكم و ما تشهد به؟ فلا يهتدي لاسمه۔ فيقال۔ محمد۔ فيقول سمعت الناس يقولون شيئا فقلت كما قالوا۔ فيقال له۔ صدقت۔ على هذا حييت و عليه مت و عليه تبعث ان شاء الله و يضيق عليه قبره حتى تختلف أضلاعه۔ فذلك قوله تعالى۔ "و من اعرض عن ذكري فان له معيشة ضنكا" (طه۔ ۱۲۴) فيقال۔ افتحوا له بابا الى الجنة۔ فيفتح له باب الى الجنة۔ فيقال هذا منزلك و ما اعد الله لك لو كنت أطعته، فيزداد حسرة و ثبورا۔ ثم يقال۔ افتحوا له بابا الى النار فيفتح له باب اليها فيقال له۔ هذا منزلك و ما أعد الله لك۔ فيزداد حسرة و ثبورا۔ و أخرج ابن جرير و ابن مردويه، عن ابي هريرة رضی اللہ عنہ قال۔ تلا رسول الله ﷺ "يثبت الله الذين آمنوا بالقول الثابت في الحياة الدنيا و في الآخرة" قال۔ ذاك اذا قيل في القبر۔ من ربك، و ما دينك؟ فيقول ربي الله، و ديني الاسلام، و نبيي محمد جاءنا بالبينات و الهدى من الله فآمنت به و صدقت۔ فيقال له۔ صدقت، على هذا عشت و عليه مت و عليه تبعث۔ و أخرج ابن جرير عن طاؤس في قوله۔ "يثبت الله الذين آمنوا بالقول الثابت في الحياة الدنيا و في الآخرة" الآية۔ هي فتنة القبر۔ و أخرج ابن أبي شيبة و ابن جرير عن المسيب بن رافع رحمہ اللہ في قوله۔ "يثبت الله الذين آمنوا بالقول الثابت في الحياة الدنيا" الآية۔ قال۔ نزلت في صاحب القبر۔ و أخرج ابن جرير عن ابن زيد رحمہ اللہ في الآية قال۔ نزلت في الميت الذي يسأل في قبره عن النبي۔ و أخرج ابن جرير عن مجاهد "يثبت الله الذين آمنوا ـــــ" الآية۔ قال هذا في القبر و مخاطبته۔ و أخرج ابن جرير و عبد الرزاق و ابن المنذر و ابن ابي حاتم، عن طاوس رحمہ اللہ "يثبت الله الذين آمنوا بالقول الثابت في الحياة الدنيا" قال۔ لا اله الا الله "و في الآخرة" قال المسألة في القبر۔ و أخرج عبد بن حميد و ابن المنذر و ابن أبي حاتم، عن قتادة رحمہ اللہ في قوله۔ (بقیہ حاشیہ اگلے صفحہ پر)

(حاشیہ گزشتہ صفحہ) "یثبت الله الذین آمنوا بالقول الثابت فی الحیاۃ الدنیا وفی الآخرۃ" قال۔ أما الحیاۃ الدنیا، فیثبتھم بالخیر والعمل الصالح۔ وأما قولہ۔"وفی الآخرۃ" ففی القبر و أخرج ابن مردویہ عن أنس رضی اللہ عنہ، عن النبی فی قولہ تعالی۔"یثبت الله الذین آمنوا" قال۔ ھو المؤمن فی قبرہ، عند محنتہ یأتیہ ممتحناہ فیقولان۔ من ربک و ما دینک و من نبیک؟۔ فیقول۔ الله ربی و دینی الاسلام۔ فیقولان۔ ثبتک الله لما یحب و یرضی۔ و یفسحان لہ فی قبرہ مد البصر، و یفتحان لہ بابا الی الجنۃ و یقولان۔ نم قریر العین نومۃ الشاب النائم الآمن فی خیر مقیل۔ وفیہ نزلت "اصحاب الجنۃ یومئذ خیر مستقرا و أحسن مقیلا" (الفرقان۔ ٢٤) و أما الکافر، فانھما یقولان۔ من ربک، وما دینک، ومن نبیک، فیقول۔ لا ادری۔۔ فیقولان۔ لا دریت ولا اھتدیت، فیضربانہ بسوط من النار یذعر لھا کل دابۃ ما خلا الجن والانس۔ ثم یفتحان لہ بابا الی النار ویضیق علیہ قبرہ حتی یخرج دماغہ من بین اظفارہ ولحمہ۔ وأخرج ابن مردویہ عن أنس رضی اللہ عنہ قال۔ رسول الله ﷺ۔ اذا وضع المیت فی قبرہ، جاءہ ملکان فسألہ فقالا۔ کیف تقول فی ھذا الرجل الذی کان بین أظھرکم الذی یقال لہ محمد؟ فلقنہ الله الثبات، وثبات القبر خمس۔ أن یقول العبد۔ ربی الله و دینی الاسلام۔ و نبیی محمد، أشھد أن لا الہ الا الله، و أشھد ان محمد عبدہ و رسولہ ثم قال لہ۔ اسکت، فانک عشت مؤمنا و مت مؤمنا و تبعث مؤمنا، ثم أریاہ منزلہ من الجنۃ یتلألأ بنور عرش الرحمن، وأخرج البخاری و مسلم و أبو داؤد والنسائی و ابن مردویہ من طریق قتادۃ رضی اللہ عنہ عن انس رضی اللہ عنہ قال۔ قال رسول الله ﷺ ۔ ان العبد اذا وضع فی قبرہ و تولی عنہ أصحابہ۔ انہ لیسمع قرع نعالھم، یأتیہ ملکان فیقعدانہ فیقولان لہ۔ ما کنت تقول فی ھذا الرجل؟ زاد ابن مردویہ۔ الذی کان بین اظھرکم الذی یقال لہ محمد؟ قال فأما المؤمن فیقول۔ أشھد أنہ عبد الله و رسولہ۔ فیقال لہ۔ انظر الی مقعدک من النار، قد أبدلک الله بہ مقعدا من الجنۃ، فان النبی۔ فیراھما جمیعا قال قتادۃ رضی اللہ عنہ۔ و ذکر لنا أنہ یفسح لہ فی قبرہ سبعون ذراعا و یملأ علیہ خضرا۔ وأما المنافق والکافر، فیقال لہ ما کنت تقول فی ھذا الرجل؟ فیقول۔ لا ادری کنت أقول کما یقول الناس، فیقال لہ لا دریت ولا تلیت۔ ویضرب بمطراق من حدید ضربۃ، فیصیح صیحۃ یسمعھا من یلیہ الا الثقلین وأخرج أحمد و أبو داؤد و أبن مردویہ والبیھقی فی عذاب القبر، عن أنس رضی اللہ عنہ قال۔ قال رسول الله ﷺ ۔ ان ھذہ الامۃ تبتلی فی قبورھا، و ان المؤمن اذا وضع فی قبرہ أتاہ الملک فسألہ۔ ما کنت تعبد؟ فان الله ھداہ قال۔ کنت أعبد الله۔ فیقال لہ۔ ما کنت تقول فی ھذا الرجل؟ فیقول ھو عبد الله و رسولہ۔ فما یسأل عن شیئ بعدھا، فینطلق الی بیت کان لہ فی النار فیقال لہ۔ ھذا بیتک کان لک فی النار، ولکن الله عصمک ورحمک فأبدلک بیتا فی الجنۃ، فیقول۔ دعونی حتی أذھب فأبشر أھلی۔۔۔ فیقال لہ۔ اسکن۔ وأن الکافر اذا وضع فی قبرہ، أتاہ ملک فینتھرہ فیقول لہ۔ ما کنت تعبد؟ فیقول۔ لا ادری۔ فیقول لہ۔ ما کنت تقول فی ھذا الرجل؟ فیقول۔ کنت اقول ما یقول الناس۔ فیضربونہ بمطراق من حدید بین أذنیہ، فیصیح صیحۃ یسمعھا الخلق الا الثقلین۔ وأخرج أحمد وابن ابی الدنیا والطبرانی فی الاوسط، والبیھقی من طریق ابن الزبیر رضی اللہ عنہ أنہ سال جابر بن عبد الله رضی اللہ عنہ عن فتانی القبر، فقال۔ سمعت رسول الله ﷺ یقول۔ أن ھذہ الامۃ تبتلی فی قبورھا، فاذا أدخل المؤمن قبرہ و تولی عنہ اصحابہ، جائہ ملک شدید الانتھار فیقول لہ۔ ما کنت تقول فی ھذا الرجل؟ فیقول المؤمن۔ أقول انہ رسول الله ﷺ و عبدہ، فیقول لہ الملک۔ انظر الی مقعدک الذی کان من النار، قد أنجاک الله منہ و أبدلک بمقعدک الذی تری من النار مقعدک الذی تری من الجنۃ فیراھما کلیھما، فیقول المؤمن۔ دعونی ابشر أھلی۔ فیقال لہ۔ اسکن۔ و أما المنافق۔ فیقعد اذا تولی عنہ أھلہ، فیقال لہ۔ ما کنت تقول فی ھذا الرجل؟ فیقول لا ادری۔۔۔۔ اقول ما یقول الناس۔ فیقال لہ۔ لا دریت۔۔۔ ھذا مقعدک الذی کان لک من الجنۃ، قد أبدلک الله مکانہ مقعدک من النار۔ (بقیہ حاشیہ اگلے صفحہ پر)

....

(حاشیہ گزشتہ صفحہ) قال جابر ﷺ۔ سمعت رسول اللہ ﷺ یقول۔ یبعث کل عبد فی القبر علی ما مات، المؤمن علی ایمانہ، والمنافق علی نفاقہ۔ وأخرج ابن ابی عاصم فی السنۃ وأبن مردویہ والبیہقی من طریق أبی سفیان، عن جابر ﷺ قال۔ قال رسول اللہ ﷺ اذا وضع المؤمن فی قبرہ، أتاہ ملکان فانتہراہ فقام یھب کما یھب النائم، فیقال لہ۔ من ربک؟ فیقول۔ اللہ ربی والاسلام دینی و محمد نبیی فینادی مناد، ان صدق عبدی فأفرشوہ من الجنۃ والبسوہ من الجنۃ فیقول۔ دعونی اخبر اھلی۔ فیقال لہ۔ اسکن۔ و أخرج البیہقی فی کتاب عذاب القبر، عن ابن عباس قال۔ قال رسول اللہ ﷺ کیف أنت یا عمر اذا انتھی بک الی الأرض، فحفر لک ثلاثۃ اذرع و شبر فی ذراع و شبر، ثم اتاک منکر و نکیر أسودان یجران شعرھما، کان اصواتھما الرعد القاصف، و کأن أعینھما البرق الخاطف، یحفران الأرض یأتیا بھما فاجلساک فزعا فتلتلاک و توھلاک؟؟؟۔۔۔۔۔ فقال۔ یا رسول اللہ ﷺ و أنا یومئذ علی ما أنا علیہ؟ قال۔ نعم۔ قال۔ اکفیکھما باذن اللہ یا رسول اللہ ﷺ۔ و أخرج البیہقی عن ابن عباس رضی اللہ عنھما، عن النبی قال۔ ان المیت لیسمع خفق نعالھم حین یولون، ثم یجلس فیقال لہ۔ من ربک؟ فیقول اللہ ربی۔ ثم یقال لہ۔ ما دینک؟ فیقول۔ الاسلام۔ ثم یقال لہ من نبیک؟ فیقول۔ محمد۔ فیقال وما علمک؟ فیقول۔ عرفتہ و آمنت بہ و صدقت بما جاء بہ من الکتاب۔ ثم یفسح لہ فی قبرہ مد البصر، و یجعل روحہ مع أرواح المؤمنین۔ و أخرج الطبرانی فی الأوسط عن ابن عباس ﷺ قال۔ اسم الملکین اللذین یأتیان فی القبر، منکر و نکیر۔ و أخرج أحمد و ابن أبی الدنیا والطبرانی والآجری فی الشریعۃ و ابن عدی، عن عبد اللہ بن عمرو رضی اللہ عنھما۔ أن رسول اللہ ﷺ ذکر فتانی القبر، فقال عمر ﷺ۔ أترد الینا عقولنا یا رسول اللہ ﷺ فقال رسول اللہ ﷺ۔ نعم، کھیئتکم الیوم فقال عمر بفیہ الحجر۔ و أخرج ابن أبی داؤد فی البعث والحاکم فی التاریخ والبیہقی فی عذاب القبر، عن عمر بن الخطاب ﷺ قال۔ قال لی رسول اللہ ﷺ۔ کیف أنت اذا کنت فی اربعۃ أذرع فی ذراعین، و رأیت منکر و نکیر؟ قلت۔ یا رسول اللہ ﷺ وما منکر ونکیر؟۔۔۔۔۔ قال۔ فتانا القبر، یبحثان الأرض یأتیا بھما، و یطآن فی أشعارھما أصواتھما کالرعد القاصف، و أبصارھما کالبرق الخاطف۔۔۔۔۔ معھما مرزبۃ لو أجتمع علیھما أھل منی لم یطیقوا رفعھا، ھی أیسر علیھما من عصای ھذہ، فامتحناک، فان تعاییت أو تلویت، ضرباک ضربۃ تصیر بھا رمادا۔ قلت یا رسول، و أنا علی حالی ھذہ؟ قال۔ نعم۔ قلت۔ اذا أکفیکھما۔ و أخرج الترمذی و حسنہ و ابن أبی الدنیا و ابن أبی عاصم والآجری والبیہقی؟ عن أبی ھریرۃ ﷺ قال۔ قال رسول اللہ ﷺ۔ أذا قبر المیت، أتاہ ملکان أسودان أزرقان، یقال لأحدھما منکر، والأخر نکیر۔ فیقولان۔ ما کنت تقول فی ھذا الرجل؟ فیقول ما کان یقول۔ ھو عبد اللہ و رسولہ۔ أشھد أن لا الہ الا اللہ و أن محمدا عبدہ و رسولہ۔ فیقولان۔ قد کنا نعلم أنک تقول ھذا۔ ثم یفسح لہ فی قبرہ سبعون ذراعا فی سبعین، ثم ینور لہ فیہ، فیقال لہ۔ نم۔ فیقول۔ أرجع الی أھلی فأخبرھم۔ فیقولون۔ نم کنومۃ العروس الذی لا یوقظہ الا أحب أھلہ الیہ، حتی یبعثہ اللہ من مضجعہ ذالک فان کان منافقا قال۔ سمعت الناس یقولون فقلت مثلہ، لا أدری۔ فیقولون۔ قد کنا نعلم، أنک کنت تقول ذلک۔ فیقال للأرض۔ التئمی علیہ، فتختلف أضلاعہ فلا یزال فیھا معذبا حتی یبعثہ اللہ من مضجعہ ذلک۔ و أخرج ابن أبی الدنیا عن أبی ھریرۃ ﷺ قال۔ قال رسول اللہ ﷺ لعمر ﷺ۔ کیف أنت اذا رأیت منکرا و نکیرا؟ قال۔ وما منکر ونکیر؟ قال۔ فتانا القبر، اصواتھما کالرعد القاصف، وابصارھما کالبرق الخاطف، یطآن فی اشعارھما و یحفران بأنیابھما۔۔۔ معھما عصا من حدید، لو اجتمع علیھا أھل منی لم یقلوھا۔ و أخرج البخاری عن أسماء بنت ابی بکر ﷺ، أنھا سمعت رسول اللہ ﷺ یقول۔ أنہ قد اوحی الی الکم تفتنون فی القبور۔ فیقال ما علمکم بھذا الرجل؟ فأما المؤمن أو الموقن، (بقیہ حاشیہ اگلے صفحہ پر)

....

(حاشیہ گزشتہ صفحہ) فیقول۔ هو محمد رسول الله ﷺ جائنا بالبینات و الهدی فأجبنا و اتبعنا۔ فیقال له۔ قد علمنا ان کنت لمؤمنا، ثم صالحا۔ و أما المنافق أو المرتاب، فیقول لا أدری۔ سمعت الناس یقولون شیئا فقلت۔ و أخرج أحمد عن أسماء رضی الله عنها، عن النبی قال۔ أذا أدخل الانسان قبره، فان کان مؤمنا أحف به عمله، الصلاة و الصیام۔ فیأتیه الملک من نحو الصلاة فترده، و من نحو الصیام فیرده فینادیه۔ اجلس۔ فیجلس، فیقول له۔ ما تقول فی هذا الرجل؟۔ یعنی النبی۔ قال من؟ قال محمد، قال أشهد أنه رسول الله۔ فیقول۔ و ما یدریک أدرکته؟ قال۔ أشهد أنه رسول الله۔ فیقول۔ علی ذلک عشت و علیه مت و علیه تبعث۔ و ان کان فاجرا أو کافرا، جاءه الملک و لیس بینه و بینه شئ یرده۔ فأجلسه و قال۔ ما تقول فی هذا الرجل؟ قال۔ أی رجل؟ قال۔ محمد فیقول۔ فیقول۔ و الله ما أدری۔۔ سمعت الناس یقولون شیئا فقلته۔ فیقول له الملک۔ علی ذالک عشت و علیه مت و علیه تبعث۔ و یسلط علیه دابة فی قبره معها سوط ثمرته جمرة مثل عرف البعیر، یضربه ما شاء الله۔ لا تسمع صوته فترحمه۔ و أخرج أحمد و البیهقی عن عائشة رضی الله عنها قال۔ جاءت یهودیة فاستطعمت علی بابی۔ فقالت۔ أطعمونی، أعاذکم الله من فتنة الدجال و من فتنة عذاب القبر، فلم أزل أحبسها حتی أتی رسول الله۔ فقلت۔ یا رسول الله، ما تقول هذه الیهودیة؟ قال۔ و ما تقول؟ قلت۔ تقول أعاذکم الله من فتنة الدجال، و من فتنة عذاب القبر۔ فقام رسول الله ﷺ فرفع یدیه مدا یستعیذ بالله من فتنة الدجال و من فتنة عذاب القبر، ثم قال۔ أما فتنة الدجال، فانه لم یکن نبی الا قد حذر أمته، و سأحذرکموه بحدیث لم یحدثه نبی أمته، انه أعور و الله لیس بأعور، مکتوب بین عینیه کافر، یقرؤه کل مؤمن۔ و أما فتنة القبر، فبی تفتنون و عنی تسألون۔ فاذا کان الرجل الصالح أجلس فی قبره غیر فزع و لا مشغوف، ثم یقال له۔ فیم کنت؟ فیقول۔ فی الاسلام، فیقال۔ ما هذا الرجل الذی کان فیکم؟ فیقول۔ محمد رسول الله۔ جاءنا بالبینات من عند الله فصدقناه، فیفرج له فرجة قبل النار فینظر الیها یحطم بعضها بعضا، فیقال له۔ انظر الی ما وقاک الله۔ ثم یفرج له فرجة الی الجنة فینظر الی زهرتها و ما فیها، فیقال۔ هذا مقعدک منها۔ و یقال۔ علی الیقین کنت و علیه مت و علیه تبعث ان شاء الله۔ و اذا کان الرجل السوء، جلس فی قبره فزعا مشعوفا، فیقال له۔ فیم کنت؟ فیقول۔ لا أدری۔ فیقال۔ ما هذا الرجل الذی کان فیکم؟ فیقول۔ سمعت الناس یقولون قولا فقلت کما قالوا، فیفرج له فرجة قبل الجنة، فینظر الی زهرتها و ما فیها، فیقال۔ انظر الی ما صرف الله عنک، ثم یفرج له فرجة قبل النار فینظر الیها یحطم بعضها بعضا، و یقال۔ هذا مقعدک منها علی الشک کنت و علیه مت و علیه تبعث ان شاء الله۔ و أخرج أحمد فی الزهد و أبو نعیم فی الحلیة، عن طاوس رحمه الله قال۔ ان الموتی یفتنون فی قبورهم سبعا، فکانوا یستحبون أن یطعم عنهم تلک الأیام۔ و أخرج ابن جریر فی مصنفه، عن الحارث بن أبی الحرث، عن عبید بن عمیر قال یفتن رجلان۔ مؤمن و منافق، فأما المؤمن، فیفتن سبعا۔ و أما المنافق، فیفتن أربعین صباحا۔ و أخرج ابن شاهین فی السنة، عن راشد بن سعد رضی الله عنه قال۔ کان النبی یقول۔ تعلموا حجتکم فانکم مسؤلون، حتی انه کان أهل البیت من الأنصار یحضر الرجل منهم الموت فیصونه، و الغلام اذا عقل فیقولون له۔ اذا سألوک۔ من ربک؟ فقل۔ الله ربی۔ و ما دینک؟ فقل الاسلام دینی۔ و من نبیک؟ فقل محمد رسول الله۔ و أخرج أبو نعیم عن أنس رضی الله عنه۔ أن رسول الله ﷺ وقف علی قبر رجل من أصحابه حین فرغ منه فقال له۔ انا لله و انا الیه راجعون اللهم نزل بک و أنت خیر منزول به، جاف الأرض عن جنبیه، و افتح أبواب السماء لروحه، و اقبله منک بقبول حسن، و ثبت عند المسائل منطقه۔ و أخرج أبو داؤد و الحاکم و البیهقی، عن عثمان بن عفان رضی الله عنه قال۔ مر رسول الله ﷺ بجنازة عند قبره، و صاحبه یدفن فقال۔ استغفروا لأخیکم و اسألوا له التثبیت، فانه الآن یسأل۔ و أخرج سعید بن منصور، عن ابن مسعود رضی الله عنه قال کان رسول الله ﷺ یقوم علی القبر بعد ما یسوی علیه، (بقیہ حاشیہ اگلے صفحہ پر)

....

(حاشیہ گزشتہ صفحہ) فیقول اللهم نزل بک صاحبنا و خلف الدنیا خلف ظهره، اللهم ثبت عند المسألة منطقه و لا تبتله فی قبره بما لا طاقة به۔ و أخرج الطبرانی و ابن منده، عن أبی أمامة رضی الله عنه، عن رسول الله ﷺ قال۔ اذا مات أحد من اخوانکم فسویتم التراب علیه، فلیقم أحدکم علی رأس قبره ثم لیقل۔ یا فلان بن فلانة، فانه یسمعه و لا یجیب، ثم یقول، یا فلان بن فلانة فانه یستوی قاعدا، ثم یقول۔ یا فلان بن فلانة، فانه یقول، ارشدنا رحمک الله، و لکن لا یشعرون، فلیقل۔ اذکر ما خرجت علیه من الدنیا شهادة أن لا اله الا الله و أن محمدا عبده و رسوله، رضیت بالله ربا و بالاسلام دینا و بمحمد نبیا، و بالقرآن اماما۔ فان منکرا و نکیرا یأخذ کل واحد منهما بید صاحبه و یقول۔ انطلق بنا ما یقعدنا عند من لقن حجته، فیکون حجیجه دونهما۔ قال رجل۔ یا رسول الله، فان لم یعرف أمه قال۔ ینسبه الی حواء، یا فلان ابن حواء۔ و أخرج ابن منده عن ابی أمامة رضی الله عنه قال۔ اذا مت فدفنتمونی، فلیقم انسان عند رأسی فلیقل۔ یا صدی بن عجلان، اذکر ما کنت علیه فی الدنیا، شهادة أن لا اله الا الله و أن محمدا رسول الله۔ و أخرج سعید بن منصور عن راشد بن سعد و ضمرة بن حبیب و حکیم بن عمیر، قالوا۔ اذا سوی علی المیت قبره و انصرف الناس عنه۔ کان یستحب أن یقال للمیت عند قبره۔ یا فلان، قل لا اله الا الله ثلاث مرات یا فلان، قل ربی الله و دینی الاسلام و نبیی محمد، ثم ینصرف۔ و أخرج الحکیم الترمذی فی نوادر الاصول، عن عمرو بن مرة رضی الله عنه قال۔ کانوا یستحبون اذا وضع المیت فی اللحد أن یقال۔ اللهم أعذه من الشیطان الرجیم۔ و أخرج الحکیم الترمذی، عن سفیان الثوری رضی الله عنه قال۔ اذا سئل المیت من ربک، ترایا له الشیطان فی صورة، فیشیر الی نفسه أنی أنا ربک۔ و أخرج النسائی عن راشد بن سعد رضی الله عنه أن رجلا قال۔ یا رسول الله، ما بال المؤمنین یفتنون فی قبورهم الا الشهید؟ فقال۔ کفی ببارقة السیوف علی رأسه فتنة۔ و أخرج ابن مردویه، عن أنس رضی الله عنه قال۔ خدم رسول الله ﷺ رجل من الاشعریین سبع حجج، فقال۔ ان لهذا علینا حقا، ادعوه فلیرفع الینا حاجته، فدعوه فقال له رسول الله ﷺ۔ ارفع الینا حاجتک، فقال۔ یا رسول الله، دعنی حتی أصبح فأستخیر الله۔ فلما اصبح، دعاه فقال۔ یا رسول الله، أسألک الشفاعة یوم القیامة۔ فقال رسول الله ﷺ "یثبت الله الذین آمنوا بالقول الثابت فی الحیاة الدنیا و فی الآخرة" قال۔ فاعنی علی نفسک بکثرة السجود۔ و أخرج ابن ابی شیبة و ابن منذر، عن میمون بن أبی شبیب رضی الله عنه قال۔ أردت الجمعة فی زمان الحجاج، فتهیات للذهاب و قلت۔ أین أذهب أصلی؟ خلف هذا؟ فقلت مرة أذهب و مرة لا أذهب، فنادانی مناد من جهة البیت "یا أیها الذین آمنوا اذا نودی للصلاة من یوم الجمعة فاسعوا الی ذکر الله (الجمعة، آیة ۹) قال۔ و جلست مرة أکتب کتابا، فعرض لی شیء ان أنا کتبته زین کتابی و کنت قد کذبت، و ان أنا ترکته کان فی کتابی بعض القبح و کنت قد صدقت۔ فقلت۔ مرة اکتبه، و قلت۔ مرة لا أکتبه۔ فأجمع رأیی علی ترکه فترکته، فنادانی مناد من جانب البیت "یثبت الله الذین آمنوا بالقول الثابت فی الحیاة الدنیا و فی الآخرة" الآیة۔ (الدر المنثور فی التفسیر بالمأثور للامام الحافظ جلال الدین السیوطی رحمه الله (ت ۹۱۱ ھ) "یثبت الله الذین آمنوا بالقول الثابت فی الحیاة الدنیا و فی الآخرة و یضل الله الظالمین و یفعل الله ما یشاء" یخبر تعالی انه یثبت عباده المؤمنین، ای۔ الذین قاموا بما علیهم من ایمان القلب التام، الذی یستلزم اعمال الجوارح و یثمرها، فیثبتهم الله فی الحیاة الدنیا، عند ورود الشبهات بالهدایة الی الیقین، و عند عروض الشهوات بالارادة الجازمة، علی تقدیم ما یحبه الله علی هوی النفس و مراداتها و فی الآخرة عند الموت بالثبات علی الدین الاسلامی، و الخاتمة الحسنة، و فی القبر عند سؤال الملکین، للجواب الصحیح، اذا قیل للمیت "من ربک؟ و ما دینک؟ و من نبیک؟ هداهم للجواب الصحیح، بان یقول المؤمن۔ "الله ربی، و الاسلام دینی، و محمد نبیی"۔ "و یضل الله الظالمین" عن الصواب فی الدنیا و الآخرة، (بقیہ حاشیہ اگلے صفحہ پر)

....

(حاشیہ گزشتہ صفحہ) وما ظلمهم الله ولكنهم ظلموا انفسهم، وفي هذه الآية دلالة على فتنة القبر وعذابه، ونعيمه، كما تواترت بذلك النصوص عن النبي في الفتنة وصفتها، ونعيم القبر وعذابه۔ (تيسير الكريم الرحمن في تفسير كلام المنان للعلامة الشيخ عبدالرحمن بن ناصر السعدي ١٣٠٧ - ١٣٧٦ھ رحمہ اللہ) واذا سمعت حديث البخاري ومسلم "ان العبد اذا وضع في قبره وتولى عنه اصحابه وانه يسمع قرع نعالهم اذا انصرفوا اتاه ملكان فيقعدانه فيقولان له ما كنت تقول في هذا الرجل (يعني محمداً فاما المؤمن فيقول۔ أشهد انه عبدالله ورسوله، فيقال له انظر الى مقعدك من النار ابدلك الله به مقعدا من الجنة قال النبي فيراهما جميعا۔ واما المنافق او الكافر فيقول لا ادري كنت اقول ما يقول الناس فيقال له لا دريت الحديث۔ ثم يضرب بمطرقة من حديد ضربة بين اذنيه فيصيح صيحة يسمعها من يليه الا الثقلين" لفظ البخاري۔ وهناك روايات اخرى تزيد على هذا المسلم وابي داؤد والترمذي فاذا سمعتها فاعلم ان ذلك العذاب على الجهل المطلق لانه اذا لم يصدق اصل الدين فكيف يدرس عوالم الارض والسماء التي امر بها الدين، وتأمل في الحديث كيف عبر بان الضربة بين اذنيه كانه يقول له هلا سمعت سماع تفهم وهلا عقلت اما السماع فبالاذنين، واما الفهم فبالعقل الذي هو بين الاذنين، واعلم ان هذه الضربة التي تصيب الجاهل في قبره يحس ببعضها في حياته فان الامم الجاهلة المتفرقة الكلمة يصيبها العذاب في الدنيا باغتصاب بلادهم و ذهاب مجدهم و ضياع شرفهم۔ (الجواهر في تفسير القرآن الكريم للشيخ طنطاوي جوهري) "يثبت الله الذين آمنوا بالقول الثابت في الحياة الدنيا" اي يثبتهم على كلمة التوحيد "لا اله الا الله وعلى الايمان في هذه الحياة فلا يزيغون ولا يفتنون" "وفي الآخرة" اي عند سؤال الملكين في القبر كما في الحديث الشريف۔ "المسلم اذا سئل في القبر شهد ان لا اله الا الله وان محمد رسول الله فذلك قوله تعالى۔ "يثبت الله الذين آمنوا ــــ" الآية۔ "ويضل الله الظلمين" اى لا يهديهم في الحياة ولا عند سؤال الملكين وقت الممات۔ (صفوة التفاسير للعلامة محمد على الصابوني) وقوله۔ (في الحياة الدنيا) يعني۔ قبل الموت۔ وقوله (وفي الآخرة) اى۔ في القبر، وعليه اكثر اهل التفسير، وقد ثبت ذلك عن النبي برواية البراء بن عازب، وهو قول عبدالله بن مسعود، وعبدالله بن عباس، وجماعة من الصحابة۔ واعلم ان سوال القبر ثابت في السنة، والايمان به واجب، وقد وردت فيه الاخبار الكثيرة، روى ابو سعيد الخدري۔ "ان النبي كان في جنازة، فذكر لاصحابه أنه يدخل على الرجل في قبره ملكان ويسألانه، فيقولان۔ من ربك؟ وما دينك؟ ومن نبيك؟ قال۔ فأما المؤمن فيقول۔ ربي الله، وديني الاسلام، ونبي محمد۔ فيفتح له باب الى النار، فيقال له۔ هذا كان مكانك لو قلت غير هذا، ثم يفتح له باب الى الجنة، ويفسح له في قبره مد البصر۔ وأما الكافر فيقول الملكان له۔ من ربك؟ وما دينك؟ ومن نبيك؟ فيقول۔ لا ادري، فيقولان۔ لا دريت ولا تليت، ثم يفتح له باب الى الجنة، فيقولان۔ هذا مكانك لو اجبت، ثم يفتح له باب الى النار، ويضيق عليه القبر حتى تختلف اضلاعه، ويضربانه بمطرقة من نار فيصيح صيحة يسمعها كل الخلائق الا الثقلين"۔ وفي بعض الاخبار۔ "أن النبي قال۔ لو نجا احد من عذاب القبر لنجا سعد بن معاذ، ولقد ضمه القبر ضمة أو ضمتين"۔ وروى أن النبي قال لعمر۔ "كيف بك اذا اتاك ملكان ٠٠٠٠" الخبر۔ فقال۔ يا رسول الله، ومعي عقلي؟ قال۔ نعم۔ قال۔ اكفيهما اذا"۔ وقيل۔ ان عذاب القبر ثلاثة اثلاث۔ ثلث من ترك الاستنزاه من البول، وثلث من الغيبة، وثلث من المشي بالنميمة۔ والله اعلم۔ وفي الآية قول آخر۔ أن الحياة الدنيا هي القبر، وفي الآخرة هي القيامة، والقول الاول اصح۔ (تفسير القرآن للامام العلامة شيخ الاسلام حجة اهل السنة والجماعة ابي المظفر السمعاني منصور بن محمد بن عبدالجبار التميمي المروزي الشافعي السلفي) القول الثابت في الحياة الدنيا (بقیہ حاشیہ اگلے صفحہ پر)

(حاشیہ گزشتہ صفحہ) وفی الاخرة کلمة الاخلاص والنجاة من النار "لا اله الا الله" والاقرار بالنبوة، وهذه الآية تعم العالم من لدن آدم علیہ السلام الی یوم القيامة۔ وقال طاؤس، وقتادة، وجمهور من العلماء۔ (فی الحياة الدنيا) هی مدة حياة الانسان، (وفی الآخرة) هی وقت سؤاله فی القبر، وقال البراء بن عازب وجماعة۔ (فی الحياة الدنيا) هی وقت سؤاله فی قبره، ورواه البراء عن النبی فی لفظ متأول، لان ذلک فی مدة وجود الدنيا، وقوله۔ (وفی الآخرة) هو يوم القيامة عند العرض۔ والاول احسن، ورجحه الطبری۔ و"الظالمون" فی هذه الآية۔ الكافرون، بدليل أنه عادل بهم المؤمنين، وعادل التثبيت بالاضلال، وقوله۔ (ويفعل الله ما يشاء) تقرير لهذا التقسيم المتقدم، وكأن امرءًا رأى التقسيم فطلب فی نفسه علته فقيل له۔ (ويفعل الله ما يشاء) بحق الملک، وفی هذه الآية رد على القدرية۔ وذكر الطبری فی صفة مساءلة العبد فی قبره احاديث منها ما وقع فی الصحيح، وهی من عقائد الدين، وانكرت ذلک المعتزلة، ولم تقل بأن العبد يسأل فی قبره، وجماعة السنة تقول۔ ان الله يخلق له فی قبره ادراكات وتحصيلا، اما بحياة كالمتعارفة واما بحضور النفس وان لم تتلبس بالجسد كالعرف، كل هذا جائز فی قدرة الله تعالى، غير ان فی الاحاديث أنه يسمع خفق النعال، ومنها أنه يرى الضوء كالشمس دنت للغروب، وفيها۔ أنه يراجع، وفيها۔ فتعاد روحه الى جسده، وهذا كله يتضمن الحياة۔ (المحرر الوجيز فی تفسير الكتاب العزيز لابی محمد عبدالحق بن عطيه الاندلسی) اخرج البخاری۔ عن البراء، أن رسول الله صلی اللہ علیہ وسلم قال۔ "المسلم اذا سئل فی القبر يشهد أن لا اله الا الله وان محمداً رسول الله۔ فذلک قوله۔ (يثبت الله الذين آمنوا بالقول الثابت فی الحياة الدنيا وفی الآخرة) المناسبة المتعلقة بالآية۔ اخرج احمد۔ عن أبی سعيد الخدری قال۔ شهدت مع رسول الله صلی اللہ علیہ وسلم جنازة، فقال رسول الله صلی اللہ علیہ وسلم۔ "ان هذه الامة تبتلى فی قبورها، فاذا الانسان دفن فتفرق عنه اصحابه جاءه ملک فی يده مطراق، فأقعده۔ قال۔ ما تقول فی هذا الرجل؟ فان كان مؤمنا قال۔ اشهد أن لا اله الا الله وأن محمداً عبده ورسوله، فيقول۔ صدقت ۰۰۰، وان كان كافراً أو منافقا يقول له۔ ما تقول فی هذا الرجل؟ فيقول۔ لا ادری۔ سمعت الناس يقولون شيئا، فيقول۔ لا دريت ولا تليت۔ ولا اهتديت ۰۰۰، ثم يقمعه قمعة بالمطراق يسمعها خلق الله كلهم غير الثقلين"۔ فقال بعض القوم۔ يا رسول الله، ما أحد يقول عليه ملک فی يده مطراق الا هبل عند ذلک فقال رسول الله صلی اللہ علیہ وسلم " (يثبت الله الذين آمنوا بالقول الثابت)۔ (جامع التفسير من كتب الاحاديث لخالد بن عبدالقادر آل عقدة) وقيل۔ معناه الثبات عند سؤال القبر۔ فمن البراء بن عازب رضی اللہ عنہ۔ أن رسول الله صلی اللہ علیہ وسلم قال۔ (المسلم اذا سئل فی القبر شهد ان لا اله الا الله وان محمداً رسول الله) قال۔ فذلک قوله تعالى۔ (يثبت الله الذين آمنوا بالقول الثابت ۰۰۰) الآية، رواه الشيخان واهل السنن۔ وعليه، فتفسير الآخرة بالقبر، لكون الميت انقطع بالموت عن احكام الدنيا۔ (تفسير القاسمی المسمى محاسن التاويل تاليف علامة الشام محمد جمال الدين القاسمی) (يثبت الله) راجع للمثل الاول (الذين آمنوا بالقول الثابت) ای بالحجة الواضحة عندهم وهی الكلمة الطيبة المتقدم ذكرها، وقد ثبت فی الصحيح انها كلمة الشهادة يقولها المؤمن اذا قعد فی قبره قال النبی۔ "فذلک قوله تعالى يثبت الله الآية وقيل معنى تثبيت الله لهم هو ان يدوموا عليه (فی الحياة الدنيا) ويستمروا حتى اذا فتنوا فی دينهم لم يزالوا كما ثبت الذين فتنهم اصحاب الاخدود وغير ذلک۔ (وفی الآخرة) ای فی القبر بتلقين الجواب وتمكين الصواب، قاله الجمهور وقيل يوم القيامة عند البعث والحساب، وقيل المراد بالحياة الدنيا وقت المسألة فی القبر وفی الآخرة وقت المسالة يوم القيامة والمراد انهم اذا سئلوا عن معتقدهم ودينهم اوضحوا ذلک بالقول الثابت من دون تلعثم ولا تردد ولا جهل، كما يقول من لم يوفق لا ادری فيقال له لا دريت ولا تليت۔ واخرج البخاری ومسلم واهل السنن وغيرهم عن البراء بن عازب ان رسول الله صلی اللہ علیہ وسلم قال (بقیہ حاشیہ اگلے صفحہ پر)

....

(حاشیہ گزشتہ صفحہ) "المسلم اذا سئل فی القبر یشهد أن لا اله الا الله و ان محمد رسول الله" فذلک قوله (یثبت الله الذین آمنوا) الآیة۔ وعن البراء قال"اذا جاء الملكان الى الرجل فی القبر فقالا من ربک فقال ربی الله، وقالا وما دینک قال دینی الاسلام، وقالا من نبیک قال نبیی محمد۔ (فتح البیان فی مقاصد القرآن تالیف صدیق بن حسن بن علی الحسینی القنوجی البخاری)(او کالذی مر علی قریة) ای الم تر الیه کیف هداه الله و اخرجه من ظلمة الاشتباه الى نور العیان و الشهود۔ واختلف فی ذلک المار فروی عن مجاهد أنه کان کافرا شک فی البعث، وهذا ضعیف جدا لقوله (کم لبثت) والله لا یخاطب الکافر، ولقوله (ولنجعلک آیة للناس) وهذا لا یستعمل فی حق الکافر۔ وقال ابن عباس، وعبدالله بن سلام وسلیمان و بریدة والضحاک وقتادة وعکرمة والسدی۔ هو عزیر بن شرخیاء، وقال ابن عبید و وهب بن منبه۔ هو ارمیاء بن خلقیاء من سبط هرون وهو الخضر بعینه، وعن رجل من اهل الشام أنه حزقیل۔ ومقصود القصة تعریف منکری البعث قدرة الله على احیاء خلقه بعد اماتتهم لا تعریف اسم ذلک المار۔ (فتح البیان فی مقاصد القرآن تالیف صدیق بن حسن بن علی الحسینی القنوجی البخاری)(قوله بالقول الثابت) أی الذی ثبت بالحجة عندهم و تمکن فی قلوبهم فی الحیاة الدنیا فلا یزلون اذا افتتنوا فی دینهم کزکریا و یحی و جرجیس و شمعون و کالذین فتنهم اصحاب الاخدود و فی الآخرة فلا یتلعثمون اذا سئلوا عن معتقدهم فی الموقف ولا تدهشهم اهوال القیامة اه بیضاوی (قوله فی الحیاة الدنیا) أی فلا یزلون عن دینهم اذا افتتنوا ویأمنون فیها من الأسر والقتل وغیر ذلک بما یعصمه الاسلام اه (قوله لما یسألهم الملكان الخ) فیقولان فی السؤال من ربک وما دینک وما کنت تقول فی هذا الرجل المبعوث فیقول فی الجواب ربی الله و دینی الاسلام و أشهد أن هذا الرجل عبدالله و رسوله اه شیخنا۔ (الفتوحات الالهیة سلیمان بن عمر العجلی الشافعی الشهیر بالجمل المتوفی سنة ۱۲۰۴)"یثبت الله الذین آمنوا"الذین صدقوا محمدا"بالقول الثابت" وهو لا اله الا الله"فی الحیاة الدنیا"یثبتهم بها على الحق"وفی الآخرة" یعنی فی القبر، قال المفسرون۔ هذه الآیة وردت فی فتنة القبر، وسؤال الملکین، وتلقین الله المؤمن کلمة الحق فی القبر عند السؤال، وتثبیته ایاه بها على الحق، اخبرنا ابو الحسن علی بن محمد بن محمد البغدادی نا محمد بن یعقوب نا یحی بن ابی طالب نا وهب بن جریر نا شعبة عن ابی اسحاق عن البراء بن عازب قال۔ ذکر رسول الله ﷺ المؤمن والکافر، فقال۔ ان المؤمن اذا سئل فی قبره، قال۔ ربی الله، فذلک قوله "یثبت الله الذین آمنوا بالقول الثابت فی الحیاة الدنیا وفی الآخرة" اخبرنا محمد بن موسى بن شاذان انا محمد بن عبدالله الصفار نا عبدالله بن احمد بن حنبل حدثنی ابی، انا ابو عامر، نا عباد بن راشد، عن داؤد بن ابی هند، عن ابی نضرة، عن ابی سعید الخدری قال۔ شهدنا مع رسول الله ﷺ جنازة، فقال۔ ایها الناس ان هذه الامة تبتلى فی قبورها، فاذا الانسان دفن، فتفرق عنه اصحابه، جائه ملک فی یده مطراق، فاقعده، فقال۔ ما تقول فی هذا الرجل فان کان مؤمنا قال۔ اشهد أن لا اله الا الله، وان محمد عبده ورسوله، فیقول له۔ صدقت ثم یفتح له باب الى النار فیقول۔ هذا کان منزلک لو کفرت بربک، فأما اذا آمنت، فهذا منزلک ویفتح له باب الى الجنة، فیرید ان ینهض الیه فیقال له اسکن ویفسح له فی قبره وان کان کافرا او منافقا یقول له ما تقول فی هذا الرجل لا ادری سمعت الناس یقولون شیئا فقلت فیقال لا دریت ولا تلیت ولا اهتدیت ثم یفتح له باب الى الجنة فیقال هذا لک لو آمنت، فاما اذا کفرت، فان الله عز و جل ابدلک به هذا، ویفتح له باب الى النار ثم یقمعه بالمطراق قمعة، یسمعها خلق الله کلهم غیر الثقلین، فقال بعض القوم۔ یا رسول الله، ما احد یقوم علیه ملک فی یده مطرقة، الا هیل عند ذلک، فقال رسول الله ﷺ یثبت الله الذین آمنوا بالقول الثابت فی الحیاة الدنیا وفی الآخرة وقوله۔ "ویضل الله الظالمین" (بقیہ حاشیہ اگلے صفحہ پر)

....

(حاشیہ گزشتہ صفحہ) یعنی۔ لا یلقن الله المشرکین و الکافرین، حتی اذا سئلوا فی قبورهم قالوا۔ لا ندری قال الفراء۔ یضلهم عن هذه الکلمة "و یفعل الله ما یشاء" من تثبیت المؤمن و تلقینه الصواب، و اضلال الکافر، قال الفراء۔ ای لا تکون له قدرة، و لا یسأل عما یفعل۔ (الوسیط فی تفسیر القرآن المجید تالیف ابی الحسن علی بن احمد الواحدی النیسابوری (المتوفی ۴۶۸ھ)) "یثبت الله الذین آمنوا بالقول الثابت فی الحیٰوة الدنیا و فی الآخرة"... و قیل فی الحیٰوة الدنیا یعنی عند الموت و فی الآخرة یعنی فی القبر حتی یجیب سوال الملکین۔ (تفسیر زاهدی ص ۲۶۶) و قال طاؤس و عبادة و جمهور من العلماء أن تثبیتهم فی الدنیا فهو مدة حیاة الانسان و فی الآخرة هو وقت سؤاله فی قبره و رجح هذا القول الطبری۔ و قال البراء بن العازب و جماعة فی الحیاة الدنیا هی وقت سؤاله فی قبره و رواه البراء عن النبی و فی الآخرة هو یوم القیامة عند العرض و قیل هی تثبیته فی الحیاة الدنیا و فی الآخرة هو حیاته علی الایمان و حشره علیه و قیل التثبیت فی الدنیا الفتح و النصر و فی الآخرة الجنة و الثواب و ما صح عن الرسول فی حدیث البراء من تلاوته عند اعاد المؤمن فی قبره۔ و سئل و شهد شهادة الاخلاص قوله تعالیٰ یثبت الله الذین آمنوا الآیة لا یظهر منه یعنی ان الحیاة الدنیا هی حیاة الانسان و ان الآخرة فی القبر و لان الحیاة الدنیا هی فی القبر و أن الاخرة هی یوم القیامة... و قیل یتعلق بآمنوا و سؤال العبد فی قبره عند اهل السنة۔ ((تفسیر البحر المحیط ص ۴۲۳) و قال عبد الرزاق عن معمر عن ابن طاؤس عن ابیه "یثبت الله الذین آمنوا بالقول الثابت فی الحیٰوة الدنیا" قال لا اله الا الله "و فی الآخرة" المسئلة فی القبر و قال قتادة اما الحیاة الدنیا فیثبتهم بالخیر و العمل الصالح "و فی الآخرة فی القبر و کذا روی عن غیر واحد من السلف۔ و قال ابو عبد الله الحکیم الترمذی فی کتابه نوادر الاصول حدثنا ابی حدثنا عبد الله بن نافع عن ابی فدیک عن عبد الرحمن بن عبد الله عن سعید بن المسیب عن عبد الرحمن بن سمرة قال خرج علینا رسول الله ﷺ ذات یوم و نحن فی مسجد المدینة فقال "انی رأیت البارحة عجیب رأیت رجلا من امتی جائه ملک الموت لیقبض روحه فجائه بره بوالدیه فردعنه و رأیت رجلا من امتی قد بسط علیه عذاب القبر فجائه وضوئه فستنقذه من ذلک و رأیت رجلا من امتی قد احتبشته الشیطان فجاءه ذکر الله فخلصه مم بینهم و رجلا من امتی قد احتوشته ملائکة العذاب فجاءته صلاته فاستنقذته من ایدیهم و رأیت رجلا من امتی یلهث عطشاً کما ورد حوضاً مع منعه فجاءه صیامه فسقاه و ارواه و رأیت رجلا من امتی و النبیون قعود حلقا حلقا کلما دنا لحلقة طردوه فجاءه اغتساله من الجنابة فاخذ بیده فعقده الی جنبه۔ و رأیت رجلا من امتی بین یدیه ظلمة و خلفه ظلمة و عن یمینه ظلمة و عن شماله ظلمة و من فوقه ظلمة و من تحته ظلمة و هو متحیر فیها فجائته حجته و عمرته فاستخرجاه من الظلمة و ادخلاه النور، و رأیت رجلا من امتی یکم المؤمنین فلا یکلمونه فجائته صلة الرحم فقالت یا معشر المؤمنین کلموه فکلموه و رأیت رجلا من امتی یتقی وهج النار و الشرر ها بیده عن وجهه فجائته صدقته فصارت له ستراً علی وجهه و ظلاً علی رأسه و رأیت رجلا من امتی قد اخذته الزبانیة من کل مکان فجاءه امره بالمعروف و النهی عن المنکر فاستنقذاه من ایدیهم و ادخلاه مع ملائکة الرحمة و رایت رجلاً من امتی جاثیاً علی رکبتیه بینه و بین الله حجاب فجاءه حسن خلقه فاخذ بیده فادخله علی الله عز و جل و رایت رجلا من امتی قد هوت صحیفته من قبل شماله فجاءه خوفه من الله فاخذ صحیفته فجعلها فی یمینه و رأیت رجلا من امتی قد خف میزانه فجائت ه افراطه فثقلوا میزانه و رأیت رجلا من امتی قائم علی شفیر جهنم فجاءه وجله من الله فستنقذه من ذلک و مضی و رأیت رجلاً من امتی هوای فی النار فجالت ه دموعه التی بقی من خشیة الله فی الدنیا فاستخرجته من النار و رأیت رجلا من امتی قائما علی الصراط یزحف احیاناً و یحبو احیاناً فجاءته صلوٰته علی فاخذت بیده فاقامته و مضی علی الصراط (بقیہ حاشیہ اگلے صفحہ پر)

....

(حاشیہ گزشتہ صفحہ) و رایت رجلا من امتی انتهی الی باب الجنة فغلقت الابواب دونه فجاء ته شهادته ان لا اله الا الله فتحت له الابواب و ادخلته الجنة۔ قال القرطبی بعض ایراده هذا الحدیث من هذا الوجه هذا حدیث عظیم ذکر فیه اعمالا خاصة تنجی من اهوال خاصة و اورده هکذا فی کتابه التذکرة۔ (تفسیر ابن کثیر ص ۴۰۶ ج ۲) ثم قال تعالیٰ "یثبت الله الذین آمنوا بالقول الثابت بلا اله الا الله "فی الحیوة الدنیا" یعنی یثبتهم علی ذلک القول عند النزع "وفی الآخرة یعنی فی القبر و قال البراء بن عازب نزلت الآیة فی عذاب القبر یسأل من ربک و من نبیک و ما دینک؟ یعنی اذا اجاب فقد ثبته الله تعالیٰ و قال الضحاک اذا وضع المؤمن فی قبره انصرف عنه الناس دخل علیه ملکان فیجلسانه و یسألانه من ربک و من نبیک و ما دینک و ما کتابک و ما قبلتک؟ فیثبته الله فی القبر کما یثبته فی الحیوٰة الدنیا بالاقرار بالله تعالیٰ و کتبه و رسله و رواه ابن طاؤس عن ابیه أنه قال فی الحیاة الدنیا یعنی قوله لا اله الا الله یثبتهم علیها فی الدنیا و فی لآخرة عند المسئلة فی القبر و هکذا قال قتادة و قال الربیع بن انس فی الحیاة الدنیا یعنی فی القبر و فی الآخرة یعنی یوم الحساب و یقال فی الحیاة الدنیا و فی الآخرة یعنی یموت علی الایمان ویبعث یوم القیامة مع الایمان۔ (تفسیر سمرقندی ص ۲۰۶ ج ۲) "یثبت الله الذین آمنوا بالقول الثابت فی الحیوٰة الدنیا و فی الآخرة"... وقیل فی الحیوٰة الدنیا یعنی عند الموت و فی الآخرة یعنی فی القبر حتی یجیب سوال الملکین۔ (تفسیر زاهدی ص ۲۶۶) "یثبت الله الذین آمنوا بالقول الثابت فی الحیوٰة الدنیا و فی الآخرة و یضل الله الظالمین و یفعل الله ما یشاء" قوله تعالیٰ "یثبت الله الذین آمنوا" ای یثبتهم علی الحق بالقول الثابت، وهو شهادة أن لا اله الا الله۔ قوله تعالیٰ "فی الحیاة الدنیا و فی الآخرة" فیه قولان۔ احدهما۔ أن الحیاة الدنیا، زمان الحیاة علی وجه الارض، و الآخرة، زمان المسألة فی القبر، و الی هذا المعنی ذهب البراء بن عازب، و فیه احادیث تعضده، و الثانی، ان الحیاة الدنیا، زمن السؤال فی القبر، و الآخرة، السؤال فی القیامة، و الی هذا المعنی ذهب طاووس، و قتادة، قال المفسرون۔ هذه الآیة وردت فی فتنة القبر، و سؤال الملکین و تلقین الله تعالیٰ للمؤمنین کلمة الحق عند السؤال، و تثبیته ایاه علی الحق۔ (زاد المسیر فی علم التفسیر ص ۳۶۱ ج ۴) عن ابی سعید الخدری رضی الله عنه قال شهدت مع رسول الله ﷺ جنازة فقال رسول الله ﷺ یا ایها الناس ان هذه الامة تبتلی فی قبورها فاذا الناس دفن فتفرق عنه اصحابه، جاءه ملک فی یده مطراق فاقعده قال ما تقول فی هذا الرجل، فان کان مؤمنا قال اشهد ان لا اله الا الله و ان محمداً عبده و رسوله، فیقول صدقت ثم یفتح له بابا الی النار فیقول هذا کان منزلک لو کفرت بربک فاما اذ آمنت بربک فهذا منزلک فیفتح له باباً الی الجنة فیرید ان ینهض الیه فیقول له اسکن و یفسح له فی قبره و ان کان کافرا او منافقا یقول له ما تقول فی هذا الرجل فیقول لا ادری، سمعت الناس یقولون شیئا فیقول لا دریت و لا تلیت و لا اهتدیت ثم یفتح له باباً الی الجنة فیقول هذا منزلک لو آمنت بربک فاما اذا کفرت بربک فان الله عز و جل ابدلک به هذا و یفتح له باباً الی النار ثم یقمعه قمعة بالمطراق یسمعها خلق الله کلها، غیر الثقلین، و قال بعض القوم یا رسول الله ما احد یقوم علیه ملک فی یده مطراق الا هبل عن ذلک فقال رسول الله ﷺ "یثبت الله الذین آمنوا بالقول الثابت۔ رواه احمد و البزار، وزاد، "فی الحیاة الدنیا و فی الآخرة و یضل الله الظالمین و یفعل الله ما یشاء" (ابراهیم ۲۷) ورجاله رجال الصحیح۔ (مجمع الزوائد ج ۳ ص ۱۲۹) عن ابی هریرة رضی الله عنه قال قال رسول الله ﷺ والذی نفسی بیده انه لیسمع خفق نعالهم حین یولون عنه، فاذا کان مؤمنا کانت الصلاة عند رأسه و الزکاة عن یمینه، و الصوم عن شماله، و فعل الخیرات و المعروف و الاحسان الی الناس من قبل رجلیه، فیؤتی من قبل رأسه، فتقول الصلاة لیس قبلی مدخل، فیؤتی عن یمینه فتقول الزکاة لیس قبلی مدخل، و یؤتی من قبل شماله، فیقول الصوم، لیس قبلی مدخل، (بقیہ حاشیہ اگلے صفحہ پر)

....

(حاشیہ گزشتہ صفحہ) ثم یؤتی من قبل رجلیه، فیقول فعل الخیرات الی الناس، لیس من قبلی مدخل فیقال له اجلس، فیجلس وقد مثلت له الشمس للغروب فیقال له ماتقول فی هذا الرجل الذی کان قبلکم یعنی النبی فقال۔ اشهد انه رسول الله ﷺ جاءنا بالبینات من عند ربنا فصدقناه واتبعناه، فیقال له صدقت، وعلی هذا حییت، وعلی هذا مت، وعلیه تبعث ان شاء الله، و یفسح له قبره مد بصره فذلک قول الله عز وجل "یثبت الله الذین آمنوا بالقول الثابت فی الحیاة الدنیا و فی الآخرة" (ابراهیم ۲۷) ویقال افتح له باباً الی النار فیقال هذا کان منزلک لو عصیت الله عز وجل فیزداد غبطة و سروراً و یقال افتحوا له باباً الی الجنة فیفتح له، فیقال هذا منزلک و ما أعده الله لک، فیزداد غبطة و سروراً، فیعاد الجلد الی ما بدا منه، و یجعل روحه فی نسم طیر یعلق فی شجر الجنة، و أما الکافر فیؤتی من قبل رأسه، فلا یوجد شیئا، فیؤتی من قبل رجل فلا یوجد شیء، فیجلس خائفا مرعوباً، فیقال له ماتقول فی هذا الرجل کان فیکم، و ماتشهد به؟ فلا یهتدی لاسمه، فیقال محمد۔ فیقول۔ سمعت الناس یقولون شیئا فقلت کما قالوا، فیقال له صدقت علی هذا حییت، وعلیه مت وعلیه تبعث ان شاء الله، و یضیق علیه قبره حتی تختلف اضلاعه، فذلک قول الله عز وجل "ومن اعرض عن ذکری فان له معیشة ضنکا" (طه ۱۲۴) فیقال افتحوا له باباً الی الجنة فیقال له هذا کان منزلک و ما أعد الله لک لو اطعته، فیزداد حسرة و ثبوراً، ثم یقال افتحوا له باباً الی النار فیفتح له الیها، فیقال هذا منزلک و ما اعد الله لک فیزداد حسرة و ثبوراً، قال ابو عمر، یعنی الضریر۔ قلت لحماد بن سلیمان کان هذا من اهل القبلة قال نعم۔ قال ابو عمر کأنه یشهد بهذه الشهادة علی غیر یقین یرجع الی قلبه، کان یسمع الناس یقولون شیئا فیقوله۔ (رواه الطبرانی فی الاوسط و اسناده حسن) (مجمع الزوائد: ج۳ص ۱۳۴) وعن عائشة ؓ، قالت، قلت، یا رسول الله، تبتلی هذه الأمة فی قبورها، فکیف بی و أنا امرأة ضعیفة؟ قال۔ "یثبت الله الذین آمنوا بالقول الثابت فی الحیاة الدنیا وفی الآخرة" (ابراهیم ۲۷) قلت۔ لها حدیث غیر هذا فی الصحیح۔ رواه البزار، و رجاله ثقات۔ (مجمع الزوائد ج۳ص ۱۳۵) وعن ابی هریرة ؓ، قال۔ شهدنا جنازة مع نبی الله، فلما فرغ من دفنها و انصرف الناس، قال نبی الله، انه الآن یسمع خفق نعالکم، أتاه نکیر و منکر أعینهما مثل قدور النحاس، و أنیابهما مثل صیاصی البقر، و أصواتهما مثل الرعد، فیجلسانه فیسألانه۔ ما کان یعبد؟ ومن کان نبیه؟ فان کان ممن یعبد الله، قال۔ کنت اعبد الله، و نبیی محمد، جاءنا بالبینات فآمنا به واتبعناه، فذلک قول الله۔ "یثبت الله الذین آمنوا بالقول الثابت فی الحیاة الدنیا وفی الآخرة" (ابراهیم ۲۷) فیقال له۔ علی الیقین حییت، وعلیه مت، وعلیه تبعث، ثم یفتح له باب الی الجنة، و یوسع له فی حفرته، وان کان من أهل الشک، قال۔ لا أدری، سمعت الناس یقولون شیئاً فقلته، فیقال له۔ علی الشک حییت، وعلیه مت، وعلیه تبعث، ثم یفتح له باب الی النار، و یسلط علیه عقارب و تنانین، لو نفخ أحدهم فی الدنیا ما نبتت شیئاً تنهشه، و تؤمر الأرض فتضمه حتی تختلف أضلاعه۔ رواه الطبرانی فی الأوسط، وفیه ابن لهیعة۔ قلت وفیه کلام۔ (مجمع الزوائد ج۳ص ۱۳۶) وعن عبدالله، قال: اذا حدثتکم بحدیث أنبئکم بتصدیق ذلک، ان المؤمن اذا مات جلس فی قبره، فیقال۔ من ربک؟ وما دینک؟ ومن نبیک؟ فیقول۔ ربی الله، و دینی الاسلام، و نبیی محمد، فیوسع له فی قبره، و یفرج له فیه، ثم قرأ عبدالله۔ "یثبت الله الذین آمنوا بالقول الثابت فی الحیاة الدنیا وفی الآخرة و یضل الله الظالمین" (ابراهیم ۲۷) رواه الطبرانی فی الکبیر، و اسناده حسن۔ (مجمع الزوائد ج۳ص ۱۳۷) حدثنا أبو معاویة عن الأعمش عن سعد بن عبیدة عن البراء بن عازب "یثبت الله الذین آمنوا بالقول الثابت فی الحیاة الدنیا" قال التثبیت فی الحیاة الدنیا اذا جاء الملکان الی الرجل فی القبر فقالا له من ربک؟ فقال ربی الله قالا وما دینک؟ قال دینی الاسلام قالا ومن نبیک؟ قال نبیی محمد فذلک التثبیت فی الحیاة الدنیا۔ (بقیہ حاشیہ اگلے صفحہ پر)

....

(حاشیہ گزشتہ صفحہ) (مصنف ابن ابی شیبة ج۳ص ۲۵۴) حدثنا ابو العباس محمد بن یعقوب، ثنا محمد بن اسحاق الصغانی، ثنا سعید بن عامر، ثنا محمد بن عمرو بن علقمة، عن ابی سلمة، عن ابی ھریرة ﷺ، عن النبی قال۔ ان المیت یسمع خفق نعالھم اذا ولو مدبرین فان کان مؤمنا کانت الصلاة عند رأسه و کان الصوم عن یمینه و کانت الزکاة عن یساره و کان فعل الخیرات من الصدقة و الصلاة و الصلة و المعروف و الاحسان الی الناس عند رجلیه فیؤتی من قبل رأسه فتقول الصلاة ما قبلی مدخل و یؤتی من عن یمینه فیقول الصوم۔ ما قبلی مدخل و یؤتی من عن یساره فتقول الزکاة۔ ما قبلی مدخل و یؤتی من قبل رجلیه فیقول فعل الخیرات۔ ما قبلی مدخل فیقال له۔ أقعد فیقعد و تمثل له الشمس قد دنت للغروب فیقال له۔ ما تقول فی ھذا الرجل الذی / کان فیکم و ما تشھد به فیقول۔ دعونی اصلی فیقولون۔ انک ستفعل و لکن أخبرنا عما نسالک عنه قال۔ وعم تسألونی عنه فیقولون۔ أخبرنا عما نسألک عنه فیقول۔ دعونی اصلی فیقولون۔ الک ستفعل و لکن أخبرنا عما نسألک عنه قال۔ وعم تسألونی فیقولون۔ أخبرنا ما تقول فی ھذا الرجل الذی کان فیکم و ما تشھد به علیه فیقول۔ محمداً أشھد أنه عبدالله و أنه جاء بالحق من عند الله فیقال له۔ علی ذلک حییت و علی ذلک مت و علی ذلک تبعث ان شاء الله ثم یفتح له باب من قبل النار فیقال له۔ أنظر الی منزلک و الی ما أعد الله لک لو عصیت فیزداد غبطة و سرورا ثم یفتح له باب من قبل الجنة فیقال له۔ أنظر الی منزلک و الی ما أعد الله لک فیزداد غبطة و سرورا و ذلک قول الله تبارک و تعالیٰ۔ "یثبت الله الذی آمنوا بالقول الثابت فی الحیاة الدنیا و فی الآخرة و یضل الله الظالمین و یفعل الله ما یشاء" (ابراھیم ۲۷) قال و قال أبو الحکم عن أبی ھریرة۔ فیقال له۔ أرقد رقدة العروس الذی ما یوقظه الا اعز أھله الیه۔ ثم رجع الی حدیث أبی سلمة عن أبی ھریرة قال۔ و ان کان کافرا أتی من قبل رأسه فلا یوجد شیٔ و یؤتی عن یمینه فلا یوجد شیٔ ثم یؤتی عن یساره فلا یوجد شیٔ ثم یؤتی من قبل رجلیه فلا یوجد شیٔ فیقال له۔ أقعد فیقعد خائفا مرعوباً فیقال له۔ ما تقول فی ھذا الرجل الذی کان فیکم و ما ذا تشھد به علیه فیقول۔ أی رجل؟ فیقولون۔ الرجل الذی کان فیکم قال۔ فلا یھتدی له قال فیقولون۔ محمد فیقول۔ أی رجل؟ فیقولون۔ الرجل الذی کان فیکم قال۔ فلا یھتدی له قال فیقولون۔ محمد فیقول۔ سمعت الناس قالوا فقلت کما قالوا فیقولون۔ علی ذلک حییت و علی ذلک مت و علی ذلک تبعث ان شاء الله ثم یفتح له باب من قبل الجنة فیقال له۔ أنظر ألی منزلک و الی ما أعد الله لک لو کنت أطعته فیزداد حسرة و ثبوراً قال۔ ثم یضیق علیه قبره حتی تختلف اضلاعه قال۔ و ذلک قوله تبارک و تعالیٰ۔ "و ان له معیشة ضنکاً و نحشره یوم القیامة أعمی" (طٰه ۱۲۴) قال فی التلخیص تابعه حماد بن سلمة عن محمد بنحوه۔ علی شرط مسلم۔ (المستدرک علی الصحیحین للحاکم ج۳ص ۵۳۷) حدثنا عبدالله حدثنی أبی ثنا أبو عامر ثنا عباد یعنی ابن راشد عن داؤد بن أبی ھند عن أبی نضرة عن أبی سعید الخدری قال۔ شھدت مع رسول الله ﷺ جنازة، فقال رسول الله ﷺ "یا ایھا الناس ان ھذه الأمة تبتلی فی قبورھا، فاذا الانسان دفن فتفرق عنه اصحابه، جاءه ملک فی یده مطراق فاقعده، قال، ما تقول فی ھذا الرجل؟ فان کان مؤمناً قال۔ أشھد أن لا اله الا الله و أن محمدا عبده و رسوله، فیقول۔ صدقت، ثم یفتح له باب الی النار، فیقول ھذا کان منزلک لو کفرت بربک، فأما اذ آمنت فھذا منزلک، فیفتح له باب الی الجنة فیرید أن ینھض الیه، فیقول له اسکن، و یفسح له فی قبره۔ و ان کان کافرا أو منافقاً یقول له ما تقول فی ھذا الرجل؟ فیقول لا ادری، سمعت الناس یقولون شیئا، فیقول۔ لا دریت و لا تلیت و لا اھتدیت، ثم یفتح له باب الی الجنة، فیقول۔ ھذا منزلک لو آمنت بربک، فأما اذ کفرت به، فان الله عز و جل أبدلک به ھذا، و یفتح له باب الی النار، ثم یقمعه قمعة بالمطراق یسمعھا خلق الله کلھم غیر الثقلین"، فقال بعض القوم۔ (بقیہ حاشیہ اگلے صفحہ پر)

حدیث: "تعاد روحہ فی جسدہ" بھی ہوگی وہ حدیثیں بھی آجائیں گی کہ قبر میں سوال و جواب ہو رہا ہے۔ سارا مسئلہ واضح ہو جائے گا۔

یہ وہ آیت ہے جہاں مفسرین وضاحت سے یہ مسئلہ لکھتے ہیں، اگر کسی دوسری جگہ مفسرین عذاب کا ذکر کریں گے تو وہاں بعض اوقات اجمال کہہ کر گزر جاتے ہیں۔ کیونکہ یہ مسئلہ تفصیل کے ساتھ اس آیت مبارکہ کے تحت ذکر کر چکے ہوتے ہیں تو کوئی بھی حوالہ کسی تفسیر کا کوئی مماتی آپ کے سامنے پیش کرے تو آپ وہی تفسیر اٹھا کر اس آیت مبارکہ کو دیکھیں۔ کیونکہ اس آیت کے نیچے سارے مفسرین پوری وضاحت سے مسئلہ بیان کرتے ہیں۔

(حاشیہ گزشتہ صفحہ) یا رسول اللہ ما أحد یقوم علیہ ملک فی یدہ مطراق الا ھبل عند ذلک، فقال رسول اللہ ﷺ۔ "یثبت اللہ الذین آمنوا بالقول الثابت" (مسند احمد ج۳ ص۵) و قد جاء ھذا مبیناً فی احادیث صحاح، فمنھا ما فی المسند من حدیث داؤد بن أبی ھند عن أبی نضرۃ عن أبی سعید قال۔ کنا مع النبی فی جنازۃ، فقال "یا أیھا الناس ان ھذہ الامۃ تبتلی فی قبورھا، فاذا الانسان دفن و تفرق عنہ أصحابہ جاءہ ملک بیدہ مطراق فاقعدہ فقال۔ ما تقول فی ھذا الرجل؟ فان کان مؤمنا قال۔ أشھد أن لا الہ الا اللہ وحدہ لا شریک لہ و أشھد أن محمدا عبدہ و رسولہ، فیقول لہ۔ صدقت، فیفتح لہ باب الی النار فیقال لہ۔ ھذا منزلک لو کفرت بربک، فأما اذا آمنت فان اللہ أبدلک بہ ھذا، ثم یفتح لہ باب الی الجنۃ، فیرید أن ینھض لہ، فیقال لہ۔ اسکن، ثم یفسح لہ فی قبرہ، و أما الکافر و المنافق فیقال لہ۔ ما تقول فی ھذا الرجل؟ فیقول۔ لا أدری، فیقال لہ۔ لا دریت و لا اھتدیت، ثم یفتح لہ باب الی الجنۃ، فیقال لہ۔ ھذا منزلک لو آمنت بربک، فأما اذ کفرت فان اللہ أبدلک بہ ھذا، ثم یفتح لہ باب الی النار، ثم یقمعہ الملک بالمطراق قمعۃ یسمعہ خلق اللہ کلھم الا الثقلین"۔ قال بعض اصحابہ۔ یا رسول اللہ ﷺ، ما منا من احد یقول علی رأسہ ملک بیدہ مطراق الا ھیل عند ذلک، فقال رسول اللہ ﷺ "یثبت اللہ الذین آمنوا بالقول الثابت فی الحیاۃ الدنیا وفی الآخرۃ، و یضل اللہ الظالمین و یفعل اللہ ما یشاء" (ابراھیم ۲۷) (اعلام الموقعین ج ۱ ص ۱۳۶) وھذا کما أنہ مقتضی السنۃ الصحیحۃ، فھو متفق علیہ بین أھل السنۃ۔ قال المروزی۔ قال أبو عبداللہ۔ عذاب القبر حق لا ینکرہ الا ضال مضل۔ قال حنبل۔ قلت لأبی عبداللہ فی عذاب القبر، فقال۔ ھذہ أحادیث صحاح نؤمن بھا، و نقر بھا۔ کلما جاء عن النبی اسناد جید أقررنا بہ۔ اذ لم نقر بما جاء بہ رسول اللہ ﷺ و دفعناہ و رددناہ رددنا علی اللہ أمرہ، قال اللہ تعالی۔ "وما آتاکم الرسول فخذوہ" قلت لہ و عذاب القبر حق؟ قال۔ حق، یعذبون فی القبور۔ قال۔ و سمعت أبا عبداللہ یقول۔ نؤمن بعذاب القبر، و بمنکر و نکیر، و أن العبد یسأل فی قبرہ۔ "فیثبت اللہ الذین آمنوا بالقول الثابت فی الحیاۃ الدنیا وفی الآخرۃ" فی القبر۔ (الروح لابن قیم الجوزیۃ ص ۷۱) فقال۔ وأما سؤال السائل ھل یتکلم المیت فی قبرہ فجوابہ أنہ یتکلم، وقد یسمع أیضا من کلمہ، کما ثبت فی الصحیح عن النبی أنہ قال۔ "انھم یسمعون قرع نعالھم" و ثبت عنہ فی الصحیح أن المیت یسأل فی قبرہ۔ فیقال لہ۔ من ربک؟ وما دینک؟ ومن نبیک؟ فیثبت اللہ الذین آمنوا بالقول الثابت، فیقول۔ اللہ ربی، والاسلام دینی، ومحمد نبیی۔ ویقال لہ۔ ما تقول فی ھذا الرجل الذی بعث فیکم؟ فیقول المؤمن۔ ھو عبداللہ و رسولہ، جاء نا بالبینات والھدی فآمنا بہ واتبعناہ، وھذا تأویل قولہ تعالی۔ "یثبت اللہ الذین آمنوا بالقول الثابت فی الحیاۃ الدنیا وفی الآخرۃ" (فتاویٰ ابن تیمیہ ج۴ ص ۲۷۳) آیت "یثبت اللہ الذین آمنوا بالقول الثابت فی الحیاۃ الدنیا وفی الآخرۃ۔۔۔ الخ" معناہ الثبات عند سوال القبر وعن البراء بن عازب انہ ﷺ ذکر قبض روح المؤمن فقال ثم یعاد روحہ فی جسدہ فیأتیہ ملکان فیجلسانہ فی قبرہ ویقولان لہ من ربک؟ وما دینک؟ ومن نبیک؟ فیقول ربی اللہ، و دینی الاسلام، و نبیی محمد ﷺ، فینادی مناد من السماء ان صدق عبدی فذالک قولہ "یثبت اللہ الذین آمنوا بالقول الثابت۔۔۔ الخ"۔۔۔ و ظنی ان عذاب القبر ھھنا بمعنی عام یتناول لجمیع الاحوال التی فی القبر کما ھو رای البعض وان ھذہ الآیۃ جامعۃ لسوال القبر و عذابہ و تنعیمہ۔ (تفسیرات الاحمدیۃ فی بیان آیات الشرعیۃ)

تو اس لئے اگر وہاں اجمال ہوگا تو اس تفصیل کو سامنے رکھ کے اس مفسر کا عقیدہ بیان ہوگا اور ہم ان آیات (جن کے تحت متقدمین اجمالاً لکھ گئے ہیں) پر بھی تفصیل سے مسئلہ بیان کریں گے۔ کیونکہ ہمارے سامنے ایسے لوگ آ گئے ہیں جو ان آیات کا غلط مطلب بیان کرتے ہیں۔

اور جب یہ فتنے نہیں تھے تو اس زمانے میں کچھ لوگ متعلقہ آیت کے سامنے تو پوری وضاحت کر جاتے تھے اور کہیں ضمناً آیا تو وہاں ضمنی بات لکھ کر گزر جاتے ہیں۔ اب حق پرستوں کا طریقہ یہ ہوتا ہے کہ جہاں وضاحت ہو اس کو لیا جائے اور باطل پرستوں کا طریقہ یہ ہوتا ہے کہ جہاں اجمال ہوگا اسے لیں گے۔ کیونکہ وہاں اپنی ٹانگ اڑانے کا موقع مل جاتا ہے، اس لئے وہ اجمال کو لیتے ہیں اور کہتے ہیں، اس اجمال کی تفسیر ہم یوں کرتے ہیں، ہم یوں کرتے ہیں، ہم یوں کرتے ہیں۔

اس لئے باطل والے ہمیشہ اجمالی حوالے نکالتے رہتے ہیں تو یہ قاعدہ یاد رکھیں کسی بھی تفسیر کا حوالہ ہو اور وہ آپ کو مجمل نظر آ رہا ہو اور نظر آ رہا ہو کہ اس میں کوئی مماتی اپنی ٹانگ اڑا رہا ہے، آپ وہی تفسیر اٹھا کر یہ آیت نکال دیں۔ اس کے سارے وسوسوں کا جواب اس میں آ جائے گا، وہاں اعادہ روح کا ذکر بھی ہوگا، قبر میں سوال و جواب کا ذکر بھی ہوگا۔ اس جگہ مفسرین تفسیر میں تفصیل سے یہ مسئلہ ذکر کرتے ہیں، دوسری جگہوں پر بعض اوقات اجمال کر جاتے ہیں کیونکہ اس زمانے میں یہ فتنہ نہیں تھا۔

عذاب قبر پر آیت نمبر پانچ: سورۃ نوح میں آتا ہے: ''اغرقوا فادخلوا نارا'' اب یہ فا تعقیب بلامہلت کے لئے آتی ہے، ادھر غرق ہوتے گئے ادھر عذاب میں مبتلاء کر دئے گئے۔ اب دیکھئے کہ جب غرق ہوئے تو غرق سے جو عذاب آیا وہ جسم اور روح دونوں کو آیا یا صرف روح کو؟ روح اور جسم دونوں کو آیا۔ جب یہ عذاب دونوں کو آیا تو فادخلوا نارا یہ عذاب بھی جسم اور روح دونوں کو آیا اور یہی عذاب قبر ہے[1]۔

---

[1] درج ذیل مفسرین نے اس آیت سے عذاب قبر پر استدلال کیا ہے۔ (۱) قشیری۔ (تفسیر قرطبی، اللباب فی علوم الکتاب) (۲) قرطبی۔ (تفسیر قرطبی) (۳) زمخشری۔ (کشاف) (۴) امام رازی۔ (تفسیر کبیر) (۵) ابن الخطیب۔ (اللباب فی علوم الکتاب) (۶) قاضی بیضاوی۔ (تفسیر بیضاوی) (۷) قاضی شوکانی۔ (فتح القدیر) (۸) محمد علی الصابونی۔ (صفوۃ التفاسیر) (۹) نواب صدیق حسن خان۔ (فتح البیان) (۱۰) سلیمان بن عمر العجیلی۔ (الفتوحات الالہیۃ) (۱۱) محیی الدین شیخ زادہ۔ (حاشیہ علی البیضاوی)

حوالہ جات کی اصل عبارات ملاحظہ فرمائیں: ''فادخلوا نارا'' ای بعد اغراقھم۔ قال القشیری۔ وھذا یدل علی عذاب القبر۔ (الجامع لاحکام القرآن لابی عبداللہ محمد بن احمد الانصاری القرطبی الجزء الاوّل) ''فادخلوا نارا'' جعل دخولھم النار فی الآخرۃ کانہ متعقب لاغراقھم، لاقترابہ، ولانہ کائن لامحالۃ فکأنہ قد کان۔ او ارید عذاب القبر۔ ومن مات فی ماء او فی نار او اکلتہ السباع والطیر۔ اصابہ مایصیب المقبور من العذاب۔ (الکشاف لابی القاسم محمود بن عمر الزمحشری الخوارزمی (۴۶۷-۵۳۸ھ) (المسألۃ الثالثہ) تمسک اصحابنا فی اثبات عذاب القبر بقولہ (اغرقوا فادخلوا نارا) وذلک من وجھین (الاول) ان الفاء فی قولہ'' فادخلوا نارا تدل علی انہ حصلت تلک الحالۃ عقیب الاغراق فلا یمکن حملھا علی عذاب الآخرۃ، ولا بطلت دلالۃ ھذہ الفاء (الثانی) أنہ قال فادخلوا علی سبیل الاخبار عن الماضی۔ وھذا انما یصدق لو وقع ذلک۔ (التفسیر الکبیر للامام الفخر الرازی) فصل فی صحۃ ''عذاب القبر'' قال ابن الخطیب۔ دل قولہ۔ ''اغرقوا فادخلوا نارا'' علی اثبات عذاب القبر لانہ یدل علی انہ حصلت تلک الحالۃ عقیب الاغراق، ولا یمکن حمل الآیۃ علی عذاب الآخرۃ والا بطلت دلالۃ ھذہ الفاء، وایضا فقولہ ''فادخلوا''

(بقیہ حاشیہ اگلے صفحہ پر)

ایک بات: یہاں ایک بات سمجھ لیں کہ یہاں دخول نار کا ذکر ہے اور دوسری میں عرض نار کا ذکر ہے۔ وہاں عرض نار کے بعد دخول نار ہے، اس سے پتہ چلا کہ کبھی عرض نار کو بھی مجازاً دخول نار کہہ دیتے ہیں۔ حقیقت مجاز کے طور پر ایک دوسرے کی جگہ استعمال ہو جاتے ہیں۔ جیسے نیک آدمی کی قبر میں چونکہ اس کو جنت کا ٹھکانہ دکھایا جاتا ہے، اس لئے اس کو جنت کا باغ فرمادیا۔ بدکار آدمی کی قبر میں اس کو جہنم دکھائی جاتی ہے اس لئے رسول اقدس نے اسے حفرۃ من النیران فرمادیا۔ اسی طرح کبھی عرض نار کی جگہ دخول نار کا لفظ مجازاً ذکر کر دیا جاتا ہے۔

(گزشتہ صفحہ کا حاشیہ) یدل علی الاخبار عن الماضی، وھذا انما یصدق لو وقع ذلک، وقال مقاتل، والکلبی۔ معناہ انھم سیدخلون فی الآخرۃ نارا، ثم عبر عن المستقبل بلفظ الماضی، لصدق وقوع وعدہ کقولہ۔ "ونادی اصحب الجنۃ" (الاعراف۔ ۴۴) قال ابن الخطیب۔ وھذا ترک للظاھر من غیر دلیل، فان قیل۔ انما ترکنا الظاھر لدلیل، وھو ان من مات فی الماء، فانا نشاھدہ ھناک، فکیف یمکن ان یقال۔ الھم فی تلک الساعۃ ادخلوا النار؟ فالجواب۔ ان ھذا الاشکال، انما جاء لاعتقاد ان الانسان ھو مجموع ھذا الھیکل، وھذا خطأ لان الانسان ھو الذی کان موجودا من اول عمرہ، مع انہ کان صغیر الجثۃ فی اول عمرہ، ثم ان اجزاءہ دائما فی التحلل والذوبان، ومعلوم ان الباقی غیر المتبدل۔ فھذا الانسان عبارۃ عن ذلک الشیٔ الذی ھو باق، من اول عمرہ الی الآن، فلم لا یجوز ان یقال۔ نقل الاجزاء الباقیۃ الاصلیۃ التی فی الانسان عبارۃ عنھا الی النار والی العذاب۔ ونقل القرطبی عن القشیری انہ قال۔ ھذہ الآیۃ تدل علی عذاب القبر، ومنکرو یقولون۔ صاروا مستحقین دخول النار، او عرض علیھم اماکنھم من النار، کقولہ تعالی "النار یعرضون علیھا غدوا او عشیا" (اللباب فی علوم الکتاب تالیف الامام المفسر ابی حفص عمر بن علی ابن عادل الدمشقی الحنبلی المتوفی بعد ۸۸۰ ھجریہ) "مما خطیئاتھم" من اجل خطیئاتھم، وما مزیدۃ للتأکید والتفخیم، وقرأ ابو عمرو مما خطایاھم۔ "اغرقوا" بالطوفان۔ "فادخلوا نارا" المراد عذاب القبر او عذاب الآخرۃ، (تفسیر البیضاوی لامام ناصر الدین ابی سعید عبداللہ بن عمر بن محمد الشیرازی البیضاوی) مما خطیئاتھم اغرقوا) ما مزیدۃ للتاکید، والمعنی۔ من خطیئاتھم۔ ای من اجلھا و بسببھا أغرقوا بالطوفان (فادخلوا نارا) عقب ذلک، وھی نار الآخرۃ، وقیل عذاب القبر۔ (فتح القدیر تالیف محمد بن علی بن محمد الشوکانی المتوفی ۱۲۵۰ ھج) فائدۃ۔ استدل العلماء علی عذاب القبر بقولہ تعالی "مما خطیئاتھم اغرقوا فادخلوا نارا" قالوا۔ المراد بھا نار القبر وعذابہ، لانہ تعالی عطف بالفاء، والفاء تفید الترتیب مع التعقیب، ونار الآخرۃ لم یذوقوھا بعد، فدل علی ان المراد عذاب القبر، وھو استدلال لطیف۔ (صفوۃ التفاسیر للعلامۃ محمد علی الصابونی) (فادخلوا) عقب الاغراق (نارا) وھی نار الآخرۃ، وھذا من التعبیر عن المستقبل بالماضی لتحقق وقوعہ نحو (اتی امر اللہ) وقیل عذاب القبر، وعلی ھذا ھو علی بابہ کقولہ فی آل فرعون (النار یعرضون علیھا غدوا او عشیا) (فتح البیان فی مقاصد القرآن تالیف صدیق بن حسن بن علی الحسین القنوجی البخاری) (قولہ فادخلوا نارا) ای فی الدنیا عقب الاغراق فکانوا یغرقون من جانب ویحترقون فی الماء من جانب بقدرۃ اللہ تعالی اھ خطیب وفی السمین قولہ فادخلوا نارا ویجوز أن یکون من التعبیر عن المستقبل بالماضی لتحقق وقوعہ نحو اتی امر اللہ وأن یکون علی بابہ والمراد عرضھم علی النار فی قبورھم کقولہ فی آل فرعون النار یعرضون علیھا غدوا او عشیا اھ۔ (الفتوحات الالھیۃ سلیمان بن عمر العجلی الشافعی الشھیر بالجمل المتوفی سنۃ ۱۲۰۴) قال الزمخشری أو أرید عذاب القبر انتھی۔ (تفسیر البحر المحیط ص ۳۴۳) "ادخلوا فاغرقوا نارا قولہ (المراد عذاب القبر) تمسک اصحابنا فی اثبات عذاب القبر بقولہ تعالی "اغرقوا فادخلوا نارا" و ذلک من وجھین الاوّل ان الفاء فی قولہ تعالی "اغرقوا فادخلوا نارا" (بقیہ حاشیہ اگلے صفحہ پر)

ایک مماتی کا لطیفہ: حضرت اوکاڑوی ؒ نے فرمایا کہ: ایک مماتی کہنے لگا کہ قیل ادخل الجنۃ کا مطلب ہے کہ وہ جنت میں جاچکا ہے، پہلے تو میں نے اسے کہا کہ ہاں جاچکے ہیں، کیونکہ و نفخ فی الصور، صور بھی پھونکا جاچکا ہے جب صور پھونکا جاچکا ہے تو جنت میں بھی جاچکا ہے۔ (حضرت نے و نفخ فی الصور کا ترجمہ اس طرح کیا تاکہ وہ تاویل کرے اور خود پھنس جائے۔ چنانچہ ایسے ہی ہوا) اب وہ یہاں تاویل کرنے بیٹھا کہ یہاں ماضی اس لئے لائی گئی ہے کہ بسا اوقات جو بات آئندہ زمانے میں ہونی ہو اور یقینی ہو اس کو ماضی کے صیغے سے تعبیر کر لیتے ہیں کہ گویا ہو چکی ہے۔ حضرت نے کہا پھر وہاں بھی یہ معنی لے لو۔

حضرت نے کہا: جلالین ہی کم از کم اٹھا کر دیکھ لو کوئی اور تفسیر تو تمہاری قسمت میں نہیں ہے۔ پہلی بات تو یہ ہے کہ کیا اسے شہید کیا بھی گیا تھا یا نہیں؟ قرآن میں اس کے شہید کرنے کا کوئی ذکر ہی نہیں کہ اسے شہید کر دیا گیا۔ ایک قول تو یہ ہے کہ اسے زندہ اٹھا لیا گیا تھا، سرے سے شہید ہوا ہی نہیں وہ اور دوسرا یہ کہ اگر یہ شہید ہوا بھی تو قیل ادخل الجنۃ کے دونوں مطلب ہو سکتے ہیں کہ جنت سے مراد اس کی قبر بھی ہو سکتی ہے، کیونکہ وہ بھی جنت کے باغوں میں سے ایک باغ ہے یا یہ بات قیامت کے دن اس کو کہی جائے گی۔ مفسرین نے یہ قول بھی لکھا ہے، نیز شہید ہے تو حیات بھی تو ثابت ہو رہی ہے کہ کلام کر رہا ہے پچھلوں کو خبر دینا چاہتا ہے۔ یہ لوگ اس طرح کے اجمالات اٹھا اٹھا کر تفصیلی باتوں کی مخالفت کرتے رہتے ہیں۔

امام بخاری ؒ نے قرآن پاک کی تین چار آیتیں لکھی ہیں۔ مفتی محمد شفیع ؒ صاحب معارف القرآن میں لکھتے ہیں کہ دس سے زائد آیات قرآن میں ایسی ہیں جس سے علماء نے عذاب وثواب قبر کے باب میں ثابت کیا ہے۔ ہمارے مخدوم محترم امام المحققین حضرت مولانا نور محمد قادری تونسوی نور اللہ مرقدہ و برد اللہ مضجعہ نے اپنی کتاب الحیات بعد الممات المعروف قبر کی زندگی لکھی ہے۔ اس میں تقریباً ساٹھ آیتیں نقل کی ہیں، جن کے نیچے کسی نہ کسی مفسر نے عذاب وثواب قبر کا ذکر کیا ہے۔ بہرحال قرآن پاک اور احادیث سے یہ بات واضح طور پر ثابت ہو رہی ہے کہ عذاب وثواب قبر میں جسم اور روح دونوں شریک ہیں۔

(گزشتہ صفحہ کا حاشیہ) تدل علی ان الادخال حصل عقیب الاغراق فلا یمکن حمل الادخال علی عذاب الآخرۃ لان لا یلزم اخلاء اللفظ عن مدلوله الوضعی من غیر دلیل رالوجه الثانی ان قوله تعالیٰ "فادخلوا اخبار عن الماضی وهو انما یصدق بوقوع المخبر به قبل نزول الآیة وقال مقاتل والکلبی معنی الآیة انه سیدخلون فی الآخرة نارا و عبر عن المستقبل بلفظ الماضی لانه کائن لا محالة فکانه قد کان کقوله تعالیٰ "ونادیٰ اصحاب النار" (الاعراف ۵۰) و "ونادی اصحٰب الجنة" (الاعراف ۴۴) ولانه لما تحقق سبب الادخال ومن حق المسبب ان یتحقق عقیب السبب جعل کالمتحقق وعبر عنه بلفظ الماضی ولا یخفی ان ماذکر انما یصح التعبیر عن المستقبل بلفظ الماضی ولا یکون دلیلا علی ترک الظاهر ومن المعلوم ان العدول عن الظاهر من غیر دلیل لا وجه له فالوجه ان یراد به عذاب القبر ومن مات فی ماء او نار او اکلته السباع والطیر اصابه ما یصیب المقبور من العذاب کقوله تعالیٰ فی آل فرعون "النار یعرضون علیها غدوا وعشیا ویوم تقوم الساعة ادخلوا آل فرعون اشد العذاب" (غافر: ۴۶) وعن الضحاک انهم کانوا یغرقون من جانب ویحرقون من جانب وهو یؤید کون المراد به عذاب القبر ((حاشیه محی الدین شیخ زاده علی تفسیر البیضاوی مصنف محمد بن مصلح الدین مصطفی القوجوی الحنفی المعروف شیخ زاده المتوفی ۹۵۱ھ) ص ۳۵۲-۳۵۱ ج ۸)

اعتراض: قبر کی حیات تسلیم کرنا "ربنا امتنا اثنتین و احییتنا اثنتین" کے خلاف ہے، اس لئے کہ دو زندگیوں کا ذکر ہے۔(۱) دنیا والی۔(۲) حشر والی۔ اگر قبر میں زندگی مانیں تو تین زندگیاں ثابت ہو جائیں گی اور یہ اس آیت کے خلاف ہے۔

جواب: علامہ سبکی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: "لم یفهم الصحابة الذین نزل القرآن بلسانهم و لغتهم من نبیهم علیہ السلام غیر ذالک و کذالک التابعون بعدهم" (شفاء السقام ص ۲۰۲)

کیا صحابہ رضی اللہ عنہم نے یہ بات نہیں سمجھی نبی اقدس سے جن کی زبان اور لغت میں قرآن نازل ہوا۔ نہ تابعین نے یہ سمجھا۔

اصل بات یہ ہے کہ چونکہ قبر کی حیات آخرت کی حیات کا مقدمہ اور دیباچہ ہے، اس لئے اس کے ضمن میں آ گئی۔ قرآن پاک میں اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں: "کیف تکفرون باللہ و کنتم امواتاً فاحیاکم" تم کیسے اللہ کے ساتھ کفر کرتے ہو، حالانکہ تم مردہ تھے، پھر اللہ نے تمہیں حیات دی۔ اب بچہ اس دنیا میں آنے سے قبل چند ماہ ماں کے پیٹ میں بھی تو زندہ رہتا ہے، اگر اس آیت میں ماں کے پیٹ والی حیات کا ذکر ہے تو دنیا والی کا ذکر کہاں ہے اور اگر دنیا والی کا ذکر ہے تو ماں کے پیٹ والی کا کہاں ہے؟

اس کے جواب میں یہی کہا جائے گا کہ ماں کے پیٹ والی حیات چونکہ اس زندگی کا دیباچہ اور مقدمہ ہے اس لئے فاحیاکم کے تحت ہی آ گئی۔ اسی طرح قبر کی حیات آخرت کی حیات کا مقدمہ اور دیباچہ ہے وہ آخرت کی حیات کے تحت ہی داخل ہے۔

عذاب قبر پر آیت نمبر چھ: "ولنذیقنهم من العذاب الادنیٰ دون العذاب الاکبر لعلهم یرجعون" اور ہم چکھائیں گے عذاب اکبر سے قبل عذاب ادنیٰ تاکہ وہ لوٹ آئیں۔

حضرات مفسرین نے عذاب ادنیٰ سے عذاب قبر مراد لیا ہے۔

ابن قیم الجوزیہ رحمۃ اللہ علیہ لکھتے ہیں: "وقد احتج بهذه الآیة جماعة منهم عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہ علی عذاب القبر" اور اس آیت سے ایک جماعت نے جن میں سے عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہ بھی ہیں عذاب قبر کے اثبات پر دلیل پکڑی ہے۔ (کتاب الروح لابن قیم)

اشکال: اس پر اشکال ہوتا ہے کہ اگر اس آیت میں عذاب ادنیٰ سے مراد عذاب قبر ہے تو یہاں تو ہے کہ عذاب ادنیٰ اس لئے دیا جاتا ہے تاکہ وہ کفر سے لوٹ آئیں۔ حالانکہ قبر میں جا کر کفر سے تو نہیں لوٹا جا سکتا، اگر عذاب ادنیٰ سے عذاب قبر مراد لیں تو جو غرض ہے یعنی ان کا کفر سے لوٹنا وہ فوت ہو جائے گی۔

جواب: ابن قیم رحمۃ اللہ علیہ اسی اشکال کو نقل کر کے اس کا جواب دیتے ہیں۔ فرماتے ہیں: "یہ بات حبر الامة ترجمان قرآن حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ سے کیسے مخفی رہ سکتی ہے، انہوں نے یہ قول کہ عذاب ادنیٰ سے مراد عذاب قبر ہے یہ اپنی دقت نظر کی وجہ سے اختیار کیا ہے، اس لئے کہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے کہ ان کے لئے دو عذاب ہیں۔ ادنیٰ اور اکبر اور پھر یہ فرمایا کہ ادنیٰ کا بعض حصہ چکھایا جائے گا تاکہ وہ کفر سے رجوع کر لیں۔ اس لئے کہ من تبعیضیہ ہے

بعض ادنیٰ تو یہاں چکھا دیا باقی ادنیٰ جو ہے وہ اس عذاب دنیا کہ بعد چکھایا جائے گا اور وہ قبر میں چکھایا جائے گا۔ اسی لئے اللہ تعالیٰ نے من الادنیٰ فرمایا: العذاب الادنیٰ نہیں فرمایا[1]۔

حضرت انس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں: ''قال قال رسول اللہ ﷺ ان العبد اذا وضع فی قبره و تولیٰ عنه اصحابه انه یسمع قرع نعالهم اتاه ملکان فیقعدانه فیقولان . . . و اما المنافق و الکافر . . . فیقال له لا دریت و لا تلیت و یضرب بمطارق من حدید ضربة فیصیح صیحة یسمعها من یلیه غیر الثقلین'' آنحضرت نے فرمایا آدمی کو جب قبر میں رکھا جاتا ہے اور اس کے ساتھی اسے چھوڑ آتے ہیں اور وہ ان کے جوتوں کی آواز سنتا ہے تو اس کے پاس دو فرشتے آتے ہیں اسے بٹھاتے ہیں اور اس سے سوال و جواب کرتے ہیں جو منافق اور کافر ہوتا ہے اسے کہتے ہیں نہ تو نے بات خود سمجھی نہ کسی دوسرے سمجھنے والے کے پیچھے چلا، پھر اسے لوہے کے ہتھوڑوں سے مارتے ہیں اور وہ چیختا ہے ایسی چیخ کہ اسے سب پاس والے سنتے ہیں انسانوں اور جنات کے علاوہ۔

(متفق علیہ، مشکوٰۃ ص ۲۵، ابوداؤد ج ۲ ص ۶۵۴، سنن نسائی ج ۱ ص ۲۸۸)

---

[1] عذاب ادنیٰ سے مراد عذاب قبر ہے۔ (۱) سیدنا براء بن عازب۔ (قرطبی) (۲) مجاہد۔ (قرطبی) (۳) قشیری۔ (قرطبی) (۴) فریابی۔ (النکت والعیون) (۵) ابن جریر۔ (تفسیر ابن جریر) (۶) ابن ابی حاتم۔ (تفسیر ابن ابی حاتم) (۷) ابوعبیدہ۔ (تفسیر درمنثور) (۸) جلال الدین سیوطی۔ (تفسیر درمنثور) (۹) ابومحمد عبدالحق اندلسی۔ (المحرر الوجیز) (۱۰) نواب صدیق حسن خان۔ (فتح البیان) (۱۱) ابن کثیر۔ (تفسیر ابن کثیر) (۱۲) ابواللیث ثمرقندی۔ (رحمہ اللہ) (تفسیر ثمرقندی)

حوالہ جات کی اصل عبارات ملاحظہ فرمائیں: قوله تعالیٰ ''ولنذیقنهم من العذاب الادنیٰ'' قال الحسن و ابو العالیة و الضحاک و ابی بن کعب و ابراهیم النخعی۔ العذاب الادنی مصائب الدنیا و اسقامها مما یبتلی به العبید حتی یتوبوا، و قاله ابن عباس۔ و عنه ایضا انه الحدود۔ و قال ابن مسعود و الحسین بن علی و عبداللہ بن الحارث۔ هو القتل بالسیف یوم بدر۔ و قال مقاتل۔ الجوع سبع سنین بمکة حتی اکلوا الجیف، و قاله مجاهد، و عنه ایضا۔ العذاب الادنی عذاب القبر، و قاله البراء ابن عازب۔ قالوا۔ و الاکبر عذاب یوم القیامة۔ قال القشیری۔ و قیل عذاب القبر۔ (الجامع لاحکام القرآن لابی عبد اللہ محمد بن احمد الانصاری القرطبی) قوله تعالیٰ (ولنذیقنهم من العذاب الادنی دون العذاب الاکبر) اما العذاب الادنی ففی الدنیا و فیه سبعة تاویل۔ احدها۔ أنها مصائب الدنیا فی الانفس و الاموال قاله ابی۔ الثانی۔ القتل بالسیف، قاله ابن مسعود۔ الثالث۔ أنه الحدود، قاله ابن عباس۔ الرابع۔ القحط و الجذب، قاله ابراهیم۔ الخامس۔ عذاب القبر، قاله البراء بن عازب و مجاهد۔ السادس۔ أنه عذاب الدنیا کلها، قاله ابن زید۔ السابع۔ أنه غلاء السعر و الاکبر خروج المهدی، قاله جعفر الصادق۔ و یحتمل ثامناً۔ أن العذاب الادنی فی المال، و الاکبر فی الانفس۔ و العذاب الاکبر عذاب جهنم فی الآخرة۔ (النکت و العیون تفسیر الماوردی تصنیف ابی الحسن علی بن محمد بن حبیب الماوردی البصری) و اخرج الفریابی و ابن جریر و ابن ابی حاتم عن مجاهد ''ولنذیقنهم من العذاب الادنی'' قال۔ عذاب الدنیا و عذاب القبر۔ و أخرج الفریابی و ابن جریر عن مجاهد فی قوله ''ولنذیقنهم من العذاب الادنی'' قال۔ القتل و الجوع لقریش فی الدنیا، و العذاب الأکبر یوم القیامة فی الآخرة۔ و أخرج هناد عن ابی عبیدة فی قوله ''ولنذیقنهم من العذاب الادنی'' قال۔ عذاب القبر۔ (الدر المنثور فی التفسیر بالمأثور للامام الحافظ جلال الدین السیوطی رحمہ اللہ (ت ۹۱۱ھ)

(بقیہ حاشیہ اگلے صفحہ پر)

اس حدیث میں ان امور پر نظر رہے:

۱...... یہ واقعہ کس قبر میں پیش آتا ہے جس میں میت کو اتارا جاتا ہے اور جس سے اس کے ساتھی رخصت ہوتے ہیں اور ان کے جانے کی آواز سنتا ہے۔

۲...... فرشتے اس کے پاس کس قبر میں آتے ہیں؟ جس میں اسے پکارا گیا اور جہاں اسے چھوڑ کر اس کے ساتھی چل دیئے۔ اگر یہ فرشتے سجین میں اس کے پاس آئے ہوں تو اسے اس طرح بیان کیا جاتا۔

۳...... وہ فرشتے اسے بٹھاتے ہیں، یہ اس کا بیٹھنا عالم دنیا کا نہیں، نہ یہاں کے حواس سے اسے دیکھا جا سکتا ہے۔ یہ عالم برزخ کا معاملہ ہے، جو اسی قبر میں اسی بدن سے پیش آرہا ہے۔ گو یہاں سے جھانکنے والے کو وہاں کچھ بھی ہوتا دکھائی نہ دے۔

۴...... کافر اور منافق کی سزا کو وہی سن سکتے ہیں جو اس قبر کے زیادہ قریب ہوں۔ یسمعها من يليه...... سو عذاب اسی قبر میں ہو رہا ہے۔ گو یہ اتنی تنگ ہو رہی ہو کہ اس کی پسلیاں اس میں گھس جائیں اور دیکھنے والے کو وہ ویسی ہی دکھائی دے۔

حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں: "مر النبي بقبرين فقال انهما ليعذبان وما يعذبان في كبير اما احدهما فكان لا يستتر من البول واما الاخر فكان يمشي بالنميمة ثم اخذ جريدة رطبة فشقها نصفين فغرز في كل قبر واحد قالوا يا رسول الله ﷺ لم فعلت هذا قال لعله يخفف عنهما مالم ييبسا" آنحضرت دو قبروں کے پاس سے گزرے، آپ نے بتایا کہ ان دونوں کو عذاب ہو رہا ہے اور وہ کسی بڑے گناہ پر نہیں، ایک تو پیشاب کی چھینٹوں سے بچاؤ نہیں کرتا تھا اور دوسرا چغلی کھانے کا رسیا تھا۔ پھر آپ نے کھجور کی ایک ٹہنی لی اور اس کو دو حصوں میں کاٹا اور دونوں ٹکڑے ایک ایک قبر میں گاڑ دیئے۔ صحابہ رضی اللہ عنہم نے اس کی وجہ پوچھی تو آپ نے فرمایا شاید جب تک یہ ٹہنیاں سبز رہیں ان سے عذاب ہلکا رہے۔ (صحیح بخاری ج۱ ص ۱۸۴، صحیح مسلم ج۱ ص ۱۴۱)

(گزشتہ صفحہ کا حاشیہ) وقال مجاهد عنى بذلك عذاب القبر۔ (المحرر الوجيز في تفسير الكتاب العزيز لابي محمد عبدالحق بن عطيه الاندلسي) (ولنذيقنهم من العذاب الادنى) وهو عذاب الدنيا، قال الحسن، وابو العالية، والضحاك، والنخعي۔ هو مصائب الدنيا وأسقامها، وقيل۔ الحدود، وقيل۔ القتل بالسيف يوم بدر، وقيل سني الجوع بمكة سبع سنين، حتى اكلوا فيها الجيف والعظام، والكلاب۔ وقيل عذاب القبر۔ ولا مانع من الحمل على الجميع۔ (فتح البيان في مقاصد القرآن تاليف صديق بن حسن بن علي الحسين القنوجي البخاري) وقوله تعالى "ولنذيقنهم من العذاب الادنى دون العذاب الاكبر قال ابن عباس يعني بالعذاب الادنى ومصائب الدنيا واسقامها وآفاتها ومايحل باهلها مما يبتلي الله به عباده ليتوبوا اليه وروى مثله عن ابي بن كعب و ابي العالية والحسن و ابراهيم النخعي والضحاك و علقمة و عطية ومجاهد وقتادة وعبدالكريم الجزري وخصيف وقال ابن عباس في رواية عنه يعني به اقامة الحدود عليهم وقال البراء بن عازب و مجاهد وابو عبيدة يعني به عذاب القبر۔ (تفسير ابن كثير ص ۴۶۱ ج۳) "ولنذيقنهم من العذاب الادنى" وهو المصيبات والقتل والجوع "دون العذاب الاكبر" وهو عذاب النار يعني۔ ان لم يتوبوا و يقال العذاب الادنى هو السحر للفاسقين والعذاب الاكبر النار ان لم يتوبوا ويقال۔ العذاب الادنى عذاب القبر۔ (تفسير سمرقندي ج۳ ص ۳۲)

اس حدیث میں یہ امور پیش نظر رہیں:

۱...... یہ حدیث کسی نادر کتاب کی نہیں، حدیث کی اوّل درجے کی کتابوں میں ہے۔

۲...... آنحضرت ﷺ نے ان دو شخصوں کو انہی گڑھوں میں عذاب ہوتے پایا جنہیں ظاہری قبریں کہا جاتا تھا، کسی اور عالم غیب کی خبر نہیں دی، جو ان قبروں سے بالکل لاتعلق ہو اور وہاں ان کو عذاب ہو رہا ہو۔

۳...... پھر آپ نے کھجور کی شاخیں بھی انہی قبروں پر رکھیں جنہیں عرف عام میں قبر کہا جاتا ہے۔ کیا آپ یہ شاخیں مقام سجین پر رکھ رہے تھے؟...... یہ اسی نشان قبر کی بات ہے۔

۴...... یہ عذاب جو انہیں ہو رہا تھا حشر کے بعد نہیں، جسے عذاب آخرت کہتے ہیں، یہ عالم برزخ کی واردات ہے اور اسے ہی عذاب قبر کہتے ہیں۔ یہ عذاب اکبر سے پہلے ایک چھوٹا عذاب ہے۔

اس سے ہم دو استدلال کرتے ہیں۔ ایک تو یہ کہ حضرت نے کشف میں انہی قبروں میں عذاب وثواب دیکھا اور انہی قبروں پر ٹہنیاں رکھیں نہ کہ سجین جا کر معلوم ہوا کہ اس قبر میں عذاب ہے۔

دوسرا استدلال ہم یہ کرتے ہیں، حضرت نے سبز ٹہنی رکھی کہ اس کے ذکر سے میت کو فائدہ پہنچے گا۔ جب ٹہنی کے ذکر سے فائدہ پہنچتا ہے تو دوسروں سے ایصال ثواب سے کیوں فائدہ نہیں پہنچتا۔

اس حدیث مبارکہ سے ایصال ثواب کا مسئلہ بھی واضح ہو رہا ہے۔ اب جتنی احادیث بخاری شریف میں عذاب وثواب قبر کے بارے میں آرہی ہیں ان سب میں اسی قبر میں عذاب وثواب کا ذکر ہے۔

اعتراض: یہ تو حضور ﷺ کا معجزہ تھا۔

جواب: قرآن پاک میں آتا ہے: "وان من شیئ الا یسبح بحمدہ" کہ ہر چیز اللہ کی تسبیح بیان کرتی ہے۔ لیکن بعض اوقات بطور خرق عادت ہم اس کو سن بھی لیتے ہیں۔ جیسا کہ بخاری شریف میں ہے: "عن عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ ولقد کنا نسمع تسبیح الطعام وھو یؤکل" (بخاری ص ۵۰۵ ج ۱)

حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ ہم کھانے کی تسبیح سنتے تھے، جیسے یہاں کرامت کھانے کا تسبیح پڑھنا نہیں بلکہ اس کو سننا ہے۔ اسی طرح یہاں بھی عذاب وثواب قبر کا سننا معجزہ ہے۔ اس کا ہونا معجزہ نہیں کہ یہ تو امر واقع ہے۔

ہم نے جن پانچ امور کو ثابت کرنا تھا وہ بحمد للہ ثابت ہو گئے۔

(۱) یہ بھی ثابت ہو گیا کہ عذاب قبر ہے۔ (۲) یہ بھی ثابت ہو گیا کہ قبر یہی قبر ہے۔ (۳) یہ بھی ثابت ہو گیا کہ جسم سے روح کا تعلق قائم ہو جاتا ہے۔ (۴) جسم کو ایک قسم کی قبر میں حیات حاصل ہو جاتی ہے۔ (۵) یہ بھی ثابت ہوا کہ عذاب قبر اسی جسم کو ہوتا ہے جس پر موت طاری ہوئی۔

ان امور کو ثابت کرنے کے بعد مسئلہ عذاب قبر مکمل ہو چکا ہے۔ آگے مسئلہ حیات انبیاء علیہم السلام کو بیان کیا جاتا ہے۔

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

مسئلہ حیات انبیاء علیہم السلام

أما بعد! جیسا کہ پہلے یہ بات عرض کی جا چکی ہے کہ: "زبدۃ المحدثین، سلطان المحققین، رئیس المناظرین، فاتح مذاھب باطلہ، حامل علوم وھبیہ، مناظر اسلام، وکیل احناف، حضرت مولانا محمد امین صفدر صاحب اوکاڑوی رحمہ اللہ فی کل آن و اطال اللہ فیوضہ فی کل مکان و ابقی اللہ ذکرہ بالخیر فی کل زمان و اعاذ اللہ تلامیذہ و احباءہ من کل شیطان" کی رائے گرامی تھی کہ مسئلہ حیات انبیاء علیہم السلام پر اس طرز پر تصنیف ہو۔ چنانچہ مسئلہ عذاب قبر بتوفیق اللہ تعالیٰ تمام ہو گیا ہے، اب مسئلہ حیات شروع کیا جا رہا ہے۔

ذات علیم وخبیر کے سامنے دست سوال دراز کرتے ہوئے ملتجی ہوں کہ اس کو خیر وعافیت سے تمام کرنے کی توفیق شامل حال فرمائے اور اپنے علوم کے لامحدود خزانوں سے عاجز کو بھی تھوڑا سا حصہ نصیب فرما دے۔ وما ذلک علی اللہ بعزیز!

دعویٰ: سب سے پہلے ہم اپنا دعویٰ کا ذکر کرتے ہیں کہ تا کہ پتا چلے کہ آنے والے دلائل دعوے کے مطابق ہیں یا نہیں، ہمارا دعویٰ ہے کہ: "نبی اقدس پر قرآنی وعدہ کے مطابق موت طاری ہوئی اس کے بعد آپ کو حیات عطاء کی گئی اور اب آپ اپنی قبر مبارک میں زندہ ہیں بلکہ تمام انبیاء علیہم السلام اپنی قبروں میں زندہ ہیں اور نمازیں پڑھتے ہیں۔"

ہمارے دعوے کا پہلا جزء یعنی موت کا وقوع فریق مخالف کے ہاں بھی مسلم ہے، دوسرا جزء یعنی موت کے بعد حالت کیا ہے؟ یہ اختلافی ہے، اسی سے بحث ہوگی۔ اس موضوع کو ہم ایک واقعہ سے شروع کرتے ہیں تا کہ آنے والی بات اچھی طرح ذہن نشین ہوتی چلی جائے۔

واقعہ: رئیس المناظرین حضرت اوکاڑوی رحمہ اللہ نے بتایا کہ میں ایک مرتبہ مظفر گڑھ بس سٹاپ پر بیٹھا تھا مجھے دیکھ کر دو تین آدمی آئے اور آکر کہنے لگے امین آپ ہی کا نام ہے؟ میں نے کہا کہ جی ہاں۔ انہوں نے کہا کہ ہم چھٹیوں میں تبلیغی جماعت کے ساتھ چلہ لگانے گئے تھے، تو ایک مسجد میں ایک مولوی صاحب نے بتایا کہ تبلیغی نصاب کی کتاب ساری شرک سے بھری پڑی ہے، اس میں نبی پاک کو قبر میں زندہ لکھا ہے، اور قرآن کہتا ہے کہ وہ فوت ہو چکے ہیں، انک میت وانھم میتون، اس نے یہ آیت ہمیں دکھائی تو ہم بڑے حیران ہوئے کہ حضرت شیخ الحدیث مولانا زکریا رحمہ اللہ کو قرآن کیوں نہیں آتا تھا؟ تو اس پر مولوی صاحب کہنے لگے کہ شیخ الحدیث صاحب ضد میں یہ بات لکھ گئے ہیں، چنانچہ ہم اس وقت سے پریشان تھے کہ اب آپ اچانک نظر آگئے ہم نے سوچا کہ آپ سے یہ مسئلہ سمجھ لیں۔

اس پر میں نے کہا: انک میت وانھم میتون کا اس مسئلہ سے کوئی تعلق نہیں ہے، کیونکہ ہم موت کا انکار نہیں کرتے بلکہ موت کے بعد حیات کے قائل ہیں۔ میں نے کہا کیا آپ اس وقت زندہ بیٹھے ہیں؟ وہ کہنے لگے جی ہاں۔ میں نے کہا اس سے پہلی حالت کو اللہ تعالیٰ نے موت کہا ہے: کیف تکفرون باللہ وکنتم امواتا اس کے بعد اللہ تعالیٰ نے حیات عطاء فرمائی۔

اب اگر اس سے بعد والی حیات پر میں کنتم امواتا پڑھتا رہوں اور کہوں کہ قرآن کہتا ہے کہ تم سارے مردہ ہو، تو کیا تم میری بات مان لو گے؟ وہ کہنے لگے نہیں۔ میں نے کہا میں کہوں گا کہ تم قرآن کے منکر ہو، قرآن کہتا ہے کنتم امواتا اور تم کہتے ہو ہم زندہ ہیں۔ وہ کہنے لگے وہ اور زمانہ ہے یہ اور زمانہ ہے۔ اس پر میں نے کہا کہ وہاں بھی یہی مسئلہ ہے۔ ہم موت کے قائل ہیں کہ آپ کو موت آئی، پھر موت کے بعد حیات کے قائل ہیں تو موت کا اور زمانہ ہے اور بعد میں حیات کا اور زمانہ ہے۔ جھگڑا موت کے بارے میں نہیں ہے، بلکہ موت کے بعد قیامت تک کی حالت کے بارے میں ہے جب کہ انک میت و انھم میتون کا تعلق موت کے ساتھ ہے۔ اس کو ہم بھی مانتے ہیں۔ نہ کہ موت کے بعد قیامت تک کی حالت کے ساتھ، جب کہ جھگڑا اس حالت میں ہے اور میں نے یہ بھی کہا ہے: انک میت و انھم میتون یہ وعدہ موت ہے، وقوع موت نہیں۔

جس طرح حضور پاک کا وعدہ موت قرآن پاک میں موجود ہے، ہمارا بھی وعدہ موت موجود ہے کل نفس ذائقة الموت لیکن اس وعدہ موت سے کیا ہمارا وقوع موت بھی ہو چکا ہے یا نہیں؟ یقیناً ابھی تک وقوع موت نہیں ہوا۔ وعدہ موت کے ذکر سے وقوع موت ثابت نہیں ہوتا۔ جس طرح ہمارے وعدہ موت سے وقوع موت ثابت نہیں ہوتا تو قرآن پاک میں کوئی بھی آیت مبارکہ ایسی نہیں ہے کہ جس میں نبی اکرم کے وقوع موت کا ذکر ہو کہ اللہ پاک نے فرمایا ہو کہ ہمارے نبی پاک فوت ہو چکے ہیں۔

عیسائیوں اور یہودیوں کی تردید میں ہم یہی پیش کرتے ہیں کہ موجودہ تورات میں موسیٰ علیہ السلام کی وفات کا ذکر ہے۔ جس سے معلوم ہوتا ہے کہ یہ جعلی تورات ہے، چنانچہ آج کل جو ہمیں تورات ملتی ہے اس کے پانچ حصے ہیں پیدائش، خروج، احبار، گنتی، استثناء۔ تو اس کا آخری باب یہاں سے شروع ہوتا ہے: ''پس خداوند کے بندہ موسیٰ نے خداوند کے کہے کے موافق وہیں موآب کے ملک میں وفات پائی اور اس کو موآب کی ایک وادی میں بیت فغفور کے مقابل دفن کیا گیا۔ پر آج تک کسی آدمی کو اس کی قبر معلوم نہیں اور موسیٰ اپنی وفات کے وقت ایک سو بیس برس کا تھا اور نہ تو اس کی آنکھ دھندلانے پائی اور نہ اس کی طبعی قوت کم ہوئی اور بنی اسرائیل موسیٰ کے لئے موآب کے میدانوں میں تیس دن تک روتے رہے...... اور اس وقت سے اب تک بنی اسرائیل میں کوئی نبی موسیٰ کی مانند جس نے خداوند کے روبرو باتیں کی ہوں کہیں نہیں اٹھا۔ (استثناء باب ۳۴)

میں نے کہا دیکھئے یہ فقرے صاف بتا رہے ہیں کہ اس تورات کو موسیٰ علی نبینا وعلیہ السلام نے کبھی خواب میں بھی نہیں دیکھا، یہ اس وقت لکھی گئی ہے جب موسیٰ علیہ السلام کی قبر کا نشان بھی لوگوں کو یاد نہیں رہا تھا تو قرآن کی کتنی واضح صداقت ہے کہ قرآن پاک فرماتا ہے: '' یکتبون الکتاب بایدیھم ثم یقولون ھذا من عند اللہ ''

کہ یہ لوگ کتابیں خود لکھ لیتے ہیں اور کہتے ہیں کہ اللہ کی طرف سے آئی ہیں تو اب ان کی تورات کے جملے صاف بتلا رہے ہیں کہ یہ تورات وہ تورات نہیں جو موسیٰ علیہ السلام پر اتری ہے اور دوسری حیرانی کی بات یہ ہے کہ اس لکھنے والے کا پتہ ہی نہیں کہ وہ ہندو ہے، عیسائی ہے یا سکھ، کس مذہب کا ہے؟ کہاں رہتا تھا؟ البتہ اتنا پتا چلتا ہے کہ وہ شام کا رہنے والا کوئی شخص ہے۔

۶ ربیع الاوّل ۱۴۲۴ھ قاسم بیلہ ملتان میں بندہ کا جو مناظرہ مسئلہ حیات النبی پر ہوا، اس میں مماتی مناظر نے انہیں آیات کو پڑھ کر غلط ترجمہ کیا جب میں نے اس کے غلط ترجمہ کو پکڑا اور میں نے بائبل کا یہ حوالہ پیش کیا تو وہ گھبرا گیا اور پھر اس نے اگلی تقریر میں اس کا ترجمہ تبدیل کر لیا۔

واقعہ: حضرت اوکاڑوی رحمہ اللہ نے فرمایا: ایک جگہ جب میں گیا تو مجھے انہوں نے بتایا کہ کالج کے تین لڑکے عیسائی ہو گئے ہیں، ان کو کسی نے مشورہ دیا کہ ایک لڑکی انگلش پڑھاتی ہے تم بھی اس سے پڑھ لیا کرو انگلش اچھی ہو جائے گی۔ چنانچہ وہ گرجا میں جانا شروع ہو گئے۔ جب جاتے وہاں ان کی کتابیں وغیرہ بھی پڑھتے۔ اب انہوں نے ان کے ذہن میں یہ بات ڈالی کہ انجیل پر آپ لوگ ایمان رکھتے ہیں، ہم بھی ایمان رکھتے ہیں، عیسیٰ کو تم بھی نبی مانتے ہو، ہم بھی نبی مانتے ہیں۔ قرآن نے عیسیٰ کو نبی کہا ہے اور انجیل کی تصدیق ہے۔ اس کے بعد ان کے ذہن میں یہ ڈالا کہ انجیل میں لکھا ہے کہ عیسیٰ خدا کا بیٹا ہے، تو تمہیں بھی مان لینا چاہئے کہ عیسیٰ خدا کا بیٹا ہے۔

اب ان طلباء نے مولوی صاحب سے آکر پوچھا تو انہوں نے فرمایا موجودہ انجیل اصلی انجیل نہیں ہے بلکہ جعلی ہے۔ انہوں نے مولوی صاحب سے کہا کہ آپ انجیل پر ایمان رکھتے ہیں؟ فرمایا جی ہاں۔ تو انہوں نے کہا اصلی انجیل دو کہاں ہے۔ اب مولوی صاحب اصلی انجیل کہاں سے دیتے۔ کیونکہ وہ کسی کے پاس تھی ہی نہیں۔ چنانچہ اسی دھوکے میں وہ تینوں لڑکے عیسائی ہو گئے کہ نہ یہ مولوی اصلی انجیل دیتے ہیں اور نہ اس کو مانتے ہیں۔

اب جب میں وہاں گیا تو کالج کے پرنسپل صاحب نے مجھے کہا کہ آپ عیسائیت کے بارے میں بول لیتے ہیں، ہمارے کالج میں یہ فتنہ بہت پھیل رہا ہے، آپ لڑکوں کو سمجھانے کے لئے میرے ساتھ چلیں۔ چنانچہ میں ان کے ساتھ لڑکوں کو ملنے چلا گیا۔ ان میں وہ لڑکے بھی آئے ہوئے تھے۔ میں نے ان کو پادری کی طرف بھیج دیا اور ان کے ساتھ دو تین بوڑھوں کے کان پر دم کر کے بھیج دیا۔

وہ چلے گئے، اب وہ پادری پھر اپنے گر آزمانے شروع ہوا کہ آپ کا انجیل پر ایمان ہے؟ انہوں نے کہا کہ جی ہاں۔ پادری نے کہا یہ انجیل ہے، بابا جی نے کہا یہ تو غلط اور جعلی انجیل ہے۔ پادری نے کہا اصل انجیل لا دو کہاں ہے؟ اس پر شور مچ گیا۔ چنانچہ ایک بابا جی آگے بڑھے جن کے کان پر میں نے دم کیا ہوا تھا اس نے کہا پادری صاحب کیا آپ حضرت ابراہیم علیہ السلام پر ایمان رکھتے ہیں؟ اس نے کہا جی ہاں بابا جی نے کہا ابراہیم علیہ السلام میں ہی ہوں۔ اس نے کہا تو کہاں سے آگیا ہے ابراہیم۔ بابا جی نے کہا جہاں سے تمہاری انجیل آئی ہے۔ پادری نے کہا تو جعلی ابراہیم ہے۔ بابا نے کہا پھر اصلی ابراہیم لا دو۔ کیونکہ امین صاحب کہتے ہیں کہ میں نے اصلی ابراہیم کو کہ جن پر عیسائیوں کا ایمان ہے دیکھنا ہے۔

اس کے بعد دوسرے بابا جی آگے بڑھے اور پادری سے پوچھا آپ کا موسیٰ علیہ السلام پر ایمان ہے؟ پادری نے کہا جی ہاں۔ بابا نے کہا میں ہی موسیٰ ہوں۔ اس نے کہا تو کہاں سے آگیا ہے موسیٰ؟ بابا نے کہا جہاں سے تمہاری تورات آئی ہے۔

اگر میں جعلی ہوں تو اصلی موسیٰ تم لا دو۔ کیونکہ سارے لوگ کالج میں اصلی موسیٰ کے منتظر بیٹھے ہیں۔ اگر ایمان کے لئے چیز کا ہاتھ میں ہونا ضروری ہے، پھر تم نبیوں پر ایمان کیوں رکھتے ہو جو تمہارے ہاتھ میں نہیں؟ تو جس

طرح تم ان نبیوں پر ایمان رکھ سکتے ہو جو تمہارے ہاتھ میں نہیں ہیں۔ اسی طرح ہم بھی اصلی تورات پر ایمان رکھتے ہیں اگرچہ وہ اس وقت اپنی اصلی حالت پر دنیا میں موجود نہیں ہے۔

دوسرا واقعہ: حضرت رحمۃ اللہ علیہ نے دوسرا واقعہ بھی سنایا کہ سیدنا امام اعظم رحمۃ اللہ علیہ کے زمانے میں ایک یہودی کوفہ میں آ گیا۔ اب قادیانیوں اور ان دوسرے باطل مذاہب والوں کا طریقہ ہوتا ہے کہ غریب دکانداروں کو کچھ پیسہ دیتے ہیں تا کہ وہ اپنا کاروبار بڑھالیں اور پھر وہاں اٹھنا بیٹھنا شروع کر دیتے ہیں۔ کبھی اس کی دکان پر رسالہ رکھ لیا، کبھی بیٹھے بیٹھے اس کے دل میں کوئی وسوسہ ڈال دیا، چنانچہ اس یہودی نے بھی اسی طریقے کو اختیار کیا۔ چنانچہ اس سے پوچھتا ہے کہ اتفاق اچھی چیز ہے یا اختلاف؟ اس نے کہا اتفاق اچھی چیز ہے۔

اس نے کہا موسیٰ کو جانتے ہو؟ مسلمان نے کہا جی ہاں۔ یہودی نے کہا موسیٰ علیہ السلام پر سب کا اتفاق ہے کہ یہودی عیسائی اور مسلمان یہ سب موسیٰ علیہ السلام کو مانتے ہیں اور محمد کے بارے میں اختلاف ہے۔ نہ یہودی مانتے ہیں نہ عیسائی مانتے ہیں اور اس وقت اتحاد کی بڑی ضرورت ہے اور اتفاق و اتحاد تبھی قائم ہو سکتا ہے کہ سب لوگ یہودی ہو جائیں۔

اب اس پر کہنے لگا کہ میں تم کو اتحاد کی دعوت دیتا ہوں اور تم بھاگ رہے ہو۔ ایسے موقع پر لوگوں کو علماء اور مدارس یاد آتے ہیں۔ امام صاحب حج پر تشریف لے گئے تھے ایک چھوٹا سا طالب علم کھڑا ہو گیا۔ اس نے مناظرہ کا چیلنج قبول کر لیا۔ لوگوں نے سمجھایا کہ بڑا گھاگ مناظرہ ہے، تم اس سے کس طرح مناظرہ کرو گے؟ کیا تیرے پاس اس کے سوال کا جواب بھی ہے؟ اس نے کہا ہے لیکن دوں گا وہیں جا کر۔ چنانچہ وہ پہنچ گیا۔

یہودی بیٹھے دیکھ رہے تھے اور ہنس رہے تھے کہ مسلمانوں کے پاس اس سے چھوٹا کوئی مناظر نہ تھا۔ بچے نے کہا میں اگرچہ چھوٹا ہوں لیکن میرا استاد بہت بڑا ہے۔ اور وہ وقت کا امام اعظم رحمۃ اللہ علیہ ہے، اب یہودی نے کہا کیا تم میرے سوالوں کا جواب دے سکو گے؟ بچے نے کہا اگر جواب آ گیا تو ٹھیک ورنہ کسی اور کو لے آئیں گے۔ آپ بات تو شروع کریں۔ چنانچہ یہودی نے اپنا داؤ آزمانا شروع کیا کہ اتفاق اچھی چیز ہے، بچے نے کہا جی ہاں۔ یہودی نے کہا اس پر پکے رہو گے۔ بچے نے کہا بالکل پکا رہوں گا، یہودی نے کہا تم بھاگ جاؤ گے۔ بچے نے کہا بالکل نہیں بھاگوں گا۔

یہودی نے کہا موسیٰ علیہ السلام کو جانتے ہو؟ بچے نے کہا کن کو؟ یہودی نے کہا موسیٰ کو، بچے نے کہا، کہاں رہتے تھے وہ؟ یہودی نے کہا تو موسیٰ کو نہیں جانتا؟ بچے نے کہا وہ کون تھے؟ کہاں رہتے تھے؟ پتہ تو چلے پھر میں بتاؤں گا۔ یہودی نے اس پر حیران ہو کر کہا کیا تو مسلمان نہیں؟ بچے نے کہا میں مسلمان ہوں۔ یہودی نے کہا قرآن پاک میں موسیٰ علیہ السلام کا نام ہے اور تو کہتا ہے میں جانتا نہیں۔ اس پر بچے نے کہا اچھا وہ موسیٰ جن کا ذکر قرآن میں ہے؟ جنہوں نے فرمایا میرے بعد نبی امی آئیں تو ان پر ایمان لے آنا۔ تو اس موسیٰ علیہ السلام کو تو میں بھی مانتا ہوں اور ان کے فرمان پر حضرت محمد رسول اللہ کا کلمہ بھی پڑھ لیا ہوا ہے تو بھی اگر ان کو مانتا ہے تو جلدی کر محمد رسول اللہ ﷺ کا کلمہ پڑھ لے۔ اگر نہیں پڑھتا تو پھر تو موسیٰ علیہ السلام کا نافرمان ہے۔ ہاں! اگر اس کے علاوہ کسی اور موسیٰ کے بارے میں پوچھ رہے ہو جس نے ہمارے نبی کے بارے میں پیشین گوئی نہیں کی، تو اس کو میں نہیں جانتا۔ میں تو اسی موسیٰ پر ایمان رکھتا ہوں جنہوں نے ہمارے نبی کے بارے میں پیشین گوئی فرمائی تھی۔

تو بسا اوقات سمجھانے کے لئے ایسا انداز اختیار کرنا پڑتا ہے کہ عام لوگ بھی سمجھ جائیں۔ چنانچہ اسی طرح حضرت ﷺ نے ان کو سمجھایا کہ ہمارا اور ان کا جھگڑا جو ہے موت کا نہیں، کیونکہ موت تو ایک قطعی چیز ہے کل نفس ذائقة الموت۔ ہر نفس موت کا ذائقہ چکھنے والا ہے اور اس ضابطہ سے کوئی مستثنیٰ نہیں، نہ پیغمبر، نہ شہید اور نہ کوئی اور، اور جلد ہو یا بدیر ہر ایک پر موت وارد ہو کر رہے گی۔

اور تمام انبیاء علیہم السلام پر یہ گھڑی آ کر رہی، بجز سیدنا عیسیٰ علیہ السلام کے کہ ابھی تک آسمان میں زندہ ہیں اور قیامت کے قریب دمشق کی جامع مسجد کے مشرقی سفید مینار پر صبح کے وقت نازل ہوں گے اور دجال کو قتل کریں گے۔ پھر چالیس سال تک حکومت کریں گے۔ اس کے بعد مدینہ طیبہ میں ان کی وفات ہوگی اور آنحضرت ﷺ کے روضہ مبارک میں دفن کئے جائیں گے اور اسی طرح دوسرے مقام پر حق تعالیٰ ارشاد فرماتے ہیں: ''وما محمد الا رسول قد خلت من قبله الرسل افأن مات او قتل انقلبتم علی اعقابكم'' (آل عمران: ۱۵)

لیکن ان آیات میں آنحضرت ﷺ کا وعدہ موت ہے وقوع موت کا تذکرہ ان میں موجود نہیں۔ اسی طرح کسی حدیث مبارکہ میں بھی آنحضرت ﷺ کے وقوع موت کا تذکرہ نہیں ہے کہ آپ نے فرمایا ہو کہ میں فوت ہو کر قبر میں دفن ہو چکا ہوں اور اسی طرح قرآن پاک میں یہ بھی نہیں ہے کہ محمد ﷺ فوت ہو کر قبر میں دفن ہو چکے ہیں۔ خلاصہ یہ نکلا کہ قرآن پاک میں آنحضرت ﷺ کا وعدہ موت ہے وقوع موت کا ذکر بالکل نہیں ہے۔ آنحضرت ﷺ کے وقوع موت کا ذکر خطبہ صدیق اکبر رضی اللہ عنہ میں ہے۔

خطبہ صدیق اکبر رضی اللہ عنہ: ''حدثنا اسمعیل بن عبد الله ثنی سلیمن بن بلال عن هشام بن عروة قال اخبرنی عروة بن الزبیر عن عائشة زوج النبی ان رسول الله ﷺ مات و ابوبکر بالسنح قال اسمعیل یعنی بالعالیة فقام عمر یقول والله ما مات رسول الله ﷺ قالت وقال عمر والله ما کان یقع فی نفسی الا ذاک لیبعثنه الله فلیقطعن ایدی رجال وارجلهم فجآء ابو بکر فکشف عن رسول الله ﷺ فقبله فقال بأبی انت وامی طبت حیا ومیتا والذی نفسی بیده لایذیقک الله الموتتین ابدا ثم خرج فقال ایها الحالف علی رسلک فلما تکلم ابو بکر جلس عمر فحمد الله ابو بکر و اثنی علیه وقال الا من کان یعبد محمدا فان محمدا قد مات ومن کان یعبد الله فان الله حی لایموت وقال انک میت وانهم میتون وقال وما محمد الا رسول قد خلت من قبله الرسل افان مات او قتل انقلبتم علی اعقابکم ومن ینقلب علی عقبیه فلن یضر الله شیئا و سیجزی الله الشاکرین'' (بخاری ج ۱ ص ۵۱۷)

ترجمہ...... حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ جب فوت ہوئے تو ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ سخ مقام میں تھے، اسماعیل کہتے ہیں یعنی عالیہ میں تھے، پس حضرت عمر رضی اللہ عنہ کھڑے ہوئے اور فرمانے لگے، اللہ کی قسم نہیں فوت ہوئے رسول اللہ۔ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں اور کہا حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے کہ میرے دل میں یہی بات تھی کہ اللہ دوبارہ نبی کریم کو لوٹائیں گے اور وہ لوگوں کے ہاتھ اور پاؤں کاٹ دیں گے۔ (یعنی جو حضور کی موت کا کہہ رہے ہیں) پس ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ تشریف لائے اور رسول اللہ ﷺ کے چہرہ مبارک سے کپڑا ہٹایا اور آپ کو بوسہ دیا اور فرمایا میرے ماں باپ آپ پر قربان ہوں آپ کی زندگی بھی پاکیزہ ہے اور موت بھی پاکیزہ، قسم اس ذات کی

جس کے قبضے میں میری جان ہے۔ اللہ تعالیٰ آپ کو کبھی بھی دو موتیں نہیں چکھائے گا۔ پھر حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ نکلے اور فرمایا کہ اے قسم کھانے والے بیٹھ جا، پس جب حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ نے یہ فرمایا تو حضرت عمر رضی اللہ عنہ بیٹھ گئے، پس ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ نے اللہ کی حمد و ثناء بیان کی اور فرمایا جان لو کہ جو شخص محمد کی عبادت کرتا ہے تو بے شک محمد فوت ہو گئے ہیں اور جو اللہ کی عبادت کرتا ہے پس بے شک اللہ زندہ ہیں اور نہیں مریں گے، اور یہ آیت پڑھی: "انک میت و انھم میتون" اور یہ آیت پڑھی: "وما محمد الا رسول... الخ" یعنی آپ بھی فوت ہو جائیں گے اور وہ بھی فوت ہو جائیں گے...... اور نہیں ہیں محمد مگر رسول تحقیق ان سے پہلے بھی بہت سارے رسول گزرے ہیں۔ پس اگر وہ فوت ہو جائیں یا قتل کر دیئے جائیں تو تم کیا پیچھے لوٹ جاؤ گے؟ اور جو پیچھے لوٹ جائے گا پس وہ اللہ کو کسی قسم کا نقصان نہیں دے سکتا، عنقریب اللہ تعالیٰ شکر کرنے والوں کو جزاء دیں گے۔

اب اس خطبہ صدیق رضی اللہ عنہ میں حضرت سیدنا صدیق اکبر رضی اللہ عنہ نے فرمایا: "ان محمدا قد مات" اب زیادہ سے زیادہ یہی کہا جا سکتا ہے صحابہ رضی اللہ عنہم نے اس پر اتفاق کر لیا۔ لہٰذا اس پر اجماع ہو گیا۔ اب اگر اس اجماع کے مقابلے میں اجماع ہی پیش کر دیں کہ موت کے بعد آنحضرت کی حیات پر بھی اجماع ہے تو دلیل برابر ہو جائے گی۔

اب یہاں پہلے ایک یہ بات بھی سمجھ لیں سیدنا فاروق اعظم رضی اللہ عنہ نے یہ کیوں فرمایا واللہ ما مات رسول اللہ کہ اللہ کی قسم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فوت نہیں ہوئے۔ حالانکہ اس سے پہلے حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے کبھی اس شخص کے بارے میں یہ نہیں فرمایا تھا جو فوت ہو چکا ہو کہ یہ فوت نہیں ہوا۔ لیکن حضور کے بارے میں فرما رہے تھے کہ فوت نہیں ہوئے کیونکہ فاروق اعظم رضی اللہ عنہ کی نظر آپ کے قلب مبارک کی طرف تھی ان کو قلب میں حیات کے آثار محسوس ہو رہے تھے، تو وہ کیسے آپ کی حیات کا انکار کرتے۔

چنانچہ حضرت سیدنا صدیق اکبر رضی اللہ عنہ نے سمجھا دیا کہ انبیاء علیہم السلام کی موت اسی طرح ہوتی ہے کہ ان کا دل زندہ ہوتا ہے۔ انک میت و انھم میتون کا وعدہ یہی ہے۔ عام لوگوں کی موت اور نبی کی موت میں فرق ہے، جیسے عام لوگوں کی نینداور نبی کی نیند میں فرق ہے۔

حضرت نانوتوی رحمۃ اللہ علیہ کی عبارت کا خلاصہ یہ ہے کہ: جیسے زمین ہے اس پر اندھیرا اس کا ذاتی ہے اور روشنی عرضی ہے۔ روشنی لانی پڑتی ہے لیکن اندھیرا گٹھڑیاں باندھ کر نہیں لانا پڑتا بلکہ خود بخود آجاتا ہے۔ اسی طرح پانی کی ذاتی صفت برودت ہے اس کا گرم ہونا یہ عرضی ہے۔ جب گرم کرو گے تو گرم ہوگا۔ لیکن جب گرم کر کے رکھ دیا تو اس کو ٹھنڈا کرنے کی ضرورت نہیں پڑے گی بلکہ خود بخود ٹھنڈا ہو جائے گا۔ اسی طرح حضور پاک کی حیات ذاتی ہے، جب موت طاری ہوئی تو حیات کہیں گئی نہیں۔ آپ کی موت ساتر حیات تھی اب موت کیا ہے؟

اللہ تعالیٰ نے فرمایا: "کل نفس ذائقة الموت" اور ذائقہ تھوڑی چیز کے چکھنے کو کہتے ہیں جیسے آنا، جانا، داخل ہونا، نکلنا یہ افعال کرنے کے بعد ختم ہو جاتے ہیں جیسے آپ کمرے میں داخل ہوئے اب جب آپ بیٹھ گئے تو داخل ہونے کا فعل ختم ہو گیا۔ جب کمرے سے باہر نکلے تو آپ کے جانے کا فعل ختم ہو گیا۔ اسی طرح موت ایک آنی چیز ہے جب وہ اٹھ گئی تو حیات خود بخود ظاہر ہو گئی۔ تو بات چل رہی تھی کہ آپ کا وقوع موت خطبہ صدیق اکبر رضی اللہ عنہ میں مذکور ہے۔ زیادہ سے زیادہ یہ کہا جا سکتا ہے کہ اس پر اجماع ہے، تو اس کے مقابلے میں موت کے بعد حیات پر اجماع ہے۔

اسی خطبہ صدیق اکبرؓ میں مذکور ہے: ''فقال بابی انت وامی طبت حیا و میتا والذی نفسی بیدہ لا یذیقک اللہ الموتتین ابدا حضرت صدیق اکبرؓ خود صدیق ہیں وہ بغیر قسم اٹھائے بھی بات کریں تو سچی بات کرتے ہیں، لیکن یہاں قسم اٹھا کر فرما رہے ہیں کہ اللہ تعالیٰ آپ کو کبھی دو موتیں نہیں چکھائیں گے اب ان دو موتوں سے کون سی دو موتیں مراد ہیں؟ اگر پہلی سے مراد آیت: کیف تکفرون باللہ و کنتم امواتاً والی موت ہے وہ تو دونوں آ چکی ہیں کہ آپ پہلے بھی دنیا میں نہیں تھے، ایک موت تو وہ ہوگئی۔ اب بھی یہ ایک موت آ گئی۔ تو یہ دونوں موتیں واقع ہو گئیں۔

حالانکہ صدیق اکبرؓ قسم اٹھا کر فرما رہے ہیں کہ اللہ تعالیٰ آپ کو دو موتیں نہیں چکھائے گا۔ پس معلوم ہوا امواتا والی موت مراد نہیں ہے۔ پھر کون سی دو موتیں مراد ہیں۔ احادیث میں مذکور ہے کہ اس موت کے بعد سوال و جواب کے لئے قبر میں روح ڈال دی جاتی ہے۔ اس کے بعد نیک آدمی کو کہا جاتا ہے۔ ایسے سو جا جیسے دلھن سو جاتی ہے۔ تو نیند میں بھی روح نکل جاتی ہے۔

تعلق روح کا نینداور بیداری میں فرق

نیند میں روح کا جسم کے ساتھ تعلق ہوتا ہے تلبس نہیں ہوتا۔ جب کہ بیداری میں روح کا تلبس ہوتا ہے یعنی ایک ایک ذرے میں روح موجود ہوتی ہے تو نیند میں تعلق روح ہے، تلبس روح نہیں۔ پھر چونکہ نیند میں بھی روح نکل جاتی ہے اسی لئے اس کو موت کی بہن کہا جاتا ہے۔ کیونکہ موت نام ہے روح کے نکلنے کا۔

اب جب انبیاء علیہم السلام کی روح موت کے وقت نکلی پھر جب سوال و جواب کے وقت لوٹائی گئی تو اب اس کو دوبارہ نہیں نکالا جاتا۔ پس اگر وہ نکلتی تو یہ دوسری موت ہوتی۔ چونکہ آنحضرت کی روح دوبارہ نہیں نکلی، اس لئے دوسری موت واقع نہیں ہوئی بلکہ حیات ہی باقی ہے۔

پس یہی مراد ہے سیدنا صدیق اکبرؓ کے قول لا یذیقک اللہ الموتتین ابدا کا فروں کے بارے میں اللہ جل شانہ کا ارشاد مبارک ہے کہ وہ جب قیامت کے دن اٹھیں گے تو کہیں گے من بعثنا من مرقدنا کہ کس نے ہمیں ہماری خواب گاہ سے اٹھایا؟ تو یہ کافر خواب گاہ کا ذکر کر رہے ہیں گویا کہ ان پر بھی نیند کی حالت ہے اور نیند ہوتی ہے تعلق روح سے، نہ کہ تلبس روح سے۔

اس لئے باقی لوگوں کو عذاب و ثواب تعلق روح سے ہوتا ہے، تو اب یہ جو دوسری مرتبہ روح نکالی جاتی ہے یہ انبیاء علیہم السلام کی نہیں نکالی جاتی۔ اسی لئے اس حدیث کے تحت بخاری شریف کے حاشیہ میں لکھا ہے: ''تمسک بهذا من انکر الحیات فی القبر و اجیب عن اهل السنة المثبتین لذالک ان المراد نفی الموت اللازم الذی یثبت البته عمر بقوله ولیبعثنه الله ... الخ۔ والاحسن ان یقال ان حیاته لا یتعقبها موت بل یستمر حیا والانبیاء احیاء فی قبورهم'' دلیل پکڑی اس کے ساتھ ان لوگوں نے جنہوں نے حیات فی القبر کا انکار کیا اور اہل سنت والجماعت جو حیات فی القبر کو ثابت کرتے ہیں کی طرف سے جواب دیا گیا کہ مراد موت لازم کی نفی ہے۔

اور بہتر یہ ہے کہ یہ کہا جائے گا کہ آپ کی حیات کے بعد موت نہیں بلکہ حیات ہی کو استمرار حاصل ہے۔ والانبیاء احیاء فی قبورهم۔ اب دیکھیں اس حاشیہ سے معلوم ہوا کہ جو حیات فی القبر کا انکار کرتے ہیں وہ اہل

سنت والجماعت سے خارج ہیں، کیونکہ عدم حیات فی القبر پر استدلال غیر اہل سنت والجماعت نے کیا۔ پس اہل سنت والجماعت کی طرف سے جواب دیا گیا ہے اب اہل سنت والجماعت جو حیات کے قائل ہیں انہوں نے دو جواب دیئے ہیں۔

جواب نمبر ا: ان المراد نفی الموت اللازم الذی اثبتہ عمر کہ ایسی موت جس کے بعد کسی قسم کی حیات نہیں ہوگی اس کا انکار کیا گیا ہے۔

جواب نمبر ۲: والاحسن ان یقال ان حیاتہ لا یعقبھا موت بل یستمر حیا کہ جب دوبارہ قبر میں روح لوٹائی جائے گی تو پھر موت نہیں آئے گی بلکہ اسی حیات کو استمرار ہوگا۔

الانبیاء احیاء فی قبورھم آگے ف جو ہے یہ فتح الباری کی ہے، یہ صرف فتح الباری ہی میں نہیں عینی میں بھی یہی لکھا ہے اور اسی طرح تیسیر القاری مصنفہ شیخ نور الحق بن عبدالحق دہلوی اور مدارج النبوۃ مصنفہ شیخ عبدالحق دہلوی میں بھی مذکور ہے۔ چنانچہ شیخ نور الحق ﷫ لکھتے ہیں کہ: قول مختار و مقرر جمہور ایں است کہ انبیاء بعد از ذاقت موت زندہ اند بحیات دنیوی۔ (تیسیر القاری ص ۲۶۲ ج ۳)

(ترجمہ) قول مختار اور جمہور کا مذہب یہی ہے کہ انبیاء علیہم السلام موت کا ذائقہ چکھنے کے بعد زندہ ہیں حیات دنیوی کے ساتھ۔

نیز لکھتے ہیں: وسوگند کسی کہ نفس من در دست قدرت اوست نمی چشاند ترا خدا دو موت دائما یعنی بعد ازیں موت بحیات ابدی زندہ خواہی بود از آں کہ وی ﷺ دانستہ بود کہ انبیاء در عالم برزخ زندہ اند بخلاف سایر مسلمانان کہ در وقت سوال منکر نکیر زندہ میکند آنہارا و بازمی میرانند۔ (تیسیر القاری ج ۳ ص ۴۲۵)

(ترجمہ) قسم ہے اس ذات کی جس کے قبضے میں میری جان ہے کہ اللہ تعالیٰ آپ کو دو موتیں دائمی نہیں چکھائے گا۔ یعنی اس موت کے بعد ابدی حیات کے ساتھ آپ زندہ ہوں گے اسی وجہ سے آپ ﷺ جانتے تھے کہ انبیاء علیہم السلام برزخ کے اندر زندہ ہیں بخلاف باقی مسلمانوں کے کہ وہ منکر نکیر کے سوال و جواب کے وقت زندہ کئے جائیں گے اور پھر وفات دے دی جائے گی۔

یہ بات ذہن میں رہے کہ عام لوگوں پر موت کی جو کیفیت طاری ہوگی سوال و جواب کے بعد یہ من کل الوجوہ حیات کے منافی نہیں ہوگی۔ بلکہ نوعا من الحیاۃ بھی اس شخص میں ہوگی جس سے عذاب وثواب قبر کا احساس ہوگا جیسا کہ عذاب قبر کے باب میں دلائل گزر چکے ہیں، باقی رہی یہ بات کہ یہ کیسے ہو سکتا ہے کہ ایک چیز پر موت بھی طاری ہو اور حیات بھی تو جواب یہ ہے کہ موت کی بھی کئی انواع ہیں اور حیات کی بھی۔ موت کی بعض انواع حیات کی بعض انواع کے ساتھ جمع ہو سکتی ہیں۔ نیند کی حالت کو موت کہا گیا ہے، حالانکہ نیند کی حالت میں حیات بھی ہوتی ہے۔

محدث دہلوی ﷫ نے بھی یہی بات لکھی ہے۔ حتیٰ کہ ۱۹۶۴ء کے تعلیم القرآن میں بھی یہ بات لکھی ہے کہ خطبہ صدیق ﷛ سے حیات فی القبر ثابت ہو رہی ہے۔ تعلیم القرآن اگر نہ ملے تو قہر حق نامی کتاب میں اس کا فوٹو سٹیٹ دے دیا گیا ہے، شارحین نے خطبہ صدیق ﷛ میں یہ بات لکھی ہے کہ خطبہ صدیق ﷛ میں حیات فی القبر کا ذکر موجود ہے۔

حوالہ جات درج ذیل ہیں:

ایک حوالہ تو اوپر مذکور ہو چکا ہے کہ خطبہ صدیق اکبر رضی اللہ عنہ بخاری شریف ص ۵۱۷ ج ۱ میں یہ بات موجود ہے کہ: لایذیقک اللہ الموتتین ابدا۔ اسی طرح (بخاری شریف ج ۲ ص ۶۴۰) میں جو خطبہ صدیق اکبر مذکور ہے۔ اس میں ہے: اما الموتۃ التی کتبت علیک فقد متھا۔ بہر حال وہ موت جس کا آپ پر فیصلہ کیا گیا وہ تو آپ پر آ گئی۔ خلاصہ یہ ہے کہ عوام پر جو دو موتیں آتی ہیں نبی پاک پر دوسری موت نہیں آئے گی۔

ایک موت جو سب پر آنی ہے۔ کل نفس ذائقۃ الموت اور انک میت و انھم میتون افان مات او قتل انقلبتم علی اعقابکم ان آیات میں وقوع موت کا ذکر نہیں بلکہ امکان موت اور موت کے آئندہ آنے کا ذکر ہے۔ موت کے وقوع کا ذکر نہیں ہے۔ موت کا وقوع فان محمدا قد مات سے معلوم ہوا اور ان آیات قرآنیہ کو اسی موت کا مصداق قرار دیا وفات فی القبر سے اس کا تعلق نہیں۔

چنانچہ جب ایک مرتبہ وفات ہو گئی تو یہ تمام وعدے پورے ہو گئے جو مذکورہ آیات میں مذکور ہیں اب قبر میں عام لوگوں پر جو موت طاری ہونی ہے ان آیات کا ان کے ساتھ کوئی تعلق نہیں کہ کہا جا سکے کہ آیات تو اس بات پر دلالت کرتی ہیں کہ قبروں میں سب پر موت طاری ہوگی۔ پھر انبیاء علیہم السلام کے لئے حیات کس طرح ثابت ہے؟ یہ بالکل ایسا ہی ہے جیسے حدیث: ان اللہ حرم علی الارض ان تأکل اجساد الانبیاء میں پہلے موت کا ذکر ہے۔ پھر حیات بعد الموت کا۔

علامہ عینی رحمہ اللہ کا موقف: علامہ عینی حنفی رحمہ اللہ فرماتے ہیں: "اراد بالموتین الموت فی الدنیا والموت فی القبر وھما الموتتان المعروفتان المشھورتان فلذالک ذکرھما بالتعریف وھما الموتتان الواقعتان لکل احد غیر الانبیاء علیہم السلام فانھم لا یموتون فی قبورھم بل ھم أحیاء واما سائر الخلق فانھم یموتون فی القبور ثم یحیون یوم القیامۃ ومذھب اھل السنۃ والجماعۃ ان فی القبر حیاتاً و موتا فلا بد لذوق الموتین لکل احد غیر الانبیاء۔ (عمدۃ القاری ج ۷ ص ۶۰۰)

(ترجمہ) ارادہ کیا دونوں موتوں کے ساتھ دنیا میں موت کا اور قبر میں موت کا اور یہ دونوں موتیں مشہور ومعروف ہیں۔ اس لئے ان کو معرفہ ذکر کیا اور یہ دونوں موتیں انبیاء کے علاوہ ہر ایک کے لئے واقع ہوں گی۔ (نہ کہ انبیاء کے لئے) اس لئے کہ انبیاء اپنی قبروں میں وفات نہیں پاتے بلکہ وہ زندہ ہیں اور بہر حال باقی مخلوق بے شک وہ قبروں میں مریں گے پھر قیامت کے دن زندہ کئے جائیں گے اور اہل سنت و جماعت کا مذہب ہے کہ قبر میں حیات بھی ہے اور موت بھی پس انبیاء کے علاوہ ہر ایک کے لئے دونوں موتوں کا چکھنا ضروری ہے۔

اس عبارت سے واضح طور پر معلوم ہوتا ہے کہ خطبہ صدیق اکبر میں جس موت کی نفی کی گئی وہ موت فی القبر ہے کہ انبیاء کے علاوہ دوسرے لوگوں کو قبر میں جب سوال و جواب کے لئے روح لوٹائی جائے گی۔ اس کے بعد موت طاری ہو جائے گی۔ لیکن انبیاء پر یہ موت طاری نہیں ہوتی بلکہ یہی حیات باقی رہتی ہے۔

اسی طرح علامہ ابن حجر فرماتے ہیں: "واحسن من ھذا الجواب ان یقال ان حیاتہ فی القبر لا یعقبھا موت بل یستمر حیا والانبیاء احیاء فی قبورھم ولعل ھذا ھو الحکمۃ فی تعریف الموتین حیث قال لا یذیقک اللہ الموتین ای المعروفین المشھورین الواقعین لکل احد غیر الانبیاء" (فتح الباری ج ۷ ص ۳۲)

(ترجمہ) اور بہترین جواب یہ ہے کہ یہ کہا جائے کہ آپ کی حیات ہے اس کے بعد موت نہیں آئے گی بلکہ حیات ہی مستمر رہے گی اور انبیاء اپنی قبروں میں زندہ ہیں اور شاید موتین کو معرفہ لانے میں یہی حکمت ہے۔ جب کہا لا یذیقک اللہ الموتین یعنی معروف اور مشہور موتیں جو واقع ہونے والی ہیں انبیاء کے علاوہ ہر ایک کے لئے۔

اسی طرح علامہ کرمانی اپنی شرح بخاری میں فرماتے ہیں: ''فان قلت مذهب اهل السنة ان فی القبر حیاة و موتا فلا بدمن ذوق الموتتين قلت المراد به نفي الموت اللازم من الذی اثبته عمر لیبعثه الله فی الدنيا لقطع ايدی القائلين بموته فليس فيه نفی موت عالم البرزخ و مر فی اول كتاب الجنائز و يحتمل ان يراد ان حياتک فی القبر لا يعقبها موت فلا تذوق مشقة الموت مرتين بخلاف سائر الخلق فانهم يموتون فی القبر ثم يحيون يوم القيامة۔ والله اعلم'' اگر تو کہے کہ اہل سنت والجماعت کا مذہب یہ ہے کہ قبر میں حیات بھی ہے اور موت بھی پس دو موتوں کا ذائقہ چکھنا ضروری ہوا۔ میں کہوں گا کہ مراد اس سے اس موت لازم کی نفی ہے جسے حضرت عمر اپنے قول: ''لیبعثه الله فی الدنيا لقطع ايدی القائلين بموته'' سے ثابت کر رہے ہیں۔ پس اس میں عالم برزخ کی موت کی نفی نہیں ہے۔ اور کتاب الجنائز کے شروع میں گزر چکا ہے کہ احتمال ہے کہ اس سے یہ مراد ہو کہ آپ کی قبر میں جو حیات ہے اس کے بعد موت نہیں آئے گی پس آپ موت کی مشقت دو مرتبہ نہیں چکھیں گے بخلاف باقی مخلوق کے کہ وہ قبروں میں مرجائیں گے پھر قیامت کے دن اٹھائے جائیں گے۔ (شرح کرمانی ج ۱۴ ص ۲۱۰)

امام شہاب الدین ابو العباس احمد بن محمد الشافعی القسطلانی المتوفی ۹۲۳ھ اسی کے تحت فرماتے ہیں: ''فاشار الی انه اكرم على الله من ان يجمع عليه موتتين كما جمعهما على غيره كالذی مر علی قرية او انه يحيى فی قبره ثم لا يموت'' پس اشارہ کیا اس بات کی طرف کہ آپ اللہ کے ہاں معزز ہیں اس بات سے کہ آپ پر دو موتیں جمع کی جائیں جیسا کہ ان کو جمع کیا ان کے غیر پر مثل اس شخص کے جو بستی پر سے گزرا یا یہ ہے کہ آپ قبر میں زندہ کئے جائیں گے پھر موت نہیں آئے گی۔ (ارشاد الساری ج ۸ ص ۱۵۹)

شیخ عبدالحق محدث دہلوی بھی اس حدیث کی شرح اسی طرح کرتے ہیں: مراد آنست کہ نمی میرد بموت دیگر در قبر چوں دیگراں کہ زندہ گردانیدہ میشود برائے سوال باز میرانیدہ می شود و ظاہر آنست کہ موت دیگر نیست بروئے و بعد از جریان سنت الٰہی براذاقت موت و زندہ گردانیدہ بعد ازاں حیات باقی و مستمر خواہد بود و ممات برآن طاری نخواہد شد پس ایں سخن اشارہ است بحیات آنحضرت۔ (مدارج النبوۃ ج ۲ ص ۸۹۰)

(ترجمہ) حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کی مراد اس کلمہ سے یہ تھی کہ دوسرے لوگوں کی طرح آپ قبر منور میں دوسری موت کا ذائقہ بالکل نہ چکھیں گے دوسرے عام لوگوں کو قبر میں سوال و جواب کے لئے زندہ کیا جاتا ہے اور پھر ان پر دوبارہ ورود موت ہوتا ہے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم پر یہ دوسری موت کبھی نہ آئے گی۔ ایک دفعہ لذت وفات چکھنے اور پھر زندہ ہونے کے بعد آپ حیات دائمی سے زندہ ہیں آپ پر پھر کبھی طریان موت نہ ہوگا اس ارشاد عالی میں حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کا اشارہ مسئلہ حیات النبی کی طرف ہی تھا۔

اب ان عبارات سے معلوم ہوا کہ سیدنا صدیق اکبر رضی اللہ عنہ نے آیت: انک میت و انهم میتون پڑھی۔ لیکن اس کے بعد آپ کے خطبے میں حیات کا اقرار بھی موجود ہے۔ پتہ چلا کہ انک میت و انهم میتون اسی طرح

ماننی چاہئے، جس طرح سیدنا صدیق اکبر رضی اللہ عنہ نے مانی وما محمد الا رسول قد خلت من قبله الرسل افأن مات او قتل انقلبتم علی اعقابکم یہ آیت مبارکہ بھی سیدنا صدیق اکبر رضی اللہ عنہ نے تلاوت فرمائی، لیکن ساتھ ہی بعد والی آیات کا بھی اقرار فرمایا ہے۔ ہم اس آیت کو اسی طرح مانتے ہیں جس طرح سیدنا صدیق اکبر رضی اللہ عنہ نے پڑھا اور اسی پر صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کا اجماع ہوا۔

تو خطبہ صدیق اکبر رضی اللہ عنہ سے دو اجماع معلوم ہوئے۔ ایک اس بات کا کہ وقوع موت ہوگیا اور یہ دونوں وعدے افأن مات او قتل انقلبتم اور انک میت و انهم میتون پورے ہوگئے اور پھر ساتھ ہی یہ بھی ذکر فرمادیا قبر میں آپ کی روح لوٹانے کے بعد نکالی نہیں جائے گی۔ لا یذیقک اللہ الموتین ابدا۔ اب اس پر کسی صحابی نے انکار نہیں فرمایا تو جس طرح آپ کی موت پر اجماع ہوا، اسی طرح آپ کی موت کے بعد حیات پر بھی اجماع ہوا۔

اجماع صحابہ سے معلوم ہوا کہ صحابہ کا اجماع اس پر ہوا کہ آیت قرآنیہ: انک میت و انهم میتون اور کل نفس ذائقة الموت اور أفان مات أو قتل انقلبتم علی أعقابکم۔ جس موت کے بارے میں ہے جو آچکی اور دوسری موت آپ کو نہیں آئے گی۔ وقد روی عن أبی بکر الصدیق قال لا ینبغی رفع الصوت علی نبی حیا ولا میتا۔ حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ انہوں نے فرمایا نبی پر آواز کو بلند کرنا مناسب نہیں خواہ آپ زندہ ہوں یا وفات کی حالت میں۔

<u>اجماع پر دوسری دلیل</u>: دوسو کے قریب کتب کے مصنف محدث، مؤرخ، اصولی علامہ سخاوی رحمہ اللہ لکھتے ہیں: "ونحن نؤمن و نصدق بأنه حی یرزق فی قبره و ان جسده الشریف لا تأکله الارض والاجماع علی هذا" (القول البدیع فی الصلاۃ علی الحبیب الشفیع ص ۱۷۲)

(ترجمہ) ہم ایمان رکھتے ہیں اور تصدیق کرتے ہیں کہ نبی اقدس زندہ ہیں اپنی قبر میں رزق دئے جاتے ہیں اور آپ کے جسد شریف کو زمین نے نہیں کھایا اور اس پر اجماع ہے۔

<u>اجماع پر تیسری دلیل</u>: شیخ عبدالحق محدث دہلوی رحمہ اللہ لکھتے ہیں: "بباید حیات انبیاء متفق علیہ است و ہیچ کس را در وے خلاف نیست" جاننا چاہئے کہ انبیاء علیہم السلام کی حیات متفق علیہ ہے، کسی کو اس میں اختلاف نہیں۔
(اشعۃ اللمعات)

<u>اجماع پر چوتھی دلیل</u>: مولانا محمد ادریس کاندھلوی رحمہ اللہ لکھتے ہیں: "تمام اہل سنت والجماعت کا اجماعی عقیدہ ہے کہ حضرات انبیاء کرام علیہم السلام وفات کے بعد اپنی قبروں میں زندہ ہیں، اور نماز اور عبادت میں مشغول ہیں۔" (سیرت المصطفیٰ ج ۳ ص ۲۹۲)

<u>اجماع پر پانچویں دلیل</u>: مولانا خلیل احمد سہارنپوری رحمہ اللہ لکھتے ہیں: "اس بات کو خوب یاد کر لینا ضروری ہے کہ عقیدہ سب کا ہے کہ انبیاء علیہم السلام اپنی قبور میں زندہ ہیں۔" (براہین قاطعہ ص ۱۹۹)

<u>اجماع پر چھٹی دلیل</u>: قطب الارشاد حضرت گنگوہی رحمہ اللہ لکھتے ہیں: "مگر انبیاء علیہم السلام کے سماع میں کسی کو اختلاف نہیں۔" (فتاویٰ رشیدیہ)

سماع حیات کے بغیر نہیں ہوتا، معلوم ہوا کہ حیات میں بھی کسی کو اختلاف نہیں ہے۔

اجماع پر ساتویں دلیل: حضرت مدنی رحمہ اللہ لکھتے ہیں: ''حضرت مولانا نانوتوی رحمہ اللہ قدس سرہ العزیز نے ایک بہت ضخیم کتاب تحریر فرمائی ہے، جو کہ مشہور بین العالم ہے، اس میں کس زور و شور سے حیات نبوی کا اثبات کیا ہے اور مذہب اہل سنت والجماعت اور فضائل نبوت میں کس درجہ اور قوت کے دلائل درج فرمائے ہیں۔''

(رجوم المذنبین ص ۴۸)

اس سے بھی معلوم ہوا تمام اہل سنت کا یہی عقیدہ ہے۔

اجماع پر آٹھویں دلیل: فقیہ الامت مفتی مہدی حسن رحمہ اللہ مفتی دارالعلوم دیوبند لکھتے ہیں: ''اہل سنت والجماعت متفق ہیں کہ انبیاء علیہم السلام اپنی قبور میں حیات ہیں۔''

مفتی مہدی حسن رحمہ اللہ کا یہ تفصیلی فتویٰ اکثر فتاویٰ کی کتب میں مل جاتا ہے۔

اجماع پر نویں دلیل: شمس الاولیاء حضرت مولانا احمد علی لاہوری رحمہ اللہ لکھتے ہیں: ''انبیاء کرام کا ابدان دنیوی کے ساتھ اپنی اپنی قبروں میں زندہ ہونا اہل سنت والجماعت کا متفقہ اور اجماعی عقیدہ ہے۔'' (مقام حیات ص ۶۹۷)

اجماع پر دسویں دلیل: استاذ الاساتذہ مولانا نصیر الدین غورغشتی رحمہ اللہ خلیفہ اعظم حضرت مولانا حسین علی واں بھچراں رحمہ اللہ لکھتے ہیں: ''میں اس مسئلہ کو حق اور صحیح سمجھتا ہوں، احادیث شریف، فقہاء عظام، سلف صالحین سے بھی اس مسئلہ کی حقانیت اور صحت ثابت ہے، میں نے مولانا حسین علی رحمہ اللہ سے اس مسئلہ میں کبھی اختلاف نہیں سنا، اور نہ ہی کبھی میں نے ان سے یہ پوچھا تھا، یہ تو ایک اہل سنت والجماعت کا متفقہ حق مسئلہ ہے۔ (مقام حیات ص ۶۹۷)

اجماع پر گیارھویں دلیل: شیخ الحدیث والفقہ علامہ عبدالغنی صاحب فرماتے ہیں: ''الحاصل حیات انبیاء فی القبور کا عقیدہ ایک اجماعی عقیدہ ہے، اس کا انکار اجماع کا انکار ہے اور سخت بدعت اعتقادی کا ارتکاب ہے۔'' (مقام حیات ص ۶۹۹)

اجماع پر بارھویں دلیل: دارالعلوم دیوبند کا متفقہ فتویٰ اس میں بھی اس کی تصریح ہے: ''تمام اہلسنت والجماعت کا قرآن وحدیث کی روشنی میں اجماعی عقیدہ ہے کہ آنحضرت اسی طرح دیگر انبیاء علیہم السلام قبروں میں اجساد عنصریہ کے ساتھ حیات ہیں اور یہ حیات برزخی حیات دنیوی سے کم نہیں۔'' (مقام حیات ص ۷۱۱)

اعتراض: ادھر آپ کہتے ہیں کہ تمام لوگوں کو قبروں میں حیات حاصل ہوتی ہے جس سے عذاب وثواب قبر کا ادراک ہوتا ہے۔ یہاں آپ کہہ رہے ہیں کہ قبر میں انبیاء علیہم السلام کی حیات کے بعد موت نہیں آئے گی، عامۃ الناس کو آجائے گی۔

جواب: عامۃ الناس کو بھی قبور میں اس قدر نوعاً من الحیاۃ حاصل ہوگی جس سے عذاب وثواب قبر کا ادراک ہو سکے، لیکن یہ حیات موت کے منافی نہیں ہے۔ موت اور حیات دونوں جمع ہو سکتی ہیں۔ چنانچہ ابن عبدالہادی حنبلی الصارم المنکی میں فرماتے ہیں: ''والحیات جنس تحتہ انواع و کذالک الموت فاثبات بعض انواع الموت لاینافی الحیوٰۃ'' اور حیات ایک جنس ہے جس کے تحت مختلف انواع ہیں اسی طرح موت بھی پس موت کی بعض انواع حیات کے منافی نہیں۔ (الصارم المنکی ص ۲۹۴)

فرماتے ہیں: ''ان هذه الاعادة ليست مستلزمة لاثبات حياة مزيلة لاسم الموت بل هي نوع حياة برزخية'' بے شک یہ اعادہ نہیں ہے مستلزم ایسی حیات کے اثبات کو جو اسم موت کو زائل کرنے والی ہو بلکہ یہ حیات برزخیہ کی ایک نوع ہے۔

اور پھر اس اجماع کو تلقی بالقبول بھی حاصل ہے۔ چنانچہ آپ علیہ السلام کی وفات کے تین دن بعد واقعہ ہے کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں: ''روى عن على انه بعد دفنه جاء اعرابی وقال یا رسول الله جئتک لتستغفر لی الی ربی فنودی من القبر الشریف قد غفر لک و آتت صفیة عمة النبی بعد وفاته (فقالت) الا یا رسول الله صلی اللہ علیہ وسلم انت رجائیا و کنت بنابرا ولم تک جافیا و سمع الصحابة'' حضرت علی رضی اللہ عنہ سے روایت کی گئی ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے دفن کئے جانے کے بعد ایک اعرابی آیا پس کہا اس نے یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم میں آپ کے پاس آیا ہوں آپ میرے رب سے میرے لئے مغفرت مانگیں۔ پس قبر مبارک سے آواز آئی کہ تیری بخشش ہوگئی۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی پھوپھی حضرت صفیہ رضی اللہ عنہا آپ کی وفات کے بعد آئیں اور اس نے یہ شعر پڑھا۔ خبردار اے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم آپ میری امید ہیں اور ہم پر مہربان تھے۔ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے سنا کسی ایک نے بھی انکار نہ کیا۔

(تحریرات حدیث ص ۲۵۶، معارف القرآن ج ۲ ص ۵۸ ۴، ۵۹ ۴، تسکین الصدور ص ۳۷۶)

نیز اسی طرح حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما کے بارے میں موطا امام محمد میں مذکور ہے: ''عن نافع عن ابن عمر انه كان ياتى القبر فيسلم على النبی و علی ابی بکر و عمر

حضرت عبداللہ قبر مبارک پر آتے پس آپ علیہ السلام پر درود پڑھتے اور ابوبکر عمر رضی اللہ عنہما پر اور یہ بھی فرماتے: ''السلام علیک یا رسول اللہ السلام علیک یا ابا بکر السلام علیک یا ابتاہ''

مصنف عبدالرزاق میں یہ حدیث اس سند سے مروی ہے: ''عبدالرزاق عن معمر عن ایوب عن نافع قال کان ابن عمر اذا قدم من سفر اتی قبر النبی فقال السلام علیک یا رسول اللہ السلام علیک یا ابا بکر السلام علیک یا ابتاہ''

اسی طرح (التعلیق الممجد ص ۳۹۶ حاشیہ نمبر ۲) پر مذکور ہے: ''وعن نافع کان ابن عمر یسلم علی القبر و رأیته مائة مرة او اکثر یأتی ویقول السلام علی النبی السلام علی ابی بکر السلام علی ابی''

حضرت نافع سے منقول ہے کہ ابن عمر رضی اللہ عنہما روضہ اقدس پر سلام عرض کرتے اور میں نے ان کو سو یا سو سے زائد مرتبہ دیکھا کہ آتے تھے اور پڑھتے تھے: ''السلام علیک یا رسول اللہ السلام علیک یا ابا بکر السلام علیک یا ابی۔''

علامہ سبکی رحمہ اللہ نے شفاء السقام میں بھی اس واقعے کو اس سند سے نقل فرمایا ہے: ''وروى عن ابن عون قال سأل رجل نافعاً هل كان ابن عمر يسلم على القبر قال نعم لقد رأيته مائة مرة او اكثر من مائة مرة كان يأتى القبر فيقوم عنده فيقول السلام على النبی السلام علی ابی بکر السلام علی ابی'' ابی عون سے روایت کیا گیا ہے انہوں نے فرمایا کہ ایک آدمی نے حضرت نافع سے سوال کیا کہ کیا ابن عمر رضی اللہ عنہما قبر پر سلام پڑھتے تھے؟ انہوں نے فرمایا ہاں میں نے ابن عمر رضی اللہ عنہما کو سو یا سو سے زائد مرتبہ دیکھا کہ وہ روضہ پاک پر آتے اور اس کے قریب

کھڑے ہو جاتے اور کہتے: ''السلام علی النبی السلام علی ابی بکر السلام علی ابی'' اور ایک روایت میں ہے: ''رأیته فی الیوم مائة مرة او اکثر (قاله نافع)'' ان کو نافع نے فرمایا میں نے عبداللہ بن عمر کو ایک دن میں سو یا سو سے زائد مرتبہ (نبی علیہ السلام کے روضہ اقدس پر درود پڑھتے) دیکھا ہے۔

(منتہی النقال ص ۴۳ للمفتی صدر الدین راجع جذب القلوب ص ۲۰۰ ابن ابی شیبہ ج ۴ ص ۱۳۸، زبدۃ المناسک للگنگوہی ص ۹۰)

اسی طرح ۱۸ھ حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ کے زمانہ کا واقعہ ہے۔ حضرت مالک الدار رضی اللہ عنہ (جو حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے آزاد کردہ غلام ہیں۔ جن کو صحبت نبوی کا شرف بھی حاصل ہے اور حضرت ابو بکر اور حضرت عمر رضی اللہ عنہما سے روایت کرنے میں معروف ہیں) فرماتے ہیں حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے زمانے میں لوگ قحط میں مبتلاء ہوئے۔ پس ایک آدمی (حضرت بلال بن الحارث المزنی رضی اللہ عنہ صحابی) روضہ اقدس پر حاضر ہوئے اور عرض کیا حضرت اپنی امت کے لئے بارش طلب فرماویں کیونکہ وہ ہلاک ہو چلی ہے۔

تو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کو خواب میں مشرف فرمایا اور فرمایا عمر رضی اللہ عنہ کے پاس جاؤ اور اس کو میرا اسلام دو اور عمر رضی اللہ عنہ کو خبر دے دو کہ ان پر بارش نازل کی جائے گی اور عمر رضی اللہ عنہ سے کہہ دے کہ وہ دانائی پر قائم رہے۔ پس وہ شخص حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے پاس آئے اور خبر دی تو حضرت عمر رضی اللہ عنہ رو پڑے۔ پھر فرمایا اے میرے رب میں نے کوئی کوتاہی نہیں کی۔ مگر جس امر سے میں عاجز ہو گیا۔

(شفاء السقام ص ۱۷۴، البدایہ والنہایہ ج ۷ ص ۱۷) پر ہے کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ باہر نکلے اور لوگوں کو نماز استسقاء کے لئے جمع ہونے کا حکم فرمایا۔ نیز (تاریخ طبری ج ۴ ص ۹۹) پر ہے کہ جب لوگ جمع ہو گئے تو حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا: ''فان بلال بن الحارث یزعم ذیۃ و ذیۃ'' (ہذا سند صحیح البدایہ والنہایہ ج ۷ ص ۹۲)

نیز اس حدیث کی ابن ابی شیبہ کی سند یہ ہے: ''ابن ابی شیبہ، ابو معاویہ، اعمش، ابو صالح، مالک الدار۔''

حافظ ابن حجر فرماتے ہیں: ''اسنادہ صحیح'' (فتح الباری ص ۱۴۸ ج ۳)

امام ابو بکر بن ابی شیبہ یہ امام بخاری کے استاد ہیں امام بخاری نے صحیح بخاری میں:

۱...... باب لا یرد السلام فی الصلوٰۃ
۲...... باب اذا افطر فی رمضان ثم طلعت الشمس
۳...... باب الاعتکاف فی العشر الاوسط من رمضان
۴...... باب الدعاء علی المشرکین بالهزیمة و الزلزلة
۵...... باب موت النجاشی
۶...... باب عدة اصحاب بدر
۷...... باب مرجع النبی من الاحزاب و مخرجه الی بنی قریظة و محاصرته ایاه
۸...... باب ذهاب جریر الی الیمن
۹...... باب مرض النبی و وفاته
۱۰...... باب قول الله و رأیت الناس یدخلون فی دین الله افواجاً

۱۱...... الباذق و من نهیٰ عن کل مسکر

۱۲...... باب نهی تمنی المریض الموت

۱۳...... باب الحبة النمبر ۱۱ ۔ بابسو داء

۱۴...... باب مسح الراقی فی الوجع بیده الیمنٰی

۱۵...... باب فضل الفقر

۱۶...... باب اذا همت الطائفتان

میں ان سے روایات لی ہیں۔ ابو معاویہ، اعمش اور ابو صالح تینوں ایک ہی سند میں سورۃ نباء کی تفسیر میں بخاری شریف میں مذکور ہیں اور مالک الدار تو خود صحابی ہیں۔

امام رازی رحمہ اللہ تفسیر سورۃ کہف کے شروع میں فرماتے ہیں: ''اما ابو بکر فمن کرامته لما حمل جنازته الی باب قبر النبی و نودی السلام علیک یا رسول اللہ هذا ابو بکر بالباب فاذا الباب قد انفتح فاذا بهاتف یهتف من القبر ادخلوا الحبیب الی الحبیب''

بہر حال ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ کی کرامت سے ہے کہ جب ان کا جنازہ نبی اکرم کی قبر مبارک کے دروازہ پر لایا گیا اور ندا دی گئی کہ اے اللہ کے رسول آپ پر سلام ہو یہ ابو بکر رضی اللہ عنہ دروازہ پر ہے پس اچانک دروازہ کھل گیا اور آواز دینے والا قبر سے آواز دے رہا تھا حبیب رضی اللہ عنہ کو حبیب کی طرف داخل کر دو۔

یہ افضل الناس بعد الانبیاء کا جنازہ ہے، خیال کرو کوئی صحابی رہ گیا ہوگا۔ ہزاروں کی تعداد میں صحابہ رضی اللہ عنہم ہوں گے ان سب کا عقیدہ تھا کہ نبی پاک زندہ ہیں اور سنتے ہیں۔ اب کیا مماتی یہ بھی کہیں گے کہ ان کو قرآن نہیں آتا تھا؟ فاعتبروا یا اولی الابصار!

''اخرج الزبیر بن بکار فی اخبار المدینة عن سعید بن المسیب قال۔ لم ازل اسمع الاذان والاقامة فی قبر رسول اللہ ﷺ ایام الحرة حتی عاد الناس'' لکھا ہے زبیر بن بکار نے اخبار مدینہ میں سعید بن مسیب سے انہوں نے فرمایا میں ہمیشہ سنتا رہا میں اذان اور اقامت کو نبی کی قبر میں یہاں تک کہ لوگ واپس لوٹ آئے۔

''واخرج ابن سعد فی الطبقات عن سعید بن المسیب انه کان یلازم المسجد ایام الحرة والناس یقتلون قال فکنت اذا حانت الصلوة اسمع اذانا یخرج من قبل القبر الشریف واخرج دارمی فی مسنده قال اخبرنا مروان بن محمد عن سعید بن عبدالعزیز قال لما کان ایام الحرة لم یؤذن فی مسجد النبی ثلاثا ولم یقم ولم یبرح سعید بن المسیب من المسجد وکان لا یعرف وقت الصلاة الا بهمهمة یسمعها من قبر النبی'' (سنن دارمی الجزء الاول ص ۴۳ حدیث نمبر ۹۴ باب ما اکرم اللہ تعالیٰ نبیہ بعد موتہ)

(ترجمہ) اور ابن سعد نے طبقات میں حضرت سعید بن المسیب رحمہ اللہ کے بارے میں نقل فرمایا ہے ایام حرہ میں جو لوگ لڑائی میں مصروف تھے وہ مسجد نبوی میں ہی رہے فرماتے ہیں جب نماز کا وقت قریب آتا تو میں قبر شریف سے اذان کی آواز سنتا۔ دارمی نے اپنی مسند میں نقل کیا ہے انہوں نے فرمایا خبر دی ہمیں مروان بن محمد نے سعید بن عبدالعزیز سے انہوں نے فرمایا جب ایام حرہ تھے تو تین دن تک نہ مسجد نبوی میں اذان دی گئی نہ اقامت کہی

گئی اور حضرت سعید بن المسیب مسجد سے باہر نہ آ سکے آپ کو نماز کا وقت معلوم نہ ہوتا تھا مگر ایک آواز سے جو نبی اقدس کی قبر مبارک سے آتی تھی۔

اس واقعہ کو صاحب مشکوٰۃ باب الکرامات میں لائے ہیں، یعنی یہ اذان کی آواز سننا حضرت سعید بن المسیب کی کرامت تھی۔ علامہ سخاوی القول البدیع میں شیخ عبدالحق جذب القلوب ص۱۸۱ اور مدارج النبوۃ ص ۹۰۵ ج ۲ میں بھی لائے ہیں۔

نواب صدیق حسن خان لکھتے ہیں: ابن جوزی بسند متصل تا سعید بن المسیب روایت کردہ۔ (حجج الکرامۃ ص ۲۸۵)

علامہ سیوطی رحمۃ اللہ علیہ نے (الخصائص الکبریٰ ص ۴۹۰) پر اس کو نقل کیا ہے۔

ان حوالہ جات سے یہ بات روز روشن کی طرح واضح ہوگئی کہ حیات النبی پر جس طرح صحابہ رضی اللہ عنہم کا اجماع ہوا ہے اس کو امت میں تلقی بالقبول کا شرف بھی حاصل ہے۔

تو اب جس طرح خطبہ صدیق اکبر رضی اللہ عنہ سے یہ بات واضح ہوگئی کہ وفات کے بعد آپ قبر میں باحیات ہیں کیونکہ وقوع موت کے بعد روح پھر لوٹا دی گئی تو موت تھوڑے عرصے کے لئے تھی تو اس کے بعد حیات ہے۔ تو لہٰذا اب تذکرہ بھی آپ علیہ السلام کی حیات کا ہونا چاہئے جو تقریباً چودہ سو سال سے چلی آرہی ہے۔

نہ کہ اس موت کا جو چودہ سو سال پرانی ہے، اس لئے کہ جس طرح آپ کی اور میری یہ جو موجودہ حیات ہے یہ چند سال کی ہے۔ کسی کی بیس سال کی ہے، کسی کی پچیس سال کی۔ اس سے پہلے موت تھی۔ جیسے قرآن پاک نے فرمایا ہے کنتم امواتا تو اب اگر آپ کو کوئی مردہ کہے اور ساتھ یہ آیت بھی پڑھے کنتم امواتا تو آپ اس کو پسند نہیں کرتے اور آپ کہتے ہیں کہ تو قرآن کی آیت کو غلط استعمال کر رہا ہے۔

تو آپ اپنی اس بیس پچیس سالہ حیات کی نفی پسند نہیں کرتے تو اللہ کے نبی کی جو حیات چودہ سو سال سے چلی آرہی ہے تو اس کی نفی کرنا کس طرح صحیح ہے اور یہ مماتی حضرات چودہ سو سال پرانی موت ہی کو پیٹ رہے ہیں۔ اس کے بعد جو حیات ہے وہ ان کو نظر نہیں آتی۔ حالانکہ تذکرہ اس حالت کا ہونا چاہئے جو اس وقت موجود ہے اور وہ حالت حیات ہے۔

لطیفہ: حضرت اوکاڑوی رحمۃ اللہ علیہ نے سنایا کہ: ایک کُرد آدمی ایران میں آیا تو اتفاقاً عاشورہ محرم تھا اور یہ لوگ پیٹ رہے تھے اس نے اپنے علاقے میں کسی کو پیٹتے نہیں دیکھا تھا اور نہ ہی سنا تھا۔ وہ بڑا حیران ہوا پوچھنے لگا کہ ان لوگوں کو کیا ہو گیا ہے یہ کیوں پیٹ رہے ہیں؟ کسی نے جواب دیا تمہیں پتا ہی نہیں کہ نواسہ رسول حضرت امام حسین رضی اللہ عنہ کو شہید کر دیا گیا۔ وہ کہنے لگا اچھا یہاں آج اطلاع پہنچی ہے؟

اسی طرح ان مماتیوں کو شاید آج ہی اطلاع پہنچی ہے کہ حضرت کا وصال ہو گیا ہے۔ حالانکہ وفات کے بعد آپ علیہ السلام کی حیات کو چودہ سو سال گزر چکے ہیں تو اب جس طرح ہم زندہ ہیں تو ہماری حیات کا ہی ذکر ہونا چاہئے نہ کہ پچھلی موت کا تو اسی طرح جب آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا وصال ہو گیا تو وقوع موت ہو گیا اور اس کو سب نے مان لیا، کسی نے بھی انکار نہیں کیا۔ لیکن اس کے بعد پھر چودہ سو سال سے آپ کی حیات کا دور چل رہا ہے تو اب آپ کی حیات ہی کا ذکر ہونا چاہئے نہ کہ اس موت کا جو چودہ سو سال پہلے گزر چکی ہے۔

مماتی اور حیاتی میں فرق: اب جو خطبہ صدیق اکبر رضی اللہ عنہ میں ان محمدا قد مات کو ہی مانتا ہے اس کو مماتی کہا جاتا ہے اور جو اس موت کے بعد اس حیات کا قائل ہے جو چودہ سو سال سے چل رہی ہے اس کو حیاتی کہا جاتا ہے۔ حیاتی نے خطبہ صدیق اکبر رضی اللہ عنہ میں مذکور دونوں باتیں مان لیں اور مماتی نے چودہ سو سال پرانی بات تو مان لی لیکن چودہ سو سال سے جو حیات چلی آ رہی ہے اس کا انکار کر دیا۔ اتنا بڑا منکر اللہ کے نبی کی حیات کا شاید دنیا میں پہلے کبھی پیدا نہیں ہوا۔ پس معلوم ہوا کہ جو سیدنا صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کے پورے خطبے کو مانتا ہے وہ حیاتی ہے اور جو ایک بات مانتا ہے اور ایک بات کا انکار کرتا ہے وہ مماتی ہے۔

اجماع کو مقدم کرنے کی وجہ: ہم نے اجماع کو مقدم اس لئے کیا ہے کہ پوری امت جو عقیدہ قرآن یا حدیث سے سمجھتی ہے وہ فرد واحد نہیں سمجھ سکتا۔ اس لئے کہ امت کا اجماع معصوم ہے۔ نبی کے بعد کوئی معصوم نہیں البتہ امت کا اجماع معصوم ہے، نبی اقدس نے فرمایا ان اللہ لا یجمع امتی او قال امۃ محمد علی ضلالۃ اللہ تعالیٰ میری امت یا فرمایا محمد کی امت کو گمراہی پر جمع نہیں فرمائیں گے۔ (ترمذی ص ۳۹ ج ۲)

جب کہ فرد واحد کے سمجھنے میں خطاء کا بھی احتمال ہوتا ہے تو جب اس عقیدے پر صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کا اجماع ہو گیا تو معلوم ہوا کہ یہ عقیدہ قرآن و سنت کے مطابق ہے۔ کیونکہ اگر قرآن و سنت سے اس عقیدے کا اثبات نہ ہوتا یا یہ عقیدہ قرآن و سنت کے مخالف ہوتا تو صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کا اس پر کبھی اجماع نہ ہوتا۔ کیونکہ اس امت کا غلطی پر اجماع نہیں ہو سکتا۔ اس لئے کہ یہ امت من حیث الامت معصوم ہے۔

چنانچہ حجۃ الاسلام امام غزالی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: ''مقدمۃ الاولی فی بیان تقدیم الادلۃ فنقول یجب علی المجتہد فی کل مسئلۃ ان یرد نظرہ الی النفی الاصلی قبل ورود الشرع ثم یبحث عن الادلۃ السمعیۃ فی المخیرۃ فینظر اول شئ فی الاجماع فان وجد فی المسئلۃ اجماعا ترک النظر فی الکتاب والسنۃ فانہما یقبلان النسخ والاجماع لا یقبل۔ فالاجماع علی خلاف ما فی الکتاب والسنۃ دلیل قاطع علی النسخ اذ لا تجتمع الامۃ علی الخطاء ثم ینظر فی الکتاب والسنۃ المتواترۃ'' مقدمہ اولی ادلہ کی تقدیم کے بیان میں، پس ہم کہتے ہیں کہ مجتہد پر واجب ہے کہ ہر مسئلہ میں اپنی نظر کو شریعت کے وارد ہونے سے قبل نفی اصلی کی طرف لے جائے پھر دلائل مسموعہ سے بحث کرے اور سب سے پہلے اجماع میں نظر کرے، اگر کسی مسئلہ میں اجماع کو پالے تو کتاب و سنت میں نظر کو ترک کر دے۔ یعنی اب کتاب و سنت میں اس مسئلہ کو تلاش کرنے کی ضرورت نہیں ہے۔ اس لئے کہ کتاب و سنت تو نسخ کو قبول کرتی ہیں، یعنی ان میں تو احتمال ہے کہ یہ منسوخ ہو۔ لیکن اجماع نسخ کو قبول نہیں کرتا۔ پس کتاب و سنت کے مخالف اجماع یہ نسخ پر دلیل قاطع ہے۔ اس لئے کہ پوری امت خطاء پر جمع نہیں ہو سکتی پھر اس کے بعد کتاب و سنت متواترہ میں نظر کی جائے گی۔ (المستصفیٰ ج ۲ ص ۳۹۲)

تو اب جب ہم نے یہ بات ثابت کر دی کہ یہ عقیدہ اجماعی عقیدہ ہے۔ اس کے بعد ہم قرآن و حدیث اور اقوال صحابہ سے اس عقیدے کی وضاحت کرتے ہیں۔

دلیل: جیسا کہ پیچھے مسئلہ عذاب قبر کی وضاحت میں مختصر طور پر عرض کر دیا گیا کہ موت سے لے کر قیامت تک کا جو زمانہ ہے اس میں انسان راحت و آرام میں ہوگا یا تکلیف میں ہوگا یا دکھ میں ہوگا یا سکھ میں ہوگا۔ اب یہ

عذاب ہوگا، اسی عذاب کا نام عذاب قبر ہوگا۔ اسی کا نام عذاب میت ہے اور اسی کا نام عذاب برزخ ہے۔ کیونکہ وہ ہماری آنکھوں سے پوشیدہ ہوتا ہے اس لئے اس کو عذاب برزخ بھی کہہ دیتے ہیں۔ اب عذاب وثواب قبر ماننے کے بعد جسم کے ساتھ روح کا تعلق ماننا لازم ہوجاتا ہے اور جسم کے ساتھ روح کے تعلق کا ایسا ہی یقین ہوجاتا ہے جیسے دھوپ کو دیکھ کر سورج کا یقین یا دھوئیں کو دیکھ کر آگ کا یقین ہوجاتا ہے۔

عذاب وثواب قبر کو ماننے کے بعد جسم کے ساتھ روح کے تعلق کا انکار نہیں ہوسکتا۔ لیکن چونکہ شہداء کا درجہ عام لوگوں سے بہت بلند ہے اس لئے اللہ تعالیٰ نے بعبارت النص شہداء کی حیات کا ذکر فرمایا ہے۔ چنانچہ فرمایا: ''ولا تقولوا لمن یقتل فی سبیل اللہ اموات بل احیاء ولکن لا تشعرون'' اور نہ کہو تم ان لوگوں کو مردہ جو اللہ کے راستے میں قتل ہوگئے ہیں بلکہ وہ زندہ ہیں تمہیں ان کی حیات کا شعور نہیں۔

اس سے یہ بات بھی معلوم ہوگئی کہ مماتی عام طور پر دھوکہ دیا کرتے ہیں کہ یہ حضور کی موت کے قائل نہیں۔ لیکن قرآن پاک میں یقتل کے لفظ سے معلوم ہوا کہ موت آئی اور موت کے سارے وعدے کل نفس ذائقة الموت وغیرہ پورے ہوگئے۔ اب بحث یہی ہے کہ یہ جو موت آئی ہے یہی موت قیامت تک چلے گی یا حالت تبدیل ہوجائے گی؟ یقتل جملہ فعلیہ ہے جو ایک زمانے کے ساتھ خاص ہوتا ہے تو اس سے معلوم ہوا کہ قتل کا فعل ایک زمانہ کے ساتھ خاص ہے۔ آگے جو منع کیا گیا ہے اموات کہنے سے اس اموات کا مبتداء جو کہ ھم ضمیر ہے وہ محذوف ہے۔ تو یہ جملہ اسمیہ بنا۔ مطلب یہ ہوا کہ یہ نہ سمجھنا کہ قتل سے جو موت آئی قیامت تک چلے گی۔ اس لئے ان کے لئے جملہ اسمیہ استعمال نہ کرنا کہ وہ ہمیشہ کے لئے مردہ ہیں، اب اس پر سوال ہوا کہ جب موت ہمیشہ نہیں رہے گی تو کیا ہوگا؟ تو فرمایا احیاء بلکہ وہ زندہ ہیں۔

اب دیکھیں کہ قتل کا فعل اسی جسم پر وارد ہوتا ہے جسم مثالی پر وارد نہیں ہوتا۔ لوگ مردہ اسی جسم کو کہتے ہیں خواب وخیال والے جسم کو کوئی مردہ نہیں کہتا تو حیات بھی اسی جسم کے لئے ثابت ہوئی جس پر قتل کا فعل وارد ہوا ہے، جس کو لوگ مردہ کہتے تھے۔ نیز جو جسم قتل ہوا اس کی روح نکل گئی تو تعلق جسم سے نہ رہا، تو اس پر موت واقع ہوگئی۔ اب جب موت کا معنی روح کا نکلنا ہے تو حیات کا معنی روح کا جسم کے اندر آنا یا جسم سے باہر ہونے کے باوجود اس کے ساتھ تعلق کا ہونا ہے۔

موت کا معنی: رئیس المناظرین حضرت اوکاڑوی رحمہ اللہ نے فرمایا: یونس نعمانی سے ایک مناظرے میں جب میں نے پوچھا کہ موت کا معنی کیا ہے تو اس نے کہا کہ روح جسم سے باہر ہو اور جسم سے تعلق نہ ہو۔ کیونکہ اگر روح جسم سے باہر ہو اور جسم کے ساتھ تعلق ہو اس کو نیند کہتے ہیں۔ اس پر میں نے پوچھا اب یہ جو شہداء کے بارے میں قرآن میں احیاء ہے یہاں حیات کا کیا معنی ہے؟ اب اسے معلوم ہوا کہ وہ بری طرح پھنس چکا ہے چنانچہ بہت پریشان ہوا۔ کبھی ادھر کو دیکھتا کبھی ادھر کو دیکھتا۔ کیونکہ اس نے تو احیاء کا معنی کرنا تھا کہ شہداء کی ارواح سبز پرندوں میں ہیں: ''حدثنا یحی بن یحی و ابو بکر بن ابی شیبه کلاهما عن ابی معاویة قال و حدثنا اسحٰق بن ابراهیم قال اخبرنا جریر و عیسیٰ بن یونس جمیعاً عن الاعمش ح قال و حدثنا محمد بن عبداللہ بن نمیر و اللفظ له قال نا ابساط و ابو معاویة قالا نا الاعمش عن عبداللہ بن مرة عن مسروق قال سألنا عبداللہ عن هذه الآیة و لا

تحسبن الذین قتلوا فی سبیل اللہ امواتاً بل احیاء عند ربھم یرزقون قال اما انا قد سألنا عن ذالک وقال ارواحھم فی جوف طیر خضر لھا قنادیل معلقة بالعرش تسرح من الجنة حیث شاءت ثم تاوی الی تلک القنادیل فاطلع علیھم ربھم اطلاعة فقال ھل تشتھون شیئا قالوا ای شیئ نشتھی و نحن نسرح من الجنة حیث شئنا ففعل ذالک بھم ثلث مرات فلمارأو الھم لن یترکوا من ان یسئل قالوا یارب نرید ان ترد ارواحنا فی اجسادنا حتی نقتل فی سبیلک مرة اخریٰ فلمارایٰ ان لیس لھم حاجة ترکوا۔

(ترجمہ) بیان کیا ہمیں یحییٰ بن یحییٰ اور ابوبکر بن ابی شیبہ دونوں نے ابی معاویہ سے اسی طرح فرمایا انہوں نے کہ بیان کیا ہمیں اسحٰق بن ابراہیم نے کہ خبر دی ہمیں جریر اور عیسیٰ بن یونس دونوں نے اعمش سے۔ اسی طرح فرمایا اور بیان کیا ہمیں محمد بن عبداللہ بن نمیر نے اور یہ لفظ انہی کے ہیں فرمایا انہوں نے خبر دی ہمیں ابساط اور ابو معاویہ نے دونوں نے کہا کہ ہمیں خبر دی اعمش نے عبداللہ بن مرہ سے انہوں نے مسروق سے انہوں نے فرمایا سوال کیا ہم نے عبداللہ بن مسعودؓ سے اس آیت: ''ولا تحسبن الذین قتلوا فی سبیل اللہ امواتاً بل احیاء عند ربھم یرزقون'' کے بارے میں انہوں نے کہا ہم نے بھی اس کے بارے میں سوال کیا تھا تو نبی اکرم نے فرمایا ان کی روحیں سبز پرندوں میں ہیں ان کے لئے عرش کے ساتھ قنادیل لٹک رہی ہیں جنت میں جہاں چاہتی ہیں سیر کرتی ہیں پھر وہ روحیں ان قنادیل کی طرف آجاتی ہیں پس جھانکا ان کی طرف ان کے رب نے اور کہا تم کیا چاہتے ہو؟ انہوں نے کہا کس چیز کی ہم خواہش کریں حالانکہ ہم جنت کی سیر کرتے ہیں جب چاہتے ہیں، پس اسی طرح تین مرتبہ سوال کیا جب انہوں نے دیکھا کہ سوال سے جان نہیں چھوٹتی تو انہوں نے کہا اے ہمارے رب ہم چاہتے ہیں کہ تو ہماری روحوں کو ہمارے جسموں میں لوٹا دے تاکہ ہم تیرے راستے میں دوبارہ قتل کیئے جائیں۔ پس جب اللہ تعالیٰ نے دیکھا کہ ان کو کوئی حاجت نہیں ہے تو وہ چھوڑ دیئے گئے۔

اب مماتی لوگ اس حدیث مبارکہ کو پیش کر کے عوام الناس کو دھوکہ دیتے ہیں کہ شہداء کی حیات صرف جنت میں ہے اور شہداء اپنی قبروں میں حیات نہیں ہیں اور وہ لوگ اس حدیث مبارکہ کو سورۃ بقرہ والی آیت: ''ولا تقولوا لمن یقتل فی سبیل اللہ اموات'' کی تفسیر کہتے ہیں۔ حالانکہ یہ حدیث اس آیت کی تفسیر نہیں ہے بلکہ سورۃ آل عمران کی آیت: ''ولا تحسبن الذین قتلوا فی سبیل اللہ امواتاً بل احیاء عند ربھم یرزقون'' کے جملے عند ربھم یرزقون کی تفسیر ہے۔

آگے ہم وہ تمام تفسیری حوالہ جات نقل کرنے والے ہیں۔ مماتیوں کو تو یہ حدیث پیش کرنے کا حق ہی نہیں کیونکہ احمد سعید چتروڑگڑھی نے لکھا ہے اس کا راوی اعمش مدلس ہے، اور ابو معاویہ شیعہ ہے۔ نیز یہ حدیث خبر واحد بھی ہے اور یہ لوگ یہی کہا کرتے ہیں۔ لا اعتماد علی الاحاد فی باب الاعتقاد تو اس لئے ان دو وجوں سے مماتیوں کو یہ حدیث پیش کرنے کا حق ہی نہیں ہے۔ رہے ہم تو ہم قرآن و حدیث دونوں کو مانتے ہیں قرآن سے حیات جسمانی ثابت ہوئی اور اس حدیث سے سیر روحانی۔

اس حدیث مبارکہ کی وجہ سے روح کا اس جسم کے ساتھ تعلق ہونے کا کسی نے انکار نہیں کیا۔ چنانچہ آگے کئی تفاسیر کے حوالے نقل کیئے گئے ہیں۔ کسی ایک نے بھی اس آیت کے تحت حیات جسمانی کا انکار نہیں کیا۔ چنانچہ علامہ عبدالحق حقانی اپنی تفسیر میں فرماتے ہیں:

بالخصوص شہداء کو ان کو نسمہ سابق سے ایک عجیب تعلق باقی رہتا ہے۔ (تفسیر حقانی) روح سیر روحانی بھی کرے اور اس کا جسم کے ساتھ تعلق بھی ہو اس کی مثال یہ ہے جیسے کوئی شخص یہ بیان کرے کہ رات کو میں نے خواب میں بیت اللہ کی زیارت کی اور اس کا طواف کیا تو اس سے کوئی بیوقوف اس کا یہ مطلب نہیں سمجھے گا کہ سوئے ہوئے آدمی کی روح جب کعبہ کا طواف کر رہی تھی تو ملتان میں سوئے ہوئے جسم کے ساتھ روح کا کوئی تعلق نہیں تھا۔

پس معلوم ہوا کہ روح کا سیر کے وقت اس جسم کے ساتھ تعلق باقی رہتا ہے جیسا کہ سوئے ہوئے آدمی کی روح خواہ مکہ میں ہو یا مدینہ میں پاکستان کی سیر کر رہی ہو یا سعودیہ کی لیکن اس کی روح کا تعلق اس جسم کے ساتھ باقی رہتا ہے۔ جسم یہاں کروٹیں بھی بدلتا ہے غذا بھی ہضم ہو رہی ہوتی ہے، دل کی دھڑکن بھی جاری رہتی ہے[1]

اور اس جسم کے ساتھ اس کا کوئی تعلق نہیں اور یہ معنی موت کا ہے نہ کہ حیات کا۔ چنانچہ جو شخص جسم کے ساتھ روح کا انکار کرتا ہے۔ اگرچہ اس نے موت کا لفظ استعمال نہیں کیا، لیکن جو معنی استعمال کیا ہے وہ موت ہی کا ہے تو رب ذوالجلال نے جس بات سے منع فرمایا تھا انہوں نے وہی بات کہہ دی۔

---

[1] مزید تفاسیر کے حوالہ جات نقل کئے جاتے ہیں ان کو پڑھ کر آپ کو معلوم ہو جائے گا کہ کسی نے بھی اس حدیث سے حیات جسمانی کی نفی نہیں کی، نیز یہ حدیث آیت: ولا تحسبن... الخ کی تفسیر ہے نہ کہ آیت: ولا تقولوا کی۔ بعض تفاسیر میں فی قبورھم احیاء کہا گیا ہے معلوم ہوا کہ انہی قبروں میں حیات ہے۔ نیز اس کے ساتھ اسے حیات برزخیہ بھی کہا گیا۔ اس اعتبار سے کہ ہماری آنکھوں سے اوجھل ہے، تفسیر زاہدی میں تو اس آیت کے تحت یہ حدیث بھی نقل کی ہے کہ میت پر قبر میں اس کے رشتہ داروں کے اعمال بھی پیش ہوتے ہیں۔ وفی مصنف ابی داؤد باسناد صحیح عن ابن عباس قال قال رسول اللہ ﷺ۔ "لما اصیب اخوانکم باحد جعل اللہ ارواحھم فی جوف طیر خضر ترد انھار الجنۃ تأکل من ثمارھا وتأوی الی قنادیل من ذھب معلقۃ فی ظل العرش فلما وجدوا طیب مأکلھم و مشربھم و مقیلھم قالوا من یبلغ اخواننا عنا انا احیاء فی الجنۃ نرزق لئلا یزھدوا فی الجھاد ولا ینکلوا عند الحرب فقال اللہ سبحانہ انا ابلغھم عنکم۔ قال۔ فانزل اللہ "ولا تحسبن الذین قتلوا فی سبیل اللہ امواتا" الی آخر الآیات۔ (الجامع لاحکام القرآن لابی عبد اللہ محمد بن احمد الانصاری القرطبی) قولہ تعالی۔ (أمواتا بل احیاء عند ربھم) حدثنا محمد بن عبد اللہ بن یزید المقری، ثنا سفیان، عن الاعمش، عن عبد اللہ بن مرۃ، عن مسروق، عن عبد اللہ قال۔ قرأ۔ (ولا تحسبن الذین قتلوا فی سبیل اللہ امواتا بل احیاء عند ربھم یرزقون) فقال۔ أما قد سألنا عن ذلک، فاخبرنا ان الارواح جعلت فی طیر خضر، تأوی الی قنادیل معلقۃ بالعرش، فتسرح فی ای الجنۃ شاءت۔ قال۔ فاطلع الیھم ربک اطلاعۃ فقال۔ ھل تستزیدونی فأزیدکم؟ قالوا۔ السنا نسرح فی الجنۃ حیث شئنا؟ قال۔ ثم اطلع الیھم ربک اطلاعۃ۔ فقال۔ ھل تستزیدونی فأزیدکم؟ فلما رأوا انھم لا یترکون قالوا۔ ترد ارواحنا فی اجسادنا، حتی نقتل فی سبیل اللہ مرۃ اخری۔ قال سفیان۔ وزاد عطاء بن السائب عن ابی عبیدۃ، عن عبد اللہ قال۔ تقریء نبینا منا السلام، وتخبرہ ان قد رضینا ورضی عنا، وترد ارواحنا حتی نقتل فی سبیلک مرۃ اخری۔ (تفسیر القرآن العظیم تالیف الامام الحافظ عبد الرحمن بن محمد ابن ادریس الرازی ابن ابی حاتم المتوفی سنۃ ۳۲۷ھ) (ولا تحسبن الذین قتلوا فی سبیل اللہ) یعنی۔ شھداء احد (امواتا بل احیاء) بل ھم احیاء (عند ربھم) فی دار کرامتہ، لان ارواحھم فی اجواف طیر خضر۔ (یرزقون) یأکلون۔ (الوجیز فی تفسیر الکتاب العزیز لابی الحسن بن علی الواحدی المتوفی ۴۶۸ھ) "لما اصیب اخوانکم بأحد جعل اللہ ارواحھم فی اجواف طیر خضر تدور فی انھار الجنۃ وتأکل من ثمارھا وتأوی الی قنادیل من ذھب معلقۃ فی ظل العرش"۔ (الکشاف لابی القاسم محمود بن عمر الزمخشری الخوارزمی (۴۶۷-۵۳۸ھ) ظاھر ھذہ الآیۃ یدل علی کون ھؤلاء المقتولین احیاء، (بقیہ حاشیہ اگلے صفحہ پر)

تو آیت کا مطلب یہ ہوا کہ قتل ہو گئے ہیں، موت آ گئی ہے۔ اس میں کسی قسم کا شک نہیں لیکن اب تم ان کو مردہ نہ کہو کیونکہ یہ موت آگے نہیں جا رہی بل احیاء اب یہاں بھی احیاء خبر ہے اور اس کا مبتداء محذوف ہے جو کہ ھم ہے اور یہ بھی جملہ اسمیہ ہوگا۔ مطلب یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے جو حیات ان کو عطاء کی ہے وہ آگے جا رہی ہے۔ اب یہاں یہ لوگ کہتے ہیں کہ یہ تو ٹھیک ہے کہ قتل تو شہید کا جسم ہی ہوا لیکن جو بل کے بعد احیاء کا لفظ ہے یہ روح کے لئے ہے۔ حالانکہ صرف روح کی حیات کوئی حیات نہیں ہے۔

(گزشتہ صفحہ کا حاشیہ) فاما أن يكون حقيقة، أو مجازا، فان كان حقيقة، فاما أن يكون بمعنى أنهم سيصيرون في الآخرة احياء، او في الحال۔ و بتقدير أن يكونوا أحياءً في الحال، فاما ان يكون المراد الحياة الروحانية، او الجسمانية، فأما الاحتمال الأول۔ وهو أنهم سيصيرون أحياء في الآخرة۔ فقد ذهب اليه جماعة من المعتزلة، منهم الكعبي، قال: لأن الله۔ تعالى اورد هذه الآية تكذيبا للمنافقين في جحدهم البعث والمعاد، وقولهم۔ ان اصحاب محمد يعرضون انفسهم للقتل، فيقتلون۔ ويخسرون الحياة، ولا يصلون الى خير۔ وهذه الآية ترد هذا القول۔ لأن ظاهرها يدل على كونهم احياء حال نزول هذه الاية، وأيضا فانه تعالى قال "اغرقوا فادخلوا نارا" (نوح۔ ۲۵) والفاء للتعقيب، والتعذيب مشروط بالحياة۔ وقال۔ "النار يعرضون عليها غدوا وعشيا" (غافر۔ ۴۶) واذا جعل الله اهل العذاب احياء قبل القيامة لاجل التعذيب، فان يجعل اهل الثواب احياء قبل القيامة۔ لاجل الثواب اولى، لأن جانب الاحسان والرحمة أرجح من جانب العذاب، وأيضا لو كان المراد أنه سيجعلهم احياء في القيامة لما قال للنبي "ولا تحسبن" مع علمه بأن جميع المؤمنين كذلك۔ فان قيل۔ اله كان عالما بأنهم سيصيرون أحياء عند البعث، لكنه غير عالم أنهم من أهل الجنة، فجاز أن يبشره الله۔ تعالى۔ بانهم سيصيرون احياء، ويصلون الى الثواب؟ فالجواب۔ ان قوله۔ "ولا تحسبن" انما يتناول الموت، لانه قال۔ "ولا تحسبن الذين قتلوا في سبيل الله امواتا" فالذى يزيل هذا الحسبان هو كونهم احياءً في الحال، لانه لا حسبان۔ هناك۔ في صيرورتهم احياء يوم القيامة۔ وقوله۔ "يرزقون" خبر مبتدا، ولا تعلق له بذلك الحسبان، فزال السؤال، وايضا فقوله تعالى۔ "ويستبشرون بالذين لم يلحقوا بهم من خلفهم" فالقوم الذين لم يلحقوا بهم لا بد وأن يكونوا في الدنيا، واستبشارهم بمن يكون في الدنيا لا بد وان يكون قبل القيامة، والاستبشار لا يكون الا مع الحياة، فدل على كونهم احياء قبل يوم القيامة۔ وأيضا روى ابن عباس ان النبي قال۔ في صفة الشهداء۔ "ارواحهم في اجواف طير خضر، ترد انهار الجنة، وتأكل من ثمارها، وتسرح حيث شاءت، وتأوى الى قناديل تحت العرش، فلما رأوا طيب مسكنهم ومطعمهم ومشربهم قالوا۔ يا ليت قومنا يعلمون بما نحن فيه من النعيم، كي يرغبوا في الجهاد، فقال الله تعالى۔ انا مخبر عنكم، ومبلغ اخوانكم، ففرحوا بذلك واستبشروا، فانزل الله تعالى هذه الآية۔ وسئل ابن مسعود عن هذه الآية، فقال۔ سألنا عنها، فقيل لنا۔ ان الشهداء على نهر بباب الجنة في قبة خضراء۔ وفي رواية۔ في روضة خضراء۔ وعن جابر بن عبدالله، قال۔ قال رسول الله ﷺ "الا ابشرك ان اباك، حيث أصيب باحد۔ احياه الله، ثم قال۔ ما تريد يا عبدالله بن عمرو ان افعل لك؟ قال۔ يا رب احب ان تردني الى الدنيا فاقتل فيك مرة اخرى"۔ الاحتمال الثاني۔ وهو انهم احياء في الحال۔ والقائلون بهذا القول، منهم من أثبت الحياة للروح، ومنهم من اثبتها للبدن، فمن اثبتها للروح قال۔ لقوله تعالى۔ "يايتها النفس المطمئنة ارجعي الى ربك راضية مرضية فادخلي في عبدي وادخلي جنتي" (الفجر۔ ۲۷۔ ۳۰) والمراد۔ الروح۔ وروى عنه يوم بدر كان ينادى المقتولين، ويقول "فهل وجدتم ما وعد ربكم حقا" (الاعراف۔ ۴۴) فقيل۔ يا رسول الله، انهم اموات، فكيف تناديهم؟ فقال۔ "انهم اسمع منكم"۔ وقال "انبياء الله لا يموتون ولكن ينتقلون من دار الى دار" الاحتمال الثالث۔ من اثبت الحياة للأجساد، وهؤلاء اختلفوا، (بقیہ حاشیہ اگلے صفحہ پر)

کیونکہ کیف تکفرون باللہ و کنتم امواتا کا جو زمانہ ہے اس وقت عالم ارواح میں روح یقیناً موجود تھی اور ہزار ہا برس موجود رہی۔ لیکن اس کو موت کہا جا رہا ہے، حیات نہیں کہا جا رہا اور حیات مسیح علیہ السلام کے مسئلے میں قادیانیوں کا بھی بالکل یہی طریقہ ہے جو ان مماتیوں کا طریقہ ہے۔ کیونکہ قرآن پاک کی آیت مبارکہ وما قتلوہ یقیناً بل رفعہ اللہ الیہ میں بھی پہلے قتل کا لفظ ہے۔ پھر اس کے بعد بل کا لفظ ہے اب سارے مسلمان اس بات کے قائل ہیں کہ جس جسم کو یہودی قتل کرنے آئے تھے اسی جسم کو اللہ تعالیٰ نے اوپر اٹھالیا۔

(گزشتہ صفحہ کا حاشیہ) فقال بعضهم انه۔ تعالی۔ يصعد اجساد الشهداء الى السموات، والى قناديل تحت العرش، ويوصل اليها الكرامات۔ وقد طعنوا فى هذا، وقالوا۔ انا نرى الشهداء تأكلهم السباع، ونرى المقتول يبقى اياما الى ان تتفسخ و تنفصل اعضاؤه، فعود الحياة اليها مستبعدا، وان جوزنا كونها حية عاقلة، متنعمة عارفة، لزم القول بالسفسطة۔ الاحتمال الرابع۔ ان كونهم احياء من طريق المجاز۔ قال الاصم البلخى۔ اذا كان الميت عظيم المنزلة فى الدين، وكانت عاقبة يوم القيامة الى السعادة والكرامة، صح ان يقال۔ انه حى، وليس بميت، كما يقال۔ فى الجاهل الذى لا ينفع نفسه ولا غيره۔ انه ميت، وكما يقال۔ للبليد۔ انه حمار، و للمؤذى انه سبع، كما قال عبدالملك بن مروان۔ لما رأى الزهرى، وعلم فقهه و تحقيقه۔ ما مات من خلفه مثلك۔ واذا مات الانسان، وخلف ثناء جميلا، وذكرا حسنا، يقال۔ على سبيل المجاز۔ انه مامات۔ وقال آخرون۔ مجاز هذه الآية ان اجسادهم لا تبلى تحت الأرض، كما روى أن معاوية لما اراد أن يجرى العين الى قبور الشهداء، أمر بان ينادى۔ من كان له قتيل فليخرجه من هذا الموضع، قال جابر۔ فخرجنا اليهم، فأخرجناهم رطاب الأبدان فاصاب المسحاة اصبع رجل منهم، فانفطرت دما۔ (اللباب فى علوم الكتاب تاليف الامام المفسر ابى حفص عمر بن على ابن عادل الدمشقى الحنبلى المتوفى بعد ۸۸۰ هجريه) وما روى ابن عباس رضی اللہ عنہما انه علیہ السلام قال۔ ارواح الشهداء فى اجواف طير خضر ترد انهار الجنة وتأكل من ثمارها وتأوى الى قناديل معلقة فى ظل العرش۔ (تفسير البيضاوى لامام ناصر الدين ابى سعيد عبدالله بن عمر بن محمد الشيرازى البيضاوى) وعن النبى "لما اصيب اخوانكم باحد جعل الله ارواحهم فى اجواف طير خضر تدور فى انهار الجنة، وتأكل من ثمارها، وتأوى الى قناديل من ذهب، معلقة فى ظل العرش۔" (تفسير القرآن الكريم للشيخ الاكبر العارف بالله العلامة محى الدين بن عربى المتوفى ۶۳۸ هجريه) أخرج احمد وهناد وعبد بن حميد وأبو داؤد وابن جرير وابن المنذر والحاكم وصححه والبيهقى فى الدلائل عن ابن عباس قال۔ قال رسول الله صلی اللہ علیہ وسلم لما اصيب اخوانكم باحد جعل الله ارواحهم فى أجواف طير خضر ترد انهار الجنة، وتأكل من ثمارها، وتأوى الى قناديل من ذهب معلقة فى ظل العرش۔ فلما وجدوا طيب ماكلهم او مشربهم، وحسن مقبلهم۔ قالوا۔ ياليت اخواننا يعلمون ما صنع الله لنا۔ وفى لفظ۔ قالوا انا أحياء فى الجنة نرزق لئلا يزهدوا فى الجهاد ولا يتكلوا عن الحرب فقال الله۔ انا ابلغهم عنكم۔ فانزل الله هؤلاء الآيات "ولا تحسبن الذين قتلوا۔۔۔" الآية۔۔ وما بعدها۔ (الدر المنثور فى التفسير بالمأثور للامام الحافظ جلال الدين السيوطى رحمہ اللہ (ت ۹۱۱ھ) "ولا تحسبن الذين قتلوا" وقرى مشددا "فى سبيل الله" و طلب اعلاء كلمته "امواتا بل" هم فى قبورهم "احياء حياة برزخية "عند ربهم يرزقون" من ثمار جنانه وفى الخبر قال رسول الله صلی اللہ علیہ وسلم ارواح الشهداء فى اجواف طير خضر ترد انهار الجنة وتأكل من ثمارها وتأوى الى قناديل معلقة فى ظل العرش۔ (تاج التفاسير للعلامة السيد محمد عثمان بن ابى بكر بن عبدالله الميرغنى) (بقیہ حاشیہ اگلے صفحہ پر)

لیکن مرزا قادیانی کہتا ہے کہ قتل تو اسی جسم کو کرنے آئے تھے لیکن اوپر اللہ تعالیٰ نے روح کو اٹھایا۔ اب اسی طرح ہم بھی یہی کہتے ہیں کہ جو جسم قتل ہوا احیاء اسی کے لئے ہے، لیکن مماتی مرزا قادیانی کے طریقے پر چلتے ہوئے اس بات کے قائل ہیں کہ قتل تو جسم ہی ہوا تھا۔ لیکن احیاء کا لفظ روح کے لئے ہے۔ روح زندہ ہے نہ کہ جسم۔ جب کہ آیت مبارکہ صاف یہ بتلا رہی ہے وہی جسم زندہ ہے جو شہید کیا گیا تھا اور جس کو لوگ مردہ کہتے تھے۔ رب ذوالجلال نے اسی جسم کو حیات عطاء فرما دی۔

(گزشتہ صفحہ کا حاشیہ) وقد وردت السنة المطهرة بأن ارواحهم فی اجواف طیور خضر، وانهم فی الجنة یرزقون ویأکلون ویتمتعون۔ (فتح القدیر تالیف محمد بن علی بن محمد الشوکانی المتوفی ۱۲۵۰ھج) سبب النزول۔ عن ابن عباس قال۔ قال رسول اللہ ﷺ "لما اصیب اخوانکم باحد جعل اللہ ارواحهم فی جوف طیر خضر، ترد انهار الجنة تأکل من ثمارها وتأوی الی قنادیل من ذهب معلقة فی ظل العرش، فلما وجدوا طیب مأکلهم ومشربهم ومقیلهم قالوا۔ من یبلغ اخواننا عنا انا احیاء فی الجنة نرزق لئلا یزهدوا فی الجهاد ولا ینکلوا عند الحرب فقال اللہ سبحانه۔ انا ابلغهم عنکم فانزل اللہ "ولا تحسبن الذین قتلوا فی سبیل اللہ امواتا" (صفوة التفاسیر للعلامة محمد علی الصابونی) واخرج عبد بن حمید و ابو داؤد وابن جریر والحاکم وصححه والبیهقی فی الدلائل عن ابن عباس قال۔ قال رسول اللہ ﷺ لما اصیب اخوانکم باحد جعل اللہ ارواحهم فی اجواف طیر خضر ترد انهار الجنة وتأکل من ثمارها وتأوی الی قنادیل من ذهب معلقة فی ظل العرش، فلما وجدوا طیب مأکلهم ومشربهم وحسن مقیلهم قالوا یا لیت اخواننا یعلمون ما صنع اللہ لنا، وفی لفظ قالوا من یبلغ اخواننا انا احیاء فی الجنة لئلا یزهدوا فی الجهاد، ولا ینکلوا عن الحرب، فقال اللہ أنا ابلغهم عنکم فانزل هذه الآیات (ولا تحسبن الذین قتلوا) الآیة وما بعدها۔ (فتح البیان فی مقاصد القرآن تالیف صدیق بن حسن بن علی الحسین القنوجی البخاری) اخبرنا محمد بن ابراهیم بن محمد بن یحیٰ اخبرنا اسماعیل بن احمد الخلالی اخبرنا عبداللہ بن زیدان البجلی، حدثنا ابو کریب، حدثنا عبداللہ بن ادریس، عن محمد بن اسحاق، عن اسماعیل بن امیة، عن ابی الزبیر، عن سعید بن جبیر، عن ابن عباس قال۔ قال رسول اللہ ﷺ ولما اصیب اخوانکم بأحد جعل اللہ ارواحهم فی اجواف طیر خضر ترد انهار الجنة، تأکل من ثمارها وتأوی الی قنادیل من ذهب معلقة فی ظل العرش، فلما وجدوا طیب مأکلهم ومشربهم ومقیلهم، قالوا۔ من یبلغ اخواننا عنا أنا أحیاء فی الجنة نرزق؟ لئلا یزهدوا فی الجهاد ولا ینکلوا عند الحرب، فقال اللہ عز وجل۔ أنا ابلغهم عنکم، فأنزل اللہ تعالیٰ: "ولا تحسبن الذین قتلوا فی سبیل اللہ امواتاً بل احیاء عند ربهم یرزقون" (الوسیط فی تفسیر القرآن المجید تالیف ابی الحسن علی بن احمد الواحدی النیسابوری (المتوفی ۴۶۸ھ) "ولا تقولوا لمن یقتل فی سبیل اللہ اموات" قد ذکرنا ان کیفیة ترزیقهم بعلم اللہ تعالیٰ قوله عز وجل یستبشرون بالذین لم یلحقوا بهم باخبار اللہ تعالیٰ ایاهم بحال من یستشهد من اقربائهم وفی الخبر عن النبی ان اعمالکم تعرض علی عشائرکم فی قبورهم فان کان خیرا استبشروا وان کان غیر ذلک قالوا اللهم الهمهم ان یعملوا بطاعتک۔ (تفسیر زاهدی ۲۶۷) وروی عن عطاء عن ابن عباس قال۔ قال رسول اللہ ﷺ لما اصیب اخوانکم یوم احد جعل اللہ ارواحهم فی اجواف طیر خضر ترد انهار الجنة وتأکل من ثمارها۔ وتأوی الی قنادیل من ذهب تحت العرش، فلما وجدوا طیب مأکلهم ومطعمهم ومشربهم، ورأوا ما (عند) اللہ لهم من الکرامة (وما هم فیه من النعیم) قالوا یا لیت اخواننا علموا ما أعد اللہ لنا من الکرامة، وما نحن فیه من النعیم، فلم (ینکلوا) عند اللقاء، ولم یجبنوا عند القتال، فقال اللہ تعالیٰ انا ابلغهم عنکم، فأنزل۔ "ولا تحسبن الذین قتلوا فی سبیل اللہ امواتاً بل احیاء عند ربهم یرزقون" (تفسیر سمرقندی ۳۱۴ ج ۲) فدل ذلک علی انهم احیاء قبل قیام القیامة (بقیہ حاشیہ اگلے صفحہ پر)

ہاں! البتہ ایک فرق ہو گیا کہ شہید، شہید ہونے سے پہلے کھلی حیات کے ساتھ زندہ ہوتا ہے، وہ چلتا ہے، پھرتا ہے، کھاتا ہے، پیتا ہے، اٹھتا ہے، بیٹھتا ہے، جہاد کرتا ہوا لوگوں کو نظر آتا ہے لیکن شہید ہونے کے بعد جو حیات ہے یہ چھپی حیات ہے۔ ہمارے شعور میں نہیں آتی۔ اس لئے رب ذوالجلال نے فرمایا: ولکن لا تشعرون کہ وہ تمہارے شعور میں نہیں آئے گی۔ اس لئے تم یہ تو کہہ سکتے ہو کہ حیات ہمارے شعور میں نہیں آتی۔ لیکن اس حیات کا انکار نہیں کر سکتے۔

یہ بات یاد رکھیں کہ جو حیات شعور میں آتی ہے اس کا ایمان اور کفر کے ساتھ کوئی تعلق نہیں ہے۔ مثلاً جیسے اب ہم یہاں بیٹھے ہوئے ہیں اگر کوئی ہندو ہمیں دیکھے تو مردہ سمجھے گا یا زندہ؟ یقیناً زندہ سمجھے گا۔ کیونکہ اگرچہ اس کے پاس ایمان نہیں ہے لیکن شعور تو ہے اور وہ دیکھ رہا ہے کہ یہ لکھ رہا ہے، یہ بول رہا ہے، یہ چل رہا ہے، یہ اٹھ رہا ہے تو وہ اس شعور سے حیات کو محسوس کر لے گا اسی طرح کوئی سکھ دیکھے وہ بھی زندہ کہے گا۔ کیونکہ یہ حیات اس کے شعور میں آرہی ہے۔ اگرچہ اس کے پاس ایمان نہیں ہے۔

لیکن یہ جو حیات ہے اس کا تعلق کفر ایمان کے ساتھ نہیں ہے اور اگر کوئی یہ کہہ ہی دے کہ تو مردہ ہے تو میں جواب میں یہ نہیں کہوں گا کہ تو کافر ہے، بلکہ میں یہ کہوں گا کہ تو اندھا ہے، تو بہرا ہے۔ یعنی اس کے شعور پر اعتراض کروں گا کہ میں بول رہا ہوں کیا تو میری بات نہیں سن رہا؟ میں حرکت کر رہا ہوں تو مجھے ادھر ادھر حرکت کرتے ہوئے دیکھ نہیں رہا؟ تو میں اس کے شعور پر اعتراض کروں گا کہ تو اندھا ہے، بہرا ہے۔ یہ نہیں کہوں گا کہ تو کافر ہے۔ کیونکہ حیات شعور میں آنے والی ہے۔ کفر ایمان کے ساتھ اس کا تعلق نہیں ہے لیکن شہداء کی جو حیات ہے اس کے بارے میں فرمایا کہ یہ حیات اسی جسم کو ملی ہے کہ جس پر فعل قتل وارد ہوا تھا۔ لیکن تمہیں ان کی حیات کا شعور نہیں۔ کیونکہ پہلی حیات کھلی تھی جو شعور سے معلوم ہوتی تھی اب جو حیات ہے یہ چھپی حیات ہے اس کا تعلق شعور سے نہیں ایمان سے ہے جو اللہ پر ایمان نہیں رکھتا وہ کبھی اس حیات کو تسلیم نہیں کر سکتا۔

(گزشتہ صفحہ کا حاشیہ) لاجل التعذیب واذا کان اهل العذاب احیاء قبل قیام القیامة لاجل التعذیب فیکون اهل الثواب احیاء قبله لاجل الاحسان والاثابة بالاولی بان جانب الرحمة والفضل والاحسان ارجه من جانب العذاب والعقوبة (حاشیه محی الدین شیخ زاده علی تفسیر البیضاوی مصنف محمد بن مصلح الدین مصطفی القوجوی الحنفی المعروف شیخ زاده المتوفی ۹۵۱ھ، ص ۲۱۰ ج ۳) احدهما، انها نزلت فی شهداء احد، روی ابن عباس عن النبی انه قال، "لما أصیب اخوانکم بأحد، جعل الله أرواحهم فی أجواف طیر خضر، ترد أنهار الجنة، وتأکل من ثمارها، وتأوی الی قنادیل من ذهب معلقة فی ظل العرش، فلما وجدوا طیب مأکلهم و مشربهم، وحسن مقیلهم، قالوا لیت اخواننا یعلمون بما صنع الله لنا، لئلا یزهدوا فی الجهاد (ولا ینکلوا عن الحرب) قال الله تعالی۔ أنا أبلغهم عنکم، فأنزل الله تعالی هذه الآیة۔ وهذا قول سعید بن جبیر، و ابی الضحی۔ (زاد المسیر فی علم التفسیر ص ۴۹۹ ج ۲)" ولا تحسبن الذین۔۔۔ اس آیت مبارکہ کی تفسیر سیدنا عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ نے جو بیان کی وہ مندرجہ ذیل کتب میں ہے۔ (۱) مصنف ابن ابی شیبۃ۔ (۲) تفسیر قرطبی۔ (۳) تفسیر ابن ابی حاتم۔ (۴) الوجیز فی تفسیر الکتاب العزیز۔ (۵) تفسیر کشاف للزمخشری۔ (۶) تفسیر ابن عربی۔ نیز شہداء کی حیات والی روایت سیدنا عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہ سے بھی درج ذیل کتب میں منقول ہے۔ (۱) تفسیر بیضاوی۔ (۲) مسند احمد۔ (۳) مسند عبد بن حمید۔ (۴) سنن ابی داود۔ (۵) مستدرک حاکم۔ (۶) دلائل النبوۃ للبیہقی۔ (۷) تفسیر ابن جریر۔ (۸) تفسیر درمنثور۔ (۹) صفوۃ التفاسیر۔ (۱۰) فتح البیان۔ (۱۱) الوسیط۔ (۱۲) تفسیر ثمرقندی۔ (۱۳) زاد المسیر۔

نکتہ: حق جل شانہ نے ولکن لا تشعرون فرمایا، ولکن لا یشعرون نہیں فرمایا تا کہ لوگوں کو یہ بات معلوم ہو جائے ان کو تو شہداء کی حیات کا شعور نہیں ہے، لیکن شہداء کو اپنی حیات کا پورا شعور ہے۔

مماتیوں کا دھوکہ: یہاں ان لوگوں کا ایک دھوکہ یہ ہوتا ہے جس سے سادہ لوگ پھنس بھی جاتے ہیں کہ حضرت جب کھلی حیات کے ساتھ دنیا میں تھے سارے صحابہ رضی اللہ عنہم آپ علیہ السلام کی زیارت سے مشرف ہوئے، آپ سے بات چیت ہوئی، آپ امام بنتے صحابہ رضی اللہ عنہم مقتدی بنتے۔ اس وقت اگر صحابہ کرام رضی اللہ عنہم میں تھوڑا سا بھی اختلاف ہوتا تو حضور اکرم کی خدمت میں عرض کر دیتے اور حضرت رسول پاک اس میں فیصلہ بھی فرما دیتے۔ لیکن حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے وصال کے بعد صحابہ رضی اللہ عنہم میں شدید اختلافات ہوئے اور جنگوں تک نوبت پہنچی۔ لیکن کسی ایک فریق نے بھی روضہ پاک پر حاضر ہو کر یہ نہیں فرمایا کہ حضرت یہ جھگڑا ہے آپ اس میں فیصلہ فرما دیں۔

حق پر سیدنا عائشہ رضی اللہ عنہا ہیں یا حضرت علی رضی اللہ عنہ ہیں۔ حضرت علی ہیں یا معاویہ رضی اللہ عنہما ہیں۔ اس بارے میں کوئی بھی روضہ پاک پر نہیں گیا۔ پس معلوم ہوا کہ حضرات صحابہ کرام رضی اللہ عنہم یہ سمجھتے تھے کہ حضرت پاک حیات نہیں ہیں ہم جا کر عرض کریں گے تو حضرت نہ سنیں گے نہ جواب ارشاد فرمائیں گے۔ کیونکہ اگر صحابہ رضی اللہ عنہم حیات کے قائل ہوتے تو ضرور اتنے اہم کام کے لئے روضہ پاک پر حاضر ہو کر عرض کرتے۔

جواب: صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کا روضہ پاک پر حاضر ہو کر عرض نہ کرنا یہ اس بات کی دلیل نہیں ہے کہ صحابہ حیات کے قائل نہیں تھے، بلکہ صحابہ کرام قرآن پاک کی اس آیت مبارکہ پر ایمان رکھتے تھے کہ ہم جو عرض کریں گے رسول پاک صلی اللہ علیہ وسلم سنیں گے لیکن جو آپ علیہ السلام ارشاد فرمائیں گے وہ ہمارے شعور میں نہیں آئے گا۔ اس لئے پوچھنے کا کوئی فائدہ نہیں ہے۔ اس کو عام فہم مثال سے سمجھیں۔

مثال: ایک لڑکے کی گھڑی گم ہوگئی۔ اب لوگوں سے لڑتا پھرتا ہے کبھی اس سے پوچھتا ہے اور کبھی اُس سے کہ میری گھڑی نہیں دیکھی۔ میں نے پوچھا کیا بات ہے؟ کیوں لڑتے پھرتے ہو؟ کہنے لگا کہ میری گھڑی گم ہوگئی ہے۔ میں نے کہا کسی سے پوچھا بھی ہے؟ اس نے کہا ایک سے تو نہیں بیس آدمیوں سے پوچھ چکا ہوں اور لڑ بھی چکا ہوں کہ تم بتاتے کیوں نہیں ہو۔

میں نے کہا آپ خود بھی پریشان ہوئے بیس اور آدمیوں کو بھی پریشان کیا، آپ نے کراما کاتبین سے کیوں نہ پوچھ لیا کہ میری گھڑی کہاں ہے؟ کیا آپ کے کراما کاتبین مر چکے ہیں یا سنتے نہیں یا جواب نہیں دیتے؟ تو وہ کہے گا وہ زندہ بھی ہیں، سنتے بھی ہیں، جواب بھی دیتے ہیں لیکن وہ جواب میرے شعور میں نہیں آتا اس لئے ان سے پوچھنے کا کوئی فائدہ نہیں تو اب دیکھیں کیا اس لڑکے کا فرشتوں سے سوال نہ کرنا اس سے کوئی یہ سمجھے گا کہ وہ ان کی حیات کا قائل نہیں یا ان کے سماع کا قائل نہیں یا ان کے جواب دینے کا قائل نہیں ہے۔

یقیناً وہ لڑکا فرشتوں کی حیات کا بھی قائل ہے ان کے سماع کا بھی قائل ہے ان کے جواب دینے کا بھی قائل ہے، لیکن سوال اس لئے نہیں کرتا کہ فرشتوں کا جواب اس کے شعور میں نہیں آئے گا۔

اسی طرح حضرات صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کا سوال نہ کرنا اس سے یہ لازم نہیں آتا کہ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم حضور کی حیات کے قائل نہیں تھے بلکہ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم ان تمام باتوں کے قائل تھے۔ لیکن روضہ اطہر پر عرض اس لئے نہیں کرتے تھے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم جو ارشاد فرمائیں گے وہ ہمارے شعور میں نہیں آئے گا۔

نیز فرشتوں کی حیات کا ہمیں شعور نہیں، تو کیا فرشتوں کو بھی اپنی حیات کا شعور نہیں ہے؟ یقیناً فرشتوں کو اپنی حیات کا شعور ہے۔ اسی طرح جنّات کی حیات کا ہمیں شعور نہیں۔ لیکن اس سے یہ لازم نہیں آتا کہ جنات کو بھی اپنی حیات کا شعور نہ ہو بلکہ جنات کو اپنی حیات کا شعور ہے۔ اسی طرح اگر چہ انبیاء علیہم السلام اور شہداء کی حیات کا ہمیں شعور نہیں، لیکن ان کو اپنی حیات کا پورا پورا شعور ہے۔ اسی لئے حق جل شانہٗ نے ولکن لا تشعرون فرمایا ہے۔ ولکن لا یشعرون نہیں فرمایا۔

انبیاء علیہم السلام اور شہداء کی حیات کے ہمارے شعور میں نہ آنے کی وجہ

انبیاء علیہم السلام اور شہداء کی حیات کے ہمارے شعور میں نہ آنے کی وجہ یہ ہے کہ ہمارا شعور فانی ہے اور یہ فانی شعور اللہ تعالیٰ نے ہمیں فانی حیات کے لئے عطاء فرمایا ہے اور انبیاء علیہم السلام اور شہداء کو موت کے بعد جو حیات عطاء فرمائی گئی ہے وہ باقی حیات ہے اور یہ فانی شعور باقی رہنے والی حیات کا ادراک نہیں کر سکتا۔ اب اگر وہ کامل حیات ہمارے شعور میں نہیں آتی تو قصور ہمارے اس فانی شعور کا ہے نہ کہ اس کامل اور باقی رہنے والی حیات کا۔

مثال: ایک وہ سیب ہے جو ملتان دہلی گیٹ میں بک رہا ہے اور ہمارے شعور میں آرہا ہے اور ایک سیب جنت کا ہے جو ہمارے شعور میں نہیں آتا۔ اسی طرح ایک آگ وہ ہے جو مطبخ میں جل رہی ہے یہ ہمارے شعور میں آرہی ہے اور ایک جہنم کی آگ ہے جو ہمارے شعور میں نہیں آرہی تو کیا نتیجہ یہ ہوگا کہ جنت کا سیب گھٹیا ہے، کیونکہ وہ ہمارے شعور میں نہیں آتا یا یہ نتیجہ نکلے گا کہ وہ اتنا اعلیٰ سیب ہے کہ ہمارا یہ فانی شعور اس کا ادراک نہیں کر سکتا۔

تو اس لئے اللہ تعالیٰ نے ولکن لا تشعرون کہہ کر بات واضح فرمادی کہ وہ حیات بہت اعلیٰ ہے ہمارا یہ فانی شعور اس کا ادراک نہیں کر سکتا۔ نیز ولکن لا تشعرون سے اس بات کی طرف بھی اشارہ ہو رہا ہے کہ جس جسم کو قتل کیا گیا، جس کو لوگ مردہ کہتے ہیں، شہداء کا، وہی جسم فائز الحیات ہے۔ کیونکہ صرف روح کا شعور تو پہلے بھی ہوا ہی نہیں تو اس کی نفی کرنے کی ضرورت کیا ہے؟ پس معلوم ہوا کہ یہ جسم ہی ہے کہ شہید ہونے سے پہلے اس کی حیات کا ہمیں شعور تھا۔ کیونکہ وہ کھلی حیات تھی، اب اسی جسم کو شہادت کے بعد ایسی حیات عطاء فرمادی گئی کہ چھپی حیات ہے اور ہمارے شعور میں نہیں آتی۔

مسئلہ بتانا اور بنانا: جس طرح مرزائیوں کے مقابلے میں ہم عقیدہ حیات مسیح علیہ السلام اپنی معتبر اور مسلمہ کتب سے دکھاتے ہیں کہ یہ عقیدہ کسی مسلمان نے بنایا نہیں ہے بلکہ یہ عقیدہ مسلمان شروع سے لے کر آج تک بتاتے چلے آرہے ہیں اور کسی مسلمان نے اس کے خلاف کوئی کتاب نہیں لکھی۔ اسی طرح عذاب وثواب قبر اور حیات انبیاء فی القبور کا عقیدہ کتب اسلامیہ میں موجود ہے بلکہ اس پر مستقل رسالے لکھے گئے ہیں۔

لیکن ان مسائل کی تردید میں کسی اہل سنت عالم نے کوئی رسالہ نہیں لکھا، بلکہ اگر کسی کی جانب سے حیات انبیاء علیہم السلام کے انکار کا شبہ بھی محسوس ہوا تو اس کو سزا سنا دی گئی۔ سیر اعلام النبلاء میں یہ واقعہ لکھا ہے۔

واقعہ: حضرت امام وکیع ابن الجراح رحمۃ اللہ علیہ جو جمیع اصحاب ستہ کے اجماعی شیوخ میں سے ہیں، جن کا وصال ۱۹۷ھ میں ہوا۔ وہ حج کے لئے مکہ مکرمہ میں تشریف لائے، چونکہ بہت بڑے محدث تھے لوگوں نے حدیث سنانے کی درخواست کی تو آپ کئی دن تک حدیث سناتے رہے ایک دن آپ نے یہ حدیث سنائی کہ ایک روایت

میں ہے کہ آنحضرت ﷺ کا دفن سے قبل انگوٹھے کے ناخن مبارک کا رنگ سبز ہو گیا تھا۔ (اب چونکہ اس بات سے آپ کی عدم حیات کا شبہ ہوتا تھا) اس لئے لوگ اس بات پر مشتعل ہو گئے اور قاضی کے ہاں مقدمہ دائر کر دیا۔

اور قاضی نے پھانسی کی سزا سنا دی۔ اور حضرت وکیع بہت منت ساجت کرتے رہے کہ میرا یہ عقیدہ نہیں ہے میں نے تو برسبیل تذکرہ ایک روایت بیان کر دی ہے۔ لیکن قاضی صاحب اور سب اہل مکہ اس بات پر مصر تھے کہ ایسی روایت کیوں بیان کی گئی کہ جس سے مسئلہ حیات النبی پر زد پڑے، آخر کار حضرت امام سفیان ثوری رحمۃ اللہ علیہ نے منت ساجت کے بعد سزا معاف کرائی اور حضرت وکیع سے قاضی وقت نے عہد لیا کہ ایسی روایت آئندہ کہیں بیان نہیں کریں گے۔

اسی طرح امام بیہقی رحمۃ اللہ علیہ کے دور میں ایک بے دین آدمی نے کہا کہ اس پر سب کا اتفاق ہے کہ نبی وہ شخص ہوتا ہے جس پر منجانب اللہ وحی آئے اور ساتھ ہی یہ کہا معاذ اللہ وصال کے بعد آپ نبی نہیں رہے کیونکہ آپ کے جسم مبارک کو کوئی شعور نہیں ہے تو امام بیہقی رحمۃ اللہ علیہ کو مسئلہ حیات الانبیاء پر رسالہ لکھنے کی ضرورت پڑی۔ لیکن عقیدہ حیات الانبیاء علیہم السلام کے رد میں کسی اہل سنت کے عالم نے رسالہ نہیں لکھا۔ کرامیہ نے یہ عقیدہ پھیلانے کے لئے امام ابوالحسن اشعری رحمۃ اللہ علیہ پر بھی جھوٹ بولا کہ وہ بھی اس عقیدے کے تھے۔ حافظ ابن عساکر دمشقی رحمۃ اللہ علیہ نے اس جھوٹ کا پردہ چاک کرنے کے لئے ایک مستقل کتاب لکھی جس کا نام "تبیین کذب المفتری فیما نسب الی الامام ابی الحسن الاشعری" ہے۔ اس کتاب کے متعلق فرمایا گیا ہے: "کل سنی لا یکون عندہ کتاب التبیین لابن عساکر فلیس من امر نفسه علی بصیرة" جس سنی کے پاس یہ کتاب نہیں ہے وہ اپنے معاملہ میں بصیرت پر نہیں ہے۔
(الطبقات الکبریٰ)

یہ کتاب ۱۳۴۷ھ میں محدث کبیر شیخ زاہد بن حسن الکوثری رحمۃ اللہ علیہ کے مقدمہ کے ساتھ شائع ہو چکی ہے۔

تو جس طرح مرزائی عقیدہ اجرائے نبوت اور عقیدہ وفات مسیح علیہ السلام اہل سنت کی کتابوں میں نہیں دکھا سکتے۔ اسی طرح منکرین حیات انبیاء علیہم السلام بھی اپنا عقیدہ اہل سنت و جماعت کی کتابوں سے ہرگز نہیں دکھا سکتے اور جس طرح ہم اہل سنت و جماعت مسئلہ حیات مسیح علیہ السلام پر دلائل پیش کرتے ہیں تو جو آیت پیش کرتے ہیں اس کی تفسیر میں حیات مسیح علیہ السلام کا عقیدہ دکھاتے ہیں، جو حدیث پیش کرتے ہیں اس کی شرح میں یہ عقیدہ دکھاتے ہیں اور اسلامی کتب سے دکھاتے ہیں کہ یہ عقیدہ متواتر ہے۔

مگر مرزائی قرآن پاک پر جھوٹ بولتے ہیں کسی ایک آیت کی تفسیر میں بھی وہ عقیدہ وفات مسیح علیہ السلام نہیں دکھا سکتے۔ اسی طرح وہ احادیث پر جھوٹ بولتے ہیں۔ کسی حدیث کی شرح میں کسی مسلمہ عالم نے یہ نہیں لکھا کہ اس حدیث سے وفات مسیح علیہ السلام ثابت ہے نہ ہی کسی اسلامی کتاب سے وفات مسیح علیہ السلام کا تواتر دکھا سکتے ہیں۔

بالکل ہمارے مدمقابل فریق کا یہی حال ہے ہم اہل سنت و جماعت اس معہودہ قبر کا قبر ہونا قرآن پاک تفاسیر احادیث شروح کتب عقائد اور تواتر سے ثابت کرتے ہیں۔ جب کہ یہ لوگ جسم مثالی کا قبر ہونا نہ قرآن سے نہ تفاسیر سے نہ احادیث و شروح سے نہ کتب عقائد سے ثابت کر سکتے ہیں۔ ہم عذاب و ثواب قبر جن آیات و احادیث سے ثابت کرتے ہیں، ان کی تفسیر اور شرح بھی علماء اہل سنت سے بیان کرتے ہیں اور کتب عقائد سے ان کا تواتر بھی ثابت کرتے ہیں۔

لیکن یہ لوگ بدن کے عذاب کی نفی قرآن وحدیث اور ان کی تفاسیر وشروح سے نہیں دکھا سکتے اور نہ ہی ان کا تواتر ثابت کر سکتے ہیں۔ حیات انبیاء فی القبور جن آیات سے ثابت کرتے ہیں۔ ان پر مفسرین کی شہادتیں پیش کرتے ہیں جن احادیث سے ثابت کرتے ہیں۔ ان پر شارحین کی شہادتیں پیش کرتے ہیں۔ اس عقیدے کا تواتر ثابت کرتے ہیں کہ اس عقیدہ پر مستقل رسالے لکھے گئے ہیں اور اہل سنت میں سے کسی نے ان کی تردید میں کوئی رسالہ نہیں لکھا۔ لیکن منکرین حیات کسی ایک آیت یا کسی ایک حدیث کے تحت بھی کسی تفسیر یا شرح میں یہ نہیں دکھا سکتے کہ حیات انبیاء علیہم السلام کا عقیدہ کفر ہے۔ اسی طرح یہ بات کہ سماع موتی کا قائل کافر اور مشرک ہے۔ نہ کسی آیت کی تفسیر میں نہ حدیث کی شرح میں نہ کسی عقیدہ کی کتاب میں ہرگز نہیں دکھا سکتے۔

قرآن پاک کی ہر آیت قطعی الثبوت ہے، البتہ اس کی دلالت میں اختلاف ہوسکتا ہے۔ اسی لئے فرمایا یضل به کثیرا و یھدی به کثیرا اسی طرح احادیث متواترہ قطعی الثبوت ہیں۔ البتہ دلالت میں اختلاف ہوسکتا ہے۔ لیکن امت کا اجماع ایسی چیز ہے جو کہ معصوم عن الخطاء ہے اس لئے قرآن کی کسی آیت یا کسی حدیث کا ایسا معنی بیان کرنا جو امت کے اجماعی عقیدہ کے خلاف ہو۔ یقیناً ضال مضل لوگوں کا کام ہے۔

جیسے ختم نبوت حیات مسیح علیہ السلام کے اجماعی عقیدوں کے خلاف مرزائی قرآن وحدیث کے غلط مطلب بیان کر کے عوام کو گمراہ کرتے ہیں، خدا اور رسول پر جھوٹ باندھتے ہیں۔ اسی طرح منکرین حیات انبیاء، حیات النبی جیسے اجماعی عقیدہ کے خلاف قرآن پاک کی آیات کا غلط مطلب بیان کر کے عوام کو گمراہ کرتے ہیں تو اب جب اس ساری تفصیل سے یہ بات معلوم ہوگئی کہ مسئلہ بتانا اور ہے اور بنانا اور ہے تو ہم لوگ مسئلہ بتاتے ہیں بناتے نہیں اور منکرین حیات انبیاء علیہم السلام مسئلہ خود گھڑ لیتے ہیں اور پھر اس کو قرآن پاک کی آیات کے تحت داخل کرنے کی کوشش کرتے ہیں، تو اسی بات کو بتلانے کے لئے میں نے آیت مبارکہ و لا تقولوا لمن یقتل فی سبیل اللہ اموات بل احیاء ولکن لا تشعرون سے حیات انبیاء علیہم السلام پر جو استدلال کیا ہے یہ میں نے مسئلہ بنایا نہیں ہے بلکہ بتایا ہے۔

آگے ان مفسرین کے حوالہ جات نقل کئے جاتے ہیں جنہوں نے حیات انبیاء علیہم السلام کو ثابت کیا ہے۔

چنانچہ تفسیر ماجدی میں لکھا ہے کہ ابن کثیر رحمۃ اللہ علیہ نے ایک حدیث نبوی نقل کر کے اور استنباط کر کے لکھ دیا ہے کہ ایسی حیات عام مومنین کو بھی حاصل رہی ہے، البتہ شہداء کا ذکر خاص طور پر ان کی عظمت واکرام کے لئے قرآن مجید میں کر دیا گیا ہے۔ (تفسیر ماجدی ص ۵۹ ج ۱)

حضرت قاضی ثناء اللہ پانی پتی نور اللہ مرقدہ اپنی مایہ ناز تفسیر میں لکھتے ہیں: ''تو جب عام مومنین کو یہ حیات حاصل ہے تو انبیاء علیہم السلام تو ان سے بہت زیادہ اعلیٰ وارفع ہیں۔

اسی طرح قاضی ثناء اللہ پانی پتی فرماتے ہیں: ''میرے نزدیک تحقیق یہ ہے کہ یہ حیات شہداء ہی کو عطاء نہیں ہوئی بلکہ آثار اور احکام سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ انبیاء علیہم السلام میں یہ حیات سب سے زیادہ ہے۔ حتیٰ کہ اس کا اثر خارج میں یہ ہے کہ نبی علیہ السلام کی ازواج مطہرات سے آپ کی وفات کے بعد بھی نکاح جائز نہیں ہے بخلاف شہید کے کہ اس کی زوجہ سے نکاح جائز ہے اور صدیق اس حیات ہی میں شہداء سے اعلیٰ درجہ میں ہیں۔ (مظہری ص ۲۶۲ ج ۱)

حضرت حکیم الامت تھانوی اس آیت مبارکہ کے تحت لکھتے ہیں: ''اور یہی حیات ہے جس میں حضرات انبیاء علیہم السلام شہداء سے بھی زیادہ امتیاز اور قوت رکھتے ہیں۔ حتیٰ کہ بعد موت ظاہری کے سلامت جسد کے ساتھ ایک

اثر اس حیات کا اس عالم کے احکام میں یہ بھی ظاہر ہوتا ہے کہ مثل ازواج احیاء کے ان کی ازواج سے بھی کسی کو نکاح جائز نہیں ہوتا اور ان کا مال میراث تقسیم نہیں ہوتا۔ پس اس حیات میں سب سے قوی تر انبیاء علیہم السلام ہیں، پھر شہداء اور پھر معمولی مردے۔ (بیان القرآن ج ۱ ص ۸۸)

حجۃ الاسلام حضرت مولانا محمد قاسم نانوتوی رحمہ اللہ بانی دارالعلوم دیوبند اپنی شہرۂ آفاق کتاب آب حیات میں اسی میراث کے مسئلہ سے مسئلہ حیات پر استدلال فرماتے ہوئے لکھتے ہیں: ''اور اس سے صاف ظاہر ہے کہ انبیاء بدستور زندہ ہیں کیونکہ عدم اقتضاء وقوع فصل وراثت زوال حیات کی صورت میں متصور ہی نہیں متصور ہے تو حیات میں متصور ہے، لیکن انبیاء کی زندگی زیر پردہ عارض ظاہر بینوں کی نظروں سے مستور ہے، مثل امت ان کی موت میں زوال حیات نہیں۔ چنانچہ ان شاء اللہ واضح ہو جائے گا۔ علاوہ بریں ماترکناہ صدقۃ[1] جو اس بات پر دلالت کرتا ہے کہ متروکہ انبیاء صدقہ ہے اس کو مقتضاء ہے کہ کوئی متصدق بھی ہو سو وہ ذوات انبیاء علیہم السلام اور کون ہوگا، پر ان کا متصدق ہونا جب ہی صحیح ہو سکتا ہے کہ وہ وقت تصدق بقید حیات ہوں اور وقت تصدق بشہادت ماترکناہ وہ زمانہ ترک ہے۔

---

[1] حدیث: لانورث ماترکناہ صدقۃ کی تخریج: فی کتاب فضائل الصحابۃ من صحیح البخاری (۶۲ ب ۱۲ = ج ۴ ص ۲۱۰-۲۰۹) حدیث الزہری عن عروۃ بن الزبیر عن عائشۃ ان فاطمۃ ارسلت الی ابی بکر تسألہ میراثہا من النبی فیما افاء اللہ علی رسولہ تطلب صدقۃ النبی التی بالمدینۃ وفدک و مابقی من خمس خیبر فقال ابو بکر ان رسول اللہ ﷺ قال: لا نورث ماترکنا فہو صدقۃ انما یأکل آل محمد من ہذا المال یعنی مال اللہ لیس لہم ان یزیدوا علی المأکل'' وانی واللہ لا اغیر شیئاً من صدقات النبی التی کانت علیہا فی عہد النبی ولأعملن فیہا بما عمل فیہا رسول اللہ فتشہد علی ثم قال انا عرفنا یا ابا بکر فضیلتک (وذکر قرابتہم من رسول اللہ وحقہم) فتکلم ابو بکر فقال والذی نفسی بیدہ لقرابۃ رسول اللہ احب الی من ان اصل من قرابتی۔ واوسع منہ فی کتاب المغازی بباب غزوۃ خیبر من صحیح البخاری (ک ۶۴ ب ۳۸- ج ۵ ص ۸۲) و کتاب فرض الخمس منہ (ک ۵۷ ب ۳- ج ۴ ص ۴۵) حدیث ابی الزناد عن الاعرج عن ابی ہریرۃ ان رسول اللہ قال'' لا یقسم ورثتی دینارا، ماترکت - بعد نفقۃ نسائی ومؤونۃ عاملی فہو صدقۃ''۔ قال شیخ الاسلام ابن تیمیۃ فی منہاج السنۃ (۲: ۱۵۸) قول النبی ''لانورث، ماترکنا صدقۃ''۔ رواہ عنہ ابو بکر، و عمر، و عثمان، و علی، و طلحۃ، والزبیر، و سعد، و عبدالرحمن بن عوف، والعباس بن عبدالمطلب، وازواج النبی، وابوہریرۃ وروایۃ عن ہؤلاء ثابتۃ فی الصحاح والمسانید وقال قبل ذلک (ج ۲، ۱۵۷) ان اللہ تعالیٰ صان الانبیاء ان یورثوا دنیا، لئلا یکون ذلک شبہۃ لمن یقدح فی نبوۃ بانہم طلبوا الدنیا وورثوہا لورثتہم۔ ثم ان من ورثۃ النبی ازواجہ ومنہم عائشۃ بنت ابی بکر وقد حرمت نصیبہا بہذا الحدیث النبوی، ولو جری ابو بکر مع میلہ الفطری لاحب ان ترث ابنتہ۔ وفی کتاب فرض الخمس من صحیح البخاری (ک ۵۷ ب ۱ - ج ۴ ص ۴۲) حدیث ابن شہاب عن عروۃ بن الزبیر ان عائشۃ ام المؤمنین اخبرت ان فاطمۃ ابنۃ رسول اللہ سألت ابابکر الصدیق بعد وفاۃ رسول اللہ ﷺ ان یقسم لہا میراثہا ماترک رسول اللہ ﷺ مما افاء اللہ علیہ، فقال لہا ابو بکر ان رسول اللہ قال'' لانورث ماترکناہ صدقۃ فابا ابو بکر علیہا ذلک وقال ''لست تارکا شیئا کان رسول اللہ یامر بہ الا عملت بہ فانی اخشی ان ترکت شیئا من امرہ ان ازیغ''۔ وفی الباب نفسہ من صحیح البخاری (ج ۴ ص ۴۴-۴۲) من حدیث الامام مالک بن انس عن ابن شہاب عن مالک بن اوس عن الحدثان النصری، انہ قال بینما انا جالس فی اہلی حین متع النہار، اذا رسول عمر بن الخطاب فقال اجب امیر المؤمنین فانطلقت معہ ●● (بقیہ حاشیہ اگلے صفحہ پر)

اور ترک اس جگہ بوجہ موت متحقق ہوا تو لا جرم وقت ترک جو وقت موت ہے انبیاء زندہ ہوں گے اور ان کی موت ان کی حیات کی ساتر ہوگی، یعنی یہ موت رافع ودافع نہ ہوگی چنانچہ یہ بات آئندہ خوب آشکارا ہو جائے گی۔ اس جگہ سے اہل فہم پر روشن ہو گیا کہ ما ترکناہ صدقۃ اور لا نورث میں علاقہ علیت ومعلولیت واصلیت وفرعیت ہے، ظاہر میں تو ما ترکناہ صدقۃ حکم سابق کے لئے موقع علت میں معلوم ہوتا ہے لیکن اگر برعکس کے لئے تو زیادہ انسب ہے بلکہ وہی صحیح ہے، کیونکہ مضمون جملہ لا نورث جو بحکم تقریر گزشتہ نفی موت ہے اور چونکہ یہ اصل مانع ترتب وتعلق میراث ہے ادھر بوجہ عروض موت ظاہر چلہ کشی و پردہ نشینی قبر رسول اللہ ﷺ اموال میں تصرف سے معذور اس لئے اس کی ضرورت ہوئی کہ اپنے کارکن کو اپنے اموال کا جمع خرچ بتلا جائیں۔ غرض مضمون لا نورث باعث بیان ما ترکناہ صدقۃ اور ما ترکناہ صدقۃ اپنے صحت میں مضمون لا نورث کا محتاج اور یہ دونوں جملے ایک دوسرے کے مؤید و مصحح اور ہر ایک بالاستقلال حیات انبیاء پر شاہد کیونکہ عدم موروثیت اور تصدق دونوں حیات کے ساتھ مخصوص ہیں بجز حیات اور کسی صورت میں یہ دونوں باتیں متصور نہیں۔ (آب حیات ص ۴۲-۴۳)

(گزشتہ سطر کا حاشیہ) فبینما انا جالس عنده اتاه حاجبه یرفأ فقال هل لک فی عثمان و عبدالرحمن بن عوف، والزبیر و سعد بن ابی وقاص، یستأذنون؟ قال نعم، فاذن لهم . . . ثم جلس یرفأ یسیرا ثم قال، هل لک فی علی و عباس؟ قال نعم فاذن لهما فدخلا فسلما فجلسا فقال عباس یا امیر المؤمنین اقض بینی و بین هذا و هما یختصمان فیما افاء الله علی رسوله من بنی النضیر، فقال الرهط، عثمان و اصحابه، یا امیر المؤمنین اقض بینهما و أرح احدهما من الآخر قال عمر تیدکم، انشدکم بالله الذی باذنه تقوم السماء والارض، هل تعلمون ان رسول الله ﷺ قال، لا نورث، ما ترکنا صدقة یرید رسول الله ﷺ نفسه؟ اتعلمان ان رسول الله ﷺ قال ذلک؟ قالا، قد قال ذلک (وبعد ان ذکر انه کان ینفق علی اهله سنتهم من هذا المال ثم یجعل ما بقی مجعل مال الله، واستشهد علی ذلک فشهدوا، قال) ثم توفی الله نبیه فقال ابو بکر انا ولی رسول الله فقبضها، فعمل فیها بما عمل رسول الله والله یعلم انه فیها لصادق بار راشد تابع للحق ثم توفی الله ابابکر فکنت انا ولی ابی بکر، فقبضتها سنتین من امارتی، اعمل فیها بما عمل رسول الله ﷺ وما عمل فیها ابو بکر والله یعلم انی فیها لصادق بار راشد تابع للحق ثم جئتمانی تکلمانی و کلمتکما واحدة و أمرکما واحد، جئتنی یا عباس تسألنی نصیبک من ابن اخیک و جائنی هذا۔ یرید علیا۔ یرید نصیب امرأته من ابیها، فقلت لکما ان رسول الله قال، "لا نورث ما ترکنا صدقة" فلما بدلی ان ادفعه الیکما قلت، ان شئتما دفعتها الیکما علی ان علیکما عهد الله و میثاقه لتعملان فیها بما عمل فیها رسول الله و بما عمل فیها ابو بکر و بما عملت فیها منذ ولیتها، فقلتما ادفعها الینا فبذالک دفعتها الیکما فانشدکم بالله هل دفعتها الیکما بذالک؟ قال الرهط، نعم، ثم اقبل علی علی و عباس فقال، انشدکما بالله هل دفعتهما الیکما بذالک؟ قالا، نعم قال افتلتمسان منی قضاء غیر ذلک؟ فوالله الذی باذنه تقوم السماء والارض لا اقضی فیها قضاء غیر ذلک فان عجزتما عنها فادفعاها الی فانی اکفیکما ها۔ واورد البخاری حدیث مالک بن اوس هذا فی کتاب المغازی من صحیحه (ک ۶۴ ب ۱۴ - ج ۵ ص ۲۴-۲۳) من حدیث شعیب عن الزهری عن مالک بن اوس و فی کتاب النفقات من صحیحه (ک ۶۹ ب ۳ - ج ۶ ص ۱۹۲-۱۹۰) و فی کتاب الاعتصام بالکتاب والسنة من صحیحه (ک ۹۶ ب ۵ ج ۸ ص ۱۴۷-۱۴۶) وانظر کتاب الفرائض من صحیح البخاری (ک ۸۵ ب ۳) و مسند الامام احمد (۱:۱۳ الطبعة الاولی و رقم ۷۸-۷۷ الطبعة الثانیة) (التعلیقات علی العواصم من القواصم: ص ۱۳۱ دار الکتب العلمیة)

حضرت نانوتوی رحمہ اللہ کی عبارات کا حاصل یہ ہے کہ انبیاء علیہم السلام کی میراث کا نہ ہونا یہ بھی دلیل حیات ہے، اس لئے کہ جب انسان سے حیات کا انقطاع ہوتا ہے تب مال دوسروں کا ورثہ بنتا ہے، انسان مورث تب بنتا ہے جب انقطاع حیات ہو۔

یہاں مورث ہونے کی نفی ہے چہ جائے کہ وارث ہونے کی جب مورث ہونے ہی کی نفی ہے تو معلوم ہوا کہ انقطاع حیات ہوا ہی نہیں جب انقطاع حیات ہوا ہی نہیں تو حیات دائمی رہی اس پر سوال ہوگا کہ پھر وعدہ موت کا کیا بنا؟ جواب یہ دیا کہ آپ کو موت اس صورت میں طاری ہوئی کہ روح مبارک سمٹ کر قلب مبارک میں مرکوز ہوگئی تو آپ کی موت ساتر حیات ہوئی نہ کہ مزیل حیات۔

ابن عدی کہتے ہیں کہ میں نے عبدان کو سنا وہ کہہ رہے تھے کہ میں نے ابن خراش کو کہا حدیث لانورث ما ترکناہ صدقۃ کے بارے میں کیا خیال ہے؟ اس نے کہا باطل ہے میں نے کہا کیوں کہتے ہو کہنے لگا کہ اس میں مالک بن اوس ہے، میں نے کہا کہ وہ تو جلیل القدر تابعی ہے، بعضوں نے تو یہ بھی کہا ہے کہ اس کو صحبت (صحابیت) کا شرف حاصل ہے۔ یہ حدیث صحیح ہے متفق علیہ ہے دس سے زائد صحابہ سے مروی ہے۔ (حاشیہ الرفع والتکمیل ۲۶۹)

اسی طرح صاحب روح المعانی فرماتے ہیں: ''ان النبی حی بجسدہ و روحہ وانہ یتصرف و یسیر حیث شاء فی اقطار الارض وفی الملکوت وھو بھیئتہ التی کان علیھا قبل وفاتہ لم یتبدل منہ الشی وانہ مغیب عن الابصار کما غیبت الملائکۃ مع کونھم احیاء باجسادھم فاذا اراد اللہ تعالیٰ رفع الحجاب ان اراد اکرامہ برؤیتہ رأہ علی ھیئتہ التی ھو صلی اللہ علیہ وسلم علیھا لا مانع من ذالک ولا داعی الی التخصیص برؤیتہ المثال و ذھب الی نحو ھذا فی سائر الانبیاء علیہم السلام فقال انھم احیاء ردت الیھم ارواحھم بعد ما قبضوا واذن لھم فی الخروج من قبورھم والتصرف فی الملکوت العلوی والسفلی'' بے شک نبی اپنے جسم اور روح کے ساتھ زندہ ہیں اور وہ تصرف کرتے ہیں اور سیر کرتے ہیں زمین میں جہاں چاہیں زمین اور ملکوت میں اور وہ اسی ہیئت پر ہیں جس طرح وفات سے پہلے تھے، کوئی چیز ان سے تبدیل نہیں ہوئی۔

اور بے شک وہ غیب ہیں نظروں سے جیسے فرشتے غائب ہیں باوجود زندہ ہونے کے اپنے جسموں کے ساتھ۔ پس اللہ تعالیٰ جب ارادہ کرتے ہیں تو پردے کو اٹھا دیتے ہیں یعنی ارادہ کرتے ہیں کسی کے اکرام کا ان کو دکھانے کے ساتھ تو اللہ دکھاتے ہیں ان کو اسی ہیئت پر جس پر آپ علیہ السلام ہیں اور نہیں ہے کوئی اس سے مانع اور نہ داعی الی التخصیص رؤیت مثالی کے ساتھ۔ (یعنی جسم مثالی کے ساتھ اس کو خاص کرنے کا کوئی داعی نہیں ہے) اور باقی انبیاء علیہم السلام کے بارے میں بھی (علامہ سیوطی رحمہ اللہ) اسی طرف گئے ہیں اور فرمایا ہے کہ وہ زندہ ہیں۔ ان کی ارواح ان کی طرف لوٹا دی جاتی ہیں بعد قبض ہونے کے اور ان کو اجازت دی جاتی ہے قبروں سے نکلنے کے بارے میں اور ملکوت اعلیٰ اور سافل میں تصرف کرنے کی۔ (تفسیر روح المعانی ص ۷ ۱۳ ج ۲۲)

اسی طرح فخر المفسرین علامہ عبدالحق حقانی رحمہ اللہ دہلوی تفسیر حقانی میں اس آیت مبارکہ کے تحت ایک لمبی بحث نقل کرتے ہوئے فرماتے ہیں۔

واضح ہو کہ انسان روح یا نفس ناطقہ ہے اور یہ جسم خاکی کہ جو ہم کو دکھائی دیتا ہے اس نفس ناطقہ یعنی روح ہوائی کا (کہ جس کو نسمہ کہتے ہیں) مرکب ہے اعنی نفس ناطقہ تعلق روح ہوائی سے ہے کہ جو لطیف خون کے ابخرات

سے پیدا ہوتی ہے اور روح ہوائی کا مرکب یہ جسم ہے۔ جب کسی سبب سے اس جسم خاکی سے تعلق منقطع ہو جاتا ہے (اور اس ترک تعلق کا نام موت عرفی ہے) تو نفس ناطقہ کو جو جوہر نورانی ہے باقی رہتا ہے اور نہایت عمدہ طرح سے حس وادراک اور شعور وتمیز بھی باقی رہتے ہیں اس میں کافر و مؤمن شہید غیر شہید سب برابر ہیں۔ پس اس معنیٰ سے موت ہے تو جسم کو اور حیات ہے تو نفس ناطقہ کو لیکن کبھی پاک روحوں کا اثر جسم خاکی تک بھی پہنچتا ہے اور یہ جسم سڑتا گلتا نہیں جیسا کہ انبیاء علیہم السلام اور اولیائے کرام اور شہداء عظام کے اجساد سے ظاہر ہوا ہے۔ اسی طرح اس موت عرفی میں بھی سب انسان شریک ہیں اس معنی سے شہید اور غیر شہید انبیاء علیہم السلام اور غیر انبیاء علیہم السلام سب کو موت ہے انک میت وانھم میتون۔ کل نفس ذائقة الموت اور اس لئے ان کے بعد ان پر احکامات موت جاری ہوتے ہیں مال میں حصے لگ جاتے ہیں۔ اب حیات شہداء وانبیاء کے یہ معنے ہیں اور آیت میں وہی مراد بھی ہیں کہ جسم سے روح جدا ہو جانے کے بعد روح کو اس عالم قدس میں ہر قسم کا آرام اور عزت نصیب ہو اور چونکہ روح بھی ایک جسم لطیف ہے اس جسمانی خول کے آثار بھی اس میں منطبع ہوتے ہیں اور اس کی نورانی صورت کو اس جسمانی صورت سے بھی ایک ایسی مناسبت ہوتی ہے کہ روح کو وہی شخص روحانی عالم میں کہہ سکتے ہیں اس لئے اس عالم میں کہ جس کو اس عالم سے وہی نسبت ہے جو عالم خواب کو عالم بیداری سے ہے ہر قسم کی لذات میوے اور عمدہ مکان انہار وحور وقصور میسر آتے ہیں اور ان سے لذت پاتے ہیں۔ بالخصوص شہداء کو ان نسمۂ سابق سے ایک عجیب تعلق باقی رہتا ہے جس لئے عالم برزخ میں ان کے لئے ایک نہایت عمدہ پیکر عطا ہوتا ہے اور وہ اس پیکر نورانی سے بارگاہ قدس میں جہاں تک چاہتے ہیں طیران کر کے ترقی کرتے ہیں اور اقسام وانواع کے لذات سے مستفید ہوتے ہیں جس کی طرف آیت میں اشارہ ہے اور اس حدیث میں بھی کہ جس کو شیخین نے روایت کیا ہے کہ شہداء سبز طیور کے قوالب میں آکر آشیانہ عرش میں رہتے ہیں اور جہاں سے جی چاہتا ہے کھاتے ہیں اسی طرف ایماء ہے۔ اسی طرح وہ جب چاہتے ہیں اس عالم کی طرف بھی نزول کرتے ہیں کبھی لوگوں کو عیاناً بھی دکھائی دے جاتے ہیں مگر ان کے اس حیات جاودانی کو یہ آنکھیں اور یہ حواس نہیں محسوس کر سکتے کہ جو اجسام کثیفہ کے احساس کے لئے مخصوص ہیں اور اسی سے ایک انچ آگے بھی ان کا ادراک نہیں یہ کامرانی دراصل وہ حیات ابدی ہے کہ جس کا آیت میں ذکر ہے اس کے برخلاف کفار وفجار کا اس عالم میں معذب ہونا موت ہے۔ ایک شخص طرح طرح کے عذاب میں مبتلاء ہے دوسرا قسم قسم کی نعمتوں میں ہے گو دونوں زندہ ہیں مگر اوّل الذکر کی زندگی کیا زندگی ہے وہ تو موت سے بھی بدتر ہے زندگی تو دوسرے شخص کی ہی ہے اس لئے شہیدوں کو زندہ کہا جاتا ہے اور اسی تعلق خاص کے سبب ان کے اعمال حسنہ کا سلسلہ بھی جاری رہتا ہے اور لوگوں کی طرح منقطع نہیں ہو جاتا۔ جیسا کہ اس حدیث میں آیا ہے:

کل ابن آدم یختم علی عملہ اذا مات الا المجاھد فی سبیل اللہ فانہ یبقی لہ عملہ الی یوم القیمة۔

لیکن اس حیات میں انبیاء علیہم السلام اور اولیاء بھی شریک ہیں اور اس کے درجات بھی متفاوت ہیں مگر شہیدوں کو تلذذ حاصل کرنے میں خصوصیت خاصہ ہے اور اس لئے جناب نبی کریم نے شہادت کی آرزو کی ہے اور کیوں نہ ہو جو خدا تعالیٰ کو اپنی حیات مستعار سپرد کرتا ہے وہ اس کے بالعوض اس کو حیات ابدی عطا کرتا ہے گو وہ لوگ ہم کو نظر نہیں آتے اور اسی لئے خدا تعالیٰ نے لاتشعرون فرمایا لاتعلمون نہ فرمایا۔ (تفسیر حقانی ص۵۱۸-جلد۱)

پس اس عبارت سے معلوم ہوا کہ علامہ موصوف بھی اس حیات میں انبیاء علیہم السلام کو شریک مانتے ہیں۔ اسی

طرح مفتی اعظم پاکستان مفتی محمد شفیع صاحب نور اللہ مرقدہ اس آیت مبارکہ کے تحت حیات انبیاء علیہم کا اثبات کرتے ہوئے لکھتے ہیں: ''اور یہی حیات ہے جس میں حضرات انبیاء علیہم شہداء سے بھی زیادہ امتیاز وقوت رکھتے ہیں۔ یہاں تک کہ سلامت جسم کے علاوہ اس حیات برزخی کے کچھ آثار ظاہری احکام پر بھی پڑتے ہیں۔ مثلاً ان کی میراث تقسیم نہیں ہوتی ان کی ازواج دوسروں کے نکاح میں نہیں آسکتیں۔ پس اس حیات میں سب سے قوی تر انبیاء علیہم ہیں پھر شہداء، پھر معمولی مردے۔ (معارف القرآن ج ۱ ص ۳۴۳)

حیات شہداء پر دوسری آیت مبارکہ: ''ولا تحسبن الذین قتلوا فی سبیل اللہ امواتا بل احیاء عند ربھم یرزقون'' ہرگز ہرگز نہ گمان کرو ان لوگوں کو جو اللہ کے راستے میں قتل کئے گئے مردہ، بلکہ وہ زندہ ہیں رزق دیئے جاتے ہیں اپنے رب کے ہاں۔

اب اس آیت مبارکہ میں حق جل شانہ صاف طور پر یہ بات بیان فرمارہے ہیں کہ زبان سے یہ بات کہنی کہ شہداء مردہ ہیں یہ تو کجا کبھی دل میں وسوسہ بھی نہ ڈالو۔ یعنی عقیدے کے درجے میں تو کجا، خیال اور گمان کے درجے میں بھی دل میں یہ بات نہ لانا کہ جو اللہ کے راستے میں قتل ہوگئے ہیں وہ مردہ ہیں فرمایا احیاء وہ زندہ ہیں عند ربھم یرزقون ان کے رب کے پاس ان کو رزق بھی مل رہا ہے۔

علامہ سخاوی رحمۃ اللہ علیہ جو دوسو کے قریب کتب کے مصنف ہیں، اس آیت مبارکہ کو حیات انبیاء علیہم کی دلیل شمار کرتے ہیں۔ چنانچہ فرماتے ہیں: ''ومن ادلۃ ذالک ایضا قولہ تعالیٰ و لا تحسبن الذین قتلوا فی سبیل اللہ... الخ۔ فان الشہادۃ حاصلۃ لہ علی اتم الوجوہ لانہ سید الشہداء و قد صرح ابن عباس و ابن مسعود وغیرھما رضی اللہ عنہم بانہ مات شہیدا واللہ الموفق'' فرماتے ہیں حیات انبیاء علیہم کے دلائل میں سے ہے اللہ تعالیٰ کا قول ولا تحسبن... الخ اس لئے کہ نبی علیہ السلام کو شہادت حاصل ہے۔ اس لئے کہ آپ علیہ السلام سید الشہداء ہیں۔ تحقیق تصریح کی ہے ابن عباس اور ابن مسعود رضی اللہ عنہما نے کہ آپ علیہ السلام شہید فوت ہوئے ہیں۔ (القول البدیع ص ۱۶۸)

امام نووی رحمۃ اللہ علیہ لکھتے ہیں: ''انھم کالشہداء بل افضل منھم والشہداء احیاء عند ربھم فلا یبعد ان یحجوا او یصلوا'' بے شک انبیاء شہداء کی مثل بلکہ ان سے بھی افضل ہیں اور شہداء اپنے رب کے ہاں زندہ ہیں۔ پس نہیں بعید کہ انبیاء حج کریں یا نمازیں پڑھیں۔ (نووی ص ۹۴ ج ۱)

علامہ زرقانی رحمۃ اللہ علیہ لکھتے ہیں: ''ان الأنبیاء بعد ما قبضوا ردت الیھم ارواحھم فھم احیاء عند ربھم کالشہداء'' انبیاء کی ارواح وفات کے بعد لوٹا دی گئیں پس وہ شہداء کی طرح اللہ کے ہاں زندہ ہیں۔

(زرقانی شرح مواہب ج ۳ ص ۲۳۳)

اس طرح امام جلال الدین سیوطی رحمۃ اللہ علیہ نے بھی اس آیت سے حیات انبیاء علیہم پر استدلال فرمایا ہے۔

چنانچہ فرماتے ہیں: ''قد قال اللہ تعالیٰ فی الشہداء ولا تحسبن الذین قتلوا... الخ والانبیاء اولی بذالک فھم اجل و اعظم وقل نبی الا وقد جمع مع النبوۃ وصف الشہادۃ فیدخلون فی عموم لفظ الآیۃ''

(اللہ تعالیٰ نے شہداء کے بارے میں فرمایا ہے: ولا تحسبن الذین قتلوا... الخ) اور انبیاء علیہم اس کے زیادہ لائق ہیں۔ اس لئے کہ وہ زیادہ عظمت اور شان والے ہیں اور نہیں ہے کوئی نبی مگر تحقیق جمع کی گئی ہے نبوت کی وصف کے ساتھ شہادت کی وصف، پس وہ داخل ہوں گے آیت کے لفظ کے عموم میں۔

آگے اسی بات کو مزید پختہ کرنے کے لئے کہ آپ علیہ السلام شہید ہیں۔ حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ کی روایت نقل فرماتے ہیں کہ انہوں نے فرمایا: ”لئن احلف تسعاً ان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم قتل قتلاً احب الی من ان احلف واحداً انه لم يقتل و ذلک ان اللہ اتخذہ نبیاً و اتخذہ شہیداً“ کہ اگر میں نو مرتبہ قسم اٹھاؤں کہ آپ علیہ السلام قتل کئے گئے ہیں یہ مجھے زیادہ محبوب ہے اس سے کہ میں ایک مرتبہ قسم اٹھاؤں یہ کہ آپ قتل نہیں کئے گئے اور یہ اس وجہ سے ہے کہ اللہ نے آپ کو نبی بھی بنایا اور شہید بھی۔

علامہ تاج الدین سبکی رحمۃ اللہ علیہ اسی آیت مبارکہ سے مسئلہ حیات انبیاء علیہم السلام پر استدلال کرتے ہوئے لکھتے ہیں: ”قال تعالیٰ ”ولا تحسبن الذین قتلوا فی سبیل اللہ امواتاً بل احیاء عند ربهم یرزقون“ فاخبر سبحانه بأن الشهداء احياء عند ربهم و الانبياء اولىٰ بذلک لتقاصر رتبة الشهيد عن درجة النبوة قال الله تعالىٰ ”فاولئک مع الذين انعم الله عليهم من النبيين والصديقين والشهداء و الصالحين فرتبة الشهداء ثالث درجة النبوة (طبقات الشافعیہ ج ۲ ص ۲۷۹)

(ترجمہ) اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں نہ گمان کرو ان لوگوں کو جو اللہ کے راستے میں قتل کئے گئے مردہ، بلکہ وہ زندہ ہیں اپنے رب کے ہاں رزق دیئے جاتے ہیں، پس اللہ سبحانہ وتعالیٰ نے خبر دی کہ شہداء اپنے رب کے ہاں زندہ ہیں اور انبیاء علیہم السلام تو اس کے زیادہ لائق ہیں بوجہ شہید کے رتبے کے نبی کے رتبے سے کم ہونے کے۔ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں۔ پس وہ لوگ ان لوگوں کے ساتھ ہوں گے جن پر اللہ نے انعام کیا یعنی انبیاء علیہم السلام صدیقین، شہداء اور صالحین۔ پس شہداء کا مرتبہ نبوت کے درجے کے تیسرے نمبر پر ہے۔

علامہ قرطبی رحمۃ اللہ علیہ تذکرہ میں فرماتے ہیں کہ: ”ان الشهداء بعد قتلهم و موتهم احياء عند ربهم یرزقون فرحين مستبشرين و هذه صفة الاحياء فى الدنيا و اذا كان فى الشهداء فالانبياء احق بذالک و اولیٰ“ بے شک شہداء قتل کئے جانے کے بعد اور موت کے بعد اپنے رب کے پاس زندہ ہیں رزق دیئے جاتے ہیں خوش ہیں اور خوشخبری دیئے ہوئے ہیں اور یہ دنیا میں زندوں کی صفت ہے اور جب یہ شہداء میں ہے تو انبیاء علیہم السلام اس کے زیادہ لائق اور حقدار ہیں اور فرماتے ہیں کہ: وقد صح ان الارض لا تاكل اجساد الانبياء اور تحقیق صحیح طرح یہ بات ثابت ہے کہ زمین انبیاء علیہم السلام کے اجساد کو نہیں کھاتی۔

اسی طرح امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کی روایت نقل فرماتے ہیں کہ انہوں نے فرمایا: ”كان النبى يقول فى مرضه الذى توفا فيه لم ازل اجد الم الطعام التى اكلت بخيبر فهذا اوان انقطاع الابهرى من ذالک السم“ نبی کریم فرماتے تھے اپنے مرض الموت میں کہ ہمیشہ میں محسوس کرتا رہا اس کھانے کی تکلیف کو جس کو میں نے خیبر میں کھایا اور یہ وقت میری پشت کی رگ کے کٹنے کا ہے اس زہر کی وجہ سے۔

آپ علیہ السلام کے اس فرمان سے معلوم ہوا کہ آپ علیہ السلام اسی زہر کی وجہ سے شہید ہوئے جو خیبر میں آپ کو دی گئی۔ پس آپ علیہ السلام کی حیات بھی اسی آیت شہداء سے ثابت ہوئی۔

علامہ سفارینی رحمۃ اللہ علیہ لکھتے ہیں: ”ان الشهداء بعد موتهم و قتلهم احياء عند ربهم یرزقون فرحين و هذه صفة الاحياء فى الدنيا و اذا كان هذا فى الشهداء كان الانبياء بذالک احق و اولى“ بے شک شہداء اپنی موت اور قتل ہونے کے بعد اپنے رب کے ہاں زندہ ہیں انہیں رزق دیا جاتا ہے اور وہ خوش ہیں اور یہ دنیا میں

زندوں کی صفت ہے۔ جب شہداء کا یہ حال ہے کہ وہ زندہ ہیں تو انبیاء علیہم السلام تو اس شان کے زیادہ حقدار اور اہل ہیں۔ (سفارینی ج ۲ ص ۳۹)

اہل ظواہر کے امام قاضی شوکانی (۱۲۵۵ھ) لکھتے ہیں: ''ورد النص فی کتاب اللہ فی حق الشہداء انہم احیاء یرزقون وان الحیاۃ فیہم متعلقۃ بالجسد فکیف بالانبیاء المرسلین'' قرآن مجید میں شہداء کے بارے میں نص موجود ہے کہ وہ زندہ ہیں انہیں رزق دیا جاتا ہے اور ان کی حیات جسم کے ساتھ ہے۔ یہ حیات انبیاء علیہم السلام اور مرسلین کو بدرجہ اولیٰ حاصل ہے۔ (نیل الاوطار ج ۳ ص ۲۱۴)

حافظ ابن حجر عسقلانی رحمہ اللہ ۸۵۲ھ) لکھتے ہیں: ''ان الذین یصعقون ہم الاحیاء واما الموت فہم فی الاستثناء فی قولہ تعالیٰ الا من شاء اللہ... ولا یعارض ما ورد فی ہذا الحدیث ان موسیٰ علیہ السلام ممن استثنا اللہ لان الانبیاء احیاء عند اللہ وان کانوا فی صورۃ الاموات بالنسبۃ الی اہل الدنیا وقد ثبت ذالک للشہداء ولا شک ان الانبیاء اعلیٰ رتبۃ من الشہداء وورد التصریح بان الشہداء ممن استثنی اللہ'' جو لوگ زندہ ہیں پہلے صاعقہ میں مریں گے اور جو پہلے سے مرے ہیں وہ الا من شاء اللہ کے استثناء میں داخل ہیں...... اور یہ بات اس حدیث کے خلاف نہیں جس میں موسیٰ علیہ السلام ان میں شمار ہیں جو مستثنیٰ کئے گئے کیونکہ انبیاء علیہم السلام سب اللہ کے ہاں زندہ ہیں۔ اگرچہ وہ اہل دنیا کی نسبت سے اموات کی صورت میں ہیں اور یہ مرتبہ شہداء کو حاصل ہے اور انبیاء علیہم السلام تو بلاشک شہداء سے کئی درجہ اعلیٰ ہیں اور ان کی مستثنیٰ ہونے کی تصریح موجود ہے۔ (فتح الباری ج ۱۳ ص ۱۹۶)

عند ربھم کا معنی: حضرت اوکاڑوی رحمہ اللہ نے فرمایا کہ: سعید چتروڑ گڑھی سے میرا مناظرہ ہوا اس نے بڑا شور مچایا عند ربھم کا معنی آپ کو آتا ہے میں نے کہا کہ آپ بتادیں، کہنے لگا کہ عند ربھم کا معنی ہے کہ اللہ کے پاس ان کی زندگی ہے، اس زمین پر بالکل زندگی نہیں ہے۔ میں نے کہا پہلی بات تو یہ ہے کہ عند ربھم کا تعلق احیاء کے ساتھ ہے ہی نہیں بلکہ یرزقون کے ساتھ ہے کہ اللہ کے ہاں رزق پار ہے ہیں اور جو تو نے معنی کیا ہے اگر یہی معنی ہے کہ زمین مراد نہیں آسمان یا علیین ہی مراد ہے تو پھر ان الدین عند اللہ الاسلام کا معنی یہ کر کہ اسلام میرے اور میری جماعت کے قریب تو آیا ہی نہیں اللہ نے اوپر سنبھال کر رکھا ہوا ہے اس لئے میں بالکل مسلمان نہیں ہوں۔

تو یہاں بھی عند اللہ کا وہی معنی کر جو عند ربھم میں عند کا کیا ہے اور اگر بعض مفسرین کچھ احتمالات ذکر کر بھی دیتے ہیں کہ اس کا تعلق احیاء سے بھی ہو سکتا ہے تو وہ پھر یہ بات بھی بتادیتے ہیں کہ اس کا معنی وہی ہے جو ولکن لا تشعرون کا ہے کہ احیاء تو ہیں لیکن ان کی حیات تمہارے شعور میں نہیں ہے اصل میں صحیح بات یہی ہے کہ عند ربھم کا تعلق یرزقون سے ہے۔ لیکن اگر کوئی یہ احتمال بیان کر بھی دے کہ اس کا تعلق احیاء کے ساتھ ہے تو بھی یہ ہمارے خلاف نہیں ہے کیونکہ پہلی آیت میں یہ بات واضح ہو چکی ہے کہ حیات اسی جسم کو ہے جس پر قتل کا ورود ہو چکا ہے۔

اب جب ہم کوئی حدیث پڑھتے ہیں تو یہ لوگ شور مچاتے ہیں کہ قرآن پڑھو، اگر ہم قرآن پڑھتے ہیں پھر ان کو حدیث یاد آتی ہے۔ کہتے ہیں کہ مسلم شریف میں حدیث ہے کہ (چونکہ یہ حدیث مع سند پیچھے حاشیہ میں مذکور ہو چکی ہے، اس لئے یہاں پوری ذکر نہیں کر رہے) حضور علیہ السلام سے جب: ''ولا تحسبن الذین قتلوا فی سبیل اللہ امواتا بل احیاء عند ربھم یرزقون کی تفسیر پوچھی گئی تو آپ علیہ السلام نے فرمایا: ''ارواحہم فی جوف طیر خضر لہا قنادیل معلقۃ بالعرش تسرح من الجنۃ حیث شاءت''

تو دیکھو حضور پاک ﷺ نے خود تصریح کر دی ہے کہ شہداء کی ارواح سبز پرندوں کے پیٹ میں ہوتی ہیں، میں اس کے جواب میں کہا کرتا ہوں پہلی بات تو یہ یاد رکھیں کہ ہمارا استدلال لفظ بل اور احیاءٌ سے ہے۔ یہ آل عمران اور بقرہ دونوں میں موجود ہے اور وہاں سرے سے اجمال ہے ہی نہیں کہ جس کی تفصیل کی ضرورت پڑتی۔ کیونکہ وہاں صراحتاً موجود ہے کہ جو جسم قتل ہوا، جس کو لوگ مردہ کہتے تھے اس کو اللہ نے حیات عطاء فرمادی ہے۔

اور یہ جو روایت ہے یہ آل عمران کی آیت کی تفسیر میں آئی ہے۔ کیونکہ اس آیت مبارکہ میں یرزقون کا لفظ مجمل تھا کہ رزق کس طرح دیا جاتا ہے تو یہ روایت یرزقون کی تفسیر ہے کہ وہ صبح شام جنت کی سیر کرتے ہیں اور ان کی روحیں جنت کا رزق حاصل کرتی ہیں۔ ویسے یہ لوگ دن رات شور مچایا کرتے ہیں: ''لا اعتماد علی الاحادفی باب الاعتقاد'' کہ عقیدے میں خبر واحد کا اعتبار نہیں اور یہاں یہ خبر واحد پر اعتماد کرنا شروع کر دیتے ہیں۔

آنچہ شیراں را کند روباہ مزاج　　احتیاج است احتیاج است احتیاج

عجیب بات: حضرت ؒ نے فرمایا کہ: عجیب بات یہ ہے کہ پورے مناظرے میں احمد سعید نے میرے سامنے یہ روایت پیش نہیں کی کیونکہ میں نے پہلے ہی اسے ڈرا دیا تھا جب اس نے ایک روایت پڑھی جس کے راوی ابومعاویہ اور اعمش تھے تو میں نے کہا کہ آپ نے اپنی کتاب دمدمۃ الجنود میں لکھا ہے کہ ابومعاویہ تدلیس کا مریض ہے اور اعمش شیعہ ہے۔ اس لئے ان کی روایتیں قابل قبول نہیں۔

(کیا ابومعاویہ واقعی تدلیس کا مریض اور اعمش شیعہ تھے اس کا جواب آگے اپنے مقام پر آئے گا، اگرچہ یہ حقیقتاً یہ اس طرح نہ بھی ہوں لیکن احمد سعید کا قول اس کے لئے تو حجت تھا، اس لئے حضرت نے اسے یہ بات فرمائی)

جو روایت تو نے پڑھی ہے اس میں بھی یہ دونوں راوی ہیں۔

حضرت ؒ نے فرمایا کہ: چھوٹی سی تیری کتاب ہے تجھے وہ بھی یاد نہیں کہ اس میں تو نے کیا لکھا ہے لوگ اتنی بڑی بڑی کتابیں لکھ جاتے ہیں اور پھر حضرت نے اسے ڈانتے ہوئے کہا کہ دیکھنا ہوش میں رہنا کہ سبز پرندوں والی حدیث غلطی سے نہ پڑھ بیٹھنا کیونکہ اس کی سند میں بھی یہی ابومعاویہ ہے جس کو تو تدلیس کا مریض کہتا ہے، اعمش شیعہ ہے۔ اس لئے کہ تیرا مناظرہ سنیوں کے ساتھ ہے شیعوں کے ساتھ نہیں ہے، یہ روایت شیعوں کو سنا دینا لیکن ہمیں نہ سنانا۔

تو مولوی عبدالخالق وغیرہ جو اس کے ساتھ تھے انہوں نے فوراً مسلم شریف دیکھی جب دیکھا کہ اس کی سند میں تو واقعی ابومعاویہ بھی ہے اور اعمش بھی ہے، تو پھر احمد سعید پورے مناظرے میں میرے سامنے اس روایت کو پیش کرنے کی جرأت نہ کر سکا۔

باقی رہی یہ بات کہ ہم اس کو مانتے ہیں یا نہیں؟ تو ہم بھی اس کو مانتے ہیں کہ یہ خبر واحد کے درجے میں ہے ہم اس کا انکار نہیں کرتے۔ لیکن مانتے کس طرح ہیں اس کو ایک مثال سے سمجھیں۔

مثال: قرآن پاک میں سورہ احزاب میں آیت مبارکہ ہے: ''انما یرید اللہ لیذھب عنکم الرجس اھل البیت ویطھرکم تطھیرا''

اب جب آپ قرآن پاک کا یہی رکوع پورا پڑھیں تو اس کے سیاق وسباق میں امہات المؤمنین رضی اللہ عنہن کا تذکرہ ہے۔ ہر قرآن پڑھنے والے کو یقین آجاتا ہے کہ اس آیت میں جس تطہیر کا ذکر ہے اس کا مصداق ازواج مطہرات رضی اللہ عنہن ہیں۔ اسی لئے ان کو ازواج مطہرات کہتے ہیں۔ لیکن مسلم شریف میں باب من فضائل الحسن والحسین رضی اللہ عنہما میں حدیث مبارکہ آتی ہے۔

''حدثنا ابو بکر بن ابی شیبہ و محمد بن عبداللہ ابن نمیر و اللفظ لابی بکر قالا ثنا محمد بن بشر عن زکریا عن مصعب بن شیبہ عن صفیة بنت شیبة قالت قالت عائشة خرج النبی غداۃ و علیہ مرط مرحل من شعر اسود فجاء الحسن بن علی فادخلہ ثم جاء الحسین فدخل معہ ثم جائت فاطمة فادخلھا ثم جاء علی فادخلہ ثم قال انما یرید اللہ لیذھب عنکم الرجس اھل البیت و یطھر کم تطھیرا'' بیان کیا ہمیں ابو بکر بن ابی شیبہ اور محمد بن عبداللہ ابن نمیر نے اور یہ لفظ ابو بکر کے ہیں فرمایا انہوں نے بیان کیا ہمیں محمد بن بشر نے زکریا سے انہوں نے مصعب بن شیبہ سے انہوں نے صفیہ بنت شیبہ سے انہوں نے فرمایا کہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے فرمایا نبی اقدس صلی اللہ علیہ وسلم ایک دن باہر تشریف لائے آپ نے سیاہ اونی چادر اوڑھی ہوئی تھی۔ پس آئے حضرت حسن بن علی رضی اللہ عنہما آپ علیہ السلام نے ان کو داخل کر لیا پھر آئے حسین رضی اللہ عنہ۔ پس آپ نے ان کو بھی اپنے پاس داخل کر لیا، پھر تشریف لائیں فاطمہ رضی اللہ عنہا پس آپ نے ان کو داخل کر لیا پھر آئے حضرت علی رضی اللہ عنہ پس آپ نے ان کو داخل کر لیا، اور پھر فرمایا انما یرید اللہ... الخ!　　(مسلم شریف ج ۲ ص ۲۸۳)

اب اس حدیث مبارک کے بارے میں تین فرقے بن گئے، ایک رافضی جو قرآن کا انکار کر گئے کہ قرآن پاک میں آیت تطہیر سے ازواج مطہرات نہیں مراد، کیونکہ حضور پاک نے یہ فرمایا ہے کہ اہل بیت سے یہ پانچ مراد ہیں۔ اس لئے امہات المؤمنین اس سے مراد نہیں ہیں۔ چنانچہ روافض نے یہ کہا اور اس آیت کے سیاق وسباق کا بالکل انکار کر دیا دوسری طرف خارجی کھڑے ہوئے انہوں نے کہا کہ قرآن میں آیت تطہیر سے مراد ازواج مطہرات ہیں۔ لہٰذا یہ حدیث قرآن کے خلاف ہے اور خبر واحد جب قرآن کے خلاف ہو تو اس کو نہیں مانا جائے گا۔ اس لئے ہم حضرت علی، سیدہ فاطمہ، حضرات حسنین کریمین رضی اللہ عنہم کو اس آیت میں شامل نہیں سمجھتے۔

تو روافض قرآن کا انکار کر گئے، خوارج حدیث کا انکار کر گئے، لیکن اہل سنت والجماعت نے کہا کہ ہم قرآن بھی مانتے ہیں قرآن کے درجے میں اور حدیث بھی مانتے ہیں حدیث کے درجے میں ہم کہتے ہیں کہ ازواج مطہرات اس آیت کا قرآنی مصداق ہیں اور یہ چاروں حضرات اس آیت کا حدیث کی وجہ سے مصداق ہیں۔

کیونکہ ازواج مطہرات اس آیت کا قرآنی مصداق ہیں اسی وجہ سے اس موقعہ پر جب حضرت ام سلمہ رضی اللہ عنہا نے عرض کیا کہ میں بھی چادر میں آجاؤں؟ تو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ تو پہلے ہی سے شامل ہے تو ازواج مطہرات کا تو بغیر دعا کرنے کے ہی آیت میں شامل ہیں اور ان چار حضرات کو دعا کر کے اللہ کے نبی شامل فرما رہے ہیں تو ہم اہل سنت قرآن کو بھی مانتے ہیں اور ازواج مطہرات کو اس آیت کا مصداق سمجھتے ہیں اور حدیث اگرچہ خبر واحد کے درجے میں ہے لیکن اس کو حدیث کے درجہ میں مانتے ہیں کہ اللہ کے نبی نے جب دعا مانگی تو اللہ نے قبول فرمالی۔ اسی لئے یہ چاروں حضرات بھی آیت تطہیر کا دوسرے نمبر پر مصداق ہیں تو ہم نے آیت بھی مانی اور حدیث بھی مانی۔

اسی طرح ہم یہ کہتے ہیں کہ آیت مبارکہ سے ثابت ہوا کہ جس جسم کو قتل کیا گیا ہے اس کو موت آگئی، کیونکہ شہداء مرنے سے پہلے کوئی کہتا ہی نہیں جب موت آئے گی تو اس کو شہید کہا جائے گا تو جب موت آئی تو موت کے سارے وعدے پورے ہو گئے، لیکن اس کے بعد اسی جسم کو مردہ کہا جا رہا تھا۔ جس کو شہید کہا جاتا ہے۔ کبھی کسی نے آج تک روح کو شہید نہیں کہا اور نہ ہی روح شہید ہوتی ہے تو جس جسم کو دنیا شہید کہتی ہے وہ یہی جسم ہے۔ جب شہید کو غسل دیا جا رہا ہوتا ہے تو اسی جسم کو غسل دیا جا رہا ہوتا ہے۔

روح کو کوئی غسل نہیں دیتا۔ شہید کو دفن کیا جا رہا ہے، شہید کو چارپائی پر لٹایا ہوا ہے، دفن بھی اسی جسم کو کیا جاتا ہے، چارپائی پر بھی یہی جسم لیٹا ہوا ہوتا ہے، پس معلوم ہوا کہ میت کا لفظ اور شہید کا لفظ اسی جسم کے لئے استعمال ہوتا ہے تو جب شہداء کو زندہ کہا قرآن پاک نے تو روح کا اس جسم کے ساتھ تعلق ثابت ہو گیا۔ کیونکہ حیات روح کے جسم کے ساتھ تعلق کے بغیر نہیں ہو سکتی۔

پس قرآن پاک سے روح کا جسم سے تعلق ثابت ہو رہا ہے اور حدیث میں اس روحانی سیر کا تذکرہ ہے جو شہداء رزق حاصل کرنے کے لئے کرتے ہیں۔ روح خواہ جنت میں ہو لیکن اس کا تعلق شہداء کے جسم کے ساتھ بھی ہوتا ہے، جیسے آپ کی روح خواب میں مکہ پہنچی ہوئی ہو، تب بھی جسم کے ساتھ اس کا تعلق ہوتا ہے تو اگر یہ مان لیا جائے کہ قرآن کے کہنے کے مطابق روح کا تعلق یہاں جسم کے ساتھ بھی ہے اور حدیث کے مطابق صبح و شام روحانی سیر بھی ہوتی ہے تو ہم نے قرآن کو بھی مانا اور احادیث کو بھی مان لیا۔ کیونکہ ہم خارجیوں اور رافضیوں کی طرح قرآن و حدیث میں ٹکراؤ پیدا نہیں کرتے۔

جیسے تورات میں لکھا ہے مکمل عبارت یہ ہے: ''اور یعقوب اکیلا رہ گیا اور پو پھٹنے کے وقت تک ایک شخص وہاں اس سے کشتی لڑتا رہا جب اس نے دیکھا کہ اس پر غالب نہیں ہوتا تو اس کی ران کے اندر کی طرف سے چھوا اور یعقوب کی ران کی نس اس کے ساتھ کشتی کرنے میں چڑھ گئی اور اس نے کہا کہ مجھے جانے دے کیونکہ پو پھٹ چلی ہے یعقوب نے کہا کہ جب تک تو مجھے برکت نہ دے میں تجھے جانے نہیں دوں گا تب اس نے اس سے پوچھا کہ تیرا کیا نام ہے؟ اس نے کہا یعقوب۔ اس نے کہا تیرا نام آگے کو یعقوب نہیں اسرائیل ہو گا کیونکہ تو نے خدا اور دو آدمیوں کے ساتھ زور آزمائی کی اور غالب ہوا'' (پیدائش باب ۳۲ فقرہ ۲۴ تا ۲۹)

تحریف شدہ تورات میں ایسی باتیں لکھی ہوئی ہوتی ہیں ہم لوگ ایسی باتوں کے قائل نہیں ہیں، نہ اللہ اور رسول کے درمیان کشتی کے قائل ہیں اور نہ مجتہد اور نبی کے درمیان، نہ رسول خدا سے لڑتا ہے اور نہ مجتہد نبی سے لڑتا ہے۔ رسول بھی اللہ کی باتوں کا ترجمان ہوتا ہے اور مجتہد بھی نبی کی باتوں کا ترجمان ہوتا ہے۔ اب ہم نے قرآن بھی مانا اور حدیث بھی مانی اور یہ لوگ کہتے ہیں، وہ پرندے جسم مثالی ہیں، ہم اس بات کو تسلیم نہیں کرتے، کیونکہ اللہ تعالیٰ نے جتنی بھی مخلوق پیدا کی ہے سب سے پیاری شکل انسان کی بنائی ہے: ''لقد خلقنا الانسان فی احسن تقویم''

اور سب سے باعزت شکل بھی انسان کو دی ہے اور ولقد کرمنا بنی آدم اب ان لوگوں سے پوچھتا ہوں کہ کیا پرندوں کی جو شکل ہے یہ انسان کی شکل سے زیادہ بہتر ہے یا پرندوں کی شکل انسان کی شکل سے زیادہ باعزت ہے؟ ہرگز نہیں بلکہ انسان کی شکل پیاری باعزت ہے، پرندوں کی جو شکل ہے وہ جسم مثالی نہیں بلکہ وہ شکل ہے ان سواریوں کی، جن پر وہ سوار ہو کر وہاں تک پہنچتی ہیں۔

جیسے آپ حج پر جاتے ہیں واپس آ کر بتاتے ہیں کہ ہم جس جہاز پر حج کے لئے گئے وہ مچھلی کی شکل کا تھا۔ کوئی بے وقوف نہیں کہتا کہ وہ جو مچھلی کی شکل کا جہاز ہے وہ حاجی صاحب کا جسم مثالی تھا، وہ جسم مثالی نہیں بلکہ وہ تو ایک سواری ہے۔ اگر کوئی مماتی گدھے پر سوار ہو کر جا رہا ہو تو گدھا اس کی سواری ہے، یہ نہیں کہیں گے کہ وہ گدھا اس مماتی کا جسم مثالی ہے اور مماتی لوگ اپنے لئے ایسی بات ماننے کے لئے تیار نہیں ہوتے۔ عجیب بات ہے کہ شہداء جنہوں نے اپنے خون کا آخری قطرہ تک بہا دیا ان کے لئے اس قسم کی حماقتیں ماننے کے لئے بڑی جلدی تیار ہو جاتے ہیں۔

ایک شبہ اور اس کا جواب: رزق تو ساری دنیا کا اللہ ہی کے پاس ہے پھر یہاں عند ربھم کہہ کر تخصیص کیوں کی؟

جواب: اس کی تخصیص کی وجہ یہ ہے کہ یہاں رزق ملنے میں اسباب کا دخل ہے کہ پیالہ ہمیں مہیا کرنا پڑے گا رزق اس میں ڈالا جائے گا۔ اب وہ رزق سارا ایک اللہ ہی سے آئے گا۔ پھر ہمارا پیالہ حلال ہوگا تو رزق حلال رہے گا اور اگر گندہ برتن لے جائیں گے تو رزق گندہ ہو جائے گا تو جس قسم کا ہمارا پیالہ ہوگا، رزق اسی قسم کا ہو گا۔ چونکہ یہاں ہم اسباب کے محتاج ہیں اور وہاں یہ تعلق نہیں ہے، اس لئے اس کو عند ربھم کہہ دیا گیا ہے۔

سوال: احمد سعید نے ابو معاویہ کو مدلس اور اعمش کو شیعہ کہا ہے کیا وہ واقعی شیعہ ہیں؟

جواب: ابو معاویہ کے بارے میں تو بعض نے شیعہ لکھا ہے لیکن اعمش تو امام ابو حنیفہ رحمہ اللہ کے استاد ہیں۔

تو پہلے یہ بات سمجھ لیں کہ اسماء الرجال میں شیعہ کا لفظ اس معنی میں نہیں آتا جس میں ہم لوگ آج استعمال کر رہے ہیں۔ بلکہ اسماء الرجال فن کی اصطلاح میں شیعہ کہتے ہیں ان لوگوں کو جو حضرت علی رضی اللہ عنہ کو صرف حضرت عثمان رضی اللہ عنہ سے افضل مانتے ہیں۔ جیسا کہ (بخاری شریف ص ۴۳۲) پر علوی اور عثمانی کا لفظ بھی ہے۔ کہ جو شیعان عثمان رضی اللہ عنہ تھے وہ عثمانی کہلاتے تھے اور جو شیعان علی رضی اللہ عنہ تھے وہ علوی کہلاتے تھے۔

اسی معنی کے اعتبار سے دو چار صحابہ رضی اللہ عنہم بھی حضرت ابوذر، حضرت مقداد، حضرت سلمان فارسی رضی اللہ عنہم بھی شیعہ کے لفظ میں آ جاتے ہیں، اسی وجہ سے شیعہ حضرات ان حضرات کا اکثر نام لیتے رہتے ہیں۔ دوسرے وہ لوگ ہیں جو حضرت علی رضی اللہ عنہ کو سب صحابہ رضی اللہ عنہم سے افضل مانتے ہیں، حتیٰ کہ سیدنا ابو بکر صدیق اور سیدنا عمر فاروق رضی اللہ عنہما سے بھی افضل مانتے ہیں ان کے لئے اسماء الرجال میں رافضی کا لفظ یا غالی رافضی کا لفظ استعمال ہوتا ہے، پھر یہ لوگ دو قسموں میں تقسیم ہو جاتے ہیں ایک وہ ہیں کہ سیدنا ابو بکر صدیق سے حضرت علی رضی اللہ عنہ کو افضل مانتے ہیں لیکن سیدنا ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ کی خلافت کو برحق مانتے ہیں وہ کہتے ہیں کہ حق تو حضرت علی رضی اللہ عنہ کا ہی تھا لیکن جب حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ نے خود سیدنا ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ کے ہاتھ پر بیعت کر لی تو اس میں لڑنے کا کیا حق ہے؟ اور یہ تفضیلی کہلاتے ہیں۔ جن کو اسماء الرجال والے غالی یا رافضی شیعہ کہتے ہیں اور یہ لوگ سب صحابہ کو گنہگار قرار دیتے ہیں ان کے لئے رافضی خبیث، یا رافضی محترق کا لفظ استعمال کیا جاتا ہے۔ چونکہ اہل کوفہ اکثر حضرت علی رضی اللہ عنہ کی حمایت میں تھے، اس لئے عام طور پر ان کو شیعان علی رضی اللہ عنہ لکھ دیا جاتا ہے، اس سے وہ اصطلاحی شیعہ مراد نہیں ہیں جو آج کے رافضی کے معنی میں ہے۔ مزید تفصیل آگے آ رہی ہے۔

واضح رہے ابو معاویہ نامی راوی امام احمد رحمہ اللہ کا استاد ہے اور امام اعمش جو ہیں، یہ امام صاحب کے بارے میں فرماتے ہیں کہ ان کے علم میں برکت دی گئی ہے، (مناقب ذہبی ص ۲۹) امام اعمش سے چند مسائل دریافت کئے گئے، امام ابو حنیفہ رحمہ اللہ بھی وہاں موجود تھے، تو امام اعمش نے فرمایا آپ اس کا جواب دیں، تو امام صاحب نے سب مسائل کا جواب دیا اس پر امام اعمش نے فرمایا یہ جواب آپ نے کس دلیل سے دیئے؟

امام صاحب نے عرض کیا ان احادیث سے جو آپ سے میں نے روایت کیں، اور پھر چند احادیث معہ سند کے سنا دیں، تو محدث اعمش نے فرمایا بس تجھے یہی کافی ہے کہ جو احادیث میں نے سو دن میں پڑھائیں تو نے ایک ساعت میں سنا دیں میرے خیال میں نہیں تھا کہ آپ ان احادیث پر بھی عمل کریں گے، اور پھر فرمایا کہ فقہاء کی جماعت تم طبیب ہو اور ہم محدثین پنساری ہیں۔ امام صاحب سے فرمایا آپ نے دونوں طرفوں کو جمع کر لیا۔ (یعنی احادیث کو بھی اور فقہ کو بھی) (سر تاج المحدثین ص ۲۴۸)

اس کے علاوہ یہ حوالہ (ما تمس الیہ الحاجۃ لمن یطالع سنن ابن ماجہ، مناقب سیمری ص ۱۳ ذیل الجواھر المضیہ ص ۴۸۵، مناقب ذھبی ص ۳۵) پر بھی موجود ہے۔

آیت نمبر ۳: "قال یلیت قومی یعلمون بما غفر لی ربی و جعلنی من المکرمین"

اب یہ خطاب اسی شخص کو ہو رہا ہے جس کے بارے میں فرمایا: "وجاء رجل من اقصی المدینۃ یسعی[1]" یعنی جو بھاگا آرہا ہے اور جس کو شہید کیا گیا ہے اور شہید اسی جسم کو کہتے ہیں۔ چونکہ شہید کی قبر بھی جنت کا باغ ہے اس لئے کہا جا رہا ہے کہ اس میں داخل ہو جا اور وہ شہید اسی قبر میں باتیں کر رہا ہے۔ "یلیت قومی یعلمون بما غفر لی ربی و جعلنی من المکرمین" کہ کاش میری قوم جانتی اس بات کو کہ بخش دیا مجھے میرے رب نے اور بنا دیا مجھے اکرام کئے ہوئے لوگوں میں سے۔

اب اس کی یہ باتیں کرنا دلیل حیات ہے یا دلیل موت ہے؟ یقیناً دلیل حیات ہے۔ اس لئے کہ جب کلام ثابت ہو گیا تو حیات بھی ثابت ہو گئی۔

اعتراض: قرآن پاک میں آتا ہے: "قیل ادخل الجنۃ" اسے اسی وقت کہا گیا کہ جنت میں داخل ہو جاؤ۔

جواب: یہ قیامت کو کہا جائے گا۔

اعتراض: قیل ماضی کا صیغہ ہے معلوم ہوا کہ کہا جا چکا ہے۔

جواب: اسی سورۃ میں آگے و نفخ فی الصور آیا ہے۔ نفخ بھی ماضی کا صیغہ ہے کیا اس کا مطلب یہ ہے کہ صور پھونکا جا چکا ہے؟ جو آئندہ یقینی ہونے والی بات ہے اس کو ماضی سے تعبیر کر دیتے ہیں۔ نیز آگے تفاسیر کے حوالے بھی آرہے ہیں ان میں غور کرنے سے بھی یہی معلوم ہوگا۔

---

[1] قال المفسرون۔ ارادوا القوم قتلہ، فاقبل ھو علی المرسلین۔ فقال۔ (انی آمنت بربکم ایھا الرسل فاسمعون) ای اسمعوا ایمانی واشھدوا لی بہ۔ وقیل انہ خاطب بھذا الکلام قومہ لما ارادوا قتلہ تصلبا فی الدین و تشددا فی الحق، فلما قال ھذا القول و صرح بالایمان و ثبوا علیہ فقتلوہ۔ وقیل وطئوہ بارجلھم، وقیل حرقوہ، وقیل حفروا لہ حفیرۃ و ألقوہ فیھا۔ وقیل الھم لم یقتلوہ بل رفعہ اللہ الی السماء فھو فی الجنۃ۔ وبہ قال الحسن، وقیل نشروہ بالمنشار (بقیہ حاشیہ اگلے صفحہ پر)

قرآن پاک نے شہداء کی حیات بعبارت النص ذکر فرمائی ہے اور یہ حیات عوام کی حیات سے اقویٰ ہوتی ہے۔ ان کے اجسام مطہرہ بھی محفوظ رہتے ہیں۔ ہماری جو یہ حیات ہے یہ فانی حیات ہے اور شہید کو یہ حیات عطاء فرمائی گئی ہے، وہ ہمیشہ کی حیات ہے۔ اب یہ لوگ اس قبر کا انکار کر کے کوئی قبر بھی نئی تلاش کرتے پھرتے ہیں اور اس عذاب وثواب قبر کا انکار کر کے عذاب وثواب بھی نیا تلاش کرتے پھرتے ہیں اور جس کو اللہ اور اس کے رسول ﷺ نے ذکر کیا ہے اس کو ماننے کے لئے تیار نہیں ہیں۔

مماتی...... گستاخ رسول؟: اب یہ جو دنیا والی ہماری حیات ہے یہ فانی حیات ہے لیکن میں اگر آپ کو تین یا چار مرتبہ کہوں او مُردو او مُردو۔ تمہیں یقیناً غصہ لگے گا۔ حالانکہ اس حیات کے بعد موت یقیناً آنی ہے تو جب فانی حیات والے کو مردہ کہنا اس کی توہین ہے، تو جس کو اللہ نے ہمیشہ ہمیشہ کی حیات عطاء فرمائی ہے۔ کیا اس کو مردہ کہنا اس کی توہین نہیں ہے؟ اس لئے ہم ان (مماتیوں) کو کہتے ہیں کہ مردار وان کو مردہ نہ کہو۔ اس پر ایک لطیفہ یاد آیا:

(گزشتہ صفحہ کا حاشیہ) (قیل ادخل الجنة) ای قیل له ذلک تکریما له بدخولها بعد قتله کما هی سنة الله فی شهداء عباده۔ وعلی قوله من قال انه رفع الی السماء ولم یقتل یکون المعنی۔ انهم لما ارادوا قتله نجاه الله من القتل، وقیل له ادخل الجنة فلما دخلها و شاهدها (قال یا لیت قومی یعلمون بما غفرلی ربی و جعلنی من المکرمین) (فتح القدیر تالیف محمد بن علی بن محمد الشوکانی المتوفی ۱۲۵۰ هج) (قیل ادخل الجنة) فی التفسیر۔ انه لما قال هذا القول وثب القوم علیه وثبة واحدة فوطئوه بارجلهم حتی قتلوه، وحکی هذا عن ابن مسعود، ویقال۔ وطئوه حتی خرج قصبه من دبره، فادخله الله الجنة، فهو ثم حی یرزق، وهو معنی قوله۔ (قیل ادخل الجنة) وقوله۔ (یالیت قومی یعلمون بما غفرلی ربی) ای۔ بمغفرة ربی لی، قال قتادة۔ نصحهم حیا ومیتا، وقوله۔ (وجعلنی من المکرمین) ای۔ ممن دخل الجنة، ومن ادخل الجنة فقد اکرم، ومن أدخل النار فقد اهین۔ المجلد السادس قوله تعالی۔ (مما خطیئاتهم) ای۔ من خطیئاتهم، (اغرقوا فادخلوا نارا) یعنی۔ اغرقوا فی الدنیا، وادخلوا نارا فی الآخرة، وقیل۔ هو فی القبر۔ وعن الحسن قال۔ البحر طبق جهنم۔ وقیل۔ البحر نار ثم نار۔ (تفسیر القرآن للامام العلامة شیخ الاسلام حجة اهل السنة والجماعة ابی المظفر السمعانی منصور بن محمد بن عبدالجبار التمیمی المروزی الشافعی السلفی) قال القاضی ابو محمد رحمه الله۔ وهنا محذوف تواترت به الاحادیث والروایات، وهو انهم قتلوه، واختلف۔ کیف؟ قال قتادة وغیره۔ رجموه بالحجارة، وقال ابن مسعود۔ مشوا علیه باقدامهم حتی خرج قصبه من دبره، فقیل له عند موته۔ (ادخل الجنة)، وذلک۔ والله اعلم۔ بان عرض علیه مقعده منها، وتحقق انه من سکانها برویته ما اقر عینه، فلما حصل له ذلک تمنی ان یعلم قومه بذلک، فقیل۔ اراد بذلک الاشفاق والنصح لهم، ای۔ لو علموا ذلک لآمنوا بالله۔ (المحرر الوجیز فی تفسیر الکتاب العزیز لابی محمد عبدالحق بن عطیه الاندلسی) "قیل ادخل الجنة" ای ثوابا علی صدق ایمانک و فوزک بسببه بالشهادة "قال یا لیت قومی یعلمون" بما غفرلی ربی و جعلنی من المکرمین" ای لیقبلوا علی ما اقبلت علیه، ویضحوا الاجله النفس والنفیس۔ (تفسیر القاسمی المسمی محاسن التاویل تالیف علامة الشام محمد جمال الدین القاسمی) وقال الحسن۔ حرقوه حرقا وعلقوه فی سور المدینة، وقبره فی سور أنطاکیة حکاه الثعلبی۔ وقیل۔ حفروا له حفیرة وألقوه فیها، وقیل۔ انهم لم یقتلوه بل رفعه الله الی السماء وهو فی الجنة، وبه قال الحسن وقال السدی۔ رموه بالحجارة وهو یقول۔ اللهم اهد قومی، حتی قتلوه۔ وقیل نشروه بالمنشار حتی خرج من بین رجلیه، فوالله ما خرجت روحه الا فی الجنة فدخلها فذلک قوله تعالی۔ (قیل ادخل الجنة) ای قیل له ذلک عند موته تکریما له بدخولها بعد قتله کما هی سنة الله فی شهداء عباده ولم یذکر لفظ (له) (بقیہ حاشیہ اگلے صفحہ پر)

لطیفہ: حضرت اوکاڑوی ؒ نے حضرت حکیم الامت ؒ کا فرمان سنایا: حضرت تھانوی ؒ سے کسی نے پوچھا کہ حضرت غیر مقلد کیا چیز ہوتے ہیں؟ حضرت نے فرمایا ان کا پہلا قدم سلف پر بدگمانی اور دوسرا قدم بدزبانی ہے۔ عرض کیا گیا کہ حضرت یہ تو بڑا علمی دعوی کرتے ہیں، حضرت ؒ نے فرمایا علم ان کا یہ ہے کہ سرقہ ابن حجر ؒ سے، زبان ابن حزم ؒ والی، علامہ ابن حجر عسقلانی ؒ سے سرقہ کر کے ابن حزم ؒ والی زبان استعمال کرتے ہیں۔ حضرت ؒ سے عرض کیا گیا کہ ان کا درجہ کیا ہے؟

(گزشتہ صفحہ کا حاشیہ) فی نظم الآیة لان الغرض بیان القول دون المقول له فانه معلوم، وعلی قول من قال انه رفع الی السماء ولم یقتل یکون المعنی۔ انهم ارادوا قتله فنجاه الله من القتل وقیل له۔ ادخل الجنة وفیه دلیل علی أن الجنة مخلوقة الآن۔ (فتح البیان فی مقاصد القرآن تالیف صدیق بن حسن بن علی الحسین القنوجی البخاری) (قوله فرجموه فمات) قال ابن مسعود وطؤه بارجلهم حتی خرجت أمعاؤه من دبره والقی فی بئر وهی الرس وهم اصحاب الرس وفی روایة أنهم قتلوا الرسل الثلاثة قال السدی رموه بالحجارة وهو یقول اللهم اهد قومی حتی قتلوه وقال الکلبی حفروا حفرة وجعلوه فیها وردموا فوقه التراب فمات ردما وقال الحسن حرقوه حرقا وعلقوه فی سور المدینة وقبره فی سور انطاکیة حکاه الثعلبی وقال القشیری والحسن لما اراد القوم أن یقتلوه رفعه الله الی السماء فهو فی الجنة لا یموت الا بفناء السماء وهلاک الجنة فاذا اعاد الله الجنة أدخلها وقیل نشروه بالمنشار حتی خرج من بین رجلیه فوالله ما خرجت روحه الا فی الجنة فدخلها فذلک قوله تعالی قیل ادخل الجنة فلما شاهدها قال یا لیت قومی یعلمون --- الخ۔ اه قرطبی وفی الخازن لما قتلوه غضب الله له فعجل لهم العقوبة فأمر جبریل فصاح بهم صیحة واحدة فماتوا عن اخرهم فذالک قوله تعالی وما انزلنا علی قومه الخ (قوله قیل له عند موته ادخل الجنة) عبارة أبی السعود قیل له ذلک لما قتلوه اکراما له بدخولها کسائر الشهداء وقیل لما هموا بقتله رفعه الله الی الجنة قال الحسن وعن قتادة أدخله الله الجنة وهو فیها حی یرزق۔ (الفتوحات الالهیة سلیمان بن عمر العجلی الشافعی الشهیر بالجمل المتوفی سنة ۱۲۰۴) وقیل معناه وجبت لک الجنة فهو خبر بانه قد استحق هؤلاء ولا یکون الا بعد البعث ولم یأت فی القرآن انه قتل فقال الحسن لما أراد قومه قتله رفعه الی السماء فهو فی الجنة لا یموت الا بفناء السمٰوٰت وهلاک الجنة فاذا أعاد الله الجنة دخلها وقیل لما قال ذلک رفعوه الی الملک فطول معهم الکلام لیشغلهم عن قتل الرسل الی ان صرح لهم فوثبوا علیه فقتلوه بوطء الارجل حتی خرج قلبه من دبره وألقی فی بئر وهی الرس وقال سدی رموه بالحجارة وهو یقول اللهم اهد قومی حتی مات۔ وقال الکلبی رموه فی حفرة والقوا التراب علیه فمات وعن الحسن حرقوه حرقا وعلقوه فی باب المدینة وقبره فی سور النطاکیة شروه بالمناشیر حتی خرج من بین رجلیه وعن قتادة أدخله الله الجنة وهو فیها حی یرزق۔ قوله تعالی بل احیاء عند ربهم یرزقون فرحین وفی النسخة التی طالعنا من تفسیر ابن عطیة وقرأ الجمهور فاسمعون بفتح النون۔ قال أبو حاتم هذا خطأ لا یجوز لانه أمر فاما حذف وإما کسرها علی جهة النباء انتهی یعنی یاء المتکلم والنون للوقایة وقوله وقرأ الجمهور حش ولا یکون الله اعلم الا من الناسخ بل القراء مجمعون فیما أعلم علی کسر النون سمعتم دهم الا ما روی عن عصمة عن عاصم من فتح النون ذکر فی الکامل مؤلف أبی القاسم ولعل ذلک وهم من عصمة۔ وقال ابن عطیة هنا محذوف تواترت به الاحادیث والروایات وهو قتلوه فقیل له عند موته ادخل الجنة ذلک والله اعلم۔ بأن عرض علیه مقعده منها وتحقق انه من فرأی ما اقرأ عینه فاما حصل ذلک تمنی أن یعلم قومه بذلک۔ (تفسیر البحر المحیط ص ۳۲۹ ج ۷) وقال ابن عباس۔ القی فی البئر، وهو الرس، کما قال "واصحاب الرس" (بقیہ حاشیہ اگلے صفحہ پر)

فرمایا: ایک آدمی بانسری بجا رہا تھا بجاتے بجاتے نیچے سے ہوا خارج ہوگئی تو بانسری منہ سے ہٹا کر جلدی سے وہاں رکھ دی کہ پہلے تو ہی بجا لے تو جو خواہ مخواہ درمیان میں ٹوں ٹاں کر رہی ہے اس لئے تو ہی بجا لے۔ مجتہد کی مثال منہ کی ہے۔

اہل سنت کی خوبی: حضرت رئیس المناظرین رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا: اہل سنت والجماعت کی مذہب کے جہاں اور سینکڑوں خوبیاں ہیں، ان میں ایک خوبی یہ بھی ہے کہ اس میں گستاخیاں نہیں ہیں۔ باقی جتنے فرقے آپ کو نظر آئیں گے ہر فرقہ کی بنیاد کسی کینے پر ہے۔ کسی کو نبی پاک کے صحابہ رضی اللہ عنہم سے کینہ ہے، کسی کو نبی پاک کے اہل بیت رضی اللہ عنہم سے کینہ ہے۔ صرف ایک اہل سنت والجماعت ایسا مذہب ہے جس کو کسی سے کینہ نہیں۔ جنہوں نے بھی دین کی خدمت کی اہل سنت کے ہاں سب قابل احترام ہیں اور آخرت میں بھی یہی سرخرو ہوں گے۔

آج حضرت مولانا عبدالستار صاحب تونسوی دامت برکاتہم رافضیوں کی گالیاں سن سن کر بھی صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے فضائل بیان کرتے ہیں تو قیامت کے دن یقیناً حضرات صحابہ کرام رضی اللہ عنہم حضرت تونسوی کو آوازیں دیں گے تونسوی ادھر آؤ ہم آپ کی شفاعت کریں کیونکہ آج ہماری شفاعت سنی جا رہی ہے۔

امام اہل سنت حضرت مولانا قاضی مظہر حسین صاحب خارجیوں کی گالیاں سن سن کر بھی اہل بیت رضی اللہ عنہم کے فضائل بیان کر رہے ہیں تو قیامت کے دن حضرت علی رضی اللہ عنہ اور حضرات حسنین رضی اللہ عنہما قاضی صاحب کو بھولیں گے نہیں، بلکہ کہیں گے حضرت قاضی صاحب ادھر آؤ تم نے گالیاں سن سن کر بھی ہماری حمایت کی ہے، آج ہماری سفارش سنی جا رہی ہے۔ آؤ ہم تمہاری سفارش کرتے ہیں تو یہ سب حضرات قیامت کے دن سفارش کریں گے۔

علامہ شعرانی رحمۃ اللہ علیہ کا کشف: علامہ شعرانی رحمۃ اللہ علیہ اپنے کشف کے بارے میں میزان کبریٰ میں لکھتے ہیں کہ: میں نے حالت کشف میں دیکھا کہ پل صراط پر چار ٹھہرنے کی جگہیں بنی ہوئی ہیں اور چار جگہوں پر چاروں امام کھڑے ہیں امام اعظم ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ، امام مالک رحمۃ اللہ علیہ، امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ اور امام احمد بن حنبل رحمۃ اللہ علیہ اور اپنے اپنے مقلدین کو گزار رہے ہیں اور میدان قیامت میں دیکھا کہ حنفیوں کا حساب ہو رہا ہے اور امام اعظم ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ پاس کھڑے ہیں۔

علامہ شعرانی رحمۃ اللہ علیہ کے کشف سے معلوم ہوا کہ ان حضرات کی سفارش سنی جائے گی۔

ان آیات سے حضرات انبیاء علیہم السلام کی حیات بدلالت النص ثابت ہے۔ اب شہید کی حیات قرآن پاک سے بعبارت النص ثابت ہوگئی اور شہید کا مرتبہ تیسرے نمبر پر ہے۔ اللہ تعالیٰ قرآن پاک میں فرماتے ہیں:

"اولئک مع الذین انعم اللہ علیہم من النبیین والصدیقین والشھداء والصالحین"

(گزشتہ صفحہ کا حاشیہ) وقال قتادۃ قتلوہ بالحجارۃ وھو یقول رب اھد قومی فانھم لا یعلمون، وقال مقاتل اخذوہ و وطؤوہ تحت اقدامھم حتی خرجت امعاؤہ ثم القی فی البئر، وقتلوا الرسل الثلاثۃ فلما ذھب بروح حبیب النجار الی الجنۃ ف"قیل لہ" ادخل الجنۃ قال یا لیت قومی یعلمون بما غفر لی ربی" و ذلک حین دخلھا و عین ما فیھا من النعیم، تمنی أن یسلم قومہ، فقال "یا لیت قومی یعلمون بما غفر لی ربی" بالذی غفر لی ربی، ویقال بمغفرتی، ویقال، بما اذا غفر لی ربی، فلو علموا الامنوا بالرسل، ثم قال "وجعلنی من المکرمین" ای الموحدین فی الجنۃ نصح لھم فی حیاتہ، و بعد وفاتہ۔

(تفسیر سمرقندی ص ۹۸ ج ۳)

پہلا مرتبہ انبیاء علیہم السلام کا ہے، دوسرا صدیقین کا، تیسرا شہداء کا، چوتھا صالحین کا تو جب شہید کی حیات قرآن پاک سے بعبارت النص ثابت ہے تو صدیق کی حیات بدلالت النص ثابت ہوگئی اور نبی کی حیات اس سے بھی بہت زیادہ اعلیٰ دلالت کے ساتھ ثابت ہوگئی۔

چنانچہ قاضی شمس الدین صاحب بھی یہی لکھتے ہیں: قرآن کریم میں اس مسئلہ کی صراحت کہیں بھی نہیں۔ ہاں شہداء کے حق میں ارشاد ہے: بل احیاء ولکن لا تشعرون اس سے بطور دلالت النص سمجھ میں آتا ہے کہ انبیاء علیہم السلام کہ جن کا درجہ شہداء سے بھی بہت بڑا ہے وہ بعد الوفات زندہ ہیں اور اس طرح علماء کرام نے زادھم اللہ شرفاً نے یہ مسئلہ قرآن سے نکالا۔ دلالت النص اسے کہتے ہیں کہ ایک چیز مذکور ہو دوسری اس سے بطور اولیٰ سمجھ میں آئے اس دور میں اور پہلے دور میں، اس کے ساتھ اتنا ایمان ہونا کافی تھا کہ یہ حضرات زندہ ہیں جس زندگی کا ہمیں شعور نہیں اور بس۔ (مسالک العلماء ص ۲۹)

جس طرح عبارت النص قطعی ہے۔ اسی طرح دلالت النص بھی قطعی ہے کیونکہ دلالت النص کا مدار علت پر نہیں لغت پر ہوتا ہے۔

یونس نعمانی نے بھی اپنے اشتہار میں یہ بات مان لی ہے کہ اس آیت مبارکہ سے حیات شہداء بعبارۃ النص ثابت ہے اور حیات انبیاء بدلالۃ النص ثابت ہے اور نیلوی صاحب نے بھی ندائے حق میں یہ بات مان لی ہے کہ دلالت النص بھی عبارۃ النص کی طرح قطعی ہوتی ہے۔ چنانچہ نیلوی صاحب لکھتے ہیں: ''یہ حیات انبیاء علیہم السلام کا مسئلہ (قرآن سے) دلالت النص کے ذریعے ثابت ہے اور جو حکم دلالت النص کے ذریعہ سے ثابت ہوتا ہے وہ قطعی ہوتا ہے۔ جیسے عبارت النص سے ثابت شدہ حکم قطعی ہوتا ہے۔'' (ندائے حق ۳۸ ج ۲)

اب یہ لوگ کہتے ہیں قرآن پاک میں شہید کا لفظ ہے، ہمیں نبی کا لفظ دکھا دو۔ جواب یہ ہے کہ نبی کا لفظ صراحتاً دکھانے کی ضرورت نہیں اور احادیث میں تو نبی کا لفظ آیا ہے۔ الانبیاء احیاء فی قبورھم!

لیکن قرآن پاک سے نبی کی حیات چونکہ بدلالت النص ثابت ہے اس لئے صراحتاً نبی کا لفظ مذکور نہیں۔

ایک مماتی مولوی کا قصہ: حضرت رحمہ اللہ نے فرمایا: ایک مماتی مولوی مجھے کہنے لگا کہ آیت مبارکہ میں شہید کا لفظ ہے نبی کا لفظ نہیں ہے۔ میں نے کہا شہید کا لفظ تو میں نے دکھا دیا ہے اور شہید کو یہ مرتبہ صرف اور صرف نبی علیہ السلام کی تابعداری کی برکت سے ملا ہے اگر وہ نبی پر ایمان نہ رکھتا، اگر نبی کی تابعداری نہ کرتا تو لوگ اس کو کبھی بھی شہید نہ کہتے اور نہ ہی وہ شہید ہوتا۔ شہادت اس کو ملی ہی حضرت پاک کی تابعداری کی وجہ سے ہے۔ اس لئے سارے شہداء کی حیات کو اکٹھا کیا جائے تو نبی پاک کی حیات ان سب سے اعلیٰ اولیٰ اور ارفع ہے۔

مماتی مولوی کہتا ہے نہیں نبی کا لفظ لکھا ہوا دکھاؤ۔ حضرت نے کہا شہید کے لفظ سے ہم بدلالت النص انبیاء علیہم السلام کی حیات مراد لیتے ہیں۔ دلالۃ النص کی مثال سمجھانے کے لئے حضرت رحمہ اللہ نے اسے کہا اگر تیرا بیٹا تجھ سے لڑ پڑے تو تو اسے کہے کہ قرآن کہتا ہے: فلا تقل لھما اف کہ ماں باپ کے سامنے اف بھی نہ کرنا اور تو مجھے جوتے مار رہا ہے وہ کہے اف تو میں نہیں کہہ رہا جوتے ہی مار رہا ہوں تو کہے گا جب اف کہنا حرام ہے جس سے والدین کو تھوڑی ایذا پہنچتی ہے تو جو اس سے زائد ایذا پہنچانے والی ہے۔ یعنی جوتے مارنا یہ تو بطریق اولیٰ حرام ہوگی تو اگرچہ قرآن پاک میں جوتے کا لفظ نہیں لکھا ہوا کہ والدین کو جوتے نہ مارنا، تھوک کا ذکر نہیں کہ والدین کے منہ پر نہ تھوکنا، پیشاب کا

ذکر نہیں کہ والدین کے منہ پر پیشاب نہ کرنا، لیکن یہ ساری باتیں اسی آیت سے بدلالۃ النص منع ہو گئیں۔

کیونکہ جب تھوڑی ایذا دینا جائز نہیں تو زیادہ ایذا یعنی جوتے مارنا، پیشاب کرنا، والدین کے منہ پر تھوکنا یہ بالاتفاق حرام ہو گئیں تو اب جولڑکا فلاتقل لھما اف کو مان کر والدین کو جس طرح اف نہیں کہتا۔اسی طرح جوتے بھی نہیں مارتا ان کے منہ پر بھی نہیں تھوکتا۔خلاصہ یہ ہے کہ کسی بھی قسم کی ایذاء انہیں نہیں پہنچاتا۔اس کی مثال حیاتی کی ہے اور جو اف تو نہیں کہتا لیکن کبھی والدین کے منہ پر جوتے مارنا شروع ہو جاتا ہے۔کبھی ان کے منہ پر تھوکنا شروع ہو جاتا ہے، کبھی ان کے منہ پر پیشاب کرنا شروع کر دیتا ہے اور جب اسے کہا جائے کہ والدین کو جوتے نہ مارو تو آگے سے یہ کہتا ہے کہ مجھے قرآن میں یہ دکھاؤ کہ کہاں جوتوں کا لفظ لکھا ہوا ہے، کہاں پیشاب کرنے سے منع کیا گیا ہے؟

اگر یہ لفظ نہیں دکھاؤ گے تو میں جوتے مارتا رہوں گا تو اس لڑکے کی مثال مماتیوں کی طرح ہے کہ جس طرح یہ لڑکا عبارت النص کو مانتا ہے کہ والدین کو اف نہیں کہتا۔لیکن دلالۃ النص کو نہیں مانتا اور ان کو جوتے مارتا ہے اور ان کو ایذاء پہنچا رہا ہے۔اسی طرح مماتی بھی شہید کی حیات کو تو مانتا ہے کہ وہ عبارت النص سے ثابت ہے لیکن انبیاء علیہم السلام کی حیات جو بدلالۃ النص ثابت ہے اور شہداء کی حیات سے کہیں زیادہ اعلی، اولی اور ارفع ہے اس کو ماننے سے انکار کرتا ہے۔

چونکہ قرآن پاک میں بظاہر صرف اف کہنے سے منع کیا گیا ہے، اسی لئے ابن حزم ظاہری نے یہاں تک لکھ دیا ہے کہ والدین کو اف کہنا تو حرام ہے لیکن والدین کے منہ پر پیشاب کرنا حرام نہیں ہے۔ کیونکہ ابن حزم ظاہری تھا اس لئے اس نے محلی میں لکھا ہے کہ کوئی پانی میں کھڑے ہو کر پیشاب نہ کرے کہ پھر اس میں غسل بھی کر لے۔کہتا ہے اس سے معلوم ہوا کہ پانی میں پیشاب کرنے سے پانی ناپاک ہو جاتا ہے۔لیکن پاخانہ پڑنے سے پانی ناپاک نہیں ہوتا، کیونکہ پاخانہ کا لفظ حدیث میں نہیں آیا اور پیشاب بھی براہ راست پانی میں کرنے سے پانی ناپاک ہوتا ہے۔اگر برتن میں پیشاب کر کے پانی میں ڈال دیا تو پانی ناپاک نہیں ہوگا۔اگر کنارے پر کیا اور بہہ کر پانی میں چلا گیا تو پانی ناپاک نہیں ہوا۔گویا اس کے نزدیک پیشاب ناپاک نہیں پیشاب کی دھار کم بخت ناپاک ہے اور پھر کہتا ہے وہ پانی اسی شخص کے لئے ناپاک ہے جس نے اس میں پیشاب کیا، دوسروں کے لئے ناپاک نہیں۔ دوسرے اس سے وضو کر سکتے ہیں۔

اسی طرح یہ حدیث کہ کتا اگر برتن میں منہ ڈال دے تو اسے سات مرتبہ دھوؤ، اس حدیث کے تحت لکھتا ہے اس کا مطلب یہ ہے کہ برتن میں جو چیز ہوگی وہ ناپاک ہوگی۔اگر آپ نے ہاتھ پر کوئی چیز رکھی اور کتا چاٹ رہا ہے ساتھ آپ بھی چاٹ رہے ہیں تو یہ ناپاک نہیں ہے کیونکہ ہاتھ برتن نہیں ہے۔اسی طرح کان یباشر وھو صائم کے تحت لکھتا ہے کہ یہ ماضی استمراری کا صیغہ ہے جو دوام پر دلالت کرتا ہے روزہ رکھنے کے بعد بیوی سے اتنی مباشرت کرنا کہ فریقین کو انزال ہو جائے یہ سنت اور باعث ثواب ہے۔اس کی ظاہر پرستی کا عجیب حال ہے۔

تو خلاصہ یہ نکلا کہ یہ مماتی بھی ابن حزم کی طرح ظاہر پر چلتے ہیں اور دلالۃ النص کو نہیں مانتے۔حاصل کلام یہ ہے کہ جب والدین کو اف کہنا حرام ہے تو جوتے مارنا بطریق اولی حرام ہے کیونکہ اف کہنے پر والدین کو تھوڑا صدمہ ہوتا ہے اور جوتے مارنے سے زیادہ تو جب تھوڑا صدمہ پہنچانا حرام ہے تو زیادہ صدمہ پہنچانا بطریق اولی حرام ہوگا۔اسی طرح جب شہید کی حیات ثابت ہو گئی تو نبی کی حیات بطریق اولی ثابت ہو گئی۔

سعید چتروڑگڑھی کا واقعہ: حضرت ﷺ نے فرمایا کہ میرا مناظرہ سعید چتروڑگڑھی سے ہوا تو وہ آیت پڑھتا اور مرزا قادیانی کہ طرح غلط ترجمہ کرتا۔ میں نے اس کو کہا کہ تو ترجمہ مرزا قادیانی کی طرح کرتا ہے کسی ایک مفسر کا حوالہ پیش کر کہ اس نے اس آیت کا یہ مطلب لیا ہو جو تو نے لیا ہے۔ اب جب میں نے آیت شہداء تلاوت کی تو اس نے بدلہ اتارنے کے لئے مجھ سے کہا کہ اگر اس آیت سے کسی سنی مفسر نے انبیاء علیہم السلام کی حیات ثابت کی ہے تو حوالہ دے میں اپنی ناک کٹوا دوں گا۔

چنانچہ میں نے حوالے پڑھنے شروع کر دیئے میں ایک حوالہ پڑھتا۔ پھر اس سے پوچھتا کہ اب تیری ناک کتنی رہ گئی ہے تا کہ میں دوسرا حوالہ اس حساب سے پڑھوں۔ اب سعید کے ساتھی اس پر بڑے پریشان ہوئے ایک نے کھڑے ہو کر کہا کہ اس کو ہم جانے نہیں دیں گے بلکہ دریا میں غرق کریں گے، کیونکہ اس نے آج ہمیں بڑا ذلیل کیا ہے۔ چنانچہ میں نے وہاں بائیس حوالے پیش کئے کہ مفسرین نے اس آیت مبارکہ سے حیات انبیاء علیہم السلام پر استدلال کیا ہے۔

دلالۃ النص کی ایک اور مثال: رسول پاک کی خدمت میں ایک مرتبہ جنات حاضر ہوئے اور عرض کیا کہ حضرت لوگوں کو منع فرما دیں کہ یہ ہڈی اور گوبر سے استنجا نہ کریں ان میں ہماری خوراک ہے۔ اب اس سے فقہاء نے بدلالۃ النص یہ مسئلہ نکالا ہے کہ جانوروں کی خوراک سے بھی استنجا ناجائز ہے۔ کیونکہ ہمیں نظر آتا ہے کہ اسے جانوروں نے کھانا ہے۔ اب جب جانوروں کی خوراک سے ناجائز ہے تو انسانوں کی خوراک سے بطریق اولیٰ ناجائز ہے۔

تو اب اگر کوئی مماتی یہ کہے کہ ہڈی اور گوبر کے بارے میں آیا ہے کہ اس سے استنجا نہ کرو، لیکن یہ کہاں آیا ہے کہ پراٹھے سے استنجا نہ کرو، حلوے سے استنجا نہ کرو۔ میں تو حلوے اور پراٹھے سے استنجا کروں گا یا مجھے حدیث میں پراٹھے اور حلوے کا لفظ دکھاؤ کہ حضور نے پراٹھے اور حلوے سے استنجا کرنے سے منع کیا ہو، تو اس قسم کی ضدوں کا نام ان لوگوں نے قرآن رکھا ہوا ہے۔ کرتے ہیں ضد اور کہتے ہیں کہ ہم قرآن مانتے ہیں، ان بے چاروں کے پاس اس قسم کی شرارتوں کے علاوہ دلیل نام کی کوئی چیز نہیں ہے۔

جب شہداء کی حیات بعبارۃ النص ثابت ہے۔ انبیاء علیہم السلام کی حیات بدلالت النص ثابت ہوگئی۔ اب جب انبیاء علیہم الصلوٰۃ والسلام کی حیات بدلالۃ النص قرآن پاک سے ثابت ہوگئی تو ان لوگوں کی یہ بات کہ وہ احادیث جن میں حیات انبیاء علیہم السلام کا ذکر ہے وہ قرآن کے خلاف ہیں یہ غلط ہوگئی۔

آیت رابعہ سے حیات انبیاء علیہم السلام پر استدلال

"واسئل من ارسلنا من قبلک من رسلنا اجعلنا من دون الرحمن الھۃ یعبدون" (الزخرف:۴۵)

اللہ تعالیٰ نے حضرت پاک سے فرمایا کہ پہلے نبیوں سے پوچھ لو کہ ہم نے کبھی کسی نبی کو توحید کے خلاف پیغام دے کر بھیجا ہے؟ سارے نبی ہی توحید کا پیغام لے کر آئے۔ چنانچہ شب معراج میں انبیاء علیہم السلام سے ملاقات ہوئی، یہ آیت حیات انبیاء علیہم السلام کی واضح دلیل ہے۔ یہ تفسیر حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما سے مروی ہے۔ چنانچہ صاحب جلالین اسی آیت کے تحت لکھتے ہیں کہ: "قیل ھو علی ظاھرہ بان جمع لہ الرسل لیلۃ الاسراء" کہا گیا ہے کہ یہ اپنے ظاہر پر ہے بایں طور کہ آپ علیہ السلام کے لئے رسولوں کو جمع کیا گیا۔

اسی آیت کے تحت جلالین کے حاشیہ میں ہے: ''عن عطاء عن ابن عباس لما اسری بالنبی بعث اللہ آدم وولدہ من المرسلین فصلی بھم فلما فرغ قال لہ جبرئیل سل یا محمد من ارسلنا من قبلک فقال النبی لا اسئل فقد اکتفیت قال وھذا قول الزہری وسعید بن جبیر وابن زید وقالو جمع لہ الرسل لیلۃ الاسراء فلم یسئل'' حضرت عطاء حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت فرماتے ہیں جب نبی علیہ السلام کو معراج کروایا گیا تو اللہ تعالیٰ نے آدم اور ان کی اولاد سے جو رسول تھے رسولوں کو بھیجا۔ پس آپ نے ان کو نماز پڑھائی۔ پس جب فارغ ہو گئے تو جبرئیل علیہ السلام نے آپ سے عرض کیا۔ اے محمد آپ ان رسولوں سے جن کو ہم نے آپ سے پہلے بھیجا سوال کیجئے، پس آپ نے فرمایا میں سوال نہیں کرتا۔ پس تحقیق میں نے اکتفاء کر لیا۔ حضرت عطاء فرماتے ہیں کہ یہی قول ہے امام زہری رحمۃ اللہ علیہ، حضرت سعید بن جبیر رحمۃ اللہ علیہ اور ابن زید رحمۃ اللہ علیہ کا ہے کہ انہوں نے فرمایا کہ آپ کے لئے معراج کی رات تمام رسول جمع کئے گئے۔

علامہ جلال الدین رحمۃ اللہ علیہ سیوطی اسی آیت کے تحت اسی قول کو نقل کرتے ہوئے لکھتے ہیں: ''اخرج سعید بن منصور وعبد بن حمید وابن جریر وابن المنذر عن سعید بن جبیر فی قولہ واسئل من ارسلنا من قبلک من رسلنا قال لیلۃ اسری بہ لقی الرسل'' سعید بن منصور وعبد بن حمید اور ابن جریر اور ابن منذر حضرت سعید بن جبیر سے اللہ تعالیٰ کے قول واسئل من ارسلنا من قبلک من رسلنا کے بارے میں نقل کرتے ہیں کہ انہوں نے فرمایا معراج کی رات آپ علیہ السلام نے انبیاء علیہم السلام سے ملاقات فرمائی۔ (تفسیر درمنثور ج ۶ ص ۱۹)

علامہ علاؤالدین علی بن محمد بن ابراہیم البغدادی المتوفی ۷۲۵ھ اپنی تفسیر میں اس آیت کے تحت فرماتے ہیں: ''فروی عن ابن عباس فی روایۃ عنہ لما اسری بالنبی بعث اللہ عز وجل لہ آدم وولدہ من المرسلین فاذن جبریل ثم اقام وقال یا محمد تقدم فصل بھم فلما فرغ من الصلوۃ قال لہ جبریل سل یا محمد من ارسلنا من قبلک من رسلنا الآیۃ فقال النبی لا اسئل قد اکتفیت وھذ قول الزہری وسعید بن جبیر وابن زید قالو جمع لہ الرسل لیلۃ اسری بہ وامرہ ان یسئلہ فلم یشک ولم یسئل فعلی ھذا القول قال بعضھم ھذہ الآیت نزلت ببیت المقدس لیلۃ اسری بالنبی'' حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت کیا گیا ہے کہ جب نبی علیہ السلام معراج کے لئے تشریف لے گئے تو اللہ تعالیٰ نے آپ کے لئے آدم علیہ السلام اور ان کی اولاد میں سے رسولوں کو بھیجا۔ پس جبرئیل علیہ السلام نے اذان دی پھر اقامت کہی اور عرض کیا: اے محمد آگے بڑھیں اور ان کو نماز پڑھائیں۔ پس جب آپ نماز سے فارغ ہوئے تو عرض کیا۔ آپ سے جبرئیل نے اے محمد سوال کیجئے ان رسولوں سے جن کو ہم نے آپ سے پہلے بھیجا پس نبی علیہ السلام نے فرمایا میں سوال نہیں کرتا تحقیق میں نے اکتفاء کیا۔ یہی قول زہری سعید بن جبیر اور ابن زید کا ہے۔ انہوں نے کہا جمع کئے گئے آپ کے لئے رسول جس رات آپ معراج کے لئے گئے اور آپ حکم دیئے گئے کہ آپ ان سے سوال کریں پس آپ نے شک نہ کیا اور نہ سوال کیا۔ پس اسی قول کے مطابق ان میں سے بعض نے کہا کہ یہ آیت معراج کی رات بیت المقدس میں نازل ہوئی۔ (تفسیر خازن ص ۱۱۴ ج ۶)

صاحب تفسیر قرطبی ابو عبداللہ محمد بن احمد الانصاری القرطبی رحمۃ اللہ علیہ اسی آیت کے تحت فرماتے ہیں: ''قال لقی الرسل لیلۃ اسری بہ وقال الولید بن المسلم فی قولہ تعالیٰ واسئل من ارسلنا . . . الخ قال سئلت عن ذالک خلید بن دعلج فحدثنی عن قتادۃ قال سئلھم لیلۃ اسری بہ لقی الانبیاء ولقی آدم ومالک خازن النار'' فرمایا

سعید بن جبیر نے اللہ تعالیٰ کے قول: ''واسئل من ارسلنا'' کہ ملے آپ رسولوں سے معراج کی رات اور کہا ولید بن مسلم نے اللہ تعالیٰ کے قول واسئل من ارسلنا ......الخ انہوں نے فرمایا کہ میں نے سوال کیا اس بارے میں خلید بن دعلج سے۔ پس انہوں نے مجھے بیان فرمایا حضرت قتادہ رحمہ اللہ سے کہ حضرت قتادہ رحمہ اللہ نے فرمایا سوال کیا آپ علیہ السلام نے انبیاء علیہم السلام سے اس رات جس رات آپ معراج کرائے گئے۔ ملاقات کی آپ نے انبیاء علیہم السلام سے اور ملاقات کی آدم سے اور جہنم کے داروغہ مالک سے۔ (تفسیر قرطبی ج ۱۴ ص ۹۵)

علامہ حافظ عماد الدین ابوالفداء اسماعیل بن کثیر القرشی الدمشقی المتوفی ۷۷۴ھ اسی آیت کے تحت فرماتے ہیں کہ: ''وقال عبدالرحمن بن زید بن اسلم واسئلهم ليلة الاسراء فان الانبياء عليهم السلام جمعوا له'' اور فرمایا عبدالرحمن بن زید بن اسلم نے (اس سوال کرنے کے حکم کا وقت بتاتے ہوئے واسئل هم ليلة الاسراء) سوال کرو ان سے لیلۃ الاسراء پس انبیاء علیہم السلام آپ کے لئے جمع کئے گئے۔ (تفسیر ابن کثیر ج ۴ ص ۲۲۸)

اسی طرح صاحب فتح القدیر اسی آیت کے تحت فرماتے ہیں: ''قال الزهری و سعيد بن جبير و ابن زيد ان جبريل كان ذالک للنبي لما اسرى به فالمراد سوال الانبياء في ذالک الوقت عند ملاقاته لهم وبه قال جماعة من السلف'' (تفسیر فتح القدیر ج ۴ ص ۵۵۷)

کہ فرمایا زہری اور سعید ابن جبیر نے اور ابن زید نے کہ بے شک جبرئیل نے فرمایا نبی علیہ السلام کو جب آپ معراج کرائے گئے۔ پس مراد انبیاء علیہم السلام کے سوال سے اس وقت میں انبیاء علیہم السلام سے آپ کی ملاقات کا ہے اور اسی کے ساتھ قول کیا ہے سلف سے ایک جماعت نے۔

علامہ ابومحمد الحسین الفراء البغوی اسی آیت کے تحت فرماتے ہیں کہ: ''قال عطاء عن ابن عباس لما اسرى بالنبي بعث الله له آدم و ولده من المرسلين فاذن جبرئيل ثم اقام و قال يا محمد تقدم فصل بهم فلما فرغ من الصلوة قال له جبرئيل سئل يا محمد من ارسلنا من قبلک من رسلنا الآية فقال رسول الله صلى الله عليه وسلم لا اسئل فقد اكتفيت وهذا قول الزهري و سعيد بن جبير و ابن زيد۔ قالوا جمع الله له المرسلين ليلة اسرى به و امره ان يسئلهم فلم يشک و لم يسئل'' حضرت عطاء نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت کیا ہے کہ جب نبی علیہ السلام معراج کے لئے تشریف لے گئے تو اللہ تعالیٰ نے آپ کے لئے آدم علیہ السلام اور ان کی اولاد میں سے رسولوں کو بھیجا۔ پس جبرئیل علیہ السلام نے اذان دی پھر اقامت کہی اور عرض کیا اے محمد آگے بڑھیں اور ان کو نماز پڑھائیں۔ پس جب آپ نماز سے فارغ ہوئے تو عرض کیا آپ سے جبرئیل علیہ السلام نے اے محمد سوال کیجئے ان رسولوں سے جن کو ہم نے آپ سے پہلے بھیجا۔ پس نبی علیہ السلام نے فرمایا میں سوال نہیں کرتا تحقیق میں نے اکتفاء کیا، یہی قول زہری سعید بن جبیر اور ابن زید کا ہے۔ انہوں نے کہا جمع کیا اللہ نے ان کے لئے رسولوں کو جس رات آپ معراج کے لئے گئے اور آپ حکم دیئے گئے کہ آپ ان سے سوال کریں پس آپ نے نہ شک کیا اور نہ سوال کیا۔ (تفسیر معالم التنزیل)

اور علامہ قاضی ثناء اللہ پانی پتی اسی آیت کے[1] تحت فرماتے ہیں کہ: شیخین نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما کی روایت سے بیان کیا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا شب معراج میں میں نے موسیٰ علیہ السلام کو دیکھا گندمی رنگ، دراز قامت، گھنگریالے بال ایسے معلوم ہوتا تھا کہ قبیلہ شنوآۃ کے ایک مرد ہیں۔ (تفسیر مظہری ج ۶ ص ۳۵۳)

---

[1] آیت واسئل من ارسلنا کے تفسیری حوالہ جات: قوله عز وجل۔ (واسأل من ارسلنا من قبلک من رسلنا) (بقیہ حاشیہ اگلے صفحہ پر)

تو ان تمام تفاسیر سے معلوم ہوا کہ آنحضرت ﷺ کی انبیاء علیہم السلام سے ملاقات ہوئی اور موسیٰ علیہ السلام کو تو فوت ہوئے ۲۲۰۰ سال گزر چکے ہیں۔ (تاریخ یہود) اور حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما کے قول کے مطابق ۱۸۰۰ سال گزر چکے ہیں اور آپ ۲۲۰۰ سال یا ۱۸۰۰ سال کے بعد ملاقات فرما رہے ہیں اور ظاہری بات ہے کہ آپ کی یہ ملاقات موسیٰ علیہ السلام کے ساتھ ہوئی ہے۔ اسی جسد عنصری کے ساتھ ہوئی جس موسیٰ علیہ السلام کو تورات دی گئی تھی اور تورات کسی مثیل موسیٰ علیہ السلام کو نہیں دی گئی تو یہ ملاقات بھی مثیل موسیٰ علیہ السلام سے نہیں ہو سکتی اور نہ یہ خواب یا کشف میں جسم مثالی کے ساتھ ملاقات کا ذکر ہے۔ اس لئے کہ خواب یا کشف میں دیکھنے کو ملاقات نہیں کہتے بلکہ زیارت کہتے ہیں۔ جیسے مثال اگر میں آپ سے کہوں کہ آپ حضرت شیخ الحدیث صاحب سے فلاں بات پوچھ آئیں آپ کو شیخ

(گزشتہ صفحہ کا حاشیہ) فیہ ثلاثة اقاویل۔ احدھا۔ یعنی الانبیاء الذین جمعوا لہ لیلة الاسراء، قالہ ابن عباس، و ابن زید، و کانوا سبعین نبیا منھم ابراھیم و موسیٰ و عیسیٰ، علیہم السلام۔ فلم یسألھم لانہ کان اعلم باللہ منھم، قالہ ابن عباس۔ (النکت و العیون تفسیر الماوردی تصنیف ابی الحسن علی بن محمد بن حبیب الماوردی البصری) و القول الثانی فی الآیة۔ ما رواہ عطاء عن ابن عباس۔ ان اللہ تعالیٰ جمع المرسلین لیلة الاسراء فی مسجد بیت المقدس ثم ان جبریل اذن، ثم اقام، ثم قال للنبی۔ تقدم و صل بھم، فلما فرغ من صلاتہ، قال لہ۔ "و سئل من ارسلنا من قبلک من رسلنا و زعم بعضھم انہ سالھم فاجابوا و قالوا۔ ما امرنا اللہ تعالیٰ الا بالتوحید و الاخلاص۔ و فی بعض التفاسیر ان میکائیل قال لجبریل۔ ھل سال محمد الرسل عما امر بہ؟ فقال۔ لا، کان اشد یقینا و اعلم باللہ من ان یسأل عن ذلک۔ (تفسیر القرآن للامام العلامة شیخ الاسلام حجة اھل السنة و الجماعة ابی المظفر السمعانی منصور بن محمد بن عبد الجبار التمیمی المروزی الشافعی السلفی) فی القرطبی قال ابن عباس و ابن زید لما اسری برسول اللہ ﷺ من المسجد الحرام الی المسجد الاقصی و ھو مسجد بیت المقدس بعث اللہ لہ آدم و من دونہ من المرسلین و جبریل مع النبی فأذن جبریل علیہ السلام۔ و اقام الصلوة ثم قال یا محمد تقدم فصل بھم فلما فرغ رسول اللہ ﷺ قال لہ جبریل سل یا محمد من أرسلنا من قبلک من رسلنا أجعلنا من دون الرحمن آلھة یعبدون فقال رسول الا أسأل قد اکتفیت قال ابن عباس و کانوا سبعین نبیا منھم ابراھیم و موسی علیہم السلام فلم یسألھم لانہ کان اعلم باللہ منھم و فی غیر روایة ابن عباس فصلوا خلف رسول اللہ سبعة صفوف المرسلون ثلاثة صفوف و النبیون أربعة صفوف و کان یلی ظھر رسول اللہ ابراھیم خلیل اللہ و علی یمینہ اسماعیل و علی یسارہ اسحق ثم موسی ثم سائر المرسلون فصلی بھم رکعتین فما انفتل قائم قام فقال ان ربی اوحی الی ان اسالکم ھل ارسل احد منکم بدعوة الی عبادة غیر اللہ تعالیٰ فقالوا یا محمد انا نشھد أما ارسلنا اجمعین بدعوة واحدة أن لا الہ الا اللہ و أن ما یعبدون من دونہ باطل و أنک خاتم النبیین و سید المرسلین قد استبان ذلک بامامتک ایانا و انہ لا نبی بعدک الی یوم القیامة الا عیسی ابن مریم فانہ مأمور أن یتبع اثرک اھ و فی الکرخی قولہ قیل ھو علی ظاھرہ الخ أی قال الزھری و سعید بن جبیر و ابن عباس فی روایة عطاء ان اللہ تعالیٰ لما جمع الرسل لیلة المعراج فی بیت المقدس (تفسیر سمرقندی ص ۲۰۹ ج ۳) قولہ تعالیٰ "و اسأل من ارسلنا من قبلک من رسلنا" ان قیل۔ کیف یسأل الرسل و قد ماتوا قبلہ؟ فعنہ ثلاثة اجوبة۔ احدھما۔ انہ لما اسری بہ جمع لہ الانبیاء فصلی بھم، ثم قال (لہ) جبریل۔ سل من ارسلنا قبلک . . . الآیة۔ فقال لا أسأل، قد اکتفیت، رواہ عطاء عن ابن عباس، و ھذا قول سعید بن جبیر، و الزھری، و ابن زید، قالوا۔ جمع لہ الرسل لیلة أسری بہ، فلقیھم، و أمر أن یسألھم، فما شک و لا سأل۔ (زاد المسیر: ج ۵ ص ۳۱۹)

الحدیث صاحب کا شناختی کارڈ مل گیا۔ آپ وہی بات شیخ الحدیث کی تصویر سے پوچھنے لگے تو کیا واقعتا آپ کا پوچھنا ہے؟ ہرگز اس کو پوچھنا نہیں کہیں گے۔ شیخ الحدیث صاحب سے پوچھنا تب ہی بنے گا جب خود ان سے پوچھا جائے۔ اسی طرح انبیاء علیہم السلام سے سوال تب ہی بنے گا جب خود انبیاء علیہم السلام سے پوچھا جائے گا۔

مفسرین یہی لکھتے ہیں کہ معراج کی رات حضرت پاک ﷺ کی ملاقات سارے انبیاء علیہم السلام سے ہوئی اور وہاں آپ نے تمام انبیاء علیہم السلام سے پوچھا اور انہوں نے بتایا کہ ہم سب توحید ہی لے کر آئے ہیں۔

اگرچہ مفسرین میں سے بعض نے کہا کہ سوال ہوا بعض نے کہا کہ نہیں ہوا۔ یہ اختلاف ہمارے مدعیٰ کو نقصان نہیں دیتا۔ اس لئے کہ سوال کا حکم دینا ہی دلیل حیات انبیاء علیہم السلام ہے۔ مردوں، لکڑیوں اور پتھروں یا تصویروں سے نہ سوال ہوتا ہے نہ اس کا حکم دیا جاتا ہے۔

اب رسول پاک کی ملاقات انبیاء علیہم السلام سے ہوئی ہے تو ملاقات اسی جسم سے ہوا کرتی ہے یا فوٹو کاپیوں سے ہوا کرتی ہے۔ آپ ایک مرتبہ شیخ الحدیث حضرت مولانا محمد صدیق صاحب سے ہاتھ ملالیں آپ بڑے فخر سے کہیں گے کہ میں نے شیخ الحدیث صاحب سے ملاقات کی ہے اور اگر ٹی وی پر دو گھنٹے ان کی تقریر سن لیں تو آپ اس کا فوٹو دیکھ رہے ہیں لیکن آپ کسی کو یہ نہیں کہیں گے کہ میں نے شیخ الحدیث صاحب سے دو گھنٹے ملاقات کی ہے۔

اب یہ لوگ کہتے ہیں کہ وہاں انبیاء علیہم السلام کے جسم مثالی آئے تھے تو میں اس کے جواب میں کہتا ہوں کہ جہاں ملاقات کا ذکر ہے وہاں یہی جسم وارد ہوا کرتا ہے نہ کہ جسم مثالی۔ یہ بات تو وہ لوگ بھی مانتے ہیں کہ حضرت پاک کا جسد اطہر اصلی تھا اور آپ نے وہاں انبیاء علیہم السلام کو جماعت کرائی ہے۔ کیا کوئی مسئلہ قرآن وحدیث میں ہے کہ مولوی صاحب تو اصل کھڑے ہیں اور پیچھے ساری فوٹو کاپیاں کھڑی ہیں اور جماعت ہو رہی ہے۔ کیا فوٹو کاپیوں سے جماعت ہو جاتی ہے؟

یقیناً نہیں ہوتی۔ جماعت تو اصل جسم سے ہوتی ہے۔ چنانچہ جب آپ علیہ السلام نے انبیاء علیہم السلام کو جماعت کرائی اور انبیاء علیہم السلام نے آپ کی اقتداء میں اپنے اصلی اجسام کے ساتھ نماز ادا فرمائی اب آپ کا انبیاء علیہم السلام کو جماعت کروانا یہ حیات انبیاء علیہم السلام کی واضح دلیل ہے۔

چنانچہ ملا علی قاری رحمۃ اللہ علیہ (مرقات شرح مشکوۃ ج ۱۱ ص ۱۵۷) پر فرماتے ہیں کہ انبیاء علیہم السلام نے آپ ﷺ کے ساتھ نماز ادا فرمائی: ''والاظھر ان صلاتہ لھم فی بیت المقدس کان قبل العروج قلت قد سبق انھم احیاء عند ربھم وان اللہ حرم علی الارض ان تاکل لحومھم'' ظاہر ہے کہ آپ علیہ السلام کا انبیاء علیہم السلام کو بیت المقدس میں نماز پڑھانا یہ آسمان پر چڑھنے سے پہلے تھا۔ میں کہتا ہوں کہ تحقیق یہ بات گزر گئی ہے انبیاء علیہم السلام اپنے رب کے ہاں زندہ ہیں اور بے شک اللہ نے حرام کر دیا زمین پر کہ ان کے گوشت کو کھائے۔

علامہ تاج الدین سبکی رحمۃ اللہ علیہ نے (طبقات شافعیہ ص ۲۸۱ ج ۲) پر واقعہ معراج سے حیات انبیاء پر استدلال کیا ہے۔

علامہ تقی الدین سبکی رحمۃ اللہ علیہ اپنے رسالہ (جز حیات انبیاء علیہم) میں اسی آیت کو بطور استدلال نقل فرماتے ہیں۔ چنانچہ لکھتے ہیں: ''وقد قیل فی قولہ تعالیٰ'' واسئل من ارسلنا من قبلک من رسلنا ان النبی سألھم لیلۃ الاسراء قال القاضی عیاض رحمۃ اللہ علیہ فان قیل یحجون ویلبون وھم اموات وھم فی الدار الآخرۃ ولیس دار عمل

فاعلم ان للمشائخ وفی ما ظہر لنا عن ھذا اجوبۃ احدھم الھم کالشھداء بل افضل منھم والشھداء احیاء عند ربھم فلا یبعدان یحجوا ویصلوا کما ورد فی الحدیث الآخر"

(ترجمہ) تحقیق کہا گیا ہے کہ اللہ تعالیٰ کے قول واسئل من ارسلنا کے بارے میں یہ کہ نبی اقدس نے انبیاء علیہم السلام سے معراج کی رات سوال کیا (ملاقات حیات کو چاہتی ہے اس کے اثبات کے لئے آگے فرماتے ہیں) قاضی عیاض رحمہ اللہ فرماتے ہیں۔ اگر یہ اعتراض کیا جائے کہ انبیاء علیہم السلام حج کیسے کرتے ہیں؟ اور تلبیہ کیسے کہتے ہیں حالانکہ وہ اموات ہیں تو جان لے کہ مشائخ کے لئے اور جو ہمارے لئے اس کے جوابات ظاہر ہوئے ہیں، اس میں سے ایک یہ ہے کہ انبیاء علیہم السلام شہداء کی طرح ہیں اور شہداء اپنے رب کے ہاں زندہ ہیں۔ پس نہیں مستبعد کہ وہ حج کریں یا نمازیں پڑھیں جیسا کہ دوسری حدیث میں وارد ہوا ہے۔ (جزء حیات انبیاء ص ۳۳)

<u>مماتیوں کا اعتراض اور اس کا جواب</u>: اگر انبیاء علیہم السلام اصلی اجسام کے ساتھ نماز ادا فرما رہے تھے تو پیچھے قبروں میں کیا تھا؟ تو اس کا جواب یہ ہے کہ جب نبی کریم مدینہ منورہ سے وہاں پہنچ گئے تو انبیاء علیہم السلام اگر اپنی قبروں سے وہاں اپنے اصلی اجسام مطہرہ کے ساتھ تشریف لے آئے تو اس میں کیا حرج ہے؟ اور کون سا استحالہ لازم آ گیا ہے؟

حافظ ابن حجر عسقلانی لکھتے ہیں: "وصلوتھم فی اوقات مختلفۃ وفی اماکن مختلفۃ لا یردہ العقل وقد ثبت بہ النقل فدل ذلک علی حیاتھم" (فتح الباری کتاب الانبیاء ج ۱۳ مصر)

(ترجمہ) اور انبیاء کرام علیہم السلام کا مختلف اوقات میں مختلف مقامات پر نمازیں پڑھنا یہ ایک ایسی حقیقت ہے کہ عقل سلیم اس سے متصادم نہیں اور نقل صحیح اسے ثابت کر رہی ہے۔ پس یہ ان کے زندہ ہونے پر کافی شہادت ہے۔

یعنی قبر میں نماز پڑھنا، پھر کبھی بیت المقدس میں نماز پڑھنا اور پھر ملاء اعلیٰ میں ملنا، ان سب کے اوقات مختلف ہیں پس تعارض لازم نہیں آتا۔ فتفکروا یا اولی الابصار!

محدث کبیر امام بیہقی رحمہ اللہ فرماتے ہیں: "فی قصۃ المعراج انہ لقیھم فی جماعۃ الانبیاء فی السمٰوۃ وکلمھم وکلموہ وکل ذلک صحیح لا یخالف بعضہ بعضا فقد یری موسیٰ علیہ السلام قائما یصلی فی قبرہ ثم یسری بموسیٰ وغیرہ الیٰ بیت المقدس کما اسریٰ بنبینا فیراھم فیہ ثم یعرج بھم الی السموات کما عرج نبینا فیراھم فیہ کما اخبرہ وصلوتھم فی اوقات بمواضع مختلفات جائز فی العقل کما ورد بھا خبر الصادق وفی کل ذلک دلالۃ علی حیاتھم" (حیات الانبیاء للامام بیہقی ص ۸ مصر)

(ترجمہ) واقعہ معراج میں ہے کہ حضور اکرم ﷺ انبیاء کرام علیہم السلام کی ایک پوری جماعت کو آسمانوں میں ملے تھے، ان سے کلام فرمایا اور انہوں نے آپ سے باتیں کیں۔ یہ سب مضامین صحیح ہیں اور ایک دوسرے سے متعارض نہیں۔ ایک وقت ہے کہ آپ حضرت موسیٰ علیہ السلام کو ان کی قبر میں کھڑے ہو کر نماز پڑھتے دیکھ رہے ہیں، پھر حضرت موسیٰ علیہ السلام کو بھی بیت المقدس تک سفر اسراء کرایا گیا۔ جیسا کہ حضور اکرم ﷺ کو معراج ہوا، پس آپ ﷺ نے وہاں بھی انبیائے کرام علیہم السلام کو دیکھا۔ پس انبیاء کرام علیہم السلام کا مختلف اوقات میں مختلف جگہوں پر نماز پڑھنا، اس پر عقلاً کوئی اعتراض نہیں ہو سکتا اور نقلاً اس پر قول صادق موجود ہے۔ ان تمام واقعات سے انبیائے کرام علیہم السلام کی حیات پر دلالت ہو رہی ہے۔

پانچویں آیت سے حیات انبیاء پر استدلال

اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں: "ولقد آتینا موسی الکتاب فلا تکن فی مریۃ من لقائہ و جعلناہ ھدی لبنی اسرائیل"

اس آیت کریمہ میں رسول اقدس ﷺ کو فرمایا گیا ہے کہ آپ حضرت موسیٰ علیہ السلام کی ملاقات میں شک نہ کریں۔ چنانچہ آپ ﷺ حضرت موسیٰ علیہ السلام کی ملاقات سے مشرف ہوئے۔ حضرات مفسرین نے آپ علیہ السلام کی حضرت موسیٰ علیہ السلام کے ساتھ ملاقات کا ذکر فرمایا ہے۔

چنانچہ امام رازی رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ: "قیل معناہ فلا تکن فی شک من لقاء موسیٰ فانک تراہ وتلقاہ وقیل بانہ راہ لیلۃ المعراج" کہا گیا ہے اس کا معنی ہے آپ ﷺ موسیٰ علیہ السلام کی ملاقات کے بارے میں شک میں نہ پڑیں اس لئے کہ بے شک آپ ﷺ نے ان کو دیکھا ہے اور ان سے ملاقات فرمائی ہے اور کہا گیا کہ آپ ﷺ نے معراج کی رات موسیٰ علیہ السلام کو دیکھا۔ (تفسیر کبیر ص ۵۶۵)

علامہ علاؤالدین البغدادی اسی آیت کے تحت فرماتے ہیں کہ: "ای لقاء موسیٰ لیلۃ المعراج قالہ ابن عباس (ق) عن ابن عباس عن النبی قال رأیت لیلۃ اسری بی موسیٰ رجل آدم طوالا جعدا کانہ من رجال شنوءۃ ورایت عیسیٰ رجلا مربوعا مربوع الخلق الی الحمرۃ الی البیاض سبط الشعر ورایت مالک خازن النار والدجال فی آیت اراھن اللہ ایاہ فلا تکن فی مریۃ من لقائہ"

آگے اسی آیت کے تحت فرماتے ہیں: "ان الانبیاء کالشھداء بل ھم افضل عنھم والشھداء احیاء عند ربھم یرزقون فلا یبعد ان یحجوا او یصلوا کما صح فی الحدیث۔ وان یتقربوا الی اللہ بما استطاعوا وان کانوا ماتوا لانھم بمنزلۃ الاحیاء فی ھذہ الدار التی ھی دار العمل الی ان تفنی ثم یرحلون الی دار الجزاء التی ھی الجنۃ" (یعنی موسیٰ علیہ السلام سے معراج کی رات ملاقات کرنا۔ ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ نبی ﷺ سے کہ آپ نے فرمایا دیکھا میں نے معراج کی رات موسیٰ علیہ السلام کو جو بلند قامت آدمی ہیں گھنگریالے بالوں والے، ایسا معلوم ہوتا تھا کہ گویا کہ وہ قبیلہ شنوءہ کے ایک مرد ہیں اور دیکھا میں نے عیسیٰ علیہ السلام کو درمیانے قد والا آدمی اور آپ کی رنگت سفید سرخی مائل تھی اور دیکھا میں نے جہنم کے داروغہ مالک کو اور دجال کو اللہ کی ان نشانیوں میں جن کو اللہ نے آپ کو دکھایا۔ پس آپ شک نہ کریں موسیٰ علیہ السلام کی ملاقات کے بارے میں)

آگے اسی آیت کے تحت حیات انبیاء علیہم السلام پر استدلال فرماتے ہیں کہ: انبیاء علیہم السلام شہداء کی طرح ہیں بلکہ شہداء سے بھی افضل ہیں اور شہداء اپنے رب کے ہاں زندہ ہیں اور رزق دیئے جاتے ہیں۔ پس نہیں بعید کہ وہ حج کریں اور نماز پڑھیں جیسے کہ صحیح ثابت ہوا ہے احادیث میں اور یہ کہ قرب حاصل کریں اللہ کی طرف اس چیز کے ساتھ جس کی وہ طاقت رکھتے ہیں اگرچہ وہ فوت ہو چکے ہیں۔ اس لئے کہ وہ بمنزلہ احیاء کے ہیں اس دار میں جو دار العمل ہے۔ یہاں تک کہ یہ فنا ہو جائے پھر وہ تشریف لے جائیں گے دار الجزاء کی طرف جو کہ جنت ہے۔

(تفسیر خازن ج ۵ ص ۱۸۸)

علامہ محمود آلوسی البغدادی اسی آیت کے تحت فرماتے ہیں کہ: "واخرج الطبرانی وابن مردویہ وضیاء فی المختارة بسند صحیح عن ابن عباس انه قال فی الآیة ای من لقاء موسیٰ واخرج ابن المنذر وغیره عن مجاهد نحوه واخرج ابن ابی حاتم عن ابی العالیه انه قال کذالک فقیل له او لقی ﷺ موسیٰ قال نعم الا تری الی قوله تعالیٰ واسئل من ارسلنا... الخ واراد بذالک لقائه ایاه لیلة الاسراء کما ذکر فی الصحیحین وغیرهما وروی نحو ذلک عن قتادة وجماعة من السلف" (روح المعانی ج ۱۱ ص ۱۳۸)

(ترجمہ) اور نقل کیا طبرانی اور ابن مردویہ نے اور ضیاء نے مختارہ میں صحیح سند کے ساتھ ابن عباس رضی اللہ عنہ سے کہ انہوں نے فرمایا آیت کی تفسیر میں کہ موسیٰ علیہ السلام کی ملاقات کے بارے میں آپ شک میں نہ پڑیں اور ابن منذر وغیرہ نے مجاہد رحمۃ اللہ علیہ سے اسی کی مثل تخریج کی ہے اور نقل کیا ہے ابن ابی حاتم نے ابوعالیہ سے کہ انہوں نے اسی طرح فرمایا پس کہا گیا کہ نبی نے موسیٰ علیہ السلام سے ملاقات کی ہے۔ انہوں نے فرمایا ہاں کیا تو نہیں دیکھتا اللہ تعالیٰ کا قول واسئل من ارسلنا... الخ کی طرف اور مراد لیا انہوں نے اس سے معراج کی رات آپ کی موسیٰ علیہ السلام سے ملاقات کو جیسا کہ ذکر کیا گیا ہے صحیحین اور ان کے غیر میں اور روایت کیا گیا ہے اسی کی مثل قتادہ اور سلف کی ایک جماعت سے۔

اور امام ابن کثیر رحمۃ اللہ علیہ حضرت ابن عباس والی اسی روایت کو اسی آیت کے تحت نقل فرماتے ہیں اور آگے فرماتے ہیں کہ: "انه قد رای موسیٰ ولقی موسیٰ لیلة اسری به" (تفسیر ابن کثیر ج ۵ ص ۴۱۶)

(ترجمہ) آپ ﷺ نے موسیٰ علیہ السلام کو دیکھا اور معراج کی رات موسیٰ سے ملاقات فرمائی۔

امام بغوی اسی آیت کے تحت اس حدیث کو نقل فرماتے ہیں: "عن انس قال قال رسول اللہ ﷺ لما اسری بی الی السماء رأیت موسیٰ یصلی فی قبره" حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ انہوں نے فرمایا کہ فرمایا رسول اللہ ﷺ نے جس رات مجھے آسمان کی سیر کروائی گئی میں نے دیکھا موسیٰ کو وہ نماز پڑھ رہے تھے اپنی قبر میں۔

علامہ تقی الدین سبکی رحمۃ اللہ علیہ کا استدلال

علامہ تقی الدین سبکی رحمۃ اللہ علیہ لکھتے ہیں: "وقال تعالیٰ فلا تکن فی مریة من لقائه وفی صحیح مسلم کان قتادة یفسرها ان نبی اللہ قد لقی موسیٰ" (جزء حیات للسبکی)

(ترجمہ) اور اللہ تعالیٰ نے فرمایا نہ شک میں پڑ موسیٰ علیہ السلام کی ملاقات سے اور صحیح مسلم میں ہے کہ حضرت قتادہ اس آیت کی تفسیر کرتے ہیں کہ نبی علیہ السلام نے موسیٰ علیہ السلام سے ملاقات کی۔

حضرت مولانا شبیر احمد عثمانی فتح الملہم شرح صحیح مسلم میں اسی آیت سے حیات النبی پر استدلال کر رہے ہیں۔ اب ان تفاسیر سے معلوم ہوا کہ آپ ﷺ کی موسیٰ علیہ السلام سے ملاقات ہوئی[1]:

---

[1] قوله تعالیٰ۔ "ولقد آتینا موسی الکتاب فلا تکن فی مریة من لقائه" ای فلا تکن یا محمد فی شک من لقاء موسیٰ، قاله ابن عباس۔ وقد لقیه لیلة الاسراء۔ قتادة۔ المعنی فلا تکن فی شک من انک لقیته لیلة الاسراء۔ والمعنی واحد۔ (الجامع لاحکام القرآن لابی عبد اللہ محمد بن احمد الانصاری القرطبی) قوله تعالیٰ۔ "فلا تکن فی مریة من لقائه" عن ابی العالیة فی قوله۔ "فلا تکن فی مریة من لقائه" قال۔ من لقاء موسیٰ قیل۔ او لقی موسیٰ؟ قال۔ نعم۔ (بقیہ حاشیہ اگلے صفحہ پر)

اور اسی موسیٰ علیہ السلام سے ملاقات ہوئی ہے جس موسیٰ کو تورات ملی اور جس موسیٰ کو تورات ملی وہ جسم مثالی نہیں تھا بلکہ جسم اصلی تھا۔ وجعلناه هدى لبنی اسرائیل اس موسیٰ سے ملاقات ہوئی جو بنی اسرائیل کو ہدایت کا راستہ دکھاتے تھے۔ وہ جسم مثالی کے ساتھ ہدایت کا راستہ نہیں دکھاتے تھے بلکہ جسم اصلی کے ساتھ ہدایت کا راستہ دکھاتے تھے۔

(گزشتہ صفحہ کا حاشیہ) الا تری الی قوله۔ "واسال من ارسلنا من قبلک من رسلنا" عن مجاهد "فلا تكن فی مرية من لقائه" قال۔ من ان تلقى موسى۔ (تفسير القرآن العظيم تاليف الامام الحافظ عبد الرحمن بن محمد ابن ادريس الرازی ابن ابی حاتم المتوفى سنة ۳۲۷ھ) قوله تعالى (ولقد آتينا موسى الكتاب فلا تكن فی مرية من لقائه) فيه خمسة اقاويل۔ احدها۔ فلا تكن يا محمد فی شک من لقاء موسى ولقد لقيته ليلة الاسراء روى ابو العالية الرياحی عن ابن عباس قال۔ قال رسول الله ﷺ "رأيت ليلة اسرى بی موسى بن عمران رجلا آدم طوالا جعدا كانه من رجال شنوءة۔ ورأيت عيسى ابن مريم رجلا مربوع الخلق الى الحمرة والبياض سبط الرأس"۔ قال ابو العالية قد بين الله ذلک فی قوله۔ (واسأل من ارسلنا من قبلک من رسلنا) (النكت والعيون تفسير الماوردی تصنيف ابی الحسن علی بن محمد بن حبيب الماوردی البصری) "فلا تكن فی مرية من لقائه" ای۔ من لقاء موسى علیہ السلام ليلة المعراج، وعده الله تعالىٰ ان يريه موسى علیہ السلام ليلة الاسراء به۔ (الوجيز فی تفسير الكتاب العزيز لابی الحسن بن علی الواحدی المتوفى ۴۶۸ھ) وقيل۔ من لقائک موسى علیہ السلام ليلة الاسراء او يوم القيامة۔ (الكشاف لابی القاسم محمود بن عمر الزمخشری الخوارزمی (۴۶۷-۵۳۸ھ) (فلا تكن فی مرية من لقائه) قيل معناه فلا تكن فی شک من لقاء موسى فانک تراه وتلقاه، وقيل بأنه رآه ليلة المعراج۔ (التفسير الكبير للامام الفخر الرازی) قال ابن عباس وغيره۔ المعنى فلا تكن فی شک من لقاء موسى فانک تراه وتلقاه، روى ابن عباس عن النبی۔ قال۔ رأيت ليلة اسرى بی موسى رجلا آدم طوالا جعدا كانه من رجال شنوئة، رأيت عيسى رجلا مربوعا الى الحمرة والبياض سبط الرأس، ورأيت مالكا خازن النار والدجال فی آيات أراهن الله اياه۔ (اللباب فی علوم الكتاب تاليف الامام المفسر ابی حفص عمر بن علی ابن عادل الدمشقی الحنبلی المتوفى بعد ۸۸۰ هجريه) او من لقاء موسى للكتاب او من لقائک موسى۔ وعنه ﷺ "رأيت ليلة اسرى بی موسى علیہ السلام رجلا آدم طوالا جعدا كانه من رجال شنوئة۔ (تفسير البيضاوی لامام ناصر الدين ابی سعيد عبد الله بن عمر بن محمد الشيرازی البيضاوی) أخرج عبد بن حميد والبخاری ومسلم وابن جرير وابن المنذر وابن أبی حاتم وابن مردويه والبيهقی فی الدلائل من طريق قتادة عن ابی العالية عن ابن عباس قال۔ قال النبی رأيت ليلة أسرى بی موسى بن عمران رجلا طوالا جعدا كأنه من رجال شنوأة، ورأيت عيسى بن مريم علیہ السلام مربوع الخلق الى الحمرة والبياض، سبط الرأس، ورأيت مالكا خازن جهنم والدجال فی آيات أراهن الله اياه قال "فلا تكن فی مرية من لقائه" فكان قتادة يفسرها أن النبی قد لقی موسى "وجعلناه هدى لبنی اسرائيل قال۔ جعل الله موسى هدى لبنی اسرائيل۔ واخرج الطبرانی وابن مردويه والضياء فی المختارة بسند صحيح عن ابن عباس عن النبی "فلا تكن فی مرية من لقائه" من لقاء موسى ربه "وجعلناه هدى لبنی اسرائيل قال۔ جعل موسى هدى لبنی اسرائيل۔ وأخرج ابن أبی حاتم عن أبی العالية فی قوله "فلا تكن فی مرية من لقائه" قال۔ من لقاء موسى قيل۔ او لقی موسى؟ قال۔ نعم۔ ألا ترى الى قوله "واسأل من أرسلنا من قبلک من رسلنا" (الزخرف، الآية ۴۵) وأخرج الفريابی وابن أبی شيبه وابن المنذر وابن أبی حاتم عن مجاهد "فلا تكن فی مرية من لقائه" قال۔ من أن تلقى موسى۔ (الدر المنثور فی التفسير بالمأثور للامام الحافظ جلال الدين السيوطی رحمہ اللہ (ت ۹۱۱ھ) وقد أخرج البخاری ومسلم وغيرهما من حديث ابن عباس قال۔ قال النبی "رأيت ليلة اسرى بی موسى بن عمران رجلا طويلا جعدا كأنه من رجال شنوءة، ورأيت عيسى ابن مريم مربوع الخلق الى الحمرة والبياض سبط الرأس، (بقیہ حاشیہ اگلے صفحہ پر)

صحیح مسلم شریف میں حدیث ہے: ''حدثنا هداب بن خالد و شیبان بن فروخ قالا ثنا حماد بن سلمة عن ثابت البناني و سليمان التيمي عن انس بن مالك ان رسول الله ﷺ قال اتيت و في رواية هداب مررت على موسى ليلة اسري بي عند الكثيب الاحمر و هو قائم يصلي في قبره'' بیان کیا ہمیں ہداب بن خالد اور شیبان بن فروخ نے ان دونوں نے فرمایا بیان کیا ہم سے حماد بن سلمۃ نے ثابت البنانی سے اور سلیمان التیمی سے انہوں نے حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا میں آیا اور ہداب کی روایت میں ہے میں گزرا موسیٰ پر جس رات مجھے معراج کرائی گئی سرخ ٹیلے کے پاس سے اور وہ اپنی قبر میں کھڑے نماز پڑھ رہے تھے۔

(گزشتہ صفحہ کا حاشیہ) و رأيت مالكا خازن جهنم والدجال في آيات اراهن الله اياه۔ قال۔ (فلا تكن في مرية من لقائه) فكان قتادة يفسرها ان النبي قد لقي موسى (وجعلناه هدى لبني اسرائيل) قال۔ جعل الله موسى هدى لبني اسرائيل، و أخرج الطبراني وابن مردويه والضياء في المختارة بسند قال السيوطي، صحيح عن ابن عباس عن النبي (فلا تكن في مرية من لقائه) قال من لقاء موسى۔ قيل او لقي موسى؟ قال۔ نعم۔ الا ترى الى قوله۔ واسأل من ارسلنا من قبلك من رسلنا۔ (فتح القدير تاليف محمد بن علي بن محمد الشوكاني المتوفى ١٢٥٠ هج) وقوله۔ (فلا تكن في مرية من لقائه) اى۔ في شك في لقائه، وفي معناه اقاويل احدها۔ ما روى ابو صالح عن ابن عباس ان معناه۔ فلا تكن في شك من لقائك موسى، وقد كان لقيه ليلة الاسراء۔ وفي الخبر ان النبي قال۔ رأيت موسى آدم طوالا جعد الشعر كانه من رجال شنوءة، ورأيت عيسى رجلا ربعة الى الحمرة سبط الشعر ... والخبر طويل۔ والقول الثاني۔ فلا تكن في مرية من لقائه اى۔ من لقاء موسى الكتاب، ولقاء موسى الكتاب۔ تلقيه بالقبول۔ (تفسير القرآن للامام العلامة شيخ الاسلام حجة اهل السنة والجماعة ابى المظفر السمعاني منصور بن محمد بن عبدالجبار التميمي المروزي الشافعي السلفي) لا تك في شك من انك تلقى موسى، اى۔ في ليلة الاسراء، وهذا قول جماعة من السلف۔ (المحرر الوجيز في تفسير الكتاب العزيز لابى محمد عبدالحق بن عطيه الاندلسي) قال المفسرون وعد رسول الله ﷺ أنه سيلقى موسى قبل ان يموت ثم لقيه في السماء او في بيت المقدس حين اسري به، وهذا قول مجاهد والكلبي والسدى۔ وقد اخرج البخاري، ومسلم، وغيرهما من حديث ابن عباس قال قال النبي رأيت ليلة اسري بي موسى بن عمران رجلا طويلا جعدا كأنه من رجال شنوءة، ورأيت عيسى بن مريم مربوع الخلق الى الحمرة والبياض، سبط الرأس، ورأيت مالكا خازن جهنم، والدجال في آيات اراهن الله اياه، قال (فلا تكن في مرية من لقائه)، فكان قتادة يفسرها أن النبي قد لقي موسى۔ واخرج الطبراني، وابن مردويه والضياء في المختارة بسند۔ قال السيوطي صحيح۔ عن ابن عباس عن النبي، فلا تكن في مرية من لقائه قال۔ من لقاء موسى، قيل او لقي موسى؟ قال نعم الا ترى الى قوله واسأل من ارسلنا من قبلك من رسلنا؟ وروى البخاري عن أنس أن النبي قال أتيت على موسى ليلة المعراج عند الكثيب الاحمر، وهو قائم يصلي في قبره۔ وصح في حديث المعراج ايضا انه راه في السماء السادسة، فلعل رؤيته كانت في قبره قبل صعوده الى السماء، ثم صعد اليها فوجده هناك قد سبقه لما يريده الله، وهذا وجه الجمع بين هذين الحديثين، على ما ذكره الخازن۔ (فتح البيان في مقاصد القرآن تاليف صديق بن حسن بن علي الحسين القنوجي البخاري) اى من لقائك موسى ليلة الاسراء وفي القرطبي أي فلا تكن يا محمد في شك من لقاء موسى قاله ابن عباس ولقد لقيه ليلة الاسراء۔ (الفتوحات الالهية سليمان بن عمر العجلي الشافعي الشهير بالجمل المتوفى سنة ١٢٠٤) "ولقد آتينا موسى الكتاب" يعني التوراة "فلا تكن في مرية من لقائه" قال المفسرون۔ وعد محمد انه سيلقى موسى قبل ان يموت ثم لقيه في السماء او في بيت المقدس حين اسري به وهذا قول مجاهد والكلبي والسدى۔ (بقیہ حاشیہ اگلے صفحہ پر)

یہ روایت (مسلم شریف ص ۲۶۸ ج ۲، نسائی ص ۲۴۲ ج ۱ اور علامہ شبیر احمد عثانی فتح الملہم ص ۳۲۶ ج ۱) یہ حدیث نسائی شریف میں ۷ سندوں سے مروی ہے۔

چنانچہ وہ اسناد یہ ہیں:

(۱) "اخبرنا محمد بن علی بن حرب قال حدثنا معاذ بن خالد قال اخبرنا حماد بن سلمة عن سلیمان التیمی عن ثابت عن انس بن مالک رضی اللہ عنہ"

(۲) "اخبرنا العباس بن محمد قال حدثنا یونس بن محمد قال حدثنا حماد ابن سلمة عن سلیمان التیمی و ثابت عن انس رضی اللہ عنہ ---

(۳) "اخبرنا احمد بن سعید قال حدثنا حبان قال حدثنا حماد ابن سلمة قال اخبرنا ثابت و سلیمان التیمی عن انس رضی اللہ عنہ ---

(۴) "اخبرنا علی بن خشرم قال حدثنی عیسیٰ عن سلیمان التیمی عن انس بن مالک رضی اللہ عنہ ---

(۵) "اخبرنا محمد بن عبد الاعلیٰ قال حدثنا معتمر عن ابیہ عن انس رضی اللہ عنہ ---

(۶) "اخبرنا یحیٰ بن حبیب بن عربی و اسمعیل بن مسعود قالا حدثنا معتمر قال سمعت ابی قال سمعت انس رضی اللہ عنہ ---

(گزشتہ صفحہ کا حاشیہ) (الوسیط فی تفسیر القرآن المجید تالیف ابی الحسن علی بن احمد الواحدی النیسابوری (المتوفی ۴۶۸ھ) والظاهر ان الضمیر عائد علی موسی مضافا الیہ علی طریق المفعول لفاعل محذوف ضمیر الرسول ای من لقائک موسی ای فی لیلة الاسراء ای شاهدته حقیقة وهو الذی اوتی التوراة وقد وصفه الرسول فقال آدم طوال جعد کأنه من رجال شنوئة حین رآه لیلة الاسراء۔ قاله ابو العالیة و قتادة و جماعة من السلف۔ (تفسیر البحر المحیط ص ۲۰۵) "ولقد آتینا موسی الکتاب فلا تکن فی مریة من لقائه و جعلنه هدی لبنی اسرائیل . . . یقول تعالیٰ مخبراً عن عبده و رسوله موسی علیہ السلام انه آتاه الکتاب و هو التوراة و قوله تعالیٰ "فلا تکن فی مریة من لقائه" قال قتادة یعنی به لیلة الاسراء، ثم روی عن ابی العالیة الریاحی قال، حدثنی ابن عم نبیکم یعنی ابن عباس قال قال رسول اللہ ﷺ "أریت لیلة اسری بی موسی بن عمران رجلا آدم طوالاً جعداً کانه من رجال شنوءة، و رأیت عیسیٰ رجلاً مربوع الخلق الی الحمرة و البیاض، سبط الرأس و رأیت مالکاً خازن النار و الدجال فی آیات اراهن اللہ ایاه "فلا تکن فی مریة من لقائه" انه قد رأی موسیٰ و لقی موسیٰ لیلة اسری به۔ (تفسیر ابن کثیر ج ۳ ص ۴۶۱) قال فی روایة الکلبی، فلا تکن فی مریة من لقاء موسیٰ علیہ السلام فلقیه لیلة اسری به فی بیت المقدس یعنی لقی النبی موسی هناک و یقال، لقیه فی السماء و ذکر الخبر المعروف أنه فرض علی النبی خمسون صلاة فقال له موسی علیہ السلام ارجع الی ربک فسأله الخفیف لامتک فلم یزل یرجع حتی حط اللہ عز و جل الی الخمس۔ (تفسیر سمرقندی ص ۳۲ ج ۳) والثانی۔ من لقاء موسی لیلة الاسراء، قاله ابو العالیة، و مجاهد، و قتادة، و ابن السائب۔ (زاد المسیر ص ۳۴۳ ج ۳) قوله (او من لقائک موسی و عنه علیہ السلام رأیت لیلة اسری بی موسیٰ رجلاً آدم طوالاً جعداً کانه من رجال شنؤة) او من لقائک موسیٰ فالضمیر لموسیٰ علیہ السلام و الفاعل محذوف ایضاً و عنه علیہ السلام تائید للمعنی الاخیر و ان المراد القاء فی الدنیا بالجسد علی ما هو الصحیح لا بالروح فقط و التخصیص مع انه علیہ السلام رأی لیلة الاسراء کثیر من الانبیاء لانه علیہ السلام راجع موسیٰ علیہ السلام فی تلک اللیلة فی شان الصلوٰات حیث فرضت اولا خمسین ثم لاقی موسی فقال له علیہ السلام ارجع الی ربک فاطلب التخفیف فراجع۔ (حاشیہ قنوی ص ۱۰۴ ج ۵)

(۷) "اخبرنا قتیبہ قال حدثنا ابن ابی عدی عن سلیمان عن انس رضی اللہ عنہ" ۔۔۔۔۔
(نسائی شریف ص ۲۴۳، ۲۴۲، ۲۴۲)

اور مسند احمد میں اس کی سند یوں ہے:

(۱) "حدثنا عبداللہ حدثنی ابی حدثنا حسن حدثنا حماد، اخبرنا سلیمان التیمی و ثابت عن انس ابن مالک رضی اللہ عنہ" (مسند احمد ص ۱۸۲)

(۲) "حدثنا عبداللہ حدثنی ابی ثناء وکیع ثنا سفیان عن سلیمان التیمی عن انس بن مالک رضی اللہ عنہ" (مسند احمد ص ۱۴۸)

یہ بات یاد رکھنی چاہئے کہ محدثین کے نزدیک ہر سند مستقل حدیث شمار ہوتی ہے اور علامہ سبکی رحمۃ اللہ علیہ نے اس حدیث کو جزء حیات انبیاء میں نقل کیا ہے اور اس سے استدلال کیا ہے، لکھتے ہیں: "وقال البیھقی فی دلائل النبوۃ وفی الحدیث الصحیح عن سلیمان التیمی و ثابت البنانی عن انس بن مالک ان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم قال اتیت علی موسیٰ لیلۃ اسری بی عند الکثیب الاحمر وھو قائم یصلی فی قبرہ" (جزء حیات انبیاء ص ۳۰)

علامہ سیوطی رحمۃ اللہ علیہ کا استدلال

علامہ سیوطی رحمۃ اللہ علیہ اپنے رسالہ "انباء الاذکیاء فی حیات الانبیاء علیہم السلام" میں لکھتے ہیں: "فمن الاخبار الدالۃ علی ذلک ما اخرجہ مسلم عن انس رضی اللہ عنہ ان النبی لیلۃ اسری بہ مر بموسیٰ علیہ السلام وھو یصلی فی قبرہ و اخرج ابو نعیم فی الحلیۃ عن ابن عباس ان النبی مر بقبر موسیٰ علیہ السلام وھو قائم یصلی فی قبرہ" فرماتے ہیں وہ احادیث جو اس مسئلہ (حیات انبیاء) پر دلالت کرتی ہیں ان میں سے وہ روایت ہے جس کو امام مسلم نے نقل کیا ہے حضرت انس رضی اللہ عنہ سے کہ نبی اقدس معراج کی رات موسیٰ علیہ السلام کے پاس سے گزرے تو وہ اپنی قبر میں نماز پڑھ رہے تھے اور ابو نعیم نے حلیۃ الاولیاء میں حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت نقل کی ہے کہ نبی اقدس موسیٰ علیہ السلام کی قبر کے پاس سے گزرے اور وہ کھڑے نماز پڑھ رہے تھے۔" (ص ۴۵-۴۶)

اب یہاں اس حدیث مبارکہ میں رسول اقدس فرمارہے ہیں کہ میں موسیٰ علیہ السلام کی قبر کے پاس سے گزرا اور آپ نے یہ بھی بتادیا کہ موسیٰ علیہ السلام کی یہ قبر سرخ ٹیلے کے پاس ہے۔

چنانچہ (بخاری شریف میں ص ۱۷۸) پر موجود ہے: "قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فلو کنت ثم لاریتکم قبرہ الی جانب الطریق عند الکثیب الاحمر" فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اگر میں ہوتا وہاں البتہ تم کو دکھاتا موسیٰ علیہ السلام کی قبر راستے کے ایک جانب سرخ ٹیلے کے پاس۔

اگر یہ کہتے ہیں کہ قبر علیین یا سجین میں ہوتی ہے تو میں ان سے پوچھتا ہوں کہ کیا ریت کے ٹیلے علیین سجین میں ہوتے ہیں؟ کیا علیین سجین قبل کا علاقہ ہے۔ یقیناً ریت کے ٹیلے اسی زمین پر ہوتے ہیں۔

تو معلوم ہوا کہ موسیٰ علیہ السلام کی قبر اسی زمین پر ہے اور اسی طرح یہ بھی ہے کہ یہ قبر بیت المقدس کے پاس ہے، تو کیا بیت المقدس علیین سجین میں ہے یا اسی زمین پر؟ یقیناً اسی زمین پر ہے تو جب قبر بیت المقدس کے پاس ہوئی تو قبر بھی اسی زمین پر ہوئی تو اب موسیٰ علیہ السلام کا جسد اطہر جو اس قبر میں ہے وہ اصلی جسد اطہر ہے نہ کہ خواب و خیال والا

تو جب آپ نے موسیٰ کو اس قبر میں نماز پڑھتے دیکھا تو معلوم ہوا کہ اصلی جسد اطہر کے ساتھ نماز پڑھ رہے تھے اور یہ حیات کی دلیل ہے۔

مرزا قادیانی کا اعتراض: مرزا قادیانی اعتراض کرتا ہے کہ: ''آنحضرت ﷺ نے اگر بیت المقدس میں تمام انبیاء علیہم السلام کو نماز پڑھائی اور موسیٰ علیہ السلام بھی مقتدیوں میں موجود تھے تو پھر جب آپ ﷺ آسمان پر گئے اور موسیٰ علیہ السلام سے ملاقات ہوئی تو پہچانا کیوں نہیں بلکہ جبرئیل نے تعارف کرایا کہ یہ موسیٰ علیہ السلام ہیں۔''

جواب: آپ مجھے خیر المدارس میں ملے میں نے پوچھا آپ کون ہیں؟ آپ کہیں کہ ابھی میں نے آپ کے پیچھے نماز پڑھی ہے۔ اب کیا میرے اس نہ پہچاننے سے یہ سمجھ لیا جائے گا کہ میں نے نماز نہیں پڑھائی یا آپ نے نہیں پڑھی۔ یقیناً اس نہ پہچاننے سے نماز پڑھنے کی نفی نہیں ہوگی۔

اعتراض: جب آنحضرت ﷺ نے موسیٰ علیہ السلام کو قبر میں نماز پڑھتے دیکھا تو پھر آسمان پر کیوں نہیں پہچانا۔

جواب: مثال کے طور پر میں نے قاری عبدالواحد کو دیکھا کہ وہ مسجد میں نماز پڑھ رہے ہیں، لیکن یہ ضروری نہیں کہ ان کا چہرہ بھی اچھی طرح دیکھ لیا ہو۔ اس کے بعد پھر ملاقات ہوئی کسی نے بتایا یہ عبدالواحد صاحب ہیں۔ اب اس بتانے سے پہلی بات کی نفی نہیں ہوئی کہ میں نے عبدالواحد کو نماز پڑھتے دیکھا ہی نہیں۔ اب یہ لوگ اس طرح کی باتوں اور عقلی ڈھکوسلوں اور شیطانی وسوسوں سے نبی اقدس کی ان احادیث مقدسہ جو تواتر کے درجے کو پہنچی ہوئی ہیں ان کا انکار کرتے ہیں۔

سوال: آنحضرت ﷺ کی بیت المقدس میں جو حضرت موسیٰ علیہ السلام سے ملاقات ہوئی وہ روحانی تھی یا جسمانی؟

جواب: اس بارے میں قرآن و حدیث میں کوئی واضح الفاظ نہیں ہیں کہ جن میں روحانیت یا جسمانیت کا ذکر ہو۔ لیکن ''ولقد آتینا موسی الکتاب فلاتکن فی مریۃ من لقاءہ و جعلناہ ھدی لبنی اسرائیل'' تو اب اس آیت میں اسی موسیٰ علیہ السلام سے ملاقات کا ذکر ہے جن کو تورات دی گئی۔ تورات نہ تو فقط روح کو ملی تھی اور نہ ہی جسم مثالی کو ملی تھی۔ بلکہ اس روح اور جسم کے مجموعہ کو ملی تھی وہ موسیٰ علیہ السلام جو بنی اسرائیل کے لئے ہدایت تھے اور ہدایت کا راستہ جسم مثالی یا فقط روح نہیں دکھاتی تھی بلکہ روح اور جسم کا مجموعہ ہدایت کا راستہ دکھاتا تھا تو اسی موسیٰ علیہ السلام سے ملاقات کا ذکر ہے جن کو تورات دی گئی اور جو بنی اسرائیل کے لئے ہدایت تھے۔ نیز جسم مثالی سے ملنا تو ملاقات ہے ہی نہیں۔

مثلاً آپ مولانا فضل الرحمن کو ٹی وی پر دیکھتے ہیں مگر کبھی یہ نہیں کہتے کہ میں نے ان سے ملاقات کی ہے۔ حالانکہ مثال تو وہاں بھی ہوتی ہے۔ لیکن اگر آپ ایک دفعہ ہاتھ ہی ملا لیں تو آپ ہر ایک کو بتاتے پھریں گے کہ میں نے مولانا فضل الرحمن سے ملاقات کی ہے۔ پس اس سے معلوم ہوا کہ لقاء کا ذکر اسی جسمانی ملاقات کے لئے آتا ہے۔

سوال: موسیٰ علیہ السلام بیت المقدس سے آسمان پر کیسے پہنچ گئے۔

جواب: وہ رات معجزہ کی رات ہے۔ جب حضرت اقدس کو فوری طور پر یہاں سے آسمان پر پہنچا دیا گیا تو ان کو بھی پہنچا دینا کوئی مشکل نہیں ہے۔

سوال: قبر میں اور آسمان پر جو ملاقات ہوئی وہ تو جسمانی ملاقات ہے اور جو بیت المقدس میں ہے اس میں مختلف اقوال ہیں۔

جواب: اس میں اگرچہ دو قول ہیں۔

(۱)......اجساد اصلی تھے۔ (۲)......اجساد مثالی تھے۔

لیکن یہ دوسرا قول ہماری شریعت پر فٹ نہیں ہو سکتا۔ کیونکہ فوٹو کا پیاں پیچھے کھڑی ہوں تو کوئی ان کو جماعت نہیں کرا سکتا۔ دس ٹیلی ویژن پیچھے رکھے ہوں اور ان میں کچھ شکلیں آ رہی ہوں کہ آیا ان کو جماعت کرا سکتے ہیں؟ جو لوگ کہتے ہیں کہ وہ اجساد مثالی تھے ہم ان کو کہتے ہیں آپ بھی اپنے پیچھے فوٹو کا پیاں رکھ کر جماعت کرا لیا کریں تا کہ معراج کی رات جو جماعت کرائی گئی اس کی نقل ہو جائے۔

اس حدیث کے راوی ثابت البنانی کا اعتقاد

اس حدیث کے راوی ثابت البنانی نے حضرت انس رضی اللہ عنہ سے جب یہ حدیث سنی اسی دن سے دعا کرتے تھے یا اللہ اگر اپنی مخلوق میں سے کسی اور کو قبر میں نماز کی اجازت مل سکتی ہو تو مجھے مل جائے۔ حمید الطویل کہتے ہیں ہم نے انہیں لحد میں اتارا جب اینٹیں برابر کر رہے تھے اچانک ایک اینٹ گر گئی فاذا رأیتہ یصلی فی قبرہ وہ اپنی قبر میں نماز پڑھ رہے تھے۔ میں نے ساتھی کو کہا کیا تم نے نہیں دیکھا؟ اس نے کہا خاموش رہو۔ پھر ہم اس کی صاحبزادی کے پاس گئے اس نے ان کی دعا کا تذکرہ فرمایا۔ (حلیۃ الاولیاء ص ۳۱۹ ج ۲)

حضرت ثابت البنانی نے ۱۲۰ھ کے بعد وصال فرمایا جو کبار تابعین کا دور ہے اور ان کی دعا بھی بیٹی سنتی رہی اور لوگوں نے بھی سنی لیکن کسی نے انکار نہیں کیا۔ معلوم ہوا کہ لوگ اس بات کے قائل تھے کہ انبیاء علیہم السلام اپنی قبروں میں نماز پڑھتے ہیں۔

آیت سادسہ سے حیات انبیاء علیہم السلام پر استدلال

''قال تعالیٰ وسلم علیہ یوم ولد ویوم یموت ویوم یبعث حیا''

یہ آیت مبارکہ حضرت یحییٰ علیہ السلام کے بارے میں ہے جو شہید ہیں۔ مفسرین کا اس بات پر اتفاق ہے یوم سے مراد پورا زمانہ ہے۔ ایک یہ زندگی برزخ والی زندگی اور ایک آخرت والی۔ اس لئے فرمایا وسلم علیہ یوم ولد ویوم یموت ویوم یبعث حیا۔ اب اس آیت مبارکہ سے اس زندگی کی سلامتی اور برزخ کی سلامتی اور آخرت کے دن کی سلامتی معلوم ہو رہی ہے۔

اب جو سلامتی اس زندگی میں ہے یہ فقط روح کی سلامتی نہیں بلکہ جسم اور روح دونوں کی سلامتی ہے اور آخرت کی جو سلامتی ہے وہ بھی جسم اور روح دونوں کی سلامتی ہوگی۔ اسی طرح قبر میں جو سلامتی ہوگی وہ بھی جسم اور روح دونوں کی سلامتی ہوگی اسی لئے نسائی شریف میں حدیث مبارکہ ہے: عن عبداللہ قال قال رسول اللہ ﷺ ان للہ ملائکۃ سیاحین فی الارض یبلغونی من امتی السلام'' (نسائی ج ۱ ص ۱۸۹)

بے شک اللہ تعالیٰ کے لئے فرشتے ہیں جو زمین میں پھرتے ہیں اور میری امت کا سلام مجھے پہنچاتے ہیں۔

اب اس حدیث میں فی الارض کا لفظ ہے یعنی وہ سلام لیتے بھی زمین سے ہیں اور پہنچاتے بھی زمین میں ہی ہیں یہ نہیں فرمایا کہ وہ سیاحین من الارض الی العرش ہیں یا من الارض الی علیین ہیں یہ نہیں فرمایا تو آیت مبارکہ میں بھی ہے یوم یموت یعنی اس قبر کے زمانے میں بھی سلام پہنچے گا۔

چنانچہ احادیث مبارکہ میں آتا ہے کہ انبیاء علیہم السلام کو اب بھی سلام پہنچتا ہے اور آپ کے روضہ مبارک پر بھی ساری دنیا صلوٰۃ وسلام عرض کرتی ہے۔ دوسری حدیث نسائی شریف میں ہے: ''عن اوس بن اوس عن النبی قال ان من افضل ایامکم یوم الجمعة فیه خلق آدم وفیه قبض وفیه النفخة وفیه الصعقة فاکثروا علیّ من الصلاة فان صلوٰتکم معروضة علیّ قالوا یا رسول الله ﷺ کیف تعرض صلاتنا علیک وقد ارمت ای یقولون قد بلیت قال ان الله عزوجل قد حرم علی الارض ان تاکل اجساد الانبیاء'' (سنن نسائی ج۱ ص ۲۰۳)

(ترجمہ) اوس بن اوس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے وہ نبی ﷺ سے روایت کرتے ہیں کہ فرمایا آپ نے بے شک تمہارے ایام میں سے سب سے افضل دن جمعہ کا دن ہے اسی میں آدم علیہ السلام پیدا کئے گئے اور اسی میں ان کی وفات ہوئی اور اسی میں نفخہ ثانیہ ہے اور اسی میں صعقہ ہے اور زیادہ بھیجو مجھ پر درود اس لئے تمہارا درود مجھ پر پیش کیا جاتا ہے تو صحابہ نے عرض کیا یا رسول اللہ ہمارا درود کیسے آپ پر پیش کیا جائے گا۔ حالانکہ آپ بوسیدہ ہو چکے ہوں گے تو آپ نے فرمایا کے بے شک اللہ تعالیٰ نے زمین پر حرام کر دیا ہے کہ وہ انبیاء علیہم السلام کے اجسام کو کھائے۔

یہ حدیث مبارکہ (ابوداؤد ج۱ ص ۱۵۰) میں اس سند سے مروی ہے: ''حدثنا هارون بن عبدالله نا حسین بن علی عن عبدالرحمن بن یزید بن جابر عن ابی اشعث الصنعانی عن اوس بن اوس . . . الخ۔

اور یہی حدیث (ابن ماجہ میں باب فی فضل الجمعۃ میں ص ۷۶) پر اس سند سے مروی ہے: ''حدثنا ابو بکر بن ابی شیبه حدثنا الحسین بن علی عن عبدالرحمن بن یزید بن جابر عن ابی اشعث الصنعانی عن اوس بن اوس''

اور (سنن دارمی ص ۳۰۷) میں یہی حدیث باب فی فضل الجمعۃ میں اس سند سے مروی ہے: ''اخبرنا عثمان بن محمد ثنا الحسین بن علی عن عبدالرحمن بن یزید بن جابر عن ابی الاشعث الصنعانی عن اوس بن اوس . . . الخ''

اور (مصنف ابن ابی شیبہ باب فی ثواب الصلوٰۃ علی النبی ص۵۱۶ ج ۲) پر یہی حدیث اس سند سے مروی ہے: ''حدثنا حسین بن علی عن عبدالرحمن بن جابر عن ابی الاشعث الصنعانی عن اوس بن اوس''

اور (مستدرک حاکم میں کتاب الجمعۃ میں ص ۴۱۳ ج۱) پر یہی حدیث اس سند سے مروی ہے: ''حدثنا ابو العباس محمد بن یعقوب حدثنا ابو جعفر احمد بن عبدالحمید الحارثی ثنا الحسین بن علی الجعفی ثنا عبدالرحمن بن یزید بن جابر عن ابی الاشعث الصنعانی عن اوس بن اوس الثقفی . . . الخ''

اور امام حاکم اس حدیث کو نقل کرنے کے بعد فرماتے ہیں کہ: ''هذا حدیث صحیح علی شرط البخاری ولم یخرجاه'' یہ حدیث صحیح ہے بخاری کی شرط پر ہے اور شیخین نے اس کی تخریج نہیں کی۔

علامہ عینی (عمدۃ القاری ص۶۹ ج۶) پر فرماتے ہیں: ''صح عنه ان الارض لا تأکل اجساد الانبیاء علیہم السلام'' آنحضرت ﷺ سے صحیح طور پر یہ ثابت ہو چکا ہے کہ آپ ﷺ نے فرمایا کہ بے شک زمین انبیاء علیہم السلام کے اجسام کو نہیں کھاتی۔

اسی طرح علامہ انور شاہ کشمیری رحمہ اللہ (خزائن الاسرار ص۱۹) پر لکھتے ہیں: ''فانه صح عنه انه قال ان الله عزوجل حرم علی الارض ان تاکل اجساد الانبیاء'' کہ بے شک آنحضرت ﷺ سے صحت کے ساتھ ثابت ہے کہ آپ ﷺ نے فرمایا کہ اللہ نے زمین پر حرام کر دیا ہے کہ وہ انبیاء علیہم السلام کے اجساد کو کھائے۔

اسی طرح علامہ سخاوی رحمہ اللہ (القول البدیع فی الصلوٰۃ علی الحبیب الشفیع ص ۱۵۷) پر اس حدیث کو نقل کرنے کے بعد فرماتے ہیں: ”و کذا صححہ النووی فی الاذکار وقال الحافظ عبدالغنی انہ حسن صحیح وقال المنذری انہ حسن وقال ابن دحیۃ انہ صحیح“ کہ اسی طرح صحیح قرار دیا ہے اس حدیث کو نووی نے الاذکار میں اور حافظ عبدالغنی نے فرمایا کہ بے شک یہ حدیث حسن صحیح ہے اور منذری نے فرمایا: ”یہ حدیث حسن ہے اور ابن دحیہ نے فرمایا کہ یہ حدیث صحیح ہے۔“

علامہ ابن حجر عسقلانی اس حدیث کو صحیح فرماتے ہیں۔ (فتح الباری ص ۵۸ پ ۲۶)

اور شیخ عبدالحق محدث دہلوی (مدارج النبوۃ ص ۹۲۰ ج ۲) پر فرماتے ہیں کہ: ”در حدیث صحیح آمدہ است کہ بسیار گوید در روز جمعہ درود بر من زیرا کہ صلوٰۃ شما معروض مے گردد بر من۔ ایں جا معلوم میشود کہ حیات انبیاء حیات جسمی و دنیاوی است نہ بمجرد بقائے ارواح۔“

(ترجمہ) حدیث میں صحیح طور پر آیا ہے کہ جمعہ کے دن مجھ پر کثرت سے درود پڑھا کرو اس لئے کہ تمہارا درود مجھ پر پیش کیا جاتا ہے اس جگہ معلوم ہوا کہ انبیاء علیہم السلام کی حیات دنیاوی جسمانی ہے نہ کہ فقط ارواح کے بقاء کے ساتھ۔

اسی طرح (سنن ابن ماجہ ص ۱۱۷) باب ذکر وفاتہ و دفنہ میں حدیث مبارکہ ذکر کی گئی ہے: ”حدثنا عمر بن سواد البصری ثنا عبداللہ بن وهب عن عمرو بن الحارث عن سعید بن ابی هلال عن زید بن ایمن عن عبادۃ بن نسی عن ابی الدرداء قال قال رسول اللہ ﷺ اکثروا الصلوٰۃ علی یوم الجمعۃ فانہ مشهود تشهدہ الملائکۃ و ان احدا لن یصلی علی الا عرضت علی صلوٰتہ حتی یفرغ منها قال قلت و بعد الموت قال و بعد الموت ان اللہ حرم علی الارض ان تأکل اجساد الانبیاء فنبی اللہ حی یرزق“

(ترجمہ) حضرت ابوالدرداء رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں کہ آنحضرت ﷺ نے فرمایا کہ جمعہ کے دن مجھ پر بکثرت درود پڑھا کرو کیونکہ وہ دن حاضری کا ہے اس میں فرشتے حاضر ہوتے ہیں مجھ پر کوئی شخص درود نہیں پڑھتا مگر اس کا درود مجھ پر پیش کیا جاتا ہے۔ حتیٰ کہ وہ اس سے فارغ ہو میں نے عرض کیا کہ وفات کے بعد بھی پیش کیا جائے گا؟ فرمایا کہ ہاں وفات کے بعد بھی پیش کیا جائے گا۔ بے شک اللہ نے زمین پر حرام کر دیا ہے کہ انبیاء علیہم السلام کے اجسام کو کھائے پس اللہ کا نبی زندہ ہے اس کو رزق ملتا ہے۔

صاحب تسکین الصدور امام المحققین محدث اعظم پاکستان حضرت مولانا محمد سرفراز خان صفدر رحمہ اللہ نے اس حدیث کا صحیح ہونا دس محدثین سے نقل کیا ہے۔ علامہ منذری، علامہ عزیزی، علامہ مناوی، علامہ دمیری، علامہ زرقانی، حافظ ابن حجر، علامہ سمہودی، ملا علی قاری، قاضی شوکانی، مولانا شمس الحق عظیم آبادی (رحمہم اللہ)

چنانچہ لکھتے ہیں: حافظ منذری رحمہ اللہ فرماتے ہیں اسنادہ جید کہ اس کی سند جید اور کھری ہے۔

(ترجمان السنۃ ج ۳ ص ۲۹۷)

علامہ عزیزی رحمہ اللہ لکھتے ہیں: ”و رجالہ ثقات کہ اس کے راوی ثقہ ہیں۔ (السراج المنیر ج ۱ ص ۲۹۰)

علامہ مناوی رحمہ اللہ فرماتے ہیں: ”قال الدمیری رجالہ ثقات“ کہ دمیری رحمہ اللہ فرماتے ہیں اس کے راوی ثقہ ہیں۔ (فیض القدیر ج ۲ ص ۸۷)

اور علامہ زرقانی فرماتے ہیں: ''رواہ ابن ماجہ برجال ثقات'' (زرقانی شرح مواہب ج ۵ ص ۳۳۶)

حافظ ابن حجر رحمۃ اللہ علیہ لکھتے ہیں کہ: ''قلت رجالہ ثقات'' (تہذیب التہذیب ج ۳ ص ۳۹۸)

(ترجمہ) میں کہتا ہوں کہ اس کے راوی ثقہ ہیں۔

اور علامہ سمہودی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ: ''رواہ ابن ماجۃ باسناد جید'' (خلاصۃ الوفاء ص ۴۸)

(ترجمہ) امام ابن ماجہ رحمۃ اللہ علیہ نے اس کو جید سند سے روایت کیا ہے۔

اور حضرت ملا علی القاری رحمۃ اللہ علیہ ارشاد فرماتے ہیں کہ: ''باسناد جید نقلہ میرک عن المنذری رحمۃ اللہ علیہ ولہ طرق کثیرۃ'' (مرقات ج ۲ ص ۱۱۲)

(ترجمہ) اس کی سند جید ہے، محدث میرک رحمۃ اللہ علیہ نے امام منذری رحمۃ اللہ علیہ سے اس کو نقل کیا ہے اور اس کے طرق بہت ہیں۔

قاضی شوکانی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ: ''وقد اخرج ابن ماجۃ باسناد جید'' (نیل الاوطار ج ۳ ص ۲۶)

(ترجمہ) امام ابن ماجہ نے جید سند کے ساتھ اس کی تخریج کی ہے۔

مولانا شمس الحق عظیم آبادی رحمۃ اللہ علیہ لکھتے ہیں کہ: ''باسناد جید'' اس کی سند جید اور کھری ہے۔ (عون المعبود ج ۱ ص ۴۰۵)

ان تمام حوالوں سے یہ بات واضح ہوگئی ہے کہ اس روایت کے سب راوی ثقہ ہیں اور اس کی سند جید اور کھری ہے اور محدثین کرام رحمہم اللہ کا جم غفیر جید کہہ کر اس حدیث کی تصحیح کرتا ہے۔

حدیث اوس بن اوس رضی اللہ عنہ کے رواۃ ماہرین اسماء الرجال کی نظر میں

۱...... حسین بن علی (ع) ثقۃ عابد (تقریب ص ۷۴)

۲...... عبدالرحمن بن یزید بن جابر (ع) ثقۃ'' (تقریب ص ۲۱۱)

۳...... ابو الاشعث صنعانی (نجم) ثقۃ'' (اسمہ شراحیل بن آدہ) (تقریب ص ۱۴۴)

۴...... اوس بن اوس۔ صحابی رضی اللہ عنہ'' (تقریب ص ۳۹)

مصنف عبدالرزاق کے رواۃ اسماء الرجال کی نظر میں

۱...... عبدالرزاق (ع) ثقۃ حافظ مصنف شہیر عمی فی آخر عمرہ متغیر و کان یتشیع'' (تقریب ص ۲۱۳)

۲...... سفیان ثوری (ع) ثقۃ فقیہ حافظ عابد امام حجۃ'' (تقریب ص ۱۲۸)

۳...... عبداللہ بن السائب (نجم س) وثقہ النسائی'' (تقریب ص ۱۷۴)

۴...... زاذان صدوق یرسل وفیہ شیعیۃ'' (تقریب ص ۱۰۵)

۵...... عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ (ع) صحابی (تقریب ص ۱۸۹)

نوٹ: اصطلاح شیعہ کے بارے میں آگے حاشیہ میں حدیث ان اللہ ملائکۃ سیاحین کے تحت آرہا ہے وہاں ملاحظہ کریں۔

حدیث ابوالدرداء رضی اللہ عنہ کے رواۃ ماہرین اسماء الرجال کی نظر میں

۱...... عمرو بن سواد المصری (م دس ق) ثقة (تقریب ص ۲۶۰)

۲...... عبداللہ بن وهب (ع) الفقیہ ثقة حافظ عابد'' (تقریب ص ۱۹۳)

۳...... عمرو بن الحارث (ع) ثقة فقیہ حافظ (تقریب ص ۲۵۸)

۴...... سعید بن ابی هلال (ع) صدوق اختلط'' (تقریب ص ۱۲۶)

۵...... زید بن ایمن (ق) مقبول'' (تقریب ص ۱۱۲)

۶...... عبادة بن نسی (صحاح اربعہ) ثقة فاضل'' (تقریب ص ۱۶۵)

۷...... حضرت ابو الدرداء صحابی جلیل (تقریب ص ۲۶۷)

ملا علی قاری رحمہ اللہ اسی حدیث کے تحت مرقات شرح مشکوٰۃ میں فرماتے ہیں: ''امے من ان تاکلھا فان الانبیاء فی قبورھم احیاء'' اللہ نے انبیاء کے اجسام کو زمین پر حرام کر دیا ہے اس سے کہ وہ اس کو کھائے اس لئے کہ بے شک انبیاء علیہم السلام اپنی قبروں میں زندہ ہیں۔

اور پھر فرماتے ہیں: ''ویؤیدہ ماسیرد فی الحدیث الثالث من الفصل الثالث فنبی اللہ حی یرزق'' اسی کی تائید کرتا ہے وہ مضمون جو فصل ثالث کی حدیث ثالث میں عنقریب آئے گا کہ اللہ کا نبی زندہ ہے رزق دیا جاتا ہے۔

پھر اسی حدیث کے تحت فرماتے ہیں: ''فمحصل الجواب ان الانبیاء احیاء فی قبورھم فیمکن لھم سماع صلوٰۃ من صلیٰ علیھم'' پس حاصل جواب کا یہ ہے کہ انبیاء علیہم السلام اپنی قبروں میں زندہ ہیں اور جو ان پر صلوٰۃ وسلام پڑھے ان کا سلام سننے کی قدرت رکھتے ہیں۔

آگے فرماتے ہیں: ''ذکرھا السیوطی فی کتاب شرح الصدور فی احوال القبور بالاخبار الصحیحة والآثار الصریحة قال ابن حجر افادہ من ثبوت حیاة الانبیاء حیاة بھا یعبدون ویصلون فی قبورھم مع استغنائھم عن الطعام والشراب کالملائکة امر لا مریة فیه'' علامہ سیوطی نے کتاب شرح الصدور فی احوال القبور میں صحیح احادیث اور صریح آثار کے ساتھ اس کو ذکر کیا ہے کہا ابن حجر نے اس روایت کا مفاد حیات انبیاء کا ثبوت ہے۔ کہ ان کی ایسی حیات ہے جس کے لئے عبادت کرتے ہیں نمازیں پڑھتے ہیں اپنی قبور میں ساتھ مستغنی ہونے کے کھانے پینے سے۔ جیسے فرشتے۔ یہ ایسا امر ہے جس میں کسی قسم کا شک نہیں۔

اور امام بیہقی نے ایک جزء اسی مسئلے میں تصنیف فرمایا ہے۔

آگے لکھتے ہیں: ''رواہ ابو داؤد والنسائی و ابن ماجه والدارمی قال میرک و رواہ ابن حبان فی صحیحه والحاکم و صححه و زاد ابن حجر بقوله وقال صحیح علی شرط البخاری و رواہ ابن خزیمة فی صحیحه والبیھقی فی الدعوات الکبیر'' روایت کیا اس کو ابو داؤد، نسائی، ابن ماجہ اور دارمی نے اور محدث میرک نے کہا ہے اور روایت کیا ہے اس کو ابن حبان نے اپنی صحیح میں اور حاکم نے بھی اس کو روایت کیا ہے اور صحیح قرار دیا ہے اور زیادتی کی ہے۔ ابن حجر نے حاکم کے قول میں کہ اس نے کہا ہے کہ یہ بخاری کی شرط پر ہے اور روایت کیا اس کو ابن خزیمہ نے اپنی صحیح میں اور بیہقی نے دعوات کبیر میں لکھا ہے۔

آ گے لکھتے ہیں: "قال النووی اسنادہ صحیح بنقل العدل عن العدل" نووی فرماتے ہیں اس کی سند صحیح ہے، عادل راویوں نے عادل راویوں سے نقل کیا ہے۔ (مرقات ص ۲۳۸ ج ۳ مطبوعہ مکتبہ امدادیہ ملتان)

"گفت آنحضرت بدرست یہ کہ خدا حرام گردانیدہ است بر زمین تنہائے پیغمبراں را کنایت است از حیات چنانچہ صریح در فصل ثالث از حدیث ابی درداء بیاید بحیات انبیاء متفق علیہ است و ہیچ کس را دروے خلاف نیست" حیات جسمانی دنیاوی حقیقی نہ حیات معنوی روحانی چنانچہ شہداء راست و دریں حدیث کہ فرمود (ان اللہ حرم علی الارض اجساد الانبیاء) اشارت است بداں اگرچہ دریں باب کہ عرض صلوٰۃ وحصول علم وادراک است حیات روحانی نیز کافیست ولیکن مذہب ہمانست کہ گفتہ شد وتحقیق ایں مسئلہ در تاریخ مدینہ کہ مسمی است بجذب القلوب الی دار المحبوب ذکر کردہ شدہ است از انجا باید جست۔ (اشعۃ اللمعات)

(ترجمہ) آنحضرت ﷺ کا یہ فرمان کہ اللہ تعالیٰ نے زمین پر انبیاء علیہم السلام کے اجسام کو حرام کر دیا ہے درست ہے یہ کنایہ ہے حیات سے چنانچہ اس کی صراحت تیسری فصل میں حدیث ابودرداء میں آئے گی اور حیات انبیاء متفق علیہ ہے کسی کو اس میں اختلاف نہیں حیات جسمانی دنیاوی حقیقی ہے نہ کہ معنوی روحانی چنانچہ شہداء کے لئے ہے اور اس حدیث میں بھی فرمایا: ان اللہ حرم علی الارض اجساد الانبیاء اشارہ ہے اسی چیز کا اگرچہ اس باب میں کہ عرض سلام اور حصول علم اور ادراک کے لئے حیات روحانی بھی کافی ہے لیکن مذہب وہی ہے جو بیان ہو چکا۔ تحقیق اس مسئلے کی تاریخ مدینہ میں جس کا نام ہے جذب القلوب الی دیار المحبوب میں ذکر کر دی گئی ہے اسی جگہ تلاش کر لی جائے۔

علامہ نواب قطب الدین خان دہلوی اسی حدیث کے تحت لکھتے ہیں کہ: "آنحضرت ﷺ کا ارشاد سن کر حضرت ابوالدرداء رضی اللہ عنہ نے یہ سمجھا کہ شاید یہ حکم ظاہری حالت یعنی آپ کی دنیاوی زندگی ہی سے متعلق ہے۔ چنانچہ انہوں نے آپ سے اس بارے میں جب سوال کیا تو آپ نے فرمایا زمین پر انبیاء کے اجسام کھانا حرام ہے۔ یعنی جس طرح دوسرے مردوں کے جسم بعد میں فنا ہو جاتے ہیں۔ اس طرح انبیاء کے جسم قبر میں فنا نہیں ہوتے بلکہ وہ اپنی اصل حالت میں موجود رہتے ہیں۔ اس لئے انبیاء کے لئے دونوں حالتیں یعنی دنیا کی ظاہری زندگی اور موت میں کوئی فرق نہیں ہے۔ جس طرح وہ یہاں ہیں اسی طرح وہاں ہیں اسی لئے کہا گیا ہے اولیاء اللہ لا یموتون ولکن ینتقلون من دار الی دار۔ اللہ کے دوست اور حقیقی بندے مرتے نہیں بلکہ وہ تو صرف ایک مکان سے دوسرے مکان کو منتقل ہو جاتے ہیں۔ لہٰذا جس طرح یہاں دنیا کی زندگی میں میرے سامنے درود پیش کیے جاتے ہیں اسی طرح میری قبر میں بھی میرے سامنے درود پیش کئے جاتے رہیں گے حدیث کے آخری الفاظ حی یرزق کا مطلب یہ ہے کہ انبیاء کو اپنی اپنی قبروں میں حق تعالیٰ کی طرف سے معنوی رزق دیا جاتا ہے اور اگر رزق سے رزق حسی مراد لیا جائے تو یہ حقیقت کے منافی نہیں ہوگا بلکہ صحیح ہی ہوگا کیونکہ جب شہداء کی ارواح کے بارے میں منقول ہے کہ وہ جنت کے میوے کھاتی ہیں تو انبیاء شہداء سے بھی اشرف واعلیٰ ہیں تو اس لئے ان کے لئے بھی یہ بات بطریق اولیٰ ثابت ہو سکتی ہے کہ وہ اپنی قبروں میں رزق حسی دیئے جاتے ہوں" (مظاہر حق ج ۱ ص ۸۹۳)

حضرت مولانا خلیل احمد سہارنپوری قدس سرہ ان اللہ حرم علی الارض ان تاکل اجساد الانبیاء کے تحت لکھتے ہیں اس کی وجہ بیان کرتے ہوئے لکھتے ہیں کہ: "اس لئے کہ انبیاء اپنی اپنی قبروں میں زندہ ہیں۔"

(بذل المجہود ج ۳ ص ۱۶۰)

سوال: صحابی نے یہ کیوں کہا و قد ارمت کہ آپ بوسیدہ ہو جائیں گے۔

جواب: آپ کی عملی زندگی میں چونکہ درود اسی جسم پر پیش ہوتا تھا اسی لئے صحابہ نے یہ مسئلہ پوچھ لیا اور وہ قیامت تک آنے والے مسلمانوں کے کام آ گیا۔ صحابی نے عرض کیا کہ جب آدمی مرجاتا ہے تو جسم گل سڑ جاتا ہے۔

نکتہ: صحابہ کے اس سوال سے معلوم ہوتا ہے کہ ان کو معلوم تھا کہ درود پاک اسی جسم پر پیش ہوتا ہے۔ چونکہ عام لوگوں کا جسم مرنے کے بعد گل سڑ جاتا ہے تو اس لئے صحابہ نے عرض کیا کہ حضرت موت تو آپ کو بھی آنی ہے اور آپ کی موت کے فوراً بعد قیامت بھی نہیں آنی تو آپ کے امتی جو قیامت تک درود پڑھیں گے ان کے درود کا کیا بنے گا۔ تو اس پر نبی کریم ﷺ نے فرمایا: ''ان اللہ عز و جل قد حرم علی الارض ان تاکل اجساد الانبیاء'' بے شک اللہ نے زمین پر حرام کر دیا کہ وہ انبیاء کے اجسام کو کھائے۔

اب دیکھیں یہ اسی جسم کا ذکر چل رہا ہے جو زمین میں رکھا گیا۔ اسی جسم کا ذکر چل رہا ہے جو قبر کی مٹی کھا جاتی ہے تو مٹی اسی جسم کو کھاتی ہے نہ کہ خواب وخیال والے جسم کو تو اسی جسم کے متعلق آپ فرما رہے ہیں کہ یہ گلے سڑے گا نہیں بلکہ مرنے کے بعد بھی اس جسم پر درود پیش ہوگا اور احادیث میں بھی یہی ہے۔

چھٹی آیت سے حیات الانبیاء علیہم السلام پر استدلال

اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں: ''یا ایھا الذین آمنوا لا ترفعوا اصواتکم فوق صوت النبی و لا تجھر لہ بالقول کجھر بعضکم لبعض ان تحبط اعمالکم و انتم لا تشعرون (الحجرات:۳)'' اے ایمان والو بلند نہ کرو اپنی آوازیں نبی کی آواز سے اوپر اور اس سے نہ بولو تڑخ کر جیسے تڑختے ہو ایک دوسرے پر۔ کہیں اکارت نہ ہو جائیں تمہارے کام اور تم کو خبر بھی نہ ہو۔

اکابرین اہل سنت اور جمہور مفسرین کا اجماع ہے کہ وفات کے بعد درود پیش کرنے کا بھی یہی حکم ہے جس طرح آپ علیہ السلام کی حیات مبارکہ میں تھا۔ چنانچہ روضہ پاک کے قریب کامل ادب اور احترام ملحوظ رکھنا چاہئے۔ مسجد نبوی کی حدود میں شرعی ضروریات کے علاوہ آواز ہمیشہ پست رہے۔

مناظرہ ککڑ ہٹہ

حضرت اوکاڑوی رحمہ اللہ نے فرمایا: جب میں سب سے پہلے تقریر کرنے گیا تو دارالعلوم کبیر والا کے شیخ الحدیث مفتی عبدالقادر، دارالعلوم کبیر والا کے مہتمم مفتی محمد انور صاحب اور مولانا عبدالستار تونسوی صاحب کے بھائی مولانا احسان صاحب یہ تمام حضرات میرے ساتھ تشریف لے گئے۔ رات کے وقت تقریر تھی جب میں نے تقریر شروع کی تو کچھ دیر کے بعد اشاعت التوحید والسنۃ ککڑ ہٹہ کا صدر کھڑا ہو گیا اور اس نے مجھے کہا کہ آپ واپس نہ جائیں بلکہ کل کو ہمارا آپ سے مناظرہ ہوگا۔ میں نے کہا پھر اور کیا چاہئے۔ چنانچہ مولانا محمد انور صاحب واپس آ کر دارالعلوم کبیر والا سے کتابیں لے گئے اور میں نے رات وہیں قیام کیا۔ چنانچہ صبح کی نماز کے بعد بھی درس دیا اب ان کے بھی پانچ سات آدمی پیچھے آ کر درس میں بیٹھ گئے اور درس سنتے رہے۔

جب میرا درس ختم ہوا تو ان کا صدر جس کا نام حق نواز تھا اور جس نے مناظرہ کا چیلنج دیا تھا کھڑا ہوا اور کہا ہم نے آپ کو مناظرہ کا چیلنج دیا تھا۔ لیکن جب احمد سعید نے سنا کہ کل مناظرہ کرنا ہے تو وہ بھاگ کر کہیں گندم کے کھیت میں چھپ گیا ہے، ہم ساری رات سوئے بھی نہیں ہیں اسے تلاش کرتے رہے ہیں مگر وہ ملا نہیں۔ چنانچہ اب آپ کو احمد سعید کے استاد اللہ بخش سے مناظرہ کرنا پڑے گا۔ میں نے کہا ٹھیک ہے کوئی تو آئے۔ اب ہم سب حق نواز کی حویلی میں چلے گئے مناظرہ شروع ہونے سے پہلے میں نے لوگوں سے پوچھا آپ میں سے کوئی عربی پڑھا ہوا ہے؟ کہنے لگے نہیں۔

میں نے کہا پھر آپ ہماری گفتگو کا کیا فیصلہ کریں گے؟ آپ کو کیا پتا چلے گا کہ کون ترجمہ صحیح کر رہا ہے اور کون غلط کر رہا ہے۔ آپ میں تین قسم کے لوگ ہیں ایک جو میرے ساتھی ہیں، وہ مجھے ہی زندہ باد کہیں گے خواہ میں کچھ بھی کہوں۔ ایک اُن کے ساتھی ہیں وہ اُن کو ہی زندہ باد کہیں گے خواہ میں جتنے دلائل بھی دوں اور وہ کچھ بھی کہے اور ایک تیسرا طبقہ ہوگا جو نہ ان کے ساتھ ہوگا اور نہ ہمارے ساتھ ہوگا، وہ درمیان میں ہوگا اور پریشان ہو رہا ہوگا کہ پتا نہیں کیا ہو رہا ہے؟

لطیفہ: کوئی آدمی حج کرنے گیا پنجاب سے، اب وہاں کسی عربی دکاندار سے لڑ پڑا۔ اب اسے پنجابی میں گالیاں دیتا رہا اور وہ عربی میں گالیاں دیتا رہا۔ جب واپس خیمے میں آیا تو اپنے ساتھیوں سے کہتا ہے کہ عرب والوں کو حوصلہ بہت بڑا دیا ہے اللہ نے میں گالیاں دیتا تھا اور وہ قرآن ہی پڑھتا تھا۔ میں نے کہا اس پنجابی والا حال تمہارا ہوگا تو آپ فیصلہ کیسے کریں گے؟ اس پر وہ لوگ متفکر ہو گئے اور کہنے لگے پھر اس کا کیا حل ہے؟

میں نے کہا اگر آپ مسئلہ سمجھنا چاہتے ہیں تو میرے ذہن میں بہترین حل ہے کہ علماء دیوبند کے تراجم اور تفاسیر موجود ہیں۔ اسی طرح حدیث کی کتابیں بھی موجود ہیں۔ پہلے میں اپنی دلیل نکالوں گا لیکن خود نہیں پڑھوں گا۔ بلکہ آپ کے اردو خواندہ ساتھی کو دوں گا اور وہ حوالہ پڑھ کر آپ کو سنا دے گا۔ اسی طرح میں حدیث نکالوں گا اسے دے دوں گا وہ حدیث بھی پڑھے اور ساتھ ہی اس کا ترجمہ بھی پڑھ کر سنا دے گا اور اس پر جو تشریح ہوگی کہ محدثین کے نزدیک یہ حدیث صحیح ہے یا ضعیف وغیرہ وہ بھی آپ کو پڑھ کر سنا دے گا۔

اسی طرح جو آپ کے مولوی صاحب کی جو دلیل ہوگی وہ بھی اگر قرآن پاک کی آیت ہوگی تو اردو ترجمہ اور تفسیر اور اگر حدیث ہوئی تو اس کا اردو ترجمہ اور ہمارا آدمی وہ حوالہ پڑھ کر سنا دے گا۔ مناظر کا کام صرف اتنا ہوگا کہ وہ حوالہ نکال کر دے گا۔ آپ اس کو سنیں اور اچھی طرح دیکھیں تا کہ آپ اس کو سمجھیں۔ کیونکہ آپ اردو دان ہیں اور اردو کو آپ آسانی سے سمجھ سکیں گے اس طریقے سے تو کوئی فیصلہ ہو جائے گا اور آپ کے پلے بھی کوئی بات پڑ جائے گی اور اگر مرغوں کی لڑائی آپ نے دیکھنی ہے کہ وہ کچھ کہتے رہیں، ہم کچھ کہتے رہیں پھر اس کا فائدہ آپ کو نہیں ہوگا۔

چنانچہ مہر حق نواز جو مناظرہ کروا رہا تھا وہ کہنے لگا ٹھیک ہے چنانچہ مناظرہ شروع ہو گیا۔ میں نے معارف القرآن کی پہلی جلد اٹھائی اور اس سے آیت شہداء کی تلاوت کی۔ اب اس آیت کے نیچے حیات انبیاء علیہم السلام کا ذکر تھا۔ چنانچہ میں نے معارف القرآن حق نواز کو دے دیا۔

حق نواز نے آیت پڑھی اور ساری تشریح بھی پڑھی کہ اس سے انبیاء علیہم السلام کی موت کے بعد قبور میں حیات ثابت ہے۔ اب میں نے کہا کہ مولوی صاحب آپ بھی کوئی آیت نکالیں اس نے نکالی: ''اللہ یتوفی الانفس

حین موتھا و التی لم تمت فی منامھا فیمسک التی قضیٰ علیھا الموت و یرسل الاخریٰ الی اجل مسمی ان فی ذالک لایت لقوم یتفکرون'' اللہ کھینچ لیتا ہے جانیں جب وقت ہو ان کے مرنے کا اور کھینچ لیتا ہے ان کی نیند میں جن کی موت کا وقت نہیں ہوتا پھر روک دیتا ہے جن پر مرنا ٹھہرا دیا ہے اور بھیج دیتا ہے دوسری کو ایک وعدہ مقرر تک اس بات میں پتے ہیں ان لوگوں کو جو دھیان کریں۔

اب اس نے پڑھی اور کہا جو مسئلہ ہم سمجھنے آئے ہیں وہ تو اس میں ہے ہی نہیں کیونکہ آیت میں شہداء کی حیات کا لفظ ہے اور مفسرین نے اس کی تفسیروں میں حیات انبیاء علیہم السلام کا ذکر بھی فرمایا ہے۔ پھر میں نے ترجمان السنہ سے حدیث نکال کر دکھائی: ''الانبیاء احیاء فی قبورھم یصلون''

میں نے کہا اعراب لگے ہوئے ہیں خود ہی عبارت پڑھو اور خود ہی ترجمہ کرو۔ اب میں نے کہا پہلے تو قرآن پاک کی آیت مبارکہ پڑھی تھی جس میں سندوں کی بحث نہیں تھی۔ اب حدیث مبارکہ ہے اور یہاں سندوں کی بحث چلے گی چنانچہ مناسب یہ ہے کہ اس سے قبل کہ مولوی صاحب اس کی سندوں پر بحث کریں یہ بھی ایک حدیث سنا دیں تا کہ سندوں کی بحث بعد میں چلے کیونکہ اگر فقط میں نے حدیث پڑھی تو مولوی صاحب صحیح سے صحیح حدیث کی سند پر بھی اعتراض کر دیں گے۔

کیونکہ کوئی بڑے سے بڑا راوی بھی ایسا مشکل سے ملے گا جس کو کسی نے ضعیف نہ کہا ہو اور ضعیف ترین راویوں کی بھی کسی نہ کسی نے تعریف کی ہوتی ہے۔

چنانچہ ایک مرتبہ ایک غیر مقلد شیخ الحدیث مجھے کہنے لگا: حدیث لا صلوۃ لمن لم یقرا بفاتحۃ الکتاب اس کے راوی پر کوئی اعتراض کر سکتا ہے؟ میں نے کہا یہ پوچھو کہ کوئی راوی بچ بھی سکتا ہے؟ وہ کہنے لگا آپ اعتراض کریں۔ میں نے کہا امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ کو کتاب الجرح والتعدیل میں ضعیف اور متروک لکھا گیا ہے۔ ابن ابی حاتم نے ان کو ضعیف لکھا ہے اور ان کو ضعیف کہنے والے ان کے اساتذہ ہیں اور سننے والا خود ان کے اساتذہ سے سن کر لکھ رہا ہے اور درمیان میں بھی کوئی واسطہ نہیں۔

پھر میں نے کہا اسی میں ان کے استاد ہیں علی بن عبداللہ المدینی یہ وہی ہیں جنہوں نے جھوٹی گواہی دے کر امام احمد بن حنبل رحمۃ اللہ علیہ کو کوڑے لگوائے۔ عقیلی نے اس کو خوب واضح کیا ہے اور علامہ ذہبی نے میزان الاعتدال میں ان کے خلاف چیخ رہے ہیں۔ آگے ان کے استاد سفیان بن عیینہ ہیں جو مختلف ہیں، آگے ان کے استاد زہری ہیں جو آپ کی تحقیق کے اعتبار سے شیعہ ہیں۔

فیض عالم صدیقی غیر مقلد امام زہری کے بارے میں لکھتا ہے: ''ابن شہاب منافقین کے دانستہ نہ سہی نا دانستہ ہی سہی مستقل ایجنٹ تھے، اکثر گمراہ کن خبیث مکذوبہ روایتیں انہی کی طرف منسوب ہیں۔ (صدیقہ کائنات ص ۱۰۸)

اور مدلس تو یقیناً ہیں اور عن سے روایت سے کر رہا ہے۔ اب غیر مقلد شیخ الحدیث تو اتنی جروحات سن کر بدہضمی کا شکار ہو گیا کبھی یہاں سے وہاں بیٹھتا اور وہاں سے یہاں بیٹھتا۔ لا الی ھولاء و لا الی ھولاء۔ کا مصداق بنا ہوا تھا۔

اب یہ حدیث: الانبیاء احیاء فی قبورھم یصلون اس کو چودہ محدثین نے صحیح کہا ہے۔ امام بیہقی رحمۃ اللہ علیہ ۴۵۸ھ علامہ سبکی ۷۴۶ھ علامہ ابن حجر عسقلانی، علامہ ہیثمی، علامہ عزیزی، علامہ سیوطی، ملا علی قاری، شیخ عبدالحق محدث دہلوی، علامہ عبدالرؤف مناوی، علامہ سمہودی، قاضی شوکانی، علامہ انور شاہ کشمیری، علامہ شبیر احمد عثانی، شیخ

الحدیث مولانا محمد زکریا مہاجر مدنی (رحمہ اللہ) (تسکین الصدور ص ۲۲۰)

صاحب نظم المتناثر فرماتے ہیں: "ان ماتو اتر عن النبی حیاۃ الانبیاء فی قبورھم"

علامہ سیوطی رحمہ اللہ فرماتے ہیں: "حیاۃ النبی فی قبرہ و سائر الانبیاء معلومۃ عندنا علما قطعیا لما قام عندنا من الادلۃ فی ذلک و تواترت بہ الاخبار" (الحاوی للفتاری سیوطی ج ۲ ص ۱۳۹)

علامہ بیہقی رحمہ اللہ نے بھی اس کو اسی سند سے نقل کیا ہے جس سے ابو یعلی موصلی نے نقل کیا ہے۔

امام بیہقی اس سند سے روایت فرماتے ہیں: "انبانا ابو یعلی الموصلی ثنا ابو الجہم الازرق بن علی ثنا یحیٰ بن ابی بکیر ثنا المستلم بن سعید عن الحجاج عن ثابت عن انس بن مالک رضی اللہ عنہ قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم الانبیاء احیاء فی قبورھم یصلون"

مزید اس سند سے بھی روایت کرتے ہیں: "اخبرنا ابو عثمان الامام انبأ زاھر ابن احمد انبأ ابو جعفر محمد بن معاذ المالینی ثنا الحسین بن الحسن ثنا مؤمل ثنا عبید اللہ بن ابی حمید الھزلی عن ابی الملیح عن انس بن مالک الانبیاء فی قبورھم احیاء یصلون"

اسی طرح علامہ سبکی نے جزء حیات الانبیاء میں اس حدیث کو نقل فرمایا ہے اور استدلال کیا ہے اور علامہ سیوطی نے بھی اس حدیث کو نقل فرمایا ہے۔

اس حدیث مبارکہ کے رواۃ ماہرین اسماء الرجال کی نظر میں

۱...... ابو یعلی الموصلی۔ الحافظ الثقہ اور محدث الجزیرہ تھے اور ان کی وفات ۳۰۷ھ میں ہوئی۔

(تذکرۃ الحفاظ ص ۲۴۸ ج ۲)

۲...... "ابو الجہم الازرق۔ صدوق یغرب" (تقریب ص ۲۶)

۳...... "یحیٰ بن ابی بکیر۔ (ع) ثقۃ" (تقریب ص ۳۷۶)

۴...... "مستلم بن سعید۔ () صدوق عابد ربما یھم" (تقریب ص ۳۳۳)

۵...... "حجاج بن الاسود ثقۃ صالح الحدیث" (لسان المیزان ص ۱۷۵ ج ۲)

۶...... "ثابت بنانی (ع) ثقۃ عابد" (تقریب ص ۵۰)

۷...... "انس بن مالک صحابی مشہور (ع)" (تقریب ص ۳۹) (خلاصہ تسکین الصدور ص ۲۱۹، ۲۲۰)

اعتراض: ابو الجہم الازرق کے بارے میں اعتراض کیا جاتا ہے کہ وہ غریب ہے۔

جواب: غرابت صحت کے منافی نہیں ہے۔ اگر غرابت کو صحت کے منافی کہتے ہو تو بخاری کی پہلی روایت کے بارے میں کیا کہو گے؟ حافظ ابن حجر اور حافظ ابن تیمیہ اور محدثین میں سے اکثر یہ کہتے ہیں کہ بخاری شریف کی پہلی حدیث غریب ہے تو کیا وہ صحیح بھی نہیں ہے؟ پھر یہ کہ ان کے متابع موجود ہونے کی وجہ سے استغراب نہیں رہتا۔

چنانچہ ابو نعیم (اخبار اصبہان ج ۲ ص ۸۳) اس سند سے یہی روایت لائے ہیں: "عن عبد اللہ بن ابراھیم الصباح عن عبد اللہ بن محمد بن یحیٰ بن ابی بکیر ثنا یحیٰ بن ابی بکیر" اس سند سے معلوم ہوا کہ ابو الجہم الازرق کا متابع عبد اللہ بن محمد بن یحیٰ بن ابی بکیر موجود ہے لہذا استغراب نہ رہا۔

نیز عبداللہ بن محمد بن یحیٰ بن ابی بکیر کا سماع بھی یحیٰ ابن ابی بکیر سے ثابت ہے۔ چنانچہ خطیب بغدادی تاریخ بغداد میں لکھتے ہیں: ”عبداللہ ابن محمد بن یحیٰ بن ابی بکیر ابو عبدالرحمن سمع جدہ یحیٰ بن ابی بکیر قاضی کرمان“ (تاریخ بغداد ص ۸۰ ج ۱۰ رقم ۵۱۹۲)

علامہ البانی فرماتے ہیں کہ ابونعیم نے اس روایت کو ذکر کرنے کے بعد اخبار اصبہان میں جرح وتعدیل دونوں ذکر نہیں کیں۔ البانی نے لکھا ہے: ”قال البیھقی ولم اکن قد وقفت علیه فی مسند ابی یعلی و اخبار اصبهان ولما وقفت علی اسناده فیهما تبین لی انه اسناد قوی۔ (الاحادیث الصحیحۃ ص ۱۸۹ ج ۲)

اس ضمن میں ایک واقعہ یاد آیا کہ پانچ جون ۱۹۶۵ء کو گجرات کے سالانہ جلسہ پر منکر حیات النبی عنایت اللہ شاہ گجراتی نے چیلنج دیا کہ اگر قائلین حیات سو سال تک بھی مسند ابی یعلیٰ پیش کر کے اس سے حدیث الانبیاء احیاء فی قبورھم یصلون دکھادیں تو میں حیات النبی کا عقیدہ تسلیم کرلوں گا۔

چنانچہ چوہدری محمد خلیل متولی جامع مسجد حیات النبی گجرات نے یہ چیلنج قبول کرلیا اور ۱۱ راگست ۱۹۶۵ء کو مسند ابی یعلیٰ کا قلمی نسخہ پیر جھنڈا سے منگوایا جس کے صفحہ ۳۰۰ پر یہ حدیث درج تھی لیکن افسوس کہ عنایت اللہ شاہ نے پھر بھی حیاۃ النبی کا عقیدہ تسلیم نہیں کیا۔

اب مسند ابو یعلیٰ چھپ چکی ہے جس میں (صفحہ ۱۴۷ ج ۶) پر یہ حدیث درج ہے اور محشی نے اسنادہ صحیح تحریر کر دیا ہے۔ حافظ ابن عساکر رحمہ اللہ اپنی شہرۂ آفاق کتاب تاریخ دمشق کے اندر محدث حسن بن علی کے حالات میں لکھتے ہیں: ”الحسن بن علی بن وقاق بن الصلت بن ابان بن زریق ابو القاسم النصیبی الحافظ قدم دمشق و حدث بها سنة اربع و اربعين و ثلاثمائة عن ابی یعلیٰ الموصلی والحسن الدارمی و محمد بن اسحق ابن خزیمة و جملة کثیرین و روی عنه عام و ابن منده والحافظ سعید ابن السکن و غیرهم و اسند الحافظ من طریقه عن ابی هریرة عن النبی قال خلوف فم الصائم اطیب عند الله من ریح المسک و رواعنه تمام بسنده عن انس انه قال قال النبی الانبیاء احیاء فی قبورهم یصلون۔ و رواه البیهقی فی کتاب حیات الانبیاء و لم یخرجه اصحابه السنن“ (تاریخ ابن عساکر ج ۴ ص ۲۳۶)

نیلوی صاحب کی بھی سن لیجئے۔ نیلوی صاحب فرماتے ہیں کہ: احیاء کے لفظ سے بظاہر دنیاوی متعارف زندگی معلوم ہوتی ہے (ندائے حق) یہ فرماتے ہیں یہ حیات انبیاء کرام علیہم السلام کا مسئلہ (قرآن سے) بذریعہ دلالت النص ثابت ہے اور جو حکم دلالت النص کے ذریعے ثابت ہوتا ہے وہ قطعی ہوتا ہے۔ (ص ۳۸ ج ۲)

نیلوی صاحب کا اعتراض: صحاح ستہ کی کسی کتاب کو بھی یہ شرف حاصل نہیں ہوا کہ اس حدیث کے زیور سے آراستہ ہوتی طبقہ ثالثہ کی احادیث فقہاء کے ہاں معمول بہا نہیں تھیں بلکہ اجماع ان کے خلاف منعقد ہو چکا ہے۔

جواب: اس حدیث کے مضمون پر تو اجماع ہے اور مسلم کی حدیث اس کے موافق ہے خود نیلوی صاحب نے اپنے عقیدہ کے اثبات کے لئے (ان کے خیال میں ورنہ اس میں ان کا عقیدہ نہیں ہے) امام زین العابدین کی حدیث نقل کی ہے ابو یعلیٰ سے اور اس کی صحت پر بڑا زور مارا ہے یہاں خود ابو یعلیٰ سے روایت کر رہے ہیں، بخاری مسلم بلکہ پوری صحاح ستہ یاد نہ رہی، اس پر یہی کہنا مناسب ہے:

آنچہ شیراں را کند روباہ مزاج　　احتیاج است احتیاج است احتیاج

(ص ۱۴۱ ج ۲) پر لو کان موسی حیا سے استدلال کیا ہے یہ بھی صحاح ستہ میں نہیں بلکہ طبقہ ثالثہ کی کتابوں میں ہے جس کی سندوں میں مجالد بن سعید جابر جعفی عبدالرحمن بن اسحق واسطی جیسے راوی ہیں۔ مجالد بن سعید اور جابر جعفی اور عبدالرحمن بن اسحق پر جروحات، آنے والے اشکالات کے جوابات کے آخر میں ملاحظہ فرمائیں۔

حدیث حیات انبیاء کے متعلق اشکالات اوران کے جوابات

حدیث مبارکہ: الانبیاء احیاء فی قبورھم یصلون کے بارے میں ایک مماتی پمفلٹ سامنے آیا ہے، اصل میں یہ پمفلٹ لکھنے والا اصول حدیث سے بالکل ناواقف ہے، جواب سمجھنے سے پہلے محدثین کے چند اصول ملاحظہ ہوں۔

علامہ جلال الدین سیوطی رحمہ اللہ لکھتے ہیں: ''قال بعضھم یحکم للحدیث بالصحۃ اذا تلقاہ الناس بالقبول وان لم یکن لہ اسناد صحیح'' بعض علماء فرماتے ہیں حدیث پر صحت کا حکم لگا دیا جائے گا جب اس کو امت نے قبول کرلیا ہو، اگرچہ اس کی سند صحیح نہ بھی ہو۔ (تدریب الراوی ص ۲۹)

''قال ابن عبدالبر رحمہ اللہ فی الاستذکار لما حکی عن الترمذی ان البخاری صحح حدیث البحر ھو الطھور ماؤہ واھل الحدیث لا یصححون مثل اسنادہ لکن الحدیث عندی صحیح لان العلماء تلقوہ بالقبول وقال فی التمھید روی جابر عن النبی الدینار اربعۃ وعشرون قیراطا قال وفی قول جماعۃ العلماء و اجماع الناس علی معناہ غنی عن الاسناد فیہ'' (ص ۲۹)

(ترجمہ) علامہ ابن عبدالبر رحمہ اللہ الاستذکار میں فرماتے ہیں جب امام ترمذی رحمہ اللہ سے یہ بات نقل کی کہ بخاری رحمہ اللہ حدیث بحر ''ھو الطھور ماؤہ'' کو صحیح کہتے ہیں حالانکہ محدثین اس جیسی سند کو صحیح نہیں کہتے لیکن حدیث میرے (ابن عبدالبر رحمہ اللہ) نزدیک صحیح ہے۔ اس لئے کہ علماء نے اسے قبول فرمایا ہے اور ابن عبدالبر رحمہ اللہ تمہید میں فرماتے ہیں کہ حضرت جابر رضی اللہ عنہ نے نبی اقدس سے روایت کی الدینار اربعۃ وعشرون قیراطا اور فرمایا علماء کی جماعت کا قول اور لوگوں کا اجماع اس معنی پر اس کی سند سے مستغنی کردیتا ہے۔ آگے فرماتے ہیں: ''المتواتر فانہ صحیح قطعاً لا یشترط فیہ مجموع ھذہ الشروط''

متواتر یقینی طور پر صحیح ہوتی ہے، اس میں ان شرائط کے پائے جانے کی شرط نہیں۔ (ص ۳۰)

صاحب نور الانوار فرماتے ہیں: ''لما تلقتہ الامۃ بالقبول صارت بمنزلۃ المشھور''

جب اخبار احاد کو تلقی بالقبول حاصل ہو جائے تو وہ بمنزل مشہور کے ہو جاتی ہے۔ اسی طرح خبر متواتر کے بارے میں لکھا ہے: ''ومن شانہ ان لا یشترط عدالۃ رواتہ'' خبر متواتر کی شان یہ ہے کہ اس کے راویوں کی عدالت شرط نہیں۔ (قفو الاثر بحوالہ قواعد فی علوم الحدیث ص ۳۲)

یعنی اس کی سند سے بحث نہیں کی جائے گی۔

مسند الہند شاہ ولی اللہ محدث دہلوی رحمہ اللہ لکھتے ہیں: ''کل حدیث اجمع السلف علی قبولہ او تواترت اھلیۃ رواتہ فلا حاجۃ عن البحث من عدالۃ رواتہ وما عدا ذالک یبحث عن عدالۃ رواتہ'' (عقد الجید ص ۵۲)

ہر وہ حدیث جس کی قبولیت پر سلف کا اجماع ہو گیا ہو یا اس کے راویوں کی عدالت متواتر ہو، اس کے رواۃ سے بحث کی حاجت نہیں جو اس کے علاوہ ہوں گے ان رواۃ کے حالات سے بحث کی جائے گی۔

فقہ حنفی کے عظیم محدث محقق فقیہ اصولی شیخ زاہد بن حسن الکوثری رحمہ اللہ لکھتے ہیں: ''واحتجاج الائمۃ بحدیث تصحیح لہ منھم۔ بل جمھور اھل العلم من جمیع الطوائف علی ان خبر الواحد اذا تلقتہ الامۃ تصدیقا لہ او عملا بہ یوجب العلم'' (مقالات کوثری ص ۷۰)

(ترجمہ) آئمہ کا حدیث کو بطور دلیل کے لے لینا یہ ان کی طرف سے اس حدیث کو صحیح قرار دینا ہوگا۔ بلکہ تمام جماعتوں کے جمہور اہل علم اس اصول پر ہیں کہ خبر واحد کو امت جب اس کی تصدیق کرتے ہوئے یا اس پر عمل کرتے ہوئے قبول کر لے تو یہ علم یقینی کا فائدہ دیتی ہے۔

• ایک اور مقام پر لکھتے ہیں: ''ان الاخبار الاحاد الصحیحۃ قد یحصل بتعدد طرقھا تواتر معنوی'' اخبار احاد صحیحہ کی اسناد کے متعدد ہونے سے تواتر معنوی حاصل ہو جاتا ہے۔ (ص ۱۳۵)

خاتم المحدثین علامہ انور شاہ کشمیری رحمہ اللہ لکھتے ہیں: ''والتواتر علی انحاء تواتر اسناد و تواتر طبقۃ و تواتر توارث و تعامل و تواتر قدر المشترک و کلہ تواتر یفید القطع'' تواتر کی کئی قسمیں ہیں تواتر اسنادی، تواتر طبقہ، تواتر توارث و تعامل و تواتر معنوی۔ یہ تمام تواتر کی قسمیں ہیں اور یقین کا فائدہ دیتی ہیں۔ (نیل الفرقدین ص ۳۰)

دوسو کے قریب کتابوں کے مصنف محدث، فقیہ، اصولی، مورخ علامہ سخاوی رحمہ اللہ لکھتے ہیں: ''وکذا اذا تلقتہ الامۃ الضعیف بالقبول یعمل بہ الصحیح حتی انہ ینزل منزلۃ المتواتر''

اسی طرح جب امت ضعیف حدیث کو قبول کر لے تو اس کے ساتھ صحیح حدیث والا معاملہ کیا جائے گا۔ حتیٰ کہ وہ متواتر کے درجہ میں ہو جائے گی۔ (فتح المغیث بشرح الفیۃ الحدیث ص ۱۲۰، بحوالہ ما تمس الیہ الحاجہ لمن یطالع سنن ابن ماجہ)

حافظ الدنیا حافظ ابن حجر رحمہ اللہ لکھتے ہیں: ''والمتواتر لا یبحث عن رجالہ بل یجب العمل بہ من غیر بحث'' اور متواتر کے رجال سے بحث نہیں کی جاتی بلکہ بغیر بحث کے اس پر عمل واجب ہے۔ (شرح نخبۃ الفکر ص ۳۵)

ابن ابی العز الحنفی رحمہ اللہ لکھتے ہیں: ''وخبر الواحد اذا تلقتہ الامۃ بالقبول عملا بہ و تصدیقا لہ یفید العلم (الیقینی) عند جماھیر الامۃ وھو احد قسمی المتواتر ولم یکن بین سلف الامۃ فی ذالک نزاع'' اور خبر واحد کو جب امت قبول کر لے اس کی تصدیق کرتے ہوئے اور اس پر عمل کرتے ہوئے تو وہ علم یقینی کا فائدہ دیتی ہے، جمہور علماء امت کے نزدیک اور یہ بھی متواتر کی ایک قسم ہے۔ اسلاف امت میں اس بارے میں کوئی نزاع نہیں تھا۔ (شرح عقیدہ طحاویہ ص ۳۵۵)

سلطان المحدثین ملا علی قاری رحمہ اللہ لکھتے ہیں: ''قال عطاء الاجماع اقویٰ من الاسناد'' حضرت عطاء فرماتے ہیں اجماع اسناد سے قوی ہے۔ (مرقات ج ۱ ص ۴۷)

علامہ عبد العلی محمد بن نظام الدین الکھنوی رحمہ اللہ لکھتے ہیں: ''ایراد الاسئلۃ والاجوبۃ فعلی بعض المتون لا علی قدر المشترک المستفاد من الاخبار'' کہ سوال و جواب بعض متون پر ہیں نہ کہ قدر مشترک پر جو کہ ان اخبار سے مستفاد ہیں۔ (فواتح الرحموت ص ۲۶۶ ج ۲)

اس سے بھی معلوم ہوا کہ اگر بعض متون یا روایات پر فرداً فرداً اعتراضات ہو سکتے ہوں تو پھر بھی ان سے جو بات قدر مشترک کے طور پر سمجھ میں آ رہی ہو اس پر اعتراض اثر نہیں کرتا۔ ان تمام عبارات سے مندرجہ ذیل باتیں معلوم ہوئیں۔

۱...... جس حدیث کو امت کو قبول کر لے اور اس پر کسی مسئلہ یا عقیدہ کی بنیاد رکھ لے وہ حدیث صحیح کے درجے میں بلکہ متواتر کے درجے میں ہو جاتی ہے اور اس کی سند کی بحث کرنا اصول محدثین کے خلاف ہے۔

۲...... اگر کئی اخبار احاد ہوں ان سے ایک معنی مشترک طور پر سمجھ میں آتا ہو تو اس بات کو تواتر معنوی حاصل ہوگا۔

۳...... تواتر معنوی بھی یقین کا فائدہ دیتا ہے۔

۴...... اگر چہ اخبار احاد یا متون پر فرداً فرداً اعتراضات ہوں لیکن ان سے ثابت ہونے والے مفہوم پر وہ اعتراض وارد نہیں ہوگا۔ جیسے حیات عیسیٰ علیہ السلام تواتر معنوی سے ثابت ہے، اس کی بعض روایات پر جرح اس اصل مسئلہ کے ثبوت میں کوئی نقصان نہیں پہنچائے گی، بلکہ ایسی روایات پر جرح کرنا ہی بے فائدہ اور بے کار ہوگا اور ایک اتفاقی مسئلہ کو مشکوک بنانے کی سعی لا حاصل ہوگی۔

۵...... اجماع اسناد سے قوی ہے، یعنی جس بات پر اجماع ہو جائے اس کی روایات کی اسناد کی جانچ پرکھ نہیں کی جائے گی۔

ضروری بات: تعامل کے حجت ہونے پر نفیس بحث بندہ نے اپنی کتاب "فیوضات صفدر" میں لکھی ہے، اس کا ضرور مطالعہ کیا جائے۔

(نوٹ) یہ وہ اصول ہیں جو ان محدثین امت نے لکھے ہیں جن کی فن حدیث میں امامت مسلمات میں سے ہے۔ اس مختصری تمہید کے بعد پمفلٹ کا جواب لکھا جاتا ہے اور اس میں دیئے گئے دعووں کو واضح کیا جاتا ہے۔

صاحب پمفلٹ لکھتا ہے۔ روایت: "الانبیاء احیاء فی قبورھم یصلون" جس کے سننے سے اسلام کی تین صدیاں محروم رہیں، صحاح ستہ جس کے بیان سے قاصر رہی۔

جواب: یہ بات غلط ہے کہ تین صدیاں محروم رہیں۔ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کا اس عقیدہ کو اپنانا اس بات کی واضح دلیل ہے کہ ان کو اس روایت کا علم تھا۔ عدم نقل سے عدم علم وسماع کیسے ثابت ہے؟ سیدنا امام اعظم ابوحنیفہ رحمہ اللہ سے چند ہزار احادیث مسانید میں منقول ہیں۔ جب کہ آپ پانچ لاکھ احادیث کے حافظ تھے۔ (وصایا امام اعظم) امام بخاری رحمہ اللہ تین لاکھ احادیث کے حافظ تھے، جب کہ بخاری کی کل روایات ۷۲۷۵ ہیں۔

مکررات حذف کر کے ۴۰۰۰ بچتی ہیں۔ کیا اس پر یہ کہا جائے گا کہ امام بخاری رحمہ اللہ نے صرف اتنی احادیث ہی سنی ہیں باقی نہیں سنی؟ معلوم ہوا عدم نقل، عدم سماع اور عدم علم کی دلیل نہیں۔ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے زمانے کے واقعات بھی اس پر دلالت کرتے ہیں کہ ان کے ہاں یہ عقیدہ مسلمات میں سے تھا۔

:...... حضرت علی رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ نبی اقدس کو دفن کر کے فارغ ہوئے تو اس کے تین روز بعد ایک گاؤں والا آیا اور قبر شریف کے پاس آکر گر گیا اور زار زار روتے ہوئے عرض کیا: اے اللہ! آپ کا وعدہ ہے: "ولو انھم اذ ظلموا انفسھم جاؤک فاستغفروا اللہ واستغفر لھم الرسول لوجدوا اللہ توابا رحیما" کہ اگر گناہ گار رسول کی خدمت میں حاضر ہو جائے اور رسول اس کے لئے دعائے مغفرت کر دیں تو اس کی مغفرت ہو جائے گی۔ اس لئے میں آپ کی خدمت میں حاضر ہوا ہوں کہ آپ میرے لئے مغفرت کی دعا کریں۔

اس وقت جو لوگ حاضر تھے ان کا بیان ہے کہ جواب میں روضہ اقدس کے اندر سے آواز آئی قد غفر لک (کہ تیری بخشش ہو گئی) (معارف القرآن ص ۴۵۸ ج ۲، تجریات حدیث ص ۱۵۷)

۲...... جب سیدنا صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کا انتقال ہوا تو آپ رضی اللہ عنہ کا جنازہ نبی اقدس کی قبر کے سامنے لا کر رکھ دیا گیا اور ندا دی گئی کہ یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ابو بکر حاضر ہیں، پس دروازہ کھل گیا اور آواز دینے والا آواز دے رہا تھا کہ دوست کو دوست کے پاس پہنچا دو۔ (تفسیر کبیر)

یہ افضل الناس بعد الانبیاء رضی اللہ عنہ کا جنازہ ہے خیال کرو کوئی صحابی رہ گیا ہوگا، ہزاروں کی تعداد میں ہوں گے ان میں سے کسی نے ندا دینے والے کو نہیں کہا کہ تو مشرک ہے، ان سب کا عقیدہ تھا کہ حضور سنتے ہیں اور حیات ہیں۔

۳...... اٹھارہ ہجری میں بلال بن الحارث المزنی رضی اللہ عنہ صحابی رسول کا واقعہ پیش آیا کہ انہوں نے روضہ اقدس پر جا کر بارش کے لئے درخواست کی تو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے خواب میں فرمایا کہ عمر رضی اللہ عنہ کو خبر دے کہ ان پر بارش نازل کی جائے گی اور عمر رضی اللہ عنہ سے کہہ دے کہ وہ دانائی پر قائم رہے۔ (شفاء السقام ص ۱۴۰)

حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے لوگوں کو صلوٰۃ استسقاء کے لئے جمع فرمایا۔ (البدایہ والنہایہ ص ۷۱ ج ۷)

اور جب سب جمع ہو گئے تو یہ واقعہ بتایا، لوگوں نے کہا بلال رضی اللہ عنہ نے سچ کہا۔ (تاریخ طبری ص ۹۹ ج ۴)

یہ سند صحیح ہے۔ (البدایہ ص ۹۲ ج ۷)

صحابہ کرام رضی اللہ عنہم روضہ اقدس پر درود وسلام پیش کرتے، حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ دن میں سو سو مرتبہ روضہ اطہر پر حاضر ہوتے۔ (التعلیق المجد ص ۳۹۶)

کیا ان کا عقیدہ حیات کا نہیں تھا؟ ویسے ہی سب کچھ کیا جا رہا تھا؟ پھر ان پر کسی نے نہ ۶۰ آیات سنائیں اور نہ ۱۸۰۰ احادیث سنائیں۔ کیا صحابہ شرک ہوتا دیکھتے رہے اور کسی نے نہ روکا۔ جب نہ روکا تو معلوم ہوا کہ ان کا عقیدہ حیات النبی کا تھا اور ان روایات پر ان کا عمل تھا اور اسی کے مطابق عقیدہ تھا۔ صحاح ستہ کے بیان نہ کرنے سے یہ کیسے لازم آ گیا کہ یہ حدیث صحیح نہیں ہے؟ کیا صحاح ستہ کے علاوہ کتب حدیث میں صحیح احادیث نہیں ہیں؟ یہ حضرات تو اپنے ذوق اور شرائط کے اعتبار سے احادیث لائے ہیں۔ بلکہ اپنی شرائط کی بھی بہت سے احادیث چھوڑ دی ہیں، جن پر استدراکات لکھے گئے۔

جس شخص کو علم حدیث سے ذرا بھی مناسبت ہو وہ اس کو بخوبی جانتا ہے۔ امام بخاری رحمہ اللہ کو تین لاکھ احادیث یاد تھیں بقول بعض کے ایک لاکھ صحیح احادیث یاد تھیں بخاری میں صرف سات ہزار کے قریب لائے باقی احادیث کہاں گئیں؟ دیکھئے (مقدمہ مشکوۃ وتدریب الراوی ص ۴۸) بخاری مسلم نے تمام صحیح احادیث کا احاطہ نہیں کیا۔ (مقدمہ ابن صلاح ص ۲۱)

امام مسلم رحمہ اللہ فرماتے ہیں: ہر وہ حدیث جو میرے نزدیک صحیح ہے، اس کو میں نے یہاں نقل نہیں کیا بلکہ میں نے صرف ان احادیث کو نقل کیا ہے جن کی صحت پر اجماع ہے۔ (مسلم ص ۱۷۴ ج ۱)

پھر کیا مماتی حضرات ان احادیث کو مانتے ہیں جو صحاح ستہ میں ہیں اور ان سے مسئلہ حیات ثابت ہے۔

۱...... خطبہ صدیق اکبر میں ہے کہ سیدنا صدیق اکبر رضی اللہ عنہ نے فرمایا: اے نبی اللہ آپ کو دو موتیں نہیں چکھائے گا۔

اس سے مسئلہ حیات ثابت ہے۔ مراد یہ ہے کہ قبر میں آپ کو دوسری موت نہیں آئے گی جیسے دوسرے انسانوں پر منکر نکیر کے سوال وجواب کے بعد طاری ہوتی ہے۔

اس کے تحت حافظ ابن حجر رحمۃ اللہ علیہ نے (فتح الباری ص ۲۲ ج ۷) علامہ عینی رحمۃ اللہ علیہ نے (عمدۃ القاری شرح صحیح بخاری ص ۶۶۰ ج ۷) شیخ نور الحق محدث دہلوی نے (تیسیر القاری شرح صحیح بخاری ص ۲۶۲ ج ۳) علامہ کرمانی نے اپنی (شرح بخاری میں ص ۲۱۰ ج ۱۴) پر علامہ قسطلانی نے (ارشاد الساری ص ۱۶۹ ج ۸) شیخ عبدالحق محدث دہلوی نے (مدارج النبوۃ ص ۸۹۰ ج ۲) محدث سہارنپوری نے (حاشیہ بخاری ص ۵۱۷) پر اس سے استدلال کیا ہے۔

مماتیو! بخاری کی اس حدیث اور محدثین کرام کے اس استدلال کو ہی مان لو ورنہ ایک حوالہ پیش کرو کہ کسی ایک اہل سنت و جماعت کے محدث فقیہ نے لکھا ہو کہ ان حضرات کا استدلال غلط ہے یہ عقیدہ مشرکانہ ہے، اسی (بخاری شریف ص ۴۸۱) پر روایت ہے کہ نبی اقدس فرماتے ہیں کہ جب پہلی مرتبہ صور پھونکا جائے گا تو سب بے ہوش ہو جائیں گے۔ پھر سب سے پہلے مجھے ہوش آئے گا، بے ہوش زندہ ہوتا ہے نہ کہ بے جان چیز۔ معلوم ہوا کہ قبر میں حیات ہوگی، تبھی تو نفخہ اولیٰ کے وقت بے ہوشی طاری ہوگی۔

بخاری کی اس حدیث سے علامہ تقی الدین سبکی رحمۃ اللہ علیہ نے (شفاء السقام ص ۱۸۳)، امام بیہقی نے (جزء حیات انبیاء ص ۱۹) علامہ جلال الدین سیوطی رحمۃ اللہ علیہ نے (انبیاء الاذکیاء ص ۴۹) پر اس سے انبیاء کے قبروں میں زندہ ہونے پر استدلال کیا ہے۔ مماتیو! یہ تو بخاری کی حدیث ہے اسے ہی مان لو اور اس سے جن محدثین نے حیات انبیاء پر استدلال کیا ہے اسے مان لو وگرنہ ایک محدث یا مفسر جو کہ اہل سنت و جماعت میں سے ہو اس کا حوالہ پیش کرو جس نے لکھا ہو کہ ان حضرات کا یہ استدلال درست نہیں۔ یہ عقیدہ کہ انبیاء قبروں میں زندہ ہیں شرکیہ ہے۔ ۶۰ آیات اور ۱۸۰۰ احادیث کے خلاف ہے۔ مہلت قیامت تک ہے۔

۳...... مسلم شریف میں حدیث ہے نبی اقدس فرماتے ہیں میں نے معراج کی رات موسیٰ علیہ السلام کو قبر میں نماز پڑھتے دیکھا۔ اس حدیث سے علامہ تقی الدین سبکی رحمۃ اللہ علیہ نے (شفاء السقام ص ۱۸۰)، علامہ سیوطی رحمۃ اللہ علیہ نے (انباء الاذکیاء ص ۴۵)، امام بیہقی رحمۃ اللہ علیہ نے (جزء حیات انبیاء ص ۱۰)، علامہ تاج الدین سبکی رحمۃ اللہ علیہ نے (طبقات شافعیہ ص ۲۸۰) پر استدلال کیا ہے۔ اسے ہی مان لو۔

یا ایک اہل سنت محدث مفسر کا حوالہ جو کہ ۱۹۵۷ء سے پہلے کا ہو اس کا حوالہ پیش کرو کہ اس نے اس روایت سے اس استدلال کرنے پر ان حضرات پر اعتراض کیا ہو اور کہا ہو حیات انبیاء کا عقیدہ شرکیہ ہے۔ فأتوا برھانکم ان کنتم صادقین۔

۴...... نبی اقدس نے فرمایا نہیں کوئی مجھ پر سلام پڑھتا مگر میری روح کو مجھ پر لوٹا دیا جاتا ہے (یعنی متوجہ کر دیا جاتا ہے) (ابوداؤد ص ۲۸۶ ج ۱)

یہ بھی صحاح ستہ میں شامل ہے۔ صاحب تسکین الصدور نے چودہ محدثین سے اس کی تصحیح نقل کی ہے، ملا علی قاری رحمۃ اللہ علیہ نے (مرقات ص ۳۴۱ ج ۲) پر اس کی تصحیح کی ہے، علامہ سخاوی رحمۃ اللہ علیہ نے (القول البدیع ص ۱۶۰)، علامہ تاج الدین سبکی رحمۃ اللہ علیہ نے (طبقات شافعیہ ص ۲۸۰)، محدث سہارنپوری رحمۃ اللہ علیہ نے (بذل المجہود ص ۳۹۶ ج ۹) پر، امام بیہقی رحمۃ اللہ علیہ نے (جزء حیات انبیاء ص ۹) پر، علامہ سبکی رحمۃ اللہ علیہ نے (شفاء السقام) میں، علامہ سیوطی رحمۃ اللہ علیہ نے (الحاوی للفتاوی ص ۱۴۲) پر، شیخ عبدالحق محدث دہلوی نے (اللمعات التنقیح) میں اس سے حیات انبیاء پر استدلال کیا ہے۔

ابو داؤد صحاح ستہ میں سے ہے اور اس روایت کی چودہ محدثین نے تصحیح کی ہے، اتنے جید علماء نے استدلال کیا ہے اب تو مان لو، یا پھر ایک حوالہ پیش کرو کہ ۱۹۵۷ء سے پہلے ایک محدث، ایک اصولی، ایک مفسر جو کہ اہل سنت میں سے ہو اس نے یہ لکھا ہو کہ یہ حدیث حیات انبیاء پر دال نہیں ہے۔ اس سے قبر میں حیات انبیاء پر استدلال غلط ہے۔ مہلت قیامت تک ہے۔

آگے اس پمفلٹ والے نے لکھا ہے کہ ایک لاکھ سے زیادہ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم لاعلم رہے۔

جواب: یہ دعویٰ بھی بلا دلیل ہے، صحابہ کرام کے عمل سے معلوم ہوتا ہے کہ ان سب کا عقیدہ یہی تھا جیسا کہ خطبہ صدیق اکبر رضی اللہ عنہ میں ہے، وہاں حضرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کی مخالفت کسی نے نہ کی کہ آپ کو دوسری موت نہ آئے گی، اور یہ کہا ہو کہ آپ غلط کہہ رہے ہیں، حضور پر قبر میں دوسری موت آنی ہے۔ ایک بھی حوالہ پیش نہیں کیا جا سکتا۔

پھر آگے لکھتا ہے: حضرت انس رضی اللہ عنہ کے سینکڑوں شاگردوں میں سے صرف ایک حضرت ثابت بنانی رحمۃ اللہ علیہ نے اسے نقل کیا ہے۔

جواب: ثابت بنانی معمولی انسان نہیں ہے، حضرت انس رضی اللہ عنہ کے خصوصی شاگردوں میں سے ہیں، علامہ ذہبی رحمۃ اللہ علیہ لکھتے ہیں آپ بصرہ میں رہنے والے محدثین کے پیشواء ہیں آپ کا قول قابل حجت ہے (روایت کیوں قابل حجت نہ ہوگی؟ از ناقل) (تذکرۃ الحفاظ ص ۱۱۶)

مزید تفصیل تسکین الاولیاء فی حیات الانبیاء کے آخر میں محدثین کے حالات میں دیکھ لیں، ان کا اپنا اعتقاد یہ ہے کہ جب سے یہ حدیث سنی اس دن سے یہ دعا کرتے تھے کہ یا اللہ اگر تیری مخلوق میں سے کسی ایک کو بھی قبر میں نماز پڑھنے کی اجازت مل سکتی ہو تو مجھے اجازت مل جائے، حمید الطویل کہتے ہیں ہم نے جب انہیں لحد میں اتارا جب اینٹیں برابر کر رہے تھے اچانک ایک اینٹ گر گئی تو سب نے کیا دیکھا کہ وہ قبر میں کھڑے نماز پڑھ رہے تھے۔ میں نے ساتھی کو کہا کہ کیا تم نے نہیں دیکھا؟ اس نے کہا خاموش رہو۔ پھر ہم ان کی صاحبزادی کے پاس گئے اس نے ان کی دعا کا تذکرہ فرمایا۔ (حلیۃ الاولیاء ص ۳۱۹ ج ۲، بحوالہ مقام حیات ص ۱۲۴)

معلوم ہوا کہ اس جلیل القدر تابعی کا عقیدہ یہی تھا تبھی تو دعا مانگ رہے تھے ایک حوالہ پیش کرو کسی تابعی نے یا کسی محدث یا مفسر نے ان پر مشرک ہونے کا فتویٰ لگایا ہو۔ اگر نہیں تو عبرت حاصل کرو، لیکن اس کے لئے بھی تو عقل چاہئے۔

اور لکھا ہے کہ: ''ثابت بنانی کے شاگردوں میں سے صرف ایک حجاج بن اسود اسے روایت کرنے والا ہے۔'' (میزان الاعتدال ص ۴۶۰ ج ۱)

جواب: اس اعتراض کا جواب محدث اعظم پاکستان حضرت مولانا سرفراز خان صفدر نور اللہ مرقدہ نے تسکین الصدور میں دے دیا ہے۔ ہم ایک جواب یہاں اور نقل کرتے ہیں کہ حجاج بن اسود کو خود ذہبی نے بھی ثقہ کہا ہے۔

علامہ ذہبی رحمۃ اللہ علیہ تلخیص مستدرک میں روایت لاتے ہیں: حجاج بن اسود عن محمد بن واسع عن ابی صالح عن ابی ہریرۃ مرفوعا احبوا القراء و جالسوھم و احب العرب من قلبک و لتردع عن الناس ما تعلم من قلبک صحیح، حجاج (تلخیص مستدرک ص ۳۳۱ ج ۱)

اصل بات یہ ہے کہ یہ اعتراض اس وقت ہوں جب ایک یہی حدیث حیات انبیاء پر دال ہو، اس کے علاوہ اور احادیث دال نہ ہوں۔ پھر یہ کہ اس کو تواتر معنوی حاصل نہ ہو، تب تو اعتراض ہو۔ اس حدیث کو تواتر معنوی حاصل ہے، امت محمد یہ کے عظیم ترین محدث مفسر، علامہ جلال الدین سیوطی رحمۃ اللہ علیہ جو کہ ۶۰۰ کے قریب کتب کے مصنف ہیں، لکھتے ہیں: ''حیات النبی فی قبرہ ھو و سائر الانبیاء معلومۃ عندنا علما قطعیاً لما قام عندنا من الادلۃ فی ذالک و تواترت لہ الاخبار الدالۃ علی ذالک'' (الحاوی للفتاویٰ ص ۱۳۹)

نبی اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کی اور دوسرے انبیاء کی قبر میں حیات ہمیں یقینی طور پر معلوم ہے اس لئے کہ ہمارے نزدیک اس پر دلائل قائم ہیں اور اس مسئلہ پر دلالت کرنے والی روایات متواتر ہیں۔ صاحب نظم المتناثر من حدیث التواتر لکھتے ہیں: ''ان من جملۃ ما تواتر عن النبی حیات الانبیاء فی قبورھم'' جو روایت نبی اقدس سے متواتر ہیں ان میں انبیاء علیہم السلام کا قبور میں زندہ ہونا بھی ہے۔

علامہ ابن قیم رحمۃ اللہ علیہ ابو عبداللہ قرطبی رحمۃ اللہ علیہ سے نقل کرتے ہوئے لکھتے ہیں: ''انہ قد صح عن النبی ان الارض لا تأکل اجساد الانبیاء و انہ علیہ السلام اجتمع بالانبیاء لیلۃ الاسراء فی بیت المقدس و فی السماء و خصوصاً بموسیٰ علیہ السلام و قد اخبر بانہ ما من مسلم یسلم علی الا رد اللہ علیہ روحہ حتی یرد علیہ السلام الی غیر ذالک مما یحصل من جملۃ قطعی بان موت الانبیاء انما ھو راجع الی ان غیبوا عنا بحیث لا ندرکھم و ان کانوا موجودین احیاء'' نبی اقدس سے یہ بات صحیح طور پر منقول ہے کہ زمین انبیاء علیہم السلام کے جسموں کو نہیں کھاتی اور یہ کہ آپ علیہ السلام انبیاء علیہم السلام کے ساتھ معراج کی رات جمع ہوئے بیت المقدس اور آسمان میں۔ خصوصاً موسیٰ علیہ السلام کے ساتھ اور حضور نے یہ بھی خبر دی کہ جب بھی کوئی مسلمان آپ علیہ السلام پر درود پڑھتا ہے آپ علیہ السلام کی روح لوٹا دی جاتی ہے، آپ اس سلام کا جواب دیتے ہیں اس کے علاوہ بھی روایات ہیں جن سے یہ بات یقینی طور پر حاصل ہوتی ہے کہ انبیاء علیہم السلام کی موت اس طرح ہے کہ وہ ہم سے غیب ہیں ہم ان کو پا نہیں سکتے اگرچہ وہ موجود ہیں زندہ ہیں۔

(کتاب الروح ص ۴۵)

دو سو کے قریب کتابوں کے مصنف مشہور محدث، اصولی اور مؤرخ علامہ سخاوی رحمۃ اللہ علیہ لکھتے ہیں: ''نحن نؤمن و نصدق بانہ صلی اللہ علیہ وسلم حی یرزق فی قبرہ و ان جسدہ الشریف لا تأکلہ الارض و الاجماع علی ھذا'' ہم ایمان رکھتے ہیں اور تصدیق کرتے ہیں کہ نبی اقدس اپنی قبر میں زندہ ہیں رزق دیئے جاتے ہیں اور آپ کے جسد اطہر کو زمین نے نہیں کھایا اور اس پر اجماع ہے۔ (القول البدیع ص ۱۷۲)

علامہ عبدالعلی محمد بن نظام الدین الکھنوی رحمۃ اللہ علیہ لکھتے ہیں: ''و یمکن ھذا العلم لو احد'' اور ممکن ہے کہ اجماع کا علم ایک کو ہی ہو۔ (فواتح الرحموت ص ۲۶۲ ج ۲)

معلوم ہوا کہ اگر اجماع کا ناقل ایک ہو تب بھی درست ہے جب کہ ہم اس پر ایک درجن کے قریب حوالہ جات پیش کر چکے ہیں۔ ہم مماتیوں سے کہتے ہیں کہ علامہ سخاوی رحمۃ اللہ علیہ کی وفات کو تقریباً پانچ سو سال گزر چکے ہیں ایک محدث، ایک مفسر جو کہ اہل سنت سے ہو اس نے کہا ہو کہ سخاوی رحمۃ اللہ علیہ کی یہ بات غلط ہے۔ اس بات پر اجماع نہیں ہوا، حیات انبیاء علیہم السلام عقائد میں سے نہیں۔ پیش کرو ورنہ عوام الناس کو پریشان نہ کرو، ان کے دلوں میں وساوس ڈالنے سے باز آجاؤ۔

ان عبارات سے معلوم ہوا کہ یہ عبارات متواتر ہیں اس پر اجماع ہے اور گزشتہ اوراق میں یہ حوالہ جات گزر چکے ہیں کہ جس حدیث کو امت قبول کر لے یا اس کو تواتر معنوی حاصل ہو جائے (امام سیوطی رحمہ اللہ لکھتے ہیں فان اکثر الاحادیث مروی بالمعنی (الاقتراح ص۱۶) جب اکثر احادیث مروی بالمعنی ہیں تو تواتر معنوی بھی بنسبت تواتر لفظی کے زیادہ ہوگا) یا جس مسئلہ پر اجماع ہو جائے اس کی سندوں کی بحث نہیں کی جاتی۔

اگر تم محدثین کے اس اصول کو نہیں مانتے تو پھر تمہیں محدثین کے اقوال کو لے کر فرداً فرداً جرح کرنے کا کیا حق حاصل ہے۔ کیا امام سیوطی رحمہ اللہ جنہوں نے تدریب الراوی جیسی اہم کتاب اصول حدیث میں لکھ کر امت پر احسان عظیم کیا ہے، جس نے تفسیر درمنثور اور جلالین کا نصف حصہ اور الاتقان جیسی کتب تصنیف کی ہیں، جو کہ مفسر بھی تھے محدث بھی تھے، وہ ان احادیث کو متواتر کہہ رہے ہیں، یقینی کہہ رہے ہیں، ان پر عقیدہ کی بنیاد رکھ رہے ہیں۔

علامہ سخاوی رحمہ اللہ اجماع کا ذکر کر رہے ہیں۔ کیا ان کو اصول حدیث کا علم نہیں تھا؟ ان کو معلوم نہیں تھا کہ صحابہ اس کو سننے سے محروم رہے؟ صحاح ستہ اس حدیث سے خالی ہیں؟ حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت کرنے والے صرف ایک ثابت بنانی رحمہ اللہ ہیں اور ان سے روایت کرنے والا صرف حجاج بن اسود ہے، اور وہ منکر روایت لانے والا ہے۔ ان علوم کے جبال کو یقیناً علم تھا پھر بھی انہوں نے ان روایات کو لیا۔

تو معلوم ہوا کہ ان کو اصول حدیث سے واقفیت تھی اور تم اس سعادت سے محروم ہو۔ یاد رہے کہ سونے کے بارے میں سنار کی رائے معتبر ہوتی ہے نہ کہ کمہار کی۔ احادیث حیات انبیاء علیہم السلام کو تواتر حاصل ہونے کی وجہ سے اگرچہ سند سے بحث کرنے والے کا اعتراض قابل التفات نہیں، لیکن پھر بھی اگر اس اعتراض کو دیکھا جائے تو کوئی حیثیت نہیں رکھتا۔

صاحب پمفلٹ لکھتے ہیں: اس کا راوی مستلم بن سعید وہم کا شکار ہے۔　(تقریب ص۳۵۱)
اور ثقات کی مخالفت کرنے والا۔　(تہذیب ص۱۰۴ ج۱۰)

جواب: مستلم بن سعید کو تقریب میں صدوق لکھا ہے آگے ربما وھم لکھا ہے کہ کبھی وہم ہو جاتا تھا، جب علماء نے قبول کر لیا تو معلوم ہوا کہ اس روایت میں وہم نہیں ہے۔ کیا محدثین اور متکلمین ہم سے بھی گئے گزرے تھے کہ ایک وہمی کی روایت پر عقیدہ کی بنیاد رکھ لی۔ پھر تہذیب سے ایک یہی بات نقل کی ہے کہ ثقات کی مخالفت کرتا تھا۔

اس میں بھی خیانت کی۔ تہذیب میں ہے ربما خالف کہ کبھی کبھی ثقات کی مخالفت کرتا تھا، اب ربما کا معنی نہ کرنا اور یہ ظاہر کرنا کہ ہر وقت ثقات کی مخالفت کرتا تھا کتنا بڑا دھوکہ ہے۔ پھر یہ کہ ثقہ جس روایت میں ثقات کی مخالفت کرے اس کو منکر کہتے ہیں۔ اس میں تو کسی کی مخالفت نہیں کی۔ اگر کی ہے تو ظاہر کرو۔ مخالفت تب ہوتی جب کئی ثقات یہ بات نقل کرتے کہ حضور قبر میں مردہ ہیں اور یہ کہتے کہ زندہ ہیں۔ اگر ثقات سے اس طرح کی کوئی روایت منقول ہے تو ثابت کرو۔ فأتوا برهانكم ان كنتم صادقين۔

پھر دوسرے اقوال جو ان کی تعریف میں ہیں وہ بلاڈکار شیر مادر سمجھ کر ہضم کر گئے۔ (۱) امام احمد رحمہ اللہ ان کو ثقہ کہتے ہیں۔ (۲) امام ابن نعیم صویلح (صالح الحدیث) کہتے ہیں۔ (۳) امام نسائی رحمہ اللہ ان کو لا بأس بہ کہتے ہیں۔ (۴) اور ابن حبان رحمہ اللہ ان کو ثقات میں لکھتے ہیں۔

آگے لکھتا ہے کہ: ازرق بن علی جو کہ صحابی رسول حضرت عبداللہ بن مسعود پر بہتان باندھتا ہے اور روایت گھڑتا ہے کہ ابن مسعود رضی اللہ عنہما نعوذ باللہ معوذتین، سورۃ الفلق اور سورۃ الناس اور سورۃ الفاتحہ کو قرآن مجید میں سے نہیں سمجھتے تھے، بلکہ ان کو مٹاتے تھے۔ ابن کثیر احسن الکلام محلی ابن حزم یہ روایت خالص جعلی، جھوٹ، باطل اور ابن مسعود رضی اللہ عنہما پر افتراء ہے۔ یہ ازرق بن علی محدث ابو یعلیٰ کا استاد ہے، ابو یعلیٰ بھی اس بہتان میں شریک ہے، اپنی کتاب مسند ابی یعلیٰ میں یہ روایت لے آیا ہے۔

جواب: تفسیر ابن کثیر میں ابو یعلیٰ کی جو سند نقل کی ہے اس میں الازرق بن علی ہے لیکن ابن کثیر نے نہ اسے جھوٹا کہا ہے نہ جرح کی ہے، بلکہ دوسری بہت ساری سندیں نقل کی ہیں، تو یہ ذمہ داری صرف ان پر ہی نہیں آتی اگر الازرق بن علی کا اس روایت کو نقل کرنا جرح ہے تو حمیدی میں بھی یہ روایت موجود ہے جس میں یحک کے الفاظ ہیں، اس سند میں مندرجہ ذیل راوی ہیں سفیان بن عیینہ، عبدہ بن ابی لبابہ، عاصم بن بھدلہ، زر بن حبیش، اس روایت کی ایک سند میں عبداللہ بن احمد، اعمش، ابو اسحق، عبدالرحمن بن یزید وغیرہ بھی ہیں، تو کیا ان پر بھی وضع کا بہتان لگے گا اور حمیدی نے اپنی مسند میں اس روایت کو نقل کیا ہے تو کیا حمیدی پر بھی وہی الزام لگاؤ گے جو ابو یعلیٰ پر لگایا ہے۔ (کچھ تو خدا کا خوف کرو)

پھر یہ کہ یحییٰ بن ابی بکیر سے روایت کرنے میں ازرق کا متابع عبداللہ بن محمد بن یحییٰ بن ابی بکیر ہے، چنانچہ ابو نعیم (اخبار اصبہان میں ص ۸۸ ج ۲) میں اس کی سند سے روایت لائے ہیں۔

آگے لکھا ہے کہ: حضرت نانوتوی رحمہ اللہ فرماتے ہیں اکثر احادیث باب حیات ضعیف ہیں۔ (لطائف قاسمی ص ۵)

جواب: اس سے تو معلوم ہوا کہ کچھ صحیح بھی ہیں تو ضعیف ان کی تائید کریں گی اور کثرت اسناد سے قوت بڑھ جاتی ہے اور یہ محدثین کا متفقہ اصول ہے، صاحب پمفلٹ نے حضرت نانوتوی رحمہ اللہ کا یہ قول اگر دھوکہ کے لئے نہیں لکھا تو حضرت نانوتوی رحمہ اللہ تو مسئلہ حیات کے قائل ہیں اور اس مسئلہ پر اپنی شہرۂ آفاق کتاب ''آب حیات'' تصنیف فرما چکے ہیں، آپ بھی اعلان کریں کہ ہم حضرت نانوتوی رحمہ اللہ کا پورا مسلک اپناتے ہیں۔

آگے کچھ حوالہ جات محدث اعظم حضرت مولانا سرفراز خان صفدر صاحب کے نقل فرمائے ہیں کہ انہوں نے لکھا ہے کہ عقائد میں خبر واحد سے گاڑی نہیں چل سکتی۔

جواب: جناب ہم یہ ثابت کر چکے ہیں کہ احادیث حیات انبیاء کو تواتر کا درجہ حاصل ہے، یہ جناب کا ذہن ہے کہ تضاد ہی تضاد نظر آتا ہے، سورج تو روشن ہے چمگادڑ نہ دیکھے تو اس میں سورج کا کیا قصور ہے؟ آگے لکھا ہے کہ صفدر صاحب کہتے ہیں کہ بیہقی متعصب ہے، جناب بیہقی فقہی مسائل میں متعصب ہے تو جو روایات فقہی مسائل میں شوافع کی تائید میں جاری ہوں گی ان میں بیہقی کی رائے کو جانچ پرکھ کر لیا جائے گا اور یہ تو تمام اہل سنت کا اجماعی مسئلہ ہے یہاں بھی کیا ترک کر دیا جائے گا؟

اگر یوں کیا تو پھر دین کیا بچ گیا؟ کل تم کہو گے کہ ابن حجر رحمہ اللہ متشدد تھا اور اس نے حیات عیسیٰ پر اجماع لکھا ہے۔ لہٰذا ہم حیات عیسیٰ کا مسئلہ ماننے سے انکار کرتے ہیں۔ جناب ابن حجر رحمہ اللہ جو متشدد تھا تو فقہ میں تھا حیات عیسیٰ علیہ السلام کا مسئلہ تو مسلمہ ہے تو اگر ابن حجر رحمہ اللہ نے اسے نقل کر دیا تو کونسا قصور کر دیا؟

فقہی مسائل میں ان کا تشدد ایک طرف لیکن اجماعی مسائل میں تو ان کے اقوال لئے جائیں گے جسے اتنی واضح بات کا بھی علم نہیں اسے یہی کہا جا سکتا ہے۔

آں کس نداند و بداند کہ بداند
درجہل مرکب ابدالدہر بماند

لو کان موسیٰ حیاً کے راوی مجالد بن سعید اور جابر جعفی پر آئمہ جرح وتعدیل کے اقوال جرح نقل کئے جاتے ہیں۔

جابر بن يزيد بن الحارث بن عبد يغوث بن كعب الجعفي، أبو عبد الله، و يقال أبو يزيد، و يقال أبو محمد الكوفي

الطبقة (٥) من صغار التابعين الوفاة ١٢٧ هج۔ و قيل ١٣٢ هج۔ روى له د ت۔ ق مرتبته عند ابن حجر: ضعيف رافضي۔ مرتبته عند الذهبي: وثقه شعبة فشذ، و تركه الحفاظ، من أكبر علماء الشيعة

أقوال العلماء: قال المزى في "تهذيب الكمال" قال المزى: وقال عباس الدورى، عن يحيى بن معين: لم يدع جابرا ممن رآه إلا زائدة، و كان جابر كذابا۔ و قال في موضع آخر: لا يكتب حديثه، و لا كرامة۔ و قال بيان بن عمرو البخارى، عن يحيى بن سعيد: تركنا حديث جابر، قبل أن يقدم علينا الثورى۔ وقال يحيى بن سعيد، عن إسماعيل بن أبي خالد: قال الشعبي: يا جابر، لا تموت، حتى تكذب على رسول الله ﷺ، قال إسماعيل: فما مضت الأيام و الليالي، حتى أتهم بالكذب۔ و قال عباس الدورى، عن يحيى بن يعلى المحاربي: قيل لزائدة: ثلاثة لا تروى عنهم، لم لا تروى عنهم؟ ابن أبي ليلى، و جابر الجعفي، و الكلبي؟ قال: أما جابر الجعفي فكان والله كذابا يؤمن بالرجعة۔

و قال أبو يحيى الحماني، عن أبي حنيفة: ما لقيت فيمن لقيت أكذب من جابر الجعفي، ما أتيته بشيئ من رأيي إلا جائني فيه بأثر، و زعم أن عنده ثلاثين ألف حديث، عن رسول الله ﷺ لم يظهرها۔

و قال عمرو بن علي: كان يحيى و عبد الرحمن لا يحدثان عنه، كان عبد الرحمن يحدثنا عنه، قبل ذلك، ثم تركه۔

و قال أبو حاتم الرازى، عن أحمد بن حنبل: تركه يحيى و عبد الرحمن۔

و قال الترمذى، عن محمد بن بشار: سمعت عبد الرحمن بن مهدى يقول: ألا تعجبون من سفيان بن عيينة؟ لقد تركت جابرا الجعفي لقوله لما حكى عنه أكثر من ألف حديث، ثم هو يحدث عنه۔

و قال النسائي: متروك الحديث۔

و قال في موضع آخر: ليس بثقة، و لا يكتب حديثه۔

و قال الحاكم أبو أحمد: ذاهب الحديث۔

قال الحافظ في "تهذيب التهذيب" ٢/٤٨

و ذكر مطين، عن مفضل بن صالح: مات سنة سبع۔

و قال ابن أبی خیثمة، عن یحیی بن معین: مات سنة اثنتین و ثلاثین و مئة و قال سلام بن أبی مطیع: قال لی جابر الجعفی: عندی خمسون ألف باب من العلم ما حدثت به أحدا. فأتیت أیوب، فذکرت هذا له، فقال: أما الآن فهو کذاب۔

و قال جریر بن عبد الحمید، عن ثعلبة: أردت جابرا الجعفی، فقال لی لیث بن أبی سلیم: لا تأته فإنه کذاب۔

قال جریر: لا أستحل أن أروی عنه؛ کان یؤمن بالرجعة۔

و قال أبو داود: لیس عندی بالقوی فی حدیثه۔

و قال أبو الأحوص: کنت إذا مررت بجابر الجعفی سألت ربی العافیة۔

و قال الشافعی: سمعت سفیان بن عیینة یقول: سمعت من جابر الجعفی کلاما، فبادرت، خفت أن یقع علینا السقف۔

قال سفیان: کان یؤمن بالرجعة۔

و قال إبراهیم الجوزجانی: کذاب۔

و قال إسحاق بن موسی: سمعت أبا جمیلة یقول: قلت لجابر الجعفی: کیف تسلم علی المهدی؟ قال: إن قلت لک کفرت۔

قال سفیان: کذب. قلت: ما أراد بهذا؟، قال: الرافضة تقول: إن علیا فی السماء لا یخرج من یخرج من ولده حتی ینادی من السماء: اخرجوا مع فلان، یقول جابر: هذا تأویل هذا۔

و قال الحمیدی أیضا: سمعت رجلا یسأل سفیان: أرأیت یا أبا محمد الذین عابوا علی جابر الجعفی قوله: حدثنی وصی الأوصیاء! فقال سفیان: هذا أهونه۔

و قال شبابة، عن ورقاء، عن جابر: دخلت علی أبی جعفر الباقر، فسقانی فی قعب حسائی حفظت به أربعین ألف حدیث۔

و قال یحیی بن یعلی: سمعت زائدة یقول: جابر الجعفی رافضی یشتم أصحاب النبی صلی اللہ علیه و آله وسلم۔

و قال ابن سعد: کان یدلس، و کان ضعیفا جدا فی رأیه و روایته۔

و قال العقیلی فی "الضعفاء" کذبه سعید بن جبیر۔

و قال العجلی: کان ضعیفا یغلو فی التشیع، و کان یدلس۔

و قال الساجی فی "الضعفاء" کذبه ابن عیینة۔

و قال المیمونی: قلت لأحمد بن خداش: أکان جابر یکذب؟ قال: أی و اللہ، و ذاک فی حدیثه بین

و قال ابن قتیبة فی کتابه "مشکل الحدیث" کان جابر یؤمن بالرجعة، و کان صاحب نیرنجات و شبه

و قال أبو أحمد الحاکم: یؤمن بالرجعة، اتهم بالکذب۔

و ذکره یعقوب بن سفیان فی باب من یرغب عن الروایة عنهم۔

و قال ابن حبان: کان سبائیا من أصحاب عبد اللہ بن سبأ، و کان یقول: إن علیا یرجع إلی الدنیا. فإن احتج محتج بأن شعبة و الثوری رویا عنه، قلنا: الثوری لیس من مذهبه ترک الروایة عن الضعفاء، و أما شعبة و غیره فرأوا عنده أشیاء لم یصبروا عنها، و کتبوها لیعرفوها، فربما ذکر أحدهم عنه الشیئ بعد الشیئ علی جهة التعجب. و أخبرنی ابن فارس قال: حدثنا محمد بن رافع قال: رأیت أحمد بن حنبل فی مجلس یزید بن هارون، و معه کتاب زهیر عن جابر الجعفی، فقلت له: یا أبا عبد اللہ تنهونا عن جابر، و تکتبونه؟ قال: لنعرفه۔

مجالد بن سعید بن عمیر الهمدانی، أبو عمرو و یقال أبو عمیر و یقال أبو سعید، الکوفی (والد إسماعیل بن مجالد)

الطبقة: ۶۔ من الذین عاصروا صغار التابعین الوفاة: ۱۴۴ هج روی له: م د ت س ق۔ مرتبته عند ابن حجر: لیس بالقوی و قد تغیر فی آخر عمره

مرتبته عند الذهبی: ضعفه ابن معین، و قال النسائی: لیس بالقوی، و قال مرة: ثقة

أقوال العلماء: قال المزی فی "تهذیب الکمال"

(م د ت س ق): مجالد بن سعید بن عمیر بن بسطام، و یقال: ابن ذی مران بن شرحبیل بن ربیعة بن مرثد بن جشم بن حاشد بن جشم بن خیوان بن نوف بن همدان الهمدانی، أبو عمرو، و یقال: أبو عمیر، و یقال: أبو سعید، الکوفی، والد إسماعیل بن مجالد، و جد عمر بن إسماعیل بن مجالد. اه

و قال المزی: قال البخاری: کان یحیی بن سعید یضعفه، و کان عبد الرحمن بن مهدی لا یروی عنه شیئا. و کان ابن حنبل لا یراه شیئا یقول: لیس بشیئ۔

و قال علی ابن المدینی: قلت لیحیی بن سعید: مجالد؟ قال: فی نفسی منه شیئ۔

و قال عبد الرحمن بن أبی حاتم: حدثنا أحمد بن سنان، قال: سمعت عبد الرحمن بن مهدی یقول: حدیث مجالد عند الأحداث: یحیی بن سعید، و أبی أسامة لیس بشیئ، و لکن حدیث شعبة، و حماد بن زید، و هشیم و هؤلاء القدماء، یعنی أنه تغیر حفظه فی آخر عمره۔

و قال عمرو بن علی: سمعت یحیی بن سعید یقول لعبید اللہ: أین تذهب؟ قال: أذهب إلی وهب بن جریر أکتب السیرة، یعنی عن أبیه، عن مجالد. قال: تکتب کذبا کثیرا، لو شئت أن یجعلها لی مجالد کلها عن الشعبی، عن مسروق، عن عبد اللہ فعل۔

و قال أبو طالب: سألت أحمد بن حنبل عن مجالد، فقال: لیس بشیئ یرفع حدیثا کثیرا لا یرفعه الناس، و قد احتمله الناس۔

و قال عباس الدوری عن یحیی بن معین: لا یحتج بحدیثه۔

و قال أبو بکر بن أبی خیثمة عن یحیی بن معین: ضعیف، واهی الحدیث. کان یحیی ابن سعید یقول: لو أردت أن یرفع لی مجالد حدیثه کله رفعه! قلت: و لم یرفع حدیثه؟ قال: للضعف۔

قال الحافظ فی "تهذیب التهذیب ۱۰/۴۱

و قال الدار قطنی: یزید بن أبی زیاد أرجح منه، و مجالد لا یعتبر به

و قال ابن سعد: کان ضعیفا فی الحدیث۔

و قال ابن حبان: لا یجوز الاحتجاج بہ۔

عبدالرحمن بن اسحٰق واسطی پر بھی (مجمع الزوائد ص ۱۷۴) پر جرح موجود ہے۔

چنانچہ حضرت نے فرمایا جب میں نے یہ حدیث پڑھی تو اس حق نواز نے اس مولوی اللہ بخش سے کہا کہ آپ اس کا جواب دیں۔ اس نے کہا کہ یہ قائل ہیں دنیاوی زندگی کے اور اسمیں دنیاوی کا لفظ آیا ہی نہیں۔ میں نے کہا کوئی اور لفظ برزخی وغیرہ آیا ہے اس نے کہا نہیں میں نے کہا حدیث تو بے فائدہ ہوئی، نہ تیرے کام کی نہ میرے کام کی۔ تیرے اعتبار سے اللہ کے پیغمبر نے ایسی بات فرمائی جو نہ تیرے کام کی نہ میرے کام کی۔ گویا کہ معاذ اللہ تیرا یہ عقیدہ ہے کہ حدیث نکمی بات ہوتی ہے۔

میں نے کہا حدیث کے الفاظ میں الانبیاء احیاء فی قبورھم یصلون۔ اور یہ متواتر حدیث ہے اس میں حضرت محمد کی قبر کا ذکر ہے۔ مسلمان تو مسلمان کافر بھی یہ بات مانتے ہیں کہ حضرت پاک کی قبر مطہرہ مدینہ میں ہے۔ اگر کسی کو انکار ہے تو مجھے بتادو سب کہنے لگے وہیں قبر ہے میں نے کہا مسلمان تو مسلمان کافر بھی یہ بات مانتے ہیں کہ جو مدینہ پاک کی قبر میں آنحضرت ﷺ کا جسد اطہر ہے وہ دنیا والا ہے، وہی جسد اطہر جو سیدہ آمنہ رضی اللہ عنہا کے پیٹ سے پیدا ہوا، وہی جس نے ہجرت کی، وہی جس نے جہاد کیا، وہی جسم جو معراج پر گیا، جب اس قبر میں حیات ہے تو دنیا والا جسم ہی حیات سے فیض یاب ہوا۔

آنحضرت ﷺ کی حیات فی القبر کو دنیاوی حیات کہنے کا مطلب

آنحضرت ﷺ کی حیات فی القبر کو حیات دنیوی کہنے کا مطلب اتنا ہی ہے کہ یہی دنیا والا جسم فائز الحیات ہے۔ مثلاً جب ہم کہتے ہیں کہ آنحضرت ﷺ کو معراج جسمانی ہوا تو اس کا مطلب یہی ہوتا ہے کہ یہ جسم ہی معراج پر گیا۔ اسی طرح جب ہم کہتے ہیں کہ آنحضرت ﷺ کو حیات دنیوی حاصل ہے۔ اس کا مطلب یہی ہے کہ دنیا والا جسم ہی فائز الحیات ہے۔ پھر میں نے کہا اس سے یہ پتہ چلا کہ تینوں باتیں یقینی ہیں۔

۱...... حدیث متواترات میں سے ہے۔

۲...... حضرت کی قبر مبارک بھی مدینے میں ہے۔

۳...... اور اس قبر میں جو جسد اطہر ہے وہ دنیا والا ہے، خواب خیال والا نہیں۔

جب یہ تینوں باتیں یقینی ہیں تو یقینی طور پر معلوم ہوگیا کہ اسی جسد اطہر کو حیات حاصل ہے۔ پھر میں نے کہا آپ بھی کوئی حدیث: الانبیاء اموات فی قبورھم لا یصلون پیش کریں۔ اس پر مولوی اللہ بخش کہنے لگا۔ مہر حق نواز نے زیادتی کی ہے، مجھے یہ نہیں بتایا کہ امین ؟ مناظرہ کروانا ہے۔

اگر بتلا دیتے تو میں تیاری کر کے آتا۔ اب میری تیاری نہیں ہے۔ چنانچہ وہ مناظرہ ختم ہوگیا۔ اب حق نواز جس نے مناظرہ کروایا تھا مجھے کہنے لگا کہ ابھی آپ واپس نہ جائیں چائے تیار ہو رہی ہے وہ پی کر جائیں یہ کہہ کر وہ باہر چلا گیا، کچھ دیر بعد واپس آیا تو اس کے ہاتھ میں نوٹوں کے دو ہار تھے اس نے وہ ہار مجھے پہنا دیئے۔ مہر حق نواز پھر چلا گیا ہم نے چائے وغیرہ پی اس کے بعد ہمارے ساتھیوں نے جلوس کی شکل میں مجھے پھرایا۔ وہ حق نواز

ساتھ نہیں تھا۔ ہم واپس آ کر پھر وہیں بیٹھ گئے۔ میں نے ہار وغیرہ بھی اتار دیئے۔ کچھ دیر کے بعد ایک بوڑھا جس کا نام مہر غلام محمد تھا لاٹھی ٹیکتا ہوا آیا اس نے آ کر لوگوں سے پوچھا مولانا محمد امین اوکاڑوی رحمۃ اللہ علیہ کہاں ہیں؟

لوگوں نے بتایا کہ یہ ہیں۔ وہ رو رہا تھا اور مجھے کہا آپ مجھے ملیں میں جب اٹھا اس نے مجھے اتنا پکڑا کہ چھوڑنے کا نام ہی نہیں لیتا تھا اور ساتھ ساتھ رو بھی رہا تھا۔ جب بیس منٹ کے قریب گزر گئے اس نے مجھے کہا یہ حق نواز میرا چھوٹا بھائی ہے اور میں اس کا بڑا بھائی ہوں اس دنیا میں ہم دو ہی بھائی ہیں۔ یہ مماتی ہے میں حیاتی ہوں۔ اس وجہ سے پندرہ سال سے ہماری آپس میں بول چال بند تھی کہ احمد سعید نے فتویٰ دیا ہوا تھا کہ جو حیات النبی کے قائل ہیں ان کے ساتھ بولنے سے آدمی کافر ہو جاتا ہے۔ یہ مجھے کہتا تھا کہ تو کافر ہے اس لئے میں تجھ سے نہیں بولتا۔

پندرہ سال میں میرے دو نوجوان بیٹے فوت ہوئے سارے لوگ مجھے تسلی دینے کے لئے آئے لیکن یہ نہیں آیا۔ اس نے کہا وہ کون سا مسلمان ہے۔ ان پندرہ سالوں کے دوران میں نے چار حج کئے اور ہمارے ہاں رواج ہے کہ حج پر جاتے وقت بھی کئی دیگیں خیرات کی اتارتے ہیں اور واپسی پر بھی لمبا چوڑا خیرات کا پروگرام بنتا ہے، لیکن یہ نہ کبھی جاتے وقت میرے پاس آتا اور نہ میرے واپس آنے پر ملاقات کے لئے آتا۔ البتہ اتنا پیغام بھیج دیتا تھا کہ ابھی تو نے ابوجہل جتنے حج نہیں کئے۔

ابوجہل نے تجھ سے زیادہ حج کئے ہوئے تھے۔ میں انہی دکھوں میں بیمار ہوں کہ اللہ نے مجھے ایک ہی بھائی دیا تھا وہ بھی مولویوں نے مجھ سے چھین لیا۔ کیونکہ میں مریض ہوں اس لئے مجھے معلوم نہ ہو سکا کہ رات یہاں کوئی مناظرہ تھا یا نہیں۔ آج پندرہ سال کے بعد میرا بھائی میرے گھر گیا اور جاتے ہی مجھ سے لپٹ گیا اور رو رو کر مجھے کہہ رہا تھا کہ جن مولویوں نے ہمیں پندرہ سال آپس میں لڑایا آج مناظرہ میں کہتے ہیں کہ ہماری تیاری نہیں۔ ہمیں پندرہ سال بغیر تیاری کے لڑاتے رہے۔ تو اس واقعہ سے معلوم ہوتا ہے کہ یہ لوگ تشدد میں اتنے بڑھے ہوئے ہیں۔

ایک اور واقعہ: حضرت رحمۃ اللہ علیہ نے سنایا: ایک آدمی میانوالی کا میرے پاس آیا اور کہنے لگا کہ میں ملازمت کے سلسلے میں لاہور ہوتا ہوں۔ گھر میں میں نے ایک آدمی بچوں کو قرآن پڑھانے کے لئے رکھ لیا میں ہفتہ بعد گھر آتا تھا۔ چنانچہ اس مولوی نے میری غیر موجودگی کا فائدہ اٹھا کر میرے گھر والوں کو مماتی بنا دیا۔ اب حال یہ ہے کہ میری بیوی بھی مجھے کافر کہتی ہے اور میری بیٹیاں بھی مجھے کافر کہتی ہیں، اور بیٹے بھی مجھے کافر کہتے ہیں۔

میں نے ایک دن مرغی ذبح کر کے دی تو میری بیٹی نے مجھے پکا کر دی اور خود نہیں کھائی کہ کافر کے ہاتھ کی ذبح کی ہوئی ہے۔ اب میں اس قاری سے پریشان ہوں کہ اس نے ان کو سبق پڑھا دیا کہ میں کافر ہوں اور گھر والے مجھ سے بولتے بھی نہیں۔ میں آپ کی خدمت میں حاضر ہوا ہوں کہ آپ مجھے کوئی طریقہ بتائیں۔

احمد سعید کا اعتراض: احمد سعید نے ایک جگہ تقریر کی اور کہا۔ یہ حدیث قرآن کے خلاف ہے۔ اس لئے قرآن میں آتا ہے: واعبد ربک حتی یاتیک الیقین کہ عبادت اس وقت تک کرنی ہے کہ جب تک موت نہ آئے۔ اس آیت سے معلوم ہوا کہ موت کے بعد عبادت ختم ہو جاتی ہے اور اس حدیث میں ہے کہ انبیاء علیہم السلام نماز پڑھتے ہیں تو لہٰذا یہ حدیث قرآن کے خلاف ہوئی۔

جواب: یہ تقابل بنانا ایسے ہی ہے جیسے منکرین حدیث احادیث کا تقابل بناتے رہتے ہیں اور غیر مقلدین فقہ کا حدیث سے تقابل بناتے رہتے ہیں۔ محدثین میں سے کسی نے اس کو قرآن کے خلاف نہیں کہا ہے۔ اس لئے

تعارض کے لئے ایک طرح کی چیز ہونی شرط ہے۔ اس آیت مبارکہ میں جس عبادت کا ذکر ہے وہ عبادت تکلیفی ہے یعنی فرض یا واجب یا سنت اور وہ نماز جس کا حدیث مبارکہ میں ذکر ہے وہ بطور تلذذ کے ہے تکلیفی نہیں۔

تلذذ کے لئے تو ذکر جنت میں ثابت ہے، قرآن پاک میں ہے جنتی جب جنت میں مجالس میں اکٹھے ہوں گے تو جنت کی نعمت کو یاد کر کے اللہ کا شکر ادا کریں گے اور کہیں گے۔ وآخر دعوانا ان الحمد للہ رب العالمین!

اسی طرح کہیں گے: ''الحمد اللہ الذی اذھب عنا الحزن ان ربنا لغفور شکور۔ الذی احلنا دار المقامۃ من فضلہ لا یمسنا فیھا نصب و لا یمسنا فیھا لغوب'' (الآیۃ ۳۴-۳۵ سورۃ فاطر)

اسی طرح سورۃ زمر میں ہے کہ وقیل الحمد للہ رب العلمین تو یہ جتنے شکر ادا کئے جائیں گے یہ بطور تلذذ کے ہوں گے نہ کہ تکلیفی جس طرح یہ آیات واعبد ربک حتی یاتیک الیقین کے مخالف نہیں ہیں، اسی طرح حدیث مبارکہ بھی اس آیت مبارکہ کے خلاف نہیں ہے۔

حدیث نمبر ۲: (پوری سند مذکور ہو چکی ہے) ''عن اوس ابن اوس عن النبی قال ان من افضل ایامکم یوم الجمعۃ فیہ خلق آدم و فیہ قبض و فیہ النفخۃ و فیہ الصعقۃ فاکثروا علیَّ من الصلوۃ فان صلاتکم معروضۃ علیَّ قالوا یا رسول اللہ ﷺ کیف تعرض صلاتنا علیک و قد ارمت ای یقولون قد بلیت قال ان اللہ عز و جل قد حرم علی الارض ان تاکل اجساد الانبیاء'' (رواہ النسائی ج ۱ ص ۲۰۲)

اب جب نبی کریم ﷺ سے پوچھا گیا کہ حضرت یہ تو سب کو معلوم ہے کہ آپ کے امتی قیامت تک رہیں گے اور آپ نے قیامت تک نہیں رہنا تو آپ کے وصال کے بعد جب درود پڑھا کریں گے جب آپ کا جسم مٹی کھا جائے گی اس وقت کیا ہوگا؟

اب دیکھیں اس حدیث میں کتنی وضاحت سے یہ بات موجود ہے کہ درود پاک کس جسم پر پیش ہونا ہے وہ جسم جو مٹی میں رکھا ہوا ہے اور وہ جسم جو غیر انبیاء کا گل سڑ جاتا ہے۔ اسی جسم کا تذکرہ صحابہ کے سامنے ہے، آپ علیہ السلام اسی جسم کا ذکر فرما رہے ہیں کہ اللہ نے زمین پر حرام کر دیا ہے کہ اس جسم کو کھائے۔ جسم مثالی کو آج تک کسی نے مٹی میں دفن نہیں کیا جس کا مماتی ذکر کرتے رہتے ہیں نہ جسم مثالی گلتا ہے نہ سڑتا ہے تو معلوم ہوا کہ: ''ان اللہ حرم علی الارض ان تاکل اجساد الانبیاء''

یہ جسم مثالی کے لئے نہیں فرمایا گیا بلکہ اس جسم کے لئے فرمایا گیا جو صحابہ کے سامنے موجود تھا۔ جس کے بارے میں صحابہ رضی اللہ عنہم کو یقین تھا کہ اس کو موت آئے گی۔ آپ ﷺ نے اسی جسم کے بارے میں فرمادیا کہ وہ صحیح سالم رہتا ہے زمین اس کو نہیں کھاتی۔ اس حدیث سے امام بیہقی، علامہ سبکی، علامہ سیوطی، ملا علی قاری، قاضی شوکانی، شمس الحق عظیم آبادی اور مولانا خلیل احمد سہارنپوری رحمہ اللہ نے مسئلہ حیات پر استدلال کیا ہے۔ تفصیلی حوالہ جات ملاحظہ فرمالیں۔

امام بیہقی نے بھی اپنے رسالہ جزء حیات انبیاء علیہم السلام میں اس حدیث کو بطور دلیل کے ذکر کیا ہے لکھتے ہیں:

''ومما یدل علی ذلک ما اخبرنا محمد بن عبداللہ الحافظ ثنا ابو العباس محمد بن یعقوب ثنا ابو جعفر احمد بن عبدالحمید الحارثی ثنا الحسین بن علی الجعفی ثنا عبدالرحمن بن یزید بن جابر عن ابی الاشعث الصنعانی عن اوس بن اوس قال قال رسول اللہ ﷺ افضل ایامکم الجمعۃ فیہ خلق آدم فیہ قبض و فیہ

النفخة وفيه الصعقة فاكثروا على من الصلوٰة فيه فان صلوٰتكم معروضة على قالوا كيف تعرض صلوٰتنا عليك وقد ارمت يقولون بليت فقال ان الله حرم على الارض ان تأكل اجساد الانبياء عليہم السلام اخرجه ابو داؤد السجستاني في كتاب السنن وله شواهد'' (اوران دلائل میں سے جو حیات انبیاء علیہم السلام پر دلالت کرتے ہیں وہ حدیث بھی ہے جو بیان کیا ہمیں محمد بن عبداللہ الحافظ نے کہ بیان کیا ہمیں ابوعباس محمد بن یعقوب نے کہ بیان کیا ہمیں ابوجعفر احمد بن عبدالحمید الحارثی نے کہ بیان کیا ہمیں حسین بن علی الجعفی نے کہ بیان کیا ہمیں عبدالرحمن بن یزید بن جابر نے ابوالاشعث الصنعانی سے وہ حضرت اوس بن اوس رضی اللہ عنہ سے نقل فرماتے ہیں کہ نبی اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا تمہارے ایام میں سے سب سے افضل دن جمعہ کا ہے اسی میں آدم علیہ السلام کی تخلیق ہوئی اور اسی میں ان کی موت آئی اور اسی میں نفخہ ہے اور اسی میں صعقہ ہے۔ پس اس دن مجھ پر کثرت سے درود پڑھا کرو اس لئے کہ تمہارا درود مجھ پر پیش کیا جاتا ہے صحابہ نے عرض کیا کہ ہمارا درود آپ پر کس طرح پیش کیا جائے گا۔ جب کہ آپ بوسیدہ ہو جائیں گے فرمایا اللہ تعالیٰ نے زمین پر حرام کر دیا ہے کہ انبیاء علیہم السلام کے اجسام کو کھائے۔ ابوداؤد سجستانی نے اس کو سنن میں ذکر کیا ہے اور اس کے لئے کئی شواہد ہیں۔

شواہد: آپ نے ملاحظہ فرما لیا کہ امام بیہقی اس حدیث کو حیات انبیاء علیہم السلام پر بطور دلیل کے پیش فرما رہے ہیں اور یہ فرما رہے ہیں کہ اس کے شواہد بھی ہیں۔ امام بیہقی نے جن شواہد کا ذکر کیا ہے۔ وہ یہ ہیں لکھتے ہیں:

''منها ما اخبرنا ابو عبدالله الحافظ ثنا ابو بكر بن اسحق الفقيه ثنا احمد بن على الدينار ثنا احمد بن عبدالرحمن بن بكار الدمشقي ثنا الوليد بن مسلم حدثني ابو رافع عن سعيد المقبري عن ابى مسعود الانصارى عن النبى انه قال اكثروا الصلوٰة على فى يوم الجمعة فانه ليس احد يصلى على يوم الجمعة الا عرضت على صلوٰته قال ابو عبدالله رحمہ اللہ ابو رافع هذا هو اسمعيل بن رافع واخبرنا على بن احمد عبدان الكاتب ثنا احمد بن عبيد الصفار ثنا الحسن بن سعيد ثنا ابراهيم بن الحجاج ثنا حماد بن سلمه عن يزيد بن سنان عن مقبول الشامى عن ابى امامة قال قال رسول الله صلی اللہ علیہ وسلم اكثروا على من الصلوٰة فى كل يوم الجمعة فان صلاة امتى تعرض على فى كل يوم جمعة فمن كان اكثره على صلاة كان اقرب منى منزلة۔ واخبرنا ابو الحسن على بن محمد على السقاء الاسفرائيني قال حدثني والدى ابو على ثنا ابو رافع اسامة بن على بن سعيد الرازى بمصر ثنا محمد بن اسمعيل بن سالم الصائغ حدثتنا حكامة بنت عثمان بن دينار اخى مالك بن دينار قالت حدثني ابى عثمان بن دينار عن اخيه مالك بن دينار عن انس بن مالك خادم النبى قال النبى ''ان اقربكم منى يوم القيامة فى كل موطن اكثركم على صلاة فى الدنيا من صلى على فى يوم الجمعة و ليلة الجمعة قضى الله له مائة حاجة سبعين من حوائج الآخرة و ثلاثين من حوائج الدنيا يوكل الله بذالك ملكا يدخله فى قبرى كما يدخل عليكم الهدايا يخبرلى من صلى على باسمه و نسبه الى عشيرته فأثبته عندى فى صحيفة بيضاء'' (جزء حیات انبیاء ص ۱۴-۱۵)

امام تقی الدین سبکی رحمہ اللہ بھی امام بیہقی رحمہ اللہ کی تائید کرتے ہوئے فرماتے ہیں: ''ومما يدل على ذالك و ساق اسناده الى اوس بن اوس قال قال رسول الله صلی اللہ علیہ وسلم . . . الخ''

یعنی ان روایات سے جو اس پر (مسئلہ حیات انبیاء پر دلالت کرتی ہیں) یہ حدیث بھی ہے اور امام بیہقی

نے اس کی سند اوس بن اوس تک نقل کی ہے۔ (جزء حیات انبیاء بیہقی ص ۲۷)

علامہ جلال الدین سیوطی رحمۃ اللہ علیہ بھی اسی حدیث سے اپنے رسالہ انباء الاذکیاء میں حیات انبیاء علیہم السلام پر استدلال فرماتے ہیں۔ چنانچہ لکھتے ہیں: ''واخرج ابو داؤد والبیھقی عن اوس بن اوس الثقفی رضی اللہ عنہ عن النبی انه قال من افضل ایامکم یوم الجمعة... الخ'' (انباء الاذکیاء ص ۴۶)

علامہ سندھی نسائی کے حاشیہ پر رقمطراز ہیں: ''والجواب بقوله ان الله حرم علی الارض اجساد الانبیاء کنایة عن کون الانبیاء احیاء فی قبورھم'' آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ ارشاد فرمانا کہ اللہ تعالیٰ نے زمین پر انبیاء علیہم السلام کے اجسام کو حرام کر دیا ہے یہ اس کا کنایہ ہے کہ انبیاء علیہم السلام اپنی اپنی قبروں میں زندہ ہیں۔

امام ابن تیمیہ رحمۃ اللہ علیہ: ابن تیمیہ رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: ''قال اکثروا علی من الصلوة یوم الجمعة فان صلوٰتکم معروضة علی فقالوا کیف تعرض صلوٰتنا علیک وقد ارمت ای بلیت قال ان الله حرم علی الارض ان تأکل اجساد الانبیاء فاخبر انه یسمع الصلوٰة من القریب و یبلغ ذلک من البعید'' حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ جمعہ کے دن مجھ پر کثرت سے درود پڑھا کرو کیونکہ تمہارا درود مجھ پر پیش ہوگا، آپ نے فرمایا کہ پیغمبروں کے جسموں کو مٹی بنانا زمین پر حرام ہے اور اس حدیث میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے یہی بات بتلائی ہے کہ آپ قبر کے قریب پڑھے جانے والے درود کو خود سنتے ہیں اور دور کا پڑھا ہوا درود (بتوسط ملائکہ) پہنچایا جاتا ہے۔

(رسائل ابن تیمیہ رحمۃ اللہ علیہ الکلام فی مناسک الحج ۲۹۱ ج ۶)

شیخ الاسلام حافظ ابن قیم رحمۃ اللہ علیہ: ''ومعلوم بالضرورة ان جسده فی الارض طری مطراً وقد سأله الصحابة کیف تعرض صلوٰتنا علیک وقد ارمت فقال ان الله حرم علی الارض ان تأکل اجساد الانبیاء ولو لم یکن جسده فی صریحه لما اجاب بهذا الجواب وقد صح عنه ان الله تعالیٰ وکل بقبره الملئکة یبلغون عن امته السلام و صح عنه انه خرج بین ابی بکر و عمر و قال ھکذا نبعث ھذا مع القطع بان روحه الکریمة فی الرفیق الاعلیٰ فی اعلیٰ علیین مع ارواح الانبیاء... فالروح ھنالک ولھا اتصال بالبدن فی القبر و اشراف علیه و تعلق بحیث یصلی فی قبره و یرد سلام من سلم علیه و ھی فی الرفیق الاعلیٰ'' یہ یقینی طور پر معلوم ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا جسد اطہر بالکل تر و تازہ روضہ منورہ میں تشریف فرما ہے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے صحابہ رضی اللہ عنہم نے پوچھا تھا کہ وفات کے بعد آپ صلی اللہ علیہ وسلم پر صلوٰۃ و سلام کیسے پیش ہوتا رہے گا؟ اس پر آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا تھا کہ اللہ تعالیٰ نے حرام کر دیا ہے زمین پر کہ پیغمبروں کے جسموں کو کھائے، اگر آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا جسد اطہر قبر شریف میں نہ ہوتا تو ہرگز یہ جواب ارشاد نہ فرماتے، اسی طرح آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے یہ بھی صحیح طور پر ثابت ہو چکا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے روضہ منورہ کے ساتھ فرشتے مقرر کر رکھے ہیں جو آپ کو آپ کی امت کا سلام پہنچاتے رہتے ہیں اور یہ بھی آپ سے صحیح طور پر ثابت ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم حضرت ابوبکر اور حضرت عمر رضی اللہ عنہما کے مابین تشریف لائے اور فرمایا کہ ہم اسی طرح اٹھائے جائیں گے۔ ان سارے حقائق کے ساتھ بات قطعی ہے کہ آپ کی روح مبارک اعلیٰ علیین میں رفیق اعلیٰ میں ہے، جہاں دوسرے انبیاء کرام علیہم السلام کی ارواح مقدسہ کے ساتھ ہیں، پس روح تو وہاں ہے اور وہیں سے اسے روضہ منورہ میں رکھے جسد اطہر کے ساتھ اتصال ہو رہا ہے۔ روح و بدن کا ایسا قوی تعلق قائم ہو چکا ہے کہ آپ اپنی قبر شریف میں نمازیں بھی پڑھتے ہیں اور ہر سلام کرنے والے کے سلام کا جواب بھی دیتے ہیں۔

''وبھذا التعلق رای موسی علیہ السلام قائماً یصلی فی قبرہ'' روح و بدن کے اس تعلق کی بناء پر آپ نے موسیٰ علیہ السلام کو اپنی قبر میں کھڑے ہو کر نماز پڑھتے دیکھا تھا۔ (زاد المعاد ص ۴۹)

قاضی شوکانی رحمۃ اللہ علیہ: اہل ظواہر کے پیشواء فاضل جلیل قاضی شوکانی رحمۃ اللہ علیہ لکھتے ہیں: ''والاحادیث فیھا مشروعیۃ الاکثار من الصلوٰۃ علی النبی یوم الجمعۃ وانھا تعرض علیہ وانہ حی فی قبرہ... قال ان اللہ حرم علی الارض ان تأکل اجساد الانبیاء وقد ذھب جماعۃ من المحققین الی ان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم حی بعد وفاتہ'' احادیث سے ان امور کی شرعی حیثیت ثابت ہے۔ (۱) جمعہ کے دن آپ صلی اللہ علیہ وسلم پر کثرت سے درود پڑھا جائے۔ (۲) درود شریف آپ صلی اللہ علیہ وسلم پر پیش ہوتا ہے۔ (۳) آپ صلی اللہ علیہ وسلم اپنی قبر مبارک میں زندہ ہیں۔ چنانچہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ رب العزت نے زمین پر حرام کر دیا ہے کہ انبیاء کرام علیہم السلام کے جسموں کو مٹی بنائے اور محققین کی ایک پوری جماعت اس تحقیق پر پہنچی ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اپنی وفات شریفہ کے بعد پھر زندہ ہیں۔ اسی حدیث کے تحت اکثر شارحین مشکوۃ نے لکھا ہے کہ حیات انبیاء علیہم السلام پر اتفاق ہے۔ (نیل الاوطار ج ۳ ص ۲۱۰، ۲۱۱)

حیات الانبیاء علیہم السلام کے بارے میں شیخ عبدالحق محدث دہلوی کا عقیدہ

شیخ عبدالحق محدث دہلوی مکتوبات شریف میں فرماتے ہیں کہ: ''باچندیں اختلافات درامت محمدیہ ہمہ اہل سنت و جماعت دریں مسئلہ متفق اند کہ آنحضرت درروضہ اطہر حیات اند بحیات حسی دنیوی'' امت محمدیہ باوجود اس کے کہ اس میں کئی اختلافات ہیں۔ تمام اہل سنت والجماعت متفق ہیں کہ حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم روضہ اطہر میں حیات ہیں۔ حیات حسی دنیوی کے ساتھ۔ (مکتوبات شیخ عبدالحق)

شیخ عابد سندھی رحمۃ اللہ علیہ کی شرح حدیث: شیخ عابد سندھی رحمۃ اللہ علیہ اس حدیث کے تحت لکھتے ہیں۔ ''کنایۃ عن کون الانبیاء احیاء فی قبورھم'' یہ کنایہ ہے انبیاء علیہم السلام کے قبروں میں زندہ ہونے سے۔

(فتح الودود ص ۱۱۶ ج ۱ مطبوعہ مدینہ منورہ)

واقعہ: حضرت اوکاڑوی رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا کہ ایک مرتبہ یہ عبارت میں نے لکھ کر بھیجی تو انہوں نے کہا ہم بھی مانتے ہیں کہ حضرت پاک حیات ہیں ہم انکار نہیں کرتے۔ پھر میں نے حدیث مبارکہ لکھ کر بھیجی کہ اس حدیث میں جس حیات کا ذکر ہے تو یہ حیات اسی جسم کی ہے جو قبر میں دفن کیا گیا ہے اور وہی جسم حیات ہے جو غیر انبیاء علیہم السلام کا مٹی کھا جاتی ہے۔ اب اس پر اور تو کوئی اعتراض نہ کر سکے اتنا کہہ کر جان چھڑالی کہ یہ خبر واحد ہے ہم اس کو نہیں مانتے۔

بہاولپور کا واقعہ: حضرت رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا۔ ایک مرتبہ میں بہاولپور کے علاقہ میں تقریر کے لئے گیا۔ جب میں نے خطبہ شروع کیا تو انہوں نے شور مچانا شروع کر دیا۔ چونکہ وہ بہت زیادہ شور مچا رہے تھے میں نے خطبہ پڑھنے کے بعد کہا کہ میں نے خطبہ پڑھ لیا میں اپنی تقریر کے وقت میں سے پندرہ منٹ آپ کو شور کرنے کے لئے دیتا ہوں آپ ان پندرہ منٹوں میں جو شور کرنا چاہیں کر لیں میں کہوں کہ شور کرو لیکن وہ نہ کریں۔

دیکھو میں نے تمہیں وقت دے رہا ہوں شور کرنے کے لئے وہ خاموش۔ میں نے کہا پھر شور نہ کرنا میری بات سن لو۔ میں نے کہا اتنی بات تم بھی مانتے ہو کہ حضرت کا جسد اطہر بالکل الآن کما کان محفوظ ہے میں نے کہا یہ مانتے ہو؟ سارے کہنے لگے مانتے ہیں۔ میں نے کہا اس کے لئے قرآن پاک سے آیت پڑھو۔ انہوں نے کہا

حدیث پاک میں جسد اطہر کی حفاظت کا ذکر ہے۔ مراد ان کی یہی حدیث: ''ان اللہ حرم علی الارض ان تاکل اجساد الانبیاء'' تھی۔ میں نے کہا اس حدیث پاک میں جس کے بارے میں تم بھی مانتے ہو کہ اس میں جسد اطہر کی حفاظت کا ذکر ہے، اسی میں حیات کا ذکر ہے۔ اب اگر یہ حدیث جھوٹی ہے تو جسد اطہر کی حفاظت کی آپ کے پاس کیا دلیل ہے؟ اور اگر آپ اسی حدیث سے جسد اطہر کی حفاظت ثابت کر رہے ہیں۔ محفوظ ہونا ثابت کر رہے ہیں تو پھر اس میں حیات موجود ہے۔ اب اگر حدیث مانتی ہے تو حدیث کی دونوں باتیں ماننی چاہئیں۔ اگر انکار کرنا ہے تو کیپٹن مسعود الدین عثمانی نے تو انکار کر دیا ہے تمہیں کون سا ڈر ہے؟ کیونکہ کیپٹن عثمانی کہتا ہے کہ یہ حدیث و ممز قھم کل ممزق کے خلاف ہے۔ معاذ اللہ! کیپٹن عثمانی نے کافروں والی آیت انبیاء علیہم السلام پر چسپاں کر دی ہے۔

اب دس بارہ جو اس کے خاص چیلے بیٹھے تھے وہ اپنے مولویوں سے کہنے لگے کہ آپ اٹھیں اور لوگوں کو بتائیں کہ امین نے بہت اچھی بات کہی ہے کہ ایک بات میں میرا اور آپ کا اتفاق ہے کہ جسد اطہر موجود ہے۔ ایک بات میں اختلاف ہے وہ جسد اطہر حیات بھی ہے یا نہیں؟ میں کہتا ہوں کہ وہ فائز الحیات ہے۔ آپ کہتے ہیں کہ نہیں۔ اب میں آپ سے پوچھتا ہوں کہ جس بات سے اتفاق ہے وہ آپ نے کس حدیث سے لی ہے۔ اگر تو اسی حدیث سے لی ہے جو میں پڑھ رہا ہوں تو پھر اسی حدیث میں جسد اطہر کا فائز الحیات ہونا بھی ثابت ہے۔ اگر اس کے علاوہ کوئی حدیث یا آیت آپ کے پاس موجود ہے جس سے آپ جسد اطہر کا محفوظ ہونا ثابت کر سکیں تو مجھے پیش کریں۔

کفر ٹوٹا خدا خدا کر کے۔ آخر ایک مولوی صاحب کھڑے ہوئے اس نے کہا کہ سچی بات یہی ہے کہ ہمارے پاس جسد اطہر کے محفوظ ہونے کی دلیل یہی حدیث مبارکہ ہے جو آپ نے پڑھی ہے۔ پھر میں نے کہا کہ اس حدیث کو پورا ماننا چاہئے یا ادھورا؟ اس پر ان کے اٹھارہ بڑے بڑے زمیندار کھڑے ہوئے انہوں نے کہا مسئلہ حل ہو گیا ہے کہ جب اس حدیث مبارکہ کو آپ بھی صحیح مانتے ہیں اور یہ بھی صحیح مانتے ہیں تو پھر ہم اس حدیث کو ادھوری کیوں مانیں بلکہ ہم پوری مانیں گے۔ یہ بات کیسے صحیح ہو سکتی ہے کہ آدھی حدیث مان لی جائے اور آدھی حدیث کا انکار کر دیا جائے۔

اب دیکھئے کہ ہم جس طرح استدلال عرض کر رہے ہیں کہ اس حدیث میں ارض کا لفظ موجود ہے، جسد کا لفظ موجود ہے، جسد بھی وہ جس کو مٹی کھا جایا کرتی ہے، وہ یہی جسد عنصری ہے، جسد مثالی کو مٹی نہیں کھایا کرتی اور یہاں اس کا قطعاً کوئی ذکر نہیں اور قبر میں جسد عنصری ہی رکھا گیا تھا نہ کہ جسد مثالی تو حیات بھی جسد عنصری ہی کی ثابت ہوئی۔

حدیث نمبر ۳: ''اخبرنا عبدالوھاب بن عبدالحکم الوراق قال اخبرنا معاذ بن معاذ عن سفیان بن سعید ح واخبرنا محمود ابن غیلان قال حدثنا وکیع و عبدالرزاق عن سفیان عن عبداللہ بن سائب عن زاذان عن عبداللہ قال قال رسول اللہ ﷺ ان اللہ ملائکۃ سیاحین فی الارض یبلغونی من امتی السلام''

(نسائی جلد نمبر ۱ ص ۱۸۹)

حدیث نسائی کے رواۃ ماہرین اسماء الرجال کی نظر میں

۱...... عبدالوھاب۔ ثقۃ''　　(تقریب ص ۲۴۹)

۲...... معاذ بن معاذ ثقۃ''　　(ص ۳۵۷)

۳...... سفیان بن سعید ثقة حافظ فقیه عابد'' (تقریب ص ۱۵۱)

۴...... عبداللہ بن سائب ثقة'' (تقریب ص ۲۰۰)

۵...... زاذان صدوق یرسل و فیه شیعیة'' (تقریب ص ۱۱۵)

۶...... عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ صحابی مشهور'' (خلاصہ از تسکین الصدور)

علامہ ہیثمی رحمۃ اللہ علیہ اس حدیث کو نقل فرمانے کے بعد آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی دوسری حدیث بھی نقل فرماتے ہیں: ''قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم حیاتی خیر لکم تحدثون و تحدث لکم و وفاتی خیر لکم تعرض علی اعمالکم فما رأیت من خیر حمدت اللہ علیه و ما رأیت من شر استغفرت اللہ لکم'' (رواہ البزار ورجالہ رجال الصحیح، مجمع الزوائد ص ۲۴ ج ۹)

(ترجمہ) فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے میری زندگی بھی تمہارے لئے بہتر ہے کہ تم باتیں کرتے ہو اور تم سے باتیں کی جاتی ہیں اور میری وفات بھی تمہارے لئے بہتر ہوگی تمہارے اعمال مجھ پر پیش کیئے جائیں گے۔ پس جب میں اچھے اعمال کو دیکھوں گا تو اللہ کی تعریف کروں گا۔ اس پر اور جب برے اعمال دیکھوں گا تو تمہارے لئے استغفار کروں گا بزار نے اس کو روایت کیا ہے اور اس کے رجال رجال صحیح ہیں۔

علامہ سیوطی رحمۃ اللہ علیہ لکھتے ہیں: ''اخرج احمد و النسائی و الحاکم و صححه و البیهقی فی الشعب و البزار عن ابن مسعود رضی اللہ عنہ عن النبی قال ان اللہ ملئکة سیاحین فی الارض یبلغونی عن امتی السلام''
(الخصائص الکبریٰ ص ۴۸۹ ج ۲)

اسی طرح ملا علی قاری رحمۃ اللہ علیہ اسی حدیث ابن مسعود رضی اللہ عنہ کے تحت فرماتے ہیں: ''وفیه اشارة الی حیاته الدائمة و فرحه ببلوغ سلام امته الکاملة و ایماء الی قبول السلام حیث قبلته الملئکة و حملته الیه علیہ السلام'' اس حدیث میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی حیات دائمہ کی طرف اشارہ ہے اور آپ کی امت کاملہ کے سلام کے پہنچنے کی وجہ سے آپ کی خوشی کی طرف اشارہ ہے اور سلام کو قبول کرنے کی طرف اشارہ ہے بایں طور کہ فرشتے اس کو قبول کرتے ہیں اور آپ علیہ السلام کی طرف لے جاتے ہیں۔ (مرقات شرح مشکوٰۃ ص ۱۴۳ ج ۲)

اس طرح خطیب بغدادی نے بھی آپ علیہ السلام پر سلام پیش کرنے کی حدیث نقل فرمائی ہے لکھتے ہیں: ''قال سعید بن الحسن بن علی الروز بهان حدثنا جریر عن حسین الخلقانی عن عبداللہ بن سائب عن زاذان عن عبداللہ بن مسعود قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ان اللہ ملئکة یطوفون فی الطریق یبلغونی عن امتی السلام'' فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کہ بے شک اللہ کے فرشتے راستے میں پھرتے رہتے ہیں اور مجھے میری امت کا سلام پہنچاتے ہیں۔ (تاریخ بغداد ج ۹ ص ۱۰۴)

اسی طرح مسند ابو یعلی الموصلی میں یہ حدیث اس سند سے مروی ہے: ''ابو یعلیٰ عن خیثمة عن وکیع عن سفیان عن عبداللہ بن سائب عن زاذان عن عبداللہ بن مسعود قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ان اللہ ملئکة سیاحین فی الارض یبلغونی عن امتی السلام'' (مسند ابویعلیٰ الموصلی ص ۱۳۷ ج ۹)

مسند احمد کی سند: ''حدثنا عبداللہ حدثنی ابی حدثنا ابن نمیر انبأنا سفیان عن عبداللہ بن السائب عن زاذان قال قال عبداللہ قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ان اللہ ملئکة سیاحین فی الارض یبلغونی عن امتی السلام''
(مسند احمد ج ۱ ص ۵۰۳)

مصنف ابن ابی شیبہ کی سند: ''حدثنا وکیع عن سفیان عن عبداللہ بن السائب عن زاذان عن عبداللہ قال قال رسول اللہ ﷺ ان اللہ ملئکۃ سیاحین فی الأرض یبلغونی عن امتی السلام'' (ابن ابی شیبۃ ج ۲ ص ۳۹۹)

موارد الظمآن کی سند یہ ہے: ''اخبرنا احمد بن علی بن المثنیٰ حدثنا ابو خیثمۃ ثنا وکیع عن سفیان عن عبداللہ بن السائب عن زاذان عن ابن مسعود رضی اللہ عنہ قال قال رسول اللہ ﷺ ان اللہ ملئکۃ سیاحین فی الارض یبلغونی عن امتی السلام'' (موارد الظمآن ص ۵۹۵)

اسی طرح ابن عبدالہادی حنبلی اس حدیث کے بارے میں لکھتے ہیں: ''رواہ النسائی و اسمعیل القاضی وغیرھما من طریق مختلفۃ من اسانید صحیحۃ لاریب''

اعتراض: اس حدیث کی سند میں زاذان راوی ہے اور وہ شیعہ ہے۔

جواب: زاذان حضرت علی کرم اللہ وجہہ کا خصوصی شاگرد ہے، بہت بڑا عالم ہے۔ شیعہ کے معنی جماعت ہے، حضرت علی رضی اللہ عنہ کی جماعت کو شیعان علی کہہ دیتے تھے۔ ابن قیم رحمہ اللہ فرماتے ہیں: ''وزاذان من الثقات روی عن اکابر الصحابۃ کعمر رضی اللہ عنہ وغیرہ و روی لہ مسلم فی صحیحہ وقال یحییٰ بن معین ثقۃ و قال حمید بن ھلال وقد سئل عنہ ھو ثقۃ لاتسئل عن مثل ھؤلاء'' (کتاب الروح ص ۵۹)

امام حاکم نے مستدرک میں حدیث براء اس سند سے نقل کی ہے: ''فحدثنا ابو سعید عمر بن محمد بن منصور العدل ثنا الحسین بن الفضل البجلی ثنا معاویۃ بن عمرو الازدی ثنا زائدہ عن الاعمش عن المنھال بن عمرو عن زاذان عن البراء''

اس سند میں زاذان ہے حاکم کہتے ہیں: ''ھذا حدیث صحیح علی شرط الشیخین۔ فقد احتجا جمیعا بالمنھال بن عمرو، و زاذان'' یہ حدیث بخاری مسلم کی شرط پر صحیح ہے اور ان دونوں نے منہال بن عمرو اور زاذان سے استدلال کیا ہے۔ (مستدرک ص ۹۶ ج ۱)

آگے حاکم چار سندیں ایسی لائے ہیں جن میں زاذان ہے، پھر فرماتے ہیں: ''ھذہ الاسانید التی ذکرتھا کلھا صحیحۃ علی شرط الشیخین''

یہ تمام کی تمام اسانید جنہیں میں نے ذکر کیا ہے یہ صحیح ہیں اور بخاری مسلم کی شرط پر ہیں، ذہبی نے بھی تلخیص مستدرک میں زاذان کی روایت کو بخاری مسلم کی شرط پر قرار دیا ہے۔ دیکھئے

(مستدرک ص ۹۶ ج ۱ مطبوعہ دار الکتب العلمیہ بیروت لبنان)

زاذان کے بارے میں جو شیعہ ہونے کا اعتراض کیا جاتا ہے اس کا جواب سمجھنے سے پہلے یہ جاننا ضروری ہے کہ اسماء الرجال میں شیعہ کا لفظ کن معنوں میں استعمال ہوتا ہے۔ علامہ ذہبی لکھتے ہیں: ''ان البدعۃ علی ضربین فبدعۃ صغریٰ کغلو الشیع او کالتشیع بلا غلو ولا تحرف۔ فھذا کثیر فی التابعین و تابعیھم مع الدین والورع والصدق فلو رد حدیث ھؤلاء لذھب جملۃ من الاثار النبویۃ وھذہ مفسدۃ بینۃ''

علامہ ذہبی فرماتے ہیں کہ بدعت (یعنی شیعہ) دو قسم پر ہے بدعت صغریٰ جیسے تشیع کا غلو یا تشیع بلا غلو بغیر تحریف کے قائل ہونے کے یہ کثیر تابعین اور تبع تابعین میں باوجود ان کے دین ورع اور صدق کے پایا جاتا ہے اگر اس جماعت کی حدیث رد کریں تو جملہ احادیث نبویہ چلی جائیں گی اور یہ ظاہری فساد ہے۔

آگے لکھتے ہیں: ''ثم بدعة کبریٰ کالرفض الکامل والغلو فیه والحط علی ابی بکر و عمر رضی اللہ عنہما والدعاء الی ذالک فهذا النوع لا یحتج بهم ولا کرامة و ایضا فما استحضر الان فی هذا الضرب رجلا صادقا ولا مامونا بل الکذب شعارهم والتقیة والنفاق دثارهم فکیف یقبل نقل من هذا حاله حاشا و کلا۔ والشیع الغالی فی زمان السلف و عرفهم هو من تکلم فی عثمان و الزبیر و طلحة و معاویة و طائفة ممن حارب علیا رضی اللہ عنہ و تعرض لسبهم والغالی فی زماننا و عرفنا هو الذی یکفر هؤلاء السادة و یتبرأ الشیخین ایضا فهذا ضال مفتر''

پھر بدعت کبریٰ ہے جیسے رفض کامل اور اس میں غلو اور ابوبکر اور عمر رضی اللہ عنہما کے خلاف بولنا اور اس کی طرف دعوت دینا یہ ایسی نوع ہے جن کی روایت نہیں لی جائے گی نہ وہ لوگ قابل احترام ہیں۔ اس جماعت میں کسی بھی سچے آدمی کو نہیں پاتا بلکہ جھوٹ ان کا شعار ہے اور تقیہ اور نفاق ان کی علامت ہے۔ پس کیسے روایت نقل کی جائے گی اس کی جس کا یہ حال ہو اور غالی شیعہ سلف کے زمانہ میں اور ان کے عرف میں وہ تھا جو عثمان، زبیر، طلحہ، معاویہ (رضی اللہ عنہم) اور اس جماعت کے بارے میں جنہوں نے حضرت علی رضی اللہ عنہ سے جنگ کی ان پر اعتراض کرتا ہو اور ان پر سب و شتم کرتا ہو اور غالی ہمارے زمانے میں اور ہمارے عرف میں وہ ہے جو ان کی تکفیر کرتا ہو اور شیخین سے برأت کا اظہار بھی کرتا ہو۔ یہ گمراہ اور جھوٹا ہے۔ (میزان الاعتدال ص ۳۰ ج ۱)

علامہ ذہبی کے اس کلام سے معلوم ہوا کہ شیعہ دو قسم کے (۱) غالی شیعہ (۲) غیر غالی شیعہ۔

غالی کی روایت نہ لی جائے گی اور غیر غالی کی لی جائے گی۔

حافظ ابن حجر رحمہ اللہ (ہدی الساری اور تہذیب التہذیب ص ۹۴ ج ۱) میں فرماتے ہیں: ''التشیع فی عرف المتقدمین هو اعتقاد تفضیل علی علیؓ عثمان و ان علیاً کان مصیباً فی حروبه و ان مخالفه مخطیئ مع تقدیم الشیخین و تفضیلهما'' حافظ صاحب فرماتے ہیں شیعت متقدمین کے عرف میں حضرت علی کے حضرت عثمان سے افضل ہونے کا اعتقاد رکھنا ہے اور اس بات کا اعتقاد رکھنا ہے کہ حضرت علی جنگوں میں مصیب تھے اور ان کے مقابل مخطی تھے۔ حضرات شیخین کے حضرت علی پر مقدم ہونے اور افضل ہونے کے اعتقاد کے ساتھ (یہ یاد رہے کہ جنگوں میں مخطی ہونے سے مراد خطاء اجتہادی ہے اور اس پر بھی ایک اجر ہے جیسا کہ بخاری مسلم، ابوداؤد، ترمذی، ابن ماجہ میں روایت موجود ہے کہ اگر مجتہد سے خطا بھی ہو جائے تب بھی ایک اجر ہے)

اس پر تفصیل سے قائد اہلسنت وکیل صحابہ، مظہر شریعت و طریقت حضرت مولانا قاضی مظہر حسین رحمہ اللہ نے ''فتنہ خارجیت'' اور ''مشاجرات صحابہ رضی اللہ عنہم'' میں بحث کی ہے، وہاں مطالعہ کر لیا جائے۔

آگے ابن حجر لکھتے ہیں: ''وربما اعتقد بعضهم ان علیاً افضل الخلق بعد رسول اللہ ﷺ و اذا معتقد ذالک ورعادیناً صادقاً مجتهداً فلا ترد روایته بهذا لا سیما اذا کان غیر داعیة''

اور بعض ان میں سے یہ اعتقاد رکھتے ہیں کہ حضرت علی رسول اللہ ﷺ کے بعد تمام مخلوق سے افضل ہیں جب اس کا اعتقاد رکھنے والا متقی دیندار سچا اور جانچ پرکھ کر کے روایت لینے والا ہو تو اس کی روایت صرف اعتقاد کی وجہ سے رد نہیں کی جائے گی۔ خصوصاً جب وہ بدعت (یعنی اس عقیدہ) کی طرف داعی بھی نہ ہو۔

آگے لکھتے ہیں: ''فمن قدمه علی ابی بکر و عمر فهو غال فی تشیعه۔ و یطلق علیه رافضی و الا فشیعی۔ فان انضاف الی ذالک السب و التصریح بالبغض و هو التشیع فی عرف المتأخرین۔ فغال فی الرفض۔ و ان اعتقد الرجعة الی الدنیا فاشد فی الغلو و لا تقبل روایة الرافضی الغالی و لا کرامة'' پس جو حضرت علی کو ابوبکر اور عمر سے مقدم کرتے ہیں یہ غالی شیعہ ہیں۔ ان پر رافضی کا اطلاق ہوتا ہے اور نہ شیعہ کا اور اگر اس کے ساتھ ساتھ وہ سب بھی کرتا ہو اور بغض بھی ظاہر کرتا ہو تو یہ متاخرین کے عرف میں شیعہ ہے اور غالی رافضی ہے اور اگر رجعت کا عقیدہ بھی رکھتا ہو تو شدید غالی ہے۔ ایسے غالی رافضی کی روایت قبول نہ کی جائے گی اور نہ یہ شخص قابل عزت ہے۔

علامہ ذہبی ایک مقام پر لکھتے ہیں: ''و نحن معشر اهل السنة الو محبة و موالاة للخلفاء الاربعة ثم خلق من شیعة العراق یحبون عثمان و علیا لکن یفضلون علیا علی عثمان و لا یحبون من حارب علیا مع الاستغفار لهم فهذا التشیع خفیف'' ہم اہل سنت خلفاء اربعہ سے محبت کرتے ہیں پھر عراق کے شیعوں سے کچھ لوگ ایسے بھی پیدا ہوئے جو حضرت عثمان اور حضرت علی دونوں سے محبت کرتے تھے لیکن علی کو عثمان پر فضیلت دیتے تھے جس نے علی سے جنگ کی اس سے محبت نہیں کرتے تھے لیکن ان کے لئے استغفار کرتے تھے یہ شیعت کی خفیف قسم ہے۔ (میزان الاعتدال ج ۳ ص ۲۷۴)

مندرجہ بالا عبارات سے یہ باتیں معلوم ہوئیں:

۱...... کچھ لوگ حضرت علی کو عثمان پر فضیلت دیتے تھے محبت دونوں سے کرتے تھے البتہ شیخین رضی اللہ عنہما کی فضیلت کے قائل تھے یہ لوگ جنگوں میں حضرت علی رضی اللہ عنہ کے مصیب ہونے کے بھی قائل تھے یہ لوگ حضرت علی کے ساتھ لڑنے والوں کے لئے استغفار بھی کرتے تھے ایسوں کو بھی پہلے زمانے میں شیعہ کہہ دیا جاتا تھا۔

۲...... بعض لوگ سب شیخین کے قائل تھے اور حضرت عثمان، طلحہ، معاویہ (رضی اللہ عنہم) ان لوگوں پر سب کرتے تھے ایسوں کو غالی شیعہ یا رافضی یا غالی رافضی یا رافضی محترق کہا جاتا ہے۔

۳...... پہلی قسم کے طبقہ سے روایت کرنا جائز ہے بلکہ روایت نہ کرنا احادیث کے بہت بڑے ذخیرہ کو ضائع کرنا ہے۔

۴...... دوسری قسم کے طبقہ سے روایت نہ کی جائے گی۔

(نوٹ) یہاں یہ بات بھی سمجھ لیں کہ اہل کوفہ اور بعض دوسرے رواۃ کے پہلے معنی کے اعتبار سے شیعہ ہونے کی وجہ سے بعض ایسے آئمہ جرح و تعدیل جو خوارج کی طرف مائل تھے سخت جرح کر دیتے تھے جیسے جوزجانی دمشقی، چنانچہ حافظ ذہبی جوزجانی کے ترجمہ میں لکھتے ہیں: ''کان شدید المیل الی مذهب اهل دمشق فی التحامل علی علی رضی اللہ عنہ فقوله فی اسماعیل مائل عن الحق یرید به ما علیه الکوفیون من التشیع'' جوزجانی اہل دمشق کے مذہب کی طرف شدت کے ساتھ مائل تھے۔ حضرت علی رضی اللہ عنہ کی مخالفت کرنے میں اور ان کا قول اسماعیل کے بارے میں ''مائل عن الحق'' اس سے ان کی مراد وہ نظریہ ہے جس پر کوفی شیعہ تھے۔ (میزان الاعتدال ج ۱ ص ۱۰۱)

محقق العصر علامہ زاہد بن حسن الکوثری نے بھی تانیب الخطیب میں لکھا ہے: ''لا یقبل له قول فی اهل الکوفة'' اہل کوفہ کے بارے میں ان کا قول قابل قبول نہ ہوگا۔ (ص ۱۱۶)

جوزجانی کے بارے میں حافظ ابن حجر ؒ لکھتے ہیں: ''والجوزجانی مشھور بالنصب والانحراف'' جوزجانی ناصبی اور حضرت علیؓ سے منحرف ہونے میں مشہور ہے۔

ایک اور مقام پر لکھتے ہیں: ''وتعصب الجوزجانی علی اصحاب علیؓ معروف'' جوزجانی کا تعصب اصحاب علی کے خلاف معروف ہے۔ (تہذیب التہذیب ص۴۲ ج۵)

ایک اور مقام پر لکھتے ہیں: ''جوزجانی کان ناصباً منحرفاً عن علیؓ'' جوزجانی ناصبی تھا حضرت علیؓ سے منحرف تھا۔ (تہذیب ص۱۱۶ ج۲)

ایک اور مقام میں لکھتے ہیں: ''قلنا غیر مرۃ ان جرحہ لا یقبل فی اھل الکوفۃ لشدۃ انحرافہ و نصبہ'' ہم نے بارہا کہا ہے کہ جوزجانی کی جرح اہل کوفہ کے بارے میں قبول نہ کی جائے گی اس کے متشدد ناصبی اور منحرف ہونے کی وجہ سے۔ (تہذیب ص۱۶۷ ج۲)

چونکہ بعض جارحین میں شدت تھی اس لئے اکثر حضرات نے ان کے قول کی طرف التفات نہ کیا اور شیعہ کی پہلی قسم کو معتبر فی الروایہ قرار دیا۔ چنانچہ اجلح بن عبداللہ کوفی کو شیعہ کہا جانے کے باوجود ابن عدی نے صدوق کہا ہے۔ ابن معین اور احمد عجلی نے ثقہ کہا ہے۔ (میزان ص۷۸ ج۱)

زبید بن الحارث الیامی کے بارے میں لکھا ہے: ''من ثقات التابعین فیہ تشیع یسیر قال قطان ثبت وقال غیر واحد غیر ثقۃ''

چنانچہ زاذان کو بھی پہلے معنی کے اعتبار سے شیعہ کہا گیا ہے۔ اسی وجہ سے ان کو صدوق لکھا گیا ہے۔ علامہ ابن قیم ؒ فرماتے ہیں: زاذان من الثقات روی عن اکابر الصحابۃ زاذان ثقہ ہے۔ اکابر صحابہ سے روایت کرتا ہے۔ اس کی روایت مسلم میں ہے۔ عاجز نے مستدرک کا حوالہ نقل کر دیا ہے کہ اس کی حدیث کو بخاری و مسلم کی شرط پر حاکم نے کہا ہے۔ پس زاذان کی وجہ سے جب کہ اس حدیث کو تلقی بالقبول بھی حاصل ہو اس کو چھوڑ نا ظلم اور ناانصافی اور ذخیرہ احادیث کو ضائع کرنا ہے۔

اس موضوع پر شیخ عبدالفتاح ابوغدہ ؒ نے الرفع والتکمیل کے حاشیہ میں اس پر مفصل بحث فرمائی ہے۔ شیخ کا تعارف اس کتاب کے آخر میں ان شاءاللہ تعالیٰ آجائے گا۔

یہ حدیث (مسند احمد میں جلد نمبر ۱ ص ۴۵۲ مصنف ابن ابی شیبہ ج ۲ ص ۵۷۳ دارمی ص ۳۴۷ اور البدایہ والنہایہ ج ۱ ص ۵۴۱ موارد الظمآن ج ۱ ص ۵۹۴) میں موجود ہے۔ علامہ سخاوی ؒ نے القول البدیع میں اس حدیث کو نقل فرمایا ہے۔ اس کے بعد فرماتے ہیں کہ: ''رواہ احمد و النسائی و الدارمی و ابو نعیم و البیھقی و الخطعی و ابن حبان والحاکم فی صحیحھما وقال صحیح الاسناد'' روایت کیا اس کو احمد نے نسائی، دارمی، ابونعیم، بیہقی، خطعی، ابن حبان اور حاکم نے اپنی صحیحین میں اور فرمایا کہ یہ صحیح الاسناد ہے۔

آگے علامہ سخاوی اسی مضمون کو حضرت علیؓ سے حدیث نقل فرماتے ہیں: ''عن علی قال قال رسول اللہ ﷺ ان اللہ ملائکۃ یسیحون فی الارض یبلغونی صلاۃ من صلی علی من امتی۔ اخرجہ الدار القطنی'' کہ حضرت علیؓ سے روایت ہے کہ نبی اقدس نے فرمایا کہ بے شک اللہ کے فرشتے زمین میں سیر کرتے ہیں اور میری امت میں سے اس شخص کا درود مجھ تک پہنچاتے ہیں جو شخص مجھ پر درود پڑھے۔

علامہ سخاوی نے اس حدیث کو نقل کرنے کے بعد فرمایا ہے کہ امام دارقطنی رحمۃ اللہ علیہ نے جو حضرت علی رضی اللہ عنہ سے یہ روایت کی ہے یہ ان کا وہم ہے اس حدیث کو زاذان نے ابن مسعود رضی اللہ عنہ سے نقل کیا ہے۔ جیسے کہ گزر چکا ہے۔ آگے علامہ سخاوی رحمۃ اللہ علیہ حضرت حسن بن علی بن ابی طالب کی روایت لاتے ہیں: ''عن حسن بن علی بن ابی طالب قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم حیث ما کنتم فصلوا علی فان صلاتکم تبلغنی رواہ الطبرانی فی الاوسط و الکبیر''

کہ حضرت حسن بن علی بن ابی طالب سے روایت ہے کہ نبی علیہ السلام نے فرمایا تم جہاں کہیں بھی ہو مجھ پر درود پڑھو کیونکہ تمہارا درود مجھ پر پہنچایا جاتا ہے۔

اس حدیث ابن مسعود رضی اللہ عنہ میں یہ واضح طور پر موجود ہے کہ جن فرشتوں کی ڈیوٹی لگا رکھی ہے وہ سیاحین فی الارض ہیں جو زمین میں چلتے پھرتے ہیں۔ اب اس حدیث مبارکہ میں ہمارا استدلال اسی پر ہے کہ سیاحت کو ارض (زمین) سے معلق کر دیا گیا ہے۔ وہ درود لیتے بھی زمین سے ہی ہیں اور پہنچاتے بھی زمین والی قبر میں ہیں۔

اور زمین والی قبر میں جو جسد اطہر ہے وہ جسد عنصری ہی ہے کیونکہ خواب وخیال والے جسد مثالی کو کسی نے وہاں دفن کیا ہی نہیں۔ جب درود اسی جسد عنصری پر ہی پیش ہوتا ہے تو معلوم ہوا کہ یہی جسد عنصری ہی فائز الحیات ہے۔

علامہ سیوطی رحمۃ اللہ علیہ روایت نقل کرتے ہیں: ''اخرج الحارث فی مسندہ و ابن سعد و القاضی اسمٰعیل عن بکر بن عبداللہ المزنی قال قال رسول اللہ حیاتی خیر لکم و موتی خیر لکم تعرض علی اعمالکم فمن کان من حسن حمدت اللہ علیہ و من کان من سیئ استغفرت اللہ لکم، و اخرج البزار بسند صحیح من حدیث ابن مسعود رضی اللہ عنہ مثلہ'' حارث نے اپنی مسند اور ابن سعد اور قاضی اسمٰعیل نے بکر بن عبداللہ المزنی سے روایت نقل کی ہے کہ نبی کریم نے فرمایا میری زندگی بھی تمہارے لئے بہتر ہے اور میری موت بھی تمہارے لئے بہتر ہے تمہارے اعمال مجھ پر پیش کئے جائیں گے پس جو اچھے ہوں گے میں ان پر اللہ کی تعریف کروں گا اور جو برے ہوں گے تو میں تمہارے لئے استغفار کروں گا۔ بزار نے ابن مسعود رضی اللہ عنہ سے اسی کی مثل حدیث کو سند صحیح کے ساتھ نقل کیا ہے۔　(الخصائص الکبریٰ ص ۱۹۱ ج ۲)

مناظرہ میں احادیث پیش کرنے پر احمد سعید کا اعتراض

حضرت رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا کہ: جب میرا احمد سعید سے مناظرہ ہوا ویسے تو یہ کبھی مناظرہ میں نہ پھنستا لیکن اس نے یہ سمجھ رکھا تھا کہ جس تاریخ کو مناظرہ ہے۔ اس تاریخ کو امین مناظرہ پر نہیں پہنچ سکے گا اور مفت میں میدان میرا ہو جائے گا۔ وجہ میرے نہ پہنچنے کی اس کے ذہن میں یہ تھی کہ مناظرہ ضیاء الحق کے ریفرنڈم سے ایک دن پہلے رکھا گیا اور میں چونکہ سکول ٹیچر تھا اور الیکشن کے موقعہ پر ٹیچروں کی ڈیوٹی لگ جاتی ہے اور چھٹی بند ہو جاتی ہے۔ اس لئے وہ مناظرہ طے کرنے کی ہمت کر بیٹھے۔ مناظرہ سے ایک دن قبل کبیر والا کے تین چار اساتذہ میرے پاس تشریف لائے اور فرمایا کہ مناظرہ طے ہو گیا ہے اور آپ ہی نے مناظرہ کرنا ہے۔

میں نے کہا یہ تو مشکل ہے کیونکہ سکول سے چھٹی نہیں مل رہی ابھی وہ بیٹھے ہی ہوئے تھے کہ آرڈر آ گیا کہ چھٹی بند ہے لیکن غیبی مدد یہ ہوئی کہ اس پر میرا نام غلط لکھا ہوا تھا۔ محمد امین کے بجائے محمد رفیق لکھا ہوا تھا۔ میں نے کہا کہ میں باقی ٹیچروں کی تصدیق کروا دیتا ہوں لیکن میرا تو نام ہی غلط ہے، پہلے میرا نام آپ ٹھیک کروا کر لے آئیں۔

اسے میں نے نام ٹھیک کروانے بھیج دیا اور ادھر میں نے جلد از جلد ڈی، سی کے نام اہم کام کے لئے رخصت کی درخواست لکھی اور کہا میں ان شاء اللہ پہنچوں گا اسی دن شام چار بجے ڈی، سی کے پاس ووٹوں کے سلسلہ میں اجلاس تھا، باقی تمام ٹیچرز حضرات گئے ڈی، سی صاحب نے پوچھا کہ مولوی صاحب کیوں نہیں آئے تو میرے سیکنڈ ہیڈ ماسٹر نے کھڑے ہو کر کہا کہ یہ ان کی درخواست ہے اور وہ ضروری کام سے کہیں چلے گئے ہیں۔

ڈی سی صاحب نے کہا وہ وعدہ کے تو پکے ہیں پہنچنے کی کوشش تو کریں گے، لیکن چونکہ سفر زیادہ لمبا ہے ہوسکتا ہے کہ وقت پر پہنچ نہ سکیں۔ اس لئے ایک آدمی ان کے لئے ریزرو رکھو۔ اگر وہ نہ پہنچ سکے تو یہ آدمی کام کرے تا کہ کام نہ رکے جب میں پہنچا تو میں نے حیات الانبیاء علیہم السلام کا عقیدہ لکھ کر بھیجا اور احمد سعید نے اس کے جواب میں صرف یہ لکھا میں آپ کے عقیدہ کا انکار کرتا ہوں اور میرا اپنا کوئی دعویٰ نہیں ہے۔

میں نے کہا اس کا مطلب یہ ہے کہ دلیل مدعی کے ذمہ ہے۔ لہٰذا ہم تو دلائل پیش کرسکیں گے اور تو پورے مناظرہ میں کوئی آیت یا حدیث نہ پڑھ سکے گا۔

مماتیوں کا مغالطہ: عام طور پر یہ لوگ مغالطہ دینے کی کوشش کرتے ہیں کہ مدعی حیاتی ہیں ہم منکر ہیں۔ لہٰذا دلیل حیاتیوں کے ذمہ ہے۔ چنانچہ احمد سعید نے دارالعلوم کبیر والا والوں کو خط لکھا کہ مدعی تم ہو ہم نہیں ہیں۔ لہٰذا دلیل تمہارے ذمہ ہوگی۔

انہوں نے یہ خط حضرت اوکاڑوی رحمۃ اللہ علیہ کے پاس بھیج دیا حضرت نے جواب لکھا: آپ کم از کم نورالانوار ایک مرتبہ اور پڑھیں۔ کیونکہ نورالانوار میں لکھا ہے کہ نفی کی دو قسمیں ہیں ایک وہ جو دلیل پر مبنی نہ ہو جیسے سنی حضرات کہتے ہیں کہ ہم یہ بات نہیں مانتے کہ اشھد ان علیا ولی اللہ اذان میں کہنا چاہئے لیکن اس پر ہمارے پاس کوئی دلیل نہیں ہے۔ اسی طرح ساتواں چالیسواں کا انکار اس کی کوئی بھی دلیل نہیں اور ایک نفی وہ ہے جو دلیل پر مبنی ہو جیسے قرآن میں لکھا ہے لا شریک لہ اللہ کا کوئی شریک نہیں۔

قرآن میں لکھا ہے لم یلد و لم یولد کہ اللہ کا نہ کوئی باپ ہے نہ کوئی بیٹا ہے۔ قرآن میں لکھا ہے خدا کی کوئی بیوی نہیں۔ اب یہ سب نفییں ہیں لیکن جب ہم قرآن کا نام لے کر یہ کہیں گے کہ قرآن میں ہے کہ خدا کا کوئی شریک نہیں تو اب دوسرے کو یہ حق حاصل ہے کہ وہ کہے کہ قرآن کی وہ آیت پڑھ جسمیں خدا کے شریک کی نفی ہو۔ اب مجھے قرآن کی آیت پڑھنی چاہئے یا ہاتھ جوڑ کر کھڑے ہو جانا چاہئے کہ میں نافی ہوں مجھ سے کوئی دلیل نہ مانگے تو وہ کہیں گے تو پھر قرآن پر جھوٹ کیوں بول رہا تھا؟ تو ان ساری مثالوں سے معلوم ہوا کہ نفی کی دو قسمیں ہیں۔ ایک وہ جو دلیل پر مبنی ہے دوسری وہ جو بلا دلیل ہے۔

اب مماتی ہمیں لکھ دیں کہ حیات النبی کا انکار ایسے ہی ہے جیسے تیجے ساتویں اور چالیسویں کا انکار۔ پھر تو ٹھیک ہے اس صورت میں ہم مدعی ہوں گے اور دلائل پیش کرنے پڑیں گے۔ لیکن جب یہ دن رات شور مچاتے ہیں کہ ہمارے پاس عدم حیات کی ستر قرآن پاک کی آیات ہیں اور نبی علیہ السلام کی سترہ سو حدیثیں ہیں تو ان کی نفی دلیل پر مبنی ہوئی۔

لہٰذا انہیں وہ دلائل پیش کرنے چاہئیں۔ لیکن یہ لوگ آج تک اپنا عقیدہ بھی نہ بیان کر سکے کہ قائلین حیات کو کیا لکھ کر بھیجنا ہے۔ جو لوگ اپنا عقیدہ نہیں لکھ سکتے وہ اس پر دلائل کیا خاک پیش کریں گے؟ چنانچہ حضرت اوکاڑوی رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا کہ جب دریا خان کے مناظرے کے لئے میں نے اپنا عقیدہ پچیس کتابوں کے حوالے سے

لکھا اور میں نے ان کو کہا دنیا کے جس ملک میں تم چلے جاؤ تو تمام لوگ یہی کہیں گے کہ یہ کتابیں سنیوں کی ہیں اور ہمارا عقیدہ یہی ہے آپ بھی کسی کتاب سے عقیدہ لکھیں۔

کیونکہ عنایت اللہ شاہ کی پیدائش سے پہلے کسی چور زانی، ڈاکو کا بھی یہ عقیدہ نہیں تھا کہ جسد اطہر کے ساتھ روح کا کوئی تعلق نہیں ہے۔ یہ ہمارا ان کو چیلنج ہے کہ نبی تو کجا، صحابی تو کجا، تابعی تو کجا، تبع تابعی تو کجا، کوئی چور، زانی یا ڈاکو ایسا ہو جس کا عقیدہ یہ ہو کہ جسم پاک کے ساتھ روح اقدس کا کوئی تعلق نہیں ہے تو پیش کرو۔ لیکن ایک حوالہ بھی قیامت تک پیش نہیں کر سکیں گے۔ اہل سنت ہونا شرط ہے۔

نہ خنجر اٹھے گا نہ تلوار ان سے یہ بازو میرے آزمائے ہوئے ہیں

شجاع آباد کا واقعہ: حضرت رحمہ اللہ نے فرمایا کہ شجاع آباد میں مجھے جلسہ پر بلایا گیا۔ مجھے معلوم نہیں تھا کہ جلسہ مماتیوں کا ہے۔ میں ایک سفر سے واپسی پر جب ملتان پہنچا تو مغرب کی اذانیں ہو رہی تھیں۔ پہلے تو میں نے یہ سوچا کہ واپس اوکاڑہ چلتا ہوں۔ کیونکہ میں نے صبح سکول بھی جانا ہے اور چھٹی ہوتی نہیں۔ پھر میں نے سوچا کہ جلسہ پر ہی چلتا ہوں اور پہلی تقریر کر کے واپس آ جاؤں گا۔ جب میں وہاں پہنچا تو انہوں نے کہا آپ پہلے کھانا کھا کر دو تین گھنٹے آرام کریں آخر میں آپ کی تقریر ہوگی۔ میں نے پوچھا مجھ سے پہلے کن کن حضرات نے تقریر کرنی ہے تو انہوں نے کئی نام لئے ان میں عنایت اللہ شاہ کا نام بھی تھا۔

میں نے انہیں کہا کہ تم نے عنایت اللہ شاہ کو بلوا کر اپنا جلسہ خراب کر لیا ہے۔ اگر اسے بلانا تھا تو مجھے نہ بلاتے۔ اگر مجھے بلانا تھا تو اسے نہ بلاتے۔ کیونکہ عنایت اللہ شاہ کو ایک ہی مسئلہ آتا ہے، اس نے وہی بیان کرنا ہے، اس کے بعد غیر مقلدین کو موقع مل جائے گا اپنی جان چھڑانے کا اور وہ میری تقریر میں حیات النبی کے متعلق سوالات کی پرچیاں دیتے رہیں گے۔ یوں آپ کے بلانے کا مقصد حاصل نہ ہوگا۔

میں نے کہا اب اس کا حل یہ ہے کہ آپ عنایت اللہ شاہ کو کہہ دیں کہ وہ صبح نماز کے بعد درس دے لے اور رات کو تقریر نہ کرے۔ لیکن عنایت اللہ شاہ نہ مانا اور اس نے کہا میں تقریر رات کو کروں گا اور اسی مسئلہ پر کروں گا۔ خیر عنایت اللہ شاہ نے تقریر شروع کی اور اپنی عادت کے مطابق کہنے لگا کہ سارے ہی اس عقیدہ پر تھے جو میرا ہے، سارے صحابہ، سارے تابعین اور سارے تبع تابعین اور سارے فقہاء کرام اس عقیدے پر تھے جو میرا ہے۔

ایسے موقع پر تماشہ دیکھنے والے لوگ زیادہ ہوتے ہیں میں کمرے میں بیٹھا ہوا تھا تو چار پانچ نوجوان میرے پاس آ گئے اور کہنے لگے: ''سن رہے ہیں'' میں نے کہا سن رہا ہوں۔ میں نے لیٹے ہوئے کہا کہ عنایت اللہ شاہ سے پہلے کوئی آدمی اس عقیدے کا نہیں تھا۔ یہ پہلا آدمی ہے جس کا یہ عقیدہ ہے۔ وہ نوجوان گئے انہوں نے چٹ پر لکھ کر اور نیچے میرا نام لکھا اور اس کے پاس بھیج دی۔ مجھے اس وقت پتہ چلا کہ جب شاہ صاحب نے رقعہ پڑھا اور میرا نام پڑھا، اب رقعہ پڑھنے کے بعد عنایت اللہ شاہ کو صحابی اور تابعین اور تبع تابعین سب بھول گئے اور کہا ایک آدمی ہے مجھ سے پہلے جو میرے عقیدے کا تھا، وہ ہے ابن عبد الهادی حنبلی جس نے الصارم المنکی لکھی ہے۔

اب چونکہ سپیکر پر وہ میرا نام لے چکا تھا۔ اس لئے میں نے خود چٹ لکھی۔ اب نبی، اور صحابہ، تابعین اور تبع تابعین آپ کو بھول گئے صرف ایک نام پیش کیا ہے، چلو اسی پر فیصلہ کر لو۔ میں دستخط کرتا ہوں کہ جو عقیدہ اس نے لکھا ہے میں مانتا ہوں۔ آپ بھی دستخط کریں۔

ابن عبدالہادی کہتا ہے کہ کافر مردے بھی سنتے ہیں اور تو کہتا ہے کہ وہ میرا ساتھی ہے وہ تو تمہارے دستور کے مطابق اشاعت التوحید والسنۃ کا ممبر ہی نہیں بن سکتا۔ جب اس نے میری چٹ پڑھی تو کہا مناظرہ علماء کا کام ہے میں تو طالب علم ہوں۔

تو ذکر چل رہا تھا احمد سعید کے مناظرے کا، حضرت رحمہ اللہ نے فرمایا کہ جب میں وہاں پہنچا تو مناظرہ شروع ہوا۔ چونکہ میں احمد سعید کی توقع کے خلاف وہاں پہنچ گیا تھا۔ اس کے ذہن میں یہی تھا کہ وہ نہیں پہنچ سکے گا۔ اس لئے اس نے ادھر ادھر بھاگنے کی کوشش بھی نہ کی اب جب میں پہنچا تو مناظرہ کرنا ہی پڑا۔ چنانچہ جب مناظرہ شروع ہوا تو میں نے احادیث سے حیات انبیاء علیہم السلام پر استدلال شروع کیا۔

احادیث سے استدلال کرنے کی وجہ: میں قرآن پاک سے آیت شہداء تلاوت کر کے بھی حیات انبیاء علیہم السلام پر استدلال کر سکتا تھا لیکن میں نے احادیث سے استدلال کرنا شروع کیا۔ کیونکہ احادیث سے حیات انبیاء علیہم السلام کا مسئلہ بعبارۃ النص ثابت ہے اور عوام عبارت النص کو آسانی سے سمجھ سکتے ہیں۔

جب میں نے احادیث سے استدلال کرنا شروع کیا تو انہوں نے شور مچانا شروع کر دیا کہ قرآن پڑھو، قرآن پڑھو، لیکن میں ان کے شور کی پرواہ نہ کرتے ہوئے حدیث پڑھتا تھا اور ان سے البتہ میں نے اتنا کہا کہ جب میں تقریر کرنے کھڑا ہوتا ہوں تو تم سارے شور کرتے ہو لیکن جب احمد سعید کھڑا ہوتا ہے تو کوئی کچھ نہیں کہتا معلوم ہوتا ہے کہ تمہیں یقین ہے کہ احمد سعید قرآن کا منکر ہے اور امین قرآن کو مانتا ہے۔

اب اس کے بعد میں نے آیت شہداء تلاوت کی تو احمد سعید نے کہا کہ کسی مفسر نے اس آیت کے تحت لکھا ہو کہ انبیاء علیہم السلام کی حیات اس سے ثابت ہے تو میں ناک کٹوا دوں گا۔ چنانچہ میں نے اسی وقت دو تین تفسیروں سے دکھایا کہ مفسرین نے اس آیت مبارکہ سے استدلال فرمایا ہے۔ چنانچہ میں اس کو ایک حوالہ سناتا اور پھر پوچھتا کہ اپنے ناک پر ہاتھ لگا کر دیکھ لو کہ ناک رہی ہے یا نہیں؟

تاکہ میں دوسرا حوالہ اسی اعتبار سے پڑھوں۔ اس سے اس کے لوگ اس پر سخت ناراض ہوئے کہ تو نے ہماری بدنامی کروادی ہے۔ کچھ دیر کے بعد نماز کا وقت ہو گیا۔ ہم نماز پڑھنے کے لئے مسجد میں چلے گئے لیکن وہ مسجد میں نہیں گیا۔ اس نے نماز وہیں پڑھی۔ اب ان کی طرف سے جو بانی مناظرہ تھا وہ انہی کا صدر تھا۔ احمد سعید نے اس سے پوچھا کہ شرطیں طے نہیں کیں تھیں اس نے کہا نہیں کیں۔ احمد سعید نے کہا آپ کو پہلے شرطیں طے کرنی چاہئیں تھیں۔ چنانچہ جب میں نماز پڑھ کر آیا تو مجھے کہتا ہے کہ پہلے مناظرہ کی شرطیں طے ہونی چاہئیں۔ میں نے کہا کیا آپ نے نماز پڑھ لی ہے؟ اس نے کہا جی ہاں، میں نے کہا کیا نماز کی شرطیں نماز پڑھنے سے پہلے پوری کی تھیں یا دو رکعت پڑھنے کے بعد؟ اس نے کہا شرطیں پہلے ہی پوری ہوتی ہیں۔ میں نے کہا اسی طرح مناظرہ کی شرطیں مناظرہ سے پہلے پوری کرنی چاہئیں تھیں اور اس کو اب آدھا مناظرہ گزرنے کے بعد شرطیں یاد آ رہی ہیں۔ اس پر اس نے اپنی جماعت والوں کو کہا میں تین آیتیں پڑھوں گا اور ان کا ترجمہ کروں گا اس کے بعد تم ٹیپ بند کر دینا تاکہ ان آیتوں کا اگر جواب دے تو ٹیپ ریکارڈر میں نہ آئے۔ اب احمد سعید نے ایک آیت پڑھی: ''اللہ یتوفی الانفس حین موتھا والتی لم تمت فی منامھا فیمسک التی قضی علیھا الموت و یرسل الاخری الی اجل مسمی ان فی ذالک لآیات لقوم یتفکرون''

اور دوسری آیت: ''انک میت و انھم میتون''

اور تیسری آیت: ''اموات غیر احیاء''

یہ تین آیتیں پڑھ کر ترجمہ کیا اور ترجمہ کرتے ہی بھاگ کر اندر جا کر دروازہ بند کر لیا۔

میرا مطالبہ: میرا مطالبہ جس سے ڈر کر وہ بھاگا وہ یہ تھا کہ میں نے آیت شہداء تلاوت کی تو نے تفسیر کا حوالہ مانگا۔ میں نے ایک نہیں کئی حوالے پیش کئے اب میں تجھ سے یہی مطالبہ کرتا ہوں کہ ان تین آیات میں سے کسی آیت کے نیچے کسی سنی مفسر نے لکھا ہو کہ انبیاء علیہم السلام کی ارواح مقدسہ کا اجساد مطہرہ کے ساتھ کوئی تعلق نہیں ہے تو حوالہ پیش کر اور فی حوالہ دس لاکھ انعام دوں گا۔ لیکن وہ حوالہ کیا دیتا بھاگ کر کمرہ میں چلا گیا اور اندر سے دروازہ بند کر لیا۔

اب وہاں کا اشاعت التوحید والسنۃ کا جو صدر تھا، اس کا بہنوئی بریلوی تھا، ان دونوں کی آپس میں طے تھی کہ اگر احمد سعید جیت گیا تو بریلوی اشاعت التوحید والسنۃ میں آ جائے گا اور اگر امین جیت گیا تو اشاعت التوحید والسنۃ والا بریلوی بن جائے گا۔ مجھے ان کی اس بات کا علم نہ تھا، جب سعید بھاگ گیا تو بریلوی کھڑا ہوا، اس نے کہا اگر کوئی کسر رہ گئی ہے تو آپ اپنے مناظر کو نکال کر لائیں، ورنہ اصول کے مطابق تو یہ ہونا چاہئے کہ تو کھڑے ہو کر بریلوی بننے کا اعلان کر کہ میں بریلوی ہوتا ہوں، تا کہ ہمارے تحریری معاہدہ کے تحت عمل ہو جائے۔ لیکن اب میں چونکہ مناظرہ کے بعد بدل گیا ہوں۔ اب میں یہ کہتا ہوں کہ ہم دونوں کو یہ اعلان کر دینا چاہئے کہ ہم امین جیسے دیوبندی ہیں۔

اب وہ اشاعتی بولا کہ احمد سعید آج تک ہمیں دھوکہ دیتا رہا ہے اور آج بھاگ گیا ہے تو اس بریلوی نے کہا کہ پھر تو اعلان کر دے۔ اب اشاعتی مجھے کہنے لگا کہ آپ ہمیں بریلویوں کے ساتھ مناظرہ کرنے کی ایک اور تاریخ دے دیں۔ (اشاعتی کی اس بات سے معلوم ہوتا ہے کہ وہ بدل چکا تھا اگرچہ اس کا حضرت نے ذکر نہیں فرمایا)

میں نے کہا میں آپ حضرات سے واقف نہیں ہوں۔ اگر آپ نے مناظرہ کی تاریخ لینی ہے تو مولانا عبدالحئی صاحب سے رابطہ کریں جنہوں نے پہلے تاریخ لی ہے، پھر میں نے کہا بریلویوں سے مناظرہ میں کیوں کروں سعید سے کروالو۔ کہنے لگے اب وہ یہاں نہیں آ سکے گا۔ کیونکہ اس کے علم کا ہمیں پتہ چل گیا ہے۔ اسی مناظرہ میں جب احمد سعید نے یہ حدیث پڑھی کہ حضور اکرم ﷺ نے فرمایا: ''ترکت فیکم الامرین او لھما کتاب اللہ و آخر ھما سنتی''

اس پر میں نے اسے پکڑ لیا کہ ان لفظوں میں دنیا کی کسی کتاب میں حدیث نہیں ہے۔ اگر ہے تو نکال کر دکھائیں۔ ان کے مولوی تلاش کرتے رہے لیکن یہ حدیث ہوتی تو نکلتی۔ اس لئے ناکام رہے۔ میں نے کہا قرآن تو تو نے پڑھا نہیں اور حدیث بھی جھوٹی اپنی طرف سے پڑھی کہ جس کا دنیا کی کسی حدیث کی کتاب میں نام و نشان نہیں ہے اور وہ کھسیانی بلی کھمبا نوچے کا مصداق بن کر کہنے لگا عند ربھم کا معنی ہے کہ وہ خدا کے ہاں زندہ ہیں اس دنیا والی قبر میں زندہ نہیں ہے۔ میں نے کہا پھر ان الدین عند اللہ الاسلام کا معنی بھی یہی کر کہ اسلام اللہ کے پاس ہے، تیرے اور تیری جماعت کے قریب تک نہیں آیا میں نے کہا تمہاری یہ بات بالکل غلط ہے عندھم احیاء کے متعلق ہے، عندھم کا تعلق احیاء کے ساتھ نہیں ہے بلکہ عندھم یرزقون کا ظرف ہے۔ اب چونکہ مجھے پتہ تھا کہ اس نے سبز پرندوں والی حدیث سنانی ہے تو جب اس نے نسائی شریف سے عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ کا قول پڑھا کہ پہلے کتاب اللہ سے مسئلہ بتایا جائے، پھر سنت سے، پھر اجماع سے اور پھر قیاس سے۔

میں نے کہا علماء اتنی بڑی بڑی کتابیں لکھتے ہیں اور انہیں یاد ہوتا ہے کہ انہوں نے اپنی کتاب میں کیا لکھا ہے اور تو نے ایک چھوٹا سا رسالہ لکھا ہے اور تجھے وہ بھی یاد نہیں ہے۔ اس میں تو نے لکھا ہے کہ اس کی سند میں ابو معاویہ اور اعمش ہے ابو معاویہ شیعہ ہے اور اعمش تدلیس کا مریض ہے۔

تو آج یہ شیعہ کیوں ساتھ لے آیا ہے کل تک لوگوں میں شور مچایا کرتا تھا کہ جو حدیثیں ان کے پاس ہیں ان کے راوی شیعہ ہیں اور آج تو یہ خود ایسا قول پیش کر رہا ہے جس کی سند میں شیعہ راوی ہے۔ ساتھ ہی میں نے اسے ڈانٹتے ہوئے اور جھڑکتے ہوئے کہا کہ آئندہ غلطی سے سبز پرندوں والی حدیث بھی نہ پڑھنا کیونکہ اس کی سند میں بھی یہی دو راوی ہیں ابو معاویہ اور اعمش ہیں۔ میری اس بات سے اس پر اتنا رعب پڑا کہ وہ پورے مناظرہ میں یہ روایت پیش کرنے کی جرأت نہ کر سکا۔

سبز پرندوں والی روایت کا جواب: اس روایت کا تعلق سورۃ بقرہ کی آیت: ''ولا تقولوا لمن یقتل فی سبیل اللہ اموات بل احیاء ولکن لا تشعرون'' کے ساتھ نہیں ہے بلکہ اس کا تعلق ''ولا تحسبن الذین قتلوا فی سبیل اللہ امواتاً بل احیاء عند ربھم یرزقون'' میں یرزقون کے ساتھ ہے۔ کیونکہ رزق کی کیفیت پوچھی جارہی ہے کہ شہداء رزق کیسے حاصل کرتے ہیں تو جواب میں فرمایا گیا کہ سبز پرندوں میں ان کی روحوں کو سیر کی اجازت دی جاتی ہے اور وہ صبح و شام جنت کی سیر کرتے ہیں۔ یہ ان کی رزق حاصل کرنے کا طریقہ ہے۔ اب اس حدیث مبارکہ میں جسم کے ساتھ روح کے تعلق کے ٹوٹنے کا کوئی ثبوت نہیں۔

مثال: جیسے آپ خواب میں بیت اللہ کا طواف کر رہے ہوتے ہیں لیکن اسی جسم کے ساتھ روح کا تعلق باقی رہتا ہے۔ روح کا تعلق ختم نہیں ہوتا۔ سانس چلتا رہتا ہے، کھانا ہضم ہوتا رہتا ہے، دل کی دھڑکن جاری رہتی ہے، رگوں میں خون دوڑتا رہتا ہے۔ اسی طرح اگر روحیں سبز پرندوں پر سوار ہو کر جنت میں چلی بھی جائیں تو ان کا ان اجسام کے ساتھ تعلق باقی رہتا ہے۔

اشکال: حدیث مبارکہ میں آتا ہے کہ شہداء اس بات کی تمنا کریں گے کہ ہماری روحوں کو اجسام میں واپس لوٹایا جائے، تاکہ ہم پھر جا کر کفار سے لڑیں۔ لیکن ان کی یہ تمنا پوری نہیں کی جائے گی۔ اس سے معلوم ہوا کہ روحوں کا اجسام کے ساتھ کوئی تعلق نہیں۔

جواب: تمنا یہ کون کرتا ہے اجساد ہی کرتے ہیں تو اس سے معلوم ہوا کہ ان کے ساتھ روح کا تعلق ہے، اس لئے کہ اگر روح کا تعلق نہ ہوتا تو وہ تمنا کیسے کرتے۔ باقی رہی یہ بات کہ وہ تمنا کیوں کرتے ہیں؟ تو اس کا جواب یہ ہے کہ روحوں کا تعلق دو قسم کا ہے۔

۱...... جو تعلق ہمارے شعور میں نہیں ہے۔

۲...... روح کا ایسا تعلق جو ہمارے شعور میں آجائے۔

تو پہلی قسم کا تعلق حاصل ہے اور دوسری قسم کا اعادہ روح قیامت سے پہلے نہیں ہوگا۔

نیز حکم ہمیشہ قید پر ہوتا ہے۔ شہداء ایسی حیات کا مطالبہ کر رہے ہیں کہ جس سے وہ دوبارہ دنیا میں آکر لوگوں کو نظر آئیں، کافران کو دیکھیں وہ کافروں کو دیکھیں۔ وہ کافروں سے لڑیں کافران کو شہید کریں تاکہ ان کو دوبارہ شہادت کا لطف محسوس ہو تو اب یہاں اس طرح کی حیات کی نفی ہے۔

مثال نمبر ۱: جیسے کہا جاتا ہے ما جاءنی زید راکبا زید میرے پاس سوار ہو کر نہیں آیا۔ اس میں سوار ہو کر آنے کی نفی ہے مطلق آنے کی نفی نہیں ہے۔

مثال نمبر ۲: مثلاً جیسے میں یہ کہوں کہ میں نے زید کو کبھی تقریر کرتے نہیں دیکھا، تو یہاں ان کے مطلق دیکھنے کی نفی نہیں بلکہ تقریر کرتے ہوئے دیکھنے کی نفی ہے۔

مثال نمبر ۳: قرآن پاک میں آتا ہے کافر کہا کرتے تھے: ''بل نتبع ما وجدنا علیہ آبائنا''

آگے قرآن پاک میں قید مذکور ہے کہ کس وجہ سے ماں باپ کی نہیں مانی۔ چنانچہ حق تعالیٰ نے فرمایا: ''او لو کان آباءھم لا یعقلون شیئا و لا یھتدون'' کہ وہ بے عقل اور بے دین ہیں۔ اب حکم اس قید پر ہے نہ کہ مطلق ماں باپ کی اتباع سے منع کیا گیا ہے۔

مثال نمبر ۴: میں آپ سے کہتا ہوں کہ جھوٹے کو خدا نہ ماننا اب یہ نہ ماننے کا حکم جس قید پر ہے وہ جھوٹا ہونا ہے۔ اب کوئی شخص آگے جا کر میرا فقرہ یوں نقل کرے کہ جھوٹے کا لفظ نکال دے اور کہے کہ محمود کہتا ہے کہ خدا کو نہ ماننا تو کیا اس نے میری بات تم تک صحیح پہنچائی۔

اسی طریقہ سے اس حیات سے منع کیا گیا ہے کہ دوبارہ وہ اسی کھلی حیات کے ساتھ یہاں آئیں اور جہاد کریں اور ان کو شہادت کا مرتبہ نصیب ہو۔ صرف روح کے تعلق کی یہاں قطعی طور پر نفی نہیں ہے۔

اشکال: قرآن پاک میں اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے: ''اللہ یتوفی الانفس حین موتھا والتی لم تمت فی منامھا'' روح جو نیند کے وقت قبض ہوتی ہے اس کو واپس کیا جاتا ہے، لیکن جس پر موت آ گئی اس کو قیامت تک واپس نہیں کیا جائے گا تو پھر شہداء کی ارواح کیسے واپس لوٹ آتی ہیں۔

جواب: متواتر حدیث مبارکہ میں موجود ہے کہ: ''تعاد روحہ فی جسدہ'' سیدنا امام اعظم ابو حنیفہ رحمہ اللہ فقہ اکبر میں لکھتے ہیں: ''اعادۃ الروح الی العبد فی قبرہ حق'' قبر میں اعادہ روح برحق ہے۔ (فقہ اکبر[۱] ص ۱۰۰)

اسی طرح علامہ ابن تیمیہ رحمہ اللہ نے فرمایا کہ اس کے متعلق احادیث متواترہ ہیں۔

اب یہ لوگ ان احادیث متواترہ کو قرآن کی آیت کے خلاف بتانے میں مصروف ہیں اور یہ طریقہ روافض (شیعوں) کا طریقہ ہے۔

---

[۱] فقہ اکبر کے بارے میں یہ اعتراض کیا جاتا ہے کہ یہ سیدنا امام اعظم ابو حنیفہ رحمہ اللہ کی کتاب نہیں ہے، اس پر کچھ حوالہ جات تو شرح فقہ اکبر کے شروع میں ناشر نے لگا دیئے ہیں، جو مندرجہ ذیل ہیں: (۱) شارح عقیدہ طحاویہ نے اس کو تسلیم کیا ہے۔ (شرح عقیدہ طحاویہ ص ۵ ج ۱) (۲) علامہ لکھنوی رحمہ اللہ نے الفوائد البہیہ میں ملا علی قاری رحمہ اللہ کے ترجمہ میں اس کا ذکر کیا ہے۔ (۳) حاجی خلیفہ نے کشف الظنون ص ۱۲۸۷ ج ۲ میں اس کو تسلیم کیا ہے۔

کچھ حوالہ جات بندہ کو مزید ملے ہیں ملاحظہ فرمائیں: علامہ کردری رحمہ اللہ لکھتے ہیں اس بات کی تردید کرتے ہوئے کہ امام صاحب کی کوئی کتاب نہیں ہے: ''ھذا کلام المعتزلۃ و دعواھم انہ لیس لہ فی علم الکلام تصنیف و غرضھم بذلک نفی ان یکون الفقہ الاکبر و کتاب العالم و المتعلم لہ لانہ صرح فیہ باکثر قواعد اھل السنۃ و الجماعۃ و دعواھم انہ کان من المعتزلۃ و ذلک الکتاب لابی حنیفۃ البخاری و ھذا غلط صریح... (بقیہ حاشیہ اگلے صفحہ پر)

مثال: روافض کہتے ہیں کہ قرآن پاک کی دو آیتیں اس بات پر دلالت کرتی ہیں کہ انبیاء علیہم السلام کی وراثت ہوتی ہے۔

آیت نمبر ۱: یرثنی و یرث من آل یعقوب۔

آیت نمبر ۲: وورث سلیمان داؤد۔ قرآن سے تو میراث ثابت ہے لیکن ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ نے ایک جھوٹی حدیث سنا دی کہ نبیوں کی وراثت نہیں ہوتی (معاذ اللہ) اب سنی قرآن کی آیتوں کو نہیں مانتے اور ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ کی سنائی ہوئی جھوٹی احادیث کو مانتے ہیں۔

(گزشتہ صفحہ کا حاشیہ) فانی رأیت بخط العلامة مولانا شمس الملة والدین الکردری البراتقینی العمادی هذین الکتابین وکتب فیهما انهما لابی حنیفة رحمہ اللہ وقد طوا طأعلی ذلک جماعة کثیرة من المشائخ۔ (مناقب للکردری ص ۱۰۸ ج ۱)

(ترجمہ) یہ معتزلہ کا کلام ہے اوران کا دعویٰ ہے کہ امام صاحب کی علم کلام میں کوئی تصنیف نہیں ہے اور اس انکار سے ان کا مقصد کتاب فقہ اکبر اور کتاب العالم والمتعلم کا امام صاحب کی طرف منسوب ہونے کا انکار کرنا ہے، اس لئے کہ امام صاحب نے اس میں اکثر اہل سنت والجماعت کے عقائد کی تصریح کر دی ہے اوران کا دعویٰ یہ ہے کہ امام صاحب معتزلی تھے اور یہ کتاب یعنی فقہ اکبر ابوحنیفہ بخاری کی ہے۔ حالانکہ یہ صریح غلطی ہے۔ اس لئے کہ میں نے علامہ مولانا شمس الملة والدین کردری براتقینی عمادی کے ہاتھ سے لکھی ہوئی یہ دونوں کتابیں دیکھی ہیں اورانہوں نے ان میں یہ بات بھی لکھی ہے کہ یہ دونوں کتابیں امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ کی ہیں اور اسی کو اختیار کیا ہے مشائخ کی ایک کثیر جماعت نے۔

(۵) ابن ندیم اپنی کتاب الفہرست میں لکھتے ہیں: توفی ابو حنیفة رحمہ اللہ سنة خمسین و مأة وله سبعون سنة... وله من الکتب کتاب الفقه الاکبر و کتاب رسالته الی البتی و کتاب العالم والمتعلم ورواعنه مقاتل کتاب الرد علی القدریة۔

(الفهرست لابن ندیم ص ۲۵۶)

(ترجمہ) امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ کی وفات ۱۵۰ھ میں ستر سال کی عمر میں ہوئی اور آپ کی کتب میں سے (۱) فقہ اکبر (۲) رسالہ الی البتی (۳) کتاب العالم والمتعلم (۴) اور مقاتل نے آپ سے کتاب الرد علی القدریہ کو بھی روایت کیا ہے۔

(۶) الجواہر المضیۃ فی طبقات الحنفیۃ کے آخر میں مناقب امام اعظم لملا علی قاری رحمہ اللہ چھپے ہوئے ہیں۔ ان میں ملا علی قاری رحمہ اللہ نے بھی اس بات کو ذکر کیا ہے۔ (ذیل الجواہر المضیۃ ص ۴۶۱ ج ۲) (۷) محدث کوثری رحمہ اللہ لکھتے ہیں: والفقه الاکبر روایة ابی مطیع عن ابی حنیفة المعروف عند اصحابنا۔ (کلمة عن العالم والمتعلم و سالة ابی حنیفة الی البتی والفقه الابسط و رواتها ص ۱) اور فقہ اکبر جو ابو مطیع کی روایت ہے امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ سے اور ہمارے اصحاب کے ہاں معروف ہے۔ (۸) دوسرے مقام پر محدث کوثری لکھتے ہیں: و من الکتب المتوارثة عن ابی حنیفة فی العقیدة کتاب الفقه الاکبر۔ ترجمہ...... ان کتب میں سے جو امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ سے عقائد میں متوارث ہیں آپ کی کتاب فقہ اکبر ہے۔ (۹) امام عبدالقاہر بغدادی الشافعی رحمہ اللہ فرماتے ہیں: و اول متکلمیهم من الفقهاء و ارباب المذاهب ابو حنیفة رحمہ اللہ والشافعی رحمہ اللہ فان ابا حنیفة له کتاب فی الرد علی القدریة الفقه الاکبر۔ (الاصول الدین ص ۳۰۸ بحواله کلمة عن کتاب اشارات المرام من عبارات الامام للعلامة البیاضی رحمہ اللہ ص ۳) کتاب فقہ اکبر کا ایک نسخہ مکتبہ شیخ الاسلام مدینہ منورہ میں رقم ۲۲۶ کے تحت محفوظ ہے، اسی طرح دار الکتب العلمیہ میں بھی دو نسخے ۳۴م اور ۲۱۵م محفوظ ہیں۔ فقہ اکبر کی ایک شرح فقیہ ابو اللیث سمرقندی ۳۷۳ھ رحمہ اللہ نے بھی لکھی ہے۔ دار الکتب المصریہ میں اس کے کئی نسخے موجود ہیں۔ (ماخوذ از مقدمات امام کوثری رحمہ اللہ ص ۱۷۰) نیز کچھ مزید حوالہ جات مفتی رشید احمد العلوی صاحب نے فقہ اکبر وابسط (ص ۱۱۹ تا ۱۳۳) میں دیے ہیں، ملاحظہ فرمائیں: (بقیہ حاشیہ اگلے صفحہ پر)

ہم روافض کو اس کے جواب میں کہتے ہیں کہ یہ دو آیتیں جو تم پڑھتے ہو یہ حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا کو یاد تھیں یا نہیں؟ اگر یاد تھیں تو انہیں چاہئے تھا کہ وہ حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کو یہ آیات سناتیں اور اپنی میراث حاصل کر لیتی۔ اسی طرح باب مدینۃ العلم حضرت علی رضی اللہ عنہ کو یاد تھیں یا نہیں؟ اگر تھیں تو انہیں چاہئے تھا کہ وہ یہ آیات پیش کرتے اور میراث حاصل کرتے؟ لیکن انہوں نے یہ کبھی پیش نہیں کیں۔

اصل بات یہ ہے کہ وراثت کی دو قسمیں ہیں جہاں وراثت کا ثبوت ہے وہ علم کی وراثت ہے اور جہاں وراثت کی نفی ہے وہ دنیوی مال کی وراثت ہے۔ اب حدیث اور آیت میں کوئی ٹکراؤ نہیں رہا۔ اس لئے کہ آیت نے جس وراثت کو ثابت کیا ہے وہ علمی وراثت ہے اور حدیث نے جس وراثت کا رد کیا وہ دنیاوی وراثت ہے۔ اسی طرح آیت مبارکہ میں جس اعادہ روح کی نفی ہے اس سے مراد کھلا اعادہ روح ہے۔

مثلاً جیسے آدمی نیند کے بعد اٹھتا ہے اور نماز پڑھتا ہے چلتا پھرتا ہے، اب یہ کھلا اعادہ روح ہے۔ کیونکہ سب لوگ اس کو نماز پڑھتے ہوئے چلتے پھرتے ہوئے دیکھ رہے ہیں تو قرآن پاک میں اسی اعادہ روح کی نفی ہے۔ کہ قیامت تک یہ کھلا اعادہ روح نہیں ہوگا۔

اور حدیث پاک میں جس اعادہ روح کا اثبات ہے اس سے مراد برزخی اعادہ ہے کہ جس اعادہ روح کا دنیا والوں کو شعور ہے۔ البتہ میت کو اپنے اعادہ روح کا پورا شعور ہے۔ لہٰذا حدیث مبارکہ آیت مبارکہ کے مخالف نہ ہوئی۔

(گزشتہ صفحہ کا حاشیہ) دکتور محمد بن عبدالرحمن الخمیس لکھتے ہیں: فقہ اکبر ابوحنیفہ کا ایک مختصر رسالہ ہے جو اصول دین کے مسائل پر مشتمل ہے جس میں مسائل صفات باری، ایمان، تقدیر، نبوت، معاد، یوم المیعاد، کو مختصر لیکن آسان عبارت کے ساتھ پیش کیا گیا ہے اور اس میں تفصیلی دلائل نہیں بیان کئے گئے...... اور اس رسالے کو بہت زیادہ شہرت حاصل ہوگئی ہے اور بہت سارے اہل علم نے اس کی شروحات بھی لکھی ہیں جن کی تعداد پندرہ کے قریب ہے اور ان میں اکثر مخطوط ہیں۔ البتہ ان میں ملاعلی القاری اور علامہ مغنساوی کی شرح طبع ہوگئی ہے۔ (اصول الدین ص ۱۱۶)

مصنفین میں سے جس نے اس کتاب کا تذکرہ کیا ہے، ان کے نام بھی دکتور صاحب نے پیش کئے ہیں جن کی تفصیل یوں ہے:

ابن ندیم اپنی کتاب الفرق بین الفرق، ص ۲۲۰ اور اصول الدین ص ۳۰۸ میں

ابوالمظفر اسفرائنی نے اپنی کتاب، التبصرۃ فی الدین ۱۱۳ ص میں

بزدوی نے اپنی کتاب، اصول الدین میں اور کشف الاسرار ص ۷ ج ۱ میں

ابن تیمیہ نے اپنے مجموعہ فتاوی ص ۴۶ ج ۵ میں

ابن القیم نے اپنی کتاب اجتماع جیوش الاسلامیہ ص ۱۳۸ میں

علامہ ذہبی نے اپنی کتاب المشتبہ ص ۱۳۷ ج ۱ میں

ابن ابی العز نے اپنی کتاب شرح عقیدہ طحاویہ ص ۴، ۵۰، ۱۰۸، ۱۵۳ میں

اسماعیل بغدادی نے اپنی کتاب ہدیۃ العارفین ص ۴۹۵ ج ۲ میں

حاجی خلیفہ نے اپنی کتاب کشف ظنون ص ۱۲۸۷ ج ۲ میں

محمود شکری آلوسی نے اپنی کتاب غایۃ الامانی ص ۴۴۸ ج ۱ میں۔

ان تمام حضرات نے امام اعظم کی اس فقہ اکبر کا تعارف پیش کیا ہے جو امام حماد بن ابی حنیفہ کی روایت سے منقول ہے اور جس کی شرح ملاعلی قاری نے کی ہے۔

اس کو مزید سمجھیں کہ وہاں یعنی آخرت کے دن جس رد روح کا ذکر ہے اس سے مراد شعوری کملی حیات کے ساتھ جیسے نیند سے بیدار ہو کر آدمی دعا پڑھتا ہے۔ الحمد للہ الذی ردّ الی روحی اب نیند کی حالت میں روح کا تعلق تھا۔ لیکن اب بیدار ہونے پر کیوں رد روح کا اطلاق کیا گیا۔ اس لئے کہ نیند میں روح کا تعلق تھا لیکن پوشیدہ۔ نیند میں یہ نماز پڑھ رہا تھا لیکن لوگوں کو نظر نہیں آرہا تھا۔ اب اس پوشیدہ تعلق سے کھلے تعلق میں آنے کو رد روح سے تعبیر کیا گیا ہے۔ اسی طرح جو تعلق قبر میں ہوگا وہ پوشیدہ تعلق ہے، اس پوشیدہ تعلق سے کھلے تعلق کے ساتھ میدان قیامت میں کھڑے ہو جانا کہ سب اس کی حیات کو دیکھ رہے ہوں گے اس کو رد روح فرمایا گیا۔

تو جس طرح نیند سے اٹھنے کے بعد رد روح کی دعا پڑھنے سے کوئی یہ مطلب نہیں لیتا کہ پہلے کوئی تعلق جسم کا روح کے ساتھ نہیں تھا صرف اب ہوا ہے۔ اسی طرح وہاں رد روح کا یہ مطلب نہیں کہ پہلے تعلق نہیں تھا اب ہوا ہے۔ یہ یا ادھر والی بات لیتے ہیں یا ادھر والی بات، درمیان والی چھوڑ دیتے ہیں۔ حالانکہ جھگڑا ہے درمیان والی حالت کا کہ قبر میں کیا حالت ہوگی۔

نیز یہ بھی سمجھیں کہ بیداری میں روح کے سامنے روکاوٹیں ہیں، فاصلے ہیں، خواب میں کوئی فاصلہ یا رکاوٹ نہیں۔ خواب میں روح نکل جاتی ہے جیسا کہ قرآن پاک میں آیا ہے۔ لیکن رہتی کہاں ہے؟ پورے عالم خواب میں پھر سکتی ہے۔ ایک ہے بستر خواب جس پر آپ سوئے ہوئے ہوتے ہیں ایک ہے عالم خواب، عالم خواب بستر خواب سے لے کر عرش تک ہے۔ روح عالم خواب میں جہاں تک چاہے سیر کرے، لیکن اس کا جسم سے تعلق قائم رہتا ہے خواہ روح بیت اللہ کا طواف کر رہی ہو یا مدینہ منورہ پھر رہی ہو۔ یہاں جسم کے ساتھ تعلق قائم رہتا ہے۔

علامہ جلال الدین سیوطی رحمۃ اللہ علیہ نے شرح الصدور میں اور ابن قیم نے الروح میں بعض روایات نقل فرمائی ہیں کہ اگر مسلمان باوضو سوتا ہے تو روح عرش کے نیچے سجدہ کرتی ہے یہ روایت ملاحظہ فرمالیں: ''روی ابن لهیعة عن ابن عثمان بن نعیم الرعینی عن ابی عثمان الاصبحی عن ابی الدرداء قال اذا نام الانسان عرج بروحه حتی یؤتی بها العرش فان کان طاهرا اذن لها بالسجود وان کان جنبا لم یؤذن لها بالسجود'' (الروح ص ۳۹)

اب عرش یہاں سے کتنی مسافت پر ہے؟ علم قطعی اس بارے میں قطعاً نہیں ہے۔ البتہ اندازہ لگایا جا سکتا ہے۔ کہ پہلا آسمان زمین سے پانچ سو سال کی مسافت پر ہے دوسرا یقیناً اس سے بھی زیادہ مسافت پر ہوگا۔ کیونکہ ہر دائرہ پہلے سے زیادہ وسیع ہوتا ہے۔ اگر بالفرض پانچ سو سال کا ہی ہر فاصلہ لگاؤ تو کم از کم چالیس یا پینتالیس سو سال کے فاصلہ پر روح سجدہ میں ہوتی ہے، اتنے فاصلہ کے باوجود روح کا اس جسم سے تعلق قائم رہتا ہے، نبض چل رہی ہے، کروٹیں بدلی جارہی ہوتی ہیں، کھانا ہضم ہو رہا ہوتا ہے تو جو روح چالیس سو سال کے فاصلے سے تعلق قائم رکھ سکتی ہے وہ روح اگر بالفرض علیین میں بھی ہو جو کہ چوتھے آسمان پر ہے وہ وہاں سے تعلق کیوں قائم نہیں رکھ سکتی؟

نبی اقدس ﷺ کا خواب کتب احادیث میں مذکور ہے کہ آنحضرت ﷺ نے عالم بالا کی سیر کی عذاب وثواب کا مشاہدہ فرمایا۔ جنت میں تشریف لے گئے۔ وہاں سیدنا فاروق اعظم رضی اللہ عنہ کا محل دیکھا۔ اب حضرت اقدس ﷺ کا جسد اطہر مدینہ میں آرام فرما تھا۔ جب کہ روح مبارک جنت کی فضاؤں میں گھوم رہی تھی لیکن اس کے باوجود اس جسد اطہر کے ساتھ تعلق قائم تھا۔ آنحضرت ﷺ کا جسد اطہر غذا ہضم کر رہا تھا۔ خون کی گردش اس میں جاری تھی۔ کروٹیں بدل رہا تھا تو جب خواب میں روح جنت میں جا کر تعلق رکھ سکتی ہے تو اب کس آیت یا حدیث نے

بتا دیا ہے کہ نہیں رکھ سکتی یا کون سی رکاوٹ آ گئی ہے کہ اب تعلق نہیں رکھ سکتی؟ اب خوابوں میں زندوں کی ارواح سے مردوں کی ارواح کی ملاقات ہوتی رہتی ہے۔

اگر آپ یہ کہیں کہ زندہ آدمی کی روح خواب میں مردہ کی روح سے جا کر ملتی ہے تو اس سے بھی ہمارا مدعیٰ ثابت ہوا کہ جب زندہ آدمی کی روح علیین میں جا کر جسم سے تعلق رکھ سکتی ہے تو مرنے کے بعد کیوں نہیں؟ اور اگر کہو کہ وہ روح یہاں آ کر ملتی ہے تو اگر وہ روح اس گھر سے تعلق رکھ سکتی ہے تو قبر سے کیوں نہیں رکھ سکتی؟

اصل میں ان لوگوں کے پاس نہ قرآن ہے نہ حدیث محض قیاسات ہیں اور قیاس بھی کیا کہ روح کو جسم پر قیاس کر بیٹھے کہ جو رفتار جسم کی ہے شاید روح کی بھی اتنی ہی رفتار ہے۔ جو دیوار جسم کے سامنے رکاوٹ ہے شاید روح کے سامنے بھی وہی رکاوٹ ہے۔

ہم تو یہی کہتے ہیں کہ اوّل تو قیاسات کی ضرورت نہیں جہاں نص آ جائے وہاں قیاس کو کیا دخل؟ اور اگر قیاس کرنے کا زیادہ ہی شوق ہے تو روح عالم امر کی چیز ہے، اس کو فرشتوں پر قیاس کرو، نہ کہ اس مٹی کے جسم پر۔ فرشتوں کے بارے میں کبھی کسی نے نہیں سوچا کہ یار سارے روشندان بند کئے ہوئے تھے پتا نہیں عزرائیل کہاں سے آ گیا؟ پتا نہیں یہ چھ فٹ نیچے زمین میں منکر نکیر کیسے جاتے ہوں گے؟ کبھی کسی نے نہیں دیکھا۔ وہاں یہ سوال پیدا نہیں ہوتا تو اگر قیاس کرنا ہی ہے اور بغیر قیاس کے تم رہ نہیں سکتے تو فرشتوں پر قیاس کرو۔ کیونکہ روح عالم امر کی چیز ہے۔ اوّل تو قیاسات کی ضرورت ہی نہیں۔ قرآن پاک کی کوئی آیت یا حدیث اس بارے میں ان کے پاس کچھ نہیں۔

تو جیسے عرض کیا گیا ہے کہ باوضو آدمی کی روح عرش کے نیچے سجدہ کرتی ہے۔ اب روح کم از کم چالیس سو سال کی مسافت پر تھی لیکن ادھر جب ہم نے آواز دی صوفی صاحب اٹھو نماز کا وقت ہو گیا ہے، تو کتنے سو سالوں میں روح یہاں واپس آئی؟ چند سیکنڈوں میں۔ معلوم ہوا کہ روح کے سامنے کوئی چیز رکاوٹ نہیں ہے۔

ایک شرارتی لڑکا: یہ لوگ لڑکے ٹرینڈ کر کے بھیجتے ہیں۔ خیر المدارس میں ایک ان کا لڑکا درجہ ثالثہ میں آ کر داخل ہو گیا، اب وہ لڑکوں کو کہتا کہ جب تو سویا تھا میں نے تجھے آواز دی تھی تو نے سنی تھی؟ وہ کہتا نہیں۔ کہتا جب سویا ہوا نہیں سنتا تو مردہ کس طرح سنتا ہے؟ لڑکوں نے حضرت رئیس المناظرین رحمہ اللہ کو بتایا حضرت رحمہ اللہ نے فرمایا جب وہ سویا ہوا ہو تو مجھے بتانا جب وہ سویا۔ حضرت گئے اور اسے جا کر فرمایا اٹھ تو وہ اٹھ کر بیٹھ گیا۔

حضرت نے فرمایا تو سویا نہیں تھا؟ اس نے کہا سویا ہوا تھا تو نے کیسے سن لیا تو سویا ہوا نہیں تھا۔ سویا ہوا تو سنتا نہیں ہے تو نے کیسے سن لیا؟ کہتا ہے نہیں جی سن کر ہی اٹھا ہوں۔ حضرت رحمہ اللہ نے فرمایا پھر ان کو کیوں گمراہ کرتا رہتا ہے۔ وہ دن گیا پھر اس نے کسی کے دل میں ایسا وسوسہ نہ ڈالا۔

بندہ کا مناظرہ جب اسی مسئلہ پر ایک مماتی مولوی سے ہوا۔ جو تقریباً چھ گھنٹے تک جاری رہا۔ اس میں جب اس نے یہ آیات پیش کیں جو احمد سعید نے حضرت اوکاڑوی رحمہ اللہ کے سامنے پیش کیں تھیں تو میں نے مشکوٰۃ ابوداؤد سے اعادہ روح والی حدیث پیش کر کے کہا کہ کیا اللہ کے نبی جن پر قرآن نازل ہوا ان کو قرآن نہیں آتا تھا، تجھے زیادہ آتا ہے؟ تیرے خیال میں اللہ کا پیغمبر قرآن کے خلاف احادیث بیان کیا کرتا تھا؟ صاحب مشکوٰۃ ایسی حدیث لکھ گئے جو قرآن کے خلاف ہے؟

امام ابوداؤد ؒ ایسی حدیث نقل فرما گئے ہیں جو قرآن کے خلاف ہے اور پھر اسی پر سکوت فرما گئے اور یہ بھی نہ بتایا کہ یہ قرآن کے خلاف ہے۔ پوری امت اس حدیث کو بارہ سو سال سے پڑھ پڑھا رہی ہے کیا پوری امت میں احمد سعید جتنی یا مولوی نواز گھوٹوی جتنی غیرت بھی نہ تھی کہ وہ خاموش تماشائی بنی رہی، کسی نے اس کا رد نہ کیا۔ امام ابوسلیمان احمد بن محمد بن ابراہیم خطابی (م ۳۸۸ھ) نے معالم السنن کے نام سے ابوداؤد کی شرح لکھی انہوں نے بھی اس حدیث کا رد نہ کیا، علامہ قطب الدین ابوبکر احمد بن دعین الیمنی الشافعی ؒ (م ۶۵۲ھ) نے اس کی شرح لکھی کیا ان کو بھی یہ ٹکراؤ نظر نہ آیا۔ شہاب الدین ابومحمد احمد بن محمد بن ابراہیم بن ہلال المقدسی ؒ (م ۷۶۵) نے انتخاء السنن واقتفاء السنن کے نام سے ابوداؤد کی شرح لکھی لیکن وہ بھی اس سعادت سے محروم رہے کہ امت کو متنبہ کرتے کہ یہ حدیث قرآن کے خلاف ہے۔

علامۃ الدہر شیخ شہاب الدین بن رسلان الرملی الشافعی ؒ (م ۸۴۲ھ) نے بھی شرح لکھی لیکن افسوس کہ انہوں نے بھی اس اہم فریضے کو ادا نہ کیا، جیسے آج مماتی حضرات تمام فرائض میں سے اہم فرض خیال کرتے ہیں اور خدمت دین کے شعبوں میں سے اہم شعبہ خیال کرتے ہیں۔

کیا وجہ ہے کہ علامہ جلال الدین سیوطی ؒ مرقات الصعود کے نام سے ابوداؤد کی شرح لکھتے ہیں مگر ان کی رگ غیرت بھی نہ تڑپی کہ اس بات کی طرف تفسیر وحدیث کے مایہ ناز امام اشارہ ہی کر دیتے کہ یہ قرآن کے خلاف ہے۔ محدث کبیر حضرت مولانا خلیل احمد سہارنپوری نے بذل المجہود فی حل ابی داؤد کے نام سے شہرۂ آفاق شرح لکھی مگر وہ بھی اس مقام پر خاموشی سے گزر گئے۔

وجہ اس کی یہ ہے کہ ان حضرات کو قرآن آتا تھا انہیں (مماتیوں) کو نہیں آتا اگر وہ منعم علیہم کی اتباع کی عینک لگا کر کلام رب العٰلمین میں غور وخوض کرتے تو انہیں حدیث اور قرآن میں ٹکراؤ نظر نہ آتا۔ کیونکہ انہیں معلوم ہو جاتا کہ حدیث میں جس اعادے کا ذکر ہے وہ برزخی اعادہ ہے، جس کا ہمیں شعور نہیں اور قرآن میں جس اعادے کی نفی ہے، اس سے مراد کھلا اعادہ روح ہے جو قیامت سے پہلے نہیں ہوگا۔

نکتہ: حدیث مبارکہ میں اعادہ کا ذکر ہے اور اعادہ اسی صورت میں ہوگا کہ جسم سے روح نکالی گئی تھی، اسی جسم میں داخل کی جائے۔ کیونکہ ایک جسم سے نکال کر دوسرے جسم میں داخل کرنا اس کو تناسخ کہتے ہیں اعادہ نہیں کہتے۔ پس معلوم ہوا کہ یہ منکرین حیات رافضیوں کی طرح حدیث مبارکہ اور قرآن پاک میں ٹکراؤ پیدا کرنے کی کوشش کرتے ہیں لیکن ہمارے علماء قرآن وحدیث مبارکہ دونوں کو مانتے ہیں کہ قرآن اپنی جگہ برحق ہے کہ قرآن پاک میں جس اعادہ کی نفی ہے وہ ایسا اعادہ ہے جس کے ساتھ کھلی حیات ثابت ہو جائے تو یہ اعادہ موت کے بعد قیامت سے پہلے نہیں ہوگا۔ ہم بھی اس بات کو مانتے ہیں۔

لیکن ایسا برزخی اعادہ کہ جس سے عذاب وثواب قبر متحقق ہو جائے ایسے اعادہ کی قرآن پاک میں نفی نہیں ہے۔ البتہ احادیث متواترہ میں اس کا اثبات ہے۔ لہٰذا حدیث قرآن کے خلاف نہ ہوئی۔ پس ہم نے قرآن کو بھی مانا اور حدیث مبارکہ کو بھی مانا اور انہوں (مماتیوں) نے روافض کی طرح قرآن وحدیث مبارکہ میں ٹکراؤ پیدا کرنے کی کوشش کی۔

اعتراض: قرآن پاک میں آیا ہے: انک میت و انھم میتون اور آپ حیات کے قائل ہیں۔

جواب: ہم موت کے بعد حیات کے قائل ہیں، جیسے اب جو ہماری حیات ہے اس سے پہلی حالت کو اللہ نے موت کہا ہے۔ اب اگر کوئی شخص کنتم امواتا پڑھے اور کہے تم مردے ہو تو ہم اپنی موت ماننے کے لئے تیار نہیں ہوں گے ہم یہی کہیں گے کہ یہ بے موقعہ پڑھ رہا ہے۔ اسی طرح انبیاء علیہم السلام کی موت کے بعد ان کی حیات پر اجماع ہے۔ لہٰذا انبیاء علیہم السلام کو جو اس وقت حیات حاصل ہے۔ اس پر انک میت و انھم میتون پڑھنا یحرفون الکلم عن مواضعہ ہے میں تو یہ کہا کرتا ہوں کہ نبی علیہ السلام کا وقوع موت قرآن میں نہیں ہے، وقوع موت حدیث مرفوع میں نہیں ہے۔

وقوع موت اگر ثابت ہے تو وہ خطبہ ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ سے ثابت ہے اور اجماع صحابہ رضی اللہ عنہم سے ثابت ہے۔ اب اگر ہم اس کے مقابلہ میں نبی علیہ السلام کی حیات پر صرف اجماع ہی پیش کریں تو پھر بھی ہماری دلیل برابر کی ہوگی۔ لیکن ہم نے قرآن بھی پیش کیا، اور احادیث بھی پیش کر چکے ہیں اور کچھ آئندہ پیش کریں گے اور یہ احادیث درجہ تواتر کو پہنچی ہوئی ہیں۔ اس لئے علامہ سیوطی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ حیات انبیاء علیہم السلام کی احادیث تواتر تک، پہنچی ہوئی ہیں۔ حیات انبیاء علیہم السلام پر اجماع بھی منعقد ہے۔

ہمارا مطالبہ: ہمارا ان سے مطالبہ اتنا ہے کہ آپ بھی کسی مسلمہ کتاب کے حوالہ سے اپنا عقیدہ لکھیں۔ چنانچہ جنڈانوالہ میں جب مناظرہ ہونا تھا تو پہلے شرائط طے ہونے لگیں۔ حضرت رحمۃ اللہ علیہ نے اپنا عقیدہ بیس سے زائد کتابوں کے حوالے سے لکھا اور وہ عنایت اللہ صاحب کے نام کھلی چٹھی کے نام سے گوجرانوالہ میں چھپ بھی گیا ہے ان سے ہمارا مطالبہ یہ تھا کہ آپ بھی کسی کتاب کے حوالہ سے اپنا موضوع لکھیں۔

اب ہم کتاب کی شرط کیوں لگاتے ہیں؟ تو اس کی وجہ یہ ہے کہ جتنے نئے فتنے پیدا ہو رہے ہیں ان کی اپنی عقائد کی کوئی مسلمہ کتاب نہیں ہوتی اور نہ اعمال کی کوئی کتاب ہوتی ہے۔

مماتیوں کی ذہنیت: ان لوگوں نے لوگوں کے ذہن میں یہ بات بٹھائی ہوتی ہے کہ دلیل صریح الدلالت آیت مبارکہ ہو تو مانی ہے ورنہ نہیں۔

حضرت رحمۃ اللہ علیہ نے واقعہ سنایا کہ ایک مرتبہ ان کے ایک مولوی صاحب تعلیم الاسلام پڑھا رہے تھے۔ ان سے میری حیات النبی صلی اللہ علیہ وسلم کے موضوع پر بات چل پڑی۔ اس نے کہا عقائد میں قطعی آیت کے سواء کوئی بات حجت نہیں۔ حضرت رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا کیا آپ کی یہ بات کہ قطعی ہونا ضروری ہے یہ تو درست ہے، لیکن آیت کی قید لگانا درست نہیں۔ اس لئے کہ متواترا احادیث بھی قطعی ہوتی ہیں۔

عقائد میں اجماع بھی قطعی ہوتا ہے میں نے کہا کہ آپ یہ جو تعلیم الاسلام پڑھا رہے ہیں۔ یہ تنخواہ کے لئے پڑھا رہے ہیں یا اس کو مانتے بھی ہیں۔ اس نے کہا بالکل مانتے ہیں۔ میں نے کہا اس میں جو عقیدے لکھے ہیں کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے والد کا نام عبداللہ اور والدہ کا نام آمنہ تھا۔ یہ قرآن پاک کی کون سی نص قطعی صریح آیت میں لکھا ہوا ہے؟ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو چالیس سال کی عمر میں نبوت ملی یہ بھی ذرا قرآن سے نکال کر دکھاؤ۔

آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا وصال ہوا۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا روضہ مبارک مدینہ منورہ میں ہے۔ نکالو ذرا قرآن سے کہ یہ عقائد کہاں ہیں تو معلوم ہوا کہ دلیل کا قطعی ہونا صرف قرآن پاک آیت میں بند نہیں، بلکہ متواترا احادیث اور اجماع بھی قطعی ہوتا ہے۔

ایک اور دھوکہ: حضرت ﷺ نے فرمایا کہ: دھوکہ ان لوگوں کا یہ بھی ہوتا ہے کہ قائلین حیات النبی مدعی ہیں اور ہم منکر ہیں۔ اور دلیل مدعی کے ذمے ہوتی ہے نہ کہ نافی کے ذمے۔ جب اس نے یہ شور مچایا تو میں نے اس کے جواب میں لکھا کہ نفی دو قسم کی ہوتی ہے ایک جو عدم علم پر ہو، اور دوسری جس کا تعلق علم کے ساتھ ہو۔ نفی کی جو دوسری قسم ہے وہ بھی دعویٰ ہوتا ہے۔ چنانچہ حضرت نے نور الانوار کی عبارت اسے لکھ کر بھیجی۔

عبارت کو دیکھ کر اس کو چھٹی کا دودھ یاد آ گیا۔ کیونکہ میں نے اس کو یہ بھی کہہ دیا تھا کہ ایک بار پھر مدرسہ میں داخل ہو کر نور الانوار پڑھ۔ اب وہ بھائی محمد حسین نیلوی کے پاس گیا اس نے کہا بات تو ٹھیک ہے کہ جب تو قرآن کے نام سے عقیدہ پیش کرتا ہے تو پھر تجھے ضرور قرآن دکھانا پڑے گا۔

چنانچہ جنڈانوالہ میں ہم نے پانچ آدمی بھیجے ایک پروفیسر تھا، ایک وکیل تھا اور دو ٹیچر تھے، ایک مولوی صاحب تھے۔ چنانچہ میں نے یہ لکھ کر انہیں دے دیا کہ خدا کی کوئی بیوی نہیں، خدا کا کوئی بیٹا نہیں، خدا کا کوئی شریک نہیں، یہ سارے نفی والے عقیدے ہیں لیکن ان پر دلائل پیش کئے جاتے ہیں۔

اسی طرح تم بھی اس بات پر کہ ارواح مقدسہ کا اجساد مطہرہ کے ساتھ کسی قسم کا کوئی تعلق نہیں قرآن پاک کی کوئی صریح آیت مبارکہ دکھا دو۔ چنانچہ یہ پانچوں حضرات ان کے پاس چلے گئے جب انہوں نے یہ سوالات دیکھے تو ان کو کہنے لگے کہ واپس چلے چلو۔ انہوں نے کہا کہ ہم قرآن ساتھ لے کر آئے ہیں۔ کیونکہ احمد سعید نے تقریر میں کہا تھا کہ: ''یہ کتابڑیاں چکی اندا اے، کتابڑیاں۔ میرے کول اللہ دی کتاب اے، اے ہک دھک مریسی تے سب اتھے ونج پوسن'' یعنی یہ چھوٹی چھوٹی کتابیں اٹھا کر آیا ہے اور میرے پاس اللہ کی کتاب ہے، جو ایک دھکا دے گی یہ سب وہاں جا پڑیں گی۔

اس لئے ہم اللہ کا قرآن لے آئے ہیں چلو ہمیں اللہ کا قرآن منوا لو۔ لیکن انہوں نے ان پانچوں کو قرآن دکھائے بغیر مایوس لوٹا دیا اور یہ بزبان حال یوں کہتے چلے آ رہے تھے۔

بہت شور سنتے تھے پہلو میں دل کا جو چیرا تو اک قطرہ خون بھی نہ نکلا

ان کو واپس کر کے احمد سعید نے تقریر شروع کی کہ مجھے اپنے ساتھیوں پر ناراضگی ہے کہ کوئی کتا اوکاڑہ سے آ جاتا ہے، کوئی ملتان سے آ جاتا ہے، کوئی لاہور سے آ جاتا ہے کہتے ہیں قرآن سناؤ۔ کتوں کو قرآن نہیں سنایا جاتا بلکہ لاٹھی ماری جاتی ہے۔ بس وہ اسی انداز میں بولتا رہا۔

اس کی اپنی جماعت کے بہت سے لوگوں نے اس کے اس انداز کو پسند نہیں کیا۔ پھر میری تقریر کا اعلان ہوا تو سارے لوگ وہاں سے اٹھ کر ہماری مسجد میں آ گئے کہ اگر احمد سعید نے دس گالیاں دی ہیں تو امین بیس دے گا۔ میں نے انداز نرم رکھا میں نے کہا کہ آج یہ تو پتہ چل گیا ہے کہ اس کے پاس قرآن نہیں ہے لاٹھی ہے۔ اس نے میرے بارے میں جو کچھ کہا ہے وہ میں نے اس کو معاف کر دیا ہے۔

لیکن میں اپنی طرف سے یہی کہوں گا کہ وہ اگر مجھے لاٹھی بھی مارے گا میں پھر بھی اسے قرآن کی آیت سناؤں گا اور وہ مجھے لاٹھیاں بھی مارے میں پھر بھی اللہ کے نبی کا فرمان سناؤں گا۔

حدیث نمبر ۵: ''حدثنا احمد بن حنبل و سریح بن یونس قالا نا هشیم قال اخبرنا داؤد بن ابی هند عن ابی العالیة عن ابن عباس ان رسول اللہ ﷺ مر بواد الازرق فقال ای واد هذا فقالوا وادی الازرق فقال كانی انظر الی موسیٰ هابطا من الثنية وله جوار الی اللہ بالتلبية ثم اتی علی ثنية هرشا فقال ای ثنية هذه قالوا ثنية هرشی قال كانی انظر الی یونس بن متی علی ناقة حمراء جعدة عليه جبة من صوف خطام ناقته خلبة وهو یلبی'' بیان کیا ہمیں احمد بن حنبل نے اور سریح بن یونس نے کہ بیان کیا ہمیں ہشیم نے انہوں نے فرمایا خبر دی ہمیں داؤد بن ابی ہند نے ابو العالیہ سے انہوں نے حضرت ابن عباس سے کہ نبی اقدس وادی ازرق سے گزرے تو فرمایا کہ یہ کون سی وادی ہے؟ لوگوں نے عرض کیا کہ یہ وادی ازرق ہے فرمایا موسیٰ کو تو گویا میں دیکھ رہا ہوں کہ وہ گھاٹی سے اتر رہے ہیں اور ان کو اللہ کا قرب حاصل ہے تلبیہ کے ساتھ پھر آپ ثنیہ ہرشی پر پہنچے تو فرمایا یہ کون سی وادی ہے لوگوں نے عرض کیا یہ ثنیۂ ہرشی ہے۔ فرمایا گویا میں یونس بن متی کو اونٹنی پر دیکھ رہا ہوں جو مضبوط جسم والے اور درمیانے بالوں والے ہیں نہ زیادہ گنجان نہ بالکل لانبے اور ان پر صرف صوف کا جبہ ہے، ان کی اونٹنی کی نکیل ہلکی رسی کی ہے اور وہ تلبیہ پڑھ رہے ہیں۔

علامہ تقی الدین سبکی رحمہ اللہ نے اس حدیث کو جز حیات انبیاء علیہم السلام میں ذکر کیا ہے جو دلیل ہے اس بات کی کہ ان کے نزدیک بھی یہ حدیث حیات انبیاء علیہم السلام کے دلائل میں سے ہے۔

علامہ نووی اس حدیث پر لکھتے ہیں: ''فان قيل كيف يحجون و يلبون وهم اموات وهم فی الدار وليست دار عمل فاعلم ان للمشائخ و فيما ظهر لنا عن هذا اجوبة احدهم انهم كالشهداء بل افضل منهم والشهداء احياء عند ربهم فلا يبعد ان يحجوا ويصلوا كما ورد فی الحديث'' پس اگر کہا جائے کیسے حج کرتے ہیں اور تلبیہ کہتے ہیں۔ حالانکہ وہ مردہ ہیں اور وہ دار الآخرۃ میں ہیں اور وہ عمل کی جگہ نہیں ہے تو جان لے بے شک مشائخ کے لئے اور ہمارے لئے اس کے کئی جواب ظاہر ہوئے ہیں انہیں میں سے ایک تو یہ ہے کہ وہ شہداء کی طرح ہیں بلکہ ان سے بھی افضل ہیں اور شہداء اپنے رب کے ہاں زندہ ہیں۔ پس نہیں بعید کہ وہ حج کریں یا نمازیں پڑھیں جیسا کہ حدیث میں وارد ہے۔　　(شرح نووی ص ۹۴ ج ۱)

موطا امام محمد میں یہ روایت ان الفاظ سے مروی ہے: ''اخبرنا مالك اخبرنا يحیٰ بن سعيد انه سمع سعيد بن المسيب يحدثه عن انس انه قال قال رسول اللہ ﷺ كانی انظر الی موسیٰ علیہ السلام يهبط من ثنية هرشی ماشيا عليه ثوب اسود'' حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ انہوں نے فرمایا کہ نبی اقدس نے فرمایا گویا کہ میں موسیٰ علیہ السلام کو دیکھ رہا ہوں کہ وہ ثنیۂ ھرشی سے اتر رہے ہیں پیدل اور اوپر سیاہ کپڑا ہے۔

حدیث نمبر ۶: ''حدثنا محمد بن يوسف نا سفيان عن عمرو بن يحیٰ عن ابيه عن ابی سعيد عن النبی قال الناس يصعقون يوم القيمة فاكون اوّل من يفيق فاذا انا بموسیٰ اخذ بقائمة من قوائم العرش فلا ادری افاق قبلی ام جوزی بصعقة الطور'' بیان کیا ہمیں محمد بن یوسف نے کہ بیان کیا ہمیں سفیان نے عمرو بن یحییٰ سے وہ اپنے والد سے وہ ابو سعید سے وہ نبی اقدس سے کہ آپ نے فرمایا لوگ قیامت کے دن بیہوش ہوں گے۔ پس سب سے پہلے جسے ہوش آئے گا وہ میں ہوں گا تو میں اچانک کیا دیکھوں گا موسیٰ علیہ السلام عرش کا پایہ پکڑے کھڑے ہوں گے۔ پس میں نہیں جانتا کہ وہ مجھ سے پہلے افاقہ میں آجائیں گے یا کوہ طور پر بیہوشی کا بدلہ دیئے جائیں گے۔

اس حدیث سے معلوم ہوا کہ انبیاء علیہم السلام قبروں میں زندہ ہیں اس لئے بیہوش زندہ ہوتا ہے نہ کہ مردہ۔ یہ حدیث دلالت کرتی ہے کہ صعقہ سے پہلے انبیاء علیہم السلام ہوش میں ہوں گے اور ہوش میں ہونا دلیل حیات ہے نہ کہ موت۔ اسی سے ملتی جلتی دوسری حدیث بخاری شریف میں ہے۔

ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں، آنحضرت نے فرمایا: ''لا تخیرو نی علی موسی فان الناس یصعقون فاکون اوّل من یفیق فاذا موسی باطش بجانب العرش فلا ادری أکان فیمن صعق فافاق قبلی او کان ممن استثنیٰ اللہ عز و جل'' تم مجھے موسیٰ علیہ السلام پر فضیلت نہ دو، لوگ بے ہوش ہو جائیں گے اور میں پہلا ہوں گا کہ جسے بیہوشی سے افاقہ ہوگا تو میں کیا دیکھوں گا کہ موسیٰ علیہ السلام عرش کا پایہ پکڑے کھڑے ہیں۔ میں نہیں کہہ سکتا کہ وہ بیہوش ہونے والوں میں سے تھے اور مجھ سے پہلے ہوش میں آ گئے (یا بیہوش ہوئے ہی نہ تھے) ان میں تھے جنہیں اللہ عز وجل نے اس آزمائش سے مستثنیٰ رکھا۔ (بخاری ج ۱ ص ۴۸۴، ۴۲۵)

حافظ الدنیا، حافظ ابن حجر عسقلانی رحمہ اللہ اس حدیث کی شرح میں لکھتے ہیں: ''ان الذین یصعقون هم الاحیاء واما الموتیٰ فهم فی الاستثناء فی قوله تعالیٰ الا من شاء الله... ولا یعارض ما ورد فی هذا الحدیث ان موسیٰ ممن استثنی الله لان الانبیاء احیاء عند الله وان کانوا فی صورة الاموات بالنسبة الیٰ اهل الدنیا و قد ثبت ذلک للشهداء و لا شک ان الانبیاء اعلیٰ رتبة من الشهداء و ورد الصریح بان الشهداء ممن استثنی الله'' جو لوگ زندہ ہیں پہلے صعقہ میں مریں گے اور جو پہلے سے مرے ہیں وہ الا من شاء اللہ کے استثناء میں داخل ہیں...... اور یہ بات اس حدیث کے خلاف نہیں جس میں موسیٰ ان میں شمار ہیں جو مستثنیٰ کئے گئے۔ کیونکہ انبیاء علیہم السلام سب اللہ کے ہاں زندہ ہیں۔ اگر چہ وہ اہل دنیا کی نسبت سے اموات کی صورت میں ہیں اور یہ مرتبہ شہداء کو حاصل ہے اور انبیاء علیہم السلام کو تو بلاشک شہداء سے کئی درجہ اعلیٰ ہیں اور ان کے مستثنیٰ ہونے کی تصریح موجود ہے۔ (فتح الباری ج ۱۳ ص ۱۹۶)

محدث کبیر امام بیہقی رحمہ اللہ بھی جزء حیات انبیاء میں حیات انبیاء علیہم السلام کے دلائل میں اس حدیث کو ذکر کرتے ہوئے استدلال کرتے ہیں۔ چنانچہ لکھتے ہیں: ''وهذا انما یصح علی ان الله جل ثناؤه رد الی الانبیاء علیہم السلام ارواحهم فهم احیاء عند ربهم کالشهداء فاذا نفخ فی النفخة الاولیٰ صعقوا ثم لا یکون ذالک موتاً فی جمیع معانیه الا فی ذهاب الاستشعار فان کان موسیٰ علیه السلام ممن استثنی الله عز و جل بقوله الا من شاء الله فانه عز و جل لا یذهب باستشعاره فی تلک الحالة و یحاسبه بصعقه یوم الطور و یقال ان الشهداء من جملة ما استثنیٰ الله عز و جل بقوله الا ما شاء الله'' اور یہ صحیح ہے اس وجہ سے کہ انبیاء علیہم السلام کی ارواح کو اللہ تعالیٰ نے لوٹا دیا ہے اور وہ اپنے رب کے پاس شہداء کی طرح زندہ ہیں۔ پس جب پہلی دفعہ صور پھونکا جائے گا تو وہ بے ہوش ہو جائیں گے، یہ بیہوشی جمیع معانی کے اعتبار سے موت نہیں ہوگی بلکہ صرف شعور چلا جائے گا۔ پس اگر موسیٰ علیہ السلام ان لوگوں میں سے ہیں جن کا اللہ جل شانہ نے استثناء کیا ہے اپنے قول الا من شاء اللہ کے ساتھ تو اللہ جل شانہ اس حالت میں بھی ان کا شعور ختم نہیں کریں گے اور یہ بدلہ دیں گے ان کو طور کے دن بیہوشی کا اور کہا گیا ہے کہ شہداء بھی انہی لوگوں میں سے ہیں جن کا اللہ جل شانہ نے استثنا کیا ہے اپنے قول الا من شاء اللہ کے ساتھ۔ (جزء حیات انبیاء ص ۲۰)

''ومما یدل علی حیاتهم ما أخبرنا أبو عبد الله محمد بن عبد الله الحافظ أخبرنی أبو محمد المزنی ثنا علی بن محمد بن عیسی ثنا أبو الیمان أنبأ شعیب عن الزهری قال أخبرنی أبو سلمة بن عبد الرحمن

وسعید بن المسیب أن أبا هریرة قال استب رجل من المسلمین و رجل من الیهود فقال المسلم والذی اصطفی محمداً علی العالمین فأقسم بقسم فقال الیهودی والذی اصطفی موسی علی العالمین فرفع المسلم عند ذلک یده فلطم الیهودی فذهب الیهودی الی النبی فأخبره بالذی کان من أمره و أمر المسلم فقال النبی "لا تخیرونی علی موسی فان الناس یصعقون فأکون أول من یفیق فاذا موسی باطش بجانب العرش فلا أدری أکان فیمن صعق فأفاق قبلی أو کان ممن استثنی اللہ عز وجل"۔ رواہ البخاری فی الصحیح عن أبی الیمان و رواہ المسلم عن عبداللہ بن عبدالرحمن وغیرہ عن أبی الیمان و فی الحدیث الثابت عن الاعرج عن أبی ہریرة عن النبی أنہ قال "لا تفضلوا بین أنبیاء اللہ تعالیٰ فانہ ینفخ فی الصور لیصعق من فی السموات ومن فی الأرض الا من یشاء اللہ ثم نفخ فیہ أخری فأکون أول من بعث فاذا موسی آخذ بالعرش فلا أدری أحوسب بصعقة یوم الطور أم بعث قبلی و ھذا انما یصح علی أن اللہ جل ثناؤہ رد الی الأنبیاء علیہم السلام أرواحھم فھم أحیاء عند ربھم کالشھداء" (جزء حیات انبیاء للبیہقی ص ۲۱)

(ترجمہ) اوران دلائل میں سے جو انبیاء علیہم السلام کی حیات پر دلالت کرتے ہیں وہ ہے کہ جس کی خبر دی ہمیں ابوعبداللہ محمد بن عبداللہ الحافظ نے کہ خبر دی مجھے ابو محمد مزنی نے کہ بیان کیا ہم سے علی بن محمد بن عیسیٰ نے کہ بیان کیا ہم سے ابوالیمان نے کہ خبر دی شعیب نے زہری سے فرمایا خبر دی مجھے ابوسلمہ بن عبدالرحمن اور سعید بن مسیب نے کہ حضرت ابوہریرۃ رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ جھگڑ پڑے مسلمانوں میں سے ایک آدمی اور یہودیوں میں سے۔ پس کہا مسلمان نے قسم ہے اس ذات کی جس نے محمد کو تمام جہان والوں پر فضیلت دی ہے۔ پس میں قسم اٹھاتا ہوں یہودی نے کہا قسم ہے۔ اس ذات کی جس نے موسیٰ علیہ السلام کو تمام جہان والوں پر فضیلت دی ہے۔ پس مسلمان نے اپنا ہاتھ اٹھایا اور یہودی کو تھپڑ رسید کر دیا۔ پس یہودی نبی اقدس کی خدمت میں حاضر ہو گیا اور آپ کو اس معاملہ کی خبر کر دی جو اس کے اور مسلمان کے درمیان ہوا۔ پس نبی اکرم نے فرمایا مجھے موسیٰ علیہ السلام پر فضیلت نہ دو۔ پس لوگ بیہوش ہوں گے، میں سب سے پہلا شخص ہوں گا جو افاقہ پائے گا۔ پس جب مجھے ہوش آئے گا تو میں دیکھوں گا کہ موسیٰ علیہ السلام عرش کا پایہ پکڑے کھڑے ہیں۔ میں نہیں کہہ سکتا کہ وہ بے ہوش ہونے والوں میں سے تھے اور مجھ سے پہلے ہوش میں آگئے یا بیہوش ہی نہ ہوئے تھے۔ ان میں تھے جنہیں اللہ تعالیٰ نے اس آزمائش سے مستثنیٰ رکھا۔ روایت کیا ہے اس کو بخاری نے صحیح میں ابوالیمان سے اور روایت کیا ہے اس کو مسلم نے عبداللہ بن عبدالرحمن سے اور ان کے علاوہ نے ابوالیمان سے اور ثابت کی حدیث جو اعرج سے وہ ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے وہ نبی اقدس صلی اللہ علیہ وسلم سے نقل کرتے ہیں۔ اس میں ہے کہ نبی اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اللہ کے انبیاء علیہم السلام کے درمیان ایک کو دوسرے پر فضیلت نہ دو اس لئے کہ جب صور پھونکا جائے گا تو جو کچھ آسمانوں اور زمینوں کے اندر ہے سب بے ہوش ہو جائیں گے مگر وہ جس کو اللہ چاہے گا پھر دوسری مرتبہ صور پھونکا جائے گا تو سب سے پہلے میں اٹھوں گا تو میں کیا دیکھوں گا کہ موسیٰ علیہ السلام عرش کو تھامے کھڑے ہوں گے۔ پس میں نہیں جانتا کہ وہ صعقہ طور کا بدلہ دیئے گئے یا بیہوش ہوئے اور مجھ سے پہلے ہوش میں آگئے اور یہ صحیح ہے کہ اس بناء پر انبیاء علیہم السلام کی ارواح کو اللہ تعالیٰ نے لوٹایا ہے۔ پس وہ اپنے رب کے ہاں زندہ ہیں شہداء کی طرح۔

علامہ تقی الدین سبکی رحمۃ اللہ علیہ بھی اپنے رسالہ جز حیات انبیاء علیہم السلام میں امام بیہقی رحمۃ اللہ علیہ کے اس استدلال کو ذکر کر کے اس کی موافقت کرتے ہیں کہ یہ حیات انبیاء علیہم السلام کی دلیل ہے۔ چنانچہ لکھتے ہیں: "ثم قال و مما یدل علی

حیاتهم ما اخبرنا ابوعبدالله الحافظ و ساق اسناده و ذکر حدیث، فاذا موسٰی باطش بجانب العرش فلاادری أکان فیمن صعق؟فافاق قبلی او کان ممن استثنا الله عز و جل، رواه البخاری و مسلم، قال البیهقی وهذا انما یصح علی ان الله عزوجل رد علی الانبیاء صلوات الله علیهم ارواحهم فهم احیاء عند ربهم کالشهداء فاذا نفخ فی الصور النفخة الاولی صعقوا فیمن صعق ثم لا یکون ذلک موتا فی جمیع معانیه الا فی ذهاب الاستشعار فان کان موسٰی علیہ السلام ممن استثنا الله بقوله (الا من شاء الله) فانه لا یذهب استشعاره فی تلک الحالة فیحاسبه بصعقه یوم الطور ویقال ان الشهداء من جملة من استثنی الله عز و جل بقوله تعالٰی (الا من شاء الله) و روینا فی ذلک خبراً مرفوعا هذا جملة ما ذکره الحافظ ابو بکر البیهقی فی کتاب حیات الانبیاء فی قبورهم لم نحذف عنه الا بعض الاسانید اور بعض الذیادة فی الاسماء و قد قدمنا فی حدیث من سنن ابن ماجة فیه فنبی الله حی یرزق ''اور پھر فرمایا کہ ان دلائل میں سے جو انبیاء علیہم السلام کی حیات پر دلالت کرتے ہیں وہ حدیث ہے جو بیان کی ہے ہمیں ابوعبداللہ الحافظ نے اور (امام بیہقی نے) اس کے سند ذکر کی ہے اور حدیث ذکر کی ہے کہ اچانک موسیٰ علیہ السلام عرش کا پایہ پکڑے ہوئے ہوں گے پس میں نہیں جانتا کہ کیا موسیٰ علیہ السلام ان میں تھے جن پر بیہوشی طاری ہوئی اور مجھ سے پہلے ہوش میں آگئے یا ان میں سے ہیں جن کا اللہ تعالیٰ نے استثناء کیا۔ روایت کیا ہے اس کو بخاری مسلم نے۔ بیہقی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں یہ بات صحیح ہے اس پر کہ اللہ عز وجل انبیاء علیہم السلام کی ارواح کو لوٹا دیتا ہے پس وہ زندہ ہیں اپنے رب کے ہاں شہداء کی طرح۔ جب صور پھونکا جائے گا نفخہ اولیٰ بیہوش ہو جائیں گے جنہوں نے بے ہوش ہونا ہوگا اور یہ تمام معنوں میں موت نہیں ہوگی مگر یہ کہ شعور چلا جائے گا۔ اگر تو موسیٰ ان لوگوں میں داخل ہیں جن کا اللہ تعالیٰ نے اپنے قول الا من شاء اللہ سے استثناء کیا ہے ان کا شعور اس حالت میں بھی نہیں جائے گا پس وہ ان کے لئے بدلہ ہو جائے گا ان کے طور پر بے ہوش ہونے کے بدلہ میں اور کہا گیا ہے کہ شہداء بھی ان میں سے ہیں کہ جن کا اللہ تعالیٰ نے اپنے قول الا من شاء اللہ سے استثناء کیا ہے اور ہم نے اس بارے میں خبر مرفوع روایت کر دی ہے یہ تمام وہ ہے جس کا حافظ ابوبکر بیہقی نے اپنی کتاب حیات الانبیاء فی قبورہم میں ذکر کیا ہے اور ہم نے نہیں حذف کیا اس سے مگر بعض اسانید اور بعض زیادتی جو اسماء میں تھی اور تحقیق ہم نے مقدم کیا سنن ابن ماجہ کی حدیث کو جس میں ہے فنبی اللہ حی یرزق پس اللہ کا نبی زندہ ہوتا ہے اور رزق دیا جاتا ہے۔

علامہ جلال الدین سیوطی رحمۃ اللہ علیہ بھی اپنے رسالہ جز حیات انبیاء میں امام بیہقی کے اس استدلال کا ذکر کر کے اس کی موافقت کرتے ہیں کہ یہ حدیث حیات انبیاء علیہم السلام کی دلیل ہے۔ علامہ سیوطی رحمۃ اللہ علیہ لکھتے ہیں: ''واخرج حدیث ان الناس یصعقون فاکون اول من یفیق وقال هذا یدل ایضا علی ان الله رد علی الانبیاء ارواحهم وهم احیاء عند ربهم کالشهداء فاذا نفخ فی الصور النفخة الاولیٰ صعقوا فی من صعقوا ثم لا یکون ذالک موتا فی جمیع معانیه الا فی ذهاب الاستشعار ''اور نقل کی ہے (امام بیہقی نے حدیث) بے شک لوگ بے ہوش ہو جائیں گے اور میں اوّل شخص ہوں گا جو ہوش میں آؤں گا اور فرمایا (بیہقی نے) یہ بھی دلالت کرتی ہے اس بات پر کہ اللہ تعالیٰ انبیاء علیہم السلام پر ان کی ارواح کو لوٹا دیتے ہیں۔ پس وہ اللہ کے ہاں زندہ ہیں شہداء کی مثل۔ پس جب پہلی مرتبہ صور پھونکا جائے گا تو بیہوش ہو جائیں گے اس میں جنہوں نے بیہوش ہونا ہوگا پھر یہ بے ہوش ہونا جمیع معانی کے اعتبار سے موت نہیں ہے بلکہ صرف شعور کا چلے جانا ہے۔ (الحاوی للفتاوی ص ۱۴۰ ج ۲)

حدیث نمبر ۸: ”حدثنا محمد بن عوف نا المقری نا حیوۃ عن ابی صخر حمید بن زیاد عن یزید بن عبداللہ بن قسیط عن ابی ھریرۃ ان رسول اللہ ﷺ قال ما من احد یسلم علی الا رد اللہ علی روحی حتی ارد علیہ السلام“ بیان کیا ہمیں محمد بن عوف نے کہ بیان کیا ہمیں مقری نے کہ بیان کیا ہمیں حیوۃ نے ابوصخر حمید بن زیاد سے انہوں نے یزید بن عبداللہ بن قسیط سے وہ ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کوئی شخص ایسا نہیں کہ مجھ پر سلام بھیجے مگر یہ کہ اللہ تعالیٰ میری روح مجھ پر لوٹا دیں گے یہاں تک کہ میں اس کا جواب دوں۔ (ابوداود ص۲۸۶)

اب یہاں نبی اقدس فرمارہے ہیں کہ جو بھی مجھ پر سلام بھیجے گا میں جواب دوں گا۔ آپ صرف روح کا نام تو نہیں تھے بلکہ جسد اور روح دونوں کا مجموعہ تھے۔ معلوم ہوا کہ اس جسد اطہر پر سلام پیش ہوتا ہے اور یہی جسد اطہر جواب ارشاد فرماتا ہے جو کہ حیات طیبہ کی دلیل ہے اور چونکہ ہر وقت درود پیش ہوتا ہے معلوم ہوا کہ ہر وقت حیات حاصل ہے۔ سلام سے مراد سلام عند القبر ہے۔

امام موفق الدین ابن قدامہ حنبلی م ۶۲۰ھ نے یسلم علی کے بعد عند قبری کے الفاظ بھی نقل فرمائے ہیں۔ (مغنی ص۵۸۸ ج۳)

علامہ ابن عبدالہادی حنبلی نے بھی الصارم المنکی میں ابن قدامہ سے یہی نقل کیا ہے۔

محدث سہارنپور مولانا خلیل احمد سہارنپوری لکھتے ہیں: ”و ظاھر عقد الباب یدل ان المراد بالسلام علیہ السلام عند القبر وقت حضور للزیارۃ“ ظاہر باب اس بات پر دلالت کرتا ہے کہ مراد آپ پر سلام سے قبر کے پاس سلام ہے زیارت کے لئے حاضری کے وقت۔ (بذل المجہود ج۳ ص۲۰۷)

روح سے مراد آپ کو متوجہ کرنا ہے کیونکہ روح مبارکہ تجلیات باری تعالیٰ کے مشاہدہ میں مستغرق رہتی ہے، جب کوئی درود پڑھتا ہے تو متوجہ کی جاتی ہے۔ چنانچہ حضرت مولانا محمد منظور نعمانی رحمہ اللہ لکھتے ہیں: اکثر شارحین نے ردِّ روح کا مطلب یہ بیان کیا ہے کہ قبر مبارک میں آپ کی روح پاک کی تمام تر توجہ دوسرے عالم کی طرف اور اللہ تعالیٰ کی جمالی اور جلالی تجلیات کے مشاہدہ میں مصروف رہتی ہے...... پھر جب کوئی امتی سلام کرتا ہے اور وہ فرشتہ کے ذریعہ یا براہ راست آپ تک پہنچتا ہے تو اللہ تعالیٰ کے اذن سے آپ کی روح (ایک جہت سے) اس طرف بھی متوجہ ہوتی ہے اور آپ سلام کا جواب دیتے ہیں۔ بس اس روحانی توجہ والتفات کو ردِ روح سے تعبیر فرمایا گیا۔

(معارف الحدیث ج۵ ص۳۷۶)

آٹھویں صدی کے مشہور محدث حافظ ابن الملقن ۸۰۴ھ فرماتے ہیں: ”المراد برد الروح النطق لانہ حی فی قبرہ وروحہ لا تفارقہ لما صح ان الانبیاء احیاء فی قبورھم“ (الشوکانی فی شرح حصن حصین ص۲۸)

علامہ سیوطی رحمہ اللہ نے اس حدیث کو الخصائص الکبریٰ میں مسئلہ حیات کے اثبات میں نقل فرمایا ہے۔

حافظ ابن حجر کے شاگرد محدث سخاوی رحمہ اللہ (۹۰۶ھ) علامہ تقی الدین السبکی سے ردِ روح کا معنی نقل کرتے ہیں: ”یحتمل ان یکون رد معنویاً وان تکون روحہ الشریفۃ مشتغلۃ بشھود الحضرۃ الالٰھیۃ والملاء الاعلیٰ عن ھذا العالم فاذا سلم علیہ اقبلت روحہ الشریفۃ علیٰ ھذا العالم لیدرک سلام من یسلم علیہ و یرد علیہ“ یہاں ردروح سے مراد روح کا حساً لوٹنا نہیں معنوی طور پر لوٹنا ہے وہ اس طرح کہ آپ کی روح شریفہ اس عالم سے ہٹ کر دربار الٰہی اور ملاء اعلیٰ کے شہود میں مشتغل رہے، پھر جب کوئی شخص آپ پر سلام کہے تو آپ

کی روح شریفہ اس عالم پر ظہور کرے تا کہ سلام کرنے والے کے سلام کا ادراک کرے اور اسے جواب بھی دے۔
(القول البدیع ص ۱۶۷)

حضرت مولانا خلیل احمد محدث سہارنپوری (۱۳۴۶ھ) لکھتے ہیں: ”قال القاضی لعل معناہ الی روحہ المقدسة فی شان ما فی حضرة الالھیة فاذا بلغه سلام احد من الامة رد الله تعالیٰ روحه المطهرة من تلک الحالة الی رد من سلم علیه“ قاضی عیاض کہتے ہیں کہ یہ معنی ہو سکتا ہے کہ آپ کی روح اقدس اللہ تعالیٰ کے حضور حاضر ہو اور جب کبھی آپ کو امت میں سے کسی کا سلام پہنچے تو اللہ تعالیٰ آپ کی روح اطہر کو اس حالت سے اس کی طرف لوٹا دیتے ہیں جس نے آپ پر سلام عرض کیا۔ (بذل المجہود ج ۳ ص ۲۰)

علامہ عزیزی رحمہ اللہ لکھتے ہیں: ”الا رد الله علی روحی ای رد علی نطقی لانه حی دائماً و روحه لا تفارقه“ مگر یہ کہ اللہ تعالیٰ مجھ پر میری روح لوٹا دیتا ہے یعنی میرا نطق اور تکلم مجھے دیا جاتا ہے۔ (یہ تشریح اس لئے ضروری ہے) کہ آپ زندہ ہیں اور آپ کی روح مقدسہ آپ سے جدا نہیں ہوتی۔ (السراج المنیر ج ۳ ص ۲۷۸)

رئیس المحدثین حضرت مولانا سید انور شاہ صاحب رحمہ اللہ فرماتے ہیں: ”رواہ ابو داؤد فی رد روحه حین یسلم علیه لیس معناہ انه یرد روحه ای انه یحی فی قبرہ بل توجه من ذلک الی هذا الجانب فهو حی فی کلتا الحالتین“ ابوداؤد کی روایت میں سلام کے وقت آپ کی روح لوٹنے کا جو ذکر ہے اس کا یہ معنی نہیں کہ آپ کی روح اس طرح لوٹائی جاتی ہے کہ آپ کو آپ کی قبر میں زندہ کیا جائے بلکہ اس سے مراد آپ کو اس طرف متوجہ کرنا ہے زندہ تو آپ دونوں حالتوں میں ہیں۔ (اب درود شریف پیش ہونے کے وقت بھی اور اس سے پہلے بھی) (فیض الباری ج ۲ ص ۶۵)

حضرت امام شاہ ولی اللہ محدث دہلوی رحمہ اللہ لکھتے ہیں: ”و ارواح الکل اذا فارقت اجسادها صارت کالموج المکفوف لا یهزها ارادة متجددة و داعیة سانحة و لکن النفوس التی هی دونها تلتصق بالهمة فتجلب منها نورا و هیئة مناسبة للارواح و هی المکنی عنه بقوله علیه السلام ما من احد یسلم علی الا رد الله علی روحی حتی ارد علیه السلام و قد شاهدت ذلک ملا احصی فی مجاورتی المدینة سنة الف و مأة و اربع و اربعون“ اور کاملین کی ارواح جب اپنے اجساد سے جدا ہوتی ہیں تو وہ ایک رکی ہوئی موج کی صورت میں ہو جاتی ہیں، اب انہیں کوئی نیا ارادہ اور پیش آنے والا داعیہ حرکت نہیں دے سکتا۔ ہاں! وہ نفوس جو درجہ میں ان سے کم ہوتے ہیں وہ (اپنی روح کی) ہمت سے ان سے جا چمٹتے ہیں اور ان سے نور اور ہیئت جو اپنی ارواح کے مناسب ہو جلب کرتے ہیں (اپنی طرف کھینچتے ہیں) حضور کے اس ارشاد میں کہ جب کوئی شخص مجھ پر سلام بھیجتا ہے تو اللہ تعالیٰ میری روح کو مجھ پر لوٹا دیتا ہے (متوجہ کر دیتا ہے) حتیٰ کہ میں اس پر سلام لوٹاتا ہوں اسی طرف اشارہ ہے اور میں نے ۱۱۴۴ھ میں جب میں مدینہ کی مجاورت میں تھا میں نے اس سلام و جواب کا اتنی دفعہ مشاہدہ کیا کہ میں شمار نہیں کر سکتا۔

(حجۃ اللہ البالغۃ ج ۲ ص ۱۷ مصر، ص ۶۴۹ مترجم)

امام ابوبکر احمد بن حسین البیہقی ۴۵۸ھ اپنے رسالہ حیات انبیاء میں اس حدیث کو بھی حیات النبی کی دلیل قرار دے رہے ہیں۔ چنانچہ اپنی سند سے اس حدیث کو نقل کرتے ہیں: ”اخبرنا ابو محمد عبدالله بن یحیی بن عبدالجبار السکری ببغداد ثنا اسماعیل بن محمد الصفار ثنا عباس بن عبدالله الترقفی ثنا ابو عبدالرحمن المقری ثنا حیوہ بن شریح عن ابی صخر عن یزید بن عبدالله بن قسیط عن ابی هریرة ان رسول الله صلی الله علیه وسلم قال

مامن احد یسلم علی الا رد اللہ علی روحی حتی ارد علیہ السلام" بعد سند کے ابو ہریرۃ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا نہیں ہے کوئی جو مجھ پر سلام بھیجتا مگر اللہ تعالیٰ میری روح کو میری طرف لوٹا دیتے ہیں۔ حتیٰ کہ میں سلام کا جواب دیتا ہوں۔ (جزء حیات انبیاء ص ۱۶)

امام تقی الدین سبکی م ۸۵۶ھ بھی امام بیہقی کی تائید میں فرماتے ہیں۔

محقق مطلق علامہ جلال الدین سیوطی م ۹۱۱ھ بھی اپنے رسالہ "انباء الاذکیاء فی حیات الانبیاء" میں حدیث کو بطور دلیل کے ذکر کرتے ہیں۔

صاحب تسکین الصدور محدث اعظم حضرت مولانا سرفراز خان نور اللہ مرقدہ نے چودہ محدثین سے اس کی تصحیح نقل کی ہے۔ چنانچہ لکھتے ہیں: امام سبکی رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ امام احمد رحمہ اللہ اور امام ابوداؤد رحمہ اللہ نے اس روایت پر اعتماد کیا ہے۔ (شفاء السقام ص ۱۰۵) حافظ ابن حجر رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ رواتہ ثقات (فتح الباری پ ۳ ص ۲۷۹) کہ اس کے راوی ثقہ ہیں اور علامہ عزیزی رحمہ اللہ لکھتے ہیں اسنادہ حسن (السراج المنیر ج ۳ ص ۲۷۹) کہ اس کی سند حسن ہے، حافظ ابن کثیر رحمہ اللہ فرماتے ہیں صححہ النووی فی الاذکار (تفسیر ابن کثیر ج ۳ ص ۵۱۴) کہ امام نووی رحمہ اللہ اس حدیث کی اپنی کتاب الاذکار میں تصحیح کرتے ہیں اور امام نووی رحمہ اللہ کتاب الاذکار ص ۱۰۶ طبع مصر میں لکھتے ہیں بالاسناد الصحیح... الخ کہ یہ حدیث صحیح اسناد سے مروی ہے۔

حافظ ابن تیمیہ رحمہ اللہ لکھتے ہیں: "واتفق الائمة علی انه یسلم عند زیارته و علی صاحبیه لما فی السنن عن ابی هریرة رضی اللہ عنہ عن النبی انه قال مامن رجل یسلم علی الا رد اللہ تعالیٰ علی روحی حتی ارد علیہ السلام وھو حدیث جید" حضرات آئمہ کرام رحمہم اللہ کا اس امر پر اتفاق ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اور حضرت ابو بکر اور حضرت عمر رضی اللہ عنہما کی (قبور کی) زیارت کے وقت سلام کہنا چاہئے کیونکہ سنن (ابوداؤد) میں حضرت ابو ہریرۃ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے وہ فرماتے ہیں کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ مجھ پر کوئی شخص بھی سلام نہیں کہتا مگر اللہ تعالیٰ مجھ پر میری روح (متوجہ) لوٹا دیتا ہے یہاں تک کہ میں اس کے سلام کا جواب دیتا ہوں۔ (فتاوی ج ۴ ص ۳۶۱)

اور علامہ زرقانی رحمہ اللہ اس حدیث کے بارے میں لکھتے ہیں باسناد صحیح، (زرقانی شرح المواہب ج ۸ ص ۳۰۸)

اور نواب صدیق حسن خان صاحب رحمہ اللہ لکھتے ہیں: "قال النووی فی الاذکار اسنادہ صحیح و قال ابن حجر رواته ثقات" امام نووی رحمہ اللہ کتاب الاذکار میں لکھتے ہیں کہ اس کی اسناد صحیح ہے اور حافظ ابن حجر فرماتے ہیں کہ اس کے راوی ثقہ ہیں۔ (دلیل الطالب ص ۸۴۳)

علامہ سمہودی فرماتے ہیں: "روی ابو داؤد بسند صحیح" کہ امام ابوداؤد نے صحیح سند کے ساتھ اس کو روایت کیا ہے۔ (وفاء الوفاء ج ۲ ص ۴۰۳)

مولانا سید انور شاہ صاحب رحمہ اللہ اور علامہ عثمانی رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ: "رواته ثقات"

(عقیدۃ الاسلام ص ۵۲، فتح الملہم ج ۱ ص ۳۳۰)

امام سخاوی رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ: "رواه احمد و ابو داؤد والطبرانی و البیهقی باسناد حسن بل صححه النووی فی کتاب الاذکار وغیره وفیه نظر وقال شیخنا رواته ثقات" اس حدیث کو امام احمد رحمہ اللہ، ابو داؤد رحمہ اللہ، طبرانی رحمہ اللہ اور بیہقی رحمہ اللہ نے حسن سند کے ساتھ روایت کیا ہے بلکہ امام نووی رحمہ اللہ نے کتاب الاذکار

وغیرہ میں اس کی تصحیح کی ہے اور اس میں کلام ہے اور ہمارے استاذ (حافظ ابن حجر رحمہ اللہ) فرماتے ہیں کہ اس حدیث کے جملہ راوی ثقہ ہیں۔ (القول البدیع ص ۱۱۷)

علامہ محمد بن محمد الخانجی البوسنوی رحمہ اللہ فرماتے ہیں: ''قال النووی فی الاذکار و ریاض الصالحین اسنادہ صحیح و صححہ ایضاً ابن القیم'' امام نووی رحمہ اللہ نے کتاب الاذکار اور ریاض الصالحین میں فرمایا ہے کہ اس حدیث کی سند صحیح ہے اور حافظ ابن القیم رحمہ اللہ نے بھی اس حدیث کی تصحیح کی ہے۔

(ہامش حیات الانبیاء للبیہقی رحمہ اللہ ص ٦ قلمی)

حدیث نمبر ۹: ''قال ابو الشیخ فی کتاب الصلوٰۃ حدثنا عبدالرحمن بن احمد الاعرج حدثنا الحسین بن الصباح حدثنا ابو معاویۃ حدثنا الاعمش عن ابی صالح عن ابی ہریرۃ رضی اللہ عنہ قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم من صلی علی عند قبری سمعتہ و من صلی علیّ من بعید اعلمتہ ----وفی روایۃ من صلی علی نائیاً ابلغتہ'' حضرت ابو ہریرۃ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جو پڑھے درود میری قبر کے پاس اسے میں خود سنوں گا اور جس نے دور سے پڑھا وہ مجھے پہنچا دیا جائے گا۔

(رواہ ابوالشیخ الاصبہانی وابن حبان بسند جید مرقات ج ۲ ص ۳۴۷ طبع قدیم ج ۲ ص ۱۰)

حافظ شمس الدین سخاوی رحمہ اللہ لکھتے ہیں: ''من صلی علی عند قبری سمعتہ و من صلی علیّ من بعید اعلمتہ رواہ ابو الشیخ... و سندہ جید'' حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے جو میری قبر پر آکر مجھ پر درود پڑھے میں خود سنتا ہوں اور جو دور سے پڑھا مجھے پہنچایا جاتا ہے۔ اسے ابوالشیخ نے روایت کیا ہے اور اس کی سند جید ہے، عمدہ ہے۔ (القول البدیع ص ۱٦۰)

علامہ ابن حجر مکی رحمہ اللہ کی شہادت: ''اذا صلی و سلم عند قبرہ سمعہ سماعاً حقیقیاً و یرد علیہ من غیر واسطۃ و ان صلی و سلم من بعید لا یسمعہ الا لو اسطۃ یدل علیہ احادیث کثیرہ'' (شرح ہمزیہ)

(ترجمہ) جب کسی نے درود سلام آپ کی قبر کے پاس پڑھا تو آپ اسے حقیقی طور پر سنتے ہیں اور سلام کا جواب براہ راست دیتے ہیں اور اگر درود سلام دور سے پڑھا تو آپ اسے نہیں سنتے مگر (فرشتوں) کے واسطہ سے۔ اس پر بہت سی احادیث دلالت کرتی ہیں۔

اور الجواہر المنظم میں لکھتے ہیں: ''انہ صلی اللہ علیہ وسلم یبلغہ الصلوۃ و السلام اذا صدر من بعید و یسمعہا اذا کان عند قبرہ الشریف بلا واسطۃ'' بے شک حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو درود و سلام پہنچایا جاتا ہے جب وہ دور سے آئے اور آپ اسے خود بلا واسطہ سنتے ہیں جب پڑھنے والا آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی قبر شریف کے پاس ہو۔ (الجوہر المنظم ص ۲۳)

سلطان المحدثین ملا علی قاری رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

۱...... ''رواہ ابو الشیخ و ابن حبان فی کتاب ثواب الاعمال بسند جید'' اس حدیث کو ابوالشیخ اور ابن حبان نے ثواب الاعمال میں سند جید سے روایت کیا ہے۔ (مرقات ج ۲ ص ۱۰)

۲...... ''من صلی علی عند قبری سمعتہ ای سماعاً حقیقیاً بلا واسطۃ'' جو مجھ پر میری قبر کے پاس آکر درود پڑھتا ہے میں اسے حقیقی طور پر سنتا ہوں بلا واسطہ۔ (شرح الشفاء ج ۳ ص ۵۰۰)

۴...... ''انہ قد ثبت من صلی علی نائیاً بلغہ و من صلی علیہ عند قبرہ سمعہ'' یہ بات ثابت ہو چکی ہے کہ جو شخص آپ پر درود دور سے پڑھے وہ آپ کو پہنچایا جاتا ہے اور جس نے آپ کی قبر مبارک کے پاس درود پڑھا اسے آپ خود سنتے ہیں۔ (مرقات ج ۳ ص ۵۲۵)

علامہ شہاب الدین الخفاجی رحمہ اللہ (۸۹۹ھ) فرماتے ہیں: ''و بما تقرر فی ھذہ الاحادیث علم انہ تبلغہ الصلوٰۃ و السلام اذا صدر من بعید و یسمعھا اذا کان عندہ قبرہ الشریف بلا واسطۃ''

(نسیم الریاض ج ۳ ص ۵۰۳)

''لانہ ﷺ حی فی قبرہ یسمع دعاء زائرہ'' (نسیم الریاض ص ۵۰۳)

اور ان احادیث میں جو بات قرار پائی اس سے معلوم ہوا کہ آنحضرت ﷺ کو درود پہنچایا جاتا ہے جب وہ دور سے آئے اور آپ اسے خود بلا واسطہ سنتے ہیں جب آپ کی قبر شریف کے پاس پڑھا جائے۔ یہ اس لئے کہ آپ ﷺ اپنی قبر مبارک میں زندہ ہیں اور زیارت کے لئے آنے والے کی آواز سنتے ہیں۔

علامہ عبدالرؤف المناوی رحمہ اللہ (۱۰۰۳ھ) فرماتے ہیں: ''من صلی علی عند قبری سمعتہ و من صلی علی نائیا ای بعیداً (ابلغتہ) ای اخبرت بہ من احد من الملئکۃ و ذلک لان لروحہ تعلقاً بمقر بدنہ الشریف و حرام علی الارض ان تاکل اجساد الانبیاء'' جو مجھ پر میری قبر کے پاس درود پڑھتا ہے اسے میں سنتا ہوں اور جس نے دور سے پڑھا وہ مجھے پہنچایا جاتا ہے فرشتوں میں سے کوئی مجھے اس کی اطلاع دیتا ہے اور یہ اس لئے کہ آپ کی روح اقدس کا آپ کے مقر بدن (قبر مبارک) سے ایک تعلق ہے اور زمین پر حرام ہے کہ وہ اجساد انبیاء علیہم السلام کو کھائے۔ (فیض القدیر ج ۱ ص ۱۷۰)

اعتراض: اس حدیث کی سند میں سدّی ہے جو کہ ضعیف ہے۔

جواب: اس سند میں جو ہم نے ابو الشیخ کے حوالہ سے نقل کی ہے اس میں سدّی نہیں ہے، جز حیات انبیاء بیہقی کی سند میں ابو عبدالرحمن راوی ہے جس کے متعلق امام بیہقی رحمہ اللہ فرماتے ہیں: ''ھذا ھو محمد بن مروان فیما اری'' کہ میری رائے میں ہے کہ یہ محمد بن مروان سدّی ہے وفیہ نظر اور اس میں نظر ہے اور اب یہ لوگ اسی گمان کو لے کر شور کر رہے ہیں۔ حالانکہ قرآن میں آتا ہے: ''ان الظن لا یغنی من الحق شیئا''

جب کہ خود امام بیہقی رحمہ اللہ نے آگے فرما دیا ہے و قد مضی ما یؤکدہ کہ اس کی تائید ان روایتوں سے بھی ہوتی ہے جو گزر چکی ہیں اور امام اسے جزء حیات انبیاء میں نقل فرما رہے ہیں اور دوسرے شواہد سے اسے مؤکد کر رہے ہیں۔ معلوم ہوا کہ ان کے نزدیک یہ دلیل بننے کے قابل ہے مؤکدات کی وجہ سے تو ان لوگوں نے خیانت کی کہ ایک تو ظن کو یقین بنا لیا۔ دوسرا اگلی عبارت چھوڑ دی اور خیانت کے مرتکب ہوئے جو کہ منافق کی نشانی ہے۔

پھر یہ کہ ہم نے جو ابو الشیخ والی روایت پیش کی ہے اس میں سدّی نہیں ہے اور بیہقی رحمہ اللہ کی جو روایت شعب الایمان میں ہے اس کی سند میں بھی سدی نہیں ہے۔ امام اہل سنت محدث اعظم حضرت مولانا سرفراز خان صاحب صفدر نور اللہ مرقدہ نے تسکین الصدور میں نقل کی ہے اس میں بھی نہیں ہے۔ پھر یہ کہ اس حدیث کو تلقی بالقبول حاصل ہے۔

قاضی شوکانی رحمہ اللہ لکھتے ہیں: ''ثم حکم ابن عبد البر مع ذلک بصحته لتلقی العلماء له القبول فرده من حیث الاسناد و قبله من حیث المعنی'' پھر ابن عبد البر نے باوجود اس کے اس کی صحت کا حکم لگایا ہے بوجہ علماء کے اس کو قبول کرنے کے پس رد کر دیا ہے اس نے اس کو سند کے اعتبار سے اور معنی کے اعتبار سے قبول کر لیا ہے۔
(نیل الاوطار ج ۱ ص ۲۴)

جب امت نے اس کو قبول کر لیا ہے تو سند کی بحث کی ضرورت ہی نہ رہی۔ کیونکہ نور الانوار کے اندر لکھا ہے کہ جب اخبار احاد کو تلقی بالقبول حاصل ہو جائے تو وہ منزل مشہور کے ہو جاتی ہیں۔ (ص ۱۸۲)

اور تدریب الراوی کے اندر علامہ سیوطی رحمہ اللہ لکھتے ہیں: ''المقبول ما تلقته الامة بالقبول و ان لم یکن اسناده صحیح''

اس پر مفصل بحث حدیث الانبیاء احیاء کے تحت حاشیہ میں دیکھ لیں۔

مثال نمبر ا: حدیث ہے کہ اگر گندگی گرنے سے پانی کا رنگ یا بو یا ذائقہ بدل جائے تو پانی ناپاک ہے۔ یہ روایت سند کے اعتبار سے بالکل ضعیف ہے، لیکن پوری امت اس کو مانتی ہے۔

حدیث لا وصیة لوارث سند کے اعتبار سے صحیح نہیں ہے۔ لیکن تلقی بالقبول کی وجہ سے اتنی متواتر ہے کہ قرآن پاک کی آیت میں اس کی وجہ سے تخصیص کر لی گئی ہے، اسی طرح اس حدیث کو بھی تلقی بالقبول حاصل ہے۔

حدیث نمبر ۱۰: حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''والذی نفسی بیده لینزلن عیسی ابن مریم ثم لئن قام علی قبری فقال یا محمد لا جیبنه'' قسم ہے اس ذات کی جس کے قبضہ میں میری جان ہے عیسیٰ بن مریم نازل ہوں گے۔ پھر وہ اگر میری قبر پر آئیں اور مجھے مخاطب کریں تو میں جواب بھی دوں گا۔ (مسند ابی یعلی ج ۶ ص ۱۰۱)

علامہ محمود آلوسی رحمہ اللہ بھی اسے حافظ ابو یعلیٰ سے انہی الفاظ میں نقل کرتے ہیں: ''انه علیہ السلام یاخذ الاحکام من نبینا شفاهاً بعد نزوله وهو صلی اللہ علیہ وسلم فی قبره الشریف و اید بحدیث ابی یعلیٰ والذی نفسی بیده لینزلن عیسیٰ بن مریم ثم لئن قام علی قبری و قال یا محمد لاجیبنه'' حضرت عیسیٰ علیہ السلام بعد نزول ہمارے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے سامنے ہو کر ان سے احکام اخذ کریں گے اور آپ اپنی قبر شریف میں ہیں اور اس کی تائید محدث ابی یعلیٰ کی اس حدیث سے بھی ہوتی ہے۔ آپ نے فرمایا قسم ہے اس ذات کی جس کے قبضے میں میری جان ہے۔ عیسیٰ بن مریم ضرور نازل ہوں گے۔ پھر آپ میری قبر پر آئیں گے اور (سلام کہیں) یا محمد کہیں تو میں ان کو جواب دوں گا۔
(روح المعانی ج ۲۲ ص ۳۵)

جامع صغیر میں یہ الفاظ ہیں: ''حتی یسلم علی و لا ردن علیه'' یہاں تک کہ مجھے سلام کریں گے اور میں اس کا جواب دوں گا۔ (الجامع الصغیر ج ۲ ص ۱۴۰)

اور انہوں نے صحیح کہا ہے۔ ابو یعلیٰ کے رجال کے متعلق محدث ہیثمی رحمہ اللہ فرماتے ہیں: ''رواه ابو یعلی و رجاله الصحیح'' روایت کیا ہے اس کو ابو یعلیٰ نے اور اس کے رجال صحیح کے رجال ہیں۔

(مجمع الزوائد ج ۸ ص ۲۱۱۔ مسند احمد ص ۲۹۰ ج ۲) پر بھی یہ روایت موجود ہے۔

امام حاکم نے اس کو مستدرک میں ذکر کیا ہے اور اس کو صحیح کہا ہے۔ (مستدرک ص ۵۹۵ ج ۲)

ذہبی نے تلخیص مستدرک میں اسے صحیح کہا ہے۔

اب ظاہری بات ہے کہ حضرت عیسیٰ اس دنیا والی قبر پر ہی سلام پیش کریں گے اور نبی اقدس جواب عنایت فرمائیں گے یہ حیات کی دلیل ہے۔

علامہ جلال الدین سیوطی رحمۃ اللہ علیہ نے بھی انباء الاذکیاء میں اس حدیث کو بطور دلیل کے پیش کیا ہے۔ نیز علامہ سیوطی رحمۃ اللہ علیہ نے (الخصائص الکبریٰ ص۱۸۴ ج۲) پر بھی اسے نقل کیا ہے۔

علمی نکتہ: رئیس المناظرین حضرت مولانا محمد امین صاحب صفدر اوکاڑوی نور اللہ مرقدہ فرمایا کرتے تھے کہ: سیدنا عیسیٰ علیہ السلام کے آنے سے یہودی اور عیسائی اور مرزائی جھوٹے ہو جائیں گے اور جب آپ روضہ اطہر پر سلام عرض کریں گے اور نبی اقدس ﷺ جواب عنایت فرمائیں گے تو مماتی بھی جھوٹے ہو جائیں گے۔ مماتیوں کو جھوٹا ظاہر کرنے کے لئے دو نبی کام کریں گے۔ حضرت عیسیٰ علیہ السلام سلام عرض کریں گے اور نبی اقدس ﷺ جواب عنایت فرمائیں گے اس طرح ان کا جھوٹ واضح ہو جائے گا۔

سیدنا صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کا عقیدہ ہم خطبہ صدیق اکبر کے حوالے سے شروع بحث میں نقل کر آئے ہیں۔ مزید ایک حوالہ حاضر خدمت ہے۔ علامہ تقی الدین سبکی شفاء السقام میں نقل فرماتے ہیں: ''قد روی عن ابی بکر الصدیق قال لا ینبغی رفع الصوت علی نبی حیا و لا میتا'' حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ آنحضرت ﷺ کے سامنے آواز بلند کرنا جائز نہیں نہ وفات سے قبل نہ بعد۔

حضرت فاروق اعظم کا اعتقاد: ''عن السائب بن یزید قال کنت قائما فی المسجد فحصبنی رجل فنظرت الیه فاذا عمر بن الخطاب رضی اللہ عنہ فقال اذهب فاتنی بهذین فجئته بهما فقال ممن انتما او من این انتما قال من اهل الطائف قال لو کنتما من اهل البلد لاوجعتکما ترفعان اصواتکما فی مسجد رسول الله ﷺ'' سائب بن یزید رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں میں مسجد میں کھڑا تھا کہ کسی شخص نے میرے کنکری ماری کیا دیکھتا ہوں کہ وہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ ہیں، آپ نے فرمایا: ''جاؤ اور ان دونوں شخصوں کو میرے پاس لئے آؤ۔'' میں انہیں آپ کے پاس لے آیا۔ آپ رضی اللہ عنہ نے ان سے پوچھا: ''تم کن لوگوں میں سے ہو یا تم کہاں کے ہو؟ انہوں نے کہا: ''ہم اہل طائف میں سے ہیں۔'' اس پر حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا: ''اگر تم اہل مدینہ میں سے ہوتے تو میں تمہیں سزا دیتا، اس لئے کہ تم مسجد رسول اللہ ﷺ میں (جس کے سامنے آپ کا روضہ منورہ ہے) اپنی آوازیں بلند کر رہے ہو۔'' (صحیح البخاری ص۶۷ ج۱)

سلطان المحدثین ملا علی قاری رحمۃ اللہ علیہ اس حدیث کے تحت لکھتے ہیں: ''انه علیہ السلام فی قبره حی و قال تعالیٰ لا ترفعوا اصواتکم فوق صوت النبی'' نبی اقدس ﷺ اپنی قبر میں زندہ ہیں اور حق تعالیٰ کا ارشاد ہے کہ تم اپنی آوازوں کو نبی کی آواز پر بلند نہ کرو۔ (مرقاۃ ص۲۲۳ ج۲)

آواز بلند کرنے پر مسجد رسول اللہ ﷺ کی نسبت سے نکیر کرنا اسی لئے تھا کہ وہاں آپ کا روضہ اطہر ہے جس طرح آپ کی اس دنیوی زندگی میں آپ کے پاس آواز بلند کرنا جرم تھا۔ اسی طرح آپ کے روضہ اطہر کے پاس بھی آواز بلند کرنا جائز نہیں۔ اس لئے کہ آپ وہاں تشریف فرما ہیں اور جسد عنصری سے زندہ ہیں۔ حدود مسجد کو بلا کسی واسطہ کے خود سنتے ہیں۔

یہ گمان نہ کیا جائے کہ اس نکیر کا منشاء یہ ''اصل'' ہے کہ مسجد میں آوازیں بلند کرنا جائز نہیں پھر جس شان اور

مقام کی یہ مسجد ہوگی، اسی درجے کا یہ حکم ہوگا کہ اس میں آواز بلند نہ کی جائے اور اس کی خلاف ورزی اسی درجہ کا جرم قرار پائے گی۔ اس لئے کہ سلف وخلف میں سے کسی نے اس اصل کو منشائے نکیر نہیں فرمایا۔

مسجد نبوی میں جہاں سے بھی سلام عرض کیا جائے، آنحضرت ﷺ سنتے ہیں۔ حضرت اقدس مولانا محمد عابد صاحب استاذ التفسیر جامعہ خیر المدارس ملتان نے بتایا کہ حضرت شیخ الحدیث مولانا زکریا رحمۃ اللہ علیہ جب مسجد نبوی میں تشریف فرما ہوتے اور کسی مرید کا خط ملتا جس میں سلام عرض کرنے کی درخواست ہوتی تو حضرت شیخ وہیں بیٹھے ہی سلام عرض کر دیا کرتے تھے۔ معلوم ہوا کہ مسجد نبوی میں جہاں سے بھی سلام عرض کیا جائے سنا جاتا ہے۔

دور عثمانی کا واقعہ: ایک دن مروان آیا اور اس نے ایک شخص کو روضہ انور پر منہ رکھے ہوئے دیکھا۔ مروان نے اسے گردن سے پکڑ کر ہٹایا اور کہا جانتا ہے کہ تو کیا کر رہا ہے اس نے کہا کہ ہاں! وہ اس کی طرف متوجہ ہوا تو کیا دیکھتا ہے کہ وہ حضرت ابوایوب انصاری رضی اللہ عنہ ہیں۔ آپ نے فرمایا میں رسول اللہ ﷺ کے پاس آیا ہوں، کسی پتھر کے پاس نہیں آیا۔ میں نے حضور ﷺ کو فرماتے ہوئے سنا اس وقت دین پر نہ رونا جب اس کے والی اس کے اہل ہوں بلکہ اس وقت رونا جب دین کی ولایت نااہل ہاتھوں میں آجائے۔ (مستدرک حاکم ص ۵۱۵ ج ۴ وقال الحاکم والذہبی صحیح)

نوٹ: اس قصے کو علامہ سبکی رحمۃ اللہ علیہ نے اخبار مدینہ کی سند سے روایت کیا ہے اور کہا ہے ابونباتہ سے اوپر کے سب راوی ثقہ ہیں۔ البتہ اس کے شاگرد عمرو بن خالد کو میں نہیں جانتا۔ امام احمد رحمۃ اللہ علیہ نے اس کو عبد الملک بن عمرو عن ابی نباتہ الخ کی سند سے روایت کیا ہے اور یہ راوی ثقہ ہے، پس سند صحیح ہوئی۔ (مقام حیات)

حضرت اوکاڑوی رحمۃ اللہ علیہ نے سنایا کہ میں نے جہلم کے جلسے پر تقریر کی، پھر میں آیا گجرات والے کہنے لگے آپ یہاں بھی درس دے دیں۔ اب سارے ساتھی تو جہلم جلسے پر گئے ہوئے تھے، یہاں ساتھی بہت کم تھے، انہوں نے دیکھا کہ مجمع تھوڑا ہے تو عنایت اللہ شاہ نے گیارہ آدمی مجھ پر حملے کے لئے بھیج دیئے۔ اب انہوں نے چٹ لکھ کر بھیجی کہ یہ جو حدیث آتی ہے مسند احمد میں کہ اماں عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ جب تک حضور ﷺ کا روضہ تھا اور میرے والد کا تو میں پوری طرح کپڑے سنبھالے بغیر سامنے آجاتی تھی لیکن جب سے حضرت عمر رضی اللہ عنہ یہاں دفن ہوئے ہیں تو پھر میں پوری طرح سنبھل کر آتی ہوں عمر رضی اللہ عنہ سے حیا کرتے ہوئے۔ کہتے ہیں کہ یہ حدیث جھوٹی ہے، جھوٹی ہونے کی دلیل یہ ہے اماں جان ایسی جاہلانہ بات نہیں کر سکتیں جو نظر چھ فٹ مٹی سے پار ہو سکتی ہے وہ دو پٹے سے بھی پار ہو سکتی ہے۔ یہ بالکل حماقت والی بات ہے اماں جی ایسے کبھی نہیں فرما سکتیں۔

میں نے کہا لوہا کتنا موٹا ہو اس میں سے بجلی گزر جاتی ہے لیکن اگر درمیان میں پتلی سی لکڑی آجائے تو بجلی اس لکڑی سے آگے نہیں گزرتی کیونکہ لکڑی میں روکنے کی صلاحیت اللہ نے رکھ دی ہے، اسی طرح لباس میں نظر کو روکنے کی صلاحیت ہے۔ جو پروفیسر صاحب تھا وہ کھڑا ہو گیا۔ اس کے ہاتھ میں لمبا چھرا تھا اس نے کہا جس انداز سے آپ نے یہ حدیث ہمیں سمجھائی ہے کسی نے نہیں سمجھائی اور ہم آج آپ کو قتل کرنے آئے ہوئے ہیں ہمارا مشن یہی ہے۔ لیکن بات یہ ہے کہ آپ نے جس انداز میں ہمیں یہ مسئلہ سمجھایا ہے ہمیں کوئی شک نہیں رہ گیا۔ لیکن ہم اس جماعت کے معمولی آدمی نہیں بڑے کارکن ہیں اس لئے جماعت کو چھوڑنے کے لئے ہمیں کچھ بہانہ چاہئے تو اگر آپ شاہ صاحب سے گھنٹہ آدھ گھنٹہ بالمشافہ بات کر لیں تو پھر ہم مان جائیں گے اور اعلان کر دیں گے کہ شاہ جی! آپ کی بات صحیح نہیں ان کی بات صحیح ہے اس لئے ہم جماعت سے نکل رہے ہیں تو میں نے گھڑی دیکھی تو میں نے کہا میں اپنے

سکول ٹائم پہنچنے کے حساب سے چار گھنٹے یہاں ٹھہر سکتا ہوں ان چار گھنٹوں کے اندر اندر اگر آپ بات کرا سکتے ہیں تو کرا لیں کیونکہ میں نے پھر جانا بھی ہے۔

اب ڈیڑھ گھنٹے کے بعد وہ واپس آئے اور کہا ہم نے شاہ صاحب سے گزارش کی تھی لیکن انہوں نے کہا امین چونکہ جاہل آدمی ہے اس لئے میں اس سے مناظرہ نہیں کرتا مجھ سے مناظرہ کرنا ہے تو یا تو عبداللہ درخواستی کو لاؤ یا قاضی مظہر حسین کو لاؤ یا سرفراز خاں صفدر کو لاؤ۔ اور کسی سے بات کرنے کے لئے میں بالکل تیار نہیں ہوں۔ ہم نے بہت کہا کہ وہ ان پڑھ آدمی ہے جلدی قابو میں آ جائے گا۔ مسئلہ تو یہ ہے کہ ہمارے پلے بھی کچھ پڑے جس انداز میں آج اس نے درس دیا ہے اور ہمیں سمجھایا ہے ہم نے پہلی دفعہ اس کا یہ انداز دیکھا ہے اس کے بعد نہ ہمارے ذہن میں عقلی شبہ باقی رہ گیا ہے نہ قرآن کی آیت کے بارے میں کوئی شبہ باقی رہا ہے۔ لیکن عنایت اللہ نے انکار کر دیا پھر وہ ڈیڑھ گھنٹے کے بعد آئے اور کہا اب ہم ان کو یہ کہہ آئے ہیں کہ ہم تمہاری جماعت سے نکل رہے ہیں تو اس قسم کے ڈھکوسلے ان کے پاس ہوتے ہیں، ایسے اعتراضات کرتے ہیں جیسے ملحدین کیا کرتے تھے۔

واقعہ عزیر علیہ السلام، سوال: قرآن میں ہے عزیر علیہ السلام سو سال کے بعد جب اٹھے تو انہیں کچھ معلوم نہ تھا، معلوم ہوا کہ مردے نہیں سنتے۔

جواب: پہلی بات تو یہ ہے کہ وہاں عزیر علیہ السلام کا نام نہیں ہے۔

(۱) پہلے تو یہ عزیر علیہ السلام کا نام دکھائیں۔ (۲) پھر عزیر علیہ السلام کا نبی ہونا ثابت کریں۔

ابو داؤد شریف کی دوسری جلد میں صاف حدیث موجود ہے۔ حضرت فرماتے ہیں کہ مجھے پتہ نہیں کہ عزیر علیہ السلام نبی تھے یا نہیں؟ حضرت عزیر علیہ السلام کو جو لوگ نبی مانتے ہیں وہ اس لئے مانتے ہیں کہ بائبل میں ان کا ایک صحیفہ ہے اس لئے کہ وہ نبیوں کے صحیفے ہیں تو اس لئے ان کو نبی مانا جاتا ہے یا ایک ضعیف قول حضرت علی رضی اللہ عنہ کی طرف منسوب ہے کہ وہ نبی تھے تو اللہ کے نبی فرماتے ہیں مجھے پتہ نہیں کہ عزیر نبی تھے یا نبی نہیں تھے۔

تو پہلی بات تو یہ کہ جیسے ان کی عادت ہوتی ہے، جہلم میں یہی ہوا کہ انہوں نے کہا عزیر علیہ السلام کا واقعہ قرآن میں ہے۔ ہم نے کہا دس لاکھ کا انعام اگر وہاں عزیر علیہ السلام کا نام دکھا دیں۔ کہتے ہیں کہ تفسیروں میں لکھا ہے۔ ہم نے کہا کہ تم تفسیریں تو مانتے نہیں، ہمیں کہتے ہو تفسیر پیش نہ کرنا، اب تم تفسیروں پر چلے گئے ہو۔ حالانکہ نو اقوال یہاں لکھے ہیں، ایک قول تو یہ بھی لکھا ہے کہ کوئی کافر تھا۔

بعض نے لکھا ہے کہ یہ واقعہ یرمیا کا ہے بعض نے لکھا ہے کہ یہ واقعہ عزیر علیہ السلام کا ہے، لیکن جن میں یہ لکھا ہے کہ عزیر علیہ السلام نبی ہیں وہ جو ضعیف قول ہے اس سے یہ بھی پتہ چلتا ہے کہ یہ واقعہ ان کا نہیں ہے، کیونکہ یہ واقعہ اس دور کا ہے کہ جب بنی اسرائیل بخت نصر کی قید میں تھے۔

حضرت عزیر علیہ السلام پیچھے نہیں رہے، حضرت عزیر علیہ السلام تو خود آگے قید میں ہیں۔ حزقیل علیہ السلام بھی قید میں ہیں وہاں۔ گویا یرمیہ علیہ السلام بھی قید میں، حزقیل علیہ السلام بھی قید میں، عزیر علیہ السلام بھی قید میں تو عزیر علیہ السلام کا یہ واقعہ نہیں بنتا کہ یہ وہاں ساتھ گئے ہوئے تھے اور یہ واقعہ اس کے بعد پیش آیا کسی کے ساتھ۔ پھر ہم بالفرض یہ مان لیں کہ یہ واقعہ حضرت عزیر علیہ السلام کا بھی ہے، یہ بھی مان لیں کہ وہ نبی ہیں تو اس سے کیا ثابت کرنا چاہتے ہیں؟ یہ واقعہ سارا خرق عادت اور معجزہ ہے۔

اب ان کا زور اس جملے پر ہے کہ انہوں فرمایا یوماً او بعض یوم کہ ایک دن یا دن کا کچھ حصہ رہا ہوں تو یہ بات جو ہے یہ ان کا علم نہیں تھا پورا تو یہاں دو صورتیں ہیں کہ اگر تو ان کا یہ عقیدہ ہے کہ ان پر احوال برزخ پیش کئے گئے تو یہاں کے سو سال وہاں کا دن پچاس ہزار سال کا ہے۔ اس کے مقابلے میں واقعی یوماً او بعض یوم بنے گا۔ برزخ کے دن کے بارے میں قرآن میں بھی آتا ہے کہ کافر قیامت میں کہیں گے کہ ہم دنیا میں ایک دن یا دن کا کچھ حصہ ٹھہرے تھے تو واقعتا۔ لیکن کئی کئی کافروں کی عمر ہزاروں سال ہوئی ہے دو دو سو سال، پانچ پانچ سو سال بھی ہوئی ہے تو اس کے مقابلے میں تو یہ بالکل یوماً او بعض یوم ہے۔

لیکن امام رازی رحمہ اللہ نے یہاں ایک عجیب بات لکھی ہے کہ موت ایک آنی چیز ہے جیسے آنا، جانا۔ آپ اگر آ کر بیٹھ گئے نماز پڑھنے لگے تو آنے کا فعل ختم ہو گیا نماز پڑھنے کا شروع ہو گیا، نکل گئے جا کر سو گئے۔ تو جانے کا فعل ختم ہو گیا اور سونے کا شروع ہو گیا۔ لیکن یہاں جو آیا ہے اماته الله مأة عام۔ ایک موت اجل ہوتی ہے کہ وہ اس وقت آتی ہے کہ جس نے دنیا میں واپس نہیں آنا اس پر احکام برزخ پیش کئے جاتے ہیں، ایک ایسی ہوتی ہے کہ اس کو اللہ پاک نے دنیا میں پھر لانا ہے تو اس پر عذاب وثواب قبر یا عذاب برزخ پیش ہی نہیں کئے جاتے تا کہ اس کا ایمان بالغیب ختم نہ ہو جائے۔

تو یہاں جو ہے اماته الله مأة عام کہ آپ کی موت ہی کا حالت کو سو سال تک بڑھا دیا ہے۔ پھر یہ کہ شیخ الہند رحمہ اللہ لکھتے ہیں کہ یہ واقعہ سارے کا سارا معجزہ ہے۔ کھانا رکھا ہوا ہے تو سو سال آندھیاں چلی ہیں، بارش بھی ہوئی ہے لیکن اس پر ذرا بھی تبدیلی نہیں آئی۔ خاک بھی نہیں پڑی اس میں اور گدھے کی ہڈیاں بھی کھن کھنا گئی ہیں تو اس لئے ایک خرق عادت ہے جو واقعہ وہاں پیش آیا خرق عادت سے کوئی عادت ثابت نہیں کی جا سکتی یہی وجہ ہے کہ تفسیر میں علامہ انور شاہ کشمیری رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ دو لاکھ تفسیریں قرآن کی لکھی جا چکی ہیں۔ (مقدمہ مشکلات القرآن ص ۱۱)

کسی مفسر نے بھی اس آیت کے تحت نہ تو سماع کا مسئلہ چھیڑا ہے نہ حیات کا مسئلہ چھیڑا ہے، کیونکہ یہ واقعہ خرق عادت اور خرق عادت سے کوئی عادت ثابت نہیں کی جا سکتی۔ حاشیہ[1] میں مزید تفسیری حوالہ جات نقل کئے جاتے ہیں جن سے معلوم ہو جائے گا کہ کسی نے بھی اس کے تحت سماع کا مسئلہ نہیں چھیڑا۔

---

[1] (او كالذى مر على قرية) اختلفوا فى الذى مر على قرية على ثلاثة اقاويل۔ احدها۔ انه عزير، قاله قتادة۔ والثانى۔ أنه ارمياء، وهو قول وهب۔ والثالث۔ أنه الخضر، وهو قول ابن اسحاق۔ (النكت والعيون تفسير الماوردى تصنيف ابى الحسن على بن محمد بن حبيب الماوردى البصرى) (المسألة الثانية) اختلفوا فى الذى مر بالقرية۔ فقال قوم۔ كان رجلا كافرا شاكا فى البعث وهو قول مجاهد واكثر المفسرين من المعتزلة۔ وقال الباقون۔ انه كان مسلما۔ ثم قال قتادة وعكرمة والضحاك والسدى۔ هو عزير۔ وقال عطاء عن ابن عباس۔ هو ارمياء۔ ثم من هؤلاء من قال۔ ان ارمياء هو الخضر عليه السلام۔ (التفسير الكبير للامام الفخر الرازى) اختلفوا فى الذى مر بالقرية فقال مجاهد، واكثر المفسرين من المعتزلة۔ كان رجلا كافرا شاكا فى البعث۔ وقال قتادة، وعكرمة، والضحاك، والسدى۔ هو عزير بن شرخيا۔ وقال وهب بن منبه۔ ورواه عطاء عن ابن عباس رضى الله عنهما۔ هو ارمياء بن خلقيا، ثم اختلف هؤلاء فقال بعضهم۔ ان ارمياء هو الخضر عليه السلام، وهو من سبط هارون بن عمران عليهما السلام وهو قول محمد بن اسحاق۔ وقال وهب بن منبه۔ ان ارمياء هو النبى۔ الذى بعثه الله عندما خرب بخت نصر بيت المقدس، واحرق التوراة۔ واحتج من قال انه كان كافرا بوجوه۔ الاول۔ (بقیہ حاشیہ اگلے صفحہ پر)

انہوں نے اب اس کو بہت اچھالا ہوا ہے جب کہ کسی مفسر نے نہیں لکھا۔ اس لئے ہم مناظرے میں یہی کہتے ہیں کہ جیسے مرزا کہتا ہے کہ تیس آیتیں عیسیٰ علیہ السلام کی وفات کی ہیں۔ ہم ان سے یہی کہتے ہیں تیس آیتوں میں سے انتیس معاف صرف ایک آیت نکالو جس کے تحت کسی مسلمہ مفسر نے لکھا ہو کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام فوت ہو چکے ہیں اور آئندہ نہیں آئیں گے؟ اسی طرح ہم ان سے کہتے ہیں کہ کسی مسلمہ مفسر نے یہ لکھا ہو کہ اس واقعہ اور آیت کا مطلب یہ ہے کہ انبیاء علیہم السلام کی ارواح کا تعلق ان قبروں میں نہیں ہوتا؟ یا مردہ نہیں سنتا۔ یہ قطعاً وہاں ثابت ہی نہیں ہے۔ سرے سے کسی مفسر نے یہ بات نہیں لکھی تو یونس نعمانی اس پر بڑا غصے میں آیا کہ تو نے ہمیں قادیانیوں کے ساتھ ملایا ہے تو میں نے کہا کہ تیرے منہ میں بھی زبان ہے تو بھی مجھے کہہ کہ تو قادیانی ہے اور یہی بات پوچھ جو میں تجھ سے پوچھ رہا ہوں کہ تو نے جو آیت شہداء پڑھی کسی مفسر کا حوالہ پیش کر کہ اس نے لکھا ہو کہ یہاں نبیوں کی حیات ثابت ہے؟

(گزشتہ صفحہ کا حاشیہ) استبعاده الاحياء بعد الاماتة من الله و ذلك كفر۔ فان قيل۔ يجوز وقوع ذلك منه قبل البلوغ۔ قلنا۔ لو كان كذلك، لم يجز ان يعجب الله رسوله منه اذ الصبي لا يتعجب من شكه في مثل ذلك، و ضعفوا هذه الحجة، بان ذلك، الاستبعاد ما كان يسبب الشك في قدرة الله تعالى، بل يحتمل ان يكون يسبب اطراد العادات في ان مثل ذلك الموضع الخراب قلما يصيره الله معمورا، كما ان الواحد اذا رأى جبلا، فيقول۔ متى يقلب الله هذا ذهبا، او ياقوتا؟ لا ان مراده الشك في قدرة الله، بل ان ذلك لا يقع في مطرد العادات، فكذا ههنا۔ الحجة الثانية۔ قوله تعالى في حقه۔ "فلما تبين له" و هذا يدل على انه قبل ذلك لم يحصل له التبين، و ضعف ذلك بان تبين الاحياء على سبيل المشاهدة، ما كان حاصلا له قبل ذلك، و اما التبين على سبيل الاستدلال فلا يسلم انه لم يكن حاصلا له۔ الحجة الثالثة۔ قوله۔ "اعلم ان الله على كل شيء قدير" و هذا يدل على ان هذا العلم انما حصل له في ذلك الوقت، و هذا ايضا ضعيف، لان تلك المشاهدة افادت نوع توكيد، و طمانية، و ذلك انما حصل في ذلك الوقت، و هذا لا يدل على ان اصل العلم ما كان موجودا قبل ذلك۔ الحجة الرابعة۔ انتظامه مع النمروز في سلك واحد، و هذا۔ ايضا۔ ضعيف، لانه و ان كان قبله قصة النمرود، و لكن بعده قصة سؤال ابراهيم عليه السلام فوجب ان يكون نبيا من جنس ابراهيم۔ و احتج من قال انه كان مؤمنا بوجوه۔ منها قوله تعالى۔ "انى يحيى هذه الله بعد موتها" و هذا يدل على انه كان عالما بعد موتها بالله تعالى و بانه يصح منه الاحياء في الجملة، لان تخصيص هذا الشيء باستبعاد الاحياء، انما يصح اذا حصل الاعتراف بالقدرة على الاحياء في الجملة، فاما من يعتقد ان القدرة على الاحياء ممتنعة لم يبق لهذا التخصيص فائدة۔ و منها مخاطبة الله تعالى له بقوله "كم لبثت و بقوله "بل لبثت مائة عام" و بقوله۔ "فانظر الى طعامك و شرابك و انظر الى حمارك" و بقوله "و لنجعلك آية للناس"، و بقوله "و انظر الى العظام كيف ننشزها ثم نكسوها لحما" و هذه المخاطبات لا تليق بالكافر، قال تعالى۔ "و جعلناها و ابنها آية للعالمين" فجعله آية للناس، دليل على مزيد التشريف۔ و منها ما روى عن ابن عباس رضی اللہ عنہما قال۔ ان بختنصر غزا بنى اسرائيل فسبى منهم الكثير، و منهم العزير و كان من علمائهم، فجاء بهم الى "بابل" فدخل عزير يوما تلك القرية و نزل تحت ظل شجرة، و هو على حمار، فربط حماره، و طاف في القرية فلم ير فيها احدا، فعجب من ذلك، و قال "انى يحيى هذه الله بعد موتها" لا على سبيل الشك في القدرة، بل على سبيل الاستبعاد بحسب العادة، و كانت الاشجار مثمرة، فتناول من الفاكهة التين و العنب، و شرب من عصير العنب، و نام فاماته الله في منامه مائة عام و هو شاب ثم اعمى عنه عيون الانس و السباع و الطير۔ ثم احياه الله بعد المائة، و نودى من السماء يا عزير "كم لبثت" بعد الموت، فقال۔ "يوما" و ذلك ان الله اماته ضحى في اول النهار، و احياه بعد مائة عام آخر النهار قبل غيبوبة الشمس، فلما ابصر من الشمس بقية قال "او بعض يوم" (بقیہ حاشیہ اگلے صفحہ پر)

تو اگر میں بھی نہ حوالہ پیش کروں تو تیری بات ٹھیک ہے کہ میں بھی قادیانیوں کی طرح کر رہا ہوں لیکن اگر میں مسلمہ مفسرین کے حوالے پیش کردوں تو پھر پتہ چلے گا کہ تیرا طریقہ تو واقعی قادیانیوں والا ہے اور میرا اہل سنت و جماعت والا ہے۔ کیونکہ میں وہی تشریح کر رہا ہوں جو اہل سنت و جماعت علماء قرآن کی کرتے آرہے ہیں اور تو مرزا قادیانی کی طرح نئی تشریح کر رہا ہے تو تیرے منہ میں زبان ہے تو بھی کہہ ناں کہ تو بھی قادیانیوں کی طرح کرتا ہے اور جیسے میں نے پوچھا ہے کہ تو اس آیت کے تحت کسی مفسر کا حوالہ دے۔ اس نے لکھا ہو کہ اس کا مطلب یہ ہے کہ نبی قبروں میں زندہ نہیں ہیں روح کا کوئی تعلق جسم سے نہیں یا مردے نہیں سنتے۔

(گزشتہ صفحہ کا حاشیہ) فقال اللہ تبارک و تعالی "بل لبثت مائة عام فانظر الی طعامک" من التین، و العنب، "و شرابک من العصیر لم یتغیر طعمه، فنظر فاذا التین و العنب کما شاهدهما قال۔ "و انظر الی حمارک فنظر فاذا هو عظام بیض تلوح وقد تفرقت اوصاله، و سمع صوتا۔ أیتها العظام البالیة، انی جاعل فیک روحا، فانضم اجزاء العظام بعضها الی بعض، ثم التصق کل عضو بما یلیق به الضلع الی الضلع، و الذراع الی مکانه، ثم جاء الرأس الی مکانه، ثم العصب و العروق، ثم انبت طراء اللحم علیه ثم انبسط الجلد علیه ثم خرجت الشعور من الجلد، ثم نفخ فیه الروح، فاذا هو قائم ینهق، فخر عزیر ساجدا، و قال۔ "اعلم ان اللہ علی کل شیئ قدیر" ثم انه دخل بیت المقدس۔ فقال القوم۔ حدثنا آباؤنا۔ ان عزیر بن شرخیا مات ببابل، وقد کان بختنصر قد قتل ببیت المقدس اربعین الفا من قراء التوراة، و کان فیهم عزیر، و القوم ما عرفوا انه یقرا التوراة، فلما اتاهم بعد مائة عام جدد لهم التوراة، و املاها علیهم عن ظهر قلبه، فلم یخرم منها حرفا، و کانت التوراة قد دفنت فی موضع فأخرجت و عورض بما املاها فما اختلفا فی حرف واحد، فعند ذلک قالوا۔ عزیر ابن اللہ، و هذه الروایة مشهورة۔ و یروی انه ارمیا علیہ السلام فدل علی ان المار کان نبیا۔ (اللباب فی علوم الکتاب تالیف الامام المفسر ابی حفص عمر بن علی ابن عادل الدمشقی الحنبلی المتوفی بعد ۸۸۰ هجریه) و اختلفوا فی الذی مر علی قریة، فقال قتادة۔ هو عزیر النبی۔ و قال۔ هو ارمیاء النبی۔ و قال محمد بن اسحاق۔ هو الخضر۔ علیہ السلام (تفسیر القرآن للامام العلامة شیخ الاسلام حجة اهل السنة و الجماعة ابی المظفر السمعانی منصور بن محمد بن عبدالجبار التمیمی المروزی الشافعی السلفی) قال سلیمان بن بریدة، و ناجیة بن کعب، و قتادة، و ابن عباس، و الربیع، و عکرمة، و الضحاک۔ الذی مر علی القریة هو عزیر، قال وهب بن منبه و عبداللہ بن عبید بن عمیر، و بکر بن مضر۔ هو ارمیاء۔ و قال ابن اسحق۔ ارمیاء هو الخضر، و حکاه النقاش عن وهب بن منبه، و هذا کما تراه، الا ان یکون اسما وافق اسما، لان الخضر معاصر لموسی، و هذا الذی مر علی القریة هو بعده بزمان من سبط هارون فیما روی وهب بن منبه، و حکی مکی عن مجاهد أنه رجل من بنی اسرائیل غیر مسمی، قال النقاش۔ و یقال۔ هو غلام لوط علیہ السلام (المحرر الوجیز فی تفسیر الکتاب العزیز لابی محمد عبدالحق بن عطیه الاندلسی) و الذی مر علی قریة هو عزیز قاله علی و ابن عباس و عکرمة و ابو العالیة و سعید بن جبیر و قتادة و ربیع و ضحاک و السدی و مقاتل و سلیمان بن بریدة و ناجیة بن کعب و سالم الخواص۔ و قیل ارمیاء قاله وهب و مجاهد و عبداللہ بن عبید بن عمیر و بکر بن مضر و قال ابن اسحاق هو ارمیاء و هو الخضر و حاکاه النقاش عن وهب قال ابن عطیة و هذا کما تراه ان لا ان یکون اسما وافق اسما لان الخضر معاصر لموسی و هذا الذی مر علی القریة و هو بعده بزمان من سبط هارون فیما روی وهب قال بعض شیوخنا یحتمل ان یکون الخضر بعینه و یکون من المعمرین فیکون ادرک زمان خراب القریة و هو الی الآن بان علی قول اکثر العلماء۔ انتهی کلامه۔ و قیل علی کافر مر علی قریة و کان علی حمار و معه سلة تین قاله الحسن و قال رجل من بنی اسرائیل غیر مسمی قاله مجاهد فیما حکاه مکی و قیل غلام لوط علیہ السلام و قیل شعیاء و الذی احیاها بعد خرابها۔ (تفسیر البحر المحیط ۲۹۱) (بقیہ حاشیہ اگلے صفحہ پر)

جواہر القرآن میں خود لکھا ہے کہ مولانا نے کہ تین آیتیں ہیں کہ جن سے لوگ عدم سماع پر استدلال کرتے آ رہے ہیں دو تو یہی انک لا تسمع الموتی اور ایک یہ و ما انت بمسمع من فی القبور۔ مولوی غلام اللہ خان نے بھی اس آیت کو سماع یا حیات کے مسئلے میں پیش نہیں کیا۔

حیات سے جسم کی حیات ماننا ضروری ہے۔ مماتی حضرات جو کہتے ہیں کہ ہم حیات مانتے ہیں یہ دھوکہ دیتے ہیں اس لئے کہ وہ اس جسم کی حیات کے قائل نہیں ہیں۔ یہ اسی طرح حیات کے قائل ہیں جیسے مرزائی حیات عیسیٰ علیہ السلام کے قائل ہیں۔

چنانچہ مرزا قادیانی براہین احمدیہ جلد پنجم جو کہ اس کی آخری کتاب ہے اس میں لکھتا ہے کہ عیسیٰ علیہ السلام کا آسمان پر جانا اور وہاں جسم کے ساتھ زندہ رہنا قرآن و حدیث سے ثابت ہے کہ وہ جسم مثالی اعلیٰ اولیٰ ہے اور یہ کہتے ہیں کہ وہ جسد عنصری ہے۔ اب اتنی بات کہنے کی وجہ سے کوئی بھی مرزا کو حیات مسیح کا قائل نہیں کہتا۔ اسی طرح مماتی بھی اسی جسم کی حیات کے قائل نہیں تو وہ بھی حیات کے قائل نہ ہوئے۔

حضرت اوکاڑوی رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا چند سال قبل مفتی احمد سعید صاحب دیوبند سے تشریف لائے تھے تو یہاں ایک فتویٰ آیا تھا مفتی ظفیر الدین صاحب نے لکھا تھا کہ جو لوگ حیات النبی کے قائل نہیں تو ان کے پیچھے نماز جائز نہیں، دیوبند سے فتویٰ آیا تھا۔ منڈی بہاؤالدین والوں نے منگوایا تھا۔ الخیر میں وہ چھپا پہلی جلد میں۔ مفتی احمد سعید کے نیچے دستخط تھے کہ اتنا تشدد نہیں چاہئے نماز ہو جاتی ہے۔ (دیوبند میں قاری طیب رحمۃ اللہ علیہ صاحب کے مدرسے کے مفتی ہیں) مجھے پتہ چلا مولانا حبیب اللہ ڈیروی نے بتایا کہ مفتی صاحب آئے ہوئے ہیں ہم چلے گئے۔ کہا کہ حضرت یہاں دو فتوے ہیں احمد سعید کے نام پر کہ ایک تو ہے کہ عورت صدر مملکت بن سکتی ہے۔ فرمایا کہ وہ احمد سعید اکبرآبادی ہے وہ میں نہیں ہوں۔

میں نے کہا ایک یہ ہے کہ حیات النبی کا جو انکار کرتا ہے اس کے پیچھے نماز جائز ہے۔ کہتے ہیں کہ وہ میرا ہے۔ تو میں نے کہا کہ آپ نے یہ کیسے فتویٰ دیا؟ ہمیں تو سمجھ میں نہیں آیا۔ فرمانے لگے کہ یہ مجھے بھی سمجھ میں نہیں آیا کہ اس پر اعتراض کیا ہے؟ کیونکہ جب یہ فتویٰ آیا تو سب سے پہلے شیخ الحدیث مولانا سرفراز خان صاحب کا خط پہنچا مجھے کہ آپ نظر ثانی کریں تو میں نے وہاں پھر مفتیوں کے سامنے رکھا تو کہنے لگے کہ ٹھیک ہے۔ پھر تین چار ماہ کے بعد شیخ الحدیث صاحب نے باقاعدہ آدمی بھیجا مستقل انڈیا میں میرے پاس کہ اس پر نظر ثانی کریں۔ میں نے کہا کہ کر لی ہوئی ہے تو آپ یہ بتائیں کہ یہ اختلاف کیا ہے؟ میں نے کہا جی آپ کیا اختلاف سمجھے ہیں جس پر آپ نے فتویٰ دیا ہے؟

(گزشتہ صفحہ کا حاشیہ) وھذہ الروایۃ مشھورۃ فیما بین الناس و ذلک یدل علی ان ذلک المار کان نبیاً فانہ روی عن قتادۃ و عکرمۃ والضحاک والسدی انہ ھو عزیر وقال عطاء عن ابن عباس رضی اللہ عنہما انہ ھو ارمیاء و ھو الحضر و ھو رجل من سبط ھارون بن عمران و ھو قول محمد بن اسحق وقال وھب بن منبہ ان ارمیاء ھو النبی الذی بعثہ اللہ تعالیٰ عند ما خرب بخت نصر بیت المقدس و احرق التورات وقال قوم کان المار رجلا کافرا شاکا فی البعث وھذا قول مجاھد۔ (حاشیہ محی الدین شیخ زادہ علی تفسیر البیضاوی مصنف محمد بن مصلح الدین مصطفی القوجوی الحنفی المعروف شیخ زادہ المتوفی ۹۵۱ھ، ص ۶۳۸ ج ۲) وفی الذی مر علیھا ثلاثۃ اقوال۔ احدھا، انہ عزیر۔ قالہ علی بن ابی طالب، و أبو العالیۃ، و عکرمۃ، و سعید ابن جبیر، و ناجیۃ بن کعب، و قتادۃ، و الضحاک، و السدی، و مقاتل، و الثانی۔ انہ ارمیاء، قالہ وھب، و مجاھد و عبداللہ بن عبید بن عمیر، و الثالث۔ أنہ رجل کافر شک فی البعث۔ (زاد المسیر فی علم التفسیر ص ۳۰۹ ج ۲)

آخر آپ نے فتویٰ دیا ہے۔ کہنے لگے کہ میں سمجھا ہوں کہ موت کے معنی میں اختلاف کرتے ہیں کہ موت خروج روح سے ہے یا انقباض روح سے ہے۔ میں نے کہا اس میں تو اختلاف جو کیا ہے اس میں ہم کہتے ہیں کہ دونوں میں سے جو بھی مانے وہ اہل سنت و جماعت ہی ہے، دیو بندی ہے اس میں ہم لڑتے نہیں ہیں۔ کہنے لگے کہ تو پھر لڑائی کیا ہے؟ میں نے کہا کہ ہم یہ بھی مانتے ہیں کہ اگر کوئی کہتا ہے کہ روح اقدس اعلیٰ علیین میں ہے اور تعلق روح سے حیات حاصل ہے، جیسے مولانا غلام اللہ خان صاحب نے لکھا تھا اور سلام بھی سنتے ہیں وہ اہل سنت ہے یا کوئی یہ مانے کہ تلبس روح سے حیات حاصل ہے وہ بھی اہل سنت ہے۔

ان دونوں میں چونکہ اختلاف ہے اس میں لڑتے نہیں۔ پوچھنے لگے پھر تم لڑتے کس بات پر ہو؟ میں نے کہا وہ کہتے ہیں کہ جسد اطہر کے ساتھ تعلق ہے ہی نہیں۔ کہنے لگے کہ یہ کیا ہوا؟ پھر حیات کیوں کہتے ہیں؟ میں نے کہا کہ اسی پر تو آپ فتویٰ دے رہے ہیں، کہنے لگے یہ تو پھر حیات نہیں ہے یہ تو بالکل غلط ہے۔ یہ تو اہل سنت و جماعت کے مؤقف کے بالکل خلاف ہے۔ میں نے کہا دیکھو مرزا قادیانی، مرزائیوں سے ہمارے مناظرے ہوتے ہیں حیات مسیح کے مسئلہ پر۔ وہ کیا لکھتا ہے براہین احمدیہ حصہ پنجم جو اس کی آخری کتاب ہے اس کے بعد چھپی ہے، لکھی اس نے آخری عمر میں ہے۔ اس میں لکھتا ہے کہ: ''عیسیٰ علیہ السلام کا آسمانوں پر جانا اور وہاں جسم کے ساتھ زندہ رہنا یہ قرآن اور احادیث سے ثابت ہے میں نے کبھی اس کا انکار نہیں کیا۔ ہاں مولویوں سے جھگڑا میرا اس بات پر ہو گیا ہے کہ میں کہتا ہوں کہ وہ جسم مثالی اعلیٰ اولیٰ ہے اور یہ کہتے ہیں کہ وہ جسد عنصری ہے۔

تو میں نے کہا کہ اب اس کو آپ حیات مسیح کا قائل کہیں گے؟ کہنے لگے اصل میں ہمیں آپ کے اختلاف کا ہی پتہ نہیں۔ اگر وہ تعلق روح کا انکار کرتے ہیں تو یہ حیات کی کوئی قسم ہے ہی نہیں۔ جیسے مرزا بھی مانتا ہے کہ جسم مثالی میں حضرت عیسیٰ علیہ السلام زندہ ہیں۔

اب دیکھو معراج کا مسئلہ سمجھو ہم کہتے ہیں کہ معراج جسمانی ہوئی، مرزا کہتا ہے کہ جسم مثالی کے ساتھ ہوئی، تو آپ مانتے ہیں کہ وہ معراج کا قائل ہے؟ تو جو تشریح معراج کی اور حیات مسیح کی مرزے نے کی ہے وہی تشریح حیات کی یہی کرتے ہیں۔

جتنے علماء حیات فی القبر کے قائل ہیں وہ سب اسی جسد اطہر کی حیات کے قائل ہیں اس لئے ان حوالہ جات کو ذکر کیا جاتا ہے جن میں حیات فی القبر کا ذکر ہے۔

''هو ﷺ بعد موته باق علی رسالته و نبوته حقيقة كما يبقى وصف الايمان للمؤمن بعد موته و ذلک الوصف باق بالروح و الجسد معا لان الجسد لا تاكله الارض . . . انه ﷺ حی فی قبره رسول الی الابد حقيقة لا مجازاً'' (الروضۃ البہیۃ فیما بین الاشاعرۃ والماتریدیۃ ص ۱۵ بحوالہ مقام حیات)

(ترجمہ) حضور اکرم ﷺ اپنی وفات شریفہ کے بعد بھی اپنی رسالت اور نبوت پر حقیقی طور پر قائم ہیں۔ جیسا کہ مؤمن اپنی وفات کے بعد بھی صفت ایمان سے متصف رہتا ہے۔ اور حضور ﷺ کا اپنی رسالت پر حقیقی اعتبار سے قائم رہنا روح اطہر اور جسد انور کے مجموعہ کے ساتھ ہے...... آپ اب بھی اپنی قبر شریف میں زندہ ہیں اور ہمیشہ تک کے لئے رسول ہیں حقیقی معنی کے لحاظ سے نہ کہ محض حکمی طور پر۔

’’ان الاشعری رحمہ اللہ واصحابہ قائلون بان النبی فی القبر حی یحس و یعلم‘‘ امام اشعری رحمہ اللہ اور ان کے سب اصحاب تو اسی بات کے قائل ہیں کہ حضور اپنی قبر شریف میں زندہ ہیں اور علم و احساس بھی رکھتے ہیں۔

(الروضۃ البہیۃ فیما بین الاشاعرۃ والماتریدیۃ ص ۱۵ بحوالہ مقام حیات)

’’ومن عقائدنا ان الانبیاء علیہم السلام احیاء فی قبورھم فاین الموت الی ان قال وصنف البیھقی جزءًا سمعناہ فی حیاۃ الانبیاء فی قبورھم و اشتد نکیر الاشاعرۃ علی من نسب ھذا القول الی الشیخ‘‘ ہمارے عقائد میں سے ہے کہ انبیاء کرام علیہم السلام اپنی اپنی قبروں میں زندہ ہیں، سو وہاں موت کہاں؟ اور امام بیہقی (۴۵۸ھ) نے ایک مستقل جزو اس پر تصنیف کیا ہے جو انبیاء کرام علیہم السلام کے قبروں میں زندہ ہونے کے بارے میں ہے اور جن لوگوں نے حضرت الشیخ ابوالحسن الاشعری رحمہ اللہ کی طرف انبیاء علیہم السلام کے قبروں میں مردہ ہونے کا قول منسوب کیا ہے اشاعرہ نے بڑی سختی سے اس پر نکیر کی ہے۔ (طبقات شافعیہ ص ۲۸۲ ج ۲)

حضرت علامہ قشیری رحمہ اللہ فرماتے ہیں: ’’فاما ما حکی عنہ رای الاشعری و عن اصحابہ انھم یقولون ان محمدا لیس بنبی فی قبرہ و لا رسول بعد موتہ فبھتان عظیم و کذب محض لم ینطق احد منھم و لا سمع فی مجلس مناظرۃ ذلک عنھم و لا وجد فی کتاب لھم و کیف یصح ذلک و عندھم محمد حی فی قبرہ‘‘ ہاں! جو امام ابوالحسن اشعری رحمہ اللہ اور دوسرے اشاعرہ کی طرف منسوب کیا گیا ہے کہ ان کے نزدیک حضور اپنی وفات شریفہ کے بعد اب اپنی قبر شریف میں نبی اور رسول نہیں رہے، یہ محض جھوٹ اور بہتان عظیم ہے۔ اشاعرہ میں سے یہ کسی نے نہیں کہا نہ ان سے کسی مجلس مناظرہ میں ایسی بات سنی گئی اور نہ ان کی کسی کتاب میں یہ مضمون ملا ہے اور ان کا یہ عقیدہ کیسے ہو سکتا ہے جب کہ ان کے ہاں حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم اپنے روضہ اطہر میں زندہ ہیں۔ (طبقات شافعیہ ص ۲۷۹ ج ۲)

علامہ ابن عابدین شامی رحمہ اللہ فرماتے ہیں: ’’واما ما نسب الی الامام الاشعری امام اھل السنۃ والجماعۃ من انکار ثبوتھا بعد الموت فھو افتراء و بھتان والمصرح بہ فی کتبہ و کتب اصحابہ خلاف مانسب الیہ بعض اعدائہ لان الانبیاء علیہم الصلوٰۃ والسلام احیاء فی قبورھم وقد اقام النکیر علی افتراء ذلک ابو القاسم القشیری‘‘ امام اہل سنت امام ابوالحسن الاشعری رحمہ اللہ کی طرف جو منسوب کیا گیا ہے کہ وہ حضور کے لئے وفات شریفہ کے بعد اس وصف کے ثابت ہونے کا انکار کرتے ہیں، یہ محض افتراء اور بہتان ہے۔ ان کی اور ان کے ہم مشرب احباب کی کتابوں میں اس کے خلاف تصریح موجود ہے۔ یہ ان کے دشمنوں نے ان کی طرف منسوب کر دیا ہے۔ تحقیق یہی ہے کہ انبیاء علیہم السلام اپنی اپنی قبروں میں زندہ ہیں اور امام ابوالحسن الاشعری رحمہ اللہ پر اس افتراء باندھنے کے خلاف علامہ ابوالقاسم القشیری رحمہ اللہ نے زبردست احتجاج کیا ہے۔ (شامی ج ۳ ص ۳۶۶)

فقہ شافعی کی مشہور کتاب کتاب الابرار الاعمال الابرار میں لکھتے ہیں: ’’وکان یوخذ عن الدنیا عند تلقی الوحی و لا تسقط عنہ الصلوٰۃ و غیرھا و من یراہ فی المنام فقد راہ حقاً و لکن لا یجب العمل بما یسمعہ الرای منہ لعدم ضبطہ و یخاطب بعد الموت بقول السلام علیک ایھا النبی و رحمۃ اللہ و برکاتہ لان الانبیاء احیاء فی قبورھم یصلون و یحجون کما ورد‘‘ (کتاب الانوار ج ۲ ص ۱۴ مطبوعہ مصر ۱۳۶۲ھ)

علامہ سمہودی (۹۱۱ھ) شیخ ابومنصور البغدادی کے حوالہ سے لکھتے ہیں: ’’قال الاستاذ ابو منصور البغدادی

قال المتکلمون المحققون من اصحابنا ان نبینا حی بعد وفاتہ" ہمارے محققین علماء کلام نے لکھا ہے کہ حضور علیہ السلام اپنی وفات کے بعد زندہ ہیں اپنی امت کی اطاعات سے خوش ہوتے ہیں۔ (وفاء الوفاء ج ۴ ص ۱۳۵۴)

قاضی شوکانی رحمۃ اللہ (۱۲۵۵ھ) اس قسم کی احادیث پر جن میں حضور ﷺ پر صلوٰۃ وسلام پیش ہونے کا بیان ہے بحث کرتے ہوئے اپنا حاصل مطالعہ ان الفاظ میں لکھتے ہیں: "والاحادیث فیھا مشروعیۃ الاکثار من الصلوٰۃ علی النبی یوم الجمعۃ و انھا تعرض علیہ و انہ حی فی قبرہ وورد النص فی کتاب اللہ فی حق الشہداء انھم احیاء یرزقون وان الحیاۃ فیھم متعلقۃ بالجسد فکیف بالانبیاء والمرسلین" (نیل الاوطار ج ۳ ص ۳۰۵)

(ترجمہ) اور احادیث میں جمعہ کے دن نبی کریم ﷺ پر کثرت سے درود پڑھنے کی مشروعیت ہے اور اس بات کا ثبوت ہے کہ وہ نبی اکرم ﷺ پر پیش کیا جاتا ہے اور یہ بات بھی صحیح ہے کہ آپ ﷺ اپنی قبر مبارک میں زندہ ہیں اور قرآن کریم میں شہداء کے حق میں یہ نص موجود ہے کہ وہ زندہ ہیں اور انہیں (اگلے جہان کے حسب حال) رزق بھی ملتا ہے اور ان کی حیات صرف روح کی نہیں جسد کے ساتھ ہے، جب شہداء کا یہ حال ہے تو انبیاء ومرسلین کی حیات (فی القبر) کتنی قوی ہوگی۔

علامہ عینی رحمۃ اللہ: "انھم لا یموتون فی قبورھم بل ھم احیاء" (عینی شرح بخاری ج ۷ ص ۳۰۰)

(ترجمہ) یقیناً انبیاء کرام علیہم السلام اپنی قبور شریفہ میں مردہ نہیں ہوتے بلکہ وہ وہاں زندہ ہیں۔

امام ملا علی قاری رحمۃ اللہ: "ان الانبیاء احیاء فی قبورھم فیمکن لھم سماع صلوٰۃ من صلی علیھم" بے شک انبیاء کرام علیہم السلام اپنی اپنی قبروں میں زندہ ہوتے ہیں یہاں تک کہ وہ سن سکتے ہیں اس شخص کی آواز کو جوان پر درود پڑھے۔ (مرقات ج ۲ ص ۲۰۹)

"المعتقد المعتمد انہ حی فی قبرہ کسائر الانبیاء فی قبورھم وھم احیاء عند ربھم و ان لارواحھم تعلقا بالعالم العلوی والسفلی کما کانوا فی الحال الدنیوی" عقیدہ جس پر پورا اعتماد ہے وہ یہی ہے کہ حضور ﷺ اپنی قبر شریف میں زندہ ہیں اور اسی طرح تمام انبیاء علیہم السلام اپنی اپنی قبروں میں زندہ ہیں اور ان کی ارواح قدسیہ کو عالم علوی اور عالم سفلی کے ساتھ ایک تعلق بھی ہوتا ہے اور ایسا ہی تعلق انہیں اس دنیا میں بھی حاصل تھا۔ (شرح الشفاء للعلی القاری ج ۲ ص ۱۴۲)

قاضی شوکانی یمنی رحمۃ اللہ: "روحہ لا تفارقہ لما صح ان الانبیاء احیاء فی قبورھم" حضور انور ﷺ کی روح مبارک اپنے جسد اطہر سے جدا نہیں ہوتی کیونکہ صحیح حدیث سے ثابت ہو چکا ہے کہ انبیاء کرام علیہم السلام اپنی قبور شریفہ میں زندہ ہوتے ہیں۔ (تحفۃ الذاکرین ص ۲۸ مصر)

"انہ حی فی قبرہ۔۔۔ وقد ذھب جماعۃ من المحققین الی ان رسول اللہ ﷺ حی بعد وفاتہ" حضور اکرم ﷺ اپنی قبر میں زندہ ہیں اور محققین کی ایک جماعت کا یہی فیصلہ ہے کہ حضور ﷺ اپنی وفات شریفہ کے بعد زندہ ہیں۔ (نیل الاوطار ج ۳ ص ۲۱۰، ۲۱۱)

حضرت علامہ شعرانی رحمۃ اللہ فرماتے ہیں: "قد صحت الاحادیث انہ حی فی قبرہ یصلی باذان و اقامۃ" صحیح حدیثوں سے ثابت ہو چکا ہے کہ حضور انور ﷺ اپنی قبر مبارک میں زندہ ہیں اور اذان واقامت سے نماز پڑھتے ہیں۔ (منح المنہ ص ۹۲)

حافظ ابن حجر عسقلانی ؒ فرماتے ہیں: ''ان حیاته فی القبر لا یعقبها موت بل یستمر حیا و الانبیاء احیاء فی قبورهم'' آنحضرت ﷺ اپنی قبر شریف میں اس طرح زندہ ہیں کہ اس زندگی پر موت کبھی نہ آئے گی، آپ ہمیشہ کے لئے زندہ رہیں گے اور انبیاء کرام علیہم السلام اپنی قبروں میں زندہ ہی ہوتے ہیں۔ (فتح الباری ج ۷ ص ۲۲)

''ولو انهم اذ ظلموا انفسهم جآؤک فاستغفروا اللہ و استغفر لهم الرسول لوجدوا اللہ توابا رحیما (النساء: ۶۴)'' اور جب وہ اپنی جانوں پر ظلم کریں تو آپ کے پاس آئیں اور اللہ سے استغفار کریں اور اللہ کے رسول بھی ان کے لئے استغفار چاہیں تو وہ اللہ تعالیٰ کو بہت توبہ قبول کرنیوالا بہت مہربان پائیں گے۔

شیخ عبدالحق محدث دہلوی ؒ لکھتے ہیں: جو رسول اللہ ﷺ کی زیارت کے لئے آیا وہ اس وقت حضور ﷺ کی ہمسائیگی میں ہے۔ یہ اسی صورت میں متصور ہے کہ وہ حضور ﷺ کو روضہ انور میں حیات سمجھے۔

(جذب القلوب ص ۱۸۰ فارسی)

حضرت مولانا میاں نذیر حسین صاحب دہلوی (۱۳۲۰ھ)

اور حضرات انبیاء علیہم السلام اپنی اپنی قبروں میں زندہ ہیں۔ خصوصاً آنحضرت ﷺ فرماتے ہیں کہ جو کوئی عند القبر درود بھیجتا ہے میں سنتا ہوں اور دور سے پہنچایا جاتا ہوں۔ (فتاویٰ نذیریہ ج ۲ ص ۵۵ ضمیمہ)

مولانا وحید الزماں حیدر آبادی (۱۳۳۸ھ) تلمیذ حضرت میاں صاحب

اور پیغمبروں کے اجسام مردہ نہیں وہ جسم سمیت اپنی قبروں میں زندہ رہتے ہیں جیسے دوسری حدیث سے ثابت ہے.......... وہ مرنے کے بعد بھی جب حکم الٰہی ہوتا ہے تو اپنے زائر پر توجہ فرماتے ہیں اور ان کی روح سے زائر کو بہت سے فیض پہنچتے ہیں۔ اگر مردوں میں عموماً احساس اور سمع نہ ہوتا تو اہل قبور پر سلام کیوں مشروع ہوتا کیا لکڑی پتھر کو آنحضرت ﷺ نے سلام کرنے کا حکم دیا، اس کا وہی قائل نہ ہوگا جو نادان ہے۔ (تیسیر الباری کتاب الدعوات ج ۶ ص ۹۸)

مولانا شمس الحق عظیم آبادی شارح سنن ابی داؤد

''ان الانبیاء فی قبورهم احیاء'' انبیاء کرام علیہم السلام اپنی قبروں میں زندہ ہوتے ہیں۔ (ص ۱۰۵)

اور حدیث: ''مامن احد یسلم علی الا رد اللہ علی روحی'' کے تحت لکھتے ہیں: ''و القول الصحیح ان هذا لمن زاره و من بعد عنه تبلغه الملئکة سلامه (عون المعبود ص ۷) ان النبی فی القبر حی یحس و یعلم و تعرض علیه اعمال الامة و اللہ تعالی خلق ملئکة سیاحین یبلغون الیه الصلوٰة من امته'' حضور اکرم ﷺ اپنی قبر شریف میں زندہ ہیں۔ علم و احساس آپ میں برابر موجود ہیں۔ امت کے اعمال آپ پر پیش ہوتے ہیں اور اللہ تعالیٰ نے ایسے فرشتے پیدا کر رکھے ہیں جو زمین میں سیاحت کرتے رہتے ہیں اور امت کا صلوٰۃ و سلام پہنچاتے رہتے ہیں۔ (کتاب المعتمد فی المعتقد باب دوم فصل ۴ للعلامہ تور بشتی ؒ)

'' عندهم محمد حی فی قبره'' اشاعرہ کے نزدیک حضور ﷺ اپنی قبر مبارک میں زندہ ہیں۔

(الروضۃ البہیۃ ص ۱۵)

محدث کبیر علامہ سخاوی رحمہ اللہ: ''نحن نؤمن و نصدق بانه حي يرزق في قبره ان جسده الشريف لاتأكله الارض والاجماع على هذه'' ہمارا ایمان ہے اور ہم اس کی تصدیق کرتے ہیں کہ حضور اکرم ﷺ اپنی قبر شریف میں زندہ ہیں۔ آپ کو وہاں رزق بھی ملتا ہے اور آپ کے جسد اطہر کو مٹی نہیں کھاتی اور اس عقیدے پر اہل حق کا اجماع ہے۔ (القول البدیع ص ۱۷۲)

شبہ: ''اللھم الرفیق الاعلیٰ'' جو فرمایا تو رفیق اعلیٰ کہاں ہے؟

جواب: یہ بھی تو ہمیں سمجھائیں ناں؟ اس مقام کی کوئی تعیین ہے کسی حدیث میں کہ رفیق اعلیٰ کہاں ہے؟ یہ بھی کہتے ہیں کہ رسول اکرم ﷺ اپنے مکان میں داخل ہونے لگے تو فرشتوں نے کہا کہ آپ کا ابھی وقت نہیں آیا، اب جب وقت آ گیا ہے تو اس میں داخل ہو گئے ہیں؟ وہ روح داخل ہونے لگی تھی یا جسم مع الروح داخل ہونے لگے تھے؟ روح داخل ہونے لگی تھی۔ جب یہ بات ہو رہی تھی خواب میں تو اس دروازے پر کھڑے ہیں اس وقت روح کا تعلق جسم سے تھا یا نہیں؟ تو ایک قدم آگے رکھنے سے ٹوٹ جاتا تھا؟

جو جھگڑا ہے وہ تو تعلق کا ہے، اب رفیق اعلیٰ کیا ہے؟ اس کے بارے میں یہ تعیین نہیں کر سکتے اب تک۔ کبھی کہتے ہیں جی علیین کو رفیق اعلیٰ کہتے ہیں لیکن یہ ان کا اپنا قیاس ہے، اعلیٰ کا معنی تو زیادہ شان والی چیز ہے؟ ہم کہتے ہیں علیین تو کجا رسول اکرم ﷺ جہاں آرام فرما ہیں روضہ اطہر میں اس کا مقام عرش اعلیٰ سے بھی بلند ہے۔ کیوں؟ اس لئے کہ اللہ تعالیٰ لامکان ہیں اگر اللہ کا کوئی مکان ہوتا تو اللہ کے مکان کو مصطفیٰ کے مکان سے اونچا شان سمجھتے۔ لیکن چونکہ اللہ تعالیٰ لامکان ہیں، مکان ہمیشہ مکین سے بڑا ہوتا ہے اور مکین کو گھیرے ہوئے ہوتا ہے۔ اب یہ جگہ بڑی ہے تو میں اس میں بیٹھا ہوں، تو عرش خدا کا مکان نہیں۔ ورنہ ماننا پڑے گا کہ عرش خدا سے بڑا ہے تو معلوم ہوا کہ اس سے بھی کوئی بڑی چیز نکل آئی ہے۔

حضرت اوکاڑوی رحمہ اللہ نے بتایا کہ میں جب مکہ مکرمہ سے مدینہ منورہ جا رہا تھا تو راستے میں دو غیر مقلد بیٹھ گئے ایک اگلی طرف اور ایک پیچھے، اب وہ لوگوں کو کیا کہیں؟ روضہ پاک کی زیارت کی نیت نہ کرنا، وہاں جا کے کر لینا زیارت، مسجد نبوی کی نیت کرنا مسجد نبوی کی۔ (اس پر بندہ آگے مفصل ذکر کرے گا) میں نے کہا کہ دیکھو یہ دھوکہ دے رہا ہے، روضہ پاک کی زیارت کی نیت کرو کہ جی وہ کیوں؟ میں نے کہا کہ ہمارا عقیدہ یہ ہے کہ یہ وہ جگہ ہے جو عرش اعظم سے بھی بلند مقام رکھتی ہے، عرش خدا کا کوئی مکان نہیں۔ کہنے لگا کہ خدا کا مکان ہے۔ پوچھا کہ کون سا؟ کہتے ہیں عرش۔ ''الرحمن على العرش استوىٰ'' تو میں نے کہا مکان مکین سے بڑا ہوتا ہے کہ جی ہاں بڑا ہوتا ہے، تو میں نے کہا تو جو شروع کرتا ہے نماز اللہ اکبر سے۔ العرش اکبر کہا کر؟ کیونکہ اللہ سے بڑی چیز مل گئی ہے تو یہ اللہ اکبر کیوں کہتے ہیں؟ اللہ سے تو عرش بڑا نکل آیا؟ پھر العرش اکبر کہنا چاہئے۔ اس پر وہ خاموش ہو گیا۔

تو ہمارا عقیدہ یہی ہے کہ وہ خاک پاک جو جسد اطہر سے مس کر رہی ہے اس کا درجہ عرش اعظم سے بھی بلند ہے تو جب اس خاک کا درجہ بلند ہے تو وہ جسد اطہر جس پر وحی نازل ہوتی تھی وہ جسد اطہر جو آپ کا ہے اس سے بلند تر کوئی بھی چیز نہیں ہے۔ اس لئے وہاں رہنا یہ اعلیٰ ترین مقام پر رہنا ہے۔

اور یہ ایک حدیث جو آتی ہے کہ حضور ﷺ نے فرمایا کہ میرے منبر اور گھر کے درمیان جو جگہ روضة من رياض الجنة، جنت کے ٹکڑوں میں سے ایک ٹکڑا ہے تو یہ سعید صاحب ایک دفعہ کہہ رہے تھے کہ معلوم ہوا کہ یہ جگہ تو

جنت کا ٹکڑا ہے وہ جنت تو نہیں ہے۔ یہ جگہ جنت ہے جو قبر اور اس کے درمیان ہے گھر تو ادھر آئے گا نا، ایک سائیڈ پر تو اس لئے وہ جنت نہیں ہے۔

کیونکہ ہم یہ کہتے تھے کہ جب وہ جنت ہے تو جنت قبرستان کو نہیں کہتے، مردوں کو نہیں کہتے۔ جنت میں زندہ ہوتے ہیں، یا تو اس کو جنت کہنا چھوڑ دو، یا حضرت پاک کا معاذ اللہ مردہ کہنا چھوڑ دو۔ تو یہ کہتا تھا کہ مابین بیتی و ممبری کہ منبر بھی جنت نہیں اور یہ بھی جنت نہیں ہے درمیان والی جگہ جنت ہے۔ اور امام طحاوی رحمۃ اللہ علیہ جو تیسری صدی میں گزرے ہیں ان کی کتاب مشکل الآثار انہوں نے اس حدیث کو لکھ کر اس کا مطلب بیان فرمایا کہ اللہ کے نبی نے کئی جنتوں کا ذکر کیا روضات جمع ہے، اس میں ایک جنت کا ٹکڑا یہ ہے جو گھر اور منبر کے درمیان ہے، اب یہ جنت کا ٹکڑا کیوں بنا؟ کہ اس پر حضرت کے مبارک پاؤں لگے ہوئے ہیں، تو جب وہ جگہ بھی جنت قرار پا گئی، جس پر حضرت کے مبارک پاؤں لگے ہیں تو جہاں حضرت کا مبارک جسم ہے وہ تو اعلیٰ ترین جنت ہوئی۔

اسی لئے روضۃ من ریاض الجنۃ فرمایا۔ کہ جنت کے ٹکڑے بہت سے ہیں لیکن یہ ٹکڑا اس ٹکڑے کا مقابلہ نہیں کر سکتا، یہ صرف اس لئے جنت بن گیا کہ یہاں حضرت مبارک پاؤں لگے تھے آتے جاتے، اور جہاں حضرت کا پورا جسد اطہر ہے وہ یقیناً اس سے بڑی جنت ہے۔

شبہ: ایک شبہ یہ پیش کیا جاتا ہے کہ روح رفیق اعلیٰ میں چلی گئی ہے۔

اب ان لوگوں کا دعویٰ تو یہ ہوتا ہے کہ عقیدہ قرآن سے ثابت ہوتا ہے یا حدیث متواترہ سے، اب اس حدیث کی راویہ صرف حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا ہیں اور کسی نے بھی یہ روایت بیان نہیں کی، تو یہ خبر واحد ہے اور یہ خود کہتے ہیں کہ خبر واحد سے عقیدہ ثابت نہیں ہوتا۔

اب ان کو کیا مجبوری پڑ گئی ہے کہ یہ خبر واحد پیش کرنے لگے ہیں۔ پھر اگلی بات میں نے یہ پوچھی ہے کہ یہ الفاظ جنہوں نے کانوں سے سنے ہیں یعنی سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا وہ تو اس قبر میں حیات کی قائل ہیں۔ وہ فرماتی ہیں جب صرف حضور ﷺ اور میرے ابا جان (حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ) تھے تو قبر پر جاتے وقت پورے کپڑے نہیں سنبھالتی تھی۔ اب عمر رضی اللہ عنہ سے حیا کی وجہ سے سنبھالتی ہوں، تو قبروں میں کچھ ہے تو اماں عائشہ رضی اللہ عنہا اتنا اہتمام کرتی ہیں، تو جنہوں نے اپنے کان سے یہ سنا ہے انہوں نے تو حیات فی القبر کا انکار نہیں کیا اور یہ چودھویں صدی میں اس کا یہ مطلب لینے لگے ہیں۔

تو بخاری میں باب وفات النبی میں یہ روایت موجود ہے وہاں حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت کرنے والے ہیں حضرت سعید ابن مسیب اب جنہوں نے یہ روایت حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے نقل کی ہے وہ تو حیات فی القبر کے قائل ہیں اور فرماتے ہیں کہ میں نے اپنے کانوں سے تین دن روضہ پاک سے اذان کی آواز سنی ہے۔ دارمی شریف میں یہ روایت صحیح سند سے موجود ہے۔

حیات انبیاء للبیہقی میں بھی یہ روایت صحیح سند کے ساتھ موجود ہے، جب حرہ کا واقعہ پیش آیا تو مسجد نبوی کے دروازے بند کر دیئے گئے یہ کہیں اندر رہ گئے کہتے ہیں رات کو نماز کے وقت کا پتا نہیں چلتا تھا تو روضہ پاک سے باقاعدہ اذان کی آواز آتی تھی اور میں نے اپنے کانوں سے سنی ہے، اب جو اس حدیث کے راوی ہیں وہ اس قبر میں حیات کے قائل ہیں۔

شفاء السقام میں ہے کہ ہمسائے دیوار میں میخ ٹھوک رہے تھے تو کھٹ کھٹ کی آواز آرہی تھی تو اماں جان رضی اللہ عنہا نے پیغام بھیجا کہ اس آواز سے حضرت پاک کو پریشانی ہورہی ہے، تو یہ پریشانی اسی قبر میں ہورہی تھی یا کسی اور جگہ؟ یقیناً اسی قبر میں ہورہی تھی تو معلوم ہوا کہ اماں جی اسی قبر میں حیات کی قائل ہیں۔ اب اس حدیث کا مطلب اماں جی زیادہ سمجھتی ہیں یا عبدالرحیم نظامی زیادہ سمجھتا ہے۔ حضرت سعید بن مسیب رحمۃ اللہ علیہ زیادہ سمجھتے ہیں یا عبدالرحیم؟

تو پہلی بات تو یہ ہے کہ یہ حدیث ہے ہی خبر واحد دوسرے نمبر پر اس کے جو روایت کرنے والے ہیں وہ حیات فی القبر کے قائل ہیں اور مماتی جو دوسری روایت پیش کرتے ہیں کہ حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا نے فرمایا و الجنۃ ماواہ اس کے راوی حضرت انس رضی اللہ عنہ جو پکے حیات فی القبر کے قائل ہیں اور صرف نبیوں کی حیات کے نہیں بلکہ عام مردوں کی حیات اور سماع کے قائل ہیں، کیونکہ بخاری میں انہ یسمع قرع نعالھم کے راوی بھی یہی ہیں۔

اب ان حدیثوں کے راویوں نے تو ان احادیث کی بناء پر عوام کے سماع کا انکار نہیں کیا۔ چہ جائیکہ نبی پاک کی حیات کا انکار کریں اور ڈیرہ غازی خان میں اب نبی پاک کی حیات کا انکار ہونے لگا ہے۔ پھر میں نے یہ پوچھا ہے کہ رفیق اعلیٰ ہے کہاں؟ اس کا معنی تو اعلیٰ مقام ہے اور حضرت پاک کے روضہ پاک سے اعلیٰ مقام دنیا میں اور کوئی نہیں کہ اس کا مقام تو عرش اعظم سے بھی زیادہ ہے، تو اس کو رفیق اعلیٰ کیوں نہ مانا جائے۔

میں نے سوال میں یہی پوچھا ہے کہ جب حضرت پاک نے فرمایا تھا۔ اللھم من الرفیق الاعلیٰ تو اس جسم اور روح دونوں نے کہا تھا یا صرف روح نے اور جسم مثالی نے کہا تھا؟ اگر اس جسم اور روح نے کہا تھا تو پھر جہاں یہ دونوں پہنچے ہیں وہی رفیق اعلیٰ ہے، اب یہ بات تو نہیں ہوسکتی کہ ایک بے وفائی کر جائے کہ روح تو رفیق اعلیٰ میں چلی جائے اور جسم یہیں رہ جائے۔

جب اسی جسم اور روح دونوں نے کہا ہے تو جہاں یہ دونوں پہنچے ہیں وہی رفیق اعلیٰ ہے اور وہ جگہ روضہ من الریاض الجنۃ ہے۔ آگے لکھتا ہے کہ قیامت تک وہیں رہے گی۔

اعتراض: علامہ ابن قیم رحمۃ اللہ علیہ نے لکھا ہے کہ روح اعلیٰ علیین میں رفیق اعلیٰ میں ہے۔

جواب: علامہ ابن قیم رحمۃ اللہ علیہ اس کے باوجود اس جسم کی حیات کے قائل ہیں چنانچہ لکھتے ہیں: ''و معلوم بالضرورۃ ان جسدہ فی الارض طری مطرأ و قد سألہ الصحابۃ کیف تعرض صلوٰتنا علیک و قد ارمت فقال ان اللہ حرم علی الارض ان تأکل اجساد الانبیاء و لو لم یکن جسدہ فی صریحہ لما اجاب بھذا الجواب و قد صح عنہ ان اللہ تعالیٰ و کل بقبرہ الملئکۃ یبلغون عن امتہ الاسلام و صح عنہ انہ خرج بین ابی بکر و عمر و قال ھکذا نبعث ھذا مع القطع بان روحہ الکریمۃ فی الرفیق الاعلیٰ فی اعلیٰ علیین مع ارواح الانبیاء ...... فالروح ھناک و لھا اتصال بالبدن فی القبر و اشراف علیہ و تعلق بحیث یصلی فی قبرہ و یرد سلام من سلم علیہ و ھی فی الرفیق الاعلیٰ'' (کتاب الروح ص ۵۴ حیدرآباد)

(ترجمہ) یہ یقینی طور پر معلوم ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا جسد اطہر بالکل تروتازہ روضہ منورہ میں تشریف فرما ہے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے صحابہ نے پوچھا تھا کہ وفات کے بعد آپ صلی اللہ علیہ وسلم پر صلوٰۃ وسلام کیسے پیش ہوتا رہے گا، اس پر آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا تھا کہ اللہ تعالیٰ نے حرام کر دیا ہے کہ پیغمبروں کے جسموں کو کھائے، اگر آپ کا جسد اطہر قبر شریف میں نہ ہوتا تو ہرگز یہ جواب ارشاد نہ فرماتے۔ اسی طرح آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے یہ بھی صحیح طور پر ثابت ہو چکا ہے کہ

اللہ تعالیٰ نے آپ ﷺ کے روضہ منورہ کے ساتھ فرشتے مقرر کر رکھے ہیں جو آپ کو آپ کی امت کا سلام پہنچاتے رہتے ہیں، یہ بھی آپ ﷺ سے صحیح طور پر ثابت ہے کہ آپ ﷺ حضرت ابوبکر اور حضرت عمر رضی اللہ عنہما کے مابین تشریف لائے اور فرمایا کہ ہم اسی طرح اٹھائے جائیں گے، ان سارے حقائق کے ساتھ یہ بات قطعی ہے کہ آپ ﷺ کی روح مبارک اعلیٰ علیین میں رفیق اعلیٰ میں ہے۔ جہاں کہ دوسرے انبیاء کرام علیہم السلام کی ارواح مقدسہ ہیں۔ پس روح تو وہاں ہے اور وہیں سے اسے روضہ منورہ میں رکھے جسد اطہر کے ساتھ اتصال ہو رہا ہے۔ روح و بدن کا ایسا قوی تعلق قائم ہو چکا ہے کہ آپ ﷺ اپنی قبر شریف میں نمازیں بھی پڑھتے ہیں اور ہر سلام کرنے والے کے سلام کا جواب بھی دیتے ہیں۔

''وبھذا التعلق رای موسیٰ قائماً یصلی فی قبرہ'' روح و بدن کے اسی تعلق کی بناء پر آپ ﷺ نے موسیٰ علیہ السلام کو اپنی قبر میں کھڑے ہو کر نماز پڑھتے دیکھا تھا۔ (زاد المعاد ص ۴۹)

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

خود ساختہ اشاعت التوحید والسنہ کے عقیدہ پر وضاحت طلبی

عقیدہ مرقومہ بقلم عبد الرحیم شاہ صدر دین ڈیرہ غازیخان

۱...... حضرت محمد رسول اللہ ﷺ کی موت شریف بصورت خروج روح واقع ہوئی۔

۲...... آپ ﷺ کی روح مبارک جسم سے جدا ہونے کے بعد مقام رفیق اعلیٰ میں چلی گئی۔

۳...... قیامت تک وہیں عیش و عشرت میں رہے گی۔

۴...... قیام قیامت کے وقت آپ ﷺ کی روح مبارک آپ ﷺ میں داخل ہوگی پھر آپ ﷺ زندہ ہو کر اپنی قبر مبارک سے باہر تشریف لائیں گے۔

۵...... باقی موت سے تا قیام قیامت آپ ﷺ کا جسم مبارک اگرچہ محفوظ و معطر رہے گا (جیسا کہ اب بھی ہے) مگر اس میں روح موجود نہیں۔

۶...... حاصل آنکہ ہم حضور ﷺ کی حیات روحانی برزخی کے قائل ہیں۔ عقیدہ ختم۔

سوالات

۱...... یہ عقیدہ اس تفصیل سے اہل سنت والجماعت کی کون سی کتاب میں مذکور ہے؟ مکمل عبارت با حوالہ تحریر فرمائیں۔

۲...... یہ عقیدہ ضروریات دین میں سے ہے کہ اس کا منکر کافر ہو، یا ضروریات اہل سنت میں سے کہ اس کا منکر اعتقادی بدعتی اور اہل سنت سے خارج ہو۔

۳...... ضروریات دین اور ضروریات اہل سنت کی جامع مانع تعریف بھی فرمائیں۔

۴...... عقیدہ جزء نمبر ۱ یعنی وقوع موت آنحضرت ﷺ بخروج روح قرآن پاک کی کس آیت کریمہ میں ہے کہ آپ وصال فرما چکے ہیں یا کس حدیث متواتر میں ہے کہ میں وصال فرما چکا ہوں؟ وعدہ موت تو سب کا قرآن میں مذکور ہے، اس کی بات نہیں، وقوع موت کی دلیل درکار ہے۔

۵...... روح کو نکل جاتے کس نے دیکھا؟ اس پر کوئی آیت یا حدیث متواتر جو مثبت عقیدہ ہو تحریر فرمائیں۔

۶...... اللّٰھم بالرفیق الاعلی آپ نے اس جسم اور روح سے فرمایا جسم مثالی سے۔

۷...... آپ کا جسد اطہر اور روح مبارک دونوں رفیق اعلیٰ میں پہنچ گئے یا کسی ایک نے وعدہ خلافی کی؟

۸...... الرفیق الاعلیٰ کہاں ہے کسی آیت حدیث متواتر سے بیان فرمائیں۔

۹...... اللّٰھم بالرفیق الاعلی کی حدیث حدیث متواتر ہے یا حدیث مشہور یا خبر واحد۔ ان تینوں قسموں کی جامع مانع تعریف بھی فرمائیں۔

۱۰...... قیامت تک روح مطہرہ الرفیق الاعلیٰ میں رہے گی اور جسد اطہر قبر مبارک میں، لیکن ان کا آپس میں کوئی تعلق یا تلبس نہ ہوگا۔ اس پر ایک آیت یا حدیث متواتر پیش فرمائیں۔

۱۱...... قاضی نور محمد صاحب، مولانا غلام اللہ خان صاحبان نے جو اس عقیدہ پر دستخط فرمائے تھے کہ قبر مبارک میں تعلق روح سے حیات ہیں اور روضہ مبارک پر پڑھا ہوا صلوۃ وسلام آپ سنتے ہیں۔ اس کی وجہ سے وہ کافر قرار پائے یا معتزلی، بدعتی اور یہ عقیدہ انہوں نے کس صریح آیت یا صریح متواتر حدیث سے لیا تھا؟

۱۲...... سیدہ عائشہ جو حدیث اللّٰھم بالرفیق الاعلی کی تنہا روایت کرنے والی ہیں۔ وہ آپ کی حیات فی القبر کے بارہ میں کیا عقیدہ رکھتی تھیں۔

۱۳...... حضرت امام سعید بن المسیب رحمۃ اللہ علیہ جو سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا سے اس حدیث کے تنہا راوی ہیں وہ آپ کی حیات فی القبر کے بارہ میں کیا عقیدہ رکھتے تھے؟

۱۴...... حضرت انس رضی اللہ عنہ جو خبر واحد جنت الفردوس ماواہ کے راوی ہیں آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی حیات فی القبر کے بارہ میں کیا عقیدہ رکھتے تھے؟

۱۵...... موت کا کیا معنی ہے اور حیات کا کیا معنی ہے؟

۱۶...... موت اور نیند میں کیا فرق ہے؟

۱۷...... نیند میں روح جسم سے باہر ہوتی ہے یا اندر؟ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا لمبا خواب جس میں جسد اطہر مدینہ منورہ میں بستر خواب پر تھا اور روح مبارک عالم مثال جنت، دوزخ کی سیر کر رہی تھی، اس وقت جسد اطہر سے اتنا تعلق تھا کہ سانس چل رہا تھا، کروٹیں بدلی جارہی ہوں، کھانا ہضم ہورہا ہو یا نہیں اور اس کی کیا دلیل ہے؟

۱۸...... قرآن اور احادیث متواترہ میں قبر کس مقام کا نام ہے؟

۱۹...... قبر اور عالم قبر میں کیا فرق ہے؟ اور بستر خواب اور عالم خواب میں کیا فرق ہے؟

۲۰...... نبی اور غیر نبی کی نیند میں کیا کیا فرق ہوتا ہے؟ بادلیل بیان کریں۔

۲۱...... نبی اور غیر نبی کے غسل کفن، جنازہ اور دفن میں کیا کیا فرق ہوتے ہیں بادلیل بیان فرمائیں۔

۲۲...... موت کے بعد نبی اور غیر نبی کے اموال اور ازواج کے احکام میں کیا کیا فرق ہیں؟

۲۳...... مدینہ پاک اور روضہ پاک کو روضۃ من الریاض الجنۃ ماننا ضروری عقیدہ ہے یا نہیں؟

۲۴...... برزخ یعنی پردہ کا کیا مطلب ہے؟ پردہ کا تعلق روح سے ہوتا ہے یا جسم سے؟ روح کبھی پردہ میں کبھی بے پردہ ہوتی ہے، یہ جسم بھی کبھی پردہ میں کبھی بے پردہ ہوتا ہے۔

۲۵...... حیات جسمانی اور حیات روحانی میں کیا فرق ہے؟ کیا حیات جسمانی میں جسم کے ساتھ روح کا تعلق ہوتا ہے یا نہیں اور حیات روحانی میں روح کے ساتھ جسم کا تعلق ہوتا ہے یا نہیں؟ بادلیل بیان کریں۔

۲۶...... برزخی حیات (چھپی حیات جو صرف اسی کو محسوس ہو) اور کھلی حیات جو سب کو محسوس ہو دونوں میں کیا فرق ہے؟ اوران کے احکام میں کیا فرق ہے؟

۲۷...... بیداری کی کھلی حیات اور نیند کی نیم برزخی حیات (کہ بعض آثار دوسروں کو بھی محسوس ہوتے ہیں بعض حالات صرف اسی کو) میں کیا کیا فرق ہیں؟ آثار میں اور احکام میں۔

۲۸...... نیند کی برزخی اور قبر کی مکمل برزخی حیات کے آثار اور احکام میں کیا فرق ہے؟

۲۹...... جب آپ جسد اطہر کو محفوظ اور معطر مانتے ہیں تو کس آیت یا کس حدیث متواتر سے یہ ثابت ہے؟

۳۰...... جب آپ حیات کے قائل ہیں کہ ایسی آیات اور متواتر احادیث لکھیں جن میں موت کے بعد اور قیامت سے پہلے حیات کی صراحت ہو۔

۳۱...... میت کا لفظ روح پر بولا جاتا ہے یا جسم پر۔

۳۲...... کیا سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا علم میت کی قائل ہیں؟

۳۳...... سلام میت بعینہ خطاب کی قائل ہیں؟

۳۴...... خطاب میت کی قائل ہیں؟ آپؐ نے کس سنہ میں اپنے بھائی کو قبر میں خطاب کیا۔

۳۵...... کیا آپ معرفت میت کی قائل ہیں؟ حیا من عمر رضی اللہ عنہ کا کیا مطلب ہے؟

۳۶...... کیا آپ رضی اللہ عنہا عذاب میت کی قائل ہیں؟

۳۷...... نیند کے بعد روح کو کھلی حیات سے بھیجا جاتا ہے یا چھپی حیات سے؟

۳۸...... موت کے بعد روح کو کھلی حیات سے روکا جاتا ہے یا چھپی حیات سے؟

۳۹...... حضور کی قبر مبارک کہاں ہے؟

۴۰...... اس قبر مبارک میں جو جسد مطہر ہے وہ جسد عنصری ہے یا جسد مثالی۔

۴۱...... بیداری میں روح پر کتنی ذمہ داریاں ہیں، نیند میں کتنی اور برزخ میں کتنی؟

۴۲...... حیات دنیوی کھلی سے حیات دنیوی برزخی کن کن آثار واحکام میں اعلیٰ ہے؟

سوال: قرآن پاک میں ہے: ''وما انت بمسمع من فی القبور'' کہ مردے نہیں سنتے۔

جواب: اس آیت میں یہ نہیں ہے کہ مردے نہیں سنتے بلکہ یہ ہے کہ آپ مردوں کو نہیں سنا سکتے۔ سنانے کی نفی ہے سننے کی نہیں۔ ایک ہے اسماع اور ایک ہے سماع۔ اسماع کی نفی ہے نہ کہ سماع کی۔ اس کو ایک مثال سے سمجھیں۔

مثال: استاد شاگردوں کو کہتا ہے کہ میں نے تمہیں آج ناشتہ نہیں کروایا۔ کیا اس سے کوئی یہ سمجھ لے گا کہ لڑکوں نے آج ناشتہ کیا بھی نہیں؟ جس طرح پلانے کی نفی سے پینے کی نفی نہیں ہوتی، کھلانے کی نفی سے کھانے کی نفی نہیں ہوتی اسی طرح اسماع کی نفی سے سماع کی نفی نہیں ہوتی۔

اسی آیت مبارکہ میں آگے ہے: ''ان انت الا نذیر'' کیا نبی اقدس بہروں کو تبلیغ کرتے تھے؟ اگر مردوں کے ساتھ عدم سماع میں تشبیہ ہے تو کافروں کا بہرا ہونا لازم آئے گا۔ اگر وہ بہرے تھے تو ان کو دعوت ہی نہ پہنچی،

قرآن پاک میں ہے: ''انک لا تهدی من احببت'' کہ آپ نہیں ہدایت دے سکتے جسے آپ چاہیں تو کیا کسی کو ہدایت ملی بھی نہیں؟ اسی طرح قرآن پاک میں ہے صم بکم عمی تو کیا یہاں بھی یہی معنی مراد لیا جائے گا کہ وہ بہرے اندھے اور گونگے ہیں۔ جس طرح ان آیات میں سماع حقیقی بصارت حقیقی اور تکلم حقیقی کی نفی نہیں اسی طرح اس آیت میں بھی سماع حقیقی کی نفی نہیں بلکہ مراد یہ ہے کہ سماع انتفاع نہیں ہے، جیسے آپ یہ کہتے ہیں کہ ہم فلاں ڈی سی کے پاس گئے تھے لیکن وہ سنتا ہی نہیں تو اس کا کیا یہ مطلب لیا جائے گا کہ حکومت نے بہرے آدمی کو ڈی سی بنا یا ہوا ہے یقیناً یہاں جو نفی ہے وہ ایسے سماع کی ہے جس سے وہ نفع اٹھائے۔ اسی طرح اس آیت میں بھی سماع انتفاع کی نفی ہے کہ اب مردوں کا ایمان لانا فائدہ مند نہیں ہے۔

چیلنج: چودہ صدیوں میں دو لاکھ قرآن پاک کی تفاسیر لکھی جا چکی ہیں کسی ایک سنی مفسر کا حوالہ پیش کریں جس نے اس آیت کی تحت لکھا ہو کہ: (۱) انبیاء قبروں میں مردہ ہیں۔ (۲) وہ قبروں میں نہیں سنتے۔ (۳) ان کا قبروں میں نہ سننا اس آیت سے قطعی طور پر ثابت ہے۔ (۴) جو اس کا منکر ہے وہ کافر ہے۔ (۵) کفر کی جامع مانع تعریف کریں۔ (۶) شرک کی جامع مانع تعریف کریں۔ (۷) یہ تعریفیں اہل سنت و جماعت کی کتب سے نہ ہوں۔ (اس لئے کہ وہ تو آپ کے ہاں مشرک ہیں) (۸) جتنے لوگوں نے بھی انبیاء کے سماع کا قول کیا ہے۔ کیا وہ اس آیت کے منکر تھے؟ (۹) کیا وہ اس کے منکر ہونے کی وجہ سے کافر ہوئے۔ (۱۰) کیا وہ احادیث جن میں سماع انبیاء کا ذکر ہے وہ اس آیت کے خلاف ہیں؟ (۱۱) جنہوں نے بھی ان احادیث کی توثیق کی ہے، ان کو صحیح کہا ہے ان کا کیا حکم ہے؟ (۱۲) جن محدثین نے ان احادیث کو اپنی کتب احادیث میں نقل کیا ہے اور اس پر تنبیہ نہیں کی کہ یہ احادیث قرآن کی آیات کے خلاف ہیں وہ خائن تھے، گمراہ تھے یا کیا تھے؟

اس آیت کے تحت تفسیری حوالہ جات نیچے حاشیہ میں ملاحظہ کریں کہ کسی نے بھی ان تفاسیر میں اس آیت کے تحت عدم سماع انبیاء کا مسئلہ نہیں چھیڑا۔[1]

[1] ''وما انت بمسمع من فی القبور'' ای الکفار الذین امات الکفر قلوبهم، ای کما لا تسمع من مات، کذلک لا تسمع من مات قلبه۔ و قرأ الحسن و عیسی الثقفی و عمرو بن میمون ''بمسمع من فی القبور'' بحذف التنوین تخفیفا، ای هم بمنزلة (اهل) القبور فی انهم لا ینتفعون بما یسمعونه ولا یقبلونه۔ (الجامع لاحکام القرآن لابی عبد الله محمد بن احمد الانصاری القرطبی) عن السدی رحمہ اللہ فی قوله۔ ''وما یستوی الاعمی والبصیر'' قال۔ الکافر والمؤمن ''ولا الظلمات'' قال۔ الکفر ''ولا النور'' قال۔ الایمان ''ولا الظل'' قال۔ الجنة ''ولا الحرور'' قال۔ النار ''وما یستوی الاحیاء ولا الاموات'' قال۔ المؤمن والکافر ''ان الله یسمع من یشاء'' قال یهدی من یشاء۔ قوله تعالی۔ ''وما انت بمسمع من فی القبور'' آیة ۲۲۔ عن قتادة فی قوله۔ ''وما أنت بمسمع من فی القبور'' فکذلک الکافر لا یسمع ولا ینتفع بما یسمع۔ (تفسیر القرآن العظیم تالیف الامام الحافظ عبدالرحمن بن محمد ابن ادریس الرازی ابن ابی حاتم المتوفی سنة ۳۲۷ھ) ''وما انت بمسمع من فی القبور'' یعنی الکفار شبههم بالاموات فی القبور حین لم یجیبوا۔ (اللباب فی علوم الکتاب تالیف الامام المفسر ابی حفص عمر بن علی ابن عادل الدمشقی الحنبلی المتوفی بعد ۸۸۰ هجریه) ''وما یستوی الاحیاء ولا الاموات'' تمثیل آخر للمؤمنین والکافرین ابلغ من الاول ولذلک کرر الفعل۔ وقیل للعلماء والجهلاء ''ان الله یسمع من یشاء هدایته فیوفقه لفهم آیاته والاتعاظ بعظاته۔ ''وما انت بمسمع من فی القبور''

(بقیہ حاشیہ اگلے صفحہ پر)

اشکال: قرآن پاک میں ہے: اموات غیر احیاء کہ قبروں والے سب مردہ ہیں خواہ وہ انبیاء ہوں یا عام لوگ۔

جواب: مفسرین نے اموات سے مراد بت لئے ہیں۔ نیچے حاشیہ میں تفسیری حوالہ جات دیکھ لیجئے۔ البتہ بعض نے انبیاء کو بھی داخل کیا ہے، لیکن انہوں نے ساتھ ہی عیسیٰ علیہ السلام اور فرشتوں کو بھی ذکر کیا ہے تو کیا عیسیٰ علیہ السلام اور فرشتوں کو مردہ کہیں گے؟ مراد صرف یہ ہے کہ جس پر ایک لمحہ بھی موت طاری ہونی ہے وہ خدا نہیں ہوسکتا۔

اللہ تعالیٰ کے علاوہ ہر ایک نے موت کا ذائقہ چکھنا ہے، بعض نے تو چکھ لیا، عیسیٰ علیہ السلام اور فرشتے بھی چکھیں گے اس لئے انبیاء، فرشتے اور انسان خدا نہیں ہوسکتے اور نہ ہی بت خدا ہوسکتے ہیں کہ ان میں کبھی روح آئی ہی نہیں وہ بھی مردہ ہیں۔ اس کا یہ مطلب نہیں کہ یہ سب فی الحال مردہ ہیں۔ اتنا مطلب ہے کہ انہوں نے موت کا ذائقہ چکھ لیا ہے اور بعض نے چکھنا ہے وگرنہ تو عیسیٰ علیہ السلام اور فرشتوں کو فی الحال مردہ کہنا پڑے گا۔ حالانکہ اس کے یہ لوگ بھی قائل نہیں ہیں۔

(گزشتہ صفحہ کا حاشیہ)　ترشیح لتمثیل المصرین علی الکفر بالاموات و مبالغة فی اقناطه عنهم۔ (تفسیر البیضاوی لامام ناصر الدین ابی سعید عبداللہ بن عمر بن محمد الشیرازی البیضاوی) واخرج عبد بن حمید وابن جریر وابن ابی حاتم عن قتادة فی قوله "وما انت بمسمع من فی القبور" فکذالک الکافر لا یسمع ولا ینتفع بما یسمع۔ (الدر المنثور فی التفسیر بالمأثور للامام الحافظ جلال الدین السیوطی رحمہ اللہ (ت ۹۱۱ھ) ان اللہ یسمع من یشاء) أن یسمعه من اولیائه الذین خلقهم لجنته وو فقهم لطاعته (وما أنت بمسمع من فی القبور) یعنی الکفار الذین امات الکفر قلوبهم۔ ای کما لا تسمع من مات کذلک لا تسمع من مات قلبه۔ قرأ الجمهور بتنوین "مسمع" وقطعه عن الاضافة۔ و قرأ الحسن و عیسی الثقفی و عمر بن میمون باضافته (ان انت الا نذیر) ای ما أنت الا رسول منذر لیس علیک الا الانذار و التبلیغ والهدی والضلالة بید اللہ عز وجل۔ (فتح القدیر تالیف محمد بن علی بن محمد الشوکانی المتوفی ۱۲۵۰ھج) "ان اللہ یسمع من یشاء" سماع فهم و قبول، لانه تعالی هو الهادی الموفق، "وما انت بمسمع من فی القبور" ای۔ اموات القلوب، او کما ان دعاءک لا یفید سکان القبور شیئا، کذلک لا یفید المعرض المعاند شیئا، ولکن وظیفتک النذارة، وابلاغ ما ارسلت به، قبل منک ام لا۔ (تیسیر الکریم الرحمن فی تفسیر کلام المنان للعلامة الشیخ عبدالرحمن بن ناصر السعدی ۱۳۰۷۔۱۳۷۶ھ رحمہ اللہ) "ان اللہ یسمع من یشاء وما انت بمسمع من فی القبور" ای ان اللہ یسمع من یشاء اسماعه دعوة الحق، فیحببه بالایمان و یشرح صدره للاسلام، وما انت یا محمد بمسمع هؤلاء الکفار، لانهم اموات القلوب لا یدرکون ولا یفقهون، قال ابن الجوزی۔ اراد بمن فی القبور الکفار، شبههم بالموتی، ای فکما لا یقدر ان یسمع من فی القبور کتاب اللہ و ینتفع بمواعظة، فکذلک من کان میت القلب لا ینتفع بما یسمع۔ (صفوة التفاسیر للعلامة محمد علی الصابونی) وقوله۔ (وما أنت بمسمع من فی القبور) ای۔ لا تسمع الکفار، وشبههم بالاموات فی القبور۔ (تفسیر القرآن للامام العلامة شیخ الاسلام حجة اهل السنة والجماعة ابی المظفر السمعانی منصور بن محمد بن عبدالجبار التمیمی المروزی الشافعی السلفی) (ان اللہ یسمع من یشاء وما انت بمسمع من فی القبور) وهذا تمثیل بما یحسه البشر و یشاهدونه، فهم یرون ان المیت الذی فی القبر لا یسمع۔ واما الارواح فلا ترد، اذ تتضمن الاحادیث ان ارواح المؤمنین فی شجر عند العرش فی قنادیل وغیر ذلک، وان ارواح الکفرة فی سجین ونحوه، وفی بعض الاخبار ان الارواح عند القبور، فربما سمعت۔ وکذلک اهل قلیب بدر انما سمعت ارواحهم، وکذلک سماع المیت خفق النعال، انما هو برد روحه علیه عند لقاء الملکین،　(بقیہ حاشیہ اگلے صفحہ پر)

موت ایک ذائقہ ہے جیسا کہ پیچھے گزر چکا، جنہوں نے چکھ لیا چکھ لیا اور اس کے بعد کیا حالت ہے تو اس کے بارے میں یہ آیت خاموش ہے، عذاب قبر کی آیات اور وہ احادیث جو عذاب قبر پر دال ہیں ان سے معلوم ہو گیا کہ موت کے بعد پھر قبر میں زندگی ہے جس سے بدن کو عذاب وثواب ہوتا ہے۔ اعادہ روح کی بحث پیچھے مکمل گزر چکی ہے۔

چیلنج: منکرین حیات دو لاکھ تفاسیر میں سے کسی ایک سنّی مفسر کی تفسیر کا حوالہ پیش کریں جو عنایت اللہ شاہ گجراتی سے پہلے کا ہو اور اس نے اس آیت کے تحت لکھا ہو۔

(۱) یہ آیت انبیاء کی قبروں میں دائمی مردہ ہونے کے بارے میں قطعی ہے۔

(۲) جو لوگ انبیاء کی حیات فی القبر کے قائل ہیں وہ اس آیت قرآنیہ کے منکر ہیں۔

(۳) آیت قطعی کے منکر ہونے کی وجہ سے کافر ہیں۔

(۴) جو احادیث حیات انبیاء پر دال ہیں وہ اس آیت قطعی کے خلاف ہیں۔

(۵) جن محدثین نے ان احادیث کی تصحیح کی ہے انہوں نے قرآن کی مخالفت کی ہے۔

(۶) جن محدثین نے ایسی احادیث کو نقل کیا ہے جو عام مردوں کی طرف قبر میں اعادہ روح پر دال ہیں کیا وہ قرآن کے مخالف تھے؟

(گزشتہ صفحہ کا حاشیہ) فهذه الآية لا تعارض حديث القليب، لان الله تبارك وتعالى رد على اولئك ارواحهم في القليب ليوبخهم۔ وهذا على قول عمر وابنه عبد الله رضی اللہ عنہ۔ وهو الصحيح۔ ان رسول الله ﷺ قال۔ (ما انتم باسمع منهم)۔ واما عائشة رضی اللہ عنہا فمذهبها ان رسول الله ﷺ لم يسمعهم۔ وانما قصد توبيخ الاحياء من الكفرة۔ وجعلت هذه الآية اصلا۔ واحتجت بها، فمثل الله تعالى في هذه الآية الكفرة بالاشخاص التي في القبور۔ وقرا الحسن بن ابي الحسن۔ (بمسمع من) على الاضافة۔ ثم سلى نبيه بقوله۔ (ان انت الا نذير) اى۔ ليس عليك غير ذلك، والهداية والاضلال الى الله تعالى۔ یہاں بھی یہ نہ انبیاء کی حیات کا انکار کر رہے ہیں بلکہ قبر میں اعادہ روح کا ذکر کر رہے ہیں اور یہ لکھ رہے ہیں کہ سیدہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا حضور ﷺ کے سنانے کی نفی کرتی تھیں اس سے مطلقاً عدم سماع کیسے ثابت ہو گیا۔ (المحرر الوجیز فی تفسیر الکتاب العزیز لابی محمد عبد الحق بن عطیہ الاندلسی) "وما انت بمسمع من في القبور" اى۔ كما لا يقدر أن يسمع من في القبور كتاب الله، فيهديهم به الى سبيل الرشاد، فكذالك لا يقدر أن ينتفع بمواعظ الله و بيان حججه، من كان ميت القلب عن معرفة الله وفهم كتابه وواضح حججه۔ وهذا ترشيح لتمثيل المصرين على الكفر بالاموات، واشباع في اقناطه علیہ السلام، من ايمانهم۔ (تفسير القاسمي المسمى محاسن التاويل تاليف علامة الشام محمد جمال الدين القاسمي) (قوله شبههم بالموتى) اى في عدم التأثر بدعوته وقوله فيجيبون الضمير راجع لمن باعتبار معناها لانه فسرها بالكفار۔ (الفتوحات الالهية سليمان بن عمر العجلي الشافعي الشهير بالجمل المتوفى سنة ۱۲۰۴) "وما انت بمسمع من في القبور" يعني۔ الكفار شبههم بالموتى حين صموا فلم يجيبوا۔ (الوسيط للواحدى) قال وما انت بمسمع من في القبور اى هؤلاء من عدم اصغائهم الى سماع الحق بمنزلة من هم قد ماتوا فاقاموا في قبورهم فكما من مات لا يمكن ان يقبل منك قول الحق فكذالك هؤلاء لانهم اموات القلوب۔ (تفسير البحر المحيط ص ۳۰۹ ج ۷) "وما انت بمسمع من في القبور" اى كما لا ينتفع الاموات بعد موتهم وصيرورتهم الى قبورهم وهم كفار بالهداية والدعوة اليها كذالك هؤلاء المشركون الذى كتب عليهم الشقاوة لا حيلة لك فيهم ولا تستطيع هدايتهم۔ (تفسير ابن كثير ص ۱۲۹ ج ۳) "وما انت بمسمع من في القبور يعني لا تقدر أن تفقه الاموات وهم الكفار۔ (تفسير سمرقندى ص ۸۴ ج ۳)

سوالات: (۱) اس آیت سے انبیاء کا مردہ ہونا عبارۃ النص سے مراد ہے یا دلالۃ النص سے یا اقتضاء النص سے یا اشارۃ النص سے۔ کسی مفسر یا محدث سے اس کی تصریح دکھائیں۔

(۲) کسی محدث نے اعادہ روح کی احادیث کی شرح میں لکھا ہو کہ یہ احادیث قرآن کی اس آیت کے خلاف ہیں تو حوالہ پیش کریں۔

(۳) ایسے تمام محدثین جو ایسی احادیث سے خاموشی سے گزر گئے ان کو قرآن آتا تھا یا نہیں، اگر آتا تھا تو وہ حق کو چھپا گئے، تو ان کا کیا حکم ہے؟

(۴) سیدنا امام اعظم ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ نے فقہ اکبر میں لکھا ہے کہ قبر میں اعادہ روح ہوتا ہے، کیا وہ اس آیت کے منکر تھے۔

(۵) کیا آج کے مماتیوں کو امام اعظم رحمۃ اللہ علیہ سے زیادہ قرآن آتا ہے؟

تفسیری حوالہ جات نقل کئے جاتے ہیں جن کو دیکھ کر معلوم ہوگا کہ اکثر مفسرین نے اموات سے مراد بت لئے ہیں[1]۔

---

[1] "اموات غیر احیاء" ای هم اموات، یعنی الاصنام، لا ارواح فیها ولا تسمع ولا تبصر، ای هی جمادات فکیف تعبدونها و انتم افضل منها بالحیاۃ۔ "وما یشعرون" یعنی الاصنام۔ "ایان یبعثون" وقرأالسلمی "ایان بکسر الهمزۃ، وهما لغتان، موضعه نصب بِ"یبعثون" وهی فی معنی الاستفهام۔ والمعنی۔ لا یدرون متی یبعثون۔ و عبرعنها کما عبر عن الآدمیین، لانهم زعموا انها تعقل عنهم و تعلم و تشفع لهم عند اللہ تعالی، فجری خطابهم علی ذلک۔ وقد قیل۔ ان اللہ یبعث الاصنام یوم القیامة ولها ارواح فتتبرأ من عبادتهم، وهی فی الدنیا جماد لا تعلم متی تبعث۔ قال ابن عباس، تبعث الاصنام و ترکب فیها الارواح و معها شیاطینها فیتبرؤن من عبدتها، ثم یؤمر بالشیاطین والمشرکین الی النار۔ وقیل۔ ان الاصنام تطرح فی النار مع عبدتها یوم القیامة۔ (الجامع لاحکام القرآن لابی عبد اللہ محمد بن احمد الانصاری القرطبی) قوله "افمن یخلق کمن لا یخلق" (آیۃ ۱۷۔ ۲۲) عن قتادۃ فی قوله۔ "افمن یخلق کمن لا یخلق" قال۔ اللہ هو الخالق الرزاق، وهذه الاوثان التی تعبد من دون اللہ تخلق ولا تخلق شیئا، ولا تملک لاهلها ضرا ولا نفعا۔ قال اللہ۔ "افلا تذکرون" وفی قوله۔ "والذین یدعون من دون اللہ" الآیة۔ قال۔ هذه الاوثان التی تعبد من دون اللہ اموات لا ارواح فیها، ولا تملک لاهلها خیرا ولا نفعا "الهکم اله واحد" قال۔ اللہ الهنا و مولانا و خالقنا و رازقنا ولا نعبد ولا ندعو غیره۔ "فالذین لا یؤمنون بالآخرۃ قلوبهم منکرۃ" یقول۔ منکرۃ لهذا الحدیث۔ "وهم مستکبرون" قال مستکبرون عنه۔ (تفسیر القرآن العظیم تالیف الامام الحافظ عبد الرحمن بن محمد ابن ادریس الرازی ابن ابی حاتم المتوفی سنة ۳۲۷ھ) "اموات" ای۔ هی اموات لا روح فیها۔ یعنی۔ الاصنام "غیر احیاء" تاکید "وما یشعرون ایان یبعثون" و ذلک ان اللہ سبحانه یبعث الاصنام لها ارواح، فیتبرؤن من عابدیهم، وهی فی الدنیا جماد لا تعلم متی تبعث۔ (الوجیز فی تفسیر الکتاب العزیز لابی الحسن بن علی الواحدی المتوفی ۴۶۸ھ) الاصنام اموات لا یحصل عقیب موتها الحیاۃ۔ والثانی۔ ان هذا الکلام مع الکفار الذین یعبدون الاوثان، وهم فی نهایة الجهالة والضلالة، ومن تکلم مع الجاهل الغر الغبی فقد یحسن أن یعبر عن المعنی الواحد بالعبارات الکثیرۃ، وغرضه منه الاعلام بکون ذلک المخاطب فی غایة العبارۃ و أنما یعید تلک الکلمات لکون ذلک السامع فی نهایة الجهالة، وأنه لا یفهم المعنی المقصود بالعبارۃ الواحدۃ۔ (الصفة الثالثة) قوله (وما یشعرون ایان یبعثون) والضمیر فی قوله (وما یشعرون) عائد الی الاصنام، وفی الضمیر فی قوله (یبعثون) قولان۔

(بقیہ حاشیہ اگلے صفحہ پر)

واقعہ ا: محمد بن عبیداللہ بن عمرو العتبی کہتے ہیں کہ میں مدینہ طیبہ حاضر ہوا تو قبر اطہر پر زیارت کے لئے حاضر ہوا اور حاضری کے بعد وہیں ایک جانب کو بیٹھ گیا اتنے میں ایک شخص اونٹ پر سوار بدوانہ صورت حاضر ہوئے اور آ کر عرض کیا کہ یا خیر الرسل (اے رسولوں کی بہترین ذات) اللہ جل شانہ نے آپ پر قرآن شریف میں نازل فرمایا: ''ولو انهم اذ ظلموا انفسهم جآؤک فاستغفروا الله واستغفر لهم الرسول لوجدوا الله توابأ رحيماً (النساء: ۹۰)'' اور اگر یہ لوگ جب انہوں نے اپنے نفس پر ظلم کر لیا تھا آپ کے پاس آ جاتے اور آ کر اللہ جل شانہ سے اپنے گناہوں کی معافی مانگتے اور رسول اللہ ﷺ بھی ان کے لئے معافی مانگتے تو ضرور اللہ تعالیٰ کو توبہ قبول کرنے والا پاتے۔

(گزشتہ صفحہ کا حاشیہ) احدهما۔ انه عائد الى العابدين للاصنام يعنى أن الاصنام لا يشعرون متى تبعث عبدتهم، وفيه تهكم بالمشركين وأن آلهتهم لا يعلمون وقت بعثهم فكيف يكون لهم وقت جزاء منهم على عبادتهم۔ والثانى۔ أنه عائد الى الاصنام يعنى أن هذه الاصنام لا تعرف متى يبعثها الله تعالى قال ابن عباس۔ ان الله يبعث الاصنام ولها أرواح ومعها شياطينها فيؤمر بها الى النار۔ (التفسير الكبير للامام الفخر الرازى) اعلم انه تعالى وصف الاصنام بصفات۔ اولها۔ انها لا تخلق شيئاً۔ وثانيها۔ انها مخلوقة۔ وثالثها۔ انهم اموات غير احياء، اى۔ انها لو كانت الهة حقيقة، لكانت احياء غير اموات، اى۔ لايجوز عليها الموت، كالحى، الذى لا يموت۔ سبحانه۔ وهذه الاصنام بالعكس۔ فان قيل۔ لما قال ''اموات'' علم انها ''غير احياء'' فما فائدة قوله تعالى۔ ''غير احياء'' والجواب۔ ان الاله هو الحى الذى لا يحصل عقيب حياته موت، وهذه الاصنام اموات لا يحصل عقيب موتها حياة، وايضا۔ فهذا الكلام مع عبدة الاوثان، وهم فى نهاية الجهالة، ومن تكلم مع الجاهل الغر الغبى، فقد يعبر عن المعنى الواحد، بعبارات كثيرة، وغرضه الاعلام بان ذلك المخاطب فى غاية الغباوة، وانما يعيد تلك الكلمات، لان ذلك السامع فى نهاية الجهالة، وانه لا يفهم المعنى المقصود بالعبارة الواحدة۔ ورابعها۔ قوله۔ ''وما يشعرون ايان يبعثون'' والضمير فى قوله۔ ''يشعرون'' عائد على الاصنام، وفى الضمير فى قوله۔ ''يبعثون'' قولان۔ احدهما۔ انه عائد الى العابد للاصنام، اى۔ ما يدرى الكفار عبدة الاصنام متى يبعثون۔ الثانى۔ انه يعود الى الاصنام، اى۔ الاصنام لايشعرون متى يبعثها الله تعالى۔ قال ابن عباس رضی اللہ عنہ۔ ان الله تعالى يبعث الاصنام لها ارواح، ومعها شياطينها، فتتبرأ من عابديها، فيؤمر بالكل الى النار۔ (اللباب فى علوم الكتاب تاليف الامام المفسر ابى حفص عمر بن على ابن عادل الدمشقى الحنبلى المتوفى بعد ۸۸۰ هجريه) ''والذين يدعون من دون الله لا يخلقون شيئا وهم يخلقون'' اى والذين يعبدونهم من دون الله كالاوثان والاصنام لا يقدرون على خلق شيئ اصلا والحال انهم مخلوقون صنعهم البشر بايديهم، فكيف يكونون آلهة تعبد من دون الله؟ ''اموات غير احياء'' اى وتلك الاصنام اموات لا أرواح فيها، لا تسمع ولا تبصر لانها جمادات لا حياة فيها، فكيف تعبدونها وانتم افضل منها لما فيكم من الحياة؟ ''وما يشعرون ايان يبعثون'' اى ما تشعر هذه الاصنام متى يبعث عابدوها۔ (صفوة التفاسير للعلامة محمد على الصابونى) وقوله۔ (غير احياء) تاكيد للاول۔ وقوله۔ (وما يشعرون ايان يبعثون) اى۔ متى يبعثون؟ فان قيل۔ هل للاصنام بعث؟ والجواب۔ أنه قد ذكر فى بعض التفاسير۔ أن الاصنام تبعث، وتجعل فيها الحياة، وتتبرا من عابديها، وقد دل على هذا القرآن فى مواضع، وقيل فى معنى الآية۔ وما تشعر الاصنام متى يبعث الكفار؟ وفى الآية قول ثالث۔ وهو أن معناها۔ وما يشعر الكفار متى يبعثون؟ (تفسير القرآن للامام العلامة شيخ الاسلام حجة اهل السنة والجماعة ابى المظفر السمعانى منصور بن محمد بن عبد الجبار التميمى المروزى الشافعى السلفى) (وما يشعرون) اى الاصنام ايان يبعث الكفار۔ (المحرر الوجيز فى تفسير الكتاب العزيز لابى محمد عبد الحق بن عطيه الاندلسى) (بقیہ حاشیہ اگلے صفحہ پر)

اے اللہ کے رسول میں آپ کے پاس حاضر ہوا ہوں اور اللہ جل شانہ سے اپنے گناہوں کی مغفرت چاہتا ہوں اور میں اس میں آپ کی شفاعت کا طالب ہوں اس کے بعد وہ بدو رونے لگے اور یہ شعر پڑھے ؎

یا خیر من دفنت بالقاع اعظمه — فطاب من طیبهن من القاع والاکم

(ترجمہ) اے بہترین ذات ان سب لوگوں میں جن کی ہڈیاں ہموار زمین میں دفن کی گئیں کہ ان کی وجہ سے زمین اور ٹیلوں میں بھی عمدگی پھیل گئی۔

نفسی الفداء لقبر انت ساکنه — فیه العفاف و فیه الجود والکرم

(ترجمہ) میری جان قربان اس قبر پر جس میں آپ مقیم ہیں کہ اس میں عفت ہے، اس میں جود ہے، اس میں کرم ہے۔

(گزشتہ صفحہ کا حاشیہ) "وما یشعرون" ای تلک الاصنام المعبودة "ایان یبعثون" ای متی یکون بعثها۔ وقد روی، انها تبعث، ویجعل فیها حیاة، فتبرأ من عابدیها۔ ثم یؤمر بها وبهم جمیعا الی النار۔ وجوز عود الضمیر الی عابدیها۔ ای۔ وما تشعر الاصنام متی یبعث عبدتهم۔ تهکما بحالها۔ لان شعور الجماد محال۔ فکیف بشعور مالا یعلمه الا الله؟ وفیه اشعار بأن معرفته وقت البعث من لوازم الالوهیة، وقوله تعالی۔ (تفسیر القاسمی المسمی محاسن التاویل تالیف علامة الشام محمد جمال الدین القاسمی)(اموات) یعنی ان هذه الاصنام اجسادها جمادات میتة لا حیاة بها اصلا، فزیادة قوله (غیر احیاء) لبیان انها لیست کبعض الاجساد التی تموت بعد ثبوت الحیاة لها بل لا حیاة لهذه اصلا فکیف یعبدونها وهم افضل منها لانهم أحیاء (وما یشعرون) ای الآلهة (ایان یبعثون) ای الکفار الذین یعبدون الاصنام، والمعنی ما تشعر هذه الجمادات من الاصنام ایان یبعث عبدتهم من الکفار، ویکون هذا علی طریقة التهکم لهم لان شعور الجماد مستحیل بما هو من الامور الظاهرة فضلا عن الامور التی لا یعلمها الا الله سبحانه۔ (فتح البیان فی مقاصد القرآن تالیف صدیق بن حسن بن علی الحسین القنوجی البخاری) جملة الاوصاف التی ذکرها للأصنام ثلاثة تنافی الالوهیة اه شیخنا فان قیل هذا مکرر مع ما تقدم فی قوله أفمن یخلق کمن لا یخلق قلت ان المذکور فی الآیة المتقدمة أنهم لا یخلقون شیئا فقط والمذکور فی هذه الآیة أنهم لا یخلقون شیئا وهم یخلقون لغیرهم وهو الله فکان هذا زیادة فی المعنی فلا تکرار اه خازن (قوله خبر ثان) ای عن قوله هم أی والاول یخلقون وقوله وما یشعرون أی یعلمون خبر ثالث وکان علی الشارح التنبیه علیه اه شیخنا (قوله ایان یبعثون) ای الخلق ویجوز أن یکون الضمیر عائدا الی الاصنام ای أن الاصنام لا یشعرون متی یبعثها الله تعالی وبه بدأ القاضی تبعا للکشاف قال ابن عباس ان الله تعالی یبعث الاصنام لها ارواح و معها شیاطینها فتبرأ من عابدیها فیؤمر بالکل الی النار۔ (الفتوحات الالهیة سلیمان بن عمر العجلی الشافعی الشهیر بالجمل المتوفی سنة ۱۲۰۴)(والذین تدعون من دون الله لا یخلقون ----) ای ان الاوثان والاصنام لا یخلقون شیئا، بل هی مخلوقة، کما قال تعالی (أتعبدون ما تنحتون؟ والله خلقکم وما تعملون) (الصافات ۹۶-۹۵/۳۷) (اموات غیر احیاء) ای هم جمادات لا ارواح فیها ولا حیاة لها اصلا، فلا تسمع ولا تبصر ولا تعقل، فلا تفیدکم شیئا۔ فقوله تعالی۔ (غیر احیاء) لبیان انه لا یعقب موتها حیاة، وذلک أعرق فی موتها، فهی لیست کبعض المواد التی یمکن طروء الحیاة علیها، کالنطف التی ینشئها الله حیوانا، وأجساد الحیوان التی تبعث بعد موتها۔ اما الاله فهو الحی الذی لا یطرأ علیه موت اصلاً، فبان الفرق بینهما وهو ان الاله دائم الحیاة، والاصنام دائمة الموت۔ (وما یشعرون ایان یبعثون) ای وتلک الاصنام لا یدرون متی یبعث۔ (ص۱۰۷) (التفسیر المنیر فی العقیدة والشریعة والمنهج) "افمن یخلق" یعنی ماذکر فی هذه السورة "کمن لا یخلق" (بقیہ حاشیہ اگلے صفحہ پر)

اس کے بعد انہوں نے استغفار کیا اور چلے گئے، عتبی کہتے ہیں کہ میری ذرا آنکھ لگ گئی تو میں نے نبی کریم کی خواب میں زیارت کی، حضور نے فرمایا جاؤ اس بدو سے کہہ دو کہ میری سفارش سے اللہ جل شانہ نے اس کی مغفرت فرمادی۔ (ذکرہ ابن عساکر فی تاریخہ وابن الجوزی فی مثیر العزم وغیرہما بأسانید کذا فی شفاء السقام والمواہب وذکرہ الموفق مختصرا)

(گزشتہ صفحہ کا حاشیہ) یعنی الاوثان وھی لا تخلق شیئا "افلا تذکرون" یعنی المشرکین یقول۔ افلا تتعظون کما اتعظ المؤمنون؟ قولہ "وان تعدوا نعمۃ اللہ لا تحصوھا" تقدم تفسیرہ "ان اللہ لغفور لما کان منکم من تقصیر شکر نعمۃ" رحیم" بکم حیث لم یقطعھا عنکم بتقصیرکم، وما بعد ھذا ظاھر التفسیر الی قولہ۔ "اموات غیر احیاء یعنی الاصنام التی کانوا یعبدونھا، وھی موات لا روح لھا، "وما یشعرون ایان یبعثون" الاصنام متی تبعث قال ابن عباس۔ و ذلک ان اللہ یبعث الاصنام لھا ارواح ومعھا شیاطینھا فیتبراون من عابدیھم۔ (الوسیط فی تفسیر القرآن المجید تالیف ابی الحسن علی بن احمد الواحدی النیسابوری (المتوفی ۴۶۸ھ) واما الاصنام من الحجارۃ والخشب فاموات لا یعقب موتھا حیات و ذلک اعرق فی موتھا۔ (تفسیر البحر المحیط ص ۴۸۲) اموات غیر احیاء و ما یشعرون ایان یبعثون" یخبر تعالی انہ یعلم الضمائر والسرائر کما یعلم الظواھر، و سیجزی کل عامل بعملہ یوم القیامۃ ان خیرا فخیر وان شرا فشر، ثم اخبر ان الاصنام الذی یدعونھا من دون اللہ لا یخلقون شیئا وھم یخلقون کما قال الخلیل "أتعبدون ما تنحتون؟ واللہ خلقکم وما تعملون" وقولہ اموات غیر احیاء ای ھی جمادات لا ارواح فیھا فلا تسمع ولا تبصر ولا تعقل "وما یشعرون ایان یبعثون" ای یدرون متی تکون الساعۃ، فکیف یرتجی عند ھذہ نفع او ثواب او جزاء؟ انما یرجی ذلک من الذی یعلم کل شیئ وھو خالق کل شیئ۔ (تفسیر ابن کثیر ص ۴۷۷ ج ۲) "اموات غیر احیاء قال فی روایۃ الکلبی یعنی ان الاصنام اموات لیس فیھا روح" وما یشعرون" یعنی الاصنام "ایان یبعثون" ای متی یحیون فیحاسبون۔ (تفسیر سمرقندی ص ۲۳۲ ج ۲) وترتیب الدلیل ھکذا العالیۃ الذین یعبدھم المشرکون من دون اللہ لا یخلقون شیئا ولا شیئ مما لا یخلق بشریک مماثل لخالق۔ فلا شیئ من الاصنام بشریک للخالق فلا تکرار قولہ (ھم اموات لا تعتریھم الحیاۃ) اشارۃ الی ان قولہ "اموات خبر مبتداء محذوف والی دفع ما یقال من ان قولہ "اموات" دفع اولا بان قولہ "غیر احیاء صفۃ مخصصۃ لقولہ "اموات" فان من الاموت ما تعتریہ الحیاۃ بعد زمان کالنطفۃ والبیضۃ ونحوھما وما لا تعتریہ الحیاۃ ابدا والاصنام من قبیل الثانی وکیف تکونوا شرکاء للالہ الحق الحی الذی لا یجوز ان یعتریہ الموت ابدا؟ والحال ان المیت الذی لا تعتریہ الحیاۃ ابدا فی غایۃ البعد عن الحی الذی لا یعتریہ الموت ابدا و یمتنع ذلک فی حقہ قطعا و دفعہ ثانیا بان المراد بقولہ "اموات ما یتناول الاموات حالاً کالاصنام و عیسی و عزیز والاموات مآلاً کالملئکۃ الذین تعبدھم طائفۃ من المشرکین والاموات بھذا المعنی یلزم ان لا تکون احیاء بالذات الی انھا وصفت بانھا غیر احیاء بالذات لتأخیر کما فی قولہ "نفخۃ واحدۃ" (الحاقۃ ۱۳) فانہ لما کان المقصود نفی الالھیۃ عن شرکاء المشرکین اقتضی المقام الاھتمام بنفی لوازم الالوھیۃ عنھا، و توصیفھا بما ینافی الالوھیۃ و ذالک اکد کونھا اموات حالا او مآلاً بکونھا غیر احیاء بالذات فانہ تعالی فی وصفھم بثلاث صفات کل واحد منھا تنافی الالوھیۃ وھی انھم غیر خالقین بل ھم مخلوقون وانھم اموات غیر احیاء وانھم لا یعلمون وقت البعث والمقصود منھا نفی الالوھیۃ عنھم والبات وجوب الکون الالہ خالقا غیر مخلوق حیا لا یموت عالما بالغیب کعلمہ بالشھادۃ فالذی یقول موصوفا باضداد ھذہ الاوصاف ما یکون الہ قطعا قولہ (ولا یعلمون وقت بعثھم او بعث عبدتھم) اشارۃ الی ان ضمیر "یشعرون" للمعبودات البتۃ، وان الضمیر "یبعثون" یحتمل ان یکون للمعبودات ایضا ویقول المعنی ان الاصنام لا یشعرون متی یبعثھا اللہ تعالی قال ابن عباس رضی اللہ عنہ ان اللہ یبعث الاصنام ولھا ارواح ومعھا شیاطینھا فتتبرأ من عابدیھا فیعبدھا الکل الی النار (بقیہ حاشیہ اگلے صفحہ پر)

اکثر حضرات نے یہی دو شعر نقل کئے ہیں مگر امام نووی رحمہ اللہ نے اپنی مناسک میں اس کے بعد دو شعر اور نقل کئے ہیں:

انت الشفیع الذی ترجی شفاعته علی الصراط اذا ما زلت القدم

(ترجمہ) آپ ایسے سفارشی ہیں جن کی سفارش کے ہم امیدوار ہیں جس وقت کہ پل صراط پر لوگوں کے قدم پھسل رہے ہوں گے۔

و صاحباک لا انساهما ابدا منی السلام علیکم ما جری القلم

(ترجمہ) اور آپ کے دو ساتھیوں کو تو میں کبھی بھی نہیں بھول سکتا میری طرف سے تم سب پر سلام ہوتا رہے جب تک کہ دنیا کے لئے قلم چلتا رہے، یعنی قیامت تک۔

واقعہ ۲: سید احمد رفاعی رحمہ اللہ مشہور بزرگ اکابر صوفیہ میں ہیں، ان کا قصہ مشہور ہے کہ جب ۵۵۵ھ میں حج سے فارغ ہو کر زیارت کے لئے حاضر ہوئے اور قبر اطہر کے مقابل کھڑے ہوئے تو یہ دو شعر پڑھے:

فی حالة البعد روحی کنت ارسلها تقبل الارض عنی وهی نائبتی

وهذه دولة الاشباح قد حضرت فامد یمینک کی تحظی بها شفتی

(گزشتہ صفحہ کا حاشیہ) ویحتمل ان یکون للعبدین ویکون المعنی ان الاصنام وسائر المعبودات من دون الله لا یشعرون وقت بعث عبدتهم ((حاشیہ محی الدین شیخ زادہ علی تفسیر البیضاوی مصنف محمد بن مصلح الدین مصطفی القوجوی الحنفی المعروف شیخ زادہ المتوفی ۹۵۱ھ)(ص ۲۶۰ ج ۵)"اموات غیر احیاء" یعنی الاصنام، قال الفراء و معنی الاموات هاهنا، انها لا روح فیها۔ (زاد المسیر فی علم التفسیر ص ۴۳۷ ج ۴)

یہاں بھی یہ نہ انبیاء کی حیات کا انکار کر رہے ہیں بلکہ قبر میں اعادہ روح کا ذکر کر رہے ہیں اور یہ لکھ رہے ہیں کہ سیدہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا حضور کے سنانے کی نفی کرتی تھیں اس سے مطلقاً عدم سماع کیسے ثابت ہو گیا۔

(المحرر الوجیز فی تفسیر الکتاب العزیز لابی محمد عبد الحق بن عطیہ الاندلسی)

"وما انت بمسمع من فی القبور" ای۔ کما لا یقدر أن یسمع من فی القبور کتاب الله، فیهدیهم به الی سبیل الرشاد، فکذالک لا یقدر أن ینتفع بمواعظ الله و بیان حججه، من کان میت القلب عن معرفة الله و فهم کتابه و واضح حججه۔ وهذا ترشیح لتمثیل المصرین علی الکفر بالاموات، و اشباع فی القناطه علیه السلام من ایمانهم۔ (تفسیر القاسمی المسمی محاسن التاویل تالیف علامة الشام محمد جمال الدین القاسمی)(قوله شبهم بالموتی) ای فی عدم التأثر بدعوته وقوله فیجیبون الضمیر راجع لمن باعتبار معناها لانه فسرها بالکفار۔ (الفتوحات الالهیة سلیمان بن عمر العجلی الشافعی الشهیر بالجمل المتوفی سنة ۱۲۰۴)"وما انت بمسمع من فی القبور" یعنی۔ الکفار شبههم بالموتی حین صموا فلم یجیبوا۔ (الوسیط فی تفسیر القرآن المجید تالیف ابی الحسن علی بن احمد الواحدی النیسابوری (المتوفی ۴۶۸ھ)) قال وما انت بمسمع من فی القبور ای هؤلاء من عدم اصغائهم الی سماع الحق بمنزلة من هم قد ماتوا فاقاموا فی قبورهم فکما من مات لا یمکن ان یقبل منک قول الحق فکذالک هؤلاء لانهم اموات القلوب۔ (تفسیر البحر المحیط ص ۳۰۹ ج ۷)"وما انت بمسمع من فی القبور" ای کما لا ینتفع الاموات بعد موتهم و صیرورتهم الی قبورهم وهم کفار بالهدایة والدعوة الیها کذالک هؤلاء المشرکون الذی کتب علیهم الشقاوة لا حیلة لک فیهم ولا تستطیع هدایتهم۔ (تفسیر ابن کثیر ص ۱۲۹ ج ۳)"وما انت بمسمع من فی القبور یعنی لا تقدر أن تفقه الاموات وهم الکفار۔ (تفسیر سمرقندی ص ۸۴ ج ۳)

(ترجمہ) دوری کی حالت میں میں اپنے روح کو خدمت اقدس میں بھیجا کرتا تھا وہ میری نائب بن کر آستانہ مبارک چومتی تھی، اب جسموں کی حاضری کی باری آئی ہے اپنا دست مبارک عطاء کیجئے تا کہ میرے ہونٹ اس کو چومیں۔

اس پر قبر شریف سے دست مبارک باہر نکلا اور انہوں نے اس کو چوما۔ (الحاوی للسیوطی) کہا جاتا ہے کہ اس وقت تقریباً نوے ہزار کا مجمع مسجد نبوی میں تھا جنھوں نے اس واقعہ کو دیکھا اور حضور ﷺ کے دست مبارک کی زیارت کی جن میں حضرت محبوب سبحانی قطب ربانی شیخ عبدالقادر جیلانی نور اللہ مرقدہ کا نام نامی بھی ذکر کیا جاتا ہے۔ (البنیان المشید)

حیات انبیاء علیہم السلام پر چند مزید حوالہ جات ملاحظہ فرمائیں۔

شیخ عبدالحق محدث دہلوی رحمۃ اللہ علیہ لکھتے ہیں کہ: ''گفت آنحضرت در جواب ودفع وہم وہم ایشاں من زندہ ام ومردہ نیم ہمانکہ بحکم جریان سنت الٰہی یک ساعت الم موت را چشیدم دیگر روح مارمن باز بخشید در بدن من درراو وایں مخصوص بمن نیست بلکہ ایں نسبت تمامہ انبیاء را ثابت است'' (شرح سفر سعادت ص ۱۷۱)

آنحضرت ﷺ نے ان کا وہم دفع کرنے کے لئے جواب ارشاد فرمایا کہ میں زندہ ہوں گا نہ کہ مردہ، سنت الٰہی کو جاری کرنے کے لئے ایک ساعت کے لئے موت کا ذائقہ چکھوں گا پھر میری روح کو میرے بدن میں واپس لوٹا دیا جائے گا اور یہ چیز صرف میرے ساتھ مخصوص نہیں ہے بلکہ تمام انبیاء علیہم السلام کے لئے ثابت ہے۔

نیز لکھتے ہیں: ''عدم اکل ارض اجساد را کفایت است از حیات والاسلامت بدن در زمین بے اعادہ روح چہ فائدہ دارد وایں مبنی است بر مسئلہ حیات انبیاء کہ بحیات حسی دنیاوی موصوف اند بالاتر از حیات شہداء کہ ایں حیات معنوی اخروی است ودرایں مسئلہ ہیچکس را از علمائے امت خلاف نیست'' (شرح سفر سعادت ص ۱۷۲)

زمین کا اجسام کو نہ کھانا حیات سے کنایہ ہے اس لئے کہ بغیر اعادہ روح کے بدن کا سلامت رہنے میں کوئی فائدہ نہیں ہے اور یہ اس پر مبنی ہے کہ حیات انبیاء کا مسئلہ حیات حسی دنیوی کے ساتھ موصوف ہونے کے ساتھ ہے اور یہ حیات شہداء کی حیات سے بالاتر ہے اس لئے وہ حیات معنوی اخروی ہے اور اس مسئلہ میں امت کے علماء میں سے کسی ایک کا بھی اختلاف نہیں ہے۔

سید حسین احمد مدنی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ: ''وہ عقائد واقوال جو طائفہ وہابیہ کے مشہور اور مابہ الامتیاز (بین اھل السنۃ وبینھم) ہیں۔ ان کے خلاف ان حضرات کی تصانیف بھری ہوئی ہیں۔ وہ وفات ظاہری کے بعد انبیاء علیہم السلام کی حیات جسمانی اور بقاء علاقہ بین الروح والجسم کے منکر ہیں اور یہ حضرات صرف اس کے قائل ہی نہیں بلکہ مثبت بھی ہیں اور بڑے زور وشور سے اس پر دلائل قائم کرتے ہوئے متعدد رسائل اس بارہ میں تصنیف فرما کر شائع کر چکے ہیں رسالہ آب حیات نہایت مبسوط رسالہ خاص اسی مسئلہ کے لئے لکھا گیا ہے۔ نیز ہدیۃ الشیعہ، اجوبہ اربعین حصہ دوم اور دیگر رسائل مطبوعہ مصنفہ حضرت نانوتوی قدس اللہ سرہ العزیز اس مضمون سے بھرے ہوئے ہیں۔'' (نقش حیات ص ۱۲۲)

خواجہ محمد معصوم سرہندی رحمہ اللہ دفتر اوّل مکتوب نمبر ۷۰ میں تحریر کرتے ہیں۔ حدیث شریف میں آیا ہے کہ: ''القبر روضة من ریاض الجنة'' (قبر جنت کے باغوں میں سے ایک باغ ہے) قبر کے باغ ہونے سے مراد (بظاہر) یہ ہے کہ جو پردہ اور مسافت بقعہ قبر اور جنت کے درمیان واقع ہے دور ہو جاتی ہے اور ان دونوں مقاموں کے درمیان کوئی پردہ اور کوئی رکاوٹ باقی نہیں رہتی گویا زمین بقعہ قبر کو جنت کے ساتھ فنا و بقا حاصل ہو جاتی ہے۔ پس سمجھ لیجئے اور یہی معنی رسول کے اس ارشاد کے بھی ہیں: مابین قبری و منبری روضة من ریاض الجنة۔ (میری قبر اور میرے منبر کا درمیانی حصہ جنت کے باغوں میں سے ایک باغ ہے) جاننا چاہئے کہ اس طرح کا باغ اخص الخواص حضرات کے لئے مخصوص ہے۔ ہر مومن کو میسر نہیں ہے، زیادہ سے زیادہ یہ ہے کہ جب مومنوں کی قبریں ایک طرح کی صفائی اور نورانیت پیدا کر لیتی ہیں تو ان میں اس بات کی صلاحیت پیدا ہو جاتی ہے کہ جنت کا عکس ان قبروں پر منعکس ہو جائے اور صفائی حاصل کئے ہوئے آئینہ کی طرح ہو جائیں۔ (فیضان معصومیہ ص ۱۰۸)

خواجہ محمد معصوم رحمہ اللہ مشاہدہ بیان کرتے ہیں کہ: ''حضرت ایشاں (عروۃ الوثقی) دامت برکاتہم مدینہ منورہ کے راستہ میں نہایت تجسس کے ساتھ متبرک مقامات کا موقع و محل دریافت کرتے تھے۔ (یعنی) خواہ وہ (دیگر) آثار ہوں یا مساجد نبوی علیٰ صاحبہ الصلوٰۃ والسلام ہوں۔ جہاں تک ہو سکتا اپنے آپ کو اس جگہ پر پہنچاتے تھے اور اسی طرح صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے مزارات تک پہنچتے ہیں نہایت کوشش کرتے تھے۔ الا أن یشاء ربی شیئا (مگر یہ کہ جو میرا رب چاہے) اور جب وادی بدر سے صفراء تک پہنچے تو راستہ سے ہٹ کر حضرت عبیدہ بن حارث رضی اللہ عنہ کی زیارت کے لئے متوجہ ہوئے جو کہ شہدائے بدر میں سے ہیں اور بدر میں زخمی ہو کر صفراء میں آرام فرما ہیں۔ کچھ دیر ان کی قبر پر دوستوں کے ہمراہ مراقبہ میں مشغول ہوئے۔ اس کے بعد قافلہ میں پہنچ کر فرمایا کہ ہم ان رضی اللہ عنہ کی قبر پر متوجہ ہوئے۔ ہم نے (ان کو) نہیں پایا، کچھ دیر کے بعد نہایت عالی شان مرتبہ کے ساتھ ظاہر ہوئے اور ہماری جانب آ کر بڑی کشادہ روئی کے ساتھ ملاقات کی اور کچھ دیر بیٹھ کر جلدی سے واپس ہو گئے۔ گویا کسی کام میں مشغول تھے۔ مہمان کے اکرام کے لئے آ گئے۔ پھر اسی کام میں متوجہ ہو گئے جب مدینہ منورہ کے نزدیک پہنچے تو اس رات میں شوق کی کثرت اور تجلیات کے ظہور کی شدت کے باعث غالباً بیدار رہے۔ صبح کے وقت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے شہر (مدینہ منورہ) میں آ کر روضہ منورہ و مسجد شریف کے آداب بجالائے۔ روضہ مطہرہ شریفہ سے نہایت الطاف و عنایات اور دریافت احوال و عطیات کا انعام ظاہر ہوا اور تین چار روز کے بعد اہل مدینہ منورہ میں سے بعض لوگوں نے چاہا کہ حضرت (عروۃ الوثقی قدس سرہ) کے طریقہ میں داخل ہو جائیں۔ اس جلیل القدر امر کے بارے میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی جناب سے نہایت ادب کے ساتھ اجازت چاہی اور مواجہ شریف میں کھڑے ہو کر مراقبہ کیا۔ اس امر جلیل القدر میں مشغول ہونے کے بارے میں کامل رضامندی اور اس کا نہایت اہتمام ظاہر ہوا۔ جیسا کہ کعبہ حسنی میں ظہور پذیر ہوا تھا اور مقدس و مطہر (رسول اللہ) علیہ وعلیٰ آلہ الف الف صلوات وسلام کی بارگاہ سے نہایت بلند درجہ کا خلعت ارشاد عنایت ہوا اور حضرات شیخین رضی اللہ عنہما کی عنایات کے انوار اور سرور انبیاء علیہم الصلوات والبرکات کے کمالات سے ان کے منور ہونے کا قرب ظاہر ہوا اور اکثر اوقات مشاہد و آثار خصوصاً مسجد نبوی علی صاحبہا الصلوات والتحیہ خاص کر مواجہ شریف میں (اور) اسطوانہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کے نزدیک کہ ان

مقامات میں پوشیدہ اسرار کامل ظہور کے ساتھ موجزن رہتے ہیں۔ انوار کے متواتر ظہور کا بیان فرماتے تھے اور حضرت امام اجل مجدد الفِ ثانی قدس سرہ کے کمالات اور آنجناب کا مرتبہ مذکورہ مقامات میں معلوم ہوا۔ اس کے بعد بقیع شریف کے مزارات کی طرف تشریف لے گئے۔ امیر المؤمنین حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کی عنایات والطاف اور اہل بیت وامہات المومنین (رضی اللہ عنہن) کی مہربانیاں بھی ظاہر ہوئیں۔ خاص طور پر صدیقہ حبیبہ (عائشہ رضی اللہ عنہا) کے کمالات حد وشمار سے زیادہ ظاہر ہوتے تھے۔ فرماتے تھے کہ اگرچہ حضرت صدیقہ رضی اللہ عنہا کا مدفن بقیع میں ہے لیکن اس لحاظ سے کہ حجرہ شریفہ ان کا گھر ہے۔ اکثر ان ام المؤمنین کو حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے حجرہ شریفہ میں پاتا ہوں اور مسجد شریف کو ان رضی اللہ عنہا کے انوار سے پر دیکھتا ہوں۔ فرماتے تھے کہ میں نے حضرت عائشہ صدیقہ (رضی اللہ عنہا) کے الطاف اپنے بارے میں اس قدر مشاہدہ کئے ہیں اور ان کی طرف سے اپنے حال کے متعلق، اس قدر اہتمام پایا ہے کہ کیا بیان کروں اور منجملہ امداد واعانت کے جو کہ حضرت صدیقہ رضی اللہ عنہا سے حضرت عروۃ الوثقی سلمہ اللہ سبحانہ کی نسبت ظاہر ہوئیں۔ یہ ہے کہ حضرت عروۃ الوثقی قدس سرہ نے ایک چیز کے بارے میں حضرات شیخین کے توسل سے حضرت خیر الخلائق علیہ الصلوٰۃ والسلام والتحیہ کی جناب میں سفارش چاہی۔ چونکہ سفارش سے فوری طور پر کچھ ظاہر نہ ہوا اور اس میں کوئی راز ہوگا، حضرت عروۃ الوثقی نے حضرت صدیقہ حبیبہ (عائشہ رضی اللہ عنہا) کا توسل اختیار کیا، انہوں نے التماس کے ساتھ ہی اپنے آپ کو جناب مطہر رسول اللہ وعلی آلہ الف الف صلوات وسلام کی بارگاہ میں نہایت عجلت کے ساتھ پہنچایا اور اپنے آپ کو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی آغوش میں ڈال دیا اور ان کے درمیان محبت وانسیت کی باتوں کے بعد حضرت (عروۃ الوثقی قدس سرہ) کی التماس کو بارگاہ مقدس نبوی علیہ وعلی آلہ الف الف صلوۃ والبرکات سے فوراً منظور کرالیا اور جو کچھ وہ چاہتے تھے، اس معلیٰ سے حاصل کرادیا۔ (اللہ تعالیٰ ان سے راضی ہو) اور نیز حضرت فاطمہ الزہراء رضی اللہ عنہا کے کمالات ان رضی اللہ عنہا کی شب، ولادت کو ظاہر ہوئے اور اہل بیت رضی اللہ عنہم کا عظیم اجتماع اور عالی شان مسرت حجرہ شریفہ میں مشاہدہ ہوا۔" (فیضان معصوم ص ۶۱ تا ۶۳)

حضرت شاہ ولی اللہ رحمۃ اللہ علیہ مشاہدہ بیان کرتے ہیں کہ: "مدینہ منورہ میں پہنچنے کے تیسرے دن بعد پھر میں روضہ اقدس پر حاضر ہوا۔ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے دونوں ساتھیوں حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ اور حضرت عمر رضی اللہ عنہ کو سلام کیا اور میں نے عرض کیا کہ یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم! اللہ تعالیٰ نے آپ پر جو فیضان فرمایا تھا، اس سے مجھے بھی مستفید فرمایئے۔ میں خیر وبرکت کی امید لے کر آپ کے حضور میں آیا ہوں اور آپ کی ذات رحمت اللعالمین ہے۔ میں نے اتنا عرض کیا تھا آپ حالت انبساط میں میری طرف اس طرح ملتفت ہوئے کہ میں یوں سمجھا کہ گویا آپ نے اپنی چادر میں مجھے لے لیا ہے۔ اس کے بعد آپ نے مجھے اپنے ساتھ لگا کر خوب بھینچا اور آپ میرے سامنے رونما ہوئے اور مجھے اسرار ورموز سے آگاہ فرمایا۔" (فیوض الحرمین ص ۱۱۹ تا ۱۲۱)

شیخ اکبر محی الدین ابن العربی رحمۃ اللہ علیہ لکھتے ہیں کہ: "اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے شب معراج حضرت موسیٰ علیہ السلام کی قبر سے گزرتے ہوئے دیکھا کہ وہ قبر میں نماز پڑھ رہے ہیں پھر آپ نے آسمان کی طرف عروج فرمایا اور حضرت موسیٰ علیہ السلام کا ذکر اور ان کا ماجرا انبیاء کرام علیہم السلام کے ساتھ چھٹے آسمان میں بیان کیا۔ یعنی وہ چھٹے آسمان پر موجود تھے۔ حالانکہ انہیں قبر میں نماز پڑھتے دیکھا تھا۔" (فتوحات مکیہ ج ۲ ص ۹۴)

وَلَا تَقُوْلُوْا لِمَنْ يُّقْتَلُ فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ اَمْوَاتٌ
بَلْ أَحْيَاءٌ وَّلٰكِنْ لَّا تَشْعُرُوْنَ (القرآن)

اَلْاَنْبِيَاءُ أَحْيَاءٌ فِيْ قُبُوْرِهِمْ يُصَلُّوْنَ (الحدیث)

خطبات صفر

(ماخوذ از جلد سوم)

افادات: مناظر اسلام، ترجمان اہلسنت، وکیل احناف

حضرت مولانا محمد امین صفدر اوکاڑوی رحمہ اللہ

ترتیب، تسہیل وتصحیح:

حضرت مولانا نعیم احمد مدظلہم (مدرس جامعہ خیر المدارس ملتان)

بسم اللہ الرحمن الرحیم

خطبات صفدر

جلد سوم

افادات

مناظر اسلام، ترجمان اہل سنت، وکیل احناف

حضرت مولانا محمد امین صفدر اوکاڑوی رحمہ اللہ

ترتیب، تسہیل و تصحیح

مولانا نعیم احمد

مدرس جامعہ خیر المدارس ملتان

ناشر

مکتبہ امدادیہ ملتان، پاکستان

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

تفصیلی فہرست

بسم اللہ الرحمن الرحیم

(حرفِ چند)

مولانا محمد امین صفدر اوکاڑوی رحمہ اللہ

پیدائش: ۴/اپریل ۱۹۳۴ء ...... وفات: ۳۱/اکتوبر ۲۰۰۰ء

آپ مولانا عبدالقدیر شیخ الحدیث جہلم کے شاگرد تھے۔ خوب حاضر جواب تھے۔ تعلیم کے بعد سکول میں ملازمت کی۔ ریٹائرمنٹ کے بعد جامعۃ العلوم الاسلامیہ بنوری ٹاؤن کراچی، جامعہ خیر المدارس ملتان میں دعوت وارشاد کے مسئول رہے۔

صحیح معنی میں مناظر اسلام تھے۔ قادیانیت، عیسائیت اور دیگر مذاہب وفرق کے خلاف بھرپور تیاری تھی۔ جامعہ خیر المدارس ملتان ۲۰۰۰ء میں آپ نے مسئلہ حیات الانبیاء پر تقریر کی جسے جامعہ کے استاذ حضرت مولانا محمد نعیم احمد مدظلہم نے جمع کیا اور خطبات صفدر کی جلد ۳ میں شائع کیا۔ اس مجموعہ میں ہم یہاں پر اسے شامل کر رہے ہیں۔ (ناشر)

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

مسئلہ حیات الانبیاء

الحمدللہ و کفٰی وسلام علی عبادہ الذین اصطفٰی۔ امابعد!

فاعوذ باللہ من الشیطٰن الرجیم۔ بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

ولا تقولوا لمن یقتل فی سبیل اللہ اموات بل احیاء ولکن لا تشعرون قال النبی ﷺ الانبیاء احیاء فی قبورھم یصلون صدق اللہ العظیم وصدق رسولہ النبی الکریم ونحن علی ذلک لمن الشاھدین والشاکرین والحمدللہ رب العالمین۔ رب اشرح لی صدری ویسرلی امری واحلل عقدۃ من لسانی یفقھوا قولی رب زدنی علما وارزقنی فھما۔ قالوا سبحانک لاعلم لنا الا ما علمتنا انک انت العلیم الحکیم۔

چند دن قبل درس میں عذاب وثواب قبر کے بارے میں مختصر طور پر عرض کر دیا گیا تھا کہ موت سے لے کر قیامت تک کا جو زمانہ ہے، اس میں انسان یا ثواب میں رہتا ہے یا عذاب میں یا دکھ میں یا سکھ میں اور اسی کا نام عذاب قبر ہے۔ اسی کا نام عذاب میت ہے اسی کا نام عذاب برزخ ہے۔ کیونکہ وہ ہماری آنکھوں سے پوشیدہ ہے، اس لئے اس کو عذاب برزخ بھی کہہ دیتے ہیں تو عذاب وثواب قبر کو ماننے کے بعد جسم کے ساتھ روح کا تعلق ماننا ایسے ہی لازم ہو جاتا ہے جیسے دھوپ کو دیکھ کر سورج کا یقین کر لینا یا دھوئیں کو دیکھ کر آگ کا یقین کر لینا۔ عذاب وثواب قبر کو ماننے کے بعد روح کے تعلق کا انکار نہیں ہو سکتا۔ اب شہداء کا درجہ زیادہ بلند ہے۔ اس لئے اللہ تعالیٰ نے بعبارۃ النص شہداء کی حیات کا ذکر فرمایا ہے: ''ولا تقولوا لمن یقتل فی سبیل اللہ اموات بل احیاء ولکن لا تشعرون (البقرۃ: ۱۵۴)'' فرمایا نہ کہو ان لوگوں کو مردہ جو اللہ کے راستے میں قتل ہو گئے ہیں بلکہ وہ زندہ ہیں تمہیں ان کی حیات کا شعور نہیں۔

مماتیوں کا دھوکہ

مماتی عام طور پر دھوکا دیا کرتے ہیں کہ یہ حضور ﷺ کی موت کے قائل نہیں ہیں۔ دیکھیں جب یقتل والا لفظ آ گیا تو سارے وعدے ''کل نفس ذائقۃ الموت (العنکبوت: ۵۷)'' والے پورے ہو گئے۔ موت آ گئی، اس لئے جتنی آیات اس بارے میں ہیں کہ ہر آدمی کو موت آنی ہے وہ پوری ہو گئیں۔ یقتل اب یہ ہے کہ یہ جو موت آئی ہے یہی قیامت تک چلے گی یا حالت تبدیل ہو جائے گی؟ یقتل جملہ فعلیہ ہے جو ایک زمانے کے ساتھ خاص ہوتا ہے آگے جو منع کیا گیا ہے اموات اس کا مبتدا اہم ہے۔ یہ جملہ اسمیہ ہے کہ یہ نہ سمجھنا کہ قتل سے جو موت آئی ہے قیامت تک یہی چلے گی۔ اس لئے جملہ اسمیہ ان کے لئے استعمال نہ کرنا کہ وہ ہمیشہ کے لئے مردہ ہیں تو جب ہمیشہ موت نہیں رہے گی تو کیا ہو گا تو فرمایا ''بل احیاء'' بلکہ وہ زندہ ہیں۔ اب آیت کو اچھی طرح سمجھنے کی کوشش کریں۔ قتل کا فعل اس جسم پر وارد ہوتا ہے۔ جسم مثالی پر وارد نہیں ہوتا۔ لوگ مردہ اسی جسم کو کہتے ہیں خواب وخیال والے جسم کو کوئی مردہ نہیں کہتا تو جو جسم قتل ہوا اس کی روح نکل گئی۔ اس پر موت واقع ہوئی۔ جب موت کا معنی روح کا نکلنا ہے تو حیات کا معنی روح کا آنا ہے، یقیناً یہی معنی ہے۔

موت کا معنی معلوم کرنے پر ایک مناظر کی پریشانی

چنانچہ ایک مناظرے میں ایک مناظر صاحب سے میں نے جب پوچھا کہ موت کا معنی کیا ہے۔ اس نے کہا کہ روح جسم سے باہر ہو اور جسم سے تعلق نہ ہو۔ کیونکہ جسم سے باہر ہو اور تعلق ہو تو اس کو نیند کہتے ہیں تو میں نے کہا اب یہ جو احیاء ہے شہداء کے بارے میں یہاں حیات کا کیا معنی ہے وہ بڑا پریشان ہوا اس بات پر کبھی ادھر کو دیکھتا کبھی ادھر کو دیکھتا۔ کیونکہ اس نے تو کہنا تھا کہ شہیدوں کی ارواح سبز پرندوں میں ہیں اور یہاں جسموں کے ساتھ کوئی تعلق نہیں ہے اور یہ معنی موت کا ہے حیات کا نہیں جو تعلق روح کا انکار کرتا ہے۔ اگرچہ وہ لفظ موت کا استعال نہ کرے۔ لیکن اس نے معنی موت والا استعال کرلیا۔ اللہ نے جس بات سے منع فرمایا تھا اس نے وہی بات کہہ دی تو ''ولاتقولوا لمن یقتل فی سبیل اللہ اموات (البقرۃ: ۱۵۴)'' کہ قتل ہو گئے ہیں موت آ گئی ہے اس میں شک نہیں لیکن اب تم ان کو مردہ نہ کہو یہ موت آگے نہیں جا رہی ''بل احیاء'' یہاں پر ہم احیاء جملہ اسمیہ ہوگا کہ اللہ تعالیٰ نے جو حیات ان کو عطاء کی وہ آگے جا رہی ہے۔

ایک مثال: اب ہم یہاں بیٹھے ہیں کسی کی عمر آپ میں سے بیس سال ہے کسی کی پچیس سال ہے۔ اس سے پہلی کی حالت کو قرآن نے موت کہا ہے ''کیف تکفرون باللہ و کنتم امواتا فاحیاکم (البقرۃ: ۲۸)'' اب ان پچیس سالوں میں اگر کوئی آپ کو مردہ کہے تو آپ کہیں گے میں تو زندہ ہوں تو بیوقوف کہاں سے آ گیا مجھے مردہ کہنے والا اور رسول اقدس ﷺ کی موت تقریباً ۱۴۱۰ سال پرانی ہے اس کے بعد اللہ نے حیات عطا فرمادی تو جو حیات چودہ سو سال سے چل رہی ہے اس کی بات ہونی چاہئے یا آپ کی موت کی۔ کیا اب آپ کی حیات کی بات ہوگی یا موت کی؟ یقیناً حیات کی۔ اسی طرح اللہ کے نبی ﷺ کی بھی حیات کی بات ہوگی نہ کہ موت کی۔ موت آئی ضرور جب موت آئی تو سارے وعدے ''انک میت وانھم میتون (الزمر: ۳۰) کل نفس ذائقۃ الموت (العنکبوت: ۵۷) وما محمد الا رسول قد خلت من قبلہ الرسل افائن مات او قتل انقلبتم علی اعقابکم (ال عمران: ۱۴۴)'' یہ جتنے وعدے تھے تو جب موت آ گئی تو پورے ہو گئے۔

اب یہاں یہ کہتے ہیں کہ یہ تو ٹھیک ہے کہ قتل جسم ہی ہوا تھا لیکن جو بل کے بعد احیاء کا لفظ ہے یہ روح کے لئے ہے، حالانکہ صرف روح کی حیات کوئی حیات نہیں۔ ''کیف تکفرون باللہ و کنتم امواتا (البقرۃ: ۲۸)'' کا جو زمانہ ہے اس وقت عالم ارواح میں روح یقیناً موجود تھی اور کئی ہزار سال موجود رہی لیکن اس کو موت کہا جا رہا ہے۔ حیات نہیں کہا جا رہا اور جیسے میں نے حیات مسیح کے موضوع پر گفتگو کرتے ہوئے عرض کیا تھا کہ قادیانیوں کا بھی بالکل یہی طریقہ ہے کہ ''بل رفعہ اللہ الیہ (النساء: ۱۵۸)'' یہاں بھی پہلے بل کا لفظ ہے۔ اس سے پہلے قتل کا لفظ ہے۔ اب سارے مسلمان اس بات کے قائل ہیں کہ جس جسم کو یہودی قتل کرنے آئے تھے اسی جسم کو اللہ تعالیٰ نے اوپر اٹھالیا لیکن قادیانی کہتا ہے کہ قتل تو اس جسم کو کرنے آئے تھے لیکن اللہ نے روح کو اٹھالیا۔ یہاں بھی یہی ہے کہ جس جسم کو قتل کیا گیا، جس جسم کو لوگ مردہ کہتے تھے۔ اللہ تبارک وتعالیٰ نے اسی جسم کو زندہ فرمایا ہے اور حیات عطاء فرمادی۔

دونوں حیاتوں میں ایک فرق

ہاں ایک فرق ہو گیا کہ سید الشہداء حضرت امیر حمزہ رضی اللہ عنہ شہید ہونے سے پہلے بھی زندہ تھے۔ کلی حیات

کے ساتھ اور بعد میں جب ان کے جسد اطہر کے ٹکڑے ٹکڑے کر دیئے گئے تو پھر بھی اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں" بل احیاء" وہ زندہ ہیں لیکن شہید ہونے سے پہلے جو زندگی تھی وہ ہمارے شعور میں آتی تھی اور کھلی زندگی تھی جب کھلی تھی تو لوگ دیکھ رہے تھے کہ حضرت حمزہ کھڑے ہیں، بیٹھے ہیں، کھانا کھا رہے ہیں، بات چیت کر رہے ہیں، نماز پڑھ رہے ہیں۔ یہ ساری ان کی حیات کھلی تھی اور ہمارے شعور میں آتی تھی۔ اب جو حیات ملی ہے فرمایا "ولکن لا تشعرون" وہ تمہارے شعور میں نہیں آئے گی۔ اس لئے تم یہ تو کہہ سکتے ہو کہ یہ حیات ہمارے شعور میں نہیں آتی لیکن اس حیات کا انکار نہیں کر سکتے۔

دنیوی حیات کا ایمان اور کفر سے کوئی تعلق نہیں

یاد رکھیں جو حیات شعور میں ہوتی ہے اس کا ایمان اور کفر کے ساتھ کوئی تعلق نہیں ہوتا۔ ہم یہاں بیٹھے ہیں اگر کوئی ہندو ہمیں دیکھے تو مردہ سمجھے گا یا زندہ؟ زندہ ہی سمجھے گا۔ کیوں؟ اگر چہ اس کے پاس ایمان نہیں لیکن شعور تو ہے وہ دیکھ رہا ہے کہ یہ لکھ رہا ہے، یہ بول رہا ہے، یہ ہل رہا ہے تو اس شعور سے وہ حیات کو محسوس کر لے گا۔ کوئی سکھ دیکھے زندہ کہے گا یا مردہ کہے گا؟ لیکن یہ جو حیات ہے اس کا کفر ایمان کے ساتھ کوئی تعلق نہیں اور اگر کوئی ملحد میں کہہ ہی دے کہ تو مردہ ہے میں جواب میں یہ نہیں کہوں گا کہ تو کافر ہے بلکہ میں یہ کہوں گا کہ تو اندھا ہے تو بہرا ہے اس کے شعور پر اعتراض کروں گا کہ میں بول رہا ہوں، کیا تو میری بات سن نہیں رہا تو مجھے ادھر ادھر چلتے دیکھ نہیں رہا تو اس کے شعور پر اعتراض کروں گا کہ تو اندھا ہے، بہرا ہے، یہ نہیں کہوں گا کہ تو کافر ہے۔ کیونکہ یہ حیات شعور میں آنے والی ہے اور وہ حیات "ولکن لا تشعرون" اب یہاں غور کریں کہ لفظ تشعرون ہے یا یشعرون۔ تشعرون ہے تا کہ پتہ چلے کہ ہم کو ان کی حیات کا شعور نہیں ان کو پورا شعور ہے یہ نہیں فرمایا کہ ان کو اپنی حیات کا شعور نہیں ہے "ولکن لا یشعرون" نہیں فرمایا کہ حیات تو انہیں دے دی گئی ہے لیکن انہیں اپنی حیات کا شعور نہیں۔ یہ فرمایا ہے کہ ان کو حیات ملی ہے اسی جسم کو ملی ہے جس پر فعل قتل وارد ہوا تھا لیکن تمہیں اب ان کی حیات کا شعور نہیں۔

دوسری حیات کا تعلق ایمان سے ہے

پہلی حیات کھلی تھی جو شعور سے معلوم ہوتی تھی اب جو حیات ہے اس کا تعلق شعور سے نہیں ایمان سے ہے جو اللہ پر ایمان نہیں رکھتا وہ کبھی اس حیات کو تسلیم نہیں کر سکتا جسم کی بات ہو رہی ہے وگرنہ روح کو کوئی بھی مردہ نہیں کہتا۔ (مرتب)

مماتیوں کا دھوکہ اور اس کا جواب

یہاں ان لوگوں کا ایک دھوکہ ہوتا ہے جس سے سادہ لوگ پھنس جاتے ہیں۔ وہ دھوکہ یہ ہوتا ہے کہ حضرت پاک جب کھلی حیات کے ساتھ دنیا میں تھے سارے صحابہ رضی اللہ عنہم حضرت کی زیارت سے مشرف ہوتے، آپ سے بات چیت ہوتی، آپ امام بنتے، صحابہ رضی اللہ عنہم مقتدی بنتے۔ اس وقت اگر صحابہ کرام رضی اللہ عنہم میں تھوڑا سا بھی اختلاف ہوتا تو حضرت پاک کے سامنے عرض کر دیتے۔ حضرت اس میں فیصلہ بھی فرما دیتے۔ لیکن حضرت پاک کے وصال کے بعد صحابہ رضی اللہ عنہم میں شدید لڑائیاں ہوتی ہیں، تو ایک فریق نے بھی روضہ پاک پر حاضر ہو کر یہ نہیں فرمایا کہ حضرت

یہ جھگڑا ہے آپ فیصلہ فرمادیں۔ حق پر سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا ہیں یا حضرت علی رضی اللہ عنہ، حضرت علی رضی اللہ عنہ ہیں یا سیدنا معاویہ رضی اللہ عنہ۔ اس بارے میں کوئی بھی روضہ پاک پر نہیں گیا۔

اب یہ کہتے ہیں کہ گویا صحابہ سمجھتے تھے کہ معاذ اللہ حضرت پاک حیات نہیں ہیں ہم جا کر عرض کریں گے تو حضرت نہ سنیں گے، نہ جواب دیں گے۔ ورنہ اتنے اہم کام کے لئے صحابہ رضی اللہ عنہم ضرور حضرت کے روضہ پاک پر حاضر ہو کر عرض کرتے۔

جواب: تو بات یہ نہیں ہے بات یہ ہے کہ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم قرآن پاک کی اس آیت پر پکا ایمان رکھتے تھے کہ ہم جو عرض کریں گے حضرت سنیں گے لیکن حضرت جو جواب ارشاد فرمائیں گے وہ ہمارے شعور میں نہیں آئے گا۔ اس لئے پوچھنے کا کوئی فائدہ نہیں ہوگا۔

ایک مثال: اس کو عام فہم مثال سے سمجھیں کہ یہ صوفی صاحب بیٹھے ہیں ان کی گھڑی گم ہوگئی۔ اب یہ لڑتے پھر رہے ہیں، کبھی اس سے، کبھی اس سے کہ میری گھڑی نہیں دیکھی، کسی نے کہہ دیا کہ کیا بات ہے؟ کیوں لڑتے پھر رہے ہو؟ کہ جی میری گھڑی گم ہوگئی ہے۔ کہاں کسی سے پوچھا؟ ایک سے تو نہیں بیس آدمیوں سے پوچھ چکا ہوں لڑ بھی چکا ہوں کہ تم بتاتے کیوں نہیں۔ اس نے کہا: آپ خود بھی پریشان ہوئے بیس آدمیوں کو بھی پریشان کیا۔ آپ نے کراماً کاتبین سے کیوں نہ پوچھ لیا کہ میری گھڑی کہاں ہے؟ کیا واقعتاً آپ کے کراماً کاتبین مر چکے ہیں یا سنتے نہیں یا جواب نہیں دے سکتے۔ وہ زندہ بھی ہیں سنتے بھی ہیں جواب بھی دیتے ہیں لیکن میرے شعور میں نہیں آتا۔ اس لئے ان سے پوچھنے کا کوئی فائدہ نہیں۔ اب فرشتوں کی حیات کا ہمیں شعور نہیں۔ لیکن کیا فرشتوں کو اپنی حیات کا شعور ہے یا نہیں؟ جنوں کی حیات کا ہمیں شعور نہیں لیکن کیا جنوں کو اپنی حیات کا شعور ہے یا نہیں؟ تو یہاں ''ولکن لا تشعرون'' ہے ''ولکن لا یشعرون'' نہیں۔ یہ حیات جو ہمارے شعور میں نہیں آرہی اس کی وجہ کیا ہے۔

شہداء کی حیات ہمارے شعور میں نہ آنے کی وجہ

اس کی وجہ یہ ہے کہ یہ ہمارا شعور فانی ہے اور یہ فانی شعور اللہ تعالیٰ نے ہمیں فانی حیات کے لئے دیا ہے اور وہ حیات جو موت کے بعد ملی ہے وہ باقی حیات ہے اگر وہ کامل حیات ہمارے فانی شعور میں نہ آئے تو قصور اس فانی شعور کا ہے اس کامل حیات کا نہیں ہے۔ دیکھیں ملتان میں سیب بک رہا ہے ہمارے شعور میں آرہا ہے اور جنت کا سیب ہمارے شعور میں نہیں آرہا۔ یہ آگ جو ملتان میں جل رہی ہے یہ ہمارے شعور میں آرہی ہے اور جہنم کی آگ ہمارے شعور میں نہیں آرہی تو کیا اس کا نتیجہ یہ ہوگا کہ جہنم و جنت کا عذاب و ثواب اتنا گھٹیا ہے کہ ہمارے شعور میں آنے والا نہیں یا اس لئے نہیں آرہا کہ وہ اتنا اعلیٰ ہے کہ ہمارا یہ فانی شعور اس کا ادراک نہیں کر سکتا تو اس لئے اللہ تعالیٰ نے بات کتنی واضح فرمادی کہ جس جسم کو قتل کیا جاتا تھا جس کو مردہ کہا جاتا تھا وہی شہداء کا جسم ''فائز الحیوۃ'' ہے: ''ولکن لا تشعرون'' سے بھی یہی سمجھ آرہا ہے۔ کیونکہ صرف روح کا شعور تو پہلے بھی کبھی نہیں ہوا۔ پس معلوم ہوا کہ ایک جسم ہے جس کی حیات کا پہلے ہمیں شعور ہوتا تھا شہید ہونے سے پہلے اس کی حیات کھلی تھی۔ اب اسے اللہ نے ایسی حیات دے دی جو ہمارے شعور میں نہیں ہے اور صرف روح کا شعور تو کبھی ہوا ہی نہیں اس کی نفی کرنے کی ضرورت کیا تھی۔

حیات شہداء پر دوسری آیت مبارک

دوسری آیت "ولا تحسبن الذین قتلوا فی سبیل اللہ امواتاً بل احیاء عند ربھم یرزقون" (آل عمران:۱۶۹) کہ زبان سے یہ بات کہی کہ وہ مردہ ہیں یہ تو کبھی دل میں وسوسہ بھی نہ ڈالو یعنی خیال کے درجے میں عقیدے کے درجے میں نہیں خیال اور گمان کے درجے میں بھی دل میں یہ بات نہ لانا کہ جو اللہ کے راستے میں قتل ہو گئے ہیں وہ مردہ ہیں "احیاء" زندہ ہیں "عند ربھم یرزقون" ان کے رب کے پاس ان کو رزق بھی مل رہا ہے۔

سعید چتروڑ گڑھی سے مناظرہ

اب جب سعید چتروڑ گڑھی سے میرا مناظرہ ہوا تو اس نے بڑا شور مچایا کہ "عند ربھم" کا معنی آپ کو آتا ہے میں نے کہا آپ بتا دیں۔ کہنے لگا کہ "عند ربھم" کا معنی ہے کہ اللہ کے پاس اوپر زندگی ہے اس زمین میں بالکل زندگی نہیں۔ میں نے کہا پہلی بات تو یہ ہے کہ "عند ربھم" کا تعلق احیاء کے ساتھ ہے ہی نہیں بلکہ "یرزقون" کے ساتھ ہے کہ اللہ کے ہاں سے وہ رزق پا رہے ہیں اور جو تو نے معنی کیا ہے۔ اگر یہی معنی ہے کہ زمین مراد نہیں آسمان ہی مراد ہے۔ علیین تو پھر "ان الدین عند اللہ الاسلام" (آل عمران:۱۹) کا معنی یہ کر دے کہ اسلام میرے (سعید) اور میری جماعت (اشاعۃ التوحید) کے قریب تو آیا ہی نہیں اللہ نے اوپر سنبھال کے رکھا ہوا ہے۔ اس لئے میں بالکل مسلمان نہیں ہوں تو یہاں بھی عند اللہ کا وہی معنی کر جو عند ربھم میں عند کا کیا ہے اور اگر بعض مفسرین کچھ احتمالات ذکر کر دیتے ہیں کہ اس کا تعلق احیاء سے بھی ہو سکتا ہے تو وہ پھر بتا دیتے ہیں کہ اس کا معنی وہی ہے جو "ولکن لا تشعرون" کا ہے کہ احیاء تو ہیں لیکن ان کی حیات تمہارے شعور میں نہیں ہے۔ اصل میں صحیح بات یہی ہے کہ "عند ربھم" کا "تعلق یرزقون" سے ہے۔ صحیح بات اس میں یہی ہے لیکن اگر کوئی یہ احتمال بیان کرے بھی تو ہمارے خلاف نہیں۔ کیونکہ پہلی آیت میں یہ بات واضح ہو چکی ہے کہ حیات اسی جسم کو ہے جس پر قتل کا فعل وارد ہو چکا ہے۔ اگر ہم کوئی حدیث پڑھتے ہیں تو یہ کہتے ہیں کہ قرآن پڑھو، قرآن پڑھو۔ اگر ہم قرآن پڑھتے ہیں پھر ان کو حدیث یاد آتی ہے کہ جی مسلم شریف میں حدیث ہے کہ شہداء کی ارواح سبز پرندوں کے پیٹ میں ہوتی ہیں۔ (مسلم شریف ج ۲ ص ۱۳۵) پر یہ روایت موجود ہے۔

اب کہتے ہیں کہ یہ حدیث بھی دیکھو نا کہ حضرت پاک نے خود تصریح کر دی ہے تو پہلی بات تو یہ یاد رکھیں کہ ہمارا مدار استدلال لفظ بل اور احیاء ہے یہ سورۃ آل عمران اور سورۃ بقرہ دونوں میں موجود ہے اور وہاں سرے سے اجمال ہے ہی نہیں۔ جس کی تفصیل کی ضرورت پڑتی جو جسم قتل ہوا جس کو لوگ مردہ کہتے تھے اس کو اللہ نے حیات عطا فرما دی، یہ جو روایت ہے یہ آل عمران کی آیت کی تفسیر میں آئی ہے۔ کیونکہ وہاں یرزقون کا لفظ مجمل تھا کہ رزق کس طرح دیا جاتا ہے تو یہ روایت یرزقون کی تفسیر ہے کہ وہ صبح شام جنت کی سیر کرتے ہیں اور ان کی روحیں جنت کا رزق حاصل کرتی ہیں۔ ویسے یہ کہا کرتے ہیں کہ عقیدے میں خبر واحد کا اعتبار نہیں اور عجیب بات ہے کہ پورے مناظرے میں احمد سعید نے میرے سامنے یہ روایت پیش نہیں کی۔ کیونکہ میں نے پہلے ہی اسے ڈرا دیا تھا۔ اس نے ایک روایت پڑھی جس کے راوی ابو معاویہ اور اعمش تھے تو میں نے کہا کہ آپ نے اپنی کتاب میں لکھا ہے کہ ابو معاویہ تدلیس کا مریض ہے اور اعمش شیعہ ہے۔ اس لئے ان کی روایتیں قابل قبول نہیں۔

جو روایت تو نے پڑھی ہے اس میں بھی یہ دونوں راوی ہیں میں نے کہا چھوٹی سی تیری کتاب ہے تجھے وہ بھی یاد نہیں ہے اس میں کیا لکھا ہوا ہے اور پھر میں نے ڈانٹ دیا کہ دیکھنا ہوش میں رہنا کہیں سبز پرندوں والی حدیث غلطی سے نہ پڑھ بیٹھنا کیونکہ اس کی سند میں بھی یہی ابومعاویہ ہے جس کو تو تدلیس کا مریض کہتا ہے اور یہی اعمش ہے جس کو تو شیعہ کہتا ہے۔ اس لئے کہ تیرا مناظرہ سنیوں کے ساتھ ہے شیعوں کے ساتھ نہیں۔ یہ روایت شیعوں کو تو سنا دینا ہمیں نہ سنانا تو مولوی عبدالخالق وغیرہ جو اس کے ساتھی تھے۔ انہوں نے مسلم دیکھی جب دیکھا کہ اس سند میں تو واقعی ابومعاویہ بھی ہیں اور اعمش بھی ہے پھر اس نے سارے مناظرے میں یہ روایت بالکل پیش نہیں کی میرے سامنے۔

"وحدثنا یحییٰ بن یحییٰ وابوبکر بن ابی شیبة کلاهما عن ابی معاویة قال وحدثنا اسحاق بن ابراهیم قال انا جریر وعیسیٰ بن یونس جمیعاً عن الاعمش قال وحدثنا محمد بن عبدالله بن نمیر واللفظ له قال انا اسباط وابومعاویة قالا اعمش عن عبدالله بن مرة عن مسروق قال سألنا عبدالله عن هذه الآیة ولا تحسبن الذین قتلوا فی سبیل الله امواتاً بل احیاء عند ربهم یرزقون قال اما انا قد سألنا عن ذالک فقال ارواحهم فی جوف طیر خضر لها قنادیل معلقة بالعرش تسرح من الجنة حیث شاءت ثم تاوی الی تلک القنادیل فاطلع الیهم ربهم اطلاعة فقال هل تشتهون شیئاً قالوا ای شئی نشتهی ونحن نسرح من الجنة حیث شئنا ففعل ذالک بهم ثلاث مرات فلما رأوا انهم لن یترکوا من ان یسئلوا قالوا یا رب نرید ان ترد ارواحنا فی اجسادنا حتی نقتل فی سبیلک مرة اخری فلما رأی ان لیس له حاجة ترکوا"

ہم اس کو مانتے ہیں یہ خبر واحد کے درجہ میں ہے لیکن اس کو ایک مثال سے سمجھیں، ہم اس کا انکار نہیں کرتے۔

مثال: دیکھئے قرآن میں سورۃ احزاب میں آیت آتی ہے: "انما یرید الله لیذهب عنکم الرجس اهل البیت ویطهرکم تطهیرا" (الاحزاب: ۳۳) قرآن پاک کا یہ پورا رکوع پڑھیں تو اس کے سیاق وسباق میں امہات المؤمنین کا تذکرہ ہے۔ قرآن پڑھنے سے پکا یقین ہو جاتا ہے کہ اس آیت میں جس تطہیر کا ذکر ہے اس سے ازواج مطہرات مراد ہیں۔ اس لئے ان کو مطہرات کہتے ہیں کہ وہی اس آیت کریمہ کی مصداق ہیں۔ لیکن مسلم میں ایک حدیث ہے: "باب من فضائل الحسن والحسین حدثنا ابوبکر بن ابی شیبة ومحمد بن عبدالله ابن نمیر واللفظ لابی بکر قالا حدثنا محمد بن بشیر عن زکریا عن مصعب بن شیبة عن صفیة بنت شیبة قالت قالت عائشة خرج النبی ﷺ غداة وعلیه مرط مرحل من شعر اسود فجاء الحسن بن علی فادخله ثم جاء الحسین فدخل معه ثم جاءت فاطمة فادخلها ثم جاء علی فادخله ثم قال انما یرید الله لیذهب عنکم الرجس اهل البیت ویطهرکم تطهیرا" (مسلم ج ۲ ص ۲۸۳ باب من فضائل الحسن والحسین رضی اللہ عنہما) میں ہے کہ حضرت نبی اقدس ﷺ نے اپنے ساتھ حضرت علی رضی اللہ عنہ، سیدہ فاطمہ رضی اللہ عنہا، حضرات حسنین کریمین کو بٹھا کر پانچوں پر ایک چادر ڈال لی اور یہی آیت، آیت تطہیر پڑھی۔

اب دیکھو یہاں تین فرقے بن گئے ایک رافضی، وہ قرآن کا انکار کر گئے کہ قرآن سے ازواج مطہرات مراد نہیں کیونکہ حضرت پاک نے یہ فرمایا ہے کہ اہل بیت سے یہ پانچ مراد ہیں۔ اس لئے امہات المؤمنین مراد نہیں اور قرآن کے سیاق وسباق کا بالکل انکار کر دیا۔ دوسری طرف خارجی کھڑے ہوئے انہوں نے کہا کہ قرآن میں آیت تطہیر سے مراد ازواج مطہرات ہیں۔ لہٰذا یہ حدیث قرآن کے خلاف ہے۔ خبر واحد جب قرآن کے خلاف ہو تو اس کو مانا نہیں جائے گا۔ اس لئے ہم حضرت علی رضی اللہ عنہ، سیدہ فاطمہ رضی اللہ عنہا، حضرات حسنین کریمین رضی اللہ عنہما کو اس آیت میں شامل نہیں سمجھتے۔

اہل سنت قرآن اور حدیث دونوں کو مانتے ہیں

لیکن اہل سنت والجماعت نے کہا ہم قرآن بھی مانتے ہیں قرآن کے درجے میں، حدیث مانتے ہیں حدیث کے درجے میں۔ ہم دونوں باتیں مانتے ہیں کہ ازواج مطہرات اس آیت کا قرآنی مصداق ہیں اور یہ چاروں حضرات حدیث کی وجہ سے مصداق ہیں۔ کیونکہ جب انعام دیا جاتا ہے تو جو اس میں شامل نہیں بھی ہوتا اس کو بھی کہتے ہیں کہ یہ ہمارا ہے اس کو بھی دے دو۔ اس لئے جب حضرت ام سلمہ رضی اللہ عنہا نے عرض کیا کہ میں بھی چادر میں آجاؤں تو فرمایا تو تو بہتر ہے ان سے تو پہلے ہی شامل ہے تو ازواج مطہرات تو بغیر دعا کرنے کے آیت میں شامل ہیں اور ان کو دعا کر کے اللہ کے نبی شامل فرما رہے ہیں تو ہم اہل سنت قرآن کو بھی مانتے ہیں اور ازواج مطہرات کو اس آیت کا مصداق سمجھتے ہیں اور حدیث اگرچہ خبر واحد کے درجہ میں ہے لیکن اس کو مانتے ہیں، حدیث کے درجہ میں کہ اللہ کے نبی نے دعا مانگی تو اللہ نے قبول فرمالی۔ اس لئے یہ بھی آیت تطہیر کے دوسرے نمبر کا مصداق ہیں تو ہم نے آیت بھی مانی، حدیث بھی مانی۔

اسی طرح ہم یہ کہتے ہیں کہ آیت سے ثابت ہوا کہ جس جسم کو قتل کیا گیا اس کو موت آگئی کیونکہ شہید مرنے سے پہلے تو کوئی کہتا ہی نہیں تو موت آئے گی تو اس کو شہید کہا جائے گا۔ موت کے وعدے پورے ہو گئے لیکن اس کے بعد اسی جسم کو جس کو مردہ کہا جا رہا تھا جس کو شہید کہا جاتا ہے۔ کبھی کسی نے آج تک روح کو شہید نہیں کہا نہ روح شہید ہوتی ہے تو جس جسم کو دنیا شہید کہتی ہے جس جسم کو مردہ کہتی ہے وہ یہی جسم ہے۔ جب شہید کو غسل دیا جاتا ہے تو کیا روح کو غسل دے رہے ہوتے ہیں، شہید کو دفن کیا جا رہا ہے شہید کو چارپائی پر لٹایا ہوا ہے تو یہ سارا میت کا لفظ اور شہید کا لفظ اسی جسم کے لئے استعمال ہوتا ہے تو اس لئے قرآن پاک سے روح کا جسم سے تعلق ثابت ہو رہا ہے اور حدیث میں اس روحانی سیر کا بھی تذکرہ ہے جو رزق کے لئے وہ سیر کرتے ہیں۔ روح خواہ جنت میں سیر کرے یہاں تعلق ہوتا ہے جیسے آپ کی روح خواب میں مکہ پہنچی ہوئی ہو تب بھی جسم سے تعلق ہے تو اگر یہ مان لیا جائے کہ قرآن کے کہنے کے مطابق اس کا تعلق یہاں سے بھی ہے جسم کے ساتھ اور حدیث کے مطابق صبح و شام روحانی سیر بھی ہوتی ہے تو ہم نے قرآن کو بھی مانا اور احادیث کو بھی مان لیا۔

خارجی اور رافضی قرآن و حدیث میں ٹکراؤ پیدا کرتے ہیں

کیونکہ ہم خارجیوں اور رافضیوں کی طرح قرآن اور حدیث میں ٹکراؤ پیدا نہیں کرتے اللہ اور اللہ کے رسول کے درمیان معاذ اللہ کشتی کے قائل نہیں ہیں کہ ان کی کشتی کرا کے دیکھیں کہ کون جیتتا ہے جو جیت جائے گا اس کی بات مان لیں گے۔

یہودیوں کا عقیدہ

جیسے تورات میں لکھا ہے کہ اللہ تعالیٰ اور یعقوب علیہ السلام کے درمیان ساری رات کشتی ہوتی رہی نہ یعقوب علیہ السلام گرتے تھے نہ اللہ تعالیٰ گرتے تھے۔ آخر جب پو پھٹنے لگی تو اللہ تعالیٰ نے یعقوب علیہ السلام سے کہا چل مجھے چھوڑ ہی دے لوگ دیکھ کر کیا کہیں گے کہ یہ خدا کا حال ہے لیکن یعقوب علیہ السلام نے کہا میں نہیں چھوڑتا جب تک مجھے نبوت نہیں دو گے مجھے نبوت دو۔ پھر کہتے ہیں اللہ تعالیٰ سے معاذ اللہ! کچھ نہ ہوا۔ پھر اللہ تعالیٰ آسمان پر چلے گئے۔

ہم ایسی باتوں کے قائل نہیں یہ تورات جو تحریف شدہ ہے اس میں ایسی باتیں لکھی ہوئی ہیں۔ ہم اللہ اور رسول میں یا مجتہد اور نبی کے درمیان کشتی کے قائل نہیں ہیں نہ رسول خدا سے لڑتا ہے نہ مجتہد نبی سے لڑتا ہے۔ رسول بھی اللہ کی باتوں کا ترجمان ہوتا ہے اور مجتہد بھی نبی کی باتوں کا ترجمان ہوتا ہے۔ اب ہم نے قرآن بھی مانا حدیث بھی۔

روح کی سواریوں کی شکلیں پرندوں جیسی ہیں

یہ کہتے ہیں وہ پرندے جسم مثالی ہیں ہم اس بات کو تسلیم نہیں کرتے کیونکہ اللہ تعالیٰ نے جتنی بھی مخلوق پیدا کی ہے سب سے پیاری شکل انسان کی بنائی ہے ''لقد خلقنا الانسان فی احسن تقویم (التین: ۴)'' سب سے باعزت شکل انسان کو دی ہے ''ولقد کرمنا بنی آدم (الاسراء: ۷۰)'' تو کیا پرندوں کی جو شکل ہے یہ انسان کی شکل سے زیادہ بہتر ہے۔ پرندوں کی جو شکل ہے یہ انسان کی شکل سے زیادہ باعزت ہے؟ وہ پرندے تو شکل ہیں ان سواریوں کی جن پر روح سوار ہو کر وہاں تک پہنچتی ہے جیسے آپ حج پر جاتے ہیں تو کہتے ہیں وہ جہاز جس پر ہم گئے مچھلی کی شکل کا تھا تو کوئی بیوقوف یہ نہیں کہتا وہ جو مچھلی کی شکل کا جہاز ہے وہ حاجی صاحب کا جسم مثالی ہے، کوئی یہ نہیں کہتا۔ وہ جسم مثالی نہیں بلکہ وہ تو ایک سواری ہے۔

مماتی گدھا

اب اگر کوئی مماتی گدھے پر سوار ہو کر جا رہا ہو تو گدھا اس کی سواری ہے یہ نہیں کہیں گے کہ وہ گدھا اس مماتی کا جسم مثالی ہے تو اپنے لئے وہ ایسی بات ماننے کے لئے تیار نہیں۔ عجیب بات ہے کہ شہداء کے لئے اس قسم کی حماقتیں ماننے کے لئے وہ بڑی جلدی تیار ہو جاتے ہیں۔

آیت نمبر ۳: ''قیل ادخل الجنة قال یلیت قومی یعلمون بما غفرلی ربی و جعلنی من المکرمین'' (یٰسین: ۲۶، ۲۷) اب یہ خطاب اس شخص کو ہو رہا ہے جو ''وجاء رجل من اقصی المدینة یسعی'' (القصص: ۲۰) جو بھاگا آ رہا ہے اسی کو شہید کیا گیا ہے اور شہید اسی جسم کو کہتے ہیں۔

شہید کی قبر جنت کا باغ ہے

تو چونکہ شہید کی قبر بھی جنت کا باغ ہے اس لئے کہا جا رہا ہے کہ اس میں داخل ہو جا اور وہ اس قبر میں ''وجعلنی من المکرمین'' (یٰسین: ۲۷) باتیں کر رہا ہے تو باتیں کرنا دلیل حیات ہے یا دلیل موت تو جب کلام ثابت ہو گئی تو حیات بھی ثابت ہو گئی تو قرآن پاک نے شہداء کی حیات بعبارۃ النص ذکر فرمائی ہے اور یہ حیات عوام کی حیات سے اقویٰ ہوتی ہے۔ ان کے اجسام مطہرہ بھی محفوظ رہتے ہیں۔ یہ ہماری حیات فانی ہے جو حیات شہید کو ملی ہے وہ ہمیشہ کی حیات ہے۔

مماتی نئی قبر کی تلاش میں ہیں

اب یہ بے چارے اس قبر کا انکار کر کے قبر بھی کوئی نئی تلاش کرتے پھرتے ہیں۔ اس حیات کا انکار کر کے جسم بھی نیا تلاش کرتے پھرتے ہیں اور اس عذاب و ثواب قبر کا انکار کر کے عذاب اور ثواب بھی نیا تلاش کرتے پھر رہے ہیں اور جس کا اللہ اور اس کے رسول نے ذکر کیا ہے اس کو ماننے کے لئے تیار نہیں ہیں۔ یہ حیات جواب ہے یہ فانی ہے لیکن

اگر میں آپ کو تین چار مرتبہ کہوں او مردو او مردو! تمہیں غصہ لگے گا یا نہیں؟ حالانکہ موت یقیناً آنی ہے تو جب فانی حیات والے کو مردہ کہنا اس کی توہین ہے تو جس کو اللہ تعالیٰ نے ہمیشہ ہمیشہ کی حیات عطا فرمائی ہے اس کو مردہ کہنا یہ اس کی توہین ہے یا نہیں؟ یقیناً توہین ہے تو جس کو اللہ تعالیٰ نے ہمیشہ ہمیشہ کی حیات عطا فرمائی ہے اس کو معاذ اللہ مردہ کہنا یہ اس کی توہین ہے۔ اس لئے ہم ان (مماتیوں) سے کہتے ہیں مردار دان کو مردہ نہ کہا کرو۔ (اس پر ایک لطیفہ یاد آیا)

لطیفہ: حضرت سلیمان علیہ السلام کے بارے میں قرآن میں بھی آتا ہے کہ ان کو پرندوں کی بولی آتی تھی، تاریخ میں ایک عجیب وغریب واقعہ لکھا ہے کہ سلیمان علیہ السلام نے ایک دن ایک پرندے کو بھیجا کہ ہدہد کو بلا کر لاؤ۔ کیونکہ سلیمان علیہ السلام پرندوں سے کام بھی لیتے تھے۔ ملکہ بلقیس کے پاس جو خط بھیجا تھا وہ بھی پرندے کے ذریعہ بھیجا تھا تو چاہئے تو یہ تھا کہ وہ پرندہ جسے بلایا گیا تھا وہ فوراً آجاتا لیکن ہوا یہ جو بلانے گیا تھا وہ اکیلا ہی آگیا۔ سلیمان علیہ السلام نے پوچھا کہ تجھے ملا نہیں؟ اس نے بتایا ملا تو تھا فرمایا پھر آیا کیوں نہیں۔ اس نے میرا حکم ماننے میں دیر کیوں کی؟ پرندے نے کہا وہاں پرندوں کا مناظرہ ہو رہا تھا اور جس کو میں بلانے گیا تھا وہ مناظرے کا ثالث تھا تو جب میں نے آپ کا پیغام دیا کہ اللہ کے نبی بلا رہے ہیں۔ اس نے فوراً پڑھا کہ اللہ نے فرمایا ہے جب تمہیں کوئی حکم بنائے تو انصاف سے فیصلہ کیا کرو تو چونکہ میں حکم بنا بیٹھا ہوں تو اللہ کا حکم پورا ہوتے ہی اللہ کے رسول کی خدمت میں حاضر ہوتا ہوں۔ سلیمان علیہ السلام نے فرمایا کہ مناظروں کا شوق زیادہ ہی ہو گیا ہے۔ پرندوں میں بھی مناظرے ہونا شروع ہو گئے ہیں۔ اتنے میں وہ پرندہ بھی آیا بڑا ڈرتا کانپتا۔ سلیمان علیہ السلام نے ڈانٹا کہ وہاں دیر کیوں کی؟ اس نے عرض کیا حضرت وہاں مناظرہ تھا میں جج اور ثالث تھا۔

سلیمان علیہ السلام مناظرہ کس بات پر تھا؟ پرندہ: مناظرہ اس بات پر کہ منہ افضل ہے یا دبر؟ سلیمان علیہ السلام مسکرائے کہ بیوقوف یہ بھی کوئی مناظرہ ہے کہ منہ افضل ہے یا دبر۔ سلیمان علیہ السلام نے فرمایا کہ جو منہ کو افضل کہتا تھا اس کے پاس تو دلائل ہوں گے لیکن دوسرا مناظر جو دبر کو افضل کہتا تھا اس کے پلے بھی کچھ تھا؟ پرندہ: حضرت دلائل دونوں طرف زبردست تھے۔ سلیمان علیہ السلام کیا دونوں طرف زبردست تھے؟ پرندہ: جی دونوں طرف زبردست تھے۔

پرندوں کے دلائل

سلیمان علیہ السلام: مناظرہ کا خلاصہ ذرا سناؤ کہ ہمیں بھی پتہ چلے کیا دلائل تھے۔

پرندہ: پہلے وہ کھڑا ہوا جو منہ کو افضل کہتا تھا اس نے کہا کہ اللہ نے منہ کو اوپر رکھا ہے دبر کو نیچے رکھا ہے۔ یہ اس کے افضل ہونے کی دلیل ہے اور پھر اسے کہا تجھے تو شرم نہیں آتی اور وہ بیچاری ہر وقت منہ چھپائے پھر رہی ہے۔ جب اسے شرم آتی ہے تو تجھے بھی آنی چاہئے تو خوانخواہ وکیل بنا پھرتا ہے۔

پھر دوسرا کھڑا ہوا اس نے کہا میں پہلے ہی کہتا تھا کہ قیامت قریب ہے اور انصاف دنیا میں نہیں رہا اوپر ہونا تکبر کی نشانی ہے، نیچے ہونا تواضع کی نشانی ہے۔ اللہ تعالیٰ کو تکبر پسند نہیں تواضع پسند ہے۔ شیطان تکبر کی وجہ سے راندہ درگاہ ہوا۔ سلیمان علیہ السلام مسکرائے کہ مناظر تو دونوں زبردست ہیں۔

پھر پہلا مناظر کھڑا ہوا کہ تجھے نہ تو شرم، نہ حیا منہ تو ہزاروں نیکیاں کرتا ہے کلمہ یہ پڑھتا ہے، درود یہ پڑھتا ہے، ذکر یہ کرتا ہے، تبلیغ یہ کرتا ہے اور وہاں سوائے گندگی کے اور کوئی چیز نہیں نکلتی اور تمہیں شرم ہی نہیں رہی کہ کس کو

کس سے افضل کہہ رہا ہے۔ دوسرا پھر کھڑا ہو گیا۔ اس نے کہا کہ میں پہلے ہی رو رہا ہوں اس بات کہ اب دنیا میں انصاف باقی نہیں رہا تو آدمی باتیں کرتا ہے پوری باتیں کر۔ یہ میں مانتا ہوں کہ وہاں گندگی کے سوا کچھ بھی نہیں نکلتا لیکن وہ گندگی ایک لوٹے پانی سے صاف ہو جاتی ہے۔ یہ منہ جو گندگیاں پھینکتا ہے، کبھی رسولوں کو بھونکتا ہے، کبھی اہل بیت رضی اللہ عنہم کو، کبھی صحابہ رضی اللہ عنہم کو اس سے جو گندگیاں نکلتی ہیں وہ ساری دنیا کے سمندر بھی پاک نہیں کر سکتے۔ قیامت تک کا عذاب قبر بھی پاک نہیں کر سکتا اور اگر وہ گندگی کفر تک پہنچی ہوئی ہے تو دائمی عذاب بھی اس کو پاک نہیں کر سکے گا تو ایک پہلو بیان کرتا ہے دوسرا چھوڑ جاتا ہے۔

سلیمان علیہ السلام نے فرمایا مناظر تو دونوں زبردست ہیں۔ دلائل دونوں کے زبردست ہیں۔ آخر تو نے فیصلہ کیا کیا۔ اس نے کہا میں نے فیصلہ یہ کیا کہ مسلمان کا منہ افضل غیر مسلم یا گستاخ کی دبر افضل خواہ جس قسم کا گستاخ ہو۔

حضرت حکیم الامت کا فرمان غیر مقلدین کے بارے میں

حضرت سے کسی نے پوچھا حضرت! یہ غیر مقلد کیا چیز ہوتے ہیں۔ حضرت رحمہ اللہ نے فرمایا ان کا پہلا قدم سلف پر بدگمانی اور دوسرا قدم سلف پر بدزبانی ہے۔ حضرت یہ تو بڑا اعلمی دعویٰ کرتے ہیں۔ حضرت نے فرمایا علم ان کا یہ ہے کہ سرقہ ابن حجر سے۔ زبان ابن حزم والی۔ ابن حجر سے سرقہ کر کے ابن حزم والی زبان کا استعمال کرتے ہیں۔ پھر پوچھا حضرت ان کا درجہ کیا ہے حضرت نے فرمایا کہ ایک آدمی بانسری بجا رہا تھا بجاتے بجاتے پیچھے سے ہوا خارج ہو گئی تو بانسری جلدی سے منہ سے ہٹا کر وہاں رکھ لی کہ پہلے تو ہی بجا لے تو جو خواہ مخواہ درمیان میں ٹوں ٹاں کر رہی ہے تو ہی بجا لے۔ فرمایا مجتہد کی مثال ہے منہ کی غیر مقلدین کی دبر کی ان کی ٹوں ٹاں ایسی ہے جیسے بانسری کے مقابلے میں دبر ٹوں ٹاں کرتی ہے۔ اب خلاصہ یہ نکلا کہ جو سنی ہے اس کا منہ افضل اور جو بھی گستاخ ہے خواہ رافضی ہو یا کافر یا قادیانی ہو یا بدعتی غیر مقلد ہو مماتی ان کی دبر افضل ہے۔

اہل سنت والجماعت کی خوبی

اہل سنت والجماعت کے مذہب کی جہاں اور خوبیاں ہیں ایک یہ بھی ہے کہ اس میں گستاخیاں نہیں ہیں۔ باقی جتنے فرقے آپ کو نظر آئیں گے ہر فرقے کی بنیاد کسی کینہ پر ہے کسی کو نبی پاک کے صحابہ رضی اللہ عنہم سے کینہ ہے کسی کو نبی پاک کے اہل بیت رضی اللہ عنہم سے کینہ ہے۔ کسی کو فقہاء سے، کسی کو محدثین سے، کسی کو صوفیاء کرام سے کینہ ہے۔ ہر فرقے کی بنیاد کینہ پر ہے۔ صرف ایک جماعت ہے اہل سنت والجماعت جس کو کسی سے کینہ نہیں۔ جنہوں نے بھی دین کی خدمت کی اہل سنت کے ہاں سب قابل احترام ہیں۔ اس لئے دنیا میں سب سے زیادہ یہ جماعت پھیلی ہے اور آخرت میں بھی یہی سرخرو ہوں گے۔ آج حضرت تونسوی صاحب رافضیوں کی گالیاں سن سن کے حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے فضائل بیان کرتے ہیں تو قیامت کے دن حضرت عمر یقیناً حضرت تونسوی دامت برکاتہم کو آوازیں دیں گے، تونسوی ادھر آؤ، آپ کی شفاعت کروں۔ کیونکہ آج میری شفاعت سنی جارہی ہے۔ آج اگر مولانا قاضی مظہر حسین دامت برکاتہم خارجیوں سے گالیاں سن سن کے بھی اہل بیت کے فضائل بیان کر رہے ہیں تو قیامت کے دن حضرت علی رضی اللہ عنہ اور حضرت حسین، قاضی مظہر حسین صاحب کو بھولیں گے نہیں بلکہ کہیں گے آؤ تم نے گالیاں سن کے بھی ہماری حمایت کی۔ آج ہماری سنی جارہی ہے۔ آؤ ہم تمہاری سفارش کرتے ہیں تو یہ سب سفارش کریں گے۔

علامہ شعرانی رحمہ اللہ کا کشف

علامہ شعرانی رحمہ اللہ اپنے کشف کے بارے میں میزان کبریٰ میں لکھتے ہیں کہ میں نے حالت کشف میں دیکھا کہ پل صراط پر چار ٹھہرنے کی جگہیں بنی ہوئی ہیں جس طرح پلوں پر ہوتی ہیں اور چاروں جگہوں پر چاروں امام کھڑے ہیں امام ابوحنیفہ، امام مالک، امام شافعی، امام احمد بن حنبل (رحمہم اللہ) اور اپنے مقلدین کو گزار رہے ہیں اور میدان قیامت میں دیکھا کہ حنفیوں کا حساب ہورہا ہے امام صاحب پاس کھڑے ہیں تو معلوم ہوا ان حضرات کی سفارش سنی جائے گی۔

اب شہید کی حیات قرآن پاک سے بعبارۃ النص ثابت ہوگئی۔ اب شہید کا مرتبہ تیسرے نمبر پر ہے اللہ تعالیٰ قرآن میں فرماتے ہیں: "فاولئک الذین انعم اللہ علیھم من النبیین والصدیقین والشھداء والصالحین (النساء: ۶۹)"

پہلا مرتبہ نبیوں کا ہے دوسرا صدیقین کا تیسرا شہداء کا، چوتھا صالحین کا تو جب شہید کی حیات قرآن پاک سے بعبارۃ النص ثابت ہوگئی تو صدیق کی حیات بدلالۃ النص ثابت ہوگئی اور نبی کی حیات پھر اس سے بھی زیادہ اعلیٰ دلالت کے ساتھ ثابت ہوگئی اور جس طرح عبارت النص قطعی ہے۔ اسی طرح دلالۃ النص بھی قطعی ہوتی ہے۔ کیونکہ دلالۃ النص کا مدار علت پر نہیں لغت پر ہوتا ہے۔ اب یہ لوگ کہتے ہیں نبی کا لفظ دکھاؤ یہ تو شہید کا ہے۔ جواب یہ ہے کہ نبی کا لفظ دکھانے کی ضرورت نہیں۔ احادیث میں نبی کا لفظ بھی آیا ہے لیکن قرآن پاک سے بدلالۃ النص نبی ﷺ کی حیات ثابت ہوتی ہے۔

ایک مماتی مولوی کا قصہ

ایک مماتی مولوی تھا مجھ سے بات کر رہا تھا مجھے کہتا ہے نبی کا لفظ دکھاؤ نبی کا لفظ۔ میں نے کہا شہید کا تو دکھا دیا ہے اور شہید کو یہ رتبہ کیوں ملا ہے؟ صرف نبی کی تابعداری کی برکت سے۔ اگر وہ نبی پر ایمان نہ رکھتا، نبی کی تابعداری نہ کرتا لوگ اس کو شہید کہتے؟ شہادت تو اس کو ملی ہی حضرت پاک ﷺ کی تابعداری کی وجہ سے۔ اس لئے سارے شہداء کی حیات کو اکٹھا کیا جائے تو نبی پاک ﷺ کی حیات ان سب سے اعلیٰ اولیٰ اور ارفع ہے۔ مماتی مولوی کہتا ہے نہیں نبی کا لفظ ہونا چاہئے۔ میں نے کہا کوئی ضرورت نہیں۔

لفظ نبی کا سوال کرنے والا خود پھنس گیا

پھر میں نے کہا تیرا بیٹا پڑھتا ہے اس نے قرآن میں پڑھا "فلا تقل لھما اف" (الاسراء: ۲۳) ماں باپ کے سامنے اف بھی نہ کرنا۔ اب وہ مدرسہ سے واپس آئے اور تیرے منہ پر جوتے مارنے شروع کردے تو تو کون سی آیت پڑھ کر اسے روکے گا۔ مماتی مولوی کہنے لگا یہی "لا تقل لھما اف" میں نے کہا وہ کہے گا میں اف تو کہہ نہیں رہا۔

ابن حزم کے کمالات

ابن حزم ظاہری نے یہاں تک لکھ دیا ہے کہ اف کہنا والدین کو یہ گناہ ہے لیکن والدین کے منہ میں پیشاب کرنا حرام نہیں۔ کیونکہ اللہ کو اف کا لفظ بھی آتا تھا اور پیشاب کا بھی تو یہاں پیشاب کا لفظ اللہ نے استعمال نہیں کیا۔ لیکن وہ تو ظاہری ہے۔ محلیٰ میں لکھتا ہے کہ کوئی کھڑے پانی میں پیشاب نہ کرے پھر اس میں غسل بھی کرے کہتا

ہے اس سے معلوم ہوا کہ پانی میں پیشاب کرنے سے پانی ناپاک ہوجاتا ہے لیکن پاخانہ پڑنے سے ناپاک نہیں ہوتا۔ کیونکہ پاخانے کا لفظ حدیث میں نہیں آیا اور پیشاب بھی براہ راست پڑے۔ اگر برتن میں کر کے ڈال دیا تو ناپاک نہیں ہوگا۔ اگر کنارے پر کیا اور بہہ کر پانی میں چلا گیا تب بھی ناپاک نہیں ہوا تو گویا پیشاب ناپاک نہیں وہ دھار کم بخت ناپاک ہے اور پھر کہتا ہے وہ اسی کے لئے ناپاک ہے۔ دوسرے اس سے وضو کر سکتے ہیں۔

اسی طرح یہ حدیث کہ کتا اگر برتن میں منہ ڈال دے تو اس کو سات مرتبہ دھولو۔ اس پر لکھتا ہے کہ اس کا مطلب یہ ہے کہ برتن میں جو چیز ہوگی وہ تو ناپاک ہوگی اگر آپ نے ہاتھ پر گھی رکھا ہے اور کتا چاٹ رہا ہے ساتھ آپ بھی چاٹ رہے ہیں تو یہ ناپاک نہیں۔ کیونکہ یہ برتن نہیں ہے تو اسی طرح ''کان یباشر وھو صائم'' کے تحت لکھتا ہے کہ یہ ماضی استمراری کا صیغہ ہے دوام پر دلالت کرتا ہے روزہ رکھنے کے بعد بیوی سے اتنی مباشرت کرنا کہ فریقین کو انزال ہوجائے یہ سنت اور باعث ثواب ہے اس کی ظاہر پرستی کا عجیب حال ہے۔ میں نے محلی سے پانچ سو مسائل ایسے نکالے ہیں۔

تو اب بات یہ چل رہی ہے کہ اف کہنا تو حرام ہے والدین کو جوتا مارنا بھی حرام ہے یا نہیں؟ اف کہنے سے والدین کو تھوڑا صدمہ ہوتا ہے جب تھوڑا صدمہ پہنچانا حرام ہے تو زیادہ صدمہ پہنچانا بطریق اولیٰ حرام ہے۔ اسی طرح جب شہید کی حیات ثابت ہوگئی تو نبی کی حیات بطریق اولیٰ ثابت ہوگئی۔

احمد سعید چتروڑ گڑھی اور مرزا غلام قادیانی

سعید چتروڑ گڑھی سے میں نے مناظرے میں کہا وہ آیت پڑھتا تھا اور مرزے کی طرح غلط ترجمہ کرتا تھا۔ میں نے کہا تو ترجمہ مرزے کی طرح کرتا ہے۔ کسی ایک مفسر کا حوالہ پیش کر کہ اس نے اس آیت کا مطلب یہ لیا ہو جو تو نے لیا ہے۔ اب جب میں نے آیت شہداء تلاوت کی تو مجھے کہتا ہے کہ اگر اس سے کسی سنی نے حیات ثابت کی ہے تو حوالے دے میں اپنی ناک کٹوا دوں گا۔ اب میں ایک حوالہ پڑھتا اور پھر اس سے پوچھتا کہ اب تیری ناک کتنی رہ گئی ہے تاکہ میں دوسرا حوالہ اس حساب سے پڑھوں۔ اب سعید کے ساتھی بڑے پریشان ہوئے ایک نے تو کھڑے ہو کر کہا کہ اس کو ہم جانے نہیں دیں گے بلکہ دریا میں غرق کریں گے۔ کیونکہ اس نے آج ہمیں بڑا ذلیل کیا ہے۔ میں نے بائیس حوالے پڑھے۔

دلالۃ النص کی دوسری مثال

جنات حضرت پاک ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوئے اور عرض کیا حضرت انسانوں کو منع فرمادیں کہ یہ ہڈی اور گوبر سے استنجاء نہ کریں۔ ان میں ہماری خوراک ہے۔ اب اس سے فقہاء نے بدلالۃ النص مسئلہ یہ نکالا کہ جانوروں کی خوراک سے بھی استنجاء ناجائز ہے۔ کیونکہ ہمیں نظر آتا ہے کہ اسے جانوروں نے کھانا ہے۔ اب جب جانوروں کی خوراک سے ناجائز ہے۔ اب اگر کوئی مماتی یہ کہے کہ ہڈی اور گوبر کے بارے میں آیا ہے کہ اس سے استنجاء نہ کرو لیکن یہ کہاں آیا ہے کہ پراٹھے سے استنجاء نہ کرو، یہ کہاں ہے کہ حلوے سے استنجاء نہ کرو میں تو حلوے اور پراٹھے سے استنجاء کروں گا یا مجھے حدیث سے لفظ دکھاؤ تو اس قسم کی ضدوں کا نام ان لوگوں نے قرآن رکھا ہوا ہے کرتے ضد ہیں اور کہتے ہیں ہم قرآن مانتے ہیں۔ ان بے چاروں کے پاس اس قسم کی شرارتوں کے سوا اور کوئی بھی چیز نہیں ہے تو شہداء کی حیات بعبارۃ النص ثابت ہے۔ انبیاء علیہم السلام کی حیات بدلالۃ النص ثابت ہے۔ اب جب انبیاء علیہم السلام کی حیات قرآن پاک سے بدلالۃ النص ثابت ہوگئی تو اب ان کی یہ بات غلط ہوگئی کہ حیات انبیاء والی حدیثیں قرآن کے خلاف ہیں۔

چوتھی آیت سے حیاتِ انبیاء علیہم السلام پر استدلال

''وسلام علیہ یوم ولد ویوم یموت ویوم یبعث حیا'' (مریم: ۱۵) یہ آیت مبارکہ حضرت یحییٰ علیہ السلام کے بارے میں ہے جو شہید ہیں۔ مفسرین کا اس بات پر اتفاق ہے کہ یوم سے مراد پورا زمانہ ہے۔ ایک یہ زندگی، ایک برزخ والی، ایک آخرت والی اس لئے فرمایا ''وسلام علیہ یوم ولد ویوم یموت ویوم یبعث حیا'' (مریم: ۱۵) اس زندگی میں بھی سلامتی تو یہ سلامتی جسم اور روح دونوں کی ہے یا صرف روح کی؟ اور قیامت کو جو سلامتی ہوگی دونوں کی ہوگی یا ایک کی؟ تو جو قبر میں سلامتی ہے وہ بھی دونوں کی ہے۔ اس لئے نسائی شریف میں ''ان للہ ملائکۃ سیاحین فی الارض یبلغونی عن امتی السلام'' بے شک فرشتے مقرر ہیں جو زمین میں پھرتے ہیں اور میری امت کا درود وسلام مجھے پہنچاتے ہیں۔

یہاں فی الارض یعنی وہ سلام لیتے بھی زمین سے ہیں اور پہنچاتے بھی زمین میں ہیں۔ یہ نہیں فرمایا کہ وہ ''سیاحین من الارض الی العرش'' ہیں ''یا من الارض الی علیین'' ہیں۔ یہ نہیں فرمایا تو آیت مبارکہ میں بھی ہے کہ ''یوم اموت'' اس زمانے میں بھی سلام پہنچے گا تو احادیث میں آتا ہے کہ انبیاء علیہم السلام کو اب بھی سلام پہنچتا ہے اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے روضہ پاک پر بھی ساری دنیا صلوٰۃ وسلام عرض کرتی ہے۔ دوسری حدیث ابوداؤد اور ابن ماجہ میں ہے حضرت پاک صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جمعہ کے دن مجھ پر زیادہ درود پڑھا کرو تمہارا درود مجھ پر پیش کیا جاتا ہے تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی کھلی زندگی میں درود اس جسم پر پیش ہوتا تھا۔ صحابہ رضی اللہ عنہم نے مسئلہ پوچھ لیا اور وہ ہم بعد والوں کے کام بھی آ گیا۔

عرض کیا کہ جب آدمی مرجاتا ہے تو جسم گل سڑ جاتا ہے۔ صحابہ کے اس سوال سے معلوم ہوا کہ ان کو بھی معلوم تھا کہ درود اسی جسم پر پیش ہوتا ہے جو مرنے کے بعد گلا سڑا کرتا ہے تو حضرت موت تو آپ کو بھی آنی ہے اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی موت بعد فوراً قیامت بھی نہیں آنی تو اب آپ کے امتی قیامت تک درود بھی پڑھیں گے ان کے درود کا کیا بنے گا تو حضرت نے فرمایا: ''ان اللہ حرم علی الارض ان تاکل اجساد الانبیاء''

اللہ نے زمین پر حرام کر دیا ہے کہ انبیاء کے جسموں کو کھائے۔ اب دیکھیں یہ اسی جسم کا ذکر چل رہا ہے جو زمین میں رکھا گیا کس جسم کا ذکر چل رہا ہے جو غیر نبی کا مٹی کھا جاتی ہے تو مٹی اسی جسم کو کھاتی ہے نہ کہ خواب وخیال والے کو تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اسی جسم پر مرنے کے بعد درود پیش ہوا کرے گا۔ اسی طرح عیسیٰ علیہ السلام کے بارے میں آتا ہے: ''والسلام علیّ یوم ولدت ویوم اموت ویوم ابعث حیا'' (مریم: ۳۳) اور احادیث میں یہی ہے کہ جب کوئی میری قبر پر درود پڑھتا ہے تو میری روح کو متوجہ کیا جاتا ہے اور میں اس کے درود وسلام کا جواب دیتا ہوں۔ کیونکہ حضرت پاک صلی اللہ علیہ وسلم کی روح اللہ کی یاد میں مستغرق ہوتی ہے۔ جب کوئی درود پڑھتا ہے تو اللہ تعالیٰ اس طرف توجہ دلاتے ہیں پھر آپ صلی اللہ علیہ وسلم سلام کا جواب ارشاد فرماتے ہیں۔

پانچویں آیت سے حیاتِ انبیاء علیہم السلام پر استدلال

''وسئل من ارسلنا من قبلک من رسلنا اجعلنا من دون الرحمن الھۃ یعبدون'' (زخرف: ۴۵) اللہ تعالیٰ نے حضرت پاک سے فرمایا ہے کہ پہلے نبیوں سے پوچھ لو کہ ہم نے کبھی کسی نبی کو توحید کے خلاف پیغام دے کر بھیجا ہے؟ سارے نبی ہی توحید کا پیغام لے کر آئے تو اگر میں آپ سے کہوں کہ آپ شیخ الحدیث صاحب سے فلاں بات پوچھ آئیں۔ آپ کو شیخ الحدیث کا شناختی کارڈ مل گیا۔ آپ تصویر سے جا کر پوچھنے لگے تو کیا واقعتاً یہ پوچھنا

ہے؟ مفسرین یہی لکھتے ہیں کہ معراج کی رات حضرت پاک کی ملاقات سارے نبیوں کے ساتھ ہوئی اور وہاں آپ ﷺ نے سب نبیوں سے پوچھا اور انہوں نے بتایا کہ ہم سب توحید ہی لے کر آئے۔ اب حضرت پاک کی ملاقات انبیاء سے ہوئی ہے تو ملاقات اسی جسم سے ہوا کرتی ہے یا فوٹو کاپیوں سے ہوا کرتی ہے؟

آپ ایک مرتبہ مشرف سے ہاتھ ملا لیں آپ بڑے فخر سے کہیں گے اور ہر ایک کو بتاتے پھریں گے کہ میری جنرل مشرف سے ملاقات ہوئی ہے اور اگر ٹی وی پر دو گھنٹے اس کی تقریر سن لیں تو آپ اس کا فوٹو دیکھ رہے ہیں۔ لیکن آپ کسی کو یہ نہیں کہیں گے کہ میں نے جنرل مشرف سے دو گھنٹے ملاقات کی ہے۔ اب یہ لوگ کہتے ہیں کہ وہاں جسم مثالی آئے تھے تو میں جواب میں کہتا ہوں جہاں ملاقات کا ذکر ہے وہاں یہی جسم مراد ہوتا ہے نہ کہ مثالی۔ پھر حضرت پاک ﷺ کا جسد اطہر اصلی تھا یا نہیں۔ اب یہ بات وہ لوگ بھی مانتے ہیں کہ حضرت ﷺ کا جسد اطہر اصلی تھا اور آپ ﷺ نے وہاں جماعت کرائی ہے۔ کیا کوئی مسئلہ قرآن وحدیث میں ہے کہ مولوی صاحب (یعنی امام) تو اصلی کھڑے ہیں اور پیچھے (مقتدی) ساری فوٹو کاپیاں کھڑی ہیں اور جماعت ہو رہی ہے۔ کیا فوٹو کاپیوں سے جماعت ہو جاتی ہے؟ جواب نہیں، جماعت تو اصل جسم سے ہوتی ہے۔ اسی طرح آپ ﷺ نے جماعت کروائی ہے اور پیچھے انبیاء علیہم السلام اپنے اصلی اجسام کے ساتھ کھڑے تھے۔

مماتیوں کا اعتراض

اگر انبیاء علیہم السلام اصلی اجسام کے ساتھ کھڑے تھے تو پیچھے قبروں میں کیا تھا؟

جواب: جب حضرت مدینہ سے وہاں پہنچ گئے تو انبیاء قبروں سے وہاں آ گئے تو اس میں کیا حرج ہے اور کون سا استحالہ لازم آ گیا ہے تو اس لئے معراج کی رات حیات انبیاء علیہم السلام کی واضح دلیل ہے۔

چھٹی آیت سے حیات انبیاء علیہم السلام پر استدلال

"ولقد اٰتینا موسی الکتاب فلا تکن فی مریۃ من لقائہ" (السجدۃ: ۲۳) اس آیت کی تفسیر میں علماء نے انبیاء کی حیات کو ثابت کیا ہے۔ اب جس موسیٰ علیہ السلام کو تورات ملی وہ جسم مثالی تھا یا جسم اصلی؟ یقیناً جسم اصلی تھا "وجعلنٰہ ھدی لبنی اسرائیل" (الاسراء: ۲) تو موسیٰ علیہ السلام ہدایت کا راستہ دکھاتے ان کو تورات پڑھ کے سناتے وہ مثالی جسم کے ساتھ سناتے یا حقیقی جسم کے ساتھ؟ جس موسیٰ علیہ السلام پر تورات نازل ہوئی جو موسیٰ علیہ السلام بنی اسرائیل میں وعظ فرماتے تھے انہی سے ملاقات کا ذکر کیا گیا۔

(صحیح مسلم ج ۲ ص ۲۶۸) پر حدیث موجود ہے: "حدثنا ھداب بن خالد وشیبان بن فروخ قالا نا حماد بن سلمۃ عن ثابت البنانی وسلیمان التیمی عن انس بن مالک ان رسول اللہ ﷺ قال اتیت وفی روایۃ ھداب مررت علی موسی لیلۃ اسری بی عند الکثیب الاحمر وھو قائم یصلی فی قبرہ" کہ موسیٰ علیہ السلام کی قبر کے پاس سے گزرا آپ نماز ادا فرما رہے تھے اور یہ قبر آپ ﷺ نے کہاں بتائی کہ بیت المقدس کے قریب سرخ ریت کا ٹیلہ ہے وہ قبر ہے موسیٰ علیہ السلام کی تو اب کیا ریت کے ٹیلے علیین سجین میں ہوتے ہیں یا اس زمین پر تو اس سے بھی معلوم ہوا کہ قبر اسی زمین میں ہوتی ہے نہ کہ علیین سجین میں۔ اسی طرح یہ بھی ہے کہ یہ قبر موسیٰ علیہ السلام کی بیت المقدس کے پاس ہے تو کیا بیت المقدس اس زمین پر ہے یا علیین سجین میں بنی ہوئی ہے۔ یقیناً اس زمین پر ہے تو جو بیت المقدس کے

پاس قبر ہے اس میں جو موسیٰ علیہ السلام کا جسد اطہر ہے وہ خواب خیال والا ہے یا اصلی جسم ہے؟ تو جب آپ ﷺ نے موسیٰ علیہ السلام کو قبر میں نماز پڑھتے دیکھا تو پتہ چلا کہ موسیٰ علیہ السلام اسی جسد اطہر کے ساتھ نماز پڑھ رہے ہیں جو قبر میں ہے۔

مرزا قادیانی کا اعتراض

مرزا کہتا ہے کہ آپ ﷺ نے نماز پڑھائی پھر جب اوپر گئے تو پہچانا نہیں بلکہ جبرائیل علیہ السلام نے بتایا کہ یہ موسیٰ علیہ السلام ہیں۔ میں اس کے جواب میں کہتا ہوں کہ آپ خیر المدارس میں مجھے ملے۔ میں نے پوچھا آپ کون ہیں؟ آپ نے کہا کہ ابھی آپ کے پیچھے نماز پڑھی ہے۔ اب اس بات سے کہ انہوں نے پہچانا نہیں کیا یہ سمجھ لیا جائے کہ انہوں نے نماز نہیں پڑھائی۔ اس نہ پہچاننے سے نماز پڑھانے کی نفی کیسے ہوگئی۔

مثال: میں نے دیکھا کہ علامہ صاحب نماز پڑھ رہے ہیں۔ اس سے مجھے ان کی زندگی کا یقین ہوگیا لیکن ضروری نہیں کہ ان کا چہرہ اچھی طرح دیکھ لیا ہو اس کے بعد پھر ملاقات ہوئی۔ کسی نے بتایا علامہ صاحب یہی ہیں۔ اب اس بتانے سے پہلی بات کی نفی نہیں ہوتی کہ آپ نے علامہ کو نماز پڑھتے دیکھا ہی نہیں۔ اب اس طرح کی باتوں سے یہ لوگ نبی پاک ﷺ کی احادیث کا انکار کرتے ہیں اور اپنے آپ کو مسلمان بھی کہتے ہیں۔

اب دیکھیں کہ حضرت پاک ﷺ نے دیکھا تو اکیلے موسیٰ علیہ السلام کو کہ وہ نماز پڑھ رہے ہیں۔ لیکن فرمایا سب انبیاء کے متعلق "الانبیاء احیاء فی قبورھم یصلون"

ایک واقعہ

میں نے جب گکڑ ہٹہ میں سب سے پہلی تقریر کی تو کبیر والہ سے مفتی عبد القادر صاحب، مولانا مفتی محمد انور صاحب، حضرت تونسوی صاحب کے بھائی مولانا احسان صاحب یہ سارے حضرات میرے ساتھ گئے تھے۔ میں نے رات کو وہاں تقریر کی۔ اب ان کا جو وہاں صدر ہے اشاعۃ التلبیس والضلالۃ کا وہ کھڑا ہوگیا اور اس نے کہا آپ جائیں گے نہیں۔ کل مناظرہ ہوگا۔ میں نے کہا ٹھیک ہے۔ مولانا انور صاحب مہتمم دار العلوم کبیر والہ یہ گاڑی لے کر گئے ہوئے تھے واپس آکر کتابیں لے گئے۔ میں چونکہ وہیں رہا۔ فجر کے بعد میں نے پھر درس دیا تو ان کے پانچ ساتھ آدمی پیچھے آکر بیٹھ گئے، درس سنتے رہے۔ جب درس ختم ہوا تو وہی حق نواز جس نے مناظرے کا چیلنج دیا تھا کھڑا ہوا اور کہا ہم نے کل آپ کو مناظرے کا چیلنج دیا تھا لیکن جب سعید نے سنا کہ کل مناظرہ کرنا ہے تو وہ بھاگ کر کہیں گنے کے کھیتوں میں چھپ گیا۔ ہمیں مل نہیں رہا۔ ہم ساری رات سوئے بھی نہیں اسے تلاش کرتے رہے مگر وہ نہیں ملا۔ اس لئے اب آپ کو اس کے استاد سے مناظرہ کرنا پڑے گا۔ اس کا نام مولوی اللہ بخش ہے۔

میں نے کہا چلو ٹھیک ہے کوئی تو آئے۔ اب ہم حق نواز کی حویلی میں چلے گئے۔ اب جتنے آدمی بیٹھے تھے سارے ان پڑھ میں نے کہا بات یہ ہے کہ آپ میں سے عربی کون پڑھا ہوا ہے۔ انہوں نے کہا کوئی بھی نہیں۔ میں نے کہا پھر آپ ہماری گفتگو میں کیا فیصلہ کر سکیں گے۔ فائدہ کچھ نہیں ہوگا۔ کیونکہ تین قسم کے لوگ آپ میں ہوں گے۔ ایک جو میرے ساتھی ہیں وہ مجھے زندہ باد کہیں گے خواہ میں کچھ بھی کہوں۔ ایک ان کے ساتھی ہیں وہ ان کو زندہ باد کہیں گے خواہ میں کچھ کہوں تو درمیان والے بے چارے پریشان ہوں گے کہ پتہ نہیں یہ کیا کہہ رہے ہیں۔

پھر میں نے کہا یہ دین کی بات علماء دیوبند کی اردو تفسیریں اور حدیث کی کتابوں کے ترجمے موجود ہیں تو میرا خیال ہے کہ بحث اس طریقے سے ہو کہ میرا کام آیت یا حدیث نکال کے دینا ہو اور یہ حق نواز جو اردو پڑھا ہوا ہے یہ پڑھ کے سنا دے۔ آپ سب اس کو اچھی طرح دیکھ لیں اور مولوی اللہ بخش کا کام بھی اتنا ہی ہو کہ یہ آیت یا حدیث نکال کے دے دے۔ یہ ہمارا آدمی سب کو پڑھ کے سنائے گا اور دکھائے گا۔ کوئی جلد بازی بھی نہیں ہے۔ ایک دو آیتیں یا حدیثیں ہو جائیں تو مسئلہ تو حل ہو جائے گا۔ کیونکہ جب آپ سب لوگ اپنی آنکھوں سے دیکھیں گے تو آپ کو یقین ہو جائے گا کہ واقعی دلائل موجود ہیں۔ یہ لوگ کہنے لگے یہ تو بہت اچھا طریقہ ہے۔

اب میں نے تفسیر معارف القرآن رکھ لی، ترجمان السنہ رکھ لی۔ میں نے معارف القرآن سے آیت شہداء نکال کے دے دی۔ حق نواز نے پڑھی ساری تشریح بھی پڑھی کہ اس سے انبیاء علیہم السلام کی موت کے بعد قبور میں حیات ثابت ہے۔ اب میں نے کہا کہ مولوی صاحب آپ بھی کوئی آیت نکالیں اس نے نکالی ''اللہ یتوفی الانفس حین موتھا والتی لم تمت فی منامھا'' (الزمر: ۴۲) اب اس نے پڑھی اور کہا جو مسئلہ ہم سمجھنے آئے ہیں وہ تو اس میں ہے ہی نہیں۔ کیونکہ آیت شہداء کے تحت شہداء کی حیات کا لفظ ہے یہاں تو کسی کا ذکر نہیں۔ پھر میں نے ترجمان السنۃ سے حدیث نکال کر دکھائی ''الانبیاء احیاء فی قبورھم یصلون'' میں نے کہا اعراب لگے ہوئے ہیں خود عبارت پڑھو۔

دریا خان کا مناظرہ

میں نے جو اپنا عقیدہ دریا خان والے مناظرے کے لئے لکھا تھا اس میں میں نے پچیس کتابوں سے اپنا عقیدہ لکھا تھا اور میں نے کہا تھا دنیا کے جس ملک میں لے جاؤ وہ کہیں گے یہ کتابیں سنیوں کی ہیں اور ہمارا عقیدہ یہی ہے۔ آپ بھی کسی کتاب سے عقیدہ لکھیں۔ کیونکہ عنایت اللہ شاہ کی پیدائش سے پہلے کسی چور ڈاکو کا بھی یہ عقیدہ نہیں تھا کہ جسم اطہر کے ساتھ روح کا تعلق نہیں ہے۔ یہ ہمارا ان کو چیلنج ہے کہ نبی تو کجا صحابی رضی اللہ عنہ تو کجا، تابعی تو کجا، تبع تابعی تو، کجا محدث کجا، فقیہ کجا، کوئی چور زانی ڈاکو ایسا ہو جس کا عقیدہ یہ ہو کہ جسم پاک کے ساتھ روح اقدس علیہ السلام کا کوئی تعلق نہیں ہے۔ ایک حوالہ بھی یہ قیامت تک پیش نہیں کر سکیں گے۔

میں نے شجاع آباد میں بھی عنایت اللہ کو یہی کہا۔ مجھے پتہ نہیں تھا کہ جلسہ ان کا ہے مجھے بلایا، میں چلا گیا۔ اذانیں مغرب کی ملتان میں ہی ہو رہی تھیں، پہلے میں نے سوچا واپس چلتا ہوں، سکول بھی پہنچنا ہے چھٹی نہیں لی۔ پھر سوچا کہ چلو پہلی تقریر کر کے آجاؤں گا۔ جب میں وہاں گیا تو انہوں نے کہا کہ آپ پہلے کھانا کھا کر دو تین گھنٹے آرام کریں آخر میں آپ کی تقریر ہوگی۔ میں نے پوچھا پہلے کن کی ہے۔ انہوں نے کئی نام لئے اور عنایت اللہ شاہ کا نام بھی لیا۔ میں نے کہا یہ آپ نے اپنا جلسہ خراب کر لیا ہے۔ کیونکہ عنایت اللہ شاہ کو ایک ہی مسئلہ آتا ہے اور وہی اس نے بیان کرنا ہے۔ اس کے بعد غیر مقلد مجھے اس مسئلے کے بارے میں چٹیں دیں گے اپنی جان چھڑانے کے لئے تو بہتر یہ ہے کہ عنایت اللہ کو آپ کہہ دیں کہ وہ صبح نماز کے بعد درس دے لیں۔ تقریر رات کو نہ کریں۔

عنایت اللہ شاہ نے کہا نہیں میں تقریر کروں گا اور اسی وقت کروں گا اور اسی مسئلہ پر کروں گا۔ خیر عنایت اللہ شاہ نے تقریر شروع کی کہ سارے نبی اس عقیدے پر تھے جو میرا ہے، سارے صحابہ رضی اللہ عنہم، سارے تابعین، سارے تبع تابعین، سارے فقہاء، اس عقیدے پر تھے جو میرا ہے۔ ایسے موقع پر تماشہ دیکھنے والے زیادہ ہوتے ہیں۔ میں تو

اندر لیٹا ہوا تھا چار پانچ نوجوان اندر میرے پاس آ گئے اور کہنے لگے سن رہے ہیں، میں نے کہا سن رہا ہوں، میں نے لیٹے ہوئے کہا کہ عنایت اللہ شاہ سے پہلے کوئی آدمی اس عقیدے کا نہیں تھا۔ یہ پہلا آدمی ہے جس کا یہ عقیدہ ہے۔

عنایت اللہ شاہ گجراتی کا مناظرے سے فرار

انہوں نے کیا کیا یہ بات لکھ کر نیچے میرا نام لکھ کر چٹ اس کے پاس بھیج دی۔ مجھے اس وقت پتہ چلا جب شاہ صاحب نے رقعہ پڑھا اور میرا نام پڑھا۔ اب رقعہ پڑھنے کے بعد عنایت اللہ شاہ کو نبی اور صحابی تابعین اور تبع تابعین سارے بھول گئے اور کہا ایک آدمی ہے جو مجھ سے پہلے میرے عقیدے کا تھا وہ ہے ابن عبد الہادی حنبلی جو مجھ سے پہلے میرے عقیدے کا تھا جس نے الصارم المنکی لکھی ہے۔ اب چونکہ اس نے میرا نام لے لیا تھا۔ پھر میں نے خود چٹ لکھی۔ میں نے کہا اب نبی اور صحابہ آپ کو بھول گئے صرف ایک نام پیش کیا ہے۔ چلو اسی پر فیصلہ کر لو۔ میں دستخط کرتا ہوں کہ جو عقیدہ اس نے لکھا ہے میں مانتا ہوں۔ آپ بھی دستخط کریں۔ وہ تو کہتا ہے کافر مردے بھی سنتے ہیں اور تو کہتا ہے کہ وہ میرا ساتھی ہے وہ تو تمہارے دستور کے مطابق اشاعۃ التوحید والسنہ کا ممبر ہی نہیں بن سکتا۔ جب میری چٹ پڑھی تو کہا کہ مناظرہ علماء کا کام ہوتا ہے میں تو طالب علم ہوں۔

آخر جھگڑا کیا ہے؟

جھگڑا یہ ہے کہ یہ موت ہے اور یہ قیامت ہے اس کے درمیان میں کیا ہے۔ اتنا جھگڑا ہے سارا تو یہ پہلے تو ادھر والی آیتیں پڑھا کرتے تھے "کل نفس ذائقة الموت" (العنکبوت:۵۷) حالانکہ یہ تو ان کے لئے پڑھو جو کہیں کہ موت نہیں آئی جو موت کے آنے کے بعد حیات کا قائل ہے۔ اسے تو یہ آیتیں سنانا غلط ہے۔ اب جوان کے نئے مناظر اٹھے ہیں۔ وہ ادھر (قیامت کی طرف) چلے گئے اور کہا "واذا النفوس زوجت" (التکویر:۷) اور ترجمہ کیا روحیں جسموں کے ساتھ قیامت کے دن ملائی جائیں گی۔ حالانکہ مرفوع حدیث میں اس کی تفسیر آ چکی ہے کہ جوڑے بنائے جائیں گے، چور الگ کھڑے ہوں گے، زانی الگ کھڑے ہوں گے "واذا النفوس زوجت" کا یہ مطلب ہے۔

البتہ مفسرین کئی احتمالات نکالتے ہیں ایک احتمال یہ بھی مفسرین نے لکھا ہے کہ مراد روحوں کو جسموں سے ملایا جانا ہے، یہ کوئی نئی بات نہیں ہے۔ دیکھیں جب آپ نیند سے بیدار ہوتے ہیں تو "الحمد لله الذی رد الیّ روحی ولم یمسکها فی منامی" پڑھتے ہیں تو کیا جب آپ سو گئے تھے روح کا تعلق جسم سے نہیں تھا۔ تعلق تھا لیکن اب آپ کہہ رہے ہیں کہ خدا نے روح لوٹا دی تو مطلب یہ ہے کہ اس وقت روح کا تعلق "ولکن لاتشعرون" کی مد کا تھا۔ چھپی حیات تھی تو جیسے نیند کی چھپی حیات سے بیداری کی کھلی حیات کی طرف آنے کو رد روح کہا گیا ہے۔ اسی طرح قبر کی چھپی حیات سے قیامت کی کھلی حیات کی طرف آنے کو بھی رد روح کہا گیا ہے۔ اس میں کوئی اشکال ہی نہیں ہے۔ بالکل لیکن یہ بے چارے کبھی ادھر کو جاتے ہیں کبھی ادھر کو، جھگڑا تو ہے درمیان والا اس میں وہ بھی کچھ نہیں کر سکتے۔ اصل مسئلہ جو ہے وہ یہ ہے کہ ان کے پلے کچھ نہیں ہے۔

مماتیوں کا حملہ

میں نے جہلم کے جلسے پر تقریر کی، پھر گجرات میں آیا گجرات والے کہنے لگے آپ یہاں بھی درس دے

دیں۔اب سارے ساتھی تو جہلم جلسے پر گئے ہوئے تھے یہاں ساتھی بہت کم تھے۔انہوں نے دیکھا کہ مجمع تھوڑا ہے تو عنایت اللہ شاہ نے گیارہ آدمی مجھ پر حملے کے لئے بھیج دیئے۔اب انہوں نے چٹ لکھ کر بھیجی کہ یہ جو حدیث آتی ہے مسند احمد میں کہ اماں عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ جب تک حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا روضہ میں دفن تھا اور میرے والد کو تو میں پوری طرح کپڑے سنبھالے بغیر سامنے آجاتی تھی لیکن جب سے حضرت عمر رضی اللہ عنہ یہاں دفن ہوئے ہیں تو پھر میں پوری طرح سنبھل کے آتی ہوں۔عمر رضی اللہ عنہ سے حیا کرتے ہوئے۔کہتے ہیں کہ یہ جو حدیث ہے یہ جھوٹی ہے،جھوٹی ہونے کی دلیل یہ ہے کہ اماں جی ایسی جاہلانہ بات نہیں کہہ سکتیں۔جو نظر چھ فٹ مٹی سے پار ہو سکتی ہے وہ دو پٹے سے بھی پار ہو سکتی ہے۔یہ بالکل حماقت والی بات ہے۔اماں جی کبھی ایسے نہیں فرما سکتیں۔

میں نے کہا لوہا کتنا موٹا ہو اس سے بجلی گزر جاتی ہے۔لیکن اگر درمیان میں پتلی سی لکڑی آجائے تو بجلی اس لکڑی سے آگے نہیں گزرتی۔کیونکہ لکڑی میں روکنے کی صلاحیت اللہ نے رکھ دی ہے۔اسی طرح لباس میں نظر کو روکنے کی صلاحیت ہے۔

ایک پروفیسر بھی تھا وہ کھڑا ہو گیا اس کے ہاتھ میں لمبا چھرا تھا اس نے کہا جس انداز سے آپ نے یہ حدیث ہمیں سمجھائی ہے کسی نے نہیں سمجھائی اور ہم آج آپ کو قتل کرنے آئے ہوئے ہیں ہمارا مشن یہی ہے۔لیکن بات یہ ہے کہ آپ نے جس انداز میں یہ مسئلہ ہمیں سمجھایا ہے ہمیں کوئی شک نہیں رہ گیا۔

عنایت اللہ شاہ کا فرار

لیکن ہم اس جماعت کے معمولی آدمی نہیں بڑے کارکن ہیں۔اس لئے اس جماعت کو چھوڑنے کے لئے ہمیں کچھ بہانہ چاہئے تو اگر آپ شاہ صاحب سے گھنٹہ آدھ گھنٹہ بالمشافہ بات کرلیں تو پھر ہم مان جائیں گے اور اعلان کردیں گے کہ آپ کی بات صحیح نہیں۔ان کی بات صحیح ہے۔اس لئے ہم جماعت سے نکل رہے ہیں تو میں نے گھڑی دیکھی تو میں نے کہا کہ میں اپنے سکول ٹائم پہنچنے کے حساب سے چار گھنٹے یہاں ٹھہر سکتا ہوں،ان چار گھنٹوں کے اندر اندر اگر آپ بات کرا سکتے ہیں تو کرالیں۔کیونکہ پھر میں نے جانا ہے۔

اب ڈیڑھ گھنٹے بعد وہ واپس آئے اور کہا ہم نے شاہ صاحب سے گزارش کی تھی لیکن انہوں کہا امین چونکہ جاہل آدمی ہے اس لئے میں اس سے مناظرہ نہیں کرتا مجھ سے مناظرہ کرنا ہے تو یا تو مولانا عبداللہ درخواستی کو لاؤ یا مولانا قاضی مظہر حسین کو لاؤ یا مولانا سرفراز خان صفدر کو لاؤ اور کسی سے بات کرنے کے لئے میں بالکل تیار نہیں ہوں۔ہم نے بہت کہا کہ وہ ان پڑھ آدمی ہے جلدی قابو میں آجائے گا۔مسئلہ یہ ہے کہ ہمارے پلے بھی کچھ پڑے اور جس انداز میں آج اس نے درس دیا ہے اور ہمیں سمجھایا ہے ہم نے پہلی دفعہ اس کا یہ انداز دیکھا ہے۔اس کے بعد نہ ہمارے ذہن میں کوئی عقلی شبہ باقی رہ گیا ہے نہ قرآن کی آیت کے بارے میں کوئی شبہ باقی رہا۔لیکن عنایت اللہ نے انکار کردیا۔پھر وہ ڈیڑھ گھنٹے کے بعد آئے اور کہا اب ہم ان کو یہ کہہ آئے ہیں کہ ہم تمہاری جماعت سے نکل رہے ہیں۔تو اس قسم کے ڈھکوسلے ان کے پاس ہوتے ہیں۔ایسے اعتراضات کرتے ہیں جیسے ملحدین کیا کرتے ہیں۔

ایک ملحدانہ سوال

جب میں ساؤتھ افریقہ گیا تو ایک آدمی وہاں آگیا اور کہا آج کل لوگ مرتے وقت وصیت کر جاتے ہیں

کہ میری آنکھ فلاں کو دے دینا ڈاکٹر نکال کر دے دیتے ہیں۔ اب اس آنکھ کو عذاب ہو رہا ہے یا نہیں اور اس کو بالکل محسوس نہیں ہو رہا۔ میں نے کہا وہ برزخ کا عذاب ہے اسے کیا پتہ چلے گا جو اس کے سامنے ہے اس کو اس کا پتہ نہیں کہ اس کے پیٹ میں کیڑے پیدا ہو گئے۔ ڈاکٹر صاحب نے دوائی دی اس نے پی لی پتہ نہیں کیڑوں پر کیا گزر رہی ہے۔ کتنے مر رہے ہیں کتنے تڑپ رہے ہیں۔ لیکن ان کے تڑپنے سے ان کو کوئی احساس ہو رہا ہے تو اس کے پیٹ میں جو کیڑوں کو عذاب ہو رہا ہے وہ مر رہے ہیں تڑپ رہے ہیں اس کو تو ان کا بھی عذاب نہیں محسوس ہو رہا تو جس پر اللہ تعالیٰ نے برزخ کا پردہ ڈالا ہوا ہے وہ اس کو کیسے محسوس ہوگا۔

دوسرے ملحد کا سوال

ایک آدمی کہنے لگا میری بکری نے جب بچہ دیا میں اسی وقت لے کر قبرستان چلا گیا کہ بلکتا ہے یا نہیں۔ میں نے کہا ساری باتیں تیری جہالت کی ہیں یہ جانور چونکہ روز سنتے ہیں تو ان کی عادت ہو جاتی ہے ان کو بلکنے کی ضرورت نہیں رہتی اور تو یہ سمجھتا ہے کہ قبرستان وہی ہے جہاں قبریں نظر آ رہی ہیں۔ تجھے کیا پتہ کہ یہاں کتنی قبریں ہیں، اس جہاں میں کتنی قبریں بن چکی ہیں اور کتنی بنیں گی۔ بعض روایات میں ہے کہ ایک ایک جگہ سے ستر ستر مردے اٹھیں گے۔ پوری زمین قبرستان ہے۔ اب جانور جب ہر وقت سنتے ہیں تو ان کی عادت بن جاتی ہے اس لئے بلکتے نہیں۔

ایک مثال: ہمارے اوکاڑہ میں ایک کپڑے کی مل تھی ایک ساتھی وہاں سیر کے لئے لے گیا اتنا اس میں آواز اور شور تھا میں تو وہاں سے پیچھے بھاگا کہ یہاں تو کان ہی بند ہو جائیں گے۔ وہ کہنے لگا آخر یہ اتنے لوگ بھی تو کام کر رہے ہیں وہ پھر مجھے پکڑ کے لے گیا۔ میں دیکھتا رہا بالکل نصف جگہ پر پہنچے تو دیکھا کہ ایک کبوتری انڈوں پر بیٹھی ہے۔ اب جس آواز سے میں گھبرایا تھا اسے کچھ نہیں ہو رہا تھا کیونکہ وہ تو روز سنتی ہے تو یہ جانور جو آواز سنتے ہیں۔ یہاں سے بھی سنتے ہوں گے پتہ نہیں یہاں کتنی قبریں ہیں اور کتنوں کو عذاب ہو رہا ہے۔ اب اس طرح کی باتوں سے قرآن وحدیث کا انکار کرنا مسلمانوں والا ذہن نہیں ہے۔ ملحدوں والا ذہن ہے۔

مماتیوں کا اعتراض

مماتی لوگ اعتراض کرتے ہیں کہ عزیر علیہ السلام سو سال لیٹے رہے اور انہیں پتہ نہیں چلا کہ کتنے دن میں یہاں رہا ہوں۔ کسی بات کا کوئی پتہ نہیں تھا اس سے پتہ چلا کہ نہ تو نبی سنتے ہیں نہ ان کو کسی کا علم ہوتا ہے۔

جواب: پہلی بات تو یہ ہے کہ یہ کہا کرتے ہیں کہ ہم قرآن مانتے ہیں اور کوئی تفسیر نہیں مانتے تو قرآن میں اس واقعہ میں کہیں عزیر علیہ السلام کا نام ہے؟ قرآن میں اس مقام پر عزیر علیہ السلام کا نام ہے ہی نہیں۔ یہ واقعہ کس کے متعلق ہے۔ اس کے بارے میں نو قول ہیں کوئی کہتا ہے کافر سے متعلق ہے، کوئی کہتا ہے کسی نیک آدمی کے متعلق ہے، کوئی کہتا ہے عزیر علیہ السلام سے متعلق ہے، کوئی کسی دوسرے نبی سے متعلق کہتا ہے تو پہلی بات تو یہ ہے کہ جن مفسرین سے عزیر علیہ السلام کا نام لیا انہی مفسرین کی تفسیروں میں حیات کا عقیدہ موجود ہے اور کسی مفسر نے اس آیت مبارکہ کی تفسیر میں حیات اور سماع کا مسئلہ چھیڑا ہی نہیں۔ آخر کیوں نہیں چھیڑا؟

دوسری بات یہ ہے کہ کیا عزیر علیہ السلام نبی ہیں۔ کہیں قرآن میں لکھا ہے کہ عزیر نبی ہیں؟ ابوداؤد میں

حدیث موجود ہے کہ حضور ﷺ نے فرمایا مجھے کوئی پتہ نہیں کہ عزیر نبی ہیں یا نہیں؟ تبع نبی ہے یا نہیں۔ حضرت عزیر علیہ السلام کا نبی ہونا حضرت علی رضی اللہ عنہ کے قول سے ثابت ہے جو در مختار اور حاکم میں ہے کہ وہ نبی تھے۔ بنی اسرائیل کی بائبل میں جس طرح دوسرے نبیوں کے صحیفے ہیں ایک عزیر علیہ السلام کا صحیفہ بھی ہے تو بنی اسرائیل عزیر علیہ السلام کو نبی مانتے ہیں۔ اس لئے بعض لوگ کہتے ہیں کہ وہ نبی ہیں، لیکن اس بات پر توجہ کریں کہ جو نبی مانتے ہیں وہ اس واقعہ کو اس کے متعلق نہیں مانتے۔ کیونکہ یہ واقعہ اس وقت پیش آیا ہے جب بخت نصر نے بیت المقدس کو لوٹ لیا۔ بیت المقدس پر ہل چلوا دیئے اور سارا شہر تباہ کر دیا۔

اسی وقت ایک آدمی جا رہا ہے اور کہہ رہا ہے کہ یہ بستی کیسے آباد ہوگی۔ کیونکہ بخت نصر ستر ہزار قیدیوں کو لے گیا۔ بائبل میں یہی لکھا ہے کہ عزیر علیہ السلام ان ستر ہزار قیدیوں میں تھے۔ وہ تو پیچھے رہے ہی نہیں کہ آ کر یہ کہیں کہ یہ بستی کس طرح آباد ہوگی۔ اس کے بعد جب ذوالقرنین نے حملہ کیا اور بخت نصر کے بیٹے کو شکست ہوئی اس کے بعد عزیر علیہ السلام باہر تشریف لائے۔ دانیال اور عزیر اور یرمیاہ علیہم السلام نے بہت دعائیں کیں کہ یا اللہ یہ مصیبت بخت نصر والی ٹل جائے۔ انہیں پھر ذوالقرنین دکھائے گئے کہ یہ آدمی آئے گا تمہاری نجات کے لئے۔ چنانچہ بخت نصر تو بیٹے کے ہاتھوں قتل ہو گیا۔ دانیال کی کتاب میں سارا قصہ مذکور ہے۔ پھر بخت نصر کے بیٹے کو ذوالقرنین نے قتل کیا اور ان کو آزاد کروایا۔

تو خلاصہ میں یہ عرض کر رہا ہوں کہ جو عزیر علیہ السلام کو نبی مانتے ہیں جس کتاب میں یہ مذکور ہے کہ عزیر علیہ السلام نبی ہیں اس میں یہ بھی مذکور ہے کہ یہ واقعہ ان کے متعلق نہیں ہے۔ کیونکہ یہ واقعہ کہ سو سال آدمی لیٹا رہا اس وقت پیش آیا جب حضرت عزیر علیہ السلام قید میں تھے۔ اس لئے اس واقعہ سے کسی نبی کا نہ سننا ثابت نہیں ہوتا۔ اگر بالفرض ہم مان لیں کہ یہ واقعہ عزیر علیہ السلام سے ہی متعلق ہے اور عزیر علیہ السلام نبی ہی ہیں تو کسی مفسر نے بھی اس آیت کے نیچے نہ حیات کا مسئلہ چھیڑا ہے نہ سماع کا، کیوں؟ اس کی کیا وجہ ہے؟ اس کی وجہ یہ ہے کہ موت تو ایک آنی چیز ہے اور یہ موت موت اجل نہیں تھی جس کے بعد انسان دنیا میں نہیں آتا۔ بعض واقعات قرآن میں ایسے ہیں جن میں کسی پر وقتی موت آئی ہے بعد میں زندہ ہو کر پھر آباد رہے ہیں تو ایسے جو لوگ ہیں ان پر جو وقتی موت آتی ہے اس موت کے بعد ان پر برزخ کے اعمال بالکل نہیں پیش کئے جاتے تاکہ ان کا ایمان بالغیب ختم نہ ہو۔

پہلے پارے میں ہے کہ ستر آدمی موسیٰ علیہ السلام کے ساتھ گئے "ارنا اللہ جھرۃ" ہمیں اللہ دکھا تو یہ ستر کے ستر مر گئے۔ پھر زندہ ہوئے۔ اسی طرح دوسرے پارے میں ہے "الم تر الی الذین خرجوا من دیارھم وھم الوف حذر الموت فقال لھم اللہ موتوا ثم احیاھم" (البقرۃ: ۲۴۳) ستر ہزار یہ مرے۔ اب انہوں نے نہ عذاب وثواب قبر بیان کیا نہ روح کا نہ جسم کا۔ اس لئے کہ ان حضرات نے چونکہ دوبارہ دنیا میں آ کر رہنا تھا اور اس لئے کہ ان کا ایمان بالغیب ختم ہو جائے گا۔ ان چیزوں پر اس لئے ایسے لوگ جن پر ایسی موت آتی ہے جو موت اجل نہ ہو اور انہوں نے دوبارہ زندہ ہو کر دنیا میں زندگی گزارنی ہے ایسے لوگوں پر برزخ کے عذاب پیش کئے ہی نہیں جاتے۔ اس لئے "اماتہ اللہ مائۃ عام" (البقرۃ: ۲۵۹) موت تو وقتی چیز ہے۔ لیکن ان کو سو سال دی جب روح کا تعلق قائم ہوا ہی نہیں برزخ کا سوال وجواب برزخ کے احوال پیش ہی نہیں آئے تو اس مسئلے میں اس واقعے سے استدلال کی گنجائش نہیں۔

یہی وجہ ہے کہ علامہ انور شاہ صاحب کشمیری رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ تقریباً دو لاکھ تفسیریں لکھی گئی ہیں کسی تفسیر

میں کسی مفسر نے اس آیت کے نیچے یہ مسئلہ نہیں چھیڑا۔ کیونکہ یہ واقعہ خرق عادت ہے اور خرق عادت والے واقعات سے عادات والے مسائل ثابت نہیں کئے جاتے۔ دیکھو سو سال میں کیا ہوا حضرت کا جسد اطہر باہر ہی پڑا رہا۔ لیکن کسی کو نظر نہیں آ رہا تھا۔ ورنہ یہ ناممکن ہے کہ انسانی لاش کسی انسان کو نظر آئے اور وہ باہر پڑی رہنے دے تو یہ بھی خرق عادت ہے کہ جسم پڑا ہے اور کسی کو نظر نہیں آ رہا نہ کسی کے بارے میں ذکر ہے کہ اس نے کہا ہو میں نے ان سو سال میں آپ کا جسم دیکھا اور میں گیا اور میں نے سلام عرض کیا تھا جیسے قبر پر عرض کرتے ہیں۔ پھر کسی نے پوچھا ہو کہ میرا اسلام آپ نے سنا تھا یا نہیں سنا تھا۔

اب سو سال بارشیں بھی ہوئیں، آندھیاں بھی چلیں، لیکن کھانے میں ذرا بھی فرق نہیں آیا نہ کوئی مٹی پڑی تو یہ واقعہ چونکہ سارے کا سارا خرق عادت ہے اس لئے اس کا اس مسئلے کے ساتھ سرے سے کوئی تعلق ہی نہیں۔ یہی وجہ ہے کہ کسی ایک مفسر نے اس آیت کے نیچے اس مسئلے کو چھیڑا ہی نہیں۔ پھر ہم کہتے ہیں بالفرض ہم ان کی ساری باتیں مان لیں کہ ان پر احوال برزخ پیش کئے گئے تو آپ کس طرح کہتے ہیں کہ انہیں کچھ معلوم نہیں تھا۔ کہتے ہیں: ''یوما او بعض یوم'' کہا تو اس سے معلوم ہوا کہ معلوم نہیں تھا تو جواب یہ ہے کہ جب آپ مانتے ہیں کہ برزخ کے احوال پیش ہوئے تو یوم بھی برزخ کا ہوگا جو پچاس ہزار سال کا ہوتا ہے تو اس لئے کہا: ''یوما او بعض یوم'' یہ دنیا والا تو مراد نہیں ہوگا اور آخرت کے سو سال اس دنیا کا بعض یوم ہی بنے گا۔ کیونکہ برزخ کا یوم کم از کم ہزار سال کا ہے اور زیادہ پچاس ہزار سال کا ہے تو اس بات میں ہم مان بھی لیں سب مفسرین کے خلاف کہ واقعی احوال برزخ بھی پیش ہوئے۔ ان کے پاس فقرہ تو یہی ایک ہی ہے: ''یوما او بعض یوم'' اسی کو لے کر بیٹھے ہیں تو جب آپ مانتے ہیں کہ احوال برزخ پیش ہوئے تو برزخ کا دن ہزار سال کا ہوتا ہے تو یہاں کا سو سال برزخ کا بعض یوم ہی ہوگا۔ ہم تو ان کی ہر غلط بات بھی مان رہے ہیں اور جواب دے رہے ہیں۔ لیکن پھر بھی ان کی دلیل بنتی نہیں، نہ عدم سماع کی دلیل بنتی ہے نہ کسی اور چیز کی۔

سوال: کیا حضرت مولانا مفتی نظام الدین شامزئی صاحب مماتی ہیں؟

مفتی نظام الدین شامزئی اور مفتی عبدالرحیم کے بارے میں سنا ہے کہ دونوں مماتی ہیں۔ مماتی ان کی بہت حمایت بھی کرتے ہیں اور یہ ان کے جلسوں میں بھی شریک ہوتے ہیں۔

مفتی نظام الدین کا فتویٰ تو ہمارے پاس پہنچا ہے جس میں انہوں نے حیات کا قول فرمایا ہے جس زمانے میں میں بنوری ٹاؤن تھا اس زمانے میں ان کا عجیب انداز تھا کہ وہ نہ حیات پر دستخط کرتے نہ انکار حیات پر۔ مفتی احمد الرحمن صاحب نے ایک دن ان کو کہا کہ آپ علماء کی مجلس میں بیٹھیں تو سہی۔ آپ کے پاس جو ہے ہمیں بھی سنائیں کہ آپ کے پاس کیا چیز ہے تو انہوں نے کہا جی میرے کچھ تفردات ہیں ان پر فتویٰ نہیں دیتا۔ لیکن جب ان کی اس خاموشی کی وجہ سے ان کے خلاف پروپیگنڈہ زیادہ ہوا تو مفتی احمد الرحمن صاحب نے جو مہتمم تھے دارالافتاء والوں کو کہہ دیا تھا کہ جو سوال مماتیوں یا غیر مقلدین کی طرف سے آئیں اس کا جواب حضرت مولانا امین صاحب کو لکھنے کے لئے دیا کرو۔

ایک فتویٰ حیات کے مسئلے پر آیا میں نے آٹھ صفحات پر اس کا جواب لکھا اور مفتی صاحب چونکہ تخصص فی الفقہ کے انچارج تھے۔ میں نے ان کے خاص شاگرد کو کہا کہ یہ حضرت کو پڑھانا ضرور ہے۔ اس کو فوٹوسٹیٹ دیا تین چار دن بعد ملاقات ہوئی تو اتنا فرمایا کہ بہت سے شبہات دور ہو گئے۔ تفصیلی بات نہیں ہوئی۔ میں نے کوشش ہی نہیں کہ اس پر

بات زیادہ ہو جب شہرت زیادہ ہوگئی تو انہوں نے بیعت کر لی مولانا محمد یوسف لدھیانوی رحمہ اللہ کی۔ وہ فتویٰ جو میرے پاس ہے مولانا لدھیانوی کا ہے۔ لیکن مولانا شامزئی صاحب کے اس پر دستخط ہیں۔ میرے پاس ان کا فتویٰ ہے۔

مفتی رشید احمد صاحب مماتی نہیں ہیں

رہے مولانا رشید احمد صاحب تو وہ مماتی نہیں ہیں لیکن ان کا یہ انداز ہے کہ اتنی تفصیل میں نہیں جانا چاہئے۔ وہ کہتے ہیں میں حیات کا قائل ہوں تو مان لینا چاہئے۔ چونکہ اس جماعت کی جب کوئی بات نہیں بنتی تو وہ فوراً کہہ دیتے ہیں میں حیات کا قائل ہوں تو اس لئے وہ مفتی صاحب ان کی اس بات سے متاثر ہیں وہ کہتے ہیں۔ جب وہ کہتے ہیں کہ ہم حیات کے قائل ہیں تو پھر کیوں انکار کرتے ہیں۔ لیکن حضرت صاحب سے میری اس موضوع پر بات نہیں ہوئی کیونکہ میں ان چوروں کو اچھی طرح سے جانتا ہوں۔ جب بھی تمہیں یہ کہیں کہ ہم حیات کے قائل ہیں تو ان سے کہو کہ حیات والی آیت پڑھو تو پھر پڑھتے ہیں: ''انک میت وانھم میتون'' (الزمر: ۳۰) حیات والی حدیث نہیں پڑھیں گے تو یہ حیات کا لفظ جان چھڑانے کے لئے کہیں گے۔

اور کچھ بھی نہیں چونکہ مفتی صاحب کے پاس عبدالرحیم ہے اس کا بھائی تو پکا مماتی ہے۔ اس کا ہمیں پتہ نہیں۔ اس لئے جب وہ کہتے ہیں کہ ہم حیات کے قائل ہیں تو مفتی صاحب کے ذہن میں یہی بات ہے۔ بڑے بڑے لوگ ان کے دھوکے میں آجاتے ہیں۔

دیوبند کے مفتی احمد سعید مدظلہ سے گفتگو اور فتویٰ کی حقیقت

دیوبند کا فتویٰ ہے جو الخیر کی پہلی جلد میں چھپا ہوا ہے تو اس کے آخر میں ایک ورق تھا جس میں مفتی احمد سعید صاحب نے لکھا تھا کہ ان کے پیچھے نماز ہو جاتی ہے۔ مفتی ظفیر الدین صاحب نے کہا نہیں ہوتی۔ مفتی احمد سعید صاحب پالن پوری نے لکھا ہے کہ نماز ہو جاتی ہے تو تین چار سال پہلی بات ہے۔ ربوہ کانفرنس پر تشریف لائے۔ مولانا احمد سعید صاحب میرا چونکہ جمعہ کے دن فجر کی نماز کے بعد درس ہوتا ہے۔ مفصل درس کے بعد مولانا حبیب اللہ ڈیروی نے مجھے بتایا کہ مولانا مفتی احمد سعید دیوبند سے تشریف لائے ہوئے اور ان سے بات کرنی ہے۔ جب حضرت تشریف لائے تو میں نے عرض کیا کہ دو مسئلے انڈیا کے ہمارے پاس چل رہے ہیں۔ ان دونوں پر مولانا احمد سعید صاحب کے دستخط موجود ہیں۔

ایک یہ کہ عورت صدر مملکت بن سکتی ہے فرمایا وہ میرا نہیں ہے۔ وہ ایک مودودی ہے اس کا ہے۔ میں نے کہا ایک یہ کہ منکر حیات النبی ﷺ کے پیچھے نماز ہو جاتی ہے۔ فرمایا وہ میرا ہے میں نے کہا آپ نے کیسے لکھا ہے۔ مولانا صاحب اس بات سے تھوڑے غصے میں آ گئے۔ انہوں نے کہا کہ مجھے سمجھ نہیں آتی کہ تم اتنا تشدد کیوں کرتے ہو کہ جب یہ فتویٰ آیا تو سب سے پہلے مجھے مولانا سرفراز احمد صاحب کا خط گیا کہ آپ فتویٰ پر نظر ثانی کریں۔ میں نے پھر مفتی صاحبان کے سامنے فتویٰ رکھا تو سب نے کہا ٹھیک ہے تو چھ ماہ بعد مولانا صاحب نے میرے پاس آدمی بھیجا کہ آپ نے اس مسئلے پر نظر ثانی کیوں نہیں کی۔ ہمارے ملک میں آپ کا یہ فتویٰ فتنہ بن گیا ہے۔ میں حیران ہوں کہ آپ لوگ ضد کیوں کرتے ہیں۔

آپ کو پتہ ہے کہ اختلاف کیا ہے ہمارا اور ان کا تو پھر فرمایئے کہ یہی موت کے معنی میں اختلاف ہے کہ آں حضرت ﷺ کو موت آئی، ان کے حبس روح سے تھی یا خروج روح سے تھی۔ میں نے کہا ہمارا یہ اختلاف نہیں ہے۔ اس میں کوئی جو بھی معنی مانے اس کو ہم دیوبندی کہتے ہیں، سنی کہتے ہیں، حنفی کہتے ہیں، میں نے کہا اگر یہ تعلق تلبس روح سے حیات مانے پھر بھی ہم کہتے ہیں ٹھیک ہے یا تعلق روح سے مانے بھی پھر کہتے ہیں ٹھیک ہے۔

کہنے لگے وہ کیا کہتے ہیں؟ حیات ہے ہی نہیں یا روح کا تعلق جسد عنصری سے نہیں مانتے؟ میں نے کہا نہیں مانتے۔ انہوں نے کہا یہ بات ہے میں نے کہا یہی بات ہے۔

انہوں نے کہا ہمیں اس بات کا پتہ نہیں ہے کہ وہ اس بات کے قائل ہیں تو یہ عقیدہ ان کا بالکل غلط ہے اور پوری امت کے خلاف ہے۔ ہم یہاں یہ سمجھتے ہیں کہ یہاں جھگڑا یہ پڑا ہوا ہے کہ آنحضرت ﷺ پر جب موت طاری ہوئی ہے۔ موت خروج روح سے ہوئی ہے یا حبس انقباض روح سے ہوئی ہے۔ اس لئے ہم کہتے ہیں مولانا نانوتوی رحمہ اللہ کہتے ہیں جو میں نے خود بیان کیا ہے۔ وہ دوسروں کو مجبور نہیں کرتے کہ اس کو مانو اس لئے میں نے کہا کہ میں بالکل لکھ کر دینے کو تیار ہوں۔

بلکہ اگر کوئی تعلق روح سے مانے جیسے قاری لطیف صاحب کی عبارت میں ہے کہ کوئی تلبس روح سے مانے یا تعلق روح سے ہم تو تشدد نہیں کرتے ہم کہتے ہیں ٹھیک ہے تو اصل میں بہت سے حضرات کو اس نقطہ اختلاف کا پتہ نہیں ہے۔ کیونکہ وہ کہتے ہیں کہ تم دنیوی مانتے ہو ہم برزخی۔ یہ چکر ان کا ہے تم جسمانی مانتے ہو ہم روحانی مانتے ہیں۔ یہ سب چکر بازی ہے۔

پہلا مناظرہ

جب دو بیلی میں سب سے پہلا مناظرہ طے ہوا علامہ ڈاکٹر مولانا خالد محمود صاحب، مفتی عبدالشکور ترمذی، قاضی ظہور حسین صاحب، مولانا سرفراز خان صاحب نے میرا نام مناظر کے لئے دے دیا۔ حالانکہ ہمارے ضلع میں کبھی ایسا مسئلہ پیدا ہی نہیں ہوا نہ مجھے پتہ تھا کہ کیا اختلاف تھا؟ ان سب نے مل کر مجھے خط لکھ دیا کہ تیرا نام دے دیا ہے تیار ہے تو ٹھیک ورنہ دو دن پہلے یہاں آ جاؤ۔ میں تیاری کرا دوں گا۔ اتفاقاً یہاں دو دن پہلے لڑائی ہو گئی، غیر مقلدوں سے۔ میں عین مناظرے کے دن پہنچا مناظرہ بند ہو گیا۔ انہوں نے البتہ شور بہت مچایا کہ امین بھاگ گیا۔ پھر میں نے سوچا کہ اس مسئلے پر تیاری کرنی چاہئے۔ لیکن مجھے خود پتہ نہیں تھا کہ نقطہ اختلاف ہے کیا۔ نقطہ اختلاف جو بعد میں میں نے بھاگ دوڑ کی وہ یہ ہے کہ:

اختلاف کی حقیقت

جیسے معراج جسمانی، معراج کے مسئلے میں جسم کے ساتھ معراج کو ماننا معراج ہے جسم کے بغیر معراج کا انکار ہے۔ حیات مسیح علیہ السلام میں اسی کی حیات ماننا کہ جسم حیات ہے اور کسی اور جسم کے ساتھ ماننا حیات نہیں ہے۔ یہ لوگ اس جسم میں حیات نہیں مانتے۔ وہ کہتے ہیں صرف روح حیات ہے اور یہ حیات کا انکار ہے۔ کبھی اس کا نام حیات برزخی رکھ لیتے ہیں، کبھی روحانی رکھ لیتے ہیں۔ اب پہلی کتابوں میں روحانی کا لفظ آ جائے تو بڑے خوش ہوتے ہیں کہ وہ

ہمارے عقیدے کا ہے۔ حالانکہ یہ دھوکہ ہے۔ دیکھو پوری بات یہ ہے کہ وہ اس اعتبار سے حیات دنیوی ہے کہ دنیا والا جسد اطہر فائز الحیاۃ ہے۔ دنیوی کہنے کا صرف اتنا مطلب ہے۔ اس اعتبار سے برزخی ہے کہ ہم سے وہ چھپی ہوئی ہے۔

اگر معاذ اللہ روضہ مبارک یوں کھل جائے تو آنحضرت ﷺ ہمیں آرام فرماتے نظر آئیں گے، ہوسکتا ہے وہ رکوع میں ہوں یا سجدے میں اور روحانی اس لئے ہے کہ انوار تجلیات پہلے روح پر آرہی ہیں پھر جسم پر۔ پھر روح کے واسطے سے جسد اطہر متاثر ہو رہا ہے۔ اس لئے جس زمانے میں یہ مسئلہ زیادہ چھڑا ہوا نہ تھا اس زمانے میں کچھ لوگ مجمل باتیں لکھ جاتے تھے۔ اب پہلے زمانے میں آپ کو معراج کے ساتھ جسمانی کا لفظ کہیں نہیں ملے گا۔ کیونکہ کوئی انکار کرتا ہی نہیں تھا۔ جسمانی معراج کا جب انکار ہونے لگا تو اب ہم کہتے ہیں کہ جب تک ہم جسمانی کا لفظ نہیں لگائیں گے مسئلہ حل نہیں ہوگا۔ پہلے ختم نبوت کا مسئلہ صرف اتنا ہی تھا کہ آپ کے بعد کوئی نبی نہیں آئے گا۔ لیکن اب مرزے نے شرارت کی کہ مسیح علیہ السلام کا انکار ہو جائے گا۔ اب ہم کہتے ہیں کہ نبی ﷺ کے بعد کوئی نبی پیدا نہیں ہوگا۔ اگرچہ پہلی کتابوں میں پیدا کا لفظ نہیں ہے۔ لیکن عقیدے کی حفاظت کے لئے آج یہ لفظ کہنا ضروری ہے۔ اس لئے جب یہ باتیں نہیں چھڑی تھیں تو کسی نے کہہ بھی دیا ہو تو چنانچہ جیسے مجھے مولانا زرولی خان صاحب مدظلہ نے دکھایا کہ ابن حجر عسقلانی نے کئی جگہ تو حیات جسم کی لکھی ہے اور کئی جگہ انکار کر دیا ہے۔ جسم کی کھلی حیات کا انکار ہم بھی کرتے ہیں کہ اس طرح کی کھلی حیات نہیں ہے تو دیکھیں کہ جیسے اس کو حیات جسمانی کہتے ہیں تو کیا روح کا تعلق نہیں ہے جسم کے ساتھ؟ یقیناً ہے اس کو روحانی اس لئے کہتے ہیں کہ پہلے حالات روح پر آتے ہیں۔ اب ہم کہہ دیں کہ یہ جسمانی ہے روحانی نہیں تو کوئی فرق نہیں پڑتا۔

اس کے بارے میں کہہ دے کہ روحانی ہے جسمانی نہیں تو بھی کوئی فرق نہیں پڑتا تھا۔ کیونکہ اس زمانے میں اس مسئلے پر اتنی الجھن نہیں تھی۔ اب ہم اس بات کی وضاحت کرتے ہیں کہ دنیا والا جسد اطہر فائز الحیاۃ ہے۔ اس اعتبار سے اور ان احوال سے وہ حیات جسمانی ہے۔ دوسرے اعتبار سے حیات برزخی ہے کہ ہم سے اس کے احوال پردہ میں ہیں۔ اس اعتبار سے روحانی کہتے ہیں کہ پہلے وہاں انوار اور تجلیات روح پر نازل ہوتے ہیں اور روح کے واسطے سے جسم پر پہنچتے ہیں۔ اب ہم پورا عقیدہ بیان کرتے ہیں تا کہ کسی دھوکہ باز کو دھوکہ دینے کی گنجائش نہ ہو۔

دوسرا اعتراض

یہ کہ شہداء کی یہ تمنا پوری نہیں ہوگی کہ جو کہتے ہیں اے اللہ ہماری روح کو دوبارہ ہمارے جسموں میں لوٹا دے۔ لیکن شہداء کی یہ تمنا پوری نہیں ہوگی۔ اس سے معلوم ہوا کہ شہداء کی روحیں اس جسم عنصری میں نہیں ہیں اور وہ تمنا کریں گے کہ ہماری روحوں کو ان جسموں میں لوٹا دیا جائے۔ اگرچہ ایسے نہیں ہوگا "ان ترد ارواحنا فی اجسادنا" (مشکوۃ شریف) اور مسلم شریف میں موجود ہے۔ یہ پہلا اعتراض ہے۔ دیکھیں یہاں جو ان کا سوال ہے وہ کیا ہے جواب سوال کے مطابق ہے۔

جواب: کہ ہماری روح اس طرح لوٹائی جائے کہ ہم پھر جائیں اور جا کر جہاد کریں کہ جب ہی وہ آکر شہید ہوں گے کہ کھلی حیات سے آئیں۔ کافران کو دیکھیں اور وہ کافروں کو تو اس کھلی حیات سے جسموں کا تعلق روحوں سے ہم بھی نہیں مانتے۔ میرے سامنے مولوی حق نواز صاحب بیٹھے ہیں۔ اگر میں کہوں کہ میں نے مولوی حق

نواز صاحب کو نہیں دیکھا تو یہ بات غلط ہے، میں نے دیکھا ہے۔ اگر میں یہ کہوں کہ میں نے مولوی حق نواز صاحب کو تقریر کرتے نہیں دیکھا اب یہ نہ دیکھنا تقریر کے متعلق ہے۔

جیسے "ماجاءنی زیدراکبا" یعنی زید میرے پاس سوار ہو کر نہیں آیا۔ اس میں زید کے آنے کی نفی نہیں ہے۔ اس کے سوار ہو کر آنے کی نفی ہے۔ اس حدیث میں ایسے تعلق کی نفی ہے جس سے کھلی حیات ملے پھر جہاد کرے پھر وہ کافروں کو دیکھے۔ اس حیات کے ہم بھی قائل نہیں ہیں اور چھپی حیات سے اس کا کوئی تعلق نہیں ہے۔ اس لئے یہ بھی ایک دھوکہ ہے جو یہ لوگ دیتے ہیں۔

تیسرا اعتراض

"قالوا ربنا امتنا اثنتین (المؤمن: ۱۱)" یہ بھی پرانا اعتراض ہے۔

جواب: یہاں جو دو موتوں اور دو زندگیوں کا ذکر ہے وہ دو زندگیاں ہیں جو سب کے سامنے کھلی ہیں ایک یہ دنیا والی ایک قیامت والی اور جو دو چھپی زندگیاں ہیں ایک ماں کے پیٹ والی اور ایک قبر والی۔ یہ انہیں کھلی زندگیوں کے دیباچے ہیں، قرآن پاک میں ہے: "کیف تکفرون باللہ و کنتم امواتا فاحیاکم (البقرۃ:۲۸)" یہاں احیاکم کا لفظ ایک آیا ہے ماں کے پیٹ میں جو حیات تھی وہ بھی اس میں آگئی اور یہ کھلی حیات بھی کیونکہ ماں کے پیٹ میں جو حیات ہے وہ مستقل نہیں ہے بلکہ اسی کا دیباچہ ہے۔ اس لئے الگ لفظ لانے کی ضرورت نہیں سمجھی گئی۔ ہاں جہاں ضرورت ہوئی وہاں بل احیاء کہا گیا۔ اس لئے اس کا ان باتوں سے کوئی تعلق نہیں ہے۔

سوال: بیت المقدس میں آنحضرت ﷺ نے موسیٰ علیہ السلام کو دیکھا یہ جسم مثالی تھا یا نہیں؟

جواب: ملاقات جسم مثالی سے ہوتی ہی نہیں ہے۔

سوال: تیسری حیات تو یہاں ثابت نہیں ہوتی؟

جواب: حیات تو آپ بھی مانتے ہیں یہ معلوم نہیں کتنی مانتے ہیں آپ کہتے ہیں اس جسم سے روح نکلی اور پرندوں میں داخل ہوگئی۔ یہ حیات کہاں سے آگئی آخر جو تم جسم مثالی کی حیات مانتے ہو وہ تمہارے ہاں حیات ہے یا نہیں۔ اگر مانتے ہو تو وہ حیات کہاں سے ثابت کرتے ہو۔ جسم مثالی کی حیات کا تم بھی اقرار کرتے ہو فرق اتنا ہے کہ تم نے جسم نیا تلاش کیا ہے لیکن ہم اسی جسم کا ذکر کر رہے ہیں جس کا دنیا آخرت اور عالم برزخ میں ذکر ہے۔

سوال: یہاں قبر والی حیات کا ذکر نہیں۔ "ثم انکم بعد ذالک لمیتون۔ ثم انکم یوم القیامۃ تبعثون (المومنون:۱۵، ۱۶)"

جواب: یہ مغالطہ ہے یہاں موت اور قیامت کے درمیان کیا ہوگا اس کا ذکر نہیں۔ صرف عدم ذکر ہے اور کچھ نہیں۔ اگر کسی دوسری آیت یا حدیث میں ذکر آجائے تو اسے ماننا چاہئے کہ نہیں؟ یقیناً ماننا چاہئے۔ اس کی واضح مثال "کیف تکفرون باللہ و کنتم امواتا فاحیاکم" موت اور حیات کے درمیان کسی چیز کا ذکر نہیں کہ درمیان میں کتنی منزلیں ہیں۔ نطفہ تھا، علقہ تھا، مضغہ تھا، یہ درمیانی منزلیں ہیں لیکن اس آیت: "کیف تکفرون باللہ و کنتم امواتا" اس میں ان کا ذکر نہیں۔ دوسری میں ان کا ذکر ہے۔ اب اس آیت میں عدم ذکر سے دوسری آیت کا انکار کر دیا جائے گا یا مان لیا جائے؟ یقیناً مان لیا جائے گا اور کہا جائے گا ایک آیت میں اجمال ہے دوسری میں تفصیل ہے۔

اب اس آیت: ''ثم انکم یوم القیامۃ تبعثون'' میں تو جسم مثالی کا ذکر بھی نہیں ہے جو تم مانتے ہو، قیامت کو جو اٹھیں گے وہ کھلی حیات کے ساتھ اٹھیں گے اور یہاں ساری بحث چھپی حیات کی ہے۔ اب کھلی حیات والی آیات پیش کرنا ''یحرفون الکلم عن مواضعہ (النساء: ۴۶)'' ہے۔ ان آیات کا چھپی حیات سے کوئی تعلق نہیں ہے۔

سوال: حدیث میں ہے قبر وسیع ہو جائے گی۔ یہ قبر مراد لینا صحیح نہیں۔ اس لئے کہ ایک قبرستان میں اتنی قبریں ہوتی ہیں کیسے کشادہ ہوں گی؟

جواب: یہ ساری باتیں پرانی ہیں کوئی نئی نہیں، دیکھیں آپ خواب میں چارپائی پر سوئے ہوتے ہیں اور وسیع باغ میں بیٹھے ہیں تو کیا جو آپ کے ساتھ دوسرا ہے اس کو کوئی اثر پہنچتا ہے؟ ایک ہے بستر خواب، ایک ہے عالم خواب، عالم خواب کا وصف ہے کہ اس کا بستر سے کوئی تعلق نہیں ہے۔ اسی طرح ایک ہے برزخ زماں وہ ہے موت سے قیامت تک۔ ایک ہے برزخ مکان وہ ہے قبر سے علیین سجین تک اس میں اس یعنی مکان برزخ کا ذکر ہے جیسے بستر خواب ایک ہے، عالم خواب ایک ہے جو بستر سے لے کر عرش تک ہے ایک کے پھیلاؤ سے دوسری پر اثر نہیں پڑتا۔

سوال: کھجور کی سبز ٹہنی والی حدیث تو حضور ﷺ کا معجزہ ہے آپ کو ان کے عذاب کا علم معجزہ کے طور پر دیا گیا ہے تو ایک معجزہ کو کیسے عقیدہ بنایا جائے؟

جواب: کسی محدث نے اس کو باب المعجزات میں لکھا ہے؟ ہرگز نہیں، خواہ مخواہ ایک بات کو تم نے معجزہ بنا دیا کل کو کوئی عذاب کا منکر کہے گا جو آپ کو عذاب نظر آیا وہ بھی معجزہ ہی تھا آگے پیچھے عذاب نہیں تھا۔ یہ ان کے حدیث سے انکار کے بہانے ہیں۔ پھر وہ معجزہ جب تک ٹہنی سبز تھی، تھا جب خشک ہوئی وہ کیا ختم ہو گیا؟ ٹہنی کا سبز رہنا اس کی زندگی کی دلیل ہے۔ اس کی تسبیح سے مردہ کو فائدہ پہنچتا ہے۔ اس لئے ہم ایصال ثواب ثابت کرتے ہیں کہ جب ٹہنی کی تسبیح سے مردوں کو فائدہ پہنچتا ہے تو ہماری تسبیح سے بھی فائدہ پہنچتا ہے۔

سوال: حضور ﷺ نے موسیٰ علیہ السلام کو قبر میں نماز پڑھتے دیکھا۔ پھر بیت المقدس میں دیکھا۔ پھر آسمانوں پر تو کیا یہ جسم مثالی تھا۔

اب حضرت نے جب موسیٰ علیہ السلام کو قبر میں دیکھا تو آپ کا جسم اصلی تھا یا مثالی؟ جب بیت المقدس میں دیکھا تو آپ کا جسم اصلی تھا یا مثالی؟ جب آسمانوں پر دیکھا تو آپ کا جسم اصلی تھا یا مثالی؟

جواب: یہ رات تو ساری معجزہ والی ہے۔ موسیٰ علیہ السلام قبر میں بھی وہی بیت المقدس میں بھی وہی، آسمانوں پر بھی وہی ہوں تو اس میں کون سی انکار والی بات ہے۔ خود کہتے ہیں معجزات کا انکار نہ کرو اور یہ ساری رات معجزات والی ہے اس کا انکار کرنے کو تیار بیٹھے ہیں۔ یہ جو جھوٹ بولتے ہیں کہ ہمارے پاس قرآن ہے قرآن ان کے پاس سوائے ان وسوسوں کے اور کچھ نہیں ان پر ہی ان کا مدار ہے۔

سوال: صلح حدیبیہ میں جب حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کو قید کر دیا گیا تھا تو کیا ان کا درود نہیں پہنچ رہا تھا۔ پھر آپ کو کیسے پتہ نہ چلا کہ عثمان زندہ ہیں۔ آپ نے موت پر کیوں بیعت لی۔

جواب: بڑا پرانا سوال نکالا ہے آج کل تو یہ سوال چھوڑ گئے ہیں۔ کیونکہ ہم پر یہ وارد ہی نہیں ہوتا۔ سب دھوکہ ہے حضرت عثمان رضی اللہ عنہ جو تین دن رہے تو اطلاع پہلے دن ہی کیا آ گئی تھی کہ انہوں نے نمازیں پڑھیں تو درود

نہیں پہنچا۔ اطلاع تو تیسرے دن صبح آئی ہے اور حضرت عثمان رضی اللہ عنہ دو پہر تک واپس بھی آ گئے۔ اب اس دوران نماز کا کوئی وقت ہی نہیں کہ آپ نماز پڑھیں اور سوال پیدا ہو کہ نہیں پہنچا۔ پھر یہ کہ تفصیلی طور پر درود جمعہ کے دن پیش ہوتا ہے۔ آیا ان تین دنوں میں جمعہ کا دن ہے؟ یہ ثابت ہی نہیں اس قسم کے وسوسوں سے حیات کا انکار کرتے ہیں۔

سوال: یونس نعمانی سے آپ کا مناظرہ ہوا اور وہ کہتے ہیں کہ آپ ہار گئے تھے۔

جواب: یہ تو سارے ہی کہتے ہیں کہ ہار گیا ہے، عیسائی کہتے ہیں ہم سے ہار گیا، مرزائی کہتے ہیں ہم سے، غیر مقلد کہتے ہیں ہم سے ہار گیا، کبھی کسی نے یہ نہیں کہا کہ جیت گیا ہے۔ اب میں کہوں کہ وہ ہار گیا ہے تو بات تو اتنی ہی رہے گی۔ مناظرہ میں جو بات ایسی ہے کہ مجھے جواب نہ آیا ہو وہ پیش کریں یا جو میں نے ان سے پوچھا ہو اور اس نے جواب دیا ہو۔ اس سے طے یہ ہوا تھا کہ قادیانیوں کی طرح صرف آیتیں نہیں پڑھنی بلکہ مفسرین کے حوالے پیش کرنے ہیں وہ کہیں بھی نہیں کر سکا اور میں باقاعدہ آیت یا حدیث پڑھنے کے بعد بتاتا تھا کہ میں مرزے کی طرح نیا مطلب نہیں گھڑ رہا بلکہ وہی مطلب بیان کر رہا ہوں جو مفسرین و محدثین نے بیان کیا ہے۔

سوال: جنت میں یہی جسم جائیں گے یا جسم مثالی؟ اس کی کیا دلیل ہے؟

جواب: ''قل یحیھا الذی انشأھا اوّل مرّۃ منھا خلقناکم وفیھا نعیدکم ومنھا نخرجکم تارۃ اخریٰ (طٰہٰ:۵۵)'' انہی جسموں کو عذاب وثواب ہے ساری بحث انہی جسموں کے متعلق ہے۔

خلاصہ کلام

خلاصہ یہ ہے کہ اس مسئلے میں نہ ان کے پاس قرآن ہے نہ حدیث نہ عنایت اللہ شاہ سے پہلے کسی کا قول ہے نہ کسی چور کا، نہ زانی کا، نہ ڈاکو کا اور اس فرقے کی عمر قادیانیوں سے بھی چھوٹی ہے۔ کیونکہ وہ پہلے کے ہیں۔ یہ ۱۹۵۸ء میں بنا ہے۔ اس سے پہلے ان کا کوئی وجود نہیں تھا۔ دعا فرمائیں اللہ تعالیٰ وسوسوں سے محفوظ رکھے۔ آمین!

آپ کو یاد ہوگا کہ پہلے درس میں عذاب وثواب قبر کے بارے میں میں نے قرآن پاک کی روشنی میں اہل سنت والجماعت کا عقیدہ واضح کیا تھا۔ دوسرے درس میں حیات النبی ﷺ کے بارے میں کچھ بیان ہوا۔ اسی سلسلے میں حیات عیسیٰ علیہ السلام کے ذکر میں میں نے ایک حدیث ذکر کی تھی کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام دوبارہ تشریف لائیں گے۔ آپ حج فرمائیں گے اور حج کے دوران مدینہ منورہ روضہ اطہر پر حاضری ہوگی اور حضرت عیسیٰ علیہ السلام سلام عرض کریں گے۔ نبی اقدس ﷺ ان کے سلام کا جواب دیں گے جو سب حاضرین سنیں گے تو ایک عادت ہوتی ہے اور ایک خرق عادت ہوتی ہے۔ عادت تو یہی ہے کہ حالات پردے میں ہیں لیکن بطور خرق عادت کسی وقت اللہ تبارک وتعالیٰ کوئی چیز ظاہر فرمائیں تو یہ اللہ کی قدرت ہے جیسے حضرت پاک ﷺ کو دو قبروں سے عذاب کا پتہ چلا بلکہ ایک روایت میں ہے کہ خچر بدکنے لگی اور فرمایا کہ ان قبروں والوں کو عذاب ہو رہا ہے تو یہ واقعات خرق عادت ہوتے ہیں۔ خرق عادت ہونے کا مطلب یہ ہوتا ہے کہ ان کی جو اطلاع ہوتی ہے یہ خرق عادت ہے یہ نہیں کہ عذاب خرق عادت ہے یعنی کبھی کبھی ہوتا ہے۔

خرق عادت کا ایک واقعہ

جیسے بخاری شریف میں ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کے مناقب میں ہے کہ آپ ایک دن دیر سے تشریف لائے،

کچھ مہمان بیٹھے تھے انہوں نے کھانا نہیں کھایا تو آپ غصے ہو گئے کہ کھانا لیٹ کیوں کیا؟ قسم کھالی کہ میں کھانا نہیں کھاؤں گا مہمانوں نے کہا کہ ہم بھی نہیں کھائیں گے اس کے بعد آپ نے کھانا شروع کیا جو لقمہ اٹھاتے اس میں تسبیح کی آواز آرہی تھی اور لوگ سن رہے تھے۔ قرآن پاک یہ بتاتا ہے کہ ہر چیز اللہ کی تسبیح کرتی ہے تو تسبیح کرنا تو عادت ہے ہر چیز کی لیکن سنائی دینا یہ خرق عادت ہے کہ کسی کو سنائی بھی دے۔

اسدی فتنہ

یہیں ایک بات یہ بھی سمجھ لیں کہ آج کل اسدی فتنہ بڑے زوروں پر ہے۔ ہمارے ملتان اور اس کے گردونواح میں اور ان کو حقیقت محمد یہ کا مطلب نہیں آتا اور یہ اسدی کہتے ہیں کہ دیکھو جی! یہ نبی پاک ﷺ کو خدا مانتے ہیں دنیا میں اللہ نے جو چیزیں پیدا فرمائی ہیں ان میں کوئی نہ کوئی خاصیت رکھی ہے۔ آگ جلاتی ہے، پانی پیاس بجھاتا ہے۔ ان باتوں کو فلسفی لوگ جو ہیں وہ صورت نوعیہ کہتے ہیں اور صوفیہ کرام کی اصطلاح میں اس کو روح کہا جاتا ہے۔ ان خواص کو پہلا درجہ جمادات کا ہے ان کی روح کا اتنا کام ہوتا ہے کہ وہ اس جسم کی ترکیب کو محفوظ رکھیں، بکھرنے نہ دے۔ اب ایک بت بنا ہوا ہے گھڑا ہوا ہے اس کی روح کا کام یہ ہے اس کے اجزاء کو بکھرنے نہ دیں۔ جب آپ توڑ دیں گے اس کے اجزاء بکھر جائیں گے تو سمجھو کہ اس کی موت آگئی تو یہ روح جمادی روح ہے۔ اس کے بعد اوپر کا درج ہے جس کو آپ جسم نامی کہتے ہیں۔

نباتات: نباتات جو ہیں ان کی روح میں دو چیزیں ہیں ان کی ڈیوٹیاں اور بڑھ جاتی ہیں، ایک تو یہی کہ یہ درخت ہے۔ اس کے اجزاء بکھرتے نہیں یہ روح کا کام ہے دوسرا یہ کہ چونکہ یہ جسم نامی ہے اور نمو کے لئے غذا کی بھی ضرورت ہے۔ اس لئے اب روح کی دو ڈیوٹیاں اور بڑھ گئیں۔ ایک تو وہ غذا چوسے گی زمین سے اور پھر ایک ایک پتے کو ایک ایک ٹہنی تک غذا پہنچائے گی، تغذیہ اور تربیہ یعنی اس سے پھر درخت بڑھے گا بھی تو اب روح کی جب نباتات کے درجے میں روح پہنچ گئی تو تین ڈیوٹیاں ہو گئیں۔ ایک جسم کی حفاظت کہ اس کے ذرات بکھرنے نہ پائیں۔ دوسرا غذا حاصل کرنا۔ تیسرے غذا سے اس کا نمو کہ وہ درخت بڑھتا چلا جائے۔

حیوان: اس کے بعد پھر آپ جسم نامی کے بعد حیوان کا درجہ رکھتے ہیں تو یہاں روح کی دو ڈیوٹیاں اور بڑھ جاتی ہیں۔ پہلی تینوں بھی برقرار رہتی ہیں۔ حیوان کو غذا کی بھی ضرورت ہے نمو بھی ہو رہی ہے۔ لیکن ساتھ ہی متحرک بالارادہ بھی ہے۔ اس میں ارادی قوت ہے۔ اپنے ارادے سے حرکت کر رہا ہے اور تولید بھی اس میں آجاتی ہے۔ اب ان میں نسل کشی ہے، نر مادہ ملتے ہیں تو آگے نسل بڑھتی ہے تو اب یہ روح کی ڈیوٹیوں میں بات شامل ہے اس کو روح حیوانی کہتے ہیں۔

انسان: پھر جب انسان کی روح ہوئی اس میں ایک درجہ اور بڑھ گیا کہ پہلی ساری ڈیوٹیاں موجود ہیں۔ لیکن ساتھ ساتھ مدرک الکلیات بھی ہے اور اس طرح صرف محسوسات نہیں۔ معقولات کا ادراک بھی اس کو ہو جاتا ہے۔ اس لئے اس روح کو باقی ارواح کے مقابلے میں قابل روح کہا جاتا ہے اور یہ سب جزوی روحیں ہیں اور یہ ساری جزوی ارواح جو ہیں وہ روح اعظم جو ہے پوری کائنات کی اس کے ساتھ اس طرح تعلق ہے جیسے یہ آپ کے پنکھوں کا کنکشن بجلی کے پاور ہاؤس کے ساتھ تعلق ہے، بلبوں کا تعلق ہے تو وہ روح اعظم جو ہے وہ ان سب ارواح

کی تربیت کرتی ہے مربی ہے۔ جو ساری کائنات کی روح ہے اسی روح اعظم کا دوسرا نام روح محمدی ﷺ ہے جو تمام کائنات کی مربی ہے اور ساری کائنات کی تربیت کر رہی ہے اور یہ روح اعظم جو ہے اس کی مربی جو ہے وہ وجوب کا مرتبہ ثانیہ ہے۔ صفات اجمالیہ جس کو حقیقت محمد یہ کہتے ہیں وہ مربی ہے روح محمدی کی۔ روح محمدی مخلوق ہے اور ممکنات میں ہے۔ لیکن حقیقت محمد یہ مخلوق نہیں یہ اللہ تعالیٰ کی صفات اجمالیہ کا نام ہے۔ اسی لئے وہ جو کہتے ہیں کہ تم حضور پاک ﷺ کو خدا مانتے ہو یہ بات نہیں یہ ایک اصطلاحی نام ہے جیسے ہر فن کی اصطلاحات ہوتی ہیں۔ اب فلسفے والے بھی مقرر کرتے ہیں کہ یہ مادیات ہیں یہ مجردات ہیں۔ یہ الٰہیات ہیں، مادیات کن کو کہتے ہیں؟ جن کا ذہن میں بھی تصور ہو خارج میں بھی موجود ہو۔ خارج میں وجود موجود ہو۔ یہ تر پائی کا خاکہ ذہن میں بھی ہے اور باہر بھی موجود ہے۔ کمرے کا خاکہ ذہن میں ہے باہر بھی موجود ہے۔ ایسی چیز کو اہل فلسفہ ریاضیات کہتے ہیں۔

مجردات: ان کو کہتے ہیں کہ ذہن میں تصور موجود ہے باہر اس کا کوئی وجود ہی نہیں کسی کے ضمن میں ہوگا جس کو ریاضیات بھی کہتے ہیں۔ مثلاً دو، چار، سات، نو ذہن میں ہیں آپ کو پتہ ہے کہ یہ دو ہیں چار ہیں، سات ہیں۔ لیکن خود دو کا خارج میں کوئی وجود نہیں۔ دنیا میں کوئی جسم بھی ایسا نہیں جس کو ہم نو کہیں، فنی طور پر تو آئے گا جیسے آٹھ کتابیں، نو قلمیں خارج میں آٹھ اور نو کا کوئی وجود نہیں۔ ان کو ریاضیات کہتے ہیں۔ تیسری وہ چیزیں ہیں جن کا نہ ذہن میں تصور ہو نہ خارج میں کوئی وجود ہو، جیسے جنات اور فرشتے ایسی چیزوں کو اہل فلسفہ الٰہیات کہتے ہیں۔ حالانکہ عوام الناس کی اصطلاح میں الٰہ کا لفظ اللہ کے لئے استعمال ہوتا ہے تو یہ اصطلاحات ہوتی ہیں۔ اہل فن کی تو آدمی جس فن والوں سے بحث کرے پہلے اس فن کو سمجھنا چاہئے۔

مسئلہ وحدت الوجود

میں ایک دفعہ ختم نبوت کے دفتر میں پڑھا رہا تھا پانچ سات آدمی میرے پاس آگئے۔ آ کر کہنے لگے کہ جی وحدت الوجود کا مسئلہ سمجھنا ہے میں نے کہا وحدت الوجود کا مسئلہ نہ ہمارے عقائد میں سے ہے نہ ضروریات دین میں سے ہے نہ ضروریات اہل سنت والجماعت میں سے ہے، نہ وہ احکام کا مسئلہ ہے کہ اسے فرض واجب مستحب، مباح کہا جا سکے۔ یہ تو احوال کا مسئلہ ہے جیسے خواب ہوتا ہے کہ وہ خواب دیکھنے والے کے اختیار میں نہیں ہوتا۔ اس طرح یہ صوفیا کرام کے احوال ہیں۔ انہیں میں سے ایک نے کہا۔ کیا یہ کفر نہیں ہے؟ میں نے کہا اس کا جو مطلب تیرے ذہن میں ہے وہ ہمارے ہاں بھی کفر ہی ہے۔ لیکن جو صوفیا کرام کے ہاں ہے وہ کفر نہیں ہے وہ عین ایمان ہے تو جو اس کا مطلب سمجھتا ہے وہ یہ ہے کہ وحدت الوجود کا مطلب یہ ہے کہ ہر چیز خدا ہے۔ لیکن صوفیا کے ہاں یہ اصطلاحی لفظ ہے وحدت الوجود سے مراد ''مابہ الموجودیت'' ہے تو ان کا بڑا جلدی سے بولا یہ اصطلاح قرآن حدیث میں آتی ہے۔ میں نے کہا قرآن وحدیث میں کسی فن کی اصطلاح نہیں آتی نہ اسم، فعل، حرف کی اصطلاح قرآن وحدیث میں ہے، نہ صحیح، نہ ضعیف، حسن مضطرب کی اصطلاحات قرآن حدیث میں ہیں تو اگر اس کے غلط ہونے کی یہی دلیل ہے کہ یہ اصطلاح قرآن حدیث میں نہیں تو اصول حدیث بھی سارے کا سارا غلط ہو جائے گا۔ کیونکہ اس کی اصطلاحات قرآن حدیث میں نہیں ہیں۔

اسی طرح فلسفہ، منطق، صرف، نحو، یہ جتنی اصطلاحات ہیں ساری کی ساری غلط ہو جائیں گی۔ اس لئے کہ قرآن وحدیث میں نہیں ہیں۔ میں نے کہا تمہارا یہ قاعدہ ہی غلط ہے۔ پھر میں نے مثال سے سمجھایا کہ ہر فن کی اصطلاح ہوتی ہے وہ اس لئے اصطلاحی لفظ بناتے ہیں تا کہ بڑے مطلب کو سمیٹا جا سکے اور بات سمجھانی آسان ہو جائے۔

اصطلاح کی مثال

میں نے کہا آپ یہاں سے اٹھ کر قاری عبدالرحیم صاحب کے پاس جاتے ہیں وہ فرماتے ہیں ذرا بچوں کا امتحان لیں تو آپ ایک بچے کو کہتے ہیں کلمہ سناؤ وہ سناتا ہے: ''بسم اللہ الرحمن الرحیم'' تو کیا یہ کلمہ ہے؟ یقیناً نہیں۔ اس کے بعد آپ اٹھے اور مولانا شمشاد صاحب کے پاس جا بیٹھے وہ صرف ونحو پڑھا رہے تھے۔ اب وہ بھی کہتے ہیں کہ بچوں سے کوئی بات پوچھو تو وہاں ایک لڑکا دوسرے کو ماں کی گالی بک رہا تھا۔ اب آپ ان سے پوچھتے ہیں یہ جو گالی ہے یہ کلمہ ہے یا مہمل ہے؟ اب بچے کہتے ہیں کلمہ ہے تو کیا بچے کا جواب صحیح ہے یا غلط ہے؟ یقیناً صحیح ہے۔ اب دیکھیں ایک فن میں پوری ''بسم اللہ الرحمن الرحیم'' بھی کلمہ نہیں ہے اور ایک فن میں یہ گالی بھی کلمہ ہے تو اس لئے جس فن والوں سے بات کریں اس فن والوں کی اصطلاحات کا جاننا ضروری ہے۔ میں نے کہا اسی لئے صوفیاء کرام نے منع کر دیا ہے کہ جو لوگ ہمارا فن نہیں جانتے وہ ہماری کتابیں نہ پڑھیں۔ چنانچہ اس کے ہاتھ میں شائم امدادیہ تھی۔ میں نے اسے کھول کر دکھایا کہ لکھا ہے کہ جو لوگ ہمارے فن کے نہیں ان پر حرام ہے کہ ہماری کتابیں پڑھیں تو میں نے کہا آپ کیوں پڑھتے ہیں؟

اب دوسرا بولا۔ دیکھیں جی یہ صوفیا کرام کیسی باتیں کرتے ہیں صوفیا کہتے ہیں کہ مومن کا دل جو ہے اس کا مقام عرش سے زیادہ بلند ہے۔ میں نے کہا اتنا ہی کہتے ہیں یا آگے بھی کچھ کہتے ہیں۔ صوفیا یہ کہتے ہیں کہ عرش بھی اللہ کی تجلی گاہ ہے اور ولی کا دل بھی اللہ کی تجلی گاہ ہے۔ تجلی وہاں بھی پڑ رہی ہے یہاں بھی۔ لیکن عرش بے شعور مخلوق ہے دل باشعور ہے جیسے دھوپ دیوار پر بھی پڑ رہی ہے آپ پر بھی پڑ رہی ہے۔ دیوار بے شعور ہے اور آپ باشعور ہیں۔ آپ کو اس کا پورا احساس ہے۔ اگر سردی ہے تو آپ کو خوشی محسوس ہو رہی ہے اور اگر گرمی ہے تو آپ ادھر ادھر بھاگتے ہیں۔ لیکن یہ دیوار ادھر ادھر نہیں بھاگتی تو یہ دھوپ دیوار پر بھی پڑ رہی ہے لیکن یہ دیوار بے شعور ہے اور آپ پر بھی پڑ رہی ہے۔ آپ باشعور ہیں تو جب ولی کے دل پر تجلی ہوگی تو اس تجلی کی وجہ سے اللہ کی معرفت نصیب ہوگی اور اسی معرفت کی وجہ سے اللہ کی محبت نصیب ہوگی۔ اس معرفت اور محبت سے عرش محروم ہے اور ولی کے دل کو یہ چیز نصیب ہوگی تو صوفیا نے یہ بات پوری بیان کی۔ آپ نے آدھی، شیطان کی طرح اچک لی۔ جیسے شیطان ملاء اعلیٰ سے آدھی بات اچکتا ہے اور پھر شور مچانا شروع کر دیتا ہے تو یہ ٹھیک ہے کہ صوفیاء کرام کی بعض باتیں ذوقیات سے تعلق رکھتی ہیں اور ذوقیات کو آپ لفظوں میں بیان کر ہی نہیں سکتے۔ ذوقیات کے لئے دائرہ بالکل تنگ ہے۔

ذائقہ کی مثال

ایک آدمی کو آپ سیب کی مٹھاس سمجھانا چاہتے ہیں اس نے کبھی سیب کھایا نہیں اس کے ذہن میں جو پہلے مٹھاسیں ہیں وہ ان کی مثال پوچھے گا، کبھی پوچھے گا کہ گنے جیسا میٹھا ہوتا ہے، آپ کہیں گے نہیں۔ پھر وہ پوچھے گا کہ آم

جیسا میٹھا ہوتا ہے آپ کہیں گے نہیں آم کی مٹھاس اور ہوتی ہے سیب کی مٹھاس اور۔ پھر پوچھے گا گڑ جیسا ہوتا ہے آپ کہیں گے نہیں نہیں گڑ کی مٹھاس اور ہے اور سیب کی اور۔ اب جتنی مٹھاسیں اسے یاد ہیں وہ سب کے نام لیتا رہے گا۔ آپ کو بھی کھپائے گا خود بھی کھپتا رہے گا۔ لیکن آپ سیب کی مٹھاس کا مزہ اسے سمجھا دیں۔ یہ آپ کی بس کی بات نہیں۔

اس کا طریقہ یہ ہے کہ سیب کو کاٹ کر اس کے سامنے رکھ دیں اور وہ کھائے اب اس کو خود بخود سیب کی مٹھاس سمجھ میں آجائے گی۔ اب اس کو کہو کہ لکھ دے کہ سیب اور گڑ کی مٹھاس میں کیا فرق ہے۔ اس میں اور آڑو کی مٹھاس میں کیا فرق ہے تو وہ بھی یہی کہے گا میں کچھ نہیں لکھ سکتا تو ذوقیات جو ہیں ان کے لئے الفاظ کا دائرہ تنگ ہے۔ اولیاء اللہ جو صاحب ذوق ہوتے ہیں وہ اپنے ذوق میں جو کہتے ہیں وہ کہتے ہیں۔ لیکن پوری بات اس میں آتی نہیں۔ اس لئے وہ کہتے ہیں جو صاحب ذوق نہ وہ ہماری کتابیں نہ پڑھے۔ ہاں جب اس ذوق پر آدمی پہنچ جائے جیسے کسی کو آپ نے سیب دے دیا۔ اس نے کھالیا اب وہ خود ہی مان جائے گا کہ سیب ایک مٹھاس رکھتا ہے اور اس مٹھاس کو میں لفظوں میں بیان نہیں کر سکتا تو صوفیاء کرام باذوق ہیں ہم لوگ بے ذوق اور یہ لوگ عثمانی اور اسدی پارٹی والے کم بخت بدذوق ہیں ان کا ذوق بگڑا ہوا ہے جب ذوق بگڑ جاتا ہے تو چینی بھی کڑوی لگتی ہے۔ چلو ہمیں اگر اچھی نہیں لگتی۔ کیونکہ ہم بے ذوق ہیں لیکن بری بھی تو نہیں لگتی۔ لیکن چونکہ ان بدبختوں کا ذوق بگڑا ہوا ہے۔ اس لئے ان کو بری ہی لگتی ہے۔ لیکن صوفیاء کو پتہ ہے کہ ان اذواق میں کیا مزہ ہے۔

اب اسی طرح جب تک یہ موت کا مزا نہیں چکھیں گے موت سمجھ نہیں آئے گی خواہ ان کو ہزار سمجھاتے رہو تو روح اعظم روح محمد ﷺ ہے اور یہ مخلوقات میں ہے۔ اب ان کو اس پر جو پریشانی لگی ہوئی ہے وہ یہ ہے کہ جب روح اعظم ساری کائنات کی مربی ہے تو بریلویوں کی بات صحیح ہوگئی۔ کیونکہ جن کی تربیت کرے گی ان سب کو علم ہونا چاہئے۔ لہٰذا نبی پاک کو عالم الغیب ہونا چاہئے اور بریلویوں کی بات صحیح ہے کہ جب اسے تربیت کرنی ہے تو ان کو اختیار بھی تو ہونا چاہئے۔ پھر نبی پاک کو مختار کل بھی ہونا چاہئے۔ یہ وجہ ہے جس کی وجہ سے یہ لوگ صوفیاء کرام سے دور ہوجاتے ہیں بدک جاتے ہیں۔ لیکن بات وہی ہے کہ یہ صوفیاء کی پوری بات سنیں بھی تو کہ وہ کہتے کیا ہیں صوفیاء کرام کہتے ہیں یہ تربیت تکوینی اور اضطراری ہے۔ اختیاری ہے ہی نہیں۔

جیسے ''وجعلنا من الماء کل شئ حی'' (الانبیاء: ۳۰) درخت کے ہر ہر پتے کی تربیت پانی نے کی ہے لیکن پانی کو کوئی معلوم نہیں کہ میں نے کتنے پتوں کی تربیت کی ہے نہ گنتی یاد ہے نہ علاقہ یاد ہے نہ پانی کو اس بارے میں اختیار ہے۔ کیونکہ یہ تربیت اضطراری ہے اختیاری نہیں۔ جیسے سورج ساری دنیا کو گرمی اور روشنی دے رہا ہے لیکن سورج سے روشنی اور گرمی کا صدور اضطراری ہے اختیاری نہیں۔ یہ تو ہم کہیں گے کہ دس فٹ زمین کے نیچے جو گرمی ہے یہ سورج کا ہی اثر ہے جہاں جہاں بھی یہ گرمی ہے اسی سورج کا اثر ہے جہاں جہاں پھول نظر آئے گا پھل نظر آئیں گے، پتے نظر آئیں گے ٹہنی نظر آئے گی۔ ہم سارے کہیں گے یہ پانی ہی کا فیض ہے، لیکن اس کے باوجود کوئی بے وقوف دنیا میں ایسا نہیں ملے گا جو پانی کو عالم الغیب کہتا ہو پانی کو مختار کل کہتا ہو۔ کیونکہ اسے پتہ ہے کہ یہ تربیت میں مضطر ہے۔ اس کی حالت اضطراری ہے اختیاری نہیں تو جب سرے سے اختیار ہی نہیں ہے تو وہ مختار جز بھی نہیں۔ چہ جائے کہ مختار کل بنے تو صوفیاء کرام نے جو بات کی یہ آدمی لے لیتے ہیں آدمی چھوڑ دیتے ہیں اور اس کو

بیان ہی نہیں کرتے یا سمجھتے نہیں۔ اس لئے صوفیاء کرام کے پیچھے لگ جاتے ہیں کہ سارا شرک صوفیاء کرام نے پھیلایا ہے تو حقیقت محمد یہ اللہ تعالیٰ کی صفات کے اجمالی تصور کا اصطلاحی نام ہے اور وہ تربیت کرتی ہے۔ روح اعظم روح محمد ﷺ کی اور روح محمدی یہ مربی ہے ساری کائنات کی۔ جیسے میں نے پانی اور سورج کی مثال دی کہ پانی کو فلاسفہ رب الاشجار اور رب نباتات کہتے ہیں کہ یہ درختوں اور نباتات کی پرورش کر رہا ہے تو پرورش کرنے کا مطلب یہ ہے کہ اس میں اللہ نے یہ تاثیر رکھی ہے خود اس کا کوئی اختیار نہیں جیسے آپ کے ہاتھ میں قلم ہے آپ اس سے لکھتے ہیں یہ وہی کچھ لکھتا ہے یہ نہ نقطہ بڑھا سکتا ہے نہ گھٹا سکتا ہے اس کو اس میں کوئی اختیار نہیں ہے جو آپ کے ذہن میں ہے یہ اس کو آگے منتقل کر رہا ہے۔ اگر آپ نے اس قلم سے دس بڑی بڑی کتابیں لکھ لیں تو کوئی نہیں کہے گا کہ یہ قلم عالم الغیب ہو گیا ہے۔ یہ اب فارغ التحصیل ہو گیا ہے اس کو سند ملنی چاہئے کوئی بھی ایسی بات نہیں کہتا۔ کیونکہ قلم میں کوئی اختیار ہے ہی نہیں نہ قلم میں کوئی علم ہے یہ تو آلہ جارحہ ہے۔ آپ کی معلومات کو کاغذ پر منتقل کر رہا ہے۔

سوال: ایک دن ایک آدمی نے یہ سوال کیا کہ دیوبندیوں کی کتابوں میں لکھا ہے کہ صوفیاء کرام وفات کے بعد بھی دوسروں کو فائدہ پہنچاتے ہیں۔

جواب: تو اس کا جواب یہ ہے کہ یہ بات خرق عادت ہے مدبرات امر میں جس طرح فرشتے شامل ہیں، جیسے کہا جاتا ہے فلاں فرشتہ بارش برساتا ہے فلاں روزی دیتا ہے تو ان فرشتوں کو ہم مختار مانتے ہیں نہ عالم الغیب کبھی کسی نے یہ نہیں کہا یا میکائیکل آج روٹی دے دے، پانی دے دے۔ کیونکہ لوگوں کو پتہ ہے کہ میکائیل تو آلہ جارحہ کی حیثیت رکھتا ہے اسے جو حکم اوپر سے ملے گا اس نے وہی کرنا ہے۔ نہ وہ ایک دانہ کم کر سکتا ہے نہ زائد کر سکتا ہے۔ کیونکہ وہ تو آلہ جارحہ کی حیثیت رکھتا ہے تو مدبرات امر کی تفسیر میں مفسرین نے مختلف اقوال لکھے ہیں: بعض نے ستارے مراد لئے ہیں کہ ان کی تاثیرات زمین پر اثر کرتی ہیں، لیکن یہ تاثیرات اضطراری ہیں اختیاری نہیں، سورج کی تاثیرات اضطراری ہیں اختیاری نہیں۔ چاند کی تاثیرات اضطراری ہیں اختیاری نہیں۔ پانی کی تاثیر اضطراری ہے پانی کو اختیار نہیں ہے کہ پیاس بجھائے یا نہ بجھائے۔ یہ اللہ کے اختیار میں ہے۔ ابراہیم علیہ السلام آگ میں چلے گئے آگ میں اگرچہ اللہ نے جلانے کی تاثیر رکھی ہے لیکن آگ کو اختیار نہیں ہے کہ جلا ڈالے۔ کیونکہ تاثیر اللہ تعالیٰ کے قبضے میں ہے جب چاہے اثر کرے جب چاہے نہ کرے تو مدبرات امر میں اللہ تعالیٰ جس طرح فرشتوں کی ڈیوٹی لگا دیتے ہیں۔ اسی طرح اگر ارواح کی بھی لگا دیں تو اس میں کون سی ایسی بات ہے وہ آلہ جارحہ کی حیثیت رکھتی ہیں اور ان کا یہ کام اضطراری ہوتا ہے اختیار نہیں ہوتا۔ اس سے نہ تو ان کا عالم الغیب ہونا ثابت ہے نہ ان کا مختار کل ہونا ثابت ہے۔

اب یہ باتیں چونکہ صوفیاء کرام کی ہیں جس کا نہ آپ کو تجربہ نہ مجھے تجربہ اس لئے میں نے پہلے بھی مثال دی تھی کہ جس طرح خواب آپ کو بھی آتا ہے مجھے بھی آتا ہے لیکن خواب نہ آپ کے اختیار میں ہوتا ہے نہ میرے اختیار میں ہوتا ہے۔ اب مثلاً اللہ تعالیٰ نے آپ کو کوئی بات بتانی ہے تو آپ کو خواب میں کوئی آدمی ملے گا کہ جو چیز تو تلاش کر رہا ہے فلاں جگہ رکھی ہوئی ہے۔ اب آپ کو پتہ بھی نہیں کہ وہ کون ملا ہے اور اس کو کیسے پتہ چلا کہ آپ فلاں چیز کے بارے میں پریشان ہیں۔ لیکن وہ چیز بتاتا ہے اور اس جگہ آپ کو مل بھی جاتی ہے۔ اسی طرح کبھی آپ کو اجنبی کی بجائے آپ کا بھائی یا شیخ یا اور کوئی قریبی رشتہ دار نظر آجاتا ہے تا کہ توجہ زیادہ کرے تو چونکہ خواب میں حافظہ اتنا مضبوط نہیں ہوتا۔ اس لئے قریبی کی طرف توجہ زیادہ رہے گی اور بات یاد رہ جائے گی اور اس کا مطلب پورا ہو جائے گا۔

اب آپ کے استاد صاحب ملے انہوں نے بتایا جس چیز کو تو تلاش کر رہا ہے وہ فلاں الماری میں رکھی ہے۔ آپ نے صبح اٹھ کر تلاش کی وہ مل گئی۔ لیکن اس سے آپ کے ذہن میں کبھی نہیں آیا کہ استاد جی عالم الغیب ہیں کہ وہ کراچی میں بیٹھے ہیں پہلے ان کو میرے دل کی بات کا پتہ چلا کہ یہ فلاں چیز تلاش کرنا چاہتا۔ پھر انہوں نے اس چیز کی تلاش کی اور مجھے آ کر بتایا بھی ہے۔ یہ خیال آپ کو اس لئے نہیں آیا کہ آپ کو معلوم ہے کہ وہ اطلاع آپ کو اللہ نے دی ہے۔ استاد صاحب کو پتہ بھی نہیں کہ میں خواب میں کس کو ملا ہوں اور کیا کہا ہے تو خواب کا تجربہ اکثر کو ہے اور یہ بسا اوقات بالکل سچے بھی ہو جاتے ہیں۔

اب ان میں جو اطلاع اا پ کو ملتی ہے اس میں آپ جس کو دیکھتے ہیں اس کو پتہ بھی نہیں ہوتا بسا اوقات وہ بیچارا فوت شدہ ہوتا ہے۔ اس کو پتہ بھی نہیں ہوتا کہ کیا ہو رہا ہے۔ میں کہاں گیا ہوں، کس کو ملا ہوں کس کو نہیں ملا۔ اس طرح صوفیاء کرام کے جسم مثالی کہیں آ کر مدد وغیرہ کر جاتے ہیں۔ ان کو پتہ بھی نہیں ہوتا۔ قرآن پاک میں ”لولا ان را برھان ربہ“ (یوسف: ۲۴) کے تحت تفاسیر میں یہ مسئلہ لکھا ہوتا ہے اور ایسے اقوال ملتے ہیں کہ جب زلیخا نے یوسف علیہ السلام کو تنگ کرنا شروع کیا تو انہوں نے دیکھا کہ یعقوب علیہ السلام کھڑے ہیں۔ حالانکہ یعقوب علیہ السلام وہاں رو رہے ہیں۔ ان کو پتہ بھی نہیں کہ یوسف کہاں ہے۔ ان کی رو رو کر بینائی بھی ختم ہو گئی۔ انہیں پتہ نہیں کہ یوسف کہاں ہے۔ لیکن ادھر یوسف علیہ السلام کو نظر آ رہے ہیں اور وہ بھاگ گئے انہیں دیکھ کر تو جس طرح ہمیں خواب آتا ہے اور کچھ معلوم ہو جاتا ہے اسی طرح اللہ والوں کو بیداری میں بعض چیزیں نظر آ جاتی ہیں لیکن جس طرح خواب میں ہمیں اختیار نہیں ہوتا۔ اسی طرح کشف کا انہیں اختیار نہیں ہوتا۔ جب اللہ تعالیٰ چاہیں تو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو مکہ میں بیٹھے ہوئے بیت المقدس دکھا دیں۔ جب نہ چاہیں تو حدیبیہ کے مقام پر حضور صلی اللہ علیہ وسلم موجود ہیں قریب ہی مکہ میں حضرت عثمان ہیں اور خبر ملی کہ عثمان شہید کر دیئے گئے ہیں۔ اب آپ عثمان رضی اللہ عنہ کو نہیں دیکھ رہے بلکہ بدلہ لینے کے لئے بیعت لے رہے ہیں تو جس طرح خواب اللہ تعالیٰ کے اختیار میں ہے، کشف بھی اللہ کے اختیار میں ہوتا ہے۔

ہم علماء دیوبند تصوف کے قائل ہیں اور یہ عثمانی پارٹی والے صوفیاء کرام کی آدھی باتیں اچک لیتے ہیں اور پھر کہتے ہیں کہ یہ باتیں توحید کے خلاف ہیں، دیوبندی مشرک ہیں اب یہ لوگ کہتے ہیں کہ دیکھو لکھا ہے کہ مرنے کے بعد حضرت نانوتوی مٹھائی لے کر آئے تو ہم یہی کہتے ہیں کہ جو چیزیں ہیں یہ اضطراری ہیں، اختیاری نہیں ہوتیں۔ جس طرح پانی پہاڑوں سے چلا اور یہاں آ کر درختوں کو سیراب کیا۔ اس میں پانی کو نہ تو کوئی عالم الغیب کہتا ہے نہ مختار کل کیونکہ پانی کے اختیار کو اس میں دخل ہی نہیں۔

اب بریلوی صوفیاء کرام کی اس بات کو سمجھ نہ سکے وہ کہنے لگے کہ یہ مختار کل ہیں۔ عالم الغیب ہیں۔ کیونکہ سب کی تربیت کر رہے ہیں۔ اب یہ بریلویوں کی بیوقوفی ہے جس کی تردید ضرور کرنی چاہئے۔ لیکن یہ عثمانی پارٹی والے وہی بے وقوفی علمائے دیوبند کے ماتھے لگا دیتے ہیں اور کہتے ہیں دیوبندیوں نے بھی یہ لکھ دیا ہے۔ اب عبارت دیوبندیوں کی کتاب کی ہوتی ہے اور مطلب بریلویوں والا مراد لیتے ہیں۔ یہ کوئی انصاف تو نہیں ہے۔ مطلب وہ لینا چاہئے جو ہماری کتابوں میں لکھا ہے نہ کہ جو دوسروں نے لکھا ہو۔

حضرت گنگوہی کی ایک عبارت پر اشکال اور جواب

یہ لوگ اشکال کرتے ہیں کہ حضرت گنگوہی نے لکھا ہے کہ باطن شیخ ہر جگہ موجود ہے۔ اس کا جواب یہ ہے کہ یہ حضرت کی خاص اصطلاح ہے کہ وہ باطن شیخ سے اللہ کی صفت الہادی مراد لیتے ہیں اور اللہ کی صفت الہادی ہر جگہ موجود ہے۔ اگر کسی مرید کو شیخ کی شکل حالت کشف میں نظر آجائے اور شیخ اسے کوئی بات بتائے تو اس میں شیخ کو پتہ بھی نہیں ہوتا کہ میں نے بتائی ہے۔ لیکن صوفیاء کرام لکھتے ہیں کہ یہ جو یہاں شکل نظر آئی ہے یہ اصل میں اللہ صفت الہادی کی تجلی شیخ کی شکل میں متشکل ہوئی ہے۔ شیخ کو وہاں پتہ بھی نہیں کہ میں نے کسی کو کچھ بتایا ہے یا نہیں بتایا۔ آپ ایک ہی رات دس ملکوں میں دس آدمیوں کو خواب میں نظر آسکتے ہیں یا نہیں؟ یقیناً آسکتے ہیں۔

اسی طرح اگر ایک وقت میں کسی بزرگ کی دس جگہ دس شکلیں نظر آئیں تو جیسے آپ کو پتہ بھی نہیں کہ میں کسی کو نظر آیا ہوں اور آپ کو ان لوگوں نے خط لکھ کر بتایا کہ آپ فلاں وقت میں خواب میں ہمیں نظر آئے ہیں اور آپ نے یہ بات کہی تھی۔ اسی طرح اس بزرگ کو بھی معلوم ہونا ضروری نہیں کہ میں کس کس کو نظر آیا ہوں اور میں نے کیا کہا تھا تو جس طرح آپ کے خواب میں آپ کا اختیار نہیں ہوتا۔ اس طرح صوفیاء کے کشوف میں ان کا اختیار نہیں ہوتا۔ جس طرح ایک آدمی خواب میں دس آدمیوں کو نظر آسکتا ہے اسی طرح صوفیاء کا جسم مثالی کئی آدمیوں کو بیک وقت نظر آسکتا ہے۔ لیکن اس میں نہ ان کا علم ہے نہ اختیار سب علم اور اختیار اللہ تعالیٰ کو ہے تو میں عرض کر رہا تھا کہ سیدنا عیسیٰ علیہ السلام آنحضرت ﷺ کے روضہ اقدس پر حاضر ہوں گے تو سلام عرض کریں گے تو نبی اکرم ﷺ ان کے سلام کا جواب دیں گے اور سب لوگ سنیں گے تو ایسے واقعات بطور خرق عادت بعض اوقات امت میں پیش آجاتے ہیں۔

(اشرف الجواب ص۹۹) پر لکھا ہے کہ شیخ کا ایک مرید حج کو گیا تو آپ نے اس کے ہاتھ روضہ اقدس پر سلام بھیجا جب مرید نے شیخ کا سلام پہنچایا کہ حضرت شیخ سلام عرض کرتے تھے تو روضہ اقدس سے آواز آئی کہ اپنے بدعتی پیر کو ہمارا بھی سلام کہہ دینا شیخ کو یہ واقعہ مکشوف ہو گیا اور کشف میں معلوم ہو گیا کہ حضرت نے یہ جواب ارشاد فرمایا ہے جب مرید واپس آیا تو پوچھا کہ ہمارا سلام بھی پہنچایا تھا۔ اس نے کہا جی حضرت پہنچایا تھا۔ رسول اللہ ﷺ نے بھی آپ کو سلام فرمایا ہے شیخ نے فرمایا نہیں وہی لفظ بتاؤ جن لفظوں میں حضرت نے فرمایا ہے تو مرید نے عرض کیا کہ حضرت اگر آپ کو کشف میں پتہ چل گیا ہے تو پھر میں اپنی زبان سے وہ لفظ کیوں استعمال کروں۔ آپ کی بے ادبی ہوگی۔ انہوں نے فرمایا بے ادبی نہیں ہوگی تو تو اس وقت سفیر ہے اور حضرت پاک ﷺ کی بات مجھ تک پہنچائے گا تو اس لئے وہی الفاظ مجھے سناؤ جو حضرت ﷺ نے مجھے فرمائے ہیں تو پھر اس نے بتایا کہ حضرت ﷺ نے فرمایا تھا کہ اپنے بدعتی پیر کو ہمارا بھی سلام کہہ دینا۔ اب بدعت کیا تھی کیونکہ یہ چشتی بزرگ تھے۔ اس لئے سماع سنتے تھے تو شعر واشعار میں ایک خصوصیت ہے کہ اس سے دل میں ایک جوش پیدا ہوتا ہے۔

مسئلہ سماع میں صوفیا کا اختلاف

اس لئے صوفیاء کرام میں سماع کے مسئلے میں سخت اختلاف ہے۔ امام غزالی رحمہ اللہ نے دوسو صفحات اس مسئلہ پر لکھے ہیں اور دونوں طرف کے دلائل لکھے ہیں لیکن آخر میں جو فیصلہ دیا ہے وہ اگرچہ ایک فقرے میں ہے لیکن ہے بہت اچھا لکھتے ہیں جس کے دل میں حب رب غفور ہے اس کے لئے سماع لازم ضرور ہے۔ کیونکہ جتنا اشعار سنے گا اتنی

محبت بڑھے گی۔ جس قدر محبت بڑھے گی اسی قدر مطلوب ہے اور جس کے دل میں حب باطل ہے اس کے لئے سم قاتل ہے۔ کیونکہ اس کے دل میں تو کسی عورت کی محبت ہوگی کسی مرد کی محبت ہوگی۔ وہ جب شعر سنے گا تو محبت بڑھے گی تو گناہ کا جذبہ بڑھے گا تو شعر میں تاثیر یہ ہے کہ وہ دل میں جوش پیدا کرتا ہے تو اس لئے صوفیاء کرام اللہ کی حمد کے، حضور ﷺ کی نعت کے اشعار بیٹھ کر سنا کرتے تھے تا کہ اللہ کی توحید کا جذبہ بڑھے۔ حضور پاک ﷺ کی محبت بڑھے۔ لیکن چونکہ ان اشعار میں بسا اوقات حضور ﷺ کا اسم گرامی نہیں ہوتا تھا۔ اب جو شعر سنیں گے میرے دل میں جس کی محبت ہے میرا دل اسی کی طرف جائے گا۔ دوسرے کے دل میں جس کی محبت ہے اس کا دل اسی کی طرف جائے گا تو اگرچہ صوفیاء اس بات کی احتیاط بھی کرتے تھے کہ عام عوام نہ بیٹھیں بلکہ خاص ذوق والے حضرات ہی بیٹھیں۔ لیکن فقہاء ان کی اتنی بات بھی پسند نہ کرتے تھے وہ کہتے تھے تمہارے اس کام سے عوام سماع کا جواز مراد لیں گے کہ جب بزرگ سنتے ہیں ہم بھی سنیں تو جس طرح اپنا دین بچانا ضروری ہے دوسروں کا دین بھی بچانا ضروری ہے۔

مفتی وجیہہ الدین رحمہ اللہ وخواجہ نظام الدین رحمہ اللہ کا واقعہ

ایک مرتبہ مفتی صاحب بیمار ہوئے خواجہ صاحب بیمار پرسی کے لئے تشریف لائے تو مفتی صاحب بہت بیمار تھے جب خواجہ صاحب دروازے پر پہنچے تو اطلاع کروائی کہ نظام الدین بیمار پرسی کے لئے آیا ہے۔ مفتی صاحب نے فرمایا مجھے پتہ نہیں کہ یہ میری آخری بیماری ہو میں بدعتی کا چہرہ دیکھ کر نہیں مرنا چاہتا۔ اسے کہو بالکل اندر نہ آئے اندر آنے کی اجازت نہیں ہے واپس چلا جائے۔ اب جب یہ پیغام خواجہ صاحب کو پہنچا تو انہوں نے اسی وقت سماع سے توبہ کر لی اور اندر پیغام بھیجا کہ حضرت میں نے توبہ کر لی ہے۔ اب اندر آنے کی اجازت دے دیں۔ جب مفتی صاحب کو پتہ چلا کہ انہوں نے توبہ کر لی ہے۔ مفتی صاحب نے مریدوں سے فرمایا میری پگڑی دروازے پر بچھا دو اس پر خواجہ صاحب چل کر آئیں۔

مفتی تو دین کا پہرے دار ہوتا ہے۔ اس لئے مفتی اتنی گنجائش نہیں دینا چاہتا جس سے عوام کسی غلطی میں مبتلا ہو جائیں۔ لیکن چونکہ صوفیاء کے الگ ذوقیات ہوتے ہیں۔ اس لئے وہ الگ مجالس میں سماع کر لیتے ہیں تو حضور ﷺ کے سلام میں جو بدعتی کا لفظ آتا ہے وہ یہی بدعت تھی یہ نہیں کہ ان کے عقیدے اور تھے یا اعمال اور تھے، صرف یہ لوگ اکیلے بیٹھ کر سماع منعقد کر لیتے تھے تا کہ اللہ کی محبت بڑھے مفتیان کرام فرماتے ہیں کہ تمہارے بعد لوگ اس کا جواز بنا لیں گے تمہاری قبروں پر قوالیاں کریں گے عرس کریں گے جس میں عوام شامل ہوں گے۔ مرد عورت سب شامل ہوں گے اور یہ سماع فتنہ بن جائے گا۔ اس لئے مفتیان کرام فتنوں کا سوراخ بند کرنا چاہتے تھے۔ اب سماع کی وجہ سے حضور ﷺ نے شاہ ابو معالی کو بدعتی فرمایا اور ان کو یہ بات مکشوف ہوگئی اور انہوں نے فرمایا وہی لفظ کہو جو حضور ﷺ نے ارشاد فرمائے۔ کیونکہ ان لفظوں میں جو لطف اور مزا ہے وہ تیرے الفاظ میں نہیں ہے۔ اب دیکھیں کہ حضرت پاک ﷺ نے قبر مبارک سے سلام کا جواب دیا ہے۔

دوسرا واقعہ

حضرت تھانوی رحمہ اللہ اشرف الجواب کے (ص ۱۷۰) پر لکھتے ہیں حضور ﷺ قبر شریف میں زندہ ہیں۔ اس

لئے زیارت کرنے والے کو یہ نہ کہنا چاہئے کہ میں نے قبر کی زیارت کی۔ کیونکہ حضور ﷺ زندہ ہیں۔ غرض دنیا میں ایسے بھی خشک مزاج لوگ موجود ہیں جن کو زیارت قبر کا خود تو کوئی شوق ہوتا نہیں ہے اور اس کو حرام کہتے ہیں۔ دوسروں کو بھی روکنا چاہتے ہیں مگر جو زیارت کر چکے ہیں ان سے پوچھو کہ کس قدر برکات حاصل ہوتی ہیں بس اب میں بیان کو ایک واقعہ پر ختم کرتا ہوں جس سے زیارت قبر شریف کی برکات اور حضور ﷺ کا زندہ ہونا معلوم ہوگا۔

حضرت سید احمد رفاعی کبیر رحمہ اللہ کا واقعہ ہے کہ جب وہ مزار شریف پر حاضر ہوئے تو عرض کیا السلام علیکم یا جدی تو جواب آیا وعلیکم السلام یا ولدی! اس سے ان پر وجد طاری ہو گیا اور بے اختیار ہو گئے اور پھر حضرت پاک کی نعت پڑھنے لگے۔ پس فوراً قبر شریف سے ایک منور ہاتھ جس کے روبرو آفتاب بھی ماند تھا۔ حضرت پاک کا باہر نکلا انہوں نے بے ساختہ دوڑ کر اسے بوسہ دیا اور وہاں ہی گر گئے۔ ایک بزرگ تھے جو اس واقعہ میں حاضر تھے کسی نے پوچھا کیا آپ کو اس وقت رشک ہوا تھا اس پر کہ اللہ نے ان کو کیا مقام دیا ہے وہ بزرگ فرمانے لگے اس وقت ہم تو کیا ملائکہ کو بھی رشک آنے لگا تھا تو ایسے واقعات خرق عادت کے طور پر ہوتے ہیں اور خرق عادت کے بارے میں میں ہر درس میں سمجھاتا ہوں کہ اس میں نہ اختیار ہوتا ہے نہ دوام ہوتا ہے، نہ کلیت ہوتی ہے، نہ قطعیت ہوتی ہے۔ تاریخی واقعات میں یہ چار لفظ اگر آپ کے ذہن میں ہیں تو نہ بریلویت کا فتنہ آپ کو تنگ کر سکتا ہے اور نہ عثمانیوں کا فتنہ آپ کو تنگ کر سکتا ہے۔

حضرت نے مزید فرمایا ہے حضور ﷺ کی قبر مبارک کو بہت سے شرف حاصل ہیں۔ کیونکہ جسم اطہر اس کے اندر موجود ہے بلکہ حضور پاک خود موجود ہیں۔ یعنی جسد مع تلبس روح اس کے اندر تشریف رکھتے ہیں۔ اس میں اختلاف ہے کہ قبر پاک میں جو حیات ہے وہ تلبس روح سے ہے یا تعلق روح سے، تلبس روح ہے جیسے اب ہمارے پورے جسم میں روح موجود ہے اس کو تلبس روح کہتے ہیں اور تعلق روح کہتے ہیں جیسے نیند میں روح آپ کی کہاں پھر رہی ہے۔ لیکن جسم سے تعلق موجود ہے تو ابن قیم، ابن تیمیہ یہ لوگ تعلق روح سے حیات مانتے ہیں۔

علامہ سبکی، علامہ زرقانی اور حضرت تھانوی رحمہ اللہ وغیرہ یہ تلبس روح سے حیات کے قائل ہیں۔ یہ فرماتے ہیں روح پاک کے لئے اعلیٰ مقام جسد اطہر ہے عرش اس سے اعلیٰ نہیں، جنت اس سے اعلیٰ نہیں تو اس لئے اس جسم کے علاوہ اس کو کسی اور جگہ رکھنا یہ اعلیٰ سے ادنیٰ کی طرف لے جانا ہے تو اس لئے حضرت نے لکھا ہے کہ آپ بمع تلبس روح قبر مبارک میں تشریف رکھتے ہیں۔ کیونکہ آپ قبر میں زندہ ہیں قریب قریب تمام اہل حق اس پر متفق ہیں۔ حدیث میں بھی نص ہے صحابہ کا بھی یہی اعتقاد ہے۔ حدیث مبارکہ میں ہے: ''نبی اللہ حیٌ یرزق'' آپ اپنی قبر مبارک میں زندہ ہیں اور آپ کو رزق پہنچتا ہے۔ مگر یہ یاد رہے اس حیات سے مراد کھلی حیات نہیں جو آپ کو بھی نظر آئے ان کو اپنی حیات کا پورا احساس ہے۔ لیکن ہمیں ان کی حیات کا شعور نہیں ہے۔ اس کی وجہ میں نے بتادی تھی کہ ہمارا شعور فانی ہے یہ فانی حیات کے لئے ہمیں ملا ہے اور وہ حیات کامل اور باقی ہے تو اگر فانی شعور اس کا ادراک نہیں کر سکتا تو قصور ہمارے شعور کا ہے نہ کہ اس حیات کا۔ وہ دوسری قسم کی حیات ہے جس کو حیات برزخیہ بھی کہتے ہیں۔ برزخیہ ناسوتی کے مقابلے میں ہے کہ ان کو پورا احساس ہے۔ لیکن ہمیں احساس نہیں ہے۔

باقی یہ بات کہ حیات برزخیہ تو سب کو حاصل ہے تو پھر اس میں نبی کی کیا تخصیص تو اس کا جواب یہ ہے کہ

حیات برزخی کے کئی مراتب ہیں۔ ایک مرتبہ تو تمام مؤمنین کو حاصل ہے جس کے ذریعہ تنعیم قبر کی ہر مومن کو حس ہے دوسری مرتبہ کی حیات شہداء کی ہے جو تمام مؤمنین کی حیات برزخیہ سے اقویٰ ہوگی۔ عام مؤمنین کی حیات برزخیہ بنسبت شہید کی حیات برزخیہ کے کمزور ہوتی ہے۔ اگرچہ اس حیات ناسوتیہ سے وہ بھی بدرجہا اعلیٰ ہے (یہ فقرہ غور سے پڑھیں جیسے میں نے عذاب وثواب قبر کے مسئلہ میں بتایا تھا کہ وہاں جو حیات ہے احساس اور شعور کے اعتبار سے یہاں سے وہاں کا احساس اور شعور بہت زیادہ قوی ہے)

حضرت نے بالکل یہی الفاظ لکھے ہیں کہ اس عملی حیات میں چونکہ روح کی ذمہ داریاں زیادہ ہیں (چونکہ وہاں روح کی ساری ذمہ داریاں ختم ہیں) اس لئے وہاں عام مسلمان کی حیات بھی عام مسلمان کی اس حیات سے اقویٰ ہوتی ہے۔ ان کا ادراک اور شعور اس حیات کے ادراک اور شعور سے اقویٰ ہوتا ہے۔ اس لئے آپ ﷺ اسمع فرمارہے ہیں کہ زیادہ سننے والے ہیں۔ بعض لوگوں نے اس کا انکار کیا ہے اور کہا ہے کہ بعض جگہ شہداء کی قبریں کھودی گئیں تو ان کی لاش صحیح سالم نہیں ملی۔

حضرت فرماتے ہیں مشاہدہ دونوں طرف ہے بہت سارے مشاہدات ایسے ہیں کہ شہداء کے جسم صحیح سالم ملے ہیں اور اگر کسی جگہ نہیں ملے تو پہلی بات تو یہ ہے ہوسکتا ہے کہ ہم اس کو شہید سمجھتے ہیں وہ عنداللہ شہید نہ ہو۔ کیونکہ شہادت کے لئے کچھ باطنی شرائط بھی تو ہیں کہ اس میں اخلاص ہو دین اسلام کے لئے لڑرہا ہو۔ وغیرہ وغیرہ!

دوسرا یہ کہ شہید کے جسم کو زمین نہیں کھاتی بعض جگہ زمین میں تیزابی مادی ہوتے ہیں جو زمین نہیں ہوتے تو ایسا ہوسکتا ہے کہ شہید کے جسم کو زمین نے نہ کھایا ہو بلکہ زمین میں جو تیزابی مادے ہیں انہوں نے ختم کردیا ہو تو یہ اس بات کے خلاف نہیں، دیکھیں بحیرہ لوط جس کا دوسرا نام بحیرہ مردار ہے یہ نمکین سمندر ہے۔ جب لوط کی بستیاں الٹ دی گئیں تو یہ سمندر وہاں بنا تھا۔ آج تک اس پانی میں عذاب کا اثر موجود ہے۔ اگر اس میں آدمی گرجائے تو ایسے ختم ہوجاتا ہے۔ جیسے نمک پانی میں سائنس دان اس پانی کو لیبارٹریوں میں لے گئے اور خوب چیک کیا کہ اس میں کون سا تیزاب موجود ہے۔ لیکن وہ کہتے ہیں کہ جتنے تیزاب ہم نے دریافت کئے ان میں سے کوئی تیزاب بھی اس میں موجود نہیں تو جیسے اس پانی میں آج تک اثر موجود ہے۔ اسی طرح زمین میں بھی مٹی کے علاوہ کئی ایسے مادے ہوتے ہیں۔ ایسے چشمے نکلنے شروع ہوجاتے ہیں جس سے غسل کرنے سے بیمار تندرست ہونا شروع ہوجاتے ہیں۔ بسا اوقات پتہ چلتا ہے کہ اس پانی میں گندھک زیادہ ہے۔ اب گندھک چونکہ مصفّی خون ہوتی ہے اس لئے پھوڑے پھنسی والے آدمی جب غسل کریں گے تو شفا ہوجاتی ہے۔

اس لئے حضرت فرماتے ہیں اگر کسی جگہ ایسا واقعہ ہوا ہو کہ واقعتاً کوئی آدمی شہید تھا لیکن جسم پاک صحیح سالم نہیں نکلا تو اس زمین میں کوئی اور مادے ہوں گے جو شہید کے جسم پر اثر انداز ہوتے ہوں گے۔ فرمایا اب شہید کی حیات میں دوسرا اثر بھی ہوگا کہ اس کے جسم کی حفاظت بھی روح کررہی ہے۔

تیسرا درجہ جو سب سے قوی ہے وہ انبیاء کرام علیہم السلام کی حیات برزخیہ کا ہے، برزخیہ کا معنی وہ نہیں جو یہ مماتی لوگ لیتے ہیں یہ کہتے ہیں برزخی کا معنی ہے کہ روح اعلیٰ علیین میں ہے جسد اطہر مدینے میں ہے اور درمیان میں اللہ نے دیواریں کھڑی کردی ہیں تاکہ ان کی آپس میں بات چیت نہ ہوجائے کوئی تعلق قائم نہ ہوجائے۔ یہ مطلب

جو مماتی لیتے ہیں دنیا کی کسی کتاب میں قطعاً موجود نہیں۔ برزخ کا تعلق جسم کے ساتھ ہوتا ہے روح تو ہمیشہ ہی ہم سے پردے میں ہے جسم کبھی پردے میں چھپ جاتا ہے۔ کبھی ظاہر ہو جاتا ہے تو اس لئے روح کے لئے برزخیہ کا لفظ کہنا تحصیل حاصل ہے۔ کیونکہ وہ ہمیشہ چھپی ہی رہی اور نظر نہیں آتی۔

اب برزخ کا معنی یہ ہے کہ جو حیات جسم کی کھلی ہے سب کو نظر آرہی ہے وہ کھلی حیات ہے اور جو جسم کی حیات چھپی ہوئی ہے وہ برزخی حیات ہے تو برزخ کا تعلق جسم کے ساتھ ہے۔ انبیاء علیہم السلام کی حیات برزخیہ شہداء کی حیات سے بھی زیادہ قوی ہوتی ہے۔ چنانچہ اس کا ایک اثر تو محسوس ہے وہ اثر وہی جو شہید کے لئے ہے کہ ان کے اجسام مبارکہ کو زمین نہیں کھاتی اور جیسے میں نے بتایا جسم کی حفاظت کرنا روح کی ذمہ داری میں شامل ہے۔ اب جسم کا محفوظ رہنا یہ روح کا اثر ہے تو جیسے دھوپ کو دیکھ کر جو سورج کا اثر ہے ہمیں سورج کا پکا یقین ہو جاتا ہے۔ اس لئے حضرت فرماتے ہیں کہ جسم کا محفوظ رہنا حیات کی زبردست دلیل ہے کہ روح کا تعلق موجود ہے اور روح جسم کی حفاظت کر رہی ہے یہ اثر تو محسوس ہے اور حدیث میں بھی آگیا ہے ان اللہ حرم علی الارض ان تاکل اجساد الانبیاء۔

دوسرا اثر محسوس تو نہیں لیکن منصوص ہے۔ انبیاء علیہم السلام کی حیات کے دوسرے اثرات یہ ہیں کہ باقی لوگ حتیٰ کہ شہید بھی اگر شہید ہو گیا تو اس کے اموال اس کی ملکیت سے نکل گئے۔ اس کی ازواج اس کے نکاح سے نکل گئیں۔ لیکن انبیاء علیہم السلام کے اموال بھی ان کی ملکیت رہتے ہیں اس لئے ان کی وراثت تقسیم نہیں ہوتی۔ ان کی ازواج بھی ان کے نکاح میں رہتی ہیں اس لئے ان پر عدت ہے نہ عدت کے بعد کسی اور جگہ نکاح ہو سکتا ہے۔ ملا علی قاری رحمہ اللہ نے اس کو مرقات میں بڑی وضاحت سے لکھا ہے تو فرمایا حیات انبیاء علیہم السلام کے یہ وہ آثار ہیں جو حیات شہداء میں بھی پائے نہیں جاتے تو اس لئے فرماتے ہیں کہ یہ حیات شہداء کی حیات سے بھی زیادہ قوی ہے۔ آگے فرماتے ہیں انبیاء علیہم السلام کی حیات پر سب کا اتفاق ہے اور جسم پاک کا محفوظ ہونا تو کافر بھی مانتے ہیں۔ چنانچہ اسی پر واقعہ لکھا ہے۔

تاریخی واقعہ

ایک مرتبہ دو کافر آپ کا جسد اطہر نکالنے کے لئے آگئے تھے تاریخ مدینہ میں یہ واقعہ لکھا ہے اور میں نے خود پڑھا ہے کہ حضور ﷺ کی وفات کے چند صدی بعد پانچویں صدی کا یہ واقعہ ہے۔ دو کافر مسلمانوں والا لباس بنا کے تسبیحات گلے میں لٹکا کر ہاتھوں میں ڈال کے آگئے اور روضہ اطہر کے قریب ہی کوئی کمرہ کرایہ پر لے لیا۔ اب وہ سارا دن تسبیحیں چلاتے۔ نفل پر نفل پڑھے جا رہے ہیں اور نہ کسی کی دعوت قبول کرتے ہیں بلکہ خود لوگوں کی دعوت کرتے ہیں اس لئے خوب شور تھا کہ بڑے نیک صوفیاء کرام آگئے ہیں اور رات کو سرنگ نکالتے جتنی مٹی نکالتے دور جا کر پھینک آتے اور صبح پھر اوپر مصلی بچھا کر نفل شروع کر دیتے۔ یہ کام وہ کر رہے تھے تو سلطان نور الدین زنگی رحمہ اللہ کو حضور ﷺ خواب میں ملے، اور فرمایا کہ دو کتے مجھے ستا رہے ہیں اور ان کی شکل بھی دکھائی کہ یہ ہیں۔ نور الدین زنگی اٹھا اور وزیر کو بلوا کر مشورہ کیا کہ حضرت پاک ﷺ خواب میں ملے ہیں اور یہ فرمایا ہے۔ شاید مدینہ میں کوئی حادثہ پیش آنے والا ہو۔

پھر حضرت پاک کی دوبارہ زیارت ہوئی اور فرمایا تو دیر کر رہا ہے جلدی پہنچ تو پھر سلطان نے کسی کا انتظار بھی نہیں کیا۔ جلدی سے گھوڑے پر سوار ہوا اور بھاگ نکلا اور جو دو چار ساتھی ملے وہ ساتھ لے لئے۔ مدینہ منورہ پہنچے تو پتہ کیا لوگوں نے کہا یہاں تو کوئی واقعہ نہیں ہوا۔ سلطان نے حکم دیا سب کی دعوت کر دو۔ مدینہ سے باہر آ کر دعوت

کھائیں اور سلطان خود کھڑے ہو گئے اور جو بھی آتا تھا اسے دیکھتے تھے۔ بادشاہ نے فرمایا کہ کون کون رہ گیا ہے لوگوں نے کہا کوئی بھی نہیں رہ گیا۔ بادشاہ نے کہا بالکل غلط ہے۔ حضرت مجھے خواب میں ملے ہیں اور حضرت کا دیکھنا حق دیکھنا ہے، کوئی رہ گئے ہیں۔ لوگوں نے کہا جی دو بزرگ ہیں وہ کسی کی دعوت میں نہیں جاتے وہ رہ گئے ہیں۔ فرمایا ان کو گرفتار کر کے لاؤ۔ کیوں میری دعوت پر نہیں آئے۔

لوگوں نے کہا وہ بہت بزرگ ہیں کیسے گرفتار کریں بادشاہ نے کہا جو بھی ہیں ضرور گرفتار کر کے لاؤ۔ جب لائے تو دیکھا تو وہی شکلیں تھیں جو بادشاہ نے خواب میں دیکھی تھیں۔ اب فرمایا ان کو دعوت نہیں کھلانی ان کی پٹائی کرو۔ جب خوب پٹائی کی تو پھر انہوں نے بتایا کہ ہم سرنگ لگا رہے ہیں ان کو لے گئے جا کر دیکھا بادشاہ سرنگ میں اترا تو دیکھا حضرت پاک کا قدم مبارک تھوڑا سا ننگا ہو چکا تھا۔ بادشاہ نے قدم مبارک کو بوسے دیئے اور پھر باہر آ کر روضہ پاک کے اردگرد پانی تک کھدوا کے سکہ اس میں بھروا دیا تا کہ آئندہ کوئی آدمی نقب لگانے کی کوشش ہی نہ کرے۔

اب یہ واقعہ حضرت تھانوی رحمہ اللہ نے لکھا اس سے پتہ چلا کہ کافروں تک کو اعتبار ہے کہ حضرت کا جسد اطہر محفوظ ہے، اس لئے انہوں نے کوشش کی کہ حضرت کے جسد اطہر کو چوری کر لیا جائے اور پھر ہم شور مچائیں گے کہ تم جو کہتے ہو کہ نبی قبر میں زندہ ہوتا ہے اور اس کا جسم پاک محفوظ ہوتا ہے ہمیں دکھاؤ کہاں ہے۔ لیکن اللہ تعالیٰ نے بطور خرق عادت نور الدین زنگی کو خواب میں حضرت پاک ﷺ کی زیارت کروا دی اور اس وجہ سے حضرت پاک ﷺ کا جسد اطہر محفوظ رہا۔

دوسرا واقعہ

اس طرح کا واقعہ ابن حجر نے صحابہ رضی اللہ عنہم کے بارے میں لکھا ہے کہ ایک آدمی تھا وہ روضہ پاک کے پاس بیٹھا درود شریف پڑھتا رہتا تھا کوئی کھانا لا دیتا تو کھا لیتا ورنہ بھوکا ہی بیٹھا رہتا تھا روزہ رکھ لیتا شام کو کوئی کھانا دیتا تو کھا لیتا ورنہ بھوکا رہتا۔ عاشورے کے دن آ گئے کسی نے اعلان کیا کہ دعوت ہے جتنے لوگ مسجد نبوی میں ہیں سب چلو وہ چلے گئے۔ اس کو کہا تو کون سی دعوت کھائے گا وہ سمجھ گیا کہ یہ شیعہ ہے اس نے کہا میں تو حضرت عمر رضی اللہ عنہ کی دعوت کھاؤں گا۔ بس حضرت عمر رضی اللہ عنہ کا نام سنتے ہی اس کو غصہ آیا اور پکڑ لیا اور بہت پیٹا اور پیٹنے کے بعد ناک کان کاٹ ڈالے۔ جب وہ فارغ ہوئے تو اس نے ناک اور کان ہاتھ میں لئے اور روضہ پاک پر حاضر ہو کر رونے لگا۔ روتا رہا نیند آ گئی تو خواب میں حضور اقدس ﷺ کی زیارت ہوئی اور ناک اٹھائی اور اس کو لعاب مبارک لگا کر اس کی جگہ پر رکھ دیا اسی طرح کان اٹھائے اور کانوں کی جگہ پر رکھ دیئے۔

اب یہ صبح اٹھا تو ناک کان بالکل ٹھیک تھے پھر ایک سال گزر گیا پھر جب عاشورے کا دن آیا تو لوگ آئے تو انہوں نے دعوت کا اعلان کیا۔ اب میں پھر دعوت کھانے کے لئے چلا گیا دعوت میں کیا دیکھا کہ گھر تو وہی ہے لیکن آدمی اور ہے اور نوجوان ہے انہوں نے مجھے وہی بات پوچھی کہ کس کی دعوت کھاؤ گے۔ حضرت حسین کی یا بی بی فاطمہ رضی اللہ عنہا کی یا حضرت عمر رضی اللہ عنہ کی۔ میں نے کہا میں نے تو حضرت عمر رضی اللہ عنہ والی دعوت کھانی ہے جب یہ جملہ منہ سے نکالا تو میں تیار ہو کے بیٹھ گیا کہ اب پھر پٹائی ہو گی۔ میں تو یہ سوچ رہا تھا کہ اب پہلے سے زیادہ پٹائی ہو گی لیکن جب یہ جملہ میرے منہ سے نکلا تو وہ دونوں نوجوان مجھے پیٹنے کی بجائے دھاڑیں مار مار کے رونے لگے۔ رو رہے

تھے اور ٹکریں مار رہے تھے، دیواروں پر اور میں بیٹھا سوچ رہا ہوں کہ میں تو سوچ رہا تھا کہ ابھی پٹائی ہوگی لیکن یہ رونا شروع ہو گئے ہیں۔ وہ جب رو رو کے تھک گئے تو میں نے پوچھا کہ بات کیا ہے تو وہ ایک کمرے میں مجھے لے گئے وہاں دو خنزیر باندھے ہوئے تھے انہوں نے کہا یہ ایک باپ ہے ہمارا، دوسرا چچا ہے۔ انہوں نے کہا پچھلے سال یہاں کوئی آدمی دعوت کھانے آیا تھا اور اس نے یہی فقرہ کہا تھا جو تو نے کہا تھا اور انہوں نے خوب پٹائی کی اور اس کے ناک اور کان کاٹ ڈالے تو وہ چلا گیا اس کے بعد ہم بھی سو گئے یہ بھی سو گئے ہم سوئے ہوئے تھے کہ اچانک چیخ کی آواز آئی جب ہم اٹھے تو یہ دونوں خنزیر بنے ہوئے تھے۔

وہ کہنے لگے اب ہمیں یہ تو پتہ نہیں کہ وہ آدمی زندہ ہے یا نہیں لیکن یہ دونوں خنزیر بنے ہوئے ہیں تو پھر اس نے کہا آپ جو قسم کہیں میں اٹھاتا ہوں میں وہی آدمی ہوں جس کے انہوں نے ناک کان کاٹے تھے۔ اس کے بعد میں نے انہیں کہا تمہیں ابھی تک شرم نہیں آئی ابھی تک شیعہ ہو تو پھر وہ کہتے ہیں تو واقعی وہ ہے میں نے کہا چل کر پتہ کر لیں وہ آئے میرے ساتھ اور لوگوں سے پوچھا کہ یہ مجاور وہی ہے جو پچھلے سال تھا یا نیا ہے لوگوں نے کہا وہی ہے تو پھر وہ دونوں سنی ہو گئے۔ یہ لوگ چونکہ اشرف الجواب کا نام بہت لیتے ہیں۔ اس لئے تین واقعات میں نے اشرف الجواب سے ہی سنا دیئے کہ حضرت تھانوی رحمہ اللہ کے بارے میں یہ تصور کرنا کہ وہ حیات کے قائل نہیں ہیں یہ تصور بالکل غلط ہے تو عذاب قبر اور حیات النبی ﷺ کے بارے میں میں نے بات واضح کر دی۔

عبدالرحیم نظامی مماتی کا طریقہ

شاہ صدر دین میں ان کا آدمی ہے عبدالرحیم نظامی اس کا طریقہ یہ تھا کہ ہر دو ماہ کے بعد اپنا عقیدہ لکھ کر یہاں بھیج دیتا۔ اب یہاں سے جواب جاتا پھر وہی سوال لکھ کر بھیج دیتا تو دارالافتاء والوں نے مجھے کہا کہ یہ چار پانچ مرتبہ آیا ہے اب کیا کریں؟ میں نے کہا سوال مجھے دے دیں تو اس نے عقیدہ لکھا تھا میں نے جواب لکھا اور ساتھ لکھا کہ اب اس کا جواب لانا ہے صرف عقیدہ نہیں لانا۔ اب تک تین سال گزر چکے ہیں وہ واپس نہیں آیا۔ اب میں نے سنا ہے کہ اس نے کہیں اپنا عقیدہ چھپوا دیا ہے۔ اس نے یہ عقیدہ لکھ کر بھیجا تھا۔ حضرت محمد ﷺ کی موت بصورت خروج روح واقع ہوئی، آپ کی روح مبارک جسم سے جدا ہونے کے بعد مقام رفیق اعلیٰ میں چلی گئی۔ قیام قیامت تک وہیں عیش و عشرت میں رہے گی، قیام قیامت کے وقت آپ کی روح آپ ﷺ کے جسم مبارک میں داخل ہوگی۔ پھر آپ ﷺ زندہ ہو کر قبر مبارک سے باہر تشریف لائیں گے۔ باقی موت سے تا قیامِ قیامت آپ کا جسم اگرچہ محفوظ و معطر رہے گا جیسا کہ اب بھی ہے مگر اس میں روح موجود نہیں۔ حاصل یہ کہ ہم حضور ﷺ کی حیات روحانی برزخی کے قائل ہیں۔

جواب از اوکاڑوی رحمہ اللہ

میں نے اس کے جواب میں لکھا کہ یہ عقیدہ اس تفصیل کے ساتھ اہل سنت کی کون سی کتاب میں مذکور ہے۔ پوری عبارت باحوالہ لکھیں۔ کیونکہ اگر یہ عقیدہ اہل سنت کا ہے تو اہل سنت کی کتابوں میں مذکور ہونا چاہئے۔ ہم حضور ﷺ کو خاتم النبیین مانتے ہیں اور یہ عقیدہ ہماری کتابوں میں ہے، ہم حیات مسیح کے قائل ہیں اور یہ عقیدہ ہماری کتابوں میں مذکور ہے، ہم تقدیر کے قائل ہیں ہماری کتابوں میں تقدیر کا عقیدہ ہے، ہم عذاب وثواب قبر کے قائل ہیں

ہماری کتابوں میں یہ عقیدہ مذکور ہے۔ لیکن جو فرقے نئے عقیدے بناتے ہیں ان کے نئے عقیدے پرانی کتابوں میں مذکور نہیں ہوتے۔ اب مرزائی اگر چہ قرآن کا نام لیتے ہیں کہ قرآن میں ہے کہ عیسیٰ علیہ السلام فوت ہو گئے لیکن کسی عقائد کی کتاب میں یہ بات نہیں ملے گی اور یہ بات میں نے آپ کو ہر مسئلہ بتانا اور مسئلہ بنانا کے عنوان سے پہلے بتا دی تھی۔ اس لئے پہلا سوال میں نے یہی کیا ہے کہ کیا یہ عقیدہ سنیوں کی کسی کتاب میں ہے؟ اگر ہے تو حوالہ دیا جائے۔ اگر نہیں بلکہ قادیانیوں کی طرح نیا گھڑا گیا ہے تو یہ نہیں کہ ہم اس پر بات نہیں کریں گے بات تو پھر بھی کر لیں گے لیکن پھر آپ کو سنی سمجھ کے نہیں کریں گے۔ اب پہلی بات اس نے لکھی ہے آپ ﷺ کی موت بصورت خروج روح واقع ہوئی۔

جواب: اس کے بارے میں میں نے وضاحت کر دی تھی کہ وقوع موت نہ کسی آیت میں ہے نہ کسی حدیث میں ہے اور یہ کہا کرتے ہیں کہ عقیدہ وہی ہے جو قرآن کی آیت قطعی سے ثابت ہو یا حدیث متواتر سے ثابت ہو تو عبدالرحیم نظامی کے اس پہلے عقیدے کا ذکر نہ قرآن میں ہے نہ حدیث میں ہے۔ میں نے بتایا تھا کہ ایک ہے وعدہ موت، ایک ہے وقوع موت۔ وعدہ موت تو ہمارا بھی ہے۔ قرآن میں ہے "کل نفس ذائقة الموت" (العنکبوت: ۵۷) لیکن وقوع موت قرآن میں کہیں نہیں کہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہو کہ حضور ﷺ فوت ہو چکے ہیں یا حدیث میں ہو کہ حضور ﷺ نے فرمایا ہو کہ میں فوت ہو کر قبر میں دفن ہو چکا ہوں تو ان کا پہلا عقیدہ وقوع موت والا نہ قرآن میں ہے نہ حدیث میں۔ دن رات رٹ یہ لگاتے ہیں کہ عقیدہ وہ ہوتا ہے جو قرآن میں ہو یا حدیث متواترہ سے ثابت ہو اور ان کا یہ عقیدہ نہ قرآن میں ہے نہ حدیث میں۔

دوسرے نمبر پر لکھا ہے آپ ﷺ کی موت بصورت خروج روح واقع ہوئی اور روح مبارک جسم سے جدا ہونے کے بعد مقام رفیق اعلیٰ میں چلی گئی۔

جواب: اس نے جو یہ لکھا ہے کہ آپ ﷺ کی وفات خروج روح سے ہوئی ہے روح تو کسی کو نظر نہیں آتی اس کو کیسے نظر آ گئی کہ خروج روح سے وفات ہوئی۔ "اللہ یتوفی الانفس حین موتھا والتی لم تمت فی منامھا" (الزمر: ۴۲) اللہ تعالیٰ روحوں کو قبض کرتے ہیں۔

میں رحیم یار خان گیا تو مولانا عبدالرؤف صاحب نے فرمایا بیان کر دیں میں نے کہا ٹھیک ہے بیان کر دوں گا لیکن کھانا بھائی اسلم صاحب کے ہاں ہی کھاؤں گا۔ کیونکہ وہ ناراض ہوتا ہے کہ آپ آتے ہیں اور ہمارے گھر کھانا بھی نہیں کھاتے۔ اب انہوں نے سارے رحیم یار خان میں اعلان کر دیا۔ جب میں واپس آیا تو مجھے کہا یہاں صرف غیر مقلدین کے بارے میں تقریر کرنی ہے حیات مماتی کا مسئلہ نہیں چھیڑنا کیونکہ میرے ابا جی بھی حیات کے قائل نہیں تھے تو میں نے کہا جب درد آنکھوں میں ہو تو پٹی پیر پر تو نہیں باندھنی چاہئے۔ بلکہ آنکھوں پر ہی باندھنی چاہئے۔ وہ کہنے لگا نہیں جی آپ ایسا نہ کریں۔ میں نے کہا پھر میں تقریر کرتا ہی نہیں، وہ کہنے لگے اب اعلان ہو گیا ہے لوگ جمع ہیں آپ تقریر کر دیں۔ خیر پھر میں نے سوچا کہ چلو غیر مقلدین کے بارے میں ہی کر دیتے ہیں۔ میں نے تقریر کر دی۔

اب مجھے تو روکا کہ اس بارے میں بات نہیں کرنی جب تقریر کے بعد فارغ ہو کر دفتر میں آئے کھانا تو میں کھا چکا تھا بھائی محمد اسلم صاحب کے ہاں تو محمد ان کا کوئی مفتی ہے۔ مولوی عبدالغنی صاحب کا لڑکا پانچ چھ آدمیوں کو ساتھ لے کر بیٹھا تھا۔ مجھے کہنے لگا آپ سے بات کرنی ہے میں نے کہا مجھے تو بات کرنے سے روک دیا تھا۔ آپ کو کیسے اجازت دے دی۔

حضرت نانوتوی رحمۃ اللہ علیہ پر اعتراض اور اس کا جواب

مجھے کہنے لگا کہ حضرت نانوتوی رحمۃ اللہ علیہ نے یہ جو لکھا ہے کہ حضرت پاک ﷺ کی روح جسم میں مرکوز کر دی گئی تھی دل میں، باہر نہیں نکالی گئی تھی۔ یہ قرآن کی نص قطعی کے خلاف ہے۔ میں نے کہا کون سی نص قطعی کے خلاف ہے کہنے لگا: ''اللہ یتوفی الانفس حین موتھا والتی لم تمت فی منامھا'' کے خلاف ہے۔ میں نے کہا اس کا ترجمہ کیا ہے۔ اس نے کہا اللہ قبض کر لیتا ہے روح کو۔ میں نے کہا قبض کے کتنے معنی ہوتے ہیں۔ اب اس کے ہاتھ میں رومال تھا میں نے پکڑ لیا میں نے کہا ایک تو یہ قبض ہے کہ تیرے پاس تھا میں نے پکڑ لیا۔ اب یہ تیرے پاس نہیں رہا۔

تیرے ذہن میں قبض کا یہ معنی ہے اور ایک قبض بسط کے مقابلے میں ہے میرا ہاتھ کھلا تھا میں نے بند کر لیا یہ بھی قبض ہے۔ روح پورے جسم میں پھیلی ہوئی تھی۔ اس کو دل میں مرکوز کر لیا یہ بھی تو قبض ہے۔ میں نے کہا اس کا مطلب ہے کہ مولانا نانوتوی کو دونوں معنی آتے تھے تجھے ایک آتا ہے۔ حضرت نانوتوی رحمۃ اللہ علیہ قرآن کے مخالف نہیں تھے وہ کہنے لگا اس پر کوئی دلیل؟ میں نے کہا دلیل وہی نیند والا مسئلہ کہ انبیاء علیہم السلام کی نیند بھی عام لوگوں سے مختلف ہوتی ہے نیند میں وضو نہیں ٹوٹتا اور ان کی آنکھیں سوتی ہیں دل بیدار رہتا ہے تو جیسے نیند میں یہ بات ہوتی ہے تو چونکہ موت نیند کی بہن ہے یہاں بھی یہی بات ہوئی۔ بات پوری یہ ہے کہ حضرت نانوتوی رحمۃ اللہ علیہ ارشاد فرماتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ نے انبیاء کو اس دنیا میں جو اجسام دیئے ہیں وہ بھی جنت کے خواص والے ہیں جیسے جنت کے جسموں کے بارے میں آتا ہے کہ وہاں پیشاب پاخانہ نہیں ہوگا۔ خوشبودار پسینہ نکلے گا تو حضرت پاک ﷺ کا پسینہ یہاں بھی خوشبودار تھا۔ یہ احادیث میں منصوص اور بالکل واضح ہے۔ جیسے جنت کی چیز کے بارے میں آتا ہے کہ وہ چیز گلے سڑے گی نہیں۔ اسی طرح انبیاء علیہم السلام کے اجسام مطہرہ گلتے سڑتے نہیں۔ کیونکہ ان کے اندر جنت کی مٹی کا اثر شامل ہے۔ چونکہ اصل حیات ہے۔ اس لئے ان کا سارا علم کلام دو باتوں پر چلتا ہے کہ ایک وصف ہوتا ہے موصوف بالذات، ایک ہوتا ہے، موصوف بالعرض۔

موصوف بالذات

موصوف بالذات اس کو کہتے ہیں اگرچہ وہ خدا ہی کی عطاء ہو لیکن اس سے جدا نہ ہو سکے سورج کو روشنی کا وصف اللہ ہی نے عطاء کیا ہے۔ لیکن اب اس کے ساتھ لازم ہے جدا نہیں ہو سکتا۔ لیکن یہ جو زمین پر روشنی پڑ رہی ہے۔ یہ سورج کے فیض سے آ رہی ہے۔ یہ رات کو یہاں سے چلی جائے گی اور تاریکی آ جائے گی تو یہ روشنی سورج کا ذاتی وصف ہے اور زمین کا عارضی وصف ہے۔ اس طرح آگ میں جلانے کا وصف ذاتی ہے اور پانی میں پیاس بجھانے کا وصف ذاتی ہے۔

اب دوسری بات وہ فرماتے ہیں کہ ذاتی وصف الگ نہیں ہوا کرتا چھپ جایا کرتا ہے۔ اب پانی کا ذاتی وصف تھا برودت ٹھنڈک اس کو آپ نے گرم کر لیا۔ اب اس کے ذاتی وصف کو ختم کرنے کے لئے آپ کو آگ یا سورج کی ضرورت پڑی۔ اب یہ گرم ہو گیا ہے۔ مولانا یہ فرماتے ہیں اب اس کی ٹھنڈک کہیں گئی نہیں یہیں ہے۔ دلیل یہ ہے کہ جب آپ اس کو رکھ دیں گے تو جو باہر سے گرمی آئی تھی وہ جب اٹھ جائے گی تو ٹھنڈک نیچے سے خود ہی آ جائے گی۔ اب اس کو ٹھنڈا کرنے کے لئے باہر سے کسی چیز کو لانے کی ضرورت نہیں ہے تو پتہ چلا کہ اس کی ٹھنڈک

کہیں گئی نہیں تھی۔ وہ اسی گرمی کے غلاف کے نیچے چھپی ہوئی تھی۔ جیسے یہاں جو اندھیرا ہے وہ کہیں گیا نہیں ہوا یہ جو روشنی کا غلاف اوپر چڑھ گیا ہے اس کے نیچے چھپا ہوا ہے۔ جب روشنی کا غلاف اٹھ جائے گا تو پھر آپ کو باہر سے گٹھڑیاں باندھ کر اندھیرا لانا نہیں پڑے گا وہ یہاں پہلے ہی موجود ہے۔ چھپا ہوا ہے خود بخود نکل آئے گا تو فرمایا اسی طرح انبیاء علیہم السلام کو جو اللہ نے حیات عطا فرمائی ہے تو جس طرح سورج کی روشنی اللہ ہی کی عطا ہے۔ اسی طرح یہ حیات بھی اللہ ہی کی عطا ہے ان کی ذاتی نہیں۔ لیکن ان کی صفت ذات میں رکھ دی ہے۔ اس لئے موت ان کے لئے ساتر حیات ہے کہ حیات چھپ جاتی ہے قلب میں محفوظ ہو گئی۔ اسی لیے اس میں بعض احکام زندگی کے باقی رہے کہ نہ وراثت تقسیم ہو رہی ہے نہ نکاح ختم ہو رہا ہے۔

میں نے کہا مولانا یہ فرما رہے ہیں آپ مولانا نانوتوی کی پوری بات کو پڑھتے نہیں اور یہ فتویٰ جلدی سے لگا دیتے ہیں کہ مولانا نانوتوی قرآن کے منکر ہیں تو اس لئے انہوں نے یہاں لکھا ہے کہ اگر قبض کا دوسرا معنی مراد لیا جائے کہ موت ساتر حیات ہے تو پھر عبدالرحیم نے جو لکھا ہے کہ نکل کر چلی گئی تھی تو جاتی کس نے دیکھی۔ اب جب وہ مرکوز ہو گئی تو ہاتھ حرکت نہیں کر رہا کیونکہ ہاتھ میں تو روح نہیں رہی۔ لیکن آیا یہ روح اکٹھی کر کے دل میں مرکوز کر دی گئی ہے یا اوپر کہیں لے گئے ہیں؟ تو یہ تو کسی نے نہیں دیکھا کہ اوپر گئی ہے۔ عبدالرحیم نظامی مماتی کو نظر آ گئی ہو گی اور تو کسی کو نظر نہیں آئی۔

آگے عبدالرحیم لکھتا ہے پھر مقام رفیق اعلیٰ میں چلی گئی۔ اب ان لوگوں کا دعویٰ تو یہ ہوتا ہے کہ عقیدہ قرآن سے ثابت ہوتا ہے یا حدیث متواترہ سے۔ اب اس حدیث کی راویہ صرف حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا ہیں اور کسی نے بھی یہ روایت بیان نہیں کی تو یہ خبر واحد ہے اور یہ خود کہتے ہیں کہ خبر واحد سے عقیدہ ثابت نہیں ہوتا۔ اب ان کو کیا مجبوری پڑ گئی ہے کہ یہ خبر واحد پیش کرنے لگے ہیں۔ پھر اگلی بات میں نے یہ پوچھی ہے کہ یہ الفاظ جنہوں نے کانوں سے سنے ہیں یعنی سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا وہ تو اسی قبر میں حیات کی قائل ہیں۔ وہ فرماتی ہیں جب صرف حضور پاک صلی اللہ علیہ وسلم اور میرے اباجی تھے تو قبر پر جاتے وقت پورے کپڑے نہیں سنبھالتی تھی۔ اب عمر رضی اللہ عنہ سے حیا کی وجہ سے سنبھالتی ہوں تو قبروں میں کچھ ہے تو اماں عائشہ رضی اللہ عنہا اتنا اہتمام کرتی ہیں تو جنہوں نے اپنے کان سے یہ سنا ہے انہوں نے تو حیات فی القبر کا انکار نہیں کیا اور یہ چودھویں صدی میں اس کا یہ مطلب لینے لگے ہیں تو بخاری میں باب وفات نبی میں یہ روایت موجود ہے۔ وہاں حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے ایک ہی راوی ہیں حضرت سعید ابن مسیب رحمہ اللہ۔

اب جنہوں نے یہ روایت حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے نقل کی ہے وہ تو حیات فی القبر کے قائل ہیں اور فرماتے ہیں کہ میں نے اپنے کانوں سے تین دن روضہ پاک سے آذان کی آواز سنی ہے، دارمی شریف میں یہ روایت صحیح سند سے موجود ہے۔ حیات انبیاء للبیہقی میں بھی یہ روایت صحیح سند کے ساتھ موجود ہے۔ جب حرہ کا واقعہ پیش آیا تو مسجد نبوی کے دروازے بند کر دیئے گئے۔ یہ کہیں اندر رہ گئے، کہتے ہیں رات کو نماز کے وقت کا پتہ نہیں چلتا تھا تو روضہ پاک سے باقاعدہ آذان کی آواز آتی تھی اور میں نے اپنے کانوں سے سنی ہے۔ اب جو اس حدیث کے راوی ہیں وہ اس قبر میں حیات کے قائل ہیں۔

شفاء السقام میں ہے کہ ہمسائے دیوار میں میخ ٹھونک رہے تھے تو کھٹ کھٹ کی آواز آ رہی تھی تو اماں جی نے پیغام بھیجا کہ اس آواز سے حضرت پاک صلی اللہ علیہ وسلم کو پریشانی ہو رہی ہے تو یہ پریشانی اسی قبر میں ہو رہی تھی یا کسی اور جگہ؟ یقیناً اسی قبر میں ہو رہی تھی تو معلوم ہوا کہ اماں جی اسی قبر میں حیات کی قائل ہیں۔ اب اس حدیث کا مطلب اماں جی

زیادہ سمجھتی ہیں یا عبدالرحیم نظامی زیادہ سمجھتا ہے؟ حضرت سعید بن مسیب زیادہ سمجھتے ہیں یا عبدالرحیم؟ تو پہلی بات تو یہ ہے کہ یہ حدیث ہے ہی خبر واحد، دوسرے نمبر پر اس کے جو روایت کرنے والے ہیں وہ حیات فی القبر کے قائل ہیں۔

اور مماتی جو دوسری روایت پیش کرتے ہیں کہ حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا نے فرمایا ''والجنة مأواه'' اس کے راوی حضرت انس رضی اللہ عنہ ہیں جو پکے حیات فی القبر کے قائل ہیں اور صرف نبیوں کی حیات کے نہیں بلکہ عام مردوں کی حیات اور سماع کے بھی قائل ہیں۔ کیونکہ بخاری میں ''انه یسمع قرع نعالهم'' کے راوی بھی یہی ہیں۔ اب ان حدیثوں کے راویوں نے تو ان احادیث کی بنا پر عوام کے سماع کا انکار نہیں کیا چہ جائے کہ نبی پاک کی حیات کا انکار کریں اور ڈیرہ غازی خان میں اب نبی پاک کی حیات کا انکار ہونے لگا ہے۔

پھر میں نے یہ پوچھا ہے کہ رفیق اعلیٰ ہے کہاں؟ اس کا معنی تو اعلیٰ مقام ہے اور حضرت پاک صلی اللہ علیہ وسلم کے روضہ پاک سے اعلیٰ دنیا میں اور کوئی مقام ہے ہی نہیں کہ اس کا مقام تو عرش اعظم سے بھی زیادہ ہے تو اس کو رفیق اعلیٰ کیوں نہ مانا جائے۔ میں نے سوال میں یہی پوچھا ہے کہ جب حضرت پاک نے فرمایا تھا ''اللهم بالرفيق الاعلىٰ'' تو اس جسم اور روح دونوں نے کہا تھا یا صرف روح نے اور کیا جسم مثالی نے کہا تھا؟ اگر اسی جسم اور روح نے کہا تھا تو پھر جہاں یہ دونوں پہنچے ہیں وہی رفیق الاعلیٰ ہے۔ اب یہ بات تو نہیں ہوسکتی کہ کہیں دونوں اور ایک بے وفائی کر جائے کہ روح تو رفیق اعلیٰ میں چلی جائے اور جسم یہیں رہ جائے۔ جب اسی جسم اور روح دونوں نے کہا ہے تو جہاں یہ دونوں پہنچے ہیں وہی رفیق اعلیٰ ہے اور وہ جگہ ''روضة من رياض الجنة'' ہے۔

آگے لکھتا ہے کہ قیامت تک وہیں رہے گی۔ مشکوٰۃ کتاب الجنائز میں عوام کے بارے میں بھی یہی ہے کہ روح جاتی ہے علیین میں نام لکھا جاتا ہے۔ پھر اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں ''ردوه الى الارض'' اس کو زمین کی طرف لے جاؤ ''منها خلقناكم وفيها نعيدكم ومنها نخرجكم تارة اخرىٰ'' (طٰہ:۵۵) اسی زمین میں یہ جائیں گے۔ اب وہاں تو ہے کہ روح علیین سجین میں جاتی ہے۔ پھر واپس لوٹا دی جاتی ہے۔ یہ کہتا ہے قیامت تک وہیں رہے گی۔ اس پر کوئی خبر واحد بھی ان کے پاس نہیں ہے۔ چہ جائے کہ خبر متواتر ہو یا قرآن پاک کی کوئی آیت ہو اور یہ خود کہا کرتے ہیں کہ خبر واحد سے عقیدہ ثابت نہیں ہوتا۔

اب ان سوالات کے تین صفحات میں نے لکھ کر بھیجے ہوئے ہیں لیکن ابھی تک جواب نہیں آیا۔ اسی کے آگے اس نے لکھا ہے قیامت میں وہ روح داخل کی جائے گی۔ اس کے بارے میں بھی کوئی آیت یا حدیث صراحتاً ہماری نظر میں نہیں ہے اور جو خبر واحد میں آتا ہے رد روح کے بارے میں تو یہ ایسے ہے جیسے نیند کے بعد کہتے ہیں ''الحمدلله الذى رد الى روحى'' حالانکہ نیند میں روح کا تعلق جسم کے ساتھ ہوتا ہے لیکن وہ چھپا ہوتا ہے بیداری میں کھلا ہوتا ہے تو چھپے تعلق سے کھلی حیات میں آنے کو رد روح کہا جاتا ہے۔ اس لئے اگر کہیں رد روح کا لفظ آ بھی جائے تو اس سے یہی مراد ہے کہ قیامت کو کھلی حیات مل جائے گی اور اس سے پہلی جو حیات ہے وہ چھپی حیات ہے ہم بھی اس کو چھپی حیات ہی کہتے ہیں نہ کہ کھلی حیات۔

اور اس نے جو یہ لکھا ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا جسد اطہر محفوظ ہے تو میں نے پہلے بھی بتایا تھا کہ جس حدیث میں جسد اطہر کے محفوظ ہونے کا ذکر ہے اسی میں حیات کا ذکر ہے اب یا تو پوری حدیث کا انکار کرنا چاہئے یا پوری کو ماننا

چاہیے۔ یہ کوئی ایسی آیت یا حدیث لائیں جس میں جسم کے محفوظ ہونے کا ذکر ہو اور حیات کے نہ ہونے کا ذکر ہو۔

پھر اس نے آگے لکھا ہے کہ ہم حیات روحانی برزخی کے قائل ہیں۔ میں نے جواب میں یہ لکھا کہ ہم حیات کے قائل ہیں تو آیتیں حیات والی پڑھتے ہیں حدیثیں وہ پڑھتے ہیں جن میں حیات کا لفظ ہے اور تم قائل حیات کے ہو اور پڑھتے: ''انک میت و انھم میتون'' (الزمر: ۳۰) ہو۔ اس لئے اگر تم تقیہ باز نہیں ہو تو وہ آیات اور احادیث لکھ کے بھیجو جن میں لفظ حیات کا ہو۔ میں نے کہا چور کو پکڑنے کا یہی طریقہ ہے۔ اب وہ کہے گا میں حیات کا قائل ہوں۔ جب اس کو کہیں گے کہ آیت پڑھو تو پڑھے گا: ''انک میت و انھم میتون'' یہ حیات کا عقیدہ تو نہ ہوا بلکہ موت کا ہوا تو اس لئے میں نے لکھ کے بھیجا تھا کہ جس طرح ہم حیات کے قائل ہیں اور آیتیں بھی حیات والی پڑھتے ہیں۔ ہم حیات کے قائل ہیں۔ حدیثیں بھی حیات والی پڑھتے ہیں۔ ہم حیات کے قائل ہیں۔ اجماع والی نصوص لفظ حیات سے پیش کرتے ہیں۔ آپ بھی اگر اس عقیدے میں حیات کے قائل ہیں تو ایسی آیات اور احادیث پڑھیں جن میں حیات کا ذکر ہو۔ ہمارے مولوی اسماعیل کاظمی صاحب کہتے ہیں شیعوں نے تو تقیہ کیا ہے لیکن انہوں نے تو تقیہ کا لحاف اوڑھا ہوا ہے۔ حیاتی بن کے ہمارے مدرسوں میں پڑھتے رہتے ہیں۔ پھر باہر جا کر مماتی بن جاتے ہیں اور کہتے ہیں بڑی تحقیق کے بعد ہم مماتی ہوئے ہیں۔ یہ تو وہ مسائل ہیں جو اہل سنت والجماعت کے اتفاقی مسائل ہیں۔

غیر انبیاء کا سماع

غیر انبیاء علیہم السلام کے سماع میں اختلاف ہے۔ لیکن وہ اختلاف کیا ہے؟ جو عقیدہ موجودہ اشاعتیوں کا ہے اس کا تو کوئی بھی دنیا میں قائل نہیں۔ یہ بالکل سماع کی نفی کرتے ہیں۔ اس کا دنیا میں کوئی بھی قائل نہیں۔ یہ ہے کہ بعض لوگ کہتے ہیں کہ سماع فی الجملہ ہے کہ جو باتیں نصوص میں آگئیں مثلاً سلام کریں گے وہ سنیں گے تلقین کی جائے وہ سنیں گے اور جن کا نصوص میں صاف طور پر ذکر نہیں آیا۔ اس میں دو مسلک ہیں ایک یہ ہے کہ ہم خاموشی اختیار کریں گے نہ اس میں سماع کے قائل ہوں گے نہ عدم سماع کے اور ایک مسلک یہ ہے کہ ہم نفی کریں گے وہ کہتے ہیں اصل عدم سماع ہے۔ اب یہی بات سوچنے کی ہے کہ اصل سماع ہے یا عدم سماع؟

صوفیاء کرام رحمۃ اللہ علیہ کا مسلک

صوفیاء کرام غیر انبیاء کے سماع کے سو فیصد قائل ہیں کہ اسی قبر میں مردہ سنتا ہے اور فقہاء اٹھانوے فیصد قائل ہیں، دو فیصد قائل ہیں وہ بھی ابن ہمام رحمۃ اللہ علیہ نے قسم والے مسئلے سے جو استدلال کیا ہے چونکہ وہ بڑے آدمی ہیں جیسے ان کے بعض اور تفردات ہیں مثلاً سارے لوگ کہتے ہیں کہ بیس تراویح سنت ہے وہ کہتے ہیں آٹھ سنت ہیں بارہ مستحب ہیں۔ یہ شیخ ابن ہمام کا اپنا تفرد ہے۔ اس طرح اس مسئلے میں بھی ان کا یہ تفرد ہے۔ اب وہ کہتے ہیں کہ سماع فی الجملہ ہے اور ضابطہ عدم سماع ہے اور جتنا ثابت ہو جائے گا وہ مان لیں گے جو ثابت نہیں ہوگا وہ نہیں مانیں گے۔ لیکن مماتی تو یہ بھی نہیں مانتے کہ مردہ سلام سنتا ہے اور یہ تو تلقین کے بھی قائل نہیں ہیں۔ ابن ہمام نے سلام کے سماع کا قول بالکل واضح لفظوں میں کیا اور تلقین کے بارے میں پورا باب لکھا ہے۔

سماع موتی کا تعلق کفر اسلام سے نہیں

ایک اہم بات یہ یادرکھیں کہ سماع موتی کے مسئلہ کا تعلق نہ کفر کے ساتھ ہے نہ توحید کے ساتھ ہے۔اتنی بات تو سارے مانتے ہیں۔مثلاً یہ زید بیٹھا ہے زندہ ہے اس کے سماع میں کوئی اختلاف نہیں کہ یہ قریب سے سنتا ہے دور سے نہیں سنتا تو زندہ کے سماع میں کوئی اختلاف نہیں۔البتہ عبدالرحیم نظامی سوال پوچھا کرتا ہے کہ حضرت پاک ﷺ کتنے فٹ سے سنتے ہیں کوئی آیات یا حدیث ہونی چاہئے۔میں نے جواب میں لکھا کہ آپ زندہ ہیں آپ کتنے فٹ سے سنتے ہیں۔کوئی آیت یا حدیث ہونی چاہئے۔کیونکہ تو آخر اپنے سماع کا قائل ہے تو تو بھی فٹ اور انچ گن کے حدیث سے دکھا۔

دیکھیں بات سیدھی سی ہے کہ قریب سے سنتا ہے دور سے نہیں سنتا،اسی طرح جہاں سے حضرت خود سنیں گے تو سن لیں گے جہاں سے نہیں سنیں گے تو فرشتے پہنچا دیں گے اور اگر سماع کے لئے فٹ انچ بھی چاہئیں تو پھر تیرا اپنا سماع بھی ثابت نہیں ہے۔کیونکہ یہ کسی حدیث میں نہیں آیا کہ نظامی اتنے فٹ سے سنتا ہے اتنے انچ سے سنتا ہے۔ اب یہ زید کا ایک بت ہے اس میں بھی اتفاق ہے کہ یہ نہ قریب سے سنتا ہے نہ دور سے۔ان دونوں باتوں میں اتفاق ہے۔تیسری بات ہے زید کی قبر کہ یہ قبر میں سنتا ہے یا نہیں؟اس میں اختلاف ہے۔اب زندہ زید سنتا ہے اس میں اتفاق ہے اور کیوں سنتا ہے اس لیے کہ اس میں روح ہے وہ بت کیوں سنتا اس لیے کہ اس میں روح نہیں تو پتہ چلا کہ سننے نہ سننے کا تعلق کفر اسلام سے نہیں،روح سے ہے۔خود مولانا غلام اللہ خان نے جواہر القرآن میں یہ لکھا ہے کہ جو روح کو قبر میں مانتے ہیں وہ سماع کے قائل ہیں جو روح کو علیین سجین میں مانتے ہیں۔وہ سماع کے قائل نہیں تو مولانا غلام اللہ خان بھی یہ مان گئے ہیں کہ سماع کا تعلق روح کے تعلق سے ہے کفر اسلام سے تعلق نہیں ہے۔

اب یہ دیکھنا ہے کہ اگر قبر میں روح کا تعلق ثابت ہو جائے تو پھر سماع اصل ہے اور اگر تعلق ثابت نہ ہو تو عدم سماع اصل ہے۔جیسے لکڑی اس میں عدم سماع اصل ہے۔اگر سنتی ہے تو خرق عادت کے طور پر سنتی ہے۔اگر بولتی ہے تو خرق عادت کے طور پر بولتی ہے۔اصل نہ بولنا ہے۔اب جب یہ ثابت ہو گیا کہ اگر روح کا تعلق ہو تو اصل سماع ہے اور روح کا تعلق ہوتا ہے،کیونکہ عذاب وثواب قبر تب مانا جا سکتا ہے جب روح کا تعلق مانا جائے جو لوگ بھی عذاب وثواب قبر کے قائل ہیں وہ یہی مانتے ہیں کہ روح کا تعلق ہے تو روح کا تعلق ماننے کے بعد اصل سماع ہے۔ عدم سماع اصل نہیں ہے۔عدم سماع اصل وہاں ہے جہاں روح کا تعلق ثابت نہ ہو تو جب عذاب وثواب قبر ثابت ہو گیا تو روح کا تعلق ثابت ہو گیا تو اصل سماع ہے۔اب عدم سماع والوں کو دلیل دینی پڑے گی۔

میں کہتا ہوں وہ آدمی سن رہا ہے۔دوسرا کہتا ہے نہیں بہرا ہے۔اب وہ بہرا ثابت کرے گا تو عدم سماع ہوگا جب تک اس کو بہرا ثابت نہیں کرے گا اس وقت تک اس کا عدم سماع نہیں ہوگا۔اب یہ لوگ خود بھی تقریروں میں کہا کرتے ہیں آدمی سنتا تھا،بولتا تھا،چلتا تھا روح گئی سب کچھ ساتھ لے گئی۔لیکن ہمیشہ آدمی بات کرتے ہیں۔ اگلی بات بتاتے ہی نہیں۔ہم کہتے ہیں جب روح قبر میں آئی پھر کیوں ننگی ہو کر آئی سب کچھ ساتھ لے آئی ہے۔اس لئے وہ سنتی بھی ہے دیکھتی بھی ہے۔اس جسم سے چلتی بھی ہے جیسے خواب میں چلتی ہے۔لیکن چونکہ وہ ہم سے پردے

میں ہے۔اس لئے وہ بات پردے میں رہ جاتی ہے تو ہم یہی کہیں گے کہ ہمیں احساس نہیں یہ نہیں کہیں گے کہ اسے بھی احساس نہیں تو عذاب وثواب قبر روح کا تعلق ماننے کے بعد اصل سماع ہے۔

عدم سماع کی دلیل کس کے ذمہ

یہ آپ کو دھوکہ دیتے ہیں کہیں سے سن لیا یا رشیدیہ میں پڑھ لیا کہ ثبوت مدعی کے ذمہ ہوتا ہے۔اس لئے کہتے ہیں کہ تم سماع کے مدعی ہو اور ہم انکار کرتے ہیں۔دلیل تمہارے ذمہ ہے۔ہمارے ذمہ نہیں۔مماتیوں کی یہ بات اصول کے خلاف ہے۔مدعی وہ ہوتا ہے جو خلاف اصل بات کہتا ہے۔اب جب روح کا تعلق ثابت ہو گیا تو اصل سماع ہے۔اب دلیل اس کے ذمہ ہے جو عدم سماع کا قائل ہے۔

ایک پروفیسر کا واقعہ

ایک دن ایک پروفیسر صاحب میرے پاس آ گئے ان کے ساتھ ایک اور آدمی بھی تھا۔کہنے لگا مولوی صاحب قرآن پاک میں سینکڑوں آیتیں ہیں سینکڑوں کہ مردہ نہیں سنتا،آپ کے پاس کوئی آیت ہے کہ مردہ سنتا ہے۔میں نے کہا آپ اپنی بات سیدھی کرلیں کہ قرآن میں سینکڑوں آیتیں ہیں کہ مردہ نہیں سنتا۔میں نے کہا اس کو صحیح کرلیں۔فقرہ صحیح یہ ہے قرآن پر سینکڑوں جھوٹ بولے جاتے ہیں کہ مردہ نہیں سنتا۔قرآن میں ایک بھی آیت نہیں ہے کہ مردہ نہیں سنتا۔وہ کہنے لگا وہ تو بہت سی آیتیں پڑھتے ہیں۔میں نے کہا ذرا لوکون سی آیتیں ہیں۔وہ کہنے لگا مجھے اب یاد نہیں۔میں نے کہا یاد کر کے آنی تھیں۔وہ کہنے لگا وہ پڑھتے ہیں اور یاد تو آپ کو بھی ہوں گی۔خیر میں نے کہا وہ یہ آیت تو نہیں پڑھتے؟

آیت سے عدم سماع کا غلط استدلال

''انک لاتسمع الموتی''(النمل:۸۰)وہ کہنے لگا جی ہاں یہی پڑھتے ہیں۔میں نے کہا اس کا معنی یہ تو نہیں کہ مردہ نہیں سنتا۔اس کا تو معنی ہے کہ آپ مردوں کو نہیں سناتے۔یہ کہاں ہے کہ مردہ نہیں سنتا۔اس نے کہا جب آپ نہیں سناتے تو وہ سنتا بھی تو نہیں۔میں نے کہا میں نے آج صبح آپ کو ناشتہ نہیں کروایا۔آپ نے کیا بھی نہیں۔میں نے آج آپ کو پانی نہیں پلایا۔آپ نے پیا بھی نہیں۔میں نے کہا ایک ہے نزل اترنا ایک انزل اتارنا۔اترنا اور ہے،اتارنا اور ہے۔یہاں نفی سننے کی نہیں سنانے کی ہے۔آپ نے کہاں سے سننے کی نفی نکال لی۔میں نے کہا سننے اور سنانے میں فرق ہے۔دعویٰ تیرا یہ ہے کہ مردہ نہیں سنتا دلیل یہ دیتا ہے کہ حضور ﷺ نہیں سناتے۔کہنے لگا جی ہاں سناتے نہیں۔میں نے کہا پھر عدم سماع تو ثابت نہ ہوا۔میں نے کہا یہ آیت بھی تجھے آدمی سناتے ہیں۔آدمی سناتے ہی نہیں۔آیت میں بات پوری ہے کہ کن کو سناتے نہیں اور کن کو سناتے ہیں''ان تسمع الا من یؤمن بآیتنا فھم مسلمون''(النمل:۸۱)قرآن نے بات پوری بتائی ہے کہ آپ کن کو سناتے ہیں اور کن کو نہیں سناتے۔اب جن کو سناتے ہیں ان کی وضاحت کردی ہے کہ مسلمان ہیں تو پتہ چلا کہ جن کو نہیں سناتے وہ کافر ہیں تو قرآن میں''انک لاتسمع الموتی''(النمل:۸۰)میں موتی سے کافر مراد ہوئے تو کافروں کو مردوں سے تشبیہ دی ہے۔

تشبیہ میں ایک وصف مشترک ہوتا ہے

اب میں نے کہا تشبیہ میں کوئی وصف ہوتا ہے جو دونوں میں مشترک ہو، اب جن کو مردوں سے تشبیہ دی ہے۔ یہ زندہ کافر ہیں یا مردہ۔ زندہ کافروں کو دی ہے تو زندہ کافر حضرت پاک کا وعظ سنتے تھے یا نہیں سنتے تھے؟ سنتے تھے جب حضرت پاک وعظ فرماتے تو کیا خیال ہے کہ ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ وعظ سنتے تھے اور ابو جہل سنتا ہی نہیں تھا۔ اگر وہ سنتا ہی نہیں تھا تو پھر اس کو کافر کیوں کہتے ہو۔ کیونکہ کافر تو وہ ہے جو سن کر نہ مانے۔ جس نے سنا ہی نہیں اس کو کافر کیوں کہتے ہو تو اگر وجہ تشبیہ عدم سماع مراد لی جائے تو پھر یہ ماننا پڑے گا کہ زندہ کافر بھی نہیں سنتے اور اس کو کافر کہنا بھی غلط ہو جائے گا اور یہ بات بالکل خلاف ہے تو پتہ چلا کہ وجہ تشبیہ عدم سماع نہیں عدم انتفاع ہے۔

جیسے آپ کہتے ہیں کیا کریں تین ماہ ہو گئے ہیں ڈی سی سنتا ہی نہیں۔ کیا اس کا مطلب یہ ہے کہ حکومت نے بہرے آدمی کو ڈی سی لگایا ہوا ہے۔ اب میں لڑکے کو کہتا ہوں سبق لکھ، وہ نہیں لکھتا تو میں اسے کہتا ہوں تو سنتا نہیں تو کیا میرا یہ مطلب ہے کہ وہ واقعی نہیں سنتا۔ اگر وہ واقعی نہیں سنتا تو میں کہہ کیوں رہا ہوں۔ مراد یہ ہے کہ وہ فائدہ نہیں اٹھا رہا میری بات سے تو علت جو ہے وہ عدم انتفاع ہے عدم سماع نہیں تو پتہ چلا کہ جس طرح زندہ کافر سنتا ہے فائدہ نہیں اٹھاتا اسی طرح مردہ بھی سنتا ہے فائدہ نہیں اٹھاتا۔ وجہ تشبیہ میں تو مردہ کا سننا ثابت ہوا کہ اب وہ سن کر نیا ایمان نہیں لاسکتا۔ اس کا ایمان قبول نہیں۔ کوئی نئی توبہ نہیں کرسکتا۔ اس کی توبہ قبول نہیں تو اسی آیت سے پتہ چلا اگر آیت پوری مانی جائے کہ وجہ تشبیہ عدم سماع نہیں عدم انتفاع ہے تو اس سے تو پتہ چلا کہ زندہ کافر سنتے ہیں مانتے نہیں۔ فائدہ نہیں اٹھاتے تو پتہ چلا کہ قبروں والے بھی سنتے ہیں فائدہ نہیں اٹھاتے۔

اب یہ آیت ان کی دلیل نہ رہی بلکہ ہماری دلیل بن گئی۔ لیکن وہ کبھی بھی پوری آیت نہیں پڑھتے۔ آدھی آیت پڑھیں گے ''لاتقربو الصلوٰۃ'' پر ان کا پورا عمل ہے۔ جب میں نے یہ سمجھایا تو کہتا ہے ایک اور آیت بھی ہے۔ میں نے کہا کون سی؟ وہ کہنے لگا مجھے یاد نہیں ہے۔

دوسری آیت سے عدم سماع پر غلط استدلال

میں نے کہا ''وما انت بمسمع من فی القبور'' (فاطر:۲۲) تو نہیں؟ کہنے لگا یہی ہے۔ میں نے کہا اس کے آگے بھی ''ان انت الا نذیر'' (فاطر:۲۳) ہے۔ وہ نہیں پڑھتے۔ کبھی وہ بھی سناتے ہیں یا اتنا ہی سناتے ہیں؟ کہنے لگے اتنا ہی سناتے ہیں۔ میں نے قرآن کھول کر سامنے رکھا اور کہا تجھے وہ پوری آیت سناتے نہیں۔ یہاں بھی وہی بات ہے۔ اصل میں دونوں آیتوں کا مقصد حضور کو تسلی دینا ہے۔ ایک ہمارا طریقہ ہے کہ ہم کسی کو مسئلہ سمجھاتے ہیں وہ نہیں سمجھتا تو ہم کہتے ہیں نہیں سمجھتا تو نہ سمجھے ہمیں کیا ہے۔ لیکن یہ ہے ضابطے کا قاعدہ۔ لیکن نبی کو امت سے باپ سے بھی زیادہ شفقت ہوتی ہے۔ اب باپ بیٹے کو سمجھاتا ہے وہ نہیں سمجھتا تو پھر وہ باز نہیں آتا۔ اس کے دوست کو کہتا ہے تو سمجھا شاید تیری مان لے۔ اس کے ماموں کو کہتا ہے تو سمجھا شاید تیری مان جائے۔ اللہ کے پیغمبر سمجھاتے ہیں بار بار سمجھاتے ہیں کافر نہیں سمجھتے تو انکی سوچ ہماری طرح نہیں ہوتی کہ نہیں سمجھتے تو نہ سمجھیں۔ وہ سوچتے ہیں کہ شاید ہمارے سمجھانے میں کمی رہ گئی ہے۔ پھر سمجھانا شروع کر دیتے ہیں۔ اس لئے وہ بڑے پریشان ہوتے ہیں کہ یہ کیوں نہیں سمجھتے تو اس تسلی کے لئے آیتیں نازل ہوئیں کہ آپ کا کام مکمل ہو گیا۔ آپ کے سمجھانے میں کوئی کمی نہیں رہی۔ آپ کو نذیر بنا کے بھیجا ہے۔

اس لئے آپ ﷺ نے فرمایا ''انا النذیر العریان'' تو آپ ﷺ نے کیا یہ حدیث قبرستان میں کہی تھی یا زندہ لوگوں کو کہی تھی؟ آپ نذیر بن کے زندوں کے لئے آئے تھے یا قبرستان والوں کے لئے؟ یقیناً زندوں کے لئے آئے تھے تو بات یہاں بھی وہی نکلی تو بات یہی ہے کہ کافروں کو قبروں والوں سے تشبیہ دی ہے۔ کس بات میں تشبیہ دی ہے۔ یہ کہتے ہیں اس بات میں دی ہے کہ سنتے نہیں۔ ہم کہتے ہیں کہ اس بات میں تشبیہ دی ہے کہ مانتے نہیں۔ فائدہ نہیں اٹھاتے۔ اب آیت کو پورا پڑھنے سے بات یہی نکلتی ہے۔ اب جب ہم بتاتے ہیں کہ قرآن کا نام زیادہ لینے والے قرآن کی آیت بھی پوری نہیں پڑھتے اور قرآن کے نام سے دھوکہ دیتے ہیں تو پھر ان کو اماں جی یاد آتی ہیں کہ اماں جی نے کہا تھا۔

ہم پوچھتے ہیں آپ کا استدلال قرآن سے ہے یا اماں جی کے فرمان سے تو جیسے آیت کبھی بھی پوری نہیں پڑھتے۔ اماں جی کی بات بھی پوری نہیں بتاتے۔ بخاری کے (۱۸۳) پر ہی یہ حدیث ہے تو اماں جی نے اگر یہ کہا ہے کہ وہ نہیں سنتے تو کچھ کہا بھی ہے۔ فرمایا ہے وہ تم سے زیادہ جانتے ہیں تو اماں جی علم میت کی قائل ہیں یہ علم میت کے قائل نہیں۔ علم کے لئے کچھ احساس ماننا پڑتا ہے یا نہیں ماننا پڑتا۔ یقیناً علم کے لئے احساس ماننا پڑتا ہے۔ اماں جی اس میت کو صرف عالم نہیں بلکہ اعلم مان رہی ہیں کہ ان سے زیادہ عالم ہیں تو کیا اشاعتی لکھ دیں گے کہ ہم اس میت کو اپنے سے زیادہ عالم مانتے ہیں تو اماں جی علم میت کی قائل ہیں۔ اماں جی عذاب میت کی قائل ہیں (۱۷۸) بخاری پر ''ان المیت لیعذب بکاء اھلہ'' اس روایت کو اماں جی نقل کر رہی ہیں۔

اسی طرح اماں جی سلام میت کی بھی قائل ہیں کہ ان کو السلام علیکم بصیغہ خطاب کہنا چاہئے اور خطاب کہنا چاہئے اور خطاب کا مطلب ہی یہ ہے کہ وہ سن رہا ہے۔ اب یہ تاویل کرنے لگے ہیں کہ یہاں السلام علیکم یا اہل القبور سے مراد میت کے لئے دعا کرنا ہے سلام کرنا مراد نہیں۔ میں نے کہا دعا تو ان کے لئے ہر جگہ ہوسکتی ہے۔ مردے کے لئے دارالحدیث میں دعا ہوسکتی ہے یا نہیں ہوسکتی ہے؟ مسجد میں؟ ہوسکتی ہے۔ اگر کوئی مماتی آرہا ہو تو آپ بار بار کہیں السلام علیکم یا اھل القبور، السلام علیکم یا اھل القبور وہ لڑے گا۔ آپ کہیں میں تو دعا کر رہا ہوں قبر والوں کے لئے آپ کو کیا کہہ رہا ہوں۔ ان کی مسجد میں جائیں تو کہیں السلام علیکم یا اھل القبور اب وہ لڑیں گے آپ کہیں میں تو قبر والوں کے لئے دعا کر رہا ہوں تو معلوم ہوا کہ دعا ہر جگہ ہوسکتی ہے۔ لیکن خطاب ہر جگہ نہیں ہوسکتا تو خطاب کا کوئی خاص مقصد ہے۔

پھر اماں جی تو خطاب میت کی بھی قائل ہیں۔ ترمذی شریف میں حدیث ہے کہ اپنے بھائی کو خطاب کر کے اشعار پڑھے ہیں۔ اماں جی معرفت میت کی بھی قائل ہیں، پردہ کرتی ہیں گویا حضرت عمر رضی اللہ عنہ پہچان رہے ہیں کہ اماں جی آئی ہیں۔ جتنی باتوں کی اماں جی قائل ہیں۔ یہ ان میں سے ایک کے بھی قائل نہیں۔ وہ بار بار کہتے ہیں کہ ہم اماں جی کو مانتے ہیں وہ تو بات صرف اتنی ہے کہ اماں جی کا ایک اپنا ذوق تھا کہ حدیث کے الفاظ چونکہ حدیث روایت بالمعنی ہے باللفظ نہیں۔ قرآن باللفظ روایت ہے۔ اس لئے اگر کوئی حدیث کا لفظ بظاہر قرآن کے لفظ سے ٹکرائے تو قرآن نہیں بدلنا چاہئے۔ حدیث روایت بالمعنی ہے۔ اس کا لفظ اس کے ہم معنی کوئی اور کرلو تو اماں جی کے خیال میں ''لاسمع'' کا لفظ بظاہر ''لاتسمع'' سے ٹکرا رہا تھا تو انہوں نے فرمایا ''لاعلم'' کہہ لو۔ ورنہ وہ باقی سب باتوں کی قائل ہیں۔ اس طرح تو اماں جی نے تو یہاں تک فرما دیا ''قولوا خاتم النبیین ولا تقولوا لا نبی بعدہ''

حضور پاک ﷺ کو خاتم النبیین کہو یہ نہ کہو کہ آپ کے بعد کوئی نبی نہیں۔ یہ روایت مصنف ابن ابی شیبہ میں صحیح سند سے موجود ہے اور مرزائی اس کو پیش بھی کرتے ہیں تو چونکہ پہلے زمانے میں مصنف ابن ابی شیبہ چھپی ہوئی نہیں تھی۔ اس لئے مولانا لال حسین اختر نے لکھ دیا اس کی کوئی سند نہیں۔ اگر کوئی مرزائی اس کی سند پیش کر دے ہم دس ہزار روپے انعام دیں گے۔ لیکن اب کتاب چھپ کر آ گئی ہے سند اس کی ہے۔ میں نے کئی دفعہ ختم نبوت والوں کو کہا کہ حاشیہ پر لکھ دو کہ اس کی سند آ گئی ہے۔ لیکن آگے یہی لکھا ہے کہ اماں جی نے یہ بات کیوں کہی۔ انہوں نے اس لئے کہا تا کہ کوئی ''لانبی بعدی'' سے عیسیٰ علیہ السلام کے نزول کا انکار نہ کر دے۔ انہوں نے آنا ہی آنا ہے تو اماں جی نے اس خطرے کی وجہ سے فرمایا ''لانبی بعدہ'' کا لفظ ختم کر دو اور قرآن کا لفظ خاتم النبیین باقی رکھو تو کیا یہ ممانی اماں جی کے کہنے سے ختم نبوت کا بھی انکار کر دیں گے۔ حالانکہ اماں جی ختم نبوت کی قائل ہیں وہ کہتی ہیں عقیدہ بیان کرو لیکن عقیدے میں ایسا لفظ نہ لاؤ جو بظاہر قرآن سے ٹکرا جائے۔

بس اتنی بات ہے اور کچھ بھی نہیں ورنہ جیسے میں نے کہا ہے کہ صحیح احادیث میں وہ سماع میت کی بھی قائل ہیں۔ ان ساری باتوں کی قائل ہیں تو اس لئے میں نے بتایا کہ سماع کے مسئلے کا تعلق روح کے تعلق سے ہے۔ کفر اسلام سے اس کا تعلق نہیں اور جب عذاب وثواب قبر مانا جائے تو روح کا تعلق ماننا لازمی ہے۔ اس لئے سماع اصل ہے عدم سماع خلاف اصل ہے۔ دلیل ان کے ذمہ ہے جو سماع کا انکار کرتے ہیں جو اصل پر قائم ہیں ان کے ذمہ دلیل نہیں ہوتی۔

سوال: بعض لوگ کہتے ہیں فتاویٰ دارالعلوم میں عدم سماع کا فتویٰ ہے تو حیاتی دیوبندی نہ ہوئے۔

جواب: فتاویٰ دارالعلوم میں بہت سے فتویٰ سماع کے بھی ہیں۔ مفتی عزیز الرحمن صاحب کا پہلے عدم سماع کا فتویٰ تھا بعد میں ان کا فتویٰ اس کے خلاف آ گیا۔ اصل میں بعض اوقات اس ذہن سے کہ بریلوی اس سے فائدہ نہ اٹھائیں۔ انہوں نے ایسی بات لکھی۔ کیونکہ قول تو دونوں ہیں یہ تو میں نے ابتداء میں کہہ دیا تھا کہ غیر انبیاء کے سماع میں اختلاف ہے۔ ایسے موقع پر مفتی صاحبان یہ کوشش کرتے ہیں کہ ایک قول بیان کرنے سے اگر کوئی بدعتی فائدہ اٹھا رہا ہے تو دوسرے قول پر فتویٰ دے دیتے ہیں۔ لیکن اب دوسرے قول پر فتویٰ دینے سے عذاب وثواب قبر کا انکار ہونے لگ گیا ہے تو جب مفتی صاحب کو اس کا احساس ہوا۔ کیونکہ انہی کے دستخط المہند پر بھی ہیں۔ ان کا دوسرا فتویٰ بھی موجود ہے۔ ضرب المہند میں وہ ساری عبارتیں لکھ کر اس کے بعد والی عبارتیں نقل کر دی گئی ہیں۔ ضرب المہند ان (اشاعتیوں) نے ایک کتاب لکھی تھی جس کا نام تھا (القول المسند فی رد علی المہند'' اس کے رد میں مولانا حبیب اللہ ڈیروی نے کتاب لکھی ''ضرب المہند'' اس میں ان کے سارے مسئلوں کا جواب دیا ہے۔

سوال: قرآن میں ہے ''ثم انکم یوم القیامۃ تبعثون'' (المؤمنون:۱۶)

جواب: تبعثون سے کھلی حیات مراد ہے۔ یعنی چھپی حیات سے کھلی حیات میں آنا۔ ویسے یہ لفظ بعث کا مردوں کے لئے خاص بھی نہیں آپ روز کہتے ہیں حضور ﷺ چالیس سال کی عمر میں مبعوث ہوئے تو کیا آپ چالیس سال کی عمر میں دوبارہ زندہ کئے گئے تھے تو لفظ بعث مردوں کے لئے خاص ہے بھی نہیں۔ اس لئے اگر کسی نے لکھا ہے تو اس سے مراد کھلی حیات ہے اور یہ میں نے پہلے بھی بتایا ہے کہ جب مسئلہ چھڑا ہوا نہ ہو تو بعض اوقات کوئی بات لوگ اجمالی بھی لکھ جاتے ہیں۔ لیکن جب وسوسے آنے شروع ہو جائیں تو لوگ تفصیل سے بات لکھتے ہیں۔ دیکھو ختم نبوت اجماعی مسئلہ ہے لیکن اس کو بھی کچھ لوگ اجمالی لکھ جاتے تھے جس سے آج مرزائی غلط فائدہ اٹھا رہے ہیں۔

جیسے ملا علی قاری لکھ گئے ہیں اور مرزائی اسے اٹھائے پھرتے ہیں کہ دیکھو جی ملا علی قاری رحمہ اللہ نے لکھا ہے کہ عیسیٰ علیہ السلام آئیں گے وہ صاحب شریعت نبی نہیں ہوں گے تو غیر تشریعی نبی آ سکتا ہے۔ حالانکہ یہ مراد نہیں جو مرزائی لیتے ہیں۔ چونکہ اس زمانے میں کوئی مدعی نبوت تھا نہیں تو انہیں کیا پتہ تھا کہ لوگ میری بات کا غلط مطلب لے لیں گے۔ اس لئے جس زمانے میں یہ فرقہ پیدا نہیں ہوا تھا اس زمانے میں اگر کسی کتاب میں مجمل بات ہو تو پہلے تو اسی کتاب میں تفصیلی بات مل جائے گی۔ اگر نہ ملے تو اہل سنت کا جو عقیدہ ہے اس کے مطابق سنیوں کی عبارت کی تشریح کی جائے گی۔

سوال: امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ کی کتاب میں لکھا ہے کہ وہ سماع کے قائل نہیں تھے ایک آدمی روضہ پاک پر شکایت کر رہا تھا امام صاحب نے فرمایا حضور پاک صلی اللہ علیہ وسلم تیری بات نہیں سن رہے۔

جواب: یہ تو بالکل جھوٹ ہے۔ روضہ پاک کے بارے میں تو بات ہی نہیں ہے وہ بات تو یہ ہے کسی اور قبر کے بارے میں کوئی اور آدمی کہہ رہا تھا تو امام صاحب نے فرمایا ''انک لاتسمع الموتی '' (النمل: ۸۰) یہ آیت پڑھی۔ لیکن یہ واقعہ قطعاً امام صاحب سے ثابت نہیں۔ غرائب الفتاویٰ کا حوالہ دیتے ہیں جو نہ انہوں نے دیکھی ہے کہ کہاں سے یہ حوالہ سب سے پہلے بشیر احمد سہسوانی غیر مقلد نے اپنی کتاب ''صیانۃ الانسان عن فتنۃ ابن دھلان '' میں دیا تھا۔ یہ بشیر احمد کون ہے۔ یہ حج کے لئے گیا۔ لیکن روضہ پاک کی زیارت کے لئے نہیں گیا۔ کہتا تھا روضہ پاک کی زیارت کے لئے جانا جائز نہیں ہے۔ وہاں بھی اس پر فتویٰ لگے۔

یہاں مولانا عبدالشکور لکھنوی رحمہ اللہ نے السعی المشکور اس کے خلاف کتاب لکھی۔ اس نے جواب لکھا پھر انہوں نے جواب الجواب لکھا تو اس نے پھر کتاب لکھی تھی صیانۃ الانسان عن فتنۃ ابن دہلان۔ اس میں امام صاحب کا واقعہ لکھا جو عام مردوں کے بارے میں ہے نہ کہ روضہ پاک کے بارے میں اور غرائب الفتاویٰ کا حوالہ دیا۔ لیکن غرائب الفتاویٰ نہ آج تک کہیں چھپی ہے بلکہ کہیں چھپی ہوئی ہے۔ رافضیوں کے بارہویں امام کی طرح پوشیدہ ہے۔ اس کی پہلی جلد جو کہ چار پانچ سو صفحات کی ہے۔..اس کا فوٹو سٹیٹ میں نے دیکھا بلکہ پڑھا بھی ہے۔ اس میں یہ مسئلہ نہیں۔

اس پر جلد اوّل لکھا ہے باقی پتہ نہیں اس کی جلدیں کتنی ہیں اور کہاں ہیں تو اس لئے اس کی کوئی سند امام تک نہیں وہ ثابت نہیں کر سکتے۔ جو امام صاحب کی اپنی کتاب فقہ اکبر ہے اس میں صاف لکھا ہے کہ عذاب وثواب جو ہوتا ہے اعادہ روح سے ہوا ہے اور اعادہ روح میں جب روح آئی تو اپنے ادراکات لے کر آئی ہے۔ پھر عقیدہ طحاوی میں بھی عذاب وثواب قبر روح کے اعادہ کے ساتھ صاف طور پر لکھا ہے تو اس لئے یہ اس کو ثابت کر دیں صحیح سند کے ساتھ پھر دیکھیں گے۔ سعید نے ایک تقریر میں کہا کہ وہ کتاب چھپ گئی ہے۔ میں لے کر آیا ہوں اٹھارہ جلدوں میں۔ اس کے بعد ہم نے بڑے آدمی بھیجے کہ ہمیں بھی دکھاؤ اٹھارہ جلدیں، لیکن یہ بالکل جھوٹ ہے وہ کتاب ابھی تک چھپی نہیں۔ اس لئے یہ بالکل جھوٹ ہے۔

سوال: کیا حیات النبی کا منکر اہلسنت والجماعت سے خارج ہے؟

جواب: اس پر تو فتویٰ آ چکا ہے دیوبند سے اور خیر الفتاویٰ میں تفصیل سے درج ہے کہ حیات النبی کا منکر اہل سنت والجماعت سے خارج ہے۔ بدعتی ہے معتزلہ کی طرح عقائد میں بدعتی ہے اس لئے اس کے پیچھے نماز پڑھنا مکروہ تحریمی ہے۔

سوال: معراج والی رات حضور ﷺ نے عذاب ہوتے دیکھا تو یہ قبر کہاں تھی؟

جواب: جھوٹ تو ان کی گھٹی میں پڑا ہوا ہے یہ معراج کا واقعہ نہیں بلکہ اس خواب کا واقعہ ہے جو بخاری شریف میں ہے خواب میں آپ دیکھیں کہ آپ کا بھائی اس کمرے میں بیٹھا ہوا ہے تو کیا سمجھتے ہیں کہ وہ رات اس کمرے میں آیا ہوا تھا۔ اندازہ لگاؤ قرآن کا نام لے کر دھوکہ دیتے ہیں۔ یہ خواب ہے خواب میں کوئی کسی جگہ نظر آجائے تو کیا اصل جگہ وہ مر چکا ہوتا ہے اور اس کو معراج کا واقعہ کہنا درست نہیں۔

سوال: عذاب وثواب قبر کہاں ہوگا؟

جواب: جہاں جہاں ذرات ہیں تعلق روح کے ساتھ ان کو عذاب ہوتا ہے۔

سوال: کیا یہ لوگ فاسق ہیں؟

جواب: ان کا فسق اعتقادی ہے عملی نہیں جیسے زانی کا فسق عملی ہوتا ہے ان کا فسق معتزلہ، جبریہ، قدریہ کی طرح اعتقادی ہے اور اعتقادی فسق عملی فسق سے بڑھا ہوا ہوتا ہے۔

سوال: مماتیوں کی اقسام بھی ہیں یا ایک ہی عقیدہ ہے؟

جواب: ان میں ہر ہر آدمی علیحدہ عقیدے والا ہوتا ہے۔ ملتان میں میٹنگ ہو تو عقیدہ اور بن جاتا ہے، لاہور میں ہو تو اور، میانوالی میں ہو تو عقیدہ نیا بن جاتا ہے اور پھر جتنے آدمیوں سے بات کر و ان سب کا عقیدہ الگ الگ ہوتا ہے۔

سوال: ان کا جنازہ پڑھنا کیسا ہے؟

جواب: کیا باقی بدعتیوں کا آپ پڑھتے ہیں؟ مولانا حبیب اللہ صاحب یا کی والی ضلع مظفر گڑھ کے تھے دارالعلوم دیوبند کے فاضل تھے ان کا لڑکا پروفیسر محمد علی مجھے لینے آیا کہ ابا جی بہت بیمار ہیں آپ کی حیات النبی ﷺ کے مسئلہ پر کیسٹیں سنی ہیں کہتے ہیں میں نے اس سے ملنا ضرور ہے۔ میں گیا مجھے ملے فرمایا میں روز دعا کرتا تھا کہ یا اللہ امین سے میری ملاقات ہو جائے۔ پھر انہوں نے میرا تین دن کا وہاں پروگرام رکھا۔ اسی مسئلہ پر علماء کو اکٹھا کیا۔ میں نے بڑی وضاحت سے مسئلہ بیان کیا۔ پھر وہ اتنے سخت ہو گئے تھے کہ ان کا جنازہ پڑھنا تو کجا وہ کسی کا جنازہ پڑھاتے تو اعلان کرتے کہ اگر کوئی مماتی ہے تو نکل جائے ورنہ میں جنازہ نہیں پڑھاؤں گا۔ انہوں نے صاف فتویٰ دے دیا تھا اگر قربانی میں مماتی شامل ہو جائے تو قربانی کسی کی نہیں ہوگی۔ کہتے تھے ان کے پیچھے نماز نہیں ہوتی۔

اصل بات یہ ہے کہ آدمی اپنی بات پر پکا ہو، میں پہلے ان کے ساتھ اٹھتا بیٹھتا تھا ایک دن مجھے قاضی عصمت صاحب نے کہا کہ میں نے جہلم کے جلسے کے اشتہار پر تمہارا نام پڑھا ہے۔ پھر اس کا مطلب ہے کہ آج ہماری آپ کی آخری ملاقات ہوگی۔ کہنے لگے پھر وہ آپ کو ہمارے پاس آنے نہیں دیں گے۔ میں گیا ہی پہلی مرتبہ تھا۔ جہلم مجھے نہیں پتہ تھا۔ جب میں جہلم پہنچا تو مجھے انہوں نے پانی وغیرہ پلا کر مجھ سے کہا یہ لیں اپنا کرایہ اور واپس تشریف لے جائیں یا وہ تمام تاریخیں ابھی منسوخ کرو جو مماتیوں کے اسٹیج پر ہیں یا مماتیوں کے ساتھ کسی دوسرے اسٹیج پر ہیں۔ میں نے سب کی تاریخیں منسوخ کیں۔ پھر رات کو میرا بیان ہوا۔ ان کے پاس اس قسم کے دھوکوں کے علاوہ اور کچھ نہیں۔ وآخر دعوانا ان الحمدللہ رب العالمین!

وَلَا تَقُولُوا لِمَنْ يُقْتَلُ فِي سَبِيلِ اللّٰهِ اَمْوَاتٌ
بَلْ أَحْيَاءٌ وَلٰكِنْ لَا تَشْعُرُونَ (القرآن)

اَلْاَنْبِيَاءُ أَحْيَاءٌ فِي قُبُوْرِهِمْ يُصَلُّوْنَ (الحدیث)

دَعْوَةُ الْاِنْصَافِ
فِي
حَيَاتِ جَامِعِ الْاَوْصَافِ

رحمت کائنات ﷺ کی "حیات" اور قبر شریف کے قریب
"سماع صلوٰۃ وسلام" کے موضوع پر مدلل ومکمل تصنیف
اور دلائل نقلیہ وعقلیہ سے لبریز تالیف

تصنیف ــــــ: مفسر قرآن

حضرت مولانا عبدالعزیز شجاع آبادی رحمۃ اللہ علیہ

واتبع سبیل من اناب الیّ

دعوۃ الانصاف
فی
حیات جامع الاوصاف

رحمتِ کائنات صلی اللہ علیہ وسلم کی "حیات" اور قبر شریف کے قریب "سماعِ صلوٰۃ وسلام" کے موضوع پر مدلل ومکمل تصنیف اور دلائل نقلیہ وعقلیہ سے لبریز تالیف!

مفسرِ قرآن
مولانا عبدالعزیز صاحب
مہتمم دارالعزیز العلوم رجسٹرڈ شجاع آباد ملتان

قیمت:- ۱۲ روپے

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

تفصیلی فہرست

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

(حرفِ چند)

حضرت مولانا عبدالعزیز شجاع آبادی رحمہ اللہ

پیدائش: ۱۹۲۷ء ...... وفات: ۳۰/اکتوبر ۱۹۹۸ء

بانی جامعہ عزیز العلوم شجاع آباد، مولانا عبدالعزیز شجاع آبادی رحمہ اللہ ایک نامور عالم دین، معروف مفسر قرآن اور مقرر تھے۔ بہت با اصول انہوں نے زندگی گزاری۔ آپ عرصہ تک اشاعۃ التوحید والسنۃ کے پلیٹ فارم سے عقیدہ توحید کی ترویج اور رد بدعات پر سرگرم عمل رہے۔ اشاعۃ التوحید کے جناب سعید احمد چتروڑھی کے متشددانہ رویہ اور مولانا سید عنایت اللہ شاہ بخاری کی طرف سے ان کی حمایت پر دل برداشتہ ہوکر اشاعۃ التوحید والسنۃ کو خیر باد کہا اور ان کے نظریات کی تردید میں واقعاتی شہادتوں پر مشتمل انتہائی دل آزار مواد کو یکجا کر دیا۔ چنانچہ ۱۴۰۰ھ میں ''دعوۃ الانصاف فی حیات جامع الاوصاف'' نامی کتاب تحریر کی۔ متذکرہ معلومات کے علاوہ، آپ ﷺ کی حیات اور قبر شریف کے قریب سماع صلوٰۃ وسلام کے موضوع پر قابل قدر مواد جمع کر دیا ہے۔ آج سے قریباً نصف صدی پہلے کی یہ کتاب بھی اس مجموعہ کتب حیات النبی ﷺ میں شائع کی جارہی ہے۔ (ناشر)

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

دعوت الانصاف علمائے کرام کی نظر میں

شیخ الحدیث حضرت مولانا مفتی محمود رحمۃ اللہ علیہ مہتمم جامعہ قاسم العلوم ملتان

حامداً و مصلیا و مسلّما، اما بعد! حضرت مولانا عبدالعزیز صاحب شجاع آبادی کی تصنیف ''دعوۃ الانصاف فی حیات جامع الاوصاف'' کو مختلف مقامات سے دیکھا۔ ماشاء اللہ مسئلہ حیات النبی اور سماع صلوٰۃ وسلام عندالقبر الشریف پر اسلاف وجمہور اہلسنّت کے متفقہ فیصلہ کے مطابق تحریر فرمایا۔ حوالہ جات پیش کئے اور صحیح مسلک کو حوالہ جات سے ایسا ثابت کیا جو اخلاف ومعاصرین کے لئے مشعل راہ ثابت ہوگا۔

اللہ تعالیٰ قبول فرمادے اور حضرت مولانا کو ایسی تصانیف پیش کرنے کی توفیق مزید بخشے۔ واللہ الموفق!

الاحقر الافقر محمود عفا اللہ عنہ ...... خادم مدرسہ قاسم العلوم ملتان

۱۷ ربیع الاوّل ۱۴۰۰ھ

***

حضرت مولانا محمد شریف کاشمیری رحمۃ اللہ علیہ شیخ الحدیث خیر المدارس ملتان

''دعوۃ الانصاف فی حیات جامع الاوصاف'' جو ''سماع صلوٰۃ وسلام'' عندالقبر الشریف، کے متعلق ہے، میں نے سنا۔ یہ تالیف وقت کی اہم ضرورت کو پورا کرنے والی ہے۔ بوالہوس لوگ عوام الناس کو گمراہ کرتے ہیں۔ یہ کتاب ایسے لوگوں کے لئے سم قاتل ہے۔

اللہ تعالیٰ اس کو قبول فرمائے اور مؤلف کتاب مولانا عبدالعزیز صاحب کو جزائے خیر عطاء فرمائے۔

محمد شریف کاشمیری

(شیخ الحدیث خیر المدارس ملتان)

***

حضرت مولانا سید نور الحسن شاہ بخاری رحمۃ اللہ علیہ صدر تنظیم اہلسنّت والجماعت ملتان

الحمدللہ و کفٰی و سلام علٰی عبادہ الذین اصطفٰی، امابعد!

میں نے بعونہٖ وبفضلہٖ تعالیٰ فاضل محترم حضرت مولانا عبدالعزیز صاحب شجاع آبادی مدظلہ کی تالیف لطیف بعنوان ''دعوت الانصاف فی حیاۃ جامع الاوصاف'' کا بالاستیعاب من اوّلھا الٰی اٰخرھا مطالعہ کیا۔ ماشاء اللہ! مصنف علامہ نے مسئلہ کی تحقیق کا حق ادا کر دیا ہے، کتاب وسنت کے بعد اُمت کے ہر قابل حجت وواجب الاتباع طبقہ کے کثیر ارشادات پیش کر کے حجت تمام کر دی ہے۔ جس سے ہر حق کے متلاشی کی تسکین وتشفی ہو جاتی ہے اور مسئلہ کی حقیقت واضح طور پر ذہن نشین ہو جاتی ہے۔ اب رہے مخالفین ومعاندین، تو ان کو خدا ہدایت نصیب

فرمائے۔ حق سمجھانے میں تو حضرت مولانا مدظلہ نے کوئی دقیقہ فروگذاشت نہیں کیا۔ باقی رہا ماننا اور سمجھنا، اس کی توفیق اللہ رب العزت کے ہاتھ میں ہے۔

رب العزت مؤلف مدظلہ کی سعی کو مقبول فرمائے اور اجر عظیم عطاء فرمائے اور اس تالیف لطیف کو اُمت کے لئے ذریعۂ ہدایت بنائے۔ آمین!

راقم: سید نورالحسن بخاری

۲۵ رصفر ۱۴۰۰ھ

***

حضرت مولانا مفتی عبدالستار رحمہ اللہ صدر مفتی خیرالمدارس ملتان

نحمدہٗ و نصلّی علٰی رسولہ الکریم، امابعد!

قرآن کریم میں ''صراط مستقیم'' کی تعیین، ''صراط الذین انعمت علیھم'' سے کی گئی ہے اور دوسرے مقام پر منعم علیہم کی تفصیل انبیاء علیہم السلام، صدیقین، شہداء اور صالحین سے فرمائی گئی ہے۔ معلوم ہوا کہ صراطِ مستقیم وہی راستہ ہے جس پر حضور پاک صلی اللہ علیہ وسلم، حضرات صحابہ کرام رضی اللہ عنہم، تابعین عظام، تبع تابعین، ائمہ دین اور بزرگانِ ملت چلے ہیں۔

عقائد و نظریات ہوں یا اخلاق واعمال، عبادات ہوں یا معاملات، ان میں سے دین وہی ہے جس کو سلف صالحین نے اختیار کیا اور اس پر چل گئے۔ خود لفظ ''صراط'' سے بھی یہی مفہوم ہوتا ہے کہ دین کوئی ایسی چیز نہیں جسے محض لفظوں کے ترجمے سے ہی حاصل کیا جاسکے۔ کیونکہ صراط، طریق، راستہ، سڑک وہ ہے جس پر قدیم سے لوگ چل رہے ہوں، نہ یہ کہ اس پر کوئی نشانِ قدم بھی موجود نہ ہو۔ اگر کوئی شخص اسے صراط قرار دیتا ہے تو اس کا مطلب یہ تو ہو سکتا ہے کہ وہ ایک نئے راستے کا سروے کر کے اسے چالو کرنا چاہتا ہے۔ لیکن یہ ہرگز قابل تسلیم نہیں کہ وہ کسی مسلّمہ طریقِ مستقیم کی طرف دعوت دے رہا ہے۔ الحاصل صراط مستقیم وہی ہے جس پر سلف صالحین کا تعامل موجود ہو۔ کیا خوب فرمایا ہے: ''فإنک علی الھدٰی مادمت علی الاثر'' قرآن پاک میں ''واتبع سبیل من أناب إلی'' اور ''والذین اتبعوھم باحسانٍ'' کہہ کر اسی حقیقت کی طرف اشارہ کیا گیا ہے۔ حضور پاک صلی اللہ علیہ وسلم نے بھی متعدد ارشادات کے ذریعہ اس جانب متوجہ فرمایا۔

فرمانِ نبوی صلی اللہ علیہ وسلم ہے: ''علیکم بسنتی و سنۃ الخلفاء الراشدین المھدیین'' (الحدیث)

نیز ارشاد ہے: ''اصحابی کالنجوم بأیھم اقتدیتم إھتدیتم''

''اہتدا''، ''اقتدا'' میں منحصر ہے۔ بعض لوگ یہ کہتے ہیں کہ ہمیں سلف صالحین کی حاجت نہیں ہم براہ راست قرآن کریم سے دین سمجھ سکتے ہیں۔

واضح رہے کہ فتنۂ رفض وتشیع اعتزال وخروج سے لے کر مرزائیت، فتنۂ انکار حدیث اور مودودیت تک تمام گمراہ فرقوں میں بطور قدر مشترک یہ امر نمایاں ہے کہ ان کے بانیوں نے سلف صالحین و تعاملِ اُمت کو درمیان سے حذف کرتے ہوئے براہ راست صرف قرآن یا قرآن وسنت سمجھنے کی کوشش کی ہے۔

ان کا ایک لیڈر کہتا ہے: ''میں اپنا دین معلوم کرنے کیلئے چھوٹے یا بڑے علماء کی طرف دیکھنے کا محتاج نہیں ہوں، بلکہ خود خدا کی کتاب اور اس کے نبی کی سنت سے معلوم کرسکتا ہوں کہ دین کے اصول کیا ہیں۔''

مزید لکھا: ''میں نے دین کو حال یا ماضی کے اشخاص سے سمجھنے کے بجائے ہمیشہ قرآن وسنت ہی سے سمجھنے کی کوشش کی ہے۔اس لئے میں نے کبھی یہ معلوم کرنے کے لئے کہ خدا کا دین مجھ سے اور ہر مومن سے کیا چاہتا ہے یہ دیکھنے کی کوشش نہیں کی کہ فلاں بزرگ کیا کہتے اور کرتے ہیں۔''

واسطۂ اسلاف کو حذف کرتے ہوئے براہ راست ''قرآن فہمی کا دعویٰ'' دراصل ایک بہت بڑا مغالطہ یا خودفریبی ہے۔جس کے خوبصورت عنوان سے سادہ لوح عوام کو گمراہ کیا جاتا ہے۔اس حسین عنوان کے پردہ میں سلف صالحین کے علم وتقویٰ اور قرآن دانی کو ناقابل اعتماد قرار دیتے ہوئے اپنے علم وقرآن فہمی کو ترجیح دیتا ہے۔کوئی شبہ نہیں کہ سلف نے جو کچھ کہا ہے وہ قرآن وحدیث ہی سے کہا ہے اور یہ گمراہ لیڈر بھی بزعم خویش قرآن وسنت سے کہنے کا مدعی ہے تو اب سلف کی اور اس کی قرآن فہمی میں مقابلہ ہے۔یہ نہیں کہ سلف کے اقوال محض ذاتی خواہش پر مبنی ہیں اور یہ قرآن وسنت سے استنباط کررہا ہے۔

اب یہ فیصلہ خود اہل فہم وانصاف کرلیں کہ سلف صالحین کی قرآن فہمی زیادہ قابل وثوق ہے یا عہد نبوی ﷺ سے سینکڑوں سال بعد میں پیدا ہونے والے متجدد دین کی؟......

اس بات پر اجماع ہے کہ شاہدین نزول وحی کا فہم قرآن اور تفسیر بعد کے تمام لوگوں سے راجح ہے۔

ایک تابعی نے قِران (حج) کو ناجائز قرار دیتے ہوئے کہا: لا یصنع ذالک إلا من جھل امر اللہ (لأنَ اللہ تعالیٰ قال: واتمّوا الحج والعمرۃ للہ! ناقل) تو حضرت سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ نے ان کی اس قرآن فہمی کی تردید کرتے ہوئے فرمایا: بئس ما قلت قد صنعھا رسول اللہ ﷺ وصنعناھا معہ۔ (مؤطا امام محمد: ص ۲۰۰)

معلوم ہوا کہ سلف صالحین کے تعامل سے ''آزاد'' قرآن فہمی ضلالت بن سکتی ہے۔تابعی مذکور نے قارنین کو بحوالہ قرآن فرمانِ خداوندی سے جاہل قرار دیا۔حضرت سعد رضی اللہ عنہ نے ایسی قرآن دانی کو ''برائی'' قرار دیا ہے۔واقعہ یہ ہے کہ آنحضرت ﷺ فہم قرآن میں محتاج ہیں بیانِ خداوندی کے ''ان علینا جمعَہ وقرانہ ثم إنَ علینا بیانہ'' اور حضرات صحابہ محتاج ہیں رسول پاک ﷺ کے اور حضرات تابعین اس سلسلہ میں محتاج ہیں حضرات صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے (الیٰ آخرہ) امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ نے ایک باب قائم کیا ہے: ''إنّما العلم بالتعلم'' اس سے مقصود یہی ہے کہ ''مادر پدر'' آزاد علم جو کسی اہل ومستند استاد سے حاصل نہ کیا گیا ہو قابل اعتبار نہیں ہے۔علم وہی ہے جو بذریعہ تعلم کسی اہل استاذ سے حاصل کیا گیا ہو۔

قدریہ نے مسئلہ تقدیر سے انکار کیا، یہ نیک نیتی اور حضرات صحابہ رضی اللہ عنہم کے علوم سے ''آزاد فہمی'' پر مبنی تھا۔

ایک شخص نے حضرت عمر بن عبدالعزیز رحمۃ اللہ علیہ سے اس بارے میں استفسار کیا تو آپ نے ارشاد فرمایا: ''اما بعد اوصیک بتقوی اللہ والاقتصاد فی امرہ واتباع سنۃ نبیہ ﷺ وترک ما احدث المحدثون... ولئن قلتم لِمَ انزل اللہ آیۃ کذا ولم قال کذا لقد قرء وا منہ ما قرأتم وعلموا من تاویلہ ما جھلتم وقالوا بعد ذلک کلّہ بکتاب وقدر وما یقدر یکن وما شاء اللہ کان وما لم یشأ لم یکن ولا نملک لِأنفسنا نفعًا ولا ضرًا ثم رغبوا بعد ذالک ورھبوا'' (بالاختصار، ابوداؤد شریف، کتاب السنۃ ص ۶۳۴)

ترجمہ: ''میں آپ کو اللہ تعالیٰ سے تقویٰ، اس کے معاملہ میں میانہ روی، نبی کریم ﷺ کی سنت کے اتباع اور اہل بدعت کی نئی باتوں کو ترک کرنے کی وصیت کرتا ہوں۔اگر آپ لوگ یہ کہو کہ اللہ تعالیٰ نے اس طرح

کیوں اتارا اور کیا فرمایا، تو اس کا جواب یہ ہے کہ صحابہ کرام نے اس قرآن کو پڑھا بھی اور اس کا مطلب، بھی تم سے اچھا معلوم کیا، مگر باوجود اس کے وہ اللہ تعالیٰ کی کتاب وقدر اور تقدیر کے قائل ہوئے اور یہ عقیدہ رکھتے تھے کہ جو اللہ تعالیٰ چاہتے ہیں وہی ہوتا ہے اور جو نہیں چاہتے وہ نہیں ہوتا۔''

صحابہ کرام رضی اللہ عنہم خدا تعالیٰ سے خوب ڈرتے اور کہتے تھے کہ ہم اپنی ذات کے نفع نقصان کے مالک بھی نہیں ہیں جو کچھ خدا تعالیٰ کے علم وتقدیر میں ہوتا ہے وہی کچھ ہوتا ہے۔

مقصد یہ ہے کہ جو لوگ معصوم پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم کے بلاواسطہ شاگرد اور صحابہ ورفقاء تھے وہ فہم آیات قرآن اور رموز واسرار شریعت سے پوری اُمت کی نسبت زیادہ واقف تھے۔ پچھلی نسلوں کے لئے خواہ وہ اولوالعزم تابعی ہو یا چودھویں صدی کا کوئی مفکر ہو صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے فکر کی اتباع وتقلید ضروری ہے۔ ہر وہ فکر جو آزاد اور تقلید سے منحرف ہو وہ محض گمراہی اور روحانی ظلمت سے خالی نہیں ہوگا۔ القصہ دین فہمی میں اصحاب رسول صلی اللہ علیہ وسلم مینارِ ہدایت ہیں، ہمیں ان کی اتباع میں دین سمجھنا اور شریعت پر چلنا ضروری ہے۔

تمہید قدرے لمبی ہوگئی۔ دراصل اس وقت میں مطلوب ایک رسالہ پر کچھ لکھنا تھا جسے حضرت مولانا عبدالعزیز صاحب شجاع آبادی زید علمھم و فضلھم نے فرقہ غالیہ کی تردید میں تالیف فرمایا ہے۔ یہ فرقہ احادیث شریفہ اور سلف صالحین کی نہ مانتے ہوئے رسول پاک صلی اللہ علیہ وسلم کے روضۂ اقدس پر پڑھے جانے والے صلوٰۃ وسلام کے سماع کا بھی انکار کرتا ہے، جو کہ بقول حضرت گنگوہی رحمۃ اللہ علیہ ودیگر اسلاف قدس اسرارہم اجماعی مسئلہ ہے۔ دلائل کی تفصیل اور جوابات آپ رسالہ میں ملاحظہ فرمائیں گے۔ ہم نے رسالہ ہذا کو دیکھا ہے۔ مؤلف سلمہ نے احادیث شریفہ اور اُمت کے تعامل سے مسلک حق کو ثابت کرتے ہوئے حضرات علماء دیوبند کی صحیح ترجمانی فرمائی ہے۔ دعا ہے کہ حق جل شانہٗ مؤلف سلمہ کو بیش از بیش جزائے خیر عنایت فرمائیں اور رسالہ ہذا کو نافعیت ومقبولیت عامہ سے نوازیں۔ آمین ثم آمین!

بندہ عبدالستار عفا اللہ عنہ وعافاہ

۱۴/ شعبان ۱۳۹۹ھ

***

پیر طریقت حضرت مولانا سید جاوید حسین شاہ مدظلہٗ جامعہ عبیدیہ فیصل آباد

یہ رسالہ ملک کے نامور عالم دین اور مفسر القرآن مولانا عبدالعزیز صاحب شجاع آبادی کی تصنیف لطیف ہے۔ جو منکرین حیات النبی کے رَد میں بہترین مجموعہ ہے۔ مولانا موصوف چونکہ اسی گروپ سے واپس آئے ہیں اس لئے ''گھر کا بھیدی لنکا ڈھائے'' کے مصداق منکرین حیات کے عقائد واقوال مولانا سے بہتر کون جانتا ہے؟ بندہ نے اس کتاب کو حرف بحرف دیکھا اور اسے مسلک حق کا آئینہ دار پایا۔

اللہ پاک اس کو اپنی بارگاہ میں قبول فرما کر منکرین ومعاندین کے لئے ہدایت کا باعث بنائے۔

جاوید حسین عفا اللہ عنہ

خادم حدیث، فیصل آباد

***

حضرت مولانا مفتی محمد عبداللہ ﷫ شیخ الحدیث قاسم العلوم (ملتان)

حضرت مولانا عبدالعزیز صاحب شجاع آبادی مدظلہٗ کا رسالہ ''دعوت الانصاف فی حیاۃ جامع الاوصاف'' میری زیرِ نظر رہا۔ مؤلف موصوف کو اللہ تعالیٰ جزائے خیر دے، انہوں نے مسلک اہل سنت والجماعت خصوصاً اکابر دیوبند کی صحیح ترجمانی فرمائی ہے۔

حضرت مولانا مدظلہٗ کی محنت اور اکابر اُمت کے حوالہ جات نیز سلف صالحین کے اقوال وملفوظات دربارہ سماع صلوٰۃ وسلام عند قبر سید الانام ﷺ کی ترتیب وتبویب قابلِ داد ہے۔

بندہ دعا گو ہے کہ اللہ تعالیٰ ان کی مساعی کو قبول فرمائے اور پوری اُمت میں اس تصنیف کو شرف پذیرائی عطاء فرماوے۔ آمین ثم آمین! احقر العباد، مفتی محمد عبداللہ (عفا اللہ عنہ)

۲۱ رصفر ۱۴۰۰ھ

***

حضرت مولانا منظور الحق صاحب مہتمم دار العلوم کبیر والہ

نحمدہٗ ونصلی علٰی رسولہ الکریم، امابعد!

کتاب دعوۃ الانصاف (مؤلفہ مفسر قرآن حضرت مولانا عبدالعزیز صاحب مدظلہٗ) کو میں نے پڑھا ہے۔ مسئلہ حیات النبی ﷺ کے موضوع پر خصوصاً سماع صلوٰۃ وسلام عند القبر الشریف للنبی ﷺ کے متعلق یہ پہلی طویل وعریض تحریر ہے جو مسلک علماء دیوبند کی تائید میں مذاہب اربعہ کی کتب کے حوالوں سے بھرپور ہے۔ منکرینِ سماع کے رد میں یہ تالیف عظیم شاہد ہے جو اہلِ حق کے جذبات کی صحیح ترجمان ہے۔ اظہار واحقاقِ حق اور ابطالِ ردّ مبطلین میں کوئی گوشۂ تشنۂ تکمیل نہیں چھوڑا گیا۔

میں دعا کرتا ہوں کہ مؤلفِ کتاب حضرت مولانا عبدالعزیز صاحب کو اللہ تعالیٰ خدمتِ دین اور مسلکِ حق کے دفاع کی مزید توفیق بخشے۔ نیز متلاشی حق کے لئے ان کی کتاب کو باعثِ ہدایت بنائے۔

انا الاحقر الافقر محمد منظور الحق عفی عنہ، ظہور الحق عفی عنہ

عیدگاہ کبیر والا، ۱۶ رربیع الاوّل ۱۴۰۰ھ

***

حضرت مولانا ابوالحسن قاسمی مہتمم جامعہ تعلیم الابرار، ملتان

حضرت العلام مولانا عبدالعزیز صاحب مہتمم مدرسہ عزیز العلوم شجاع آباد کی تالیف کتاب ''دعوت الانصاف فی حیات جامع الاوصاف'' قابلِ تحسین اور لائقِ تبریک کاوش ہے۔ واقعات وشواہد اور دلائل وبراہین کی روشنی میں مولانا موصوف نے جس انداز سے کتاب پیش کی ہے، اہلِ حق کے لئے تسکینِ روح وقلب کا ذریعہ ہے اور اہلِ باطل کے لئے دندان شکن جواب ہے۔ خدا کرے کہ یہ کتاب ایسے لوگوں کیلئے بھی رُشد وہدایت کا ذریعہ بنے۔ ابوالحسن قاسمی، مہتمم جامعہ تعلیم الابرار، سابق رکن صوبائی اوقاف بورڈ ملتان

انتساب

میرے والد بزرگوار مولوی نور محمد صاحب نور اللہ مرقدہٗ مجھے فرمایا کرتے کہ تقریر و خطابت کے وقت درود شریف پڑھا کریں اور آنحضرت ﷺ کے بارے میں تعریفی کلمات کہا کریں۔ اس سے بیان و خطاب رنگین ہوتا ہے۔ اللہ تعالیٰ اپنے پیغمبر ﷺ کی مدح سے راضی ہوتے ہیں اور برکت فرماتے ہیں۔

مَا إِنْ مَدَحْتُ مُحَمَّدًا بِمَقَالَتِيْ وَلٰكِنْ مَدَحْتُ مَقَالَتِيْ بِمُحَمَّدٍ

لہٰذا میں اس رسالہ کو اپنے والد گرامی کی طرف منسوب کرتا ہوں!!

اَللّٰهُمَّ صَلِّ عَلٰى مُحَمَّدٍ الرَّسُوْلِ النَّبِيِّ الْاُمِّيِّ وَعَلٰى اٰلِهٖ وَاَصْحَابِهٖ وَاَتْبَاعِهٖ وَبَارِكْ وَسَلِّمْ۔ اَللّٰهُمَّ صَلِّ عَلٰى جَمِيْعِ الْاَنْبِيَاءِ وَالْمُرْسَلِيْنَ وَعَلٰى ذُرِّيَّتِهِمُ الْمُؤْمِنِيْنَ وَعَلٰى رُفَقَائِهِمْ فِي الدِّيْنِ (وَارْحَمْ وَسَلِّمْ)۔

***

پیش لفظ

انگریز سرکار کا جہاں بھی تسلط ہوا، وہاں کئی نظریاتی مذاہب رونما ہوئے۔ فرنگی مسلمانوں کا ذہن مختلف زاویوں سے دیکھنا چاہتا ہے۔ برصغیر کی آزادی اور ہندو مسلم کا قیدِ غلامی سے نجات پانا خانوادہ وتلامذۂ امام ولی اللہ رحمۃ اللہ علیہ کا رہینِ منت ہے۔ کورچشمی وتنگ نظری کا عارضہ نہ ہو، تو آج بھی نظر انصاف یہ اندازہ لگاسکتی ہے کہ جو فتنے ہندو پاک میں رونما ہو رہے ہیں، ان کا سدّ باب کرنے میں علماء دیوبند پیش پیش ہیں۔ باہم آویزش سے قطع نظر علماءِ حق کی تمام تنظیمیں اچھا کردار ادا کر رہی ہیں۔

''جمعیۃ اشاعۃ التوحید والسنۃ'' نظم ونسق کے فقدان کے باوجود ملک کے ہر گوشے میں مذہبی طور پر معیاری کام سرانجام دے رہی تھی۔

''تبلیغی جماعت'' اندرون اور بیرون ملک تمام اسلامی وغیر مسلم ممالک میں جادۂ تبلیغ پر گامزن ہے۔ دنیا میں مست وگمن لوگوں کو فکرِ دین وذکر فردا کا سبق دے رہے ہیں، ایسے لوگ ہمارے ملک ومذہب کے لئے نیک نامی کا باعث ہیں۔

''غالی فرقہ''...... مذہب حنفی کے اُفق پر ایک مسلک کا طلوع ہوا ہے جن کو علماء دیوبند سے شکوہ ہے کہ وہ جناب سیّد وُلدِ آدم ﷺ کو انسان کہتے ہیں، صرف خدا تعالیٰ کو بے مثال عالم کل کائنات مانتے ہیں، اور ایجاد بندہ کو خدائی دین کی جزء ماننا بدعت سمجھتے ہیں۔ ان حضرات کا کوئی نمائندہ اگر یورپ میں خطاب کرے جب بھی دیوبندیوں کا کفر بیان کرے گا۔ کفرالیہود، شرک النصاریٰ، فسق المجوس اور صنم پرستوں کی بُت پوجا برداشت مگر اہل توحید وسنت کی دینی کاوش ناپسند! بدلے ہوئے حالات کے پیش نظر ہوسکتا ہے تعصب وتنگ نظری کی بجائے اخوت، محبت اور رواداری کی فضاء پیدا ہو جائے۔

''تشدد گروپ''...... یہ لوگ بظاہر ''جمعیۃ اشاعۃ التوحید والسنۃ'' کے حلقۂ عقیدت کے لوگ ہیں۔ ۱۳۹۰ھ راقم نے ''انجمن اشاعۃ التوحید والسنۃ'' کے نام سے ایک تبلیغی ادارہ قائم کیا تھا، یہ لوگ اس کے بھی رکن تھے۔ مولوی

سعید احمد چتروڑ گڑھی کو معہ چند رفقاء دیگر اس انجمن کا واعظ مقرر کیا گیا۔

گکڑ ہٹہ وغیرہ کے مضافات کے لوگوں کو اشاعت کے اکابرین سے راقم نے ہی روشناس کرایا۔ مگر تھوڑے ہی دن گزرے کہ واعظ مذکور اور اس کے ہم مزاج افراد نے تفرقہ شروع کر دیا اور گروپ بندی پر گامزن ہونے لگے۔ بندہ نے ہر ممکن سمجھانے کی سعی کی مگر بار آور نہ ہو سکی۔ میں ان کی مجلس، محفل، منبر و محراب کی زبان سے از حد متنفر ہو گیا۔ جس چیز کو یہ لوگ از راہ جہل مرکب ''ذوق سلیم'' اور ''علم لدنی'' سمجھتے ہیں میں اس کو ایک ذہنی آفت اور کھلی بد اخلاقی سمجھتا ہوں۔ کچھ عرصہ پہلے بے چاری زلیخا جس کا ذکر در بارۂ محبت حضرت یوسف علیہ السلام قرآن مجید میں آیا ہے، ان کی تنقید کا نشانہ تھی، اس کی جان چھوٹی تو نواسۂ رسول صلی اللہ علیہ وسلم حضرت حسین رضی اللہ عنہ شہید کربلا کو یزید کا باغی ثابت کرنے کا ٹھیکہ لے لیا اور آپ کی شہادت کو ایک باغی کی موت قرار دیا۔ (العیاذ باللہ)

مماتیوں کی اخلاقی پستی

کبیر والا شہر میں ان حضرات کے زیر اہتمام ایک اجتماع سے راقم نے خطاب کیا۔ بر سبیل تذکرہ مولانا خیر محمد صاحب جالندھری رحمۃ اللہ علیہ مہتمم خیر المدارس ملتان اور مولانا عبدالخالق صاحب مہتمم دارالعلوم کبیر والا کا ذکر آیا، چونکہ یہ ہر دونوں حضرات فوت ہو چکے تھے، اس لئے میں نے ان کا نام لینے کے بعد ''رحمۃ اللہ علیہ'' کا جملہ دعائیہ استعمال کیا۔ تقریر ختم ہو گئی مگر میں سٹیج سے اترا نہیں تھا کہ ایک صاحب سپیکر کے سامنے تشریف لائے اور تردید کر دی اور کوئی کسر باقی رہی تھی تو علیحدہ ہونے پر مجھے ملامت کے رنگ میں کہا گیا کہ آپ عجیب قسم کے موحد ہیں۔ ایسوں کو ''رحمۃ اللہ علیہ'' سے دعا دینا شانِ توحید کے خلاف ہے، نیز ایک مقام پر میری مجلس میں ایک شخص نے مجھ سے سوال کیا، مردے سنتے ہیں یا نہیں؟ میں اسے مناسب جو جواب ہوتا دیتا، مگر ان میں سے ایک صاحب بولے کہ کوئی قبر کھودو میں اپنے ہاتھ سے اس کی مقعد میں پانی ڈالتا ہوں، اگر مردے سنتے ہیں تو بول اٹھے گا۔ میں نے یقین کیا کہ میرے جیسے آدمی کے لئے اس قسم کے لوگوں کے ساتھ چلنا آبروئے علم اور ناموسِ علماء کی صریح توہین ہے۔

اپنے رہنماؤں کو نہیں بخشتے

اس گروپ کے دوسرے صاحب کو جو حضرت مولانا محمد عبداللہ صاحب درخواستی کا مرید کہلاتا تھا۔ میں نے کہا تمہارے پیر صاحب تو ''سماع عندالقبر الشریف'' کے قائل ہیں۔ ان کے متعلق آپ کی کیا رائے ہے؟ تو فوراً جواب دیا کہ وہ بھی کافر، تم بھی کافر، جو بھی سماع کا قائل ہو سب کافر۔

مذہبی خیانت

انکار سماع کے موضوع پر تین کتابچے اس گروپ کے ایک مصنف نے تالیف کیے ہیں۔ چند عبارات نقل کرتا ہوں، اسلاف نوازی و مذہبی دیانت ملاحظہ فرمائیں:

(۱) جیسے دور سے درود کا ثواب آنجناب صلی اللہ علیہ وسلم کو پہنچتا ہے، اسی طرح قبر مبارک کے نزدیک درود پڑھنے کا ''ثواب'' آنجناب صلی اللہ علیہ وسلم کو پہنچتا ہے، سننے اور جواب دینے کا من گھڑت قصہ ہی نہیں۔

(رسالہ دعوت الرشاد صفحہ ۸، مؤلفہ مولوی اللہ بخش گکڑ ہٹہ)

(۲) حقیقت یہ ہے کہ صحابہ رضی اللہ عنہم میں سے حضرت عمر رضی اللہ عنہ قبر مبارک کے پاس سلام عرض کرتے تھے، جب سفر سے واپس آتے تھے۔ نہ اس عقیدہ سے کہ آنجناب صلی اللہ علیہ وسلم سنتے ہیں، بلکہ اس طرح جس طرح عام گورستانوں سے گزرتے ہوئے سلام کہا جاتا ہے۔ (ایضاً: ص ۲۶)

(۳) بعد از موت ''سماع'' ورؤیت انبیاء کا عقیدہ دراصل یہودیوں کی ایجاد ہے۔

(۴) ''مامن احد یسلّم علیّ'' اس روایت کے الفاظ ہی بتارہے ہیں کہ یہ کلام رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی نہیں۔

(۵) نیز اتنے کروڑوں مسلمانوں کا درود وسلام سننا ''تکلیف مالا یطاق'' ہے۔ پیغمبر علیہ السلام کے لئے تو یہی بات بجائے راحت کے اُلٹا رنج عظیم کا باعث بنی ہوئی ہوگی۔ دنیا کی زندگی میں کافروں نے آرام نہیں کرنے دیا تھا اور موت کے بعد مسلمان چین وراحت سے نہیں رہنے دیتے۔ (رسالہ اربعین احادیث، مؤلفہ مذکور)

(۶) روضۂ اطہر پر صلوٰۃ وسلام کے لئے جانے سے بھی رسول اللہ نے منع فرمایا۔

(۷) مرے ہوئے شخص کو چاہے پیغمبر ہی کیوں نہ ہو، موت کے بعد اپنے اوپر وارد ہونے والے حالات کا علم نہیں ہوتا۔ (رسالہ اربعین آیات، مؤلفہ مذکور: ص ۴۱)

تبلیغی تقدس کی پامالی

''تشدد گروپ'' کے واعظوں نے نہ صرف مسلک کی سٹیج کو بدنام کیا، بلکہ اپنے اکابر کو ایک مخمصے میں مبتلا کر دیا ہے۔ جگہ جگہ قائلین ''سماع صلوٰۃ وسلام'' کو کافر ومشرک کا فتویٰ دیا، اور اہل توحید کو خانہ جنگی پر مجبور کر دیا ہے۔

تقریری اقتباسات

فنِ خطابت مقدس ہونے کے باوجود دورِ حاضر میں لاوارث ویتیم ہے، علم ودانش والوں کے ساتھ ہر نتھو خیرا اسٹیج پر سوار ہو گیا۔ اب عوام کی نظروں میں بہترین خطیب وہی ہے جو اچھے قسم کا گلوکار ہو اور واہی تباہی بکنے میں حیاء حجاب نہ کرے۔ ایسے آدمی کو کسی مرشد ومربی کی ضرورت ہے۔ نہ کسی آزمودہ کار صاحب فن کی۔ سٹیج پر سوار ہونے کے بعد جہاں یہ لوگ گویا اور بھانڈوں کا پاٹ ادا کرتے ہیں، وہاں یہ شتر بے مہار ''عالم''، خطیب اور مفتی بھی خود بن بیٹھتے ہیں۔ افتتاحی طور پر بہاولپور گھلواں کے قریب اس گروپ کے واعظ احمد سعید نے اپنے اندازِ فکر کی ترجمانی کرتے ہوئے خطاب کیا۔ جس سے اس حلقہ میں دیوبندی مسلک کے لوگ باہم دست وگریبان ہو گئے ہیں، اور علماء حق کی تمام تبلیغی کاوشوں پر ہمیشہ کے لئے پانی پھر گیا ہے۔

تقریر اوّل: بہاولپور گھلواں

ہم لوگ اللہ تعالیٰ کو حاضر وناظر، عالم الغیب والشہادۃ جان کر یہ اقرار کرتے ہیں اور بیان ثبت کراتے ہیں:

(۱) یہ کہ مولوی سعید احمد چتروڑگڑھی نے سینکڑوں انسانوں کے مجمع میں لاؤڈ سپیکر کے ذریعہ یہ اعلان کیا کہ نبی علیہ السلام اپنی قبر منور میں (قبر مبارک) پر پڑھا ہوا درود وسلام نہیں سنتے، نہ سماع جسمانی اور نہ سماع روحانی۔

(۲) جو شخص حضور علیہ السلام کے سماع صلوٰۃ وسلام عند القبر کا قائل ہے، خواہ کسی تاویل سے ہو۔ وہ قرآن وحدیث اور شریعت کی رو سے بلا تاویل کافر ہے مرتد ہے۔

(۳) جو شخص ''سماع عند القبر'' کے قائل کو کافر نہ سمجھے، وہ بھی بلا تاویل کافر ہے اور جو اس کو کافر نہ مانے وہ بھی کافر۔ نیز جو شخص اس مسئلہ کو فروعی کہتا ہے وہ بھی کافر ہے۔

(۴) اگر نبی علیہ السلام کے سماع عند القبر کا قائل ابوبکر صدیق ہوں تو وہ بھی کافر ہیں۔ یعنی اگر ابوبکر صدیق میرے سامنے آ کر یہ عقیدہ ظاہر کریں تو میں ان کو بھی کافر کہہ دوں گا، العیاذ باللہ! (بلفظہٖ جماعت بہاولپور گھلواں)

تقریر ثانی چاہ دلشاد والا حلقہ شجاع آباد

مولوی سعید احمد چتروڑ گڑھی ایک مکان پر تقریر کر رہا تھا، مجھے مخاطب کیا اور کہا کہ عبدالخالق! میں تجھے سنا رہا ہوں، حضور نبی ﷺ کو جو شخص یہ کہتا ہے کہ آپ درود و سلام سنتے ہیں قبر پر، وہ عقیدے کے لحاظ سے کافر ہے۔
(بلفظہٖ عبدالخالق[1] نعت خواں)

''تقریر ثالث'' حلقہ ممدال کبیر والہ

میں حافظ اللہ ڈتہ امرانہ ساکن قریب ممدال اللہ تعالیٰ کو حاضر ناظر مان کر قسمیہ بیان لکھتا ہوں کہ ہمارے ہاں ایک جلسہ میں مولوی سعید احمد چتروڑ گڑھی نے کہا کہ جو شخص حضور ﷺ کو کہتا ہے کہ درود سنتے ہیں قبر پر، وہ دلاّ شخص مشرک اور کافر ہے۔ (بلفظہٖ حافظ اللہ ڈتہ امرانہ)

مولوی سیف الرحمن صاحب بیٹ کیسری

ککڑ ہٹہ جلسہ میں شامل مولانا قاضی شمس الدین صاحب گوجرانوالہ سے مولوی سعید احمد چتروڑ گڑھی نے سوال کیا کہ ہم ''سماع صلوٰۃ وسلام'' عند القبر کے قائل کو کافر کہتے ہیں، آپ کا کیا عقیدہ ہے؟ تو انہوں نے کہا کہ ہمارا عقیدہ یہ نہیں ہے۔ (بلفظہٖ سیف الرحمن: بقلم خود، مظاہر العلوم خداداد کالونی ملتان)

محترم سید عنایت اللہ شاہ صاحب بخاری کی تصدیق

سید عنایت اللہ شاہ صاحب بخاری ''جمعیۃ اشاعۃ التوحید والسنۃ'' کے امیر ہیں۔ اپنے دور کے بہترین خطیب اور اہل علم ہیں۔ مگر طبیعت شریف میں ان کے تفرد اور تشدد کا رجحان غالب ہے۔ یہ نومولود تحقیق (کہ آنحضرت ﷺ عند القبر صلوٰۃ وسلام نہیں سنتے) انہی کا چھوڑا ہوا شوشہ ہے (یعنی اس بیان کو زینت سٹیج انہوں نے ہی بنایا ہے)

گوجرانوالہ میں اشاعۃ التوحید والسنۃ کی میٹنگ

حضرت مولانا غلام اللہ خان صاحب رحمہ اللہ کی تحریک پر اشاعت التوحید والسنۃ کے علماء کرام کی ایک میٹنگ بلائی گئی۔ مقصد یہ تھا کہ جمعیۃ کی تبلیغی پالیسی کو مضبوط کیا جائے اور بے لگام آدمیوں کو متنبہ کیا جائے کہ وہ اپنے طرز عمل و کردار سے مسلک میں رخنہ اندازی نہ کریں! قائلین سماع صلوٰۃ وسلام عند القبر الشریف کو مشرک و کافر نہ کہا

[1] صوفی عبدالخالق مرحوم علاقہ بستی منو تحصیل شجاع آباد سے تعلق رکھتے تھے، بڑے حق گو اور موحد انسان تھے...... ماحول کی تمام تر مخالفت کے باوجود حق گوئی و بے باکی ان کا طرۂ امتیاز تھا...... بندہ کی دینی تعلیم کا سبب مرحوم ہی تھے۔ بندہ کے جد امجد سے کہا کہ اسماعیل کو دینی تعلیم دلوائیں۔ ۱۹۷۰ء کی دہائی میں انتقال کیا۔

جائے۔ چنانچہ ایک تحریر لکھی گئی جس کے اوپر واعظ احمد سعید نے بقول شیخ القرآن (منافقانہ) دستخط کر دیئے اور شاہ صاحب نے دستخط کرنے سے انکار کر دیا[1] اور بقول حضرت خانصاحب یہ فرمایا کہ میں (قائلین سماع کو کافر کہوں گا) اس پر مجلس برخواست ہو گئی۔ مولانا غلام اللہ خان صاحب کا خط جو میری طرف لکھا تھا ملاحظہ فرماویں کیونکہ میں اس میٹنگ میں شامل نہیں ہوا تھا[2]

اشاعۃ التوحید والسنۃ کے اکابرین کے تاثرات وخطوط

محترم ومکرم مولانا صاحب! السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہٗ

محمد سعید نے منافقانہ دستخط کر دیئے ہیں کہ سماع والے کافر نہیں ہیں اور شاہ صاحب نے بالکل دستخط کرنے سے انکار کر دیا اور کہا کہ میرا عقیدہ یہی کفر کا ہے اور محمد سعید کا یہی ہے۔ واللہ اعلم!

کیا غضبِ الٰہی ہے تمام اُمت کو کافر کہہ دینا۔ (بلفظہ لاشئی: غلام اللہ)

مولانا قاضی شمس الدین رحمۃ اللہ علیہ کی بیزاری

عزیزم مولوی عبدالعزیز صاحب! السلام علیکم! نوازش نامہ ملا، خیریت مطلوب!

احقر نے تو جمعیۃ سے استعفیٰ دے دیا ہے ویسے برادرانہ تعلقات مولانا غلام اللہ خان صاحب اور مولانا عنائت اللہ شاہ صاحب دونوں سے بدستور رکھوں گا۔ مگر اب عمر بڑی اور ضعف پیری کے باعث اتنے جھگڑوں اور جھمیلوں میں پڑ نہیں سکتا۔ اس لیے عافیت اسی میں سمجھی کہ کنارہ کش ہو جاؤں۔ (بلفظہ: احقر شمس الدین، گوجرانوالہ)

مولانا قاضی عصمت اللہ صاحب کا تاثر

مکرم بندہ حضرت مولانا صاحب دام اقبالہٗ وعلیکم السلام ورحمۃ اللہ وبرکاتہٗ، مزاج گرامی!

مولوی احمد سعید سے جتنا اختلاف آپ کو ہے، اتنا یا اس سے زیادہ شدید تر مجھے اختلاف ہے۔ اب اسے نہ دعوت دی ہے اور نہ ارادہ ہے۔ آپ ضرور تشریف لائیں۔ (عصمت اللہ: بلفظہ)

مولانا عبدالغنی صاحب رحیم یار خان کا تاثر

مکرمی مولانا صاحب زیدمجدکم! السلام علیکم ورحمۃ اللہ تعالیٰ!

والا نامہ ملا، یاد آوری کا شکریہ! بندہ کو بحمداللہ آنجناب کے ساتھ کوئی رنج نہیں۔ باقی سماع کے قائلین کو کافر کہنا پھر بندہ کی طرف اس زہریلے عقیدے کی نسبت کرنا بہتان عظیم اور زُور مبین ہے۔ میں تو عام میت کے سماع

---

[1] مولانا مشتاق احمد میراں ملہہ شجاع آباد راوی ہیں کہ شیخ القرآن جب خانپور میں حضرت درخواستی رحمہ اللہ کی دیوبندی مکتبِ فکر کی تمام جماعتوں کی طرف سے بلائی گئی میٹنگ میں شرکت کے لئے جا رہے تھے تو مولانا محمد ضیاء القاسمی رحمہ اللہ کی موجودگی میں شاہ صاحب کی بے جا ضد پر فرمایا کہ میرا جی چاہتا ہے کہ میں عنایت اللہ کو جمعیۃ سے نکال دوں۔

[2] شیخ القرآن مولانا غلام اللہ خان سعید چتروڑگڑھی کو خطرناک سمجھتے تھے۔ چنانچہ واں بھچراں کے مولانا خلیل احمد کہتے ہیں کہ شیخ القرآن نے مجھے کئی دفعہ فرمایا کہ احمد سعید خطرناک آدمی ہے، اسے جلسوں میں نہ بلایا کرو...... ''خس کم جہاں پاک'' (ص ۲۷)

کے قائل کو بھی کافر نہیں کہتا۔ (بلفظہٖ: عبدالغنی الجاجروی[1])

''جمعیۃ اشاعۃ التوحید والسنۃ'' کے اکابرین کی بیزاری بلکہ اظہار نفرت کے باوجود ''تشدد گروپ'' کے تمام کتابچوں کو محترم عنایت اللہ شاہ صاحب کی تائید و تصدیق حاصل ہے۔ ان کو اس کی کوئی پرواہ نہیں کہ جماعت کا شیرازہ بکھرے یا باقی رہے، توحید کے نام پر ایک فسادکار انسان کی گود میں امیر جماعت کا چلا جانا باعثِ حیرت واستعجاب ہے۔ ملاحظہ ہو، تصدیق! رسالہ ''دعوت الرشاد''

''مختلف مقامات سے سنا، شرک وکفر کے رد میں دلائل کتاب وسنت سے استفادہ حاصل کیا گیا ہے۔ مصنف کو اللہ تعالیٰ جزاء خیر عطاء فرمائے۔ آمین! (عنایت اللہ)

جن کفر اور شرک کی تردید کے لئے دلائل قرآن وحدیث سے مؤلف نے استفادہ کیا ہے، وہ عقیدہ ''سماع صلوٰۃ وسلام'' عندالقبر للنبی الکریم ﷺ ہے۔ جمہور اُمت کی تکفیر پر محترم شاہ صاحب نے تحسین بلیغ فرما کر ''تشدد گروپ'' کی حوصلہ افزائی فرمائی ہے۔ ''کافر ساز کمپنی'' کے اس فتوے پر محترم شاہ صاحب کی خطابت کا رُخ بھی اسی طرف پلٹ گیا کہ مشرک چار قسم ہیں۔ اوّل یہود ونصاریٰ، ثانی بت پرست اور تیسرا ''غالی رضاخانی''، رابع ''دیوبندی'' جو سماع کے قائل ہیں۔ ملاحظہ ہو:

مولانا رشید احمد صاحب (مدرسہ فاروقیہ شجاع آباد) کا بیان

شریف اللہ خاں دکاندار (شجاع آباد) جو کہ مولوی سعید احمد صاحب اور مولانا عنایت اللہ شاہ صاحب کا معتقد ہے۔ اس نے بیان کیا کہ سید عنایت اللہ شاہ نے خانگڑھ میں اپنی تقریر کے دوران فرمایا کہ مشرک چار قسم ہیں۔ اوّل: یہود ونصاریٰ، دوم: مشرکین مکہ، سوم: بریلوی، چہارم: دیوبندی، جو سماع کے قائل ہیں۔ (بلفظہٖ رشید احمد عفی عنہ)

نوٹ: ان تمام مذکور خطوں کی اصل تحریریں مع فوٹو کاپی بندہ کے پاس محفوظ ہیں، عندالضرورۃ پورا مواد مہیا کیا جاسکتا ہے۔ اصل الفاظ من وعن لکھے جارہے ہیں۔

عنایت اللہ شاہ صاحب کے ایک معاصر کا تاثر

مولانا صوفی عبدالحمید صاحب سواتی مہتمم مدرسہ نصرت العلوم گوجرانوالہ نے حضرت مولانا حسین علی رحمہ اللہ کی ایک کتاب ''تحفہ ابراھیمیہ'' کے مقدمہ میں لکھا ہے: ''شاہ صاحب قائلینِ سماع کو ابوجہل کا ٹبر تک کہنے سے بھی گریز نہیں کرتے۔ ایک زمانہ تک قرآن مجید کی وہ آیات جن کو شاہ صاحب اہلِ بدعت اور مشرکینِ دور حاضرہ کے خلاف پیش کرتے تھے، اب وہی آیات عقیدۂ حیات النبی کو ماننے والوں اور سماع موتیٰ کے قائلین کے خلاف چسپاں کرتے ہیں۔ کیا یہ انتہا پسندی نہیں؟ سماع موتیٰ کے قائل تو حضرت عمر اور حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما جیسے جلیل القدر صحابہ بھی ہیں، اور اُمت کے بہت سے جلیل القدر ائمہ دین بھی ہیں، کیا یہ سب ابوجہل کا ٹبر ہیں؟ (تحفہ ابراہیمیہ ص ۴۴)

محترم عنایت اللہ شاہ صاحب اگر ان چند غیر ذمہ دار آدمیوں کا سہارا نہ بنتے اور ان کو اپنی تائیدوں اور

---

[1] مولانا عبدالغنی جاجروی رحیم یار خان کے معتدل مزاج عالم دین، مفسر قرآن اور صوفی منش بزرگ تھے...... اگرچہ اشاعت سے تعلق تھا، لیکن تمام علماء دیوبند کا نہ صرف احترام کرتے بلکہ والہانہ عقیدت رکھتے تھے۔ بندہ کو ان کے درس میں شرکت کی سعادت نصیب ہوئی۔

تصدیقوں سے مشرف نہ فرماتے تو یہ ''پسرنا معلوم فتویٰ'' فتویٰ مع اپنے لگے سیر والے مفتیوں کے اپنی موت آپ ہی مر گیا ہوتا البتہ اب شاہ صاحب کی وجہ سے اس کی سکرۃ الموت کچھ لمبی ہو جائے گی۔

ناظم اعلیٰ کی خدمت میں میرا استعفیٰ

میں نے جب یہ دیکھا کہ ہماری بات جو اس اختلاف سے پہلے مسئلہ تھی، وہ اب مسخرہ بن گئی ہے۔ تو حضرت مولانا غلام اللہ خان صاحبؒ کی خدمت میں اپنا استعفیٰ بھیج دیا۔ جس کے جواب میں آپ نے لکھا کہ: ''میں آپ کو نہیں چھوڑ سکتا۔''

شجاع آباد میں شاہ صاحب کی موجودگی میں ''تشدد گروپ'' کے واعظ احمد سعید نے کہا تھا: ''وہ گوہ خور مُلّا جو سماع کا قائل ہے۔'' ان حیا سوز اور شرافت شکن حرکتوں کے باوجود شیخ القرآن مجھے نہیں چھوڑتے۔ مگر میں شاہ صاحب جیسے امیر اور ان کی جماعت کے ساتھ کیسے چل سکتا ہوں؟ جس کے از یں گونہ واعظ جو منبر تک گوہ نہ چھوڑیں۔ یہ غلاظت نوازی تو اپنے امیر کے سامنے فرمائی۔ ان کی عدم موجودگی میں کسی شریف انسان کو ایسے زبان دراز واعظ سے کس خیر کی توقع ہو سکتی ہے؟ علاقہ بہاولپور گھلواں میں ایک جلسہ میں محترم عنایت اللہ شاہ صاحب مع اپنے مذکور واعظ کے فروکش تھے۔ کمرہ مخصوص سے باہر اس علاقہ کے ایک عالم نے امام ابن کثیر رحمہ اللہ کی عبارت پیش کرنا چاہی تو احمد سعید صاحب نے کہا کہ پہلے اس کا نام صحیح کریں۔ ''ابن کثیر''......کوئی اچھا ہوتا ہے؟ (یعنی ولد الحرام) اس محدث کبیر، مفسر اور امامِ وقت کا گوشت بھی وہاں کھایا گیا جہاں امیر اشاعت التوحید والسنۃ بنفس نفیس موجود تھے۔[۲]

چوں خدا خواہد کہ پردہ کس درد طعنش اندر کار پاکاں می دہد

گندے رجحانات

اس گروپ کا جہاں حلقۂ اثر بنتا جا رہا ہے، وہاں یہ تاثرات موجود ہیں۔

(۱) نبی کریم ﷺ عند القبر صلوٰۃ وسلام قطعاً نہیں سنتے۔ اور عقیدہ ''عدم سماع'' جزوِ ایمان ہے۔

(۲) آپ کی روح مبارک کا تعلق آپ کے جسد اطہر سے کسی قسم کا نہیں اور ''تعلقِ روح'' کا عقیدہ بت پرستوں کا ہے۔

(۳) صلوٰۃ وسلام عرض کرنے کے لئے آنحضور ﷺ کی قبر شریف پر اجتماع بے ضرورت ہے۔

(۴) امام زین العابدین اُمت کے لوگوں کو روضۂ اطہر کی زیارت اور حاضری دینے سے منع فرماتے تھے۔

---

۱ شیخ القرآن نے ۲۸ رمئی ۱۹۸۰ء میں انتقال فرمایا۔

۲ احمد سعید چتروڑگڑھی کو انہی خرافات کی وجہ سے ایک عرصہ کے بعد اشاعت سے نکالا گیا، کیوں نکالا گیا؟ اس پر ایک کتاب ''خس کم جہاں پاک'' لکھی گئی...... چنانچہ ''خس کم جہاں پاک'' کا مرتب محمد الفضل الضناد (محمد افضل ضیاء) لکھتا ہے: ''ایک مجلس میں گفتگو کے دوران کسی نے علامہ ابن کثیرؒ کا حوالہ دے دیا، احمد سعید نے کہا کہ اسے چھوڑو......مخاطب نے کہا علامہ ابن کثیرؒ تو بڑی قابل اعتماد شخصیت ہے......تو اس پر کہا: ''یہ بتاؤ ابن کثیر کا معنی کیا ہے، یعنی وہ جس کے کئی باپ ہوں۔'' استغفراللہ!

(خس کم جہاں پاک ص ۱۵۵)

(۵) حضور ﷺ کی قبر پر درود وسلام کے لئے صرف ایک صحابی حضرت عبداللہ بن عمر ﷠ ہی جاتے تھے، مگر ان کا عقیدہ بھی یہی تھا کہ آنحضرت ﷺ عام گورستانوں کے مردوں کی طرح کچھ نہیں سنتے۔

(۶) صلوٰۃ وسلام کے سماع اور زیارت بعد الوفات کا عقیدہ یہودیوں کا بنا ہوا ہے۔

(۷) جن حدیثوں سے سماع صلوٰۃ وسلام عند القبر ثابت ہے، وہ قول رسول نہیں من گھڑت قصے ہیں۔

(۸) سماع صلوٰۃ وسلام کا عقیدہ شرک کی جڑ ہے۔

(۹) موت کے بعد عذاب وثواب صرف روح کو ہوتا ہے جسم عنصری کا اس سے کوئی تعلق نہیں ہے۔

(۱۰) آنحضرت ﷺ کو مدینہ شریف والی قبر میں حیات النبی ماننا صریح غلط ہے!

(۱۱) اصل قبر یہ نہیں جہاں میت کو دفن کیا جاتا ہے، بلکہ قبر اس مقام پر ہے جہاں روح موجود ہے۔

(۱۲) قرآن مجید کی شرح کرنے میں رسول اللہ ﷺ کی حدیثیں اور آئمہ دین کے قول کا کچھ اعتبار نہیں۔

یہ تمام تاثرات ''تشدد گروپ'' کی کتابوں میں سے (جن کو محترم عنایت اللہ شاہ صاحب کی تصدیق وتائید حاصل ہے) پیدا کئے جاتے ہیں۔ عام سننے دیکھنے والا یہی سمجھتا ہے کہ یہ عقیدہ ''اہل السنۃ والجماعۃ'' علماء دیوبند اور اشاعت التوحید والسنۃ کے جمہور علماء کا ہے۔ حالانکہ یہ مسلک ماسوائے محترم عنایت اللہ شاہ صاحب کے پروردہ ''تشدد گروپ'' کے کسی مسلمان کا نہیں۔

ہمارے ہاں شجاع آباد میں ایک مکان پر شاہ صاحب اور واعظ احمد سعید خطاب کر رہے تھے۔ توحید کے موضوع پر کہا ''بت'' نہیں سنتے، خدا سنتا ہے۔ ''بت'' عام ہیں، خدا کے بنائے ہوئے ہوں، جیسے حضور ﷺ یا لات ومنات کی مورتی۔ شاہ صاحب نے تصدیقاً سٹیج پر فرمایا کہ یہ نوجوان میری کمی انشاء اللہ پوری کرے گا۔ بجائے اس کے کہ شاہ صاحب اس گستاخ اور موہن رسول کے منہ میں لگام دیتے اور اصلاح فرماتے الٹا اس کی تحسین فرما کر فریب خوردہ محقق بنا دیا[۱]۔ عبدہ: عبدالعزیز عفی عنہ

اَللّٰھُمَّ صَلِّ عَلٰی مُحَمَّدٍ وَّعَلٰی اٰلِ مُحَمَّدٍ کَمَا صَلَّیْتَ عَلٰی اِبْرَاھِیْمَ وَعَلٰی اٰلِ اِبْرَاھِیْمَ اِنَّکَ حَمِیْدٌ مَّجِیْدٌ،
اَللّٰھُمَّ بَارِکْ عَلٰی مُحَمَّدٍ وَّعَلٰی اٰلِ مُحَمَّدٍ کَمَا بَارَکْتَ عَلٰی اِبْرَاھِیْمَ وَعَلٰی اٰلِ اِبْرَاھِیْمَ اِنَّکَ حَمِیْدٌ مَّجِیْدٌ،
اَللّٰھُمَّ وَتَرَحَّمْ عَلٰی مُحَمَّدٍ وَّعَلٰی اٰلِ مُحَمَّدٍ کَمَا تَرَحَّمْتَ عَلٰی اِبْرَاھِیْمَ وَعَلٰی اٰلِ اِبْرَاھِیْمَ اِنَّکَ حَمِیْدٌ مَّجِیْدٌ،
اَللّٰھُمَّ وَتَحَنَّنْ عَلٰی مُحَمَّدٍ وَّعَلٰی اٰلِ مُحَمَّدٍ کَمَا تَحَنَّنْتَ عَلٰی اِبْرَاھِیْمَ وَعَلٰی اٰلِ اِبْرَاھِیْمَ اِنَّکَ حَمِیْدٌ مَّجِیْدٌ،
اَللّٰھُمَّ وَسَلِّمْ عَلٰی مُحَمَّدٍ وَّعَلٰی اٰلِ مُحَمَّدٍ کَمَا سَلَّمْتَ عَلٰی اِبْرَاھِیْمَ وَعَلٰی اٰلِ اِبْرَاھِیْمَ اِنَّکَ حَمِیْدٌ مَّجِیْدٌ،

(ذریعۃ الوصول: ۳۵)

---

[۱] اور جب احمد سعید نے عنایت اللہ شاہ بخاری کو کافر و مرتد تک کہا تو پھر اشاعت والوں کو احساس ہوا اور اسے اشاعت سے خارج کیا۔ چنانچہ ضیاء اللہ شاہ بخاری کہتے ہیں: ''آپ مولانا احمد سعید خان کی تقریریں سنیں، وہ شخص ایک طرف کہتا ہے کہ عنایت اللہ شاہ بخاری میرے روحانی باپ ہیں، وقت کے ولی ہیں، آیت من آیات الباری ہیں، اور تقریر کے آخر میں کہتا ہے جو شخص مرتد کا ذبیحہ کھائے وہ مرتد ہے۔'' حالانکہ اسے معلوم ہے کہ عنایت اللہ شاہ کئی لوگوں کو جنہیں وہ مشرک بھی سمجھتے ہیں...... ان کے ذبیحہ کو اہل کتاب کا ذبیحہ سمجھتے ہیں۔ احمد سعید کی متضاد بیانی کا مطلب یہ ہے کہ وہ عنایت اللہ شاہ بخاری کو مرتد ثابت کرنے پر تلا ہوا ہے۔ (خس کم جہاں پاک ص ۷۵)

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

خطبۃ الکتاب

الحمد للہ علی آلائہ والصلوۃ والسّلام علی سائر انبیائہ واولیائہ، اما بعد! فان اللہ تعالٰی بعث نبینا محمّدا ﷺ وجعلہ خاتم النبیّین ورحمۃ للعالمین۔ اصحابہٗ نجومُ الھدٰی احفادہٗ بدور الدجٰی امتہٗ خاتم الامم وکتابہٗ مصباحُ الظلم احیٰی قلوب العباد بالقرآن وفتح حصون البلدان بالعرفان۔ طوبی لمن احبہٗ وتبع دینہٗ وصلّی علیہ وسلّم قضاءً لحقّہٖ وفداءً لحبّہٖ والخیبۃ والخسران علی من جفّ لسانہٗ عن مدحہٖ وخفّ بیانہٗ فی عھدہٖ، نشاء قومٌ ببلادنا یسمّونھم اھل التوحید وعشاق القرآن اقوالھم عجیبۃٌ واحوالھم غریبۃٌ مبلغ علمِھم تکفیر الفقھاء ومنتھی ادبھم ھجو العلماء ختام مجالسھم کثرۃ الھزیان وفذلکۃُ محافلھم ضیاع الایمان یبحثون عن مسائل الّتی تحیر فیھا ھمم السالفین الصالحین یقولون ان موت نبیّنا ﷺ کموت احدنا ﷺ واللہ تعالٰی یقول إنّ حیاۃ الابرار وموتھم لیست مساویۃً لموت الاشرار والفسّاق وحیاتھم ویقولون فارقت روحہٗ ﷺ عن جسدہٖ فراقًا لا تعلق ولا اتصال بینھما إلٰی یوم القیمۃ وأنّہٗ علیہ السلام لا یسمع سلامُ من یسلّمُ علیہ عند قبرہٖ والاحادیث الواردۃ فی ثبوتِ السّماع اقوالٌ باطلۃٌ ونقول عاطلۃٌ ومن یقول بالسّماع فھو کافرٌ ومن شک فی کفرہٖ فھو کافرٌ لیس عندھم دلیلٌ صریحٌ مّن الکتابِ والسّنّۃ إلّا الإستخراج علٰی طریق الخوارج واھل الاعتزال۔ وأنا اقول: حیاۃ نبینا ﷺ اعلٰی وارفق وافضل وافوق علٰی حیاتنا ومماتہٗ لیس کموت احدنا جسدہٗ سیّد الاجساد وروحہٗ امامُ الارواح وقبرہٗ روضۃٌ مّن رّیاض الجنّۃ والسّلامُ علیہ عدد معلوماتِ اللہ ومقتضیات رحمتہٖ۔ الاقتفاءُ بآثارِ السّلفِ الصّالحین خیرٌ من غوغاء المرجفین وتقلید اجماع الامّۃ اولٰی من تنقید اھلِ الغمۃ۔ الفت ھذا المکتوب فی ثبوت سماع السّلام لہٗ ﷺ عند قبرہٖ الشریف وضریحہ المنیف بدلائل واضحۃٍ من السّنّۃ واجماع الامّۃ واوردت فیہ تصریحات فقھاء المذاھب الاربعۃ قدماءِ الاسلام والمتأخرون علماء الامصار والمفسّرون یصرحون بأنّ النّبی ﷺ یسمع سلامُ من یسلّم علیہ عند قبرہٖ فقول من ینکر السّماع کذب ومین زیغ ورین بیانہ باطلٌ ولسانہ عاطلٌ تحریرہٗ کاسدٌ وتقریرہٗ فاسدٌ وانھم فی تحقیق المسئلۃ لیسوا فی عیر ولا نفیر۔ من کفر قائل السّماع فکأنّہٗ خرّ من السّماء نکب عن الصّراط وغوٰی۔ اسئل اللہ تعالٰی ان یوفّقنی لما یحب ویرضٰی۔ بیدہٖ مقالید الھدایۃ وھو مالک البدایۃ والنّھایۃ واصلّی علٰی رسولہ الکریم واسلم علٰی نبیّہ الرءوف الرحیم بالمومنین وعلٰی آلہٖ واتباعہ اجمعین۔

سلف صالحین کا احترام اور ان پر اعتماد

ہمارے پاس دینی اور مذہبی ذخیرہ جتنا ہے وہ سارے کا سارا اُسلافِ اُمت کا چھوڑا ہوا ورثہ ہے۔ ہمیں جس طرح ان پر اعتبار و اعتماد کرنا ضروری ہے اس طرح ان کا احترام کرنا بھی مذہب و اعتقاد کا ایک حصہ ہے۔ رافضی اور خارجی کی تعریف یہی ہے کہ ان کو حضور ﷺ کے ساتھیوں اور اُمت کے رہنماؤں پر اعتماد نہیں ہے۔

ارشادِ ربانی: ''وَالَّذِیْنَ جَآءُوْا مِنْۢ بَعْدِهِمْ یَقُوْلُوْنَ رَبَّنَا اغْفِرْ لَنَا وَلِاِخْوَانِنَا الَّذِیْنَ سَبَقُوْنَا بِالْاِیْمَانِ وَلَا تَجْعَلْ فِیْ قُلُوْبِنَا غِلًّا لِّلَّذِیْنَ اٰمَنُوْا رَبَّنَآ اِنَّکَ رَءُوْفٌ رَّحِیْمٌ''

''وہ لوگ جوان کے بعد آئے، وہ دعا کرتے ہیں کہ اے رب ہمارے ان بھائیوں کو بخش جو ہم سے پہلے ایمان لے آئے اور ہمارے دلوں میں ایمان والوں کا بیر نہ رکھ، اے ہمارے رب تو ہی نرمی کرنے والا مہربان ہے''

ہندوستان کے معروف مفسر قرآن حضرت شاہ عبدالقادر رحمۃ اللہ علیہ لکھتے ہیں: یہ آیت سب مسلمانوں کے واسطے ہے جو اگلوں کا حق مانیں اور انہی کے پیچھے چلیں اور ان سے بیر نہ رکھیں۔ (موضح القرآن)

حضرت شاہ ولی اللہ رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: ''ولکن الحق ان جمهور القرن الاوّل افضل من جمهور القرن الثانی ونحو ذٰلک والملة انما تثبت بالنقل والتوارث ولا توارث الا بان یعظم الذین شاهدوا مواقع الوحی وعرفوا تاویله وشاهدوا سیرة النبی صلی اللہ علیہ وسلم ولم یخلطوا معها تعمقا ولا تهاونا ولا ملة اخری'' لیکن یہ بالکل یقینی امر ہے کہ دورِ اوّل کے جمہور مسلمان دورِ ثانی کے جمہور مسلمانوں سے افضل تھے اور اسی طرح افضلیت درجہ بدرجہ ہے اور مذہب کا ثبوت نقل اور توارث سے ہوتا ہے اور توارث اس کے بغیر ناممکن ہے کہ ان لوگوں کی تعظیم کی جائے جنہوں نے وحی اُترنے کی جگہوں کو دیکھا اور اس کا مطلب معلوم کیا اور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی سیرت پاک کا مشاہدہ کیا اور تعمق وسستی کو مخلوط نہیں ہونے دیا اور نہ اس میں کسی دوسرے مذہب کو ملنے دیا۔ (حجۃ اللہ البالغہ ص ۲۱۵ ج ۲ مبحث فی المناقب)

حضرت شاہ ولی اللہ رحمۃ اللہ علیہ کی عبارت ہمیں اپنے اسلاف کی محبت وعظمت کا درس دیتی ہے کہ ان کا احترام بھی ہو اور ان پر اعتماد بھی ہو۔ رموزِ شریعت واسرارِ مذہب کا واقف ان سے زیادہ کوئی بھی نہیں ہوسکتا۔ محققین دورِ حاضر اور منکرین جمہور اُمت نے جس طرح بے دردی سے تیغ تکفیر نیام سے باہر نکالی ہے اور اسلاف کے اعتماد واحترام کو پامال کیا ہے۔ امتِ مرحومہ پر ظلم وزیادتی وناروائی میں اپنی مثال آپ ہے۔ ایسے لوگ جو بھی ستم کاری کریں گے وہ ثواب ان روحوں کو ایصال ہوگا جو ان کی سرپرستی فرمارہے ہیں۔

حدیثِ رسول صلی اللہ علیہ وسلم کا مقام اور ائمہ دین کی حیثیت

تحقیق مسائل کے نام سے جو طریقہ دورِ حاضر کے چند شریفوں نے ایجاد کیا ہے اور محترم سید عنایت اللہ شاہ صاحب ان کی تصدیق وتائید کرتے جارہے ہیں، اکثر عوام کو انکار حدیث اور لادینی کی طرف لے جارہا ہے۔ جب اس گروپ کے بعض واعظ سٹیج پر بعض راویانِ احادیثِ صحاح ستہ اور شارحین حدیث کو ''حرامی'' کہنے سے حیاء وحجاب محسوس نہیں کرتے تو سامعین یہ تاثر لیتے ہیں کہ صحاح ستہ کی کتابوں میں بھی بہت بڑے بددیانت لوگ ایسے روایت کرنے والے موجود ہیں جو من گھڑت باتوں کو حدیثِ رسول صلی اللہ علیہ وسلم کہنے میں خوفِ خدا نہیں رکھتے۔ اس طرح ذخیرۂ حدیث اور راویانِ حدیث پر بدگمانی کا آغاز ہوتا ہے۔ حدیث کا نام سنتے ہی خیال آتا ہے نامعلوم اس کا راوی کون ہے؟

واقعہ: میں ایک مقام پر درسِ قرآن مجید دے رہا تھا، آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم کے معراج کے ذکر میں یہ حدیث آئی۔ آپ فرماتے ہیں کہ میں نے حضرت موسیٰ علیہ السلام کو ان کی قبر اطہر میں نماز پڑھتے دیکھا، تو فوراً ایک صاحب بولے: مولانا! اس حدیث کو کتاب اللہ سے ملاؤ۔ میں نے کہا: خدا تعالیٰ فرماتے ہیں جو کچھ تمہیں رسول اللہ دیں وہ لے لو اور جس سے منع فرمادیں رُک جاؤ اور یہ حدیث صحاح ستہ کی ہے۔ کہنے لگا: حدیث کو قرآن سے اس طرح ملاؤ کہ یہ بات وہاں بھی مذکور ہو۔ میں سمجھ گیا کہ یہ بزرگ ادھر سے آئے ہیں، جہاں ''حسبنا کتاب اللہ فقط'' کا درس

پڑھایا جاتا ہے: ''قال رسول اللہ ﷺ: ترکتُ فیکم اَمَرَین لن تضلّوا ما تمسّکتم بھما، کتاب اللہ وسنۃ رسولہ'' رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: میں تمہارے اندر دو چیزیں چھوڑ کر جا رہا ہوں، جب تک تم ان کو مضبوطی سے پکڑے رکھو گے گمراہ نہ ہوؤ گے۔ایک قرآن مجید، دوسری سنت رسول (ﷺ) (مشکوٰۃ ص۳۱)

''قال رسول اللہ ﷺ: لا الفینّ احدکم متکئًا علی اریکتہٖ یأتیہِ الامر من أمری مِمَا أمرتُ بہ او نھیتُ عنہ فیقول لاأدری ماوجدنا فی کتاب اللہ اتبعناہ'' نبی کریم ﷺ نے فرمایا: میں ایسا نہ پاؤں کہ تم میں سے کسی تکیہ لگا کر بیٹھنے والے کے پاس میرا حکم پہنچے اور وہ یہ کہے کہ جو ہمیں قرآن مجید میں ملے گا اس کی اتباع کریں گے، دوسری کوئی چیز میں نہیں جانتا (یعنی حدیث کا انکار کردے) (مشکوٰۃ ص۲۹)

''والمعنی لا یجوز الاعراض عن حدیثہٖ علیہ الصّلوۃ وَالسَّلام لِأنّ المعرض عنہ معرض عن القرآنِ، قال اللہ تعالٰی: وماآتکم الرّسول فخذوہ ومانھکم عنہ فانتھوا!''

''معنی یہ ہے کہ حدیثِ رسول ﷺ سے اعراض جائز نہیں کیونکہ حدیث کا انکار درحقیقت قرآن مجید کا انکار ہے۔اللہ تعالٰی فرماتے ہیں: جو کچھ تمہیں رسول اللہ دیں اس کو پکڑ لو اور جس چیز سے منع کریں وہ چھوڑ دو۔''

''عن یحیی ابن کثیر قال: کان جبریل علیہ السلام ینزل بالسنّۃ کما ینزّل بالقرآن'' یحییٰ ابن کثیر سے روایت ہے کہ جبریل علیہ السلام سنت کو بطور وحی لے آتے تھے جس طرح قرآن مجید کے ساتھ اُترتے تھے۔

(مرقات ج۱ ص۳۲۶)

محدث کبیر ملا علی القاری رحمہ اللہ اپنے موقف کی شہادت قرآن مجید سے پیش فرماتے ہیں کہ اللہ تعالٰی کے پیغمبر کوئی بات اپنی خواہش سے ظاہر نہیں فرماتے بلکہ ان کا فرمان وحیِ الٰہی ہوتا ہے: ''قال اللہ تعالٰی: وماینطق عن الھوٰی۔اِن ھو اِلّا وحیٌ یُوحٰی'' (مرقاۃ ج۱ ص۴۰)

اللہ تعالٰی فرماتے ہیں: ''میرے پیغمبر اپنی خواہش سے نہیں بولتے، ان کا بیان و حکم وحیِ الٰہی ہوتا ہے۔''

حدیثِ رسول ﷺ قرآن کی شرح ہے اور اس کا منکر قرآن کا منکر ہے۔

''قال الشافعی رحمہ اللہ: کل ما حکم بہ رسول اللہ ﷺ فھو ممّا فھمہ من القرآن'' امام شافعی رحمہ اللہ فرماتے ہیں: ہر وہ حکم جو رسول اللہ ﷺ نے فرمایا ہے وہ آپ نے قرآن مجید سے سمجھ کر ہی فرمایا ہے۔

(مرقاۃ المفاتیح ج۱ ص۲۴۰)

''والمعنی لایجوز الاعراض عن حدیثہٖ ﷺ لِأنّ المعرض عنہ معرض عن القرآن'' حاصل یہ ہے کہ حضور ﷺ کی حدیث سے اعراض کرنا قرآن مجید کے انکار کرنے کے برابر ہے۔ (مرقاۃ ج۱ ص۲۳۶)

اسلامی زندگی بسر کرنے کے لئے اللہ تعالٰی نے ہمارے لئے دو ضابطے متعین فرمائے ہیں۔کتاب اللہ اور سنتِ رسول اللہ۔کسی مسلمان کے لئے قطعاً یہ گنجائش نہیں کہ وہ از خود کسی حدیث کو جھٹلا دے یا کسی آیتِ قرآنی کا انکار کردے۔البتہ جو بات نبی کریم ﷺ کی طرف منسوب کی گئی ہو اور اس کے فرمانِ رسول نہ ہونے میں ائمہ حدیث کا اتفاق ہو، اس پر عمل نہ کرنا یا اس کو حدیث نہ ماننا ہی اچھا ہے۔

درجنوں مسائل ہیں جو حلال و حرام کی حد تک ائمہ دین کے درمیان اختلافی ہیں۔اگر حنفی حنبلیوں کی حدیثوں کو اور شافعی مالکیوں کی روایتوں کو ''جھوٹ'' کہنا شروع کردیتے تو عالم اسلام میں سنتِ رسول ﷺ کا نام

برائے نام رہ جاتا۔ بے شک ہر فریق اپنے موقف کو مضبوط کرنے کے لئے ایک یا ایک سے زیادہ احادیث پیش کرتے ہیں، مگر دوسرے کی حدیثوں کو ''جھوٹ'' یا ''من گھڑت قصہ'' کہنا کسی محدث یا اہلِ علم کی شان ہی نہیں۔ کہاں یہ تنگ بازار ''سفلی زبان'' اور کہاں محدثین کی پُرمغز ''تنقید''۔ اگر اختلافی مسائل میں اَسلافِ اُمت خداترسی و رواداری کا شیوہ اختیار نہ فرماتے تو علماء کرام کی آبرو لُٹ جاتی۔ کتابیں اور تصانیف جلا دی جاتیں۔ مذہب اور اہل مذہب مٹ جاتے۔ پھر مذہب و مسلک ایک تماشا ہوتا۔ بے شک ایک محتاط طریقہ سے ائمہ حدیث نے بعض راویوں اور الفاظِ روایات پر جرح فرمائی ہے اور اس فن میں کتابیں بھی تالیف کی ہیں۔ مگر محققین نے ''جرح و توثیق'' کے لئے ضابطے وضع فرمائے ہیں۔ عجب ہے کہ جس حدیث کو ائمہ اسلام نے تسلیم کرلیا ہے اور پوری اُمت بھی بلاچوں و چرا اس کے مفہوم سے متفق ہے، اس کے برعکس بلکہ جمہور اُمت کے خلاف ایک فرقے کی بنیاد رکھنے کا کیا مطلب؟ جس دور میں کسی شخص کو قرآن و حدیث سے جو سمجھ آئے، اگر وہ ایک مسئلے کا ''موجد'' اور ایک فرقے کا رہنما بنتا جائے تو ''مجتہد اور مبتدع''، ''قذاق اور پیشواء''، ''صاحب فراست اور ابلہ فریب'' میں کون فرق کر سکے گا؟ اور آئے دن اس قسم کے فتنہ پاش مجددا ور مفتیوں کی لکد کوب اور ریشہ دوانیوں سے اُمت مرحومہ کو کون محفوظ رکھ سکے گا؟ جب تک یہ یقین نہ ہو کہ قرآن مجید کی شرح حدیثِ رسول ﷺ سے اور سنتِ رسول ﷺ کی شرح اقوالِ ائمہ کرام سے پایۂ تکمیل تک پہنچ گئی ہے۔

ائمہ دین کے اقوال حدیثِ نبوی ﷺ کی شرح ہیں

''قال الامام الشافعی رحمہ اللہ جمیع ما تقوله الائمة شرح للسنّة، وجمیع السنّة شرح للقرآن''

''امام شافعی رحمہ اللہ فرماتے ہیں (درباره مسائل) ائمہ دین نے جو کچھ فرمایا ہے وہ سنتِ رسول ﷺ کی شرح ہے، اور ساری حدیث قرآن مجید کی شرح ہے۔'' (مرقاۃ ج۱ ص ۲۴۰)

''قال الطیبی و فیه اشار بانّ من خالف السنّة و ان کان فی الظاهر مزینًا مطیبًا مکرمًا عند الناس فهو فی الحقیقة نحس اخس من الکلب'' علامہ طیبی رحمہ اللہ فرماتے ہیں اس حدیث میں اشارہ ہے کہ جو شخص حدیث کی مخالفت کرتا ہے، اگرچہ وہ بظاہر بڑی عزت کا مالک ہو مگر حقیقت میں وہ ناپاک اور کتے سے بھی زیادہ ذلیل ہے۔

(مرقاۃ ج۱ ص ۴۷)

ہر مسلمان کے لئے رسول ﷺ، صحابہؓ اور ائمۃ المسلمین کا عمل حجت ہے

''قال اسحاق ابن ابراهیم الفقیه وممّا لم یزل من شان من حج المرور بالمدینة والقصد إلی الصلوة فی مسجد رسولِ الله ﷺ والتبرّک برویة روضته ومنبره وقبره ومجلسه وملامس یده وموطی قدمیه والعمود الذی یستند إلیه وینزل جبریل بالوحی فیه علیه ومن عمده وقصده من الصحابة وائمة المسلمین والاعتبار بذلک کلّه'' اسحاق فقیہ فرماتے ہیں ہمیشہ یہی طریق رہا کہ جو شخص حج بیت اللہ کرتا تھا وہ مدینہ طیبہ بھی جاتا تھا۔ اس لئے کہ مسجدِ نبوی ﷺ میں نماز پڑھے گا، روضۂ پاک، منبرِ نبوی ﷺ اور قبر مبارک کی زیارت کرے گا، جہاں آپ ﷺ بیٹھتے، ہاتھ لگاتے اور چلتے پھرتے تھے۔ نیز وہ جگہ دیکھے گا جس لکڑی سے

آپ ﷺ تکیہ لگاتے اور جس مقام میں وحی نازل ہوتی۔ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم اور ائمۃ المسلمین نے جو کچھ کیا، معتبر وہی ہے۔ (الشفاء عن الاوفاء ص ۱۰۱)

''فلا ینبغی لِاحدٍ ان یخرج عمّا مضت به السّنة وجاء ت به الشریعة ودلّ علیه الکتاب والسّنة وکان علیه سلف الامة وما علمه قال به وما لم یعلم امسک عنه'' مسلمان آدمی کو یہ لائق نہیں کہ اس طریقہ سے نکل جائے جو سنت وشریعت سے ثابت ہے۔ کتاب وسنت اس پر دلالت کرتی ہے اور اسلافِ اُمت اس پر چلتے تھے، آدمی جو کچھ جانتا ہے کہہ دے ورنہ خاموش ہی رہے۔ (الرسائل والمسائل للامام ابن تیمیہ ؒ ج ۱ ص ۱۶)

تفسیر بالرأی حرام اور خارجیوں کا طریقہ ہے

(۱) قرآن مجید کے پہلے مفسر حضرت محمد مصطفیٰ ﷺ ہیں جو ہمارے نبی اور ہادی ہیں۔ آنحضرت ﷺ کے بعد مفسرین کرام کا پہلا طبقہ خلفائے راشدین رضوان اللہ علیہم اجمعین ہیں۔

(۲) دوسرا طبقہ اصحابِ مجتہدین حضرت عبداللہ ابن مسعود اور حَبرالامۃ حضرت عبداللہ ابن عباس رضی اللہ عنہما وغیرہما ہیں جنہوں نے بلا واسطہ تفسیر قرآن پاک نبی کریم ﷺ سے حاصل کی۔

(۳) تیسرا طبقہ شاگردانِ صحابہؓ ''تابعین'' حضرات ہیں۔ جو ایک واسطہ سے پیغمبر اسلام ﷺ کے شاگرد ہیں۔ مثلاً حضرت مجاہدؒ، سعید بن جبیرؒ، عکرمہ مولیٰ ابن عباس، عطا ابن ابی رباح، حسن بصری، مسروق ابن الاجدع، سعید ابن المسیب، ابوالعالیہ، ربیع بن انس، قتادہ، ضحاک ابن مزاحم وغیرہم (رحمہم اللہ)۔ بالآخر مفسرین کرام کے نو طبقات ہیں۔ ان بزرگوں کی تفاسیر وتشریحات میں یہ کہیں نظر نہیں آیا کہ ''سماع'' کے قائل مشرک وکافر ہیں۔ مگر ''تشدد گروپ'' کا ہر فرد یہ کہتا ہے کہ سماعِ موتیٰ خصوصاً ''سماعِ سلام'' انبیاء علیہم السلام عندالقبر کا قائل ازروئے قرآن کافر ہے۔ مفسرین کا یہ دسواں طبقہ جو اپنی رائے سے مطالبِ قرآن کی تشریح کرتا ہے، یہ تفسیر بالرأی حرام مطلق اور فعل خبیث ہے۔ خارجیوں نے وہ تمام قرآنی آیات جو غیراللہ کی پرستش کرنے والوں کے خلاف اُتری تھیں کو اپنی تاویل اور تفسیر بالرأی سے مسلمانوں کے خلاف استعمال کیا اور ان کو کافر بنایا۔ شیخ احمد بن زینی دحلان مکی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: ''اذ علمت هذا تعلم ان جمیع الأیات المتقدم ذکرها وما مثلها من الأیات خاص بالکفار المشرکین لا یدخل فیها احد من المومنین لِأنّهم لا یعتقدون ألوهیة غیر الله تعالٰی ولا یعتقدون استحقاق العبادة لغیره تعالٰی وقد تقدم حدیث البخاری عن ابن عمر رضی الله عنه فی الخوارج انّهم انطلقوا إلٰی أیات نزلت فی الکفار فحملوها علی المومنین'' جب وہ معلوم ہوگیا تو یہ بھی سمجھو کہ تمام وہ آیات جن کا پہلے ذکر ہوا اور ان جیسی اور بھی یہ سب کی سب کافروں کے ساتھ خاص ہیں۔ مسلمان ان میں قطعاً داخل ہی نہیں، کیونکہ وہ تو غیراللہ کی الوہیت کے بالکل قائل نہیں اور نہ کسی کو مستحق عبادت سمجھتے ہیں۔ حضرت عبداللہ ابن عمر رضی اللہ عنہ سے خارجیوں کے خلاف بخاری شریف میں جو روایت درج ہے اس کا مفہوم یہی ہے کہ خارجیوں نے تمام وہ آیتیں جو کافروں کے خلاف اُتری تھیں مسلمانوں کے خلاف استعمال کیں اور ان کو کافر کہا۔ (خلاصۃ الکلام ج ۲ ص ۲۴۰)

خلاصہ یہ کہ اپنی رائے ذاتی، اور ذاتی تفسیر سے کسی مسلمان کو کافر کہنا خارجیوں کا طریقہ ہے جو تمام مسلمانوں کے نزدیک بدترین فرقہ ہے۔ جنہوں نے توحید کا لبادہ پہن کر مسلمانوں کو کافر کہا۔

صرف اپنی عقل سے فرمانِ رسول ﷺ کو رَد کرنا گناہ عظیم ہے

''تشدد گروپ'' اور ان کے سرپرستوں کا یہ فتویٰ کہ جو شخص ''سماع السلام عندالقبر'' کا قائل ہے، وہ کافر اور ابوجہل کا ٹبر (خاندان) ہے، یہ محض ان کے ذہن کی اختراع ہے۔ جس کا سلسلہ نسب کوئی نہیں ہے۔ مگر اتباع خوارج میں یہ لوگ اس کو تفسیر قرآن کہتے ہیں۔

محترم شاہ صاحب فرماتے ہیں کہ جو بزرگ ''سماع سلام عندالقبر'' کے قائل ہیں ان کے اقوال پیش نہ کئے جائیں۔ ادھر فرماتے ہیں کہ: ''سماع'' کے قائل ابوجہل کا ٹبر (خاندان) ہیں۔ دو صورتوں میں سے ایک ضرور ہوگی یا ابوجہل بزرگوں کی صف میں شامل ہو جائے گا۔ کیونکہ وہ بقول محترم شاہ صاحب ''سماع کا قائل'' تھا یا بزرگانِ دین ابوجہل کے ساتھ مل جائیں گے۔ کیونکہ وہ بھی ''سماع سلام عندالقبر'' کے قائل ہیں۔ کوئی مخبوط الحواس یہ بے ربطی مارتا تو کچھ تعجب نہیں تھا، مگر ایک اہلِ علم، خطیب اور آزمودہ کار شخص سے ایسی حرکت کا صادر ہونا باعث حیرت و تعجب ہے۔

امام ابواسحاق شاطبی رحمۃ اللہ علیہ نے اپنی معروف کتاب میں فرمایا ہے: ''وذهبت طائفة إلى نفي اخبار الأحاد جملة والاقتصار على ما استحسنه عقولهم في فهم القرآن حتى أباحوا الخمر بقوله ''ليس على الذين آمنوا وعملوا الصّٰلحٰت جناح فيما طعموا'' (الاٰية) ففي هؤلاء وامثالهم قال رسول الله ﷺ ''لا الفينّ احدكم متكئا على اريكته ياتيه الامر من امري مِمّا امرت به او نهيتُ عنه فيقول لا أدري ما وجدنا في كتاب الله اتبعناه'' وهذا وعيد شديد تضمنته النهي لاحق بمن ارتكب رد السّنة'' ایک فرقہ ایسا بھی ہے جو خبر واحد کو نہیں مانتا اور قرآن کو سمجھنے میں اپنے عقل کا فیصلہ اچھا سمجھتے ہیں۔ حتیٰ کہ قرآن پاک کی اس آیت سے شراب کا استعمال جائز کرتے ہیں۔ (ليس على الذين۔ الاٰية) ایسے لوگوں کے بارے میں پیغمبر علیہ السلام نے فرمایا ہے کہ میں تمہیں ایسا نہ پاؤں کہ تم تکیے لگا کر بیٹھ جاؤ اور میرے امر و نہی کی حدیثوں کو رَد کرتے جاؤ، اور یہ کہو کہ جو کچھ کتاب اللہ میں ملے گا ہم اس کی اتباع کریں گے۔'' یہ حدیث سنت کو رَد کرنے والوں کے خلاف وعید شدید بیان کرتی ہے۔
(الاعتصام ج۱ ص۱۴۵)

منہ زور اور تارک جماعت انسان گمراہ ہے

کافر سازی کا کاروبار کرنے والے ہمارے معاصر یہ نہیں بتا سکتے کہ وہ ''اہلسنت والجماعت'' کے کس فرقے سے متعلق ہیں۔ کیونکہ مسلمانوں میں روئے زمین پر کوئی ایسا اہلِ علم نہیں ملے گا جو اس قسم کی فتویٰ بازی و کافر سازی کا کاروبار کر گیا ہو۔ فروعی مسائل میں اختلاف کی وجہ سے ''اہلسنت والجماعت'' کے چار گروہ ہیں اور چاروں ہی برحق ہیں۔

ائمہ اربعہ برحق ہیں

کتاب و سنت کے حامی اور دینِ حق کے مساعی ہیں مالکی، حنفی، حنبلی اور شافعی۔ چاروں ائمہ دین اور تمام مسالک کے فقہاء کرام اور مجتہدین میں سے کوئی ایسا نہیں ملے گا جس نے ''صلوٰۃ و سلام'' بر روضۂ رسول ﷺ پڑھنے کا انکار کیا ہو یا سماع صلوٰۃ و سلام عندالقبر کے قائل کو کافر بتایا یا سماع کی نفی کی ہو۔

صوفیاء کرام کے بھی چاروں سلسلے برحق ہیں

فقہاء کرام کی طرح ذاکرین اور صوفیاء حضرات کے بھی چار فرقے ہیں۔ وظاف واوراد کی ترتیب میں باہم مختلف العمل ہونے کے باوجود چاروں برحق روحانی پیشواء ہیں۔ نقشبندی، قادری، چشتی اور سہروردی۔ مثلاً حضرت جیلانی سید عبدالقادر رحمۃ اللہ علیہ کے متوسلین قادری اور خواجہ معین الدین رحمۃ اللہ علیہ کے ''چشتی''، خطیب توحید اور داعی سنت، مجدد الف ثانی یہ حضرت امام احمد سرہندی نوّر اللہ مرقدہٗ کے ''نقشبندی'' اور شیخ المشائخ شہاب الدین رحمۃ اللہ علیہ کے ''سہروردی'' یہ اَسلاف یا ان کا کوئی متوسل و مرید، صوفی، درویش اور عالمِ دین یہ نہیں کہتا اور لکھتا کہ ''صلوٰۃ وسلام'' برمزار خیر الانام ﷺ پڑھنا منع ہے یا ''عقیدۂ سماع'' کفر ہے۔

متکلمین کے دو طبقات

اس طرح متکلمین فقہاء میں دو طبقے ہیں۔ ''ماتریدی'' یا ''اشعری'' منکرینِ اسلام کو ہمت ہے تو کوئی ''ماتریدی'' متکلم یا ''اشعری'' عالم ایسا بتائیں جس نے ایسا فتویٰ جاری کیا ہو۔ ''ظاہری فرقہ'' جو داؤد ظاہری کی تحقیقات کے تابع ہیں اور ''غیر مقلدین'' اہلِ حدیث جو استخراج مسائل میں کسی فقیہ اور امام مجتہد کی تقلید کو پسند نہیں کرتے۔ ہر دونوں اہلِ سنت والجماعت سے خارج نہیں ہیں۔ ان میں بھی کوئی اہلِ علم ایسا نہیں ہے جو صلوٰۃ وسلام بر روضۂ رسول ﷺ پڑھنے کا انکار کرے، یا قائلِ سماع کو کافر بتائے۔

سرزمینِ ہند میں شاہ ولی اللہؒ اور آپ کا خانوادہ پھر علماء دیوبند (جنہوں نے انگریز سرکار کے معتوب ہونے کے باوجود عرب وعجم کو زانوئے تلمذ لگانے پر مجبور کر دیا) ان میں سے ایک بھی ان مذہبی قذاقوں کا ساتھ نہیں دیتا جو اپنے آپ پر سُنّی، حنفی اور دیوبندی لباس تن آرائی دکھا کر دیانتِ مذہبی اور غیرتِ ملی کا استحصال کر رہے ہیں۔ ایسے مصنوعی موحد اور جعلی محقق ایک لاکھ بھی مل جائیں تو امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ جیسے فقیہ و مجتہد کی غبارِ قدم کو بھی نہیں چھو سکتے۔

''مَنْ یُّشَاقِقِ الرَّسُوْلَ مِنْ ۢ بَعْدِ مَا تَبَیَّنَ لَهُ الْهُدٰی وَیَتَّبِعْ غَیْرَ سَبِیْلِ الْمُؤْمِنِیْنَ نُوَلِّهٖ مَا تَوَلّٰی وَنُصْلِهٖ جَهَنَّمَ وَسَآءَتْ مَصِیْرًا'' جو شخص ہدایت واضح ہونے کے باوجود اللہ و رسول ﷺ کے حکم کی مخالفت کرتا ہے اور مسلمانوں کی راہ کے خلاف کوئی راستہ اختیار کرتا ہے تو ہم اس کو اس کے حال پر چھوڑ دیتے ہیں اور جہنم جیسے بُرے مقام میں داخل کریں گے۔

قال رسول اللہ ﷺ: ''من احدث فی امرنا ھذا ما لیس منہ فھو رَدٌ، متفق علیہ'' رسول اکرم ﷺ نے فرمایا: ''جو شخص ہمارے اس دین میں نئی بات ظاہر کرے گا، جو اصل دین میں نہیں، وہ مردود ہے۔'' (مشکوٰۃ ص ۲۷)

''قال القاضی المعنی من احدث فی الاسلام رایا لم یکن لہ من الکتاب و السنۃ سند ظاھر او خفی ملفوظ او مستنبط فھو مردود علیہ'' قاضی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: اس کا مطلب یہ ہے کہ جو شخص ایسی بات کرے کہ قرآن وحدیث سے جس کی سند ظاہر نہ ہو اور اس کا اجتہاد و استنباط بھی نہ کیا گیا ہو، وہ مردود ہے۔'' (مرقاۃ: ج ا ص ۲۱۵)

''فانّ الدین اتباع آثار الآیاتِ والاخبارِ و استنباط الاحکام'' دین یہ ہے کہ قرآن وحدیث کا اتباع کرے اور ان احکام کی اتباع کرے جو قرآن وسنت سے استنباط ہو چکے ہیں۔ (مرقاۃ المفاتیح ج ا ص ۲۱۵)

کوئی ان شریفوں کو سمجھائے کہ اس کاروبار کے آغاز سے اگر آپ لوگوں کا مقصد اُمت کو سہولت پہنچانا ہے تو یہ سہولت آئمہ دین مجتہدین پہلے میسر کر چکے ہیں۔ اس وقت اجتہاد و استنباط کی ضرورت باقی نہیں ہے اور اگر مقصد یہ ہے کہ اُمت میں ایک فرقہ مزید وجود پذیر ہو جائے تو یہ بھی اس لئے ٹھیک نہیں کہ اس سے پہلے اُمت کئی طبقوں میں تقسیم ہو چکی ہے اور الحمدللہ اختلاف و تقسیم کے باوجود وہ ایک دوسرے کو کافر نہیں کہتے۔ اب ایسے فرقہ کی بنیاد ڈالنے جس کا وجود اُمت کو کافر بنائے بغیر قائم ہی نہیں رہ سکتا کی کیا ضرورت ہے؟ دینِ حق کے نام پر دین داروں میں تفریق پھیلانا اور اُمت کے حق پرست سوادِ اعظم کی اتباع و تقلید سے گریز کرنا کھلی گمراہی ہے۔

جن لوگوں کو اللہ پاک نے دینِ حق کی خدمت کے لئے چُن لیا ہے، ان کے خلاف محاذ آرائی کرنا باطل پرستوں کو کمک پہنچانے کے مترادف ہے۔ اگر آج ہم ان کی اس تحقیق اور انکشاف کے قائل ہو جائیں تو گویا ہم یہ ثابت کر کے دکھائیں گے کہ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم، آئمہ دین اور سلف صالحین کے عقول عالی اس تحقیق کے ادراک سے محروم رہ گئے یا یہ کہ جو عقیدہ ان کا تھا وہ دراصل آیاتِ قرآنی اور احادیثِ نبوی صلی اللہ علیہ وسلم کے مخالف تھا ۔

خطا بر بزرگاں گرفتن خطا است

''قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم: لا یجتمع اُمتی علی الضلالۃ و ید اللہ علی الجماعۃ و من شذ شذ فی النار''

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''میری اُمت کبھی گمراہی پر جمع نہیں ہوگی، اللہ تعالیٰ کا ہاتھ جماعت پر ہے، جو علیحدہ ہو گیا وہ جہنم میں جائے گا۔ (مشکوٰۃ ص ۳۰)

''قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم: اتبعوا السواد الاعظم فانہ من شذ شذ فی النار'' آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''سوادِ اعظم یعنی بڑی جماعت کی اتباع کرو، جو شخص علیحدہ ہوگا جہنم میں جائے گا۔ (ترمذی، ابن ماجہ، مشکوٰۃ ص ۳۰)

اب دیکھنا یہ ہے کہ: ''سوادِ اعظم'' جس کی اتباع و تقلید لازم ہے وہ کیا ہے؟ اور اس کی اتباع کس چیز میں ضروری ہے؟ اور اجماعِ اُمت سے مراد کون ہیں؟ عرب و عجم کے معروف محدث و فقیہ حضرت مولانا علی القاری رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: ''الجماعۃ اھل العلم و الفقہ الذین اجتمعوا علی اتباع آثارہ علیہ الصلوٰۃ و السلام فی النقیر و القطمیر و لم یبتدعوا ابالتحریف و التغییر السواد الاعظم یعبر بہ عن الجماعۃ الکثیرۃ و المراد ما علیہ اکثر المسلمین فالحدیث یدلّ علی ان اجماع المسلمین حق و المراد اجماع العلماء و لا عدۃ باجماع العوام'' جماعت سے مراد اہلِ علم و فقہ ہیں۔ جنہوں نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی احادیث کا اتباع کیا اور فرمانِ رسول صلی اللہ علیہ وسلم کا مطلب و مفہوم نہیں بدلا۔ ''سوادِ اعظم'' مسلمانوں کی بڑی جماعت کا نام ہے۔ پس حدیث سے ثابت ہوتا ہے کہ مسلمانوں کا اجماع حق ہے اور اجماع سے مراد علماء کرام کا اتفاق ہے، عوام مراد ہی نہیں۔ (مرقاۃ ج ۱ ص ۲۴۹ خلاصہ)

تشدد گروپ کا مغالطہ اور فریب کاری

''کافرساز'' فرقہ کے خطیب انکارِ سماع کے بارے میں فریب کاری سے کام لیتے ہیں۔ عوام یہ تاثر لیتے ہیں کہ سماع کا قائل ہونے سے قرآن کے ایک حصے کا انکار لازم آتا ہے۔

(۱) پہلا فریب: وہ یہ کہتے ہیں قرآن مجید میں ساٹھ آیات ہیں جو سماع صلوٰۃ وسلام عندالقبر کی تردید کرتی ہیں اور چھ سو احادیث ہیں جو انکارِ سماع بیان کرتی ہیں[1]۔

جواب یہ ہے کہ قرآن مجید کی ایک آیت یا ایک حدیث بھی ایسی نہیں، جو نبی کریم ﷺ کے سماع صلوٰۃ وسلام کی نفی میں ناطق ہو۔ وہ آیات اور احادیث کہاں ہیں جن کو حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے دیکھا نہ حضرت عبداللہ ابن عمر رضی اللہ عنہما نے، نہ امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ کو نظر آیا نہ حضرت امام احمد بن حنبل رحمۃ اللہ علیہ اور باقی سلف صالحین کو؟ ہم تو حضور ﷺ کے سماع کے ثبوت میں دو حدیثیں ایسی پیش کرتے ہیں جو صاف بیان کرتی ہیں کہ حضور ﷺ سنتے ہیں۔ اگر ہمت ہے تو متواتر اور مشہور حدیث نہ سہی کوئی خبر واحد ہی پیش کردیں جس میں صاف اور کھلے لفظوں میں یہ ہو کہ آنجناب ﷺ نہ عبدالقبر صلوٰۃ وسلام سنتے ہیں اور نہ جواب دیتے ہیں۔ ہماری بات اہلِ علم اور دانش مند آدمی سے ہے، اِن پھکڑ قسم کے لیکچراروں سے نہیں جو نہ صرف علم وادب سے بے بہرہ ہیں بلکہ اپنے کام و دہن میں شریفوں جیسی زبان بھی نہیں رکھتے۔

(۲) دوسرا فریب: ''اصحاب کہف'' کے قصہ اور حضرت عزیر علیہ السلام کے واقعہ کو بیان کرتے ہوئے یہ مغالطہ دیتے ہیں کہ اصحاب کہف اور حضرت عزیر علیہ السلام دنیا والوں کی باتیں سنتے تو یقیناً وہ اپنے متعلق یہ بیان کرتے کہ ہم سنتے تھے۔

جواب یہ ہے کہ متنازعہ فیہ بات تو صرف یہ ہے کہ حضور ﷺ بعد الوفات اپنی قبر شریف کے پاس سے پڑھا ہوا درود شریف وسلام سنتے ہیں یا نہیں؟ نہ عام مُردوں کی بات ہے اور نہ عام سماع کی بحث ہے۔ کیا اصحاب کہف اور حضرت عزیر علیہ السلام سے کسی نے یہ پوچھا تھا کہ آپ سلام یا درود وسلام سنتے تھے یا نہیں؟

ہم حقیقی موت کے بعد کی بات کرتے ہیں، وہ خوارقِ عادات والی بات بتاتے ہیں۔ ہم صاحبِ قبر خاتم الانبیاء ﷺ کی بات کرتے ہیں وہ میدانوں میں سوئے ہوئے حضرات کی کہانی سناتے ہیں۔ کہاں وہ اور کہاں یہ!

(۳) تیسرا فریب: قرآن مجید کی وہ آیات جن میں موجوداتِ عالم کی موت وفنا کا ذکر ہے، یہ لوگ اُن آیات کو نفیِ سماع میں پیش کرتے ہیں۔

إِنَّکَ مَیِّتٌ وَإِنَّهُمْ مَیِّتُوْنَ... کُلُّ نَفْسٍ ذَآئِقَةُ الْمَوْتِ... کُلُّ مَنْ عَلَیْهَا فَانٍ... اَللّٰهُ یَتَوَفَّی الْاَنْفُسَ حِیْنَ مَوْتِهَا... ثُمَّ یُمِیْتُکُمْ ثُمَّ یُحْیِیْکُمْ ثُمَّ إِلَیْهِ تُرْجَعُوْنَ... مَا دَلَّ عَلٰی مَوْتِهٖ إِلَّا دَآبَّةُ الْاَرْضِ تَاْکُلُ مِنْسَاَتَهٗ... وَمَا مُحَمَّدٌ إِلَّا رَسُوْلٌ قَدْ خَلَتْ مِنْ قَبْلِهِ الرُّسُلُ...

اور حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کا خطبہ جو حضور ﷺ کی وفات پر پڑھا تھا: ''مَنْ کَانَ یَعْبُدُ مُحَمَّدًا فَإِنَّ مُحَمَّدًا قَدْ مَاتَ''

موت کا معنی ''روح کا وجودِ عنصری سے جدا ہونا'' بیان کرکے یہ تاثر دیتے ہیں کہ موت جب ہر عضوِ بدن کو معطل کردیتی ہے تو ''کان'' جو ایک عضو ہیں وہ سماع سے معطل کیوں نہیں ہوتے؟

[1] آج کل تعداد میں اضافہ ہو چکا ہے۔ ایک سو آیات اور سولہ سو احادیث۔ راجن پور کے مناظرہ میں مولانا محمد امین اوکاڑوی رحمۃ اللہ علیہ نے چتروڑ گڑھی سے فرمایا تھا کہ مجھے ننانوے آیات اور پندرہ سو ننانوے (۱۵۹۹) احادیث معاف کرتا ہوں، صرف ایک آیت اور ایک حدیث سنا دے جس میں یہ ہو کہ رحمتِ دو عالم ﷺ اپنی مزار پرانوار میں درود وسلام نہیں سنتے۔

(۱)...... جواب یہ ہے کہ موت کے بعد کے واقعات و حالات ایک دوسرے عالم میں ہیں جو ہماری نظروں سے اوجھل ہے۔ جس طرح آنحضرت ﷺ کے فرمان سے اس عالم کی دوسری باتوں کو ہم نے ایمان بالغیب سے تسلیم کیا، سماع کو بھی اسی طرح مانیں گے۔

(۲)...... مذکورہ آیات میں ''موت'' کا ذکر ہے۔ صلوٰۃ وسلام کے سماع کی نفی نہیں ہے ؎

من چہ گویم طنبورہ من چہ سراید

حضور ﷺ کی حدیث صریح کے مقابلہ میں موت کا معنی اور عقلی استحالے کیا وزن رکھتے ہیں؟ ادھر اُدھر ہاتھ پیر مارنے کی بجائے صریح آیت قرآنی یا ایک حدیث پیش کریں کہ آنحضرت ﷺ صلوٰۃ وسلام نہیں سنتے۔ مخلوق کی موت وفنا اور خالق موجودات کا دوام وبقا کس عقلمند انسان سے مخفی ہے۔

ملا علی قاری رحمہ اللہ کا ارشاد ہے: ''فامر الروح واحوال البرزخ والاٰخرة علی خوارق العادات فلا یشکل شیء منها علی المومنین بالاٰیات'' روح برزخ اور آخرت کے حالات تمام خلاف عادت ہیں مومن آدمی کو کسی چیز کا سمجھنا مشکل نہیں۔ (یعنی اس کا ایمان بالغیب ہے) (مرقاۃ ج ۴ ص ۲۰۰)

فرمان رسول ﷺ کے مقابلہ میں خود سمجھی تفسیر اور عقلی استحالے پیش کرنا احکام شریعت سے مسخرہ کرنے کے مترادف ہے۔ عالم غیب کی چیزوں کو عالم شہود و اسباب کی چیزوں پر قیاس کرنا قرین عقل و قیاس نہیں ہے۔ دلائل سمعیہ و شواہد شرعیہ سے ضد نہیں ٹوٹتی تو مر کر دیکھ لیں یقین ہو جائے گا۔

(۴) چوتھا فریب: صلوٰۃ وسلام کے سماع کی نفی کے بارے میں منکرینِ سماع چند وہ آیات پیش کرتے ہیں جن میں میت کے سماع کی صریحاً نفی ہے۔ تاثر یہ دیتے ہیں کہ ''سماع'' کا قائل منکر قرآن اور کافر ہے۔ آیات درج ذیل ہیں: ''اِنَّکَ لَا تُسْمِعُ الْمَوْتٰی... وَمَآ اَنْتَ بِمُسْمِعٍ مَّنْ فِی الْقُبُوْرِ... وَمَنْ اَضَلُّ مِمَّنْ یَّدْعُوْا مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ مَنْ لَّا یَسْتَجِیْبُ لَهٗ اِلٰی یَوْمِ الْقِیٰمَةِ وَهُمْ عَنْ دُعَآئِهِمْ غٰفِلُوْنَ... اِنْ تَدْعُوْهُمْ لَا یَسْمَعُوْا دُعَآءَکُمْ وَلَوْ سَمِعُوْا مَا اسْتَجَابُوْا لَکُمْ...''

ان آیات سے واضح ہوتا ہے کہ میت کچھ نہیں سنتی اور چونکہ حضور ﷺ بھی میت ہیں، لہٰذا ان کا بھی ''سلام عند القبر'' سننا یا جواب دینا قرآن مجید کے خلاف ہے۔

نداء و خطابِ میت میں فرق

جواب یہ ہے کہ نداء میت اور خطاب میت دو الگ الگ صورتیں ہیں۔ نداء میت یہ ہے کہ کسی مردے کو حاجت روا سمجھ کر دور یا قریب سے پکارا جائے۔ یہ شرعاً ممنوع ہے، اس لئے کہ ساری مخلوق کا مشکل کشا صرف ایک ہے جو سارے جہاں کا مالک ہے۔

دوسرا کوئی بھی ہو ہر کسی کی نہیں سنتا اور نہ جانتا ہے۔ خواہ نبی ہو یا عام میت ہو۔ جن آیات میں یہ فرمایا گیا ہے کہ وہ تمہاری پکاروں کو نہیں سنتے، وہاں نداء میت مراد ہے۔ تمام مفسرین کا اتفاق ہے کہ اس سے مراد وہی پکار ہے جس میں کسی میت کو حاجت روا مشکل کشا سمجھ کر پکارا جائے۔

خطاب میت کی صورت وہی ہے جو حضور ﷺ نے تلقین فرمائی کہ جب کسی میت کی قبر کے پاس سے گزرو تو مخاطب بسلام ہوکر "السلام علیکم یا اھل القبور" کہا کرو۔ تشدد گروپ کے بقول اگر حضور علیہ السلام عند القبر سلام نہیں سنتے اور یہ عقیدہ بھی شرک ہے تو حضرت امام شافعی رحمہ اللہ اور امام احمد بن حنبل رحمہ اللہ کی آنکھوں پر کس نے پٹی باندھ دی جو تمام شوافع اور اکثر حنابلہ عام موتی کے سماع کے قائل ہو گئے اور پوری اُمت حضور ﷺ کے سماع سلام عند القبر کی قائل ہوئی؟ میت سے مانگنا اور موتی کا ہر بات سننا واقعی قرآن سے ثابت نہیں۔ مگر میت کے لئے اللہ تعالیٰ سے کچھ مانگنا اور موتی کو مخاطب بسلام ہونا تو سنتِ رسول ﷺ اور سیرتِ خلفاء راشدین رضی اللہ عنہم ہے۔ تمام باتیں کسی کی ازروئے قرآن حضور ﷺ بھی نہیں سنتے ...... اور نہ آپ کی پکار جائز ہے۔ مگر یہاں تو قصہ ہی سلام پڑھنے اور سننے کا ہے۔ کہاں میت کی پکار جو عاداتِ مشرکین ہے اور کہاں خطاب بسلام جو طریقۂ سلف صالحین ہے۔ آیاتِ قرآنی کا عموم مسلم، کہ حضور ﷺ ہر بات نہیں سنتے، نہ دور سے نہ قریب سے۔ لیکن احادیثِ نبویہ کا خصوص بھی تسلیم کرنا ضروری ہے کہ صلوٰۃ وسلام عند القبر سنتے ہیں۔ منکر کو حوصلہ ہے تو ایک حدیث تلاش کرلائے یا امام مجتہد کا قول یا کسی مفسر کا بیان جس نے آیات مذکورہ کی تفسیر میں صلوٰۃ وسلام کے سماع کی نفی کا قول فرمایا ہو۔ چودہ سو سال میں ایک مفسر بھی ان کی تفسیر بالرأی کا مصدق نہیں ملے گا۔

سماعِ صلوٰۃ وسلام اجماعی عقیدہ ہے

قرآن مجید میں ہے: "آپ مُردوں کو نہیں سنا سکتے مگر اللہ تعالیٰ جس کو چاہے سنا دیتا ہے"...... ہم بھی یہی کہتے ہیں کہ سننا سنانا ہمارے بس کی بات نہیں۔ اللہ تعالیٰ ہی آنحضرت ﷺ کی روح مبارک کو متوجہ فرماتے ہیں، جب آپ درود وسلام سنتے ہیں۔ اگر ان لوگوں سے کسی مفسر کا بیان وقول مانگو تو کہتے ہیں ہماری ذاتی تحقیق ہے۔ متفقہ اور اجماعی عقائد کے برخلاف اپنی ذاتی تحقیق نے غلام احمد قادیانی کو ڈبویا، غلام احمد پرویز کو رُسوائے ملت کیا، سرسید کو نیچریت کی طرف لے گئی اور ہندوستانی علماءِ سوء کو فرنگی کا غلام بنا کے چھوڑا۔ القصہ! عام موتی کا سماع مختلف فیہ ہے مگر حضور ﷺ کا صلوٰۃ وسلام کو سماع فرمانا اُمت کا اجماعی فیصلہ ہے۔

اس طرح قرآن وحدیث دونوں کا حق محفوظ ہو جاتا ہے کہ قرآن عام سماع کی تردید کرتا ہے اور حدیث سے مخصوص سماع ثابت ہوتا ہے۔ حدیث شریف کو محض اپنی ذات سے رد کر دینا اور قائلِ سماع کو کافر کہنا فریب کاری ہے۔

منکرینِ سماع کا پانچواں فریب

(۵) پانچواں فریب: "تشدد گروپ" کے "فریب نواز" عوام کو ایک اور چکر دیتے ہیں وہ یہ کہ اگر حضور ﷺ کے لئے عند القبر سماع صلوٰۃ وسلام مان لیا جائے تو زندگی اور موت کا فرق نہیں رہے گا۔ حالانکہ اللہ تعالیٰ قرآن پاک میں فرماتے ہیں: "وَمَا يَسْتَوِي الْأَعْمٰى وَالْبَصِيرُ وَلَا الظُّلُمٰتُ وَلَا النُّورُ وَلَا الظِّلُّ وَلَا الْحَرُورُ وَمَا يَسْتَوِي الْأَحْيَاءُ وَلَا الْأَمْوَاتُ (الفاطر: ۱۹-۲۲)" اندھا اور دیکھنے والا، اندھیرے اور اُجالا، سایہ اور دھوپ، مردے اور زندے برابر نہیں۔

جواب یہ ہے کہ آنحضرت ﷺ کی ازواجِ مطہرات رجالِ اُمت پر آپ کی زندگی اور وفات ہر دو

حالتوں میں حرام ہیں۔ نیز جس طرح آنحضرت ﷺ کی دنیوی حیات میں آپ کے قرب میں آپ کے سامنے بلند آواز سے اونچا بولنا منع تھا، بعدالوفات اب بھی بدستور وہی حکم ہے۔ کیا ان دو صورتوں میں بھی موت اور حیات نور اور ظلمات کے برابر ہو جانے کا سوال پیدا ہوگا؟ یا صرف بعدالوفات "سماع" ماننے سے یہ کلیہ ٹوٹتا ہے؟ حالانکہ آپ ﷺ کی قبر شریف کے پاس بعد وفات آپ کے بھی اُمت کے لوگ آہستہ کلام کرتے ہیں۔

اصل یہ ہے کہ مذکور دو باتیں جس طرح آپ کی حیات و موت میں بدستور قائم ہیں اس طرح آپ کے قرب میں درود و سلام کا سننا بھی اللہ تعالیٰ نے آپ کے لئے مخصوص فرما دیا ہے اور مردہ اور زندہ کے برابر نہ ہونے کا مطلب یہ نہیں کہ ہر طرح وہ ایک دوسرے کی ضد بن جاتے ہیں، جیسا کہ زندہ ہے تو انسان کہلائے گا اور مُردہ ہونے کے بعد بھی انسان ہوگا۔ زندہ تھا تو مسلمان کہلاتا تھا، مردہ ہے تو مسلمان۔ زندہ تھا تو باپ تھا، مردہ ہوگیا تو باپ ہی رہے گا۔ بلکہ زندہ اور مردہ بعض احکام میں برابر نہیں ہوتے۔ مطلقاً وہ ایک دوسرے کی ضد نہیں بن جاتے۔

منکرین سماع کا چھٹا فریب

(۶) چھٹا فریب: منکرینِ سماع عوام میں ایک اور حربہ استعمال کرتے ہیں، وہ یہ ہے کہ اگر حدیث "من صلّی عَلَیَّ عند قبری سمعتہ" مان لی جائے جس سے حضور ﷺ کا سماع عندالقبر ثابت ہوتا ہے تو آیت: "إنک لا تسمع الموتی" اور "وما انت بمسمعٍ من فی القبور" کی حیثیت ختم ہو جائے گی اور قرآن و حدیث کی ٹکر ہو جائے گی۔ نیز اگر "رَدَّ اللہ علیَّ روحی" کو حدیث رسول ﷺ مان لیا جائے تو قرآن مجید کی آیت "فیمسک التی قضی علیھا الموت" کا مقصد باطل ہو جائے گا جس کا مفہوم یہ ہے کہ روحیں اللہ کے ہاں بند ہیں۔ لہٰذا حضور ﷺ کی روح مبارک کا درود و سلام عندالقبر پڑھنے والے کی طرف متوجہ ہونا، سلام کا جواب دینا غلط ہے اور من گھڑت قصہ ہے۔ معاذ اللہ!

جواب یہ ہے کہ اگر ان دو حدیثوں کو تسلیم کرنے سے قرآن و حدیث کی ٹکر اور مقابلہ ہوتا ہے تو پھر کئی احادیث اور بھی ہیں جن کو ماننے سے قرآن کا انکار لازم آجائے گا۔ اس لئے کہ بظاہر ان کے اور قرآن مجید کے درمیان بھی مقابلہ نظر آتا ہے، پھر سب کا انکار کرو، یا سب کو تسلیم کرو۔

۱...... پہلی حدیث: قرآن مجید میں حکم ہے کہ ایک مرد چار عورتوں کو اپنے نکاح میں اکٹھا رکھ سکتا ہے اور یہ حکم عام ہے۔ مگر حدیث شریف ہے کہ نبی کریم ﷺ کی ازواج مطہرات کی تعداد ایک وقت میں نو تھی۔

۲...... دوسری حدیث: قرآن مجید میں ہے کہ متوفی شخص کا ترکہ لڑکے کو دو حصے اور لڑکی کو ایک حصہ ملے گا۔ اگر متوفی کی وارث صرف ایک لڑکی ہے تو سارے مال کا نصف حصہ لے گی۔ مگر بی بی فاطمۃ الزہراء رضی اللہ عنہا جو بعد وفاتِ رسول ﷺ ایک بنتِ رسول ﷺ ہی زندہ تھی، کو حضور ﷺ کے مال سے ورثہ کچھ بھی نہیں ملا۔

۳...... تیسری حدیث: قرآن مجید میں ہے کہ صدقہ و خیرات کا مال فقیروں اور مسکینوں کا حق ہے، ان ہی میں تقسیم کیا جائے۔ مگر حدیث شریف میں ہے کہ آنحضور ﷺ باوجود مسکین ہونے کے صدقہ نہیں کھاتے تھے، البتہ ہدیہ قبول فرما لیتے تھے......

۴...... چوتھی حدیث: قرآن مجید میں ہے کہ میت کے وجود کو قبر کی مٹی کھا جاتی ہے، اور یہ ہر کسی کے لئے عام

ہے۔ چاہے کافر ہو یا مومن۔ مگر حدیث شریف ہے کہ اللہ تعالیٰ نے انبیاء علیہم السلام کے وجود کو مٹی پر حرام کر دیا ہے وہ اس کو نہیں کھا سکتی۔ (إنَّ اللہ حرّمَ علی الارضِ اَن تاکل اجساد الانبیاء)

۵...... پانچویں حدیث: قرآن مجید میں روزے کا وقت مقرر ہے، صبح صادق سے غروبِ آفتاب تک۔ غروبِ آفتاب کے بعد کھانا پینا جائز ہے اور حکم ہے کہ روزہ کھول دو۔ مگر حضور صلی اللہ علیہ وسلم لگاتار کئی دن رات روزہ رکھتے تھے۔ جس کو فقہاء محدثین ''صوم الوصال'' کہتے ہیں۔

ان پانچ حدیثوں کا جواب محدثین کرام یہ دیتے ہیں کہ آیاتِ قرآنی کا عموم مسلّم ہے۔ مگر چار عورتوں سے زیادہ کے ساتھ نکاح کرنا، آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات کے بعد آپ کے ترکہ کا ورثہ نہ بننا، صدقہ وخیرات کا مال نہ کھانا، انبیاء علیہم السلام کے وجود کو مٹی کا نہ بگاڑنا اور کئی دن رات صوم الوصال فرمانا آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی خصوصیت ہے جو حدیث شریف سے ثابت ہے۔ اس طرح ''إنک لا تسمع الموتی'' (النحل:۸۰) اور ''فیمسک التی قضی علیها الموت'' (الزمر:۴۲) کا عموم تسلیم مگر سرور کائنات وفخر موجودات صلی اللہ علیہ وسلم کی روح مبارک کا آپ کے جسد اطہر سے تعلق واتصال اور عندالقبر سلام سننا اور جواب دینا بھی آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم کی خصوصیت ہے۔

جس طرح پہلی حدیثوں کو فرمانِ حبیب کبریا صلی اللہ علیہ وسلم ماننے سے قرآن کا مفہوم نہیں بگڑتا اس طرح آپ کے لئے درود وسلام کا سماع عندالقبر ماننے سے بھی ٹکراؤ نہیں آتا۔ منکرینِ سماع اور مکفرینِ اُمت کی فریب کاری واضح ہونے کے بعد دھوکہ نہیں کھانا چاہئے۔

منکرین سماع کا ساتواں فریب

تشدد گروپ کے مصنف وخطیب عوام کے ذہنوں کو اغوا کرتے ہیں کہ اگر حضور علیہ السلام کے لئے درود وسلام عندالقبر کا سماع مان لیا جائے تو مُردوں کا سماع ثابت ہوگیا۔ قرآن مجید مُردوں کے سماع کی تردید اس لئے کرتا ہے کہ شرک کی جڑ کاٹ دی جائے، نہ جڑ ہوگی نہ پھر شرک کی شاخیں نکلیں گی۔ عوام یہ تاثر لیتے ہیں کہ اگر ہم آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے لئے سماع مانیں گے تو مشرک ہو جائیں گے۔ اس کا جواب پہلے بھی دیا جا چکا ہے کہ قرآن مجید عام سماع کی نفی کرتا ہے اور حدیث شریف سے مخصوص قسم کا سماع ثابت ہوتا ہے جو قطعاً قرآن مجید کے خلاف نہیں۔ مگر میں ان بے تحقیق محققین سے چند سوال کرتا ہوں۔

منکرین سماع سے چند سوالات

پہلا سوال: دنیا میں قبر پرستی کا جب آغاز ہوا تو لوگ محض قبروں کو ہی پوجتے تھے یا صاحبِ قبر کی پرستش مقصود ہوتی تھی؟

صاحبِ قبر کو نیک اور مقرب بارگاہِ خداوندی سمجھ کر پوجتے تھے یا صرف اس لئے کہ ہماری بات سن لیتا ہے؟

اگر ان لوگوں کو قبر پوجنا تھی تو ہر چوڑھے چمار، نیک اور بد کی قبر پوجا کرتے، چند خاص آدمیوں کی قبروں کا انتخاب کیوں کر لیا؟

اور اگر بات سن لینے والوں کی پوجا کرنی ہوتی تو بھی بلاتمیز ہر خاص وعام کو عرض معروض پیش کرتے۔ نیک

لوگوں کی مزاروں پر جانے کی کیا ضرورت سمجھی؟

ضروری تشریح: بات اصل یہ ہے کہ اس وقت سے آج تک عام لوگ فقیروں اور بزرگوں کی پوجا کرتے ہیں اور ان کا اعتقاد یہ ہوتا ہے کہ یہ صاحب قبر اللہ کا ولی اور مختار ہے۔ خدا تعالیٰ اپنے پیاروں کی بات کو نہیں ٹالتا۔ میں کہتا ہوں کہ کسی میت کے سماع کو مان لینے سے اگر شرک کی جڑیں مضبوط ہوتی ہیں یا کفر کا دروازہ کھل پڑتا ہے تو اس کو اللہ کا ولی اور نیک وصالح تصور کرنے سے توحید کو خطرہ لاحق کیوں نہیں ہوتا؟

اگر سماع درود وسلام کے انکار سے توحید کا حق ادا ہوتا ہے تو اہلِ قبور اولیاء اللہ کی نیکی اور ولایت کا بھی انکار ضروری ہے۔ اگر بقول منکرینِ سماع "عقیدۂ سماع" شرک اور کفر کی جڑ ہے تو موتی کی نیکی وولایت کا عقیدہ بھی تمام شرکیات وبدعات اور کفریات کا اصل منبع ہے۔ کوئی شخص جب تک کسی میت کو صاحب اختیار ولی اللہ نہ سمجھے اس کی قبر کے قریب بھی جانے کو تیار نہیں ہوگا۔ محض سماع کے عقیدہ کو باعثِ شرک کہنا اور احادیثِ رسول ﷺ کو بالائے طاق رکھ دینا، عیاری وفریب کاری نہیں تو اور کیا ہے؟......

ایک مسلمان کا عقیدہ از روئے قرآن وحدیث یہ ہونا چاہئے کہ ماسواء اللہ کوئی فرشتہ ہو یا جن، نیک ہو یا بد اور زندہ ہو یا مردہ، سن سکتا ہو یا نہ، خدا کی مخلوق کا حاجت روا ہے نہ مشکل کشا، نہ خود فوق الاسباب کچھ کرسکتا ہے اور نہ کروا سکتا ہے۔ ایک آدمی کا عقیدہ جب اس طرح ہو تو چاہے ہر شخص کا سماع مانے یا کسی خاص کا، عقیدۂ توحید کو کوئی خطرہ لاحق نہیں ہوتا۔ اس قسم کا محدود سماع نہ کسی زندہ کو خدائی صفات کا مالک بناتا ہے اور نہ کسی میت کو۔ اس طرح نیک اور پارسا بن جانے سے نہ کوئی زندہ مختار ومعبود بن جاتا ہے اور نہ کوئی مردہ۔ واللہ اعلم! مُردوں کے سماع سے قصرِ توحید کو کیوں زلزلہ آنے لگتا ہے؟ اور توحید کے نام پر کفر کی خدمت کرنے والوں کو کیوں اس قدر پریشانی لاحق ہو جاتی ہے؟ حالانکہ جو کچھ آنحضرت ﷺ کے لئے ثابت ہے، یعنی "سماع درود وسلام عند القبر" وہ باعثِ شرک نہیں اور جو باعثِ شرک ہے وہ آپ ﷺ کے لئے ثابت نہیں۔

عجب ہے کہ جب ادھر نبی کریم ﷺ کے لئے درود وسلام کا سماع ثابت کیا جاتا ہے تو "تشدد فوج" کا ہراوّل دستہ مع جنرل کمان حرکت میں آجاتے ہیں اور چاروں طرف توحید خطرے میں پڑ گئی، قرآن سے جنگ ہو گئی، قصرِ سنت گرائی جارہی ہے کا نعرہ سنائی دیتا ہے۔ ان اصحاب واحباب کو درود وسلام کے سماع ثابت کرنے والے سے اتنا نفرت ہے کہ تعزیہ وذُلدُل کی پوجا، مردہ ومزار کی پرستش، شمس وقمر کی عبادت اور کسی ماسوٰی اللہ کی بندگی کرنے والے سے نہیں۔ کوئی ان شریفوں سے پوچھے کہ درود وسلام عند القبر کے سماع سے آنحضرت ﷺ کو تو یقیناً راحت ہوتی ہے، قرآن وسنت اور شریعت کو بھی قطعاً کوئی خطرہ لاحق نہیں ہوتا۔ البتہ تم فرماؤ کہ آپ لوگوں کو کس قدر خطرۂ ایمان وجان لاحق ہوجاتا ہے۔ جو آپ اس قدر سخت بدحال وپریشان نظر آتے ہیں؟ گویا ان لوگوں کا مخالف ان کو کچھ دیگر نقصان پہنچانے کی بجائے حضور انور ﷺ کے روضۂ اطہر پر حاضر ہوکر درود وسلام پڑھنے لگ جائے تو ان کے لئے یہی جلن اور کڑھن ہی کافی ہے۔ مزید دشمنی کی ضرورت نہیں۔

کیا اچھا ہوتا کہ یہ کافر ساز فرقہ حضور ﷺ کی باقی خصوصیات وامتیازات کی طرح درود وسلام کا سماع بھی ایک خصوصیت وامتیاز مان لیتا اور اپنی عاقبت سنوارنے کے لئے جمہور سلف صالحین کو کافر نہ کہتا۔ بعض خصوصیات کا اقرار اور بعض کا انکار کیوں؟

دوسرا سوال: جب سماع کا عقیدہ شرک تو حضور ﷺ نے اس کی جڑ کیوں نہ کاٹی؟

توحید اور شرک کے بارے میں جناب رسول کریم ﷺ نے اپنے اصحاب کرام کو پورے دلائل اور واضح بیانات سے کما حقہٗ مسئلہ سمجھا دیا ہوگا۔ مگر پورے ذخیرۂ حدیث اور سیرت کی کتابوں میں یہ کہیں نظر نہیں آتا۔ آپ نے فرمایا ہو کہ اگر تم لوگ موتی کے سماع کے قائل ہو گئے تو مشرک ہو جاؤ گے۔ جہاں جب ''سماع'' کا عقیدہ شرک کی جڑ تھا تو پہلے حضور ﷺ نے یہ جڑ ہی کیوں نہ کاٹی؟ درود وسلام کے سماع عندالقبر کے منکروں کے پاس کوئی صریح فرمان حضور ﷺ کا ہے تو پیش کریں۔

تیسرا سوال: اگر یہ عقیدہ شرک تھا تو حضرت فاروق اعظم ﷛ نے قلع قمع کیوں نہ کیا؟

اگر حضور ﷺ نے واضح طور پر یہ فرما دیا ہوتا کہ سماع موتی کا عقیدہ شرک وکفر کی جڑ ہے، اس سے پرہیز کرنا اور کسی نبی کی قبر کے پاس درود وسلام پڑھنے کا موقع میسر آئے تو یہ تصور نہ کرنا کہ اللہ کا پیغمبر درود وسلام کو سماع فرما رہا ہے تو خلیفہ ثانی حضرت فاروق اعظم ﷛ جس نے شرک و بدعت کے خوف سے ''شجرۃ الرضوان'' کو جڑ سے اکھاڑ پھینکا تھا، آپ نے درود وسلام کے سماع کا عقیدہ جو خود شرک کی جڑ ہے، اس کا قلع قمع کیوں نہ کیا؟ اور خود بنفس نفیس سماع موتی کے قائل ہو گئے۔ نیز عاشق رسول حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ بھی قائل ہیں۔

تمام شوافع، حنبلی، مالکی اور اکثر حنفی کیوں سماع موتی کے قائل ہو گئے؟ کیوں علماء دیوبند نے مطلق سماع موتی کے مسئلہ کو عہد صحابہ سے مختلف فیہا لکھ دیا؟ اور پھر پوری اُمت جناب رحمۃ للعالمین ﷺ کے لئے درود وسلام کے سماع کی کیوں قائل ہو گئی؟ کیا عہد صحابہؓ سے علماء نجد وحجاز اور علماء دیوبند سمیت جو لوگ درود وسلام کے سماع عندالقبر کے قائل ہیں وہ سب شرک کی جڑیں مضبوط کر رہے ہیں؟

چوتھا سوال: اگر عقیدۂ سماع شرک کا گیٹ ہے تو گندم، کشمش اور کھجور بھی خلاف شرع ہوں۔

عقیدۂ سماع اگر بقول تشدد گروپ شرک کا گیٹ ہے اور کفر باللہ کی جڑ ہے اس لئے کہ مردہ اور مزار پرستی یہاں سے شروع ہوتی ہے تو میں کہتا ہوں گندم، کشمش اور کھجور بھی ممنوع ہونی چاہئے۔ کیونکہ اُم الخبائث شراب کی اصل جڑ یہی تین چیزیں ہیں۔ صحیح یہ ہے کہ گندم کھاؤ مگر شراب کی طرف نہ جاؤ۔ درود وسلام کے سماع کا عقیدہ رکھو مگر شرک و بدعت کی طرف نہ جاؤ۔

شرک و بدعت کے چور دروازے خود حضور ﷺ نے بند فرمائے ہیں اور بدعات ومحدثات کی جڑیں بھی کاٹ دی ہیں۔

اب ملت اسلامیہ اور مسلمانوں کی مذہبی فضاء کو غلاظت آلود کرنے کیلئے ایک سنڈھاسے کا ڈھکنا کھلوا کر محترم شاہ صاحب کو کیا فائدہ ہوگا؟

عقیدۂ سماع حضور ﷺ کے لئے باعث تکلیف؟

۸۔ آٹھواں فریب: عوام کے ذہنوں کو مزید پریشان کرنے کا ایک حربہ اور بھی ہے جسے تشدد گروپ استعمال کرتا ہے۔ وہ یہ کہ اگر آنحضرت ﷺ عندالقبر درود وسلام سنتے ہیں تو لاکھوں زائرین کے آواز سننے اور جواب دینے سے آپ ﷺ کو بہت تکلیف ہوتی ہوگی۔ حضور ﷺ کو راحت پہنچانے کے لئے مناسب یہ ہے کہ

عقیدۂ سماع کا انکار کر دیا جائے اور حضور ﷺ کو ایذاء و تکلیف نہ دی جائے۔

جواب: سید الانس والجن، جناب رحمۃ للعالمین ﷺ کی ذات پر اللہ اور اس کے فرشتے اور جن وانس مسلمان صلوٰۃ وسلام بھیجتے اور پڑھتے ہیں۔ لاتعداد، اَن گنت اور بے شمار رحمتوں کا ورود جناب کے وجودِ مسعود پر ہوتا ہے اور ایک لحہ شب و روز میں تعطل نہیں آتا۔ قرینِ مصلحت یہی ہے کہ اس کا بھی انکار کر دیا جائے۔ آخر حضور ﷺ کے کسی حاسہ مبارک پر تو رحمتوں اور برکتوں کا وزن بھی پڑتا ہوگا۔ منصف مزاج انسان خود سوچیں کہ اللہ کے رسول ﷺ کا حق درود وسلام پڑھنے سے ادا ہوتا ہے یا بند کر دینے سے؟ تکلیف اِن کو (مماتی گروپ) ہوتی ہے، نام حضور ﷺ کا لیتے ہیں۔ فریب پاشی کی حد ہوگئی۔

امام ابن تیمیہ رحمہ اللہ جو اپنے دور کے امام الموحدین اور تاج المحدثین تھے فرماتے ہیں: ”والمراتب فی هذا الباب ثلثة (احدها) انّ الدّعاء لغير الله سواء كان من الانبياء عليهم السلام وغيرهم فيقال يا سيّدى اغثنى وانا مستجيز بك واعوذ بك فهذا هو الشرك بالله“ اس باب میں تین مرتبے ہیں۔ ایک یہ کہ اللہ کے سواء کسی زندہ یا مُردہ کو نبی ہو یا غیر نبی کو پکارے اور یہ کہے کہ اے میرے سردار میری فریادرَسی کر و یا تیرے ساتھ میں پناہ حاصل کرتا ہوں، پس یہ شرک ہے۔ (مجموعہ رسائل ج۱ ص۲۶)

”تشدد گروپ“ جو مطلق درود وسلام کے سماع کے عقیدہ کو شرک کہتے ہیں، اگر ان کو اُمت کو کافر و مشرک بنانے کا عارضہ لاحق ہو تو اور بات ہے، ورنہ امام ابن تیمیہ رحمہ اللہ کے نزدیک تو شرک کی صورت ہی اور ہے۔ مزار نبوی پر کھڑے ہو کر ”الصلوٰۃ والسلام علیک یارسول اللہ“ کہنا اور یہ عقیدہ رکھنا کہ آنحضرت ﷺ میرا سلام سُن رہے ہیں، نہ یہ نداء غیر اللہ ہے اور نہ یہ عقیدہ شرکیہ ہے۔

”کافرساز کمپنی“ کی فریب کاری کا خلاصہ یہی ہے کہ اس کو نداء غیر اللہ بنا کر شرک کہا جائے اور اگر عوام مان لیں تو ان کو روضۂ رسول کی زیارت سے اور درود وسلام کی تلاوت سے منع کر دیا جائے۔

امام ہمام رحمہ اللہ کی دوسری عبارت: ”الثانی ان يقال للميّت اوِ الغائب من الانبياء والصّالحين ادع الله لی وادع لنا ربّك ونحو ذالك ممّا لا يستريب عالم انه غير جائز وانه من البدع الّتی لم يفعلها احد من سلف الامّة وائمّتها وان كان السّلام علٰی اهلِ القبور جائز او مخاطبتهم جائزة كما كان ﷺ يعلم اصحابهٗ إذا زاروا القبور ان يقول قائلهم السّلام عليكم اهل الديار من المومنين وإنّا إنشاء الله بكم لاحقون“ دوسری صورت یہ ہے کہ کسی میت کو یا کسی غائب کو انبیاء علیہم السلام میں سے ہو یا باقی صالحین اولیاء کرام سے یہ کہا جائے کہ آپ میرے لئے اللہ تعالیٰ سے دعا کریں، وغیرہ ذالک...... اس میں کسی عالم دین کو شک نہیں کہ یہ ناجائز ہے اور بدعت ہے، سلف صالحین سے اس کا کوئی ثبوت نہیں۔ البتہ اہلِ قبور کو مخاطب ہو کر سلام کہنا جائز ہے۔ نبی کریم ﷺ صحابہ کرام کو تعلیم فرماتے تھے کہ اہلِ قبور کو السلام علیکم کہا کرو۔ (مجموعہ رسائل ج۱ ص۲۲)

امام رحمہ اللہ کی عبارت کا مفہوم یہ ہے کہ خدا تعالیٰ کے سوا کسی کو پکارنا دور سے ہو یا قریب سے، مگر عقیدہ یہ ہو کہ یہ ہر کسی کی سنتا ہے، ہر بات سنتا ہے، ہر جگہ سے سنتا ہے، اس کو علم غیب ہے، نفع نقصان پہنچا سکتا ہے، اس قسم کی پکار عبادت غیر اللہ ہے جو شرک ہے۔ اس لئے کہ خدا تعالیٰ کو پکارتے وقت بھی ایک مسلمان کا عقیدہ یہی ہوتا ہے کہ خدا تعالیٰ اَقرب من حبل الورید، عالم الغیب، متصرف و قادر اور ہر جگہ موجود ہے۔ آنحضرت ﷺ کا فرمان ہے: الدعاء

ھو العبادۃ، الدعامخ العبادۃ، اصل عبادت اور عبادت کا مغز پکار ہی ہے، اب فرق واضح ہوگیا کہ ہر پکار شرک نہیں۔

روضۂ رسول اللہ ﷺ پر ایک مسلمان حاضری بھی صرف اس نیت سے دیتا ہے کہ آپ کی ضریح انور پر درود وسلام عرض کرے۔ ''یارسول اللہ'' کا خطاب تو اس لئے کرتا ہے کہ یہ طریقہ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم اور سلف صالحین سے منقول ہے۔ ورنہ درود وسلام کے سماع کے لئے خطاب کوئی ضروری نہیں ہے۔ آپ سے مخاطب ہو یا نہ، اللہ تعالیٰ حسب دستور آپ کو سنا ہی دیتے ہیں۔

خطاب ونداء میں فرق ہے، مگر بوالہوس لوگ چہرۂ توحید وسنت کو مسخ کر کے تکفیر المسلمین کا کاروبار کرنا چاہتے ہیں۔ اس ہوا پرستی کو کوئی ذی شعور انسان حکمِ شریعت کیوں مانے؟ ان شریفوں سے کوئی پوچھے کہ حضور ﷺ کی مزار پُرانوار پر صرف درود وسلام پڑھنا شرک ہے، تو یہ سنتِ صحابہ اور طریقۂ اسلاف ہے۔ اس کو شرک کہنا کھلی بے دینی اور صاف بے ایمانی ہے۔ اور اگر خطاب کرتے وقت یہ عقیدہ ہو کہ آپ میرا درود وسلام سنتے ہیں تو اس کے شرک ہونے کی کیا دلیل ہے؟

شرک تو یہ ہے کہ اللہ کی صفت کسی اور میں جانے یا یہ کہے کہ وہ سب کچھ جانتا ہے، ہمارا بھلا یا بُرا کرنا اس کے اختیار میں ہے، یا اس سے کوئی چیز مانگے اس کو صاحب اختیار جان کر! صرف یہ کہنا کہ آپ میرا درود وسلام سن رہے ہیں، کیوں شرک بن گیا؟ اور سماع کا قائل ابوجہل کے بُر (کنبے) میں داخل ہوگیا؟ تشدد میں تعصب پروری کا اس انتہاء تک پہنچنا کوئی عقلمندی نہیں۔ کہاں وہ پکار ونداء جو عادتِ مشرکین ہے اور کہاں مخاطب بسلام ہونا جو سنتِ سلف صالحین ہے۔

تشدد گروپ نے منکرین حدیث اور نیچریوں کے لئے راستہ ہموار کردیا

اگر چودہ سوسال بعد اپنی گھریلو اور خانہ زاد تفسیر سے خدا پرستوں کو کافر ومشرک بنایا جاسکتا ہے تو منکرینِ حدیث اور نیچریوں کو بھی یہ سہولت میسر آگئی کہ اجمالِ قرآن کے ذریعہ محض اپنی عقل ورائے سے جو چاہیں کرسکیں۔ اوقاتِ صلوٰۃ یا تعدادِ رکعات کا انکار کریں تو ان کے لئے یہ جائز ہو، کیونکہ اُمتِ رسول کو کافر بنانے سے بے نماز بنانا زیادہ جرم نہیں ہے۔ تشدد گروپ کے لئے ''إنک لا تسمع الموتی'' کے اجمال کے ذریعہ قائلینِ سماع کو کافر بنانا اگر جائز ہے تو منکرینِ حدیث بھی ''اقیموا الصلوۃ'' کے اجمال سے تعدادِ رکعات کا انکار کرسکتے ہیں۔

بظاہر قرآنی آیات کے اجمال پر کاربند ہوکر اگر کوئی شخص متعہ اور وطیِ نساء فی الدبر کو حلال کردے یا دریا وسمندر کے تمام جانوروں کو حلال بتائے اور جب حدیثِ رسول اللہ کا حوالہ سنایا جائے تو ہاتھ میں قرآن اٹھا کر ''حسبنا کتاب اللہ'' کا نعرہ لگا دے تو اس کا جواب کیا ہے؟ مفسرین کرام اور اَسلافِ اُمت کے اجماع وجمہور کا جب کوئی وزن نہ لیا جائے اور ہر شخص اپنی رائے سے قرآن پاک کے مطالب کا علمبردار ہو تو کتاب اللہ کے مطلق، مجمل اور متشابہ سے ناجائز فائدہ اٹھا کر پوری اُمت کو ٹھکانے لگایا جاسکتا ہے۔

اہل سنت والجماعت کے نزدیک مزارِ مصطفیٰ ﷺ کا مقام

حجرۂ عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا جو مسکنِ حبیب کبریا ﷺ ہے اس اللہ کی رحمتوں کے مرجع اور برکات وانوار کے منبع کا کیا کہنا جس کو اللہ تعالیٰ نے اپنے محبوب پیغمبر ﷺ کی آرام گاہ منتخب فرمایا ہو، گنبدِ خضراء کے مکین پر کروڑوں سلام ہوں۔

''ومنها إذا شارف المدينة وتراءت له قبة الحجرة المنيفة فليستحضر عظمتها وتفضيلها وانها البقعة التي اختارها الله لحبيبه ﷺ حتى احبط عمل من انتهسل منه حرمة'' آداب زیارت میں سے یہ ہے کہ جب مدینہ منورہ کے قریب پہنچے اور روضۂ اطہر پر نظر پڑے تو اس کی عظمت وفضیلت کو حاضر کرے کیونکہ وہ جگہ ایسی ہے جس کو اللہ تعالیٰ نے اپنے محبوب ﷺ کے لئے منتخب فرمایا ہے۔ حتیٰ کہ جو شخص اس مقام کی ہتک کرے گا اس کے عمل برباد ہو جائیں گے۔ (خلاصۃ الوفاء ۱۱۶)

''ولیتقوی قلبہ شرف المدینۃ وانہا حوت افضل البقاء بالاجماع'' زیارت کرنے والا اپنے دل میں مدینہ شریف کی عزت کو قوت دے کیونکہ مدینہ شریف میں اجماع اُمت سے ایک ایسی جگہ ہے جو روئے زمین سے افضل ہے۔

ارض مشی جبریل فی عرصاتها والله شرف ارضها وسماء ها

''وہ ایسی زمین ہے جہاں جبریل علیہ السلام چلتے تھے، اور اللہ تعالیٰ نے اس جگہ کو عزت بخشی جہاں روضۂ رسول الثقلین ﷺ ہے۔''

''فإذا شاهده فليستحضر انه اتى مهبط جبريل علیہ السلام ابى الفتوح ومنزل ابى الغنائم ميكائيل علیہ السلام وموضع الوحي والتنزيل فليزدد خشوعا وخضوعا يليق بالمقام'' زیارت کرنے والا جب روضۂ انور کو دیکھے، دل میں یہ خیال کرے یہاں جبریل علیہ السلام اور میکائیل علیہ السلام اُترتے تھے۔ اللہ تعالیٰ کی وحی اور قرآن مجید نازل ہوتے تھے۔ اللہ تعالیٰ سے ڈرے اور مرقد عالی مصطفیٰ ﷺ کے مناسب شان احترام بجالائے۔

''عن ابی سعید الخدری رضی اللہ عنہ أنّ رسول الله ﷺ قال: ما بين قبرى ومنبرى روضة من رّياض الجنة ومنبرى على حوضى'' رسول اکرم ﷺ نے فرمایا: ''میری قبر شریف اور منبر کے درمیان جنت کے باغوں میں سے ایک باغ ہے اور میرا منبر حوض کوثر پر ہے۔ (مؤطا امام مالک رحمۃ اللہ علیہ)

''عن عبدالله ابن زيد المأزنى أنّ رسول الله ﷺ قال: "ما بين ومنبرى روضة من رّياض الجنة۔''

رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''میرے گھر اور منبر کے درمیان جنت کے باغوں سے ایک باغ ہے۔''

یعنی روضۂ رسول ﷺ عام قبرستان نہیں ہے اور نہ اس کا ماحول عام جگہوں کی طرح ہے، بلکہ وہ تو خلد بریں کا ایک ٹکڑا ہے۔

تمام اہلِ علم متفق ہیں کہ آنجناب ﷺ کا گھر حجرۂ اُم المومنین عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا ہی ہے، جہاں آپ کی قبر شریف اور روضۂ منیف ہے۔

''والكلام فى غير ما ضم اعضائه الشريفة ﷺ من ارضِ المدينة وإلّا فذاك افضل بقاء الارضِ بالاجماع'' مکہ وکعبہ کے افضل ہونے کی بات حضور ﷺ کے روضۂ مبارک کے علاوہ ہے۔ آپ ﷺ کی قبر مطہر کی جگہ سارے روئے زمین سے افضل ہے حتیٰ کہ مکہ مکرمہ وکعبۂ معلّٰی سے بھی بالاتر ہے، اور اس پر اُمت کا اجماع ہے۔

سابقہ عبارتوں سے یہ بات واضح ہو جاتی ہے کہ شفیع المذنبین ورحمۃ للعالمین ﷺ کی قبر شریف اور روضۂ منیف نہ عام گورستان ہے اور نہ کبھی زمانۂ اسلاف میں اکیلی پڑی رہتی تھی کہ ماسوائے ایک آدھ صحابی کے کوئی وہاں

جاتا بھی نہ ہو (نعوذ باللہ) بلکہ اُمتِ محمدیہ کا دورِ صحابہؓ سے اس وقت تک مزارِ رسول ﷺ پر صلوٰۃ وسلام کے لئے حاضر ہونا ایک ایسا تواتر ہے جس کا انکار کسی خارجی، منکر حدیث ومنکر اسلام سے بھی ثابت نہیں۔ البتہ لکڑ ہٹہ گروپ کے انکشاف سے کچھ لوگ زیارتِ روضۂ نبی الثقلین ﷺ سے منحرف ہو جائیں تو کوئی تعجب نہیں۔ کیونکہ انہوں نے لکھا ہے کہ ماسوائے عبداللہ ابن عمرؓ کے کسی صحابی مرد یا عورت کا جانا ثابت ہی نہیں۔

امام بیہقی رحمہ اللہ نے زیارتِ قبرِ رسول ﷺ کے نام سے باب لکھا ہے اور اس میں یہ حدیث لائے ہیں:

''ولأبی داؤد بسند صحیح عن ابی ھریرۃؓ مرفوعًا: ''مامن احد یسلّم علیّ الّا ردّ اللہ علیّ روحی حتی اَرُدَّ علیہ السلام'' صدر بہ البیھقی باب الزیارۃ واعتمد علیہ جماعۃ منھم الامام احمد رحمہ اللہ لتضمنہ فضیلتہ وردّہ صلّی اللہ علیہ وسلم وھی عظمتہ'' امام ابوداؤد ایک مرفوع حدیث لائے ہیں سند صحیح کے ساتھ حضرت ابوہریرہؓ سے مروی ہے، حضور ﷺ فرماتے ہیں: ''جو شخص مجھ پر (میری قبر کے قریب) سلام پڑھتا ہے اللہ تعالیٰ میری روح کو مجھ پر لوٹاتے ہیں اور میں سلام کا جواب دیتا ہوں۔'' امام بیہقی نے زیارت قبرالرسول ﷺ کے باب میں یہ حدیث نقل کی ہے۔ اَسلاف کی ایک جماعت نے جس میں امام احمد بن حنبل رحمہ اللہ بھی ہیں اس حدیث پر اعتماد کیا ہے۔ یہ حدیث حضور ﷺ کے جوابِ سلام عندالقبر کی فضیلت پر شامل ہے۔ (یعنی آنحضور ﷺ عندالقبر سلام کرنے والوں کو جواب مرحمت فرماتے ہیں) (خلاصۃ الوفاء ص ۹۳)

''قال الامام الجلیل ابوعبدالرحمٰن عبداللہ المقبری احد اکابر شیوخ البخاری ھٰذا الحدیث فی الزیارۃ'' امام عبداللہ المقبری رحمہ اللہ جو امام بخاری رحمہ اللہ کے استاذ ہیں، فرماتے ہیں: یہ حدیث (مَا من احدٍ) آنحضرت ﷺ کی قبر مبارک کی زیارت کے متعلق ہے۔ (خلاصۃ الوفاء ص ۹۳)

زیارت کے لئے مؤذن رسول ﷺ حضرت بلالؓ کی حاضری

''اِنّ بلالًا رأی النبی ﷺ وھو یقول لہ: ماھٰذہ الجفوۃ یا بلال اما اَن لک ان تزورنی فانتبہ حزینًا خائفًا فرکب راحلتہ وقصد المدینۃ فاتی قبر رسولِ اللہ ﷺ فجعل یبکی عندہ ویمرغ وجھہ علیہ فاقبل الحسن والحسین فجعل یضمھما ویقبلھما فقالا نشتھی نسمع اذانک الذی کنت تؤذن بہ لرسول اللہ ﷺ فی المسجد فعلا سطح المسجد ووقف موقفہ الذی کان یقف فیہ فلمّا ان قال اللہ اکبر، ارتجت المدینۃ فلما قال: اشھد ان لَّا إلٰہ إلّا اللہ، ازدادت رجتھا فلمّا قال اشھد انّ محمّدًا رّسول اللہ خرجت العواتق من خدورھن وقالوا ابعث رسول اللہ ﷺ فماروی اکثر باکیا ولا باکیۃ بالمدینۃ بعد رسول اللہ ﷺ من ذالک الیوم'' حضرت بلالؓ نے حضور ﷺ کو خواب میں دیکھا، آپ ﷺ نے فرمایا: بلال! تو سخت ہو گیا؟ میری زیارت کو نہیں آیا۔ حضرت بلال غمگین اور خوفناک ہو کر جاگے۔ اونٹنی پر سوار ہو کر مدینہ طیبہ پہنچے اور حضور ﷺ کی قبر مبارک پر آئے۔ وہاں روتے بھی تھے اور مزار انور کو رُخسار بھی لگاتے تھے۔ حضرت امام حسن وحسین (رضی اللہ عنہما) دونوں تشریف لائے اور حضرت بلالؓ ان کو بوسے بھی دیتے اور سینے سے لگاتے تھے۔ حسنین کریمین رضی اللہ عنہما نے فرمایا: ہم چاہتے ہیں کہ آپ پہلے کی طرح آذان سنائیں۔ آپ مسجد کی چھت پر چڑھ گئے اور ''اللہ اکبر'' کی صدا بلند کی تو مدینہ مبارک ہل گیا۔ جب ''اشھد ان لا الٰہ الا اللہ'' کہا تو مزید لرزہ آیا۔ پھر جب ''اشھد ان محمد رسول اللہ''

کہا تو عورتیں گھروں سے باہر نکل آئیں۔ اور لوگ یہ کہہ رہے تھے: کیا رسول اللہ ﷺ دوبارہ دنیا میں تشریف لے آئے ہیں؟ آنحضرت ﷺ کی وفات کے بعد مدینہ شریف کی عورتیں اور مرد ایسے نہیں روئے تھے جو اس واقعہ پر روئے تھے۔ (ابن عساکر نقلا عن الخلاصہ ص ۹۸)

حضرت ابوالدرداء رضی اللہ عنہ حضور ﷺ کے صحابی ہیں جو حضرت بلال رضی اللہ عنہ کے متعلق یہ قصہ زیارتِ روضۂ رسول ﷺ بیان فرماتے ہیں۔ مدینہ طیبہ جو مرکز صحابہؓ تھا یہ وہاں کا واقعہ ہے۔ خواب حجت نہ سہی مگر فعلِ صحابی تو حجت ہے۔

''قال الحافظ عبدالغنی وغیرہ ان بلالاً لم یؤذن لِاَحدٍ بعد النبی ﷺ اِلاَّ مرّۃ فی قدمۃ قدمھا للزیارۃ'' حافظ عبدالغنی فرماتے ہیں حضرت بلال رضی اللہ عنہ نے حضور ﷺ کی وفات کے بعد کبھی اذان نہیں دی مگر اس وقت جب نبی کریم ﷺ کی قبر مبارک کی زیارت کے لئے مدینہ طیبہ تشریف لائے تھے۔ (خلاصہ الوفا ص ۹۸)

حضرت عمر رضی اللہ عنہ اور کعبؓ احبار حضور ﷺ کی قبر مبارک پر زیارت کے لئے حاضر ہوئے

''اِنَّ عمر رضی اللہ عنہ قال لکعب الاحبار بعد فتح بیت المقدس ھل لک ان تسیر معی اِلی المدینۃ وتزور قبر النبی ﷺ فقال نعم یاامیر المومنین'' بیت المقدس کی فتح کے بعد حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے کعب احبار کو فرمایا: کیا آپ میرے ساتھ مدینہ منورہ چل کر زیارتِ قبر رسول ﷺ کریں گے؟ حضرت کعبؓ نے عرض کیا: اے امیر المومنین میں آپ کے ساتھ ہی چلوں گا۔ (فتوح الشام عن الوفا ص ۹۹)

''ولمّا قدم عمر رضی اللہ عنہ المدینۃ اوّل ما بداء بالمسجد وسلّم علی رسولِ اللہ ﷺ'' حضرت عمر رضی اللہ عنہ شام سے جس وقت تشریف لائے تو سب سے پہلے مسجد نبوی ﷺ میں داخل ہوئے اور حضور ﷺ پر سلام پڑھا۔ (خلاصۃ الوفا ص ۹۸)

عبداللہ ابن عمرؓ اور انس بن مالکؓ کی حاضری اور سلام پڑھنا

''اِنَّ عبداللہ ابن عمر رضی اللہ عنہ کان یقول: اَلسّلام علیک یا رسول اللہ، اَلسّلام علیک یا ابابکر، السّلام علیک یاابۃ، ثم ینصرف'' حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ حضور ﷺ کی قبر مبارک پر السلام علیک یارسول اللہ کہتے تھے، اسی طرح حضرت ابوبکر اور حضرت عمر رضی اللہ عنہ کی مزار پر بھی سلام کہتے تھے اور واپس چلے جاتے تھے۔

(مؤطا امام مالک ص ۵۸)

''عن انس بن مالک وغیرہ من الصحابۃ رضی اللہ عنہم نقل عنھم السّلام علی النبی ﷺ'' حضرت انس بن مالک اور دیگر صحابہ کرام رضی اللہ عنہم سے منقول ہے کہ وہ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم حضور ﷺ کی قبر مبارک پر سلام کہتے تھے۔''

(الرسائل والمسائل لابن تیمیہ رحمہ اللہ ج ۱ ص ۲۳)

حضرت امام حسن رضی اللہ عنہ نے ایک شخص کو حضور ﷺ کی قبر پر سلام پڑھنے کا حکم فرمایا

''وذکر القاضی عیاض عن الحسن ابن علی رضی اللہ عنہ قال اِذا دخلت فسلّم علی النبی ﷺ فانّ رسول اللہ ﷺ قال: لاتتخذوا بیتی عیدا'' قاضی عیاض رحمہ اللہ حضرت حسن ابن علی رضی اللہ عنہ سے نقل فرماتے ہیں آپ نے حکم دیا کہ جب مسجد نبوی میں جاؤ تو نبی ﷺ پر سلام پڑھنا۔ کیونکہ حضور ﷺ فرماتے ہیں: ''میرے گھر کو عید نہ بناؤ۔''

(قاعدہ جلیلہ لابن تیمیہ رحمہ اللہ ص ۸۷)

حضرت معاذ بن جبل رضی اللہ عنہ کی حاضری اور سلام پڑھنا

”خرج عمر رضی اللہ عنہ إلی منبر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فإذا معاذ بن جبل قائم یبکی عند قبر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم قال ما یبکیک یا معاذ“ حضرت عمر رضی اللہ عنہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے منبر کی طرف نکلے حضرت معاذ بن جبل رضی اللہ عنہ کو دیکھا کہ وہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی قبر مبارک کے نزدیک رو رہے تھے۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے پوچھا: اے معاذ کیوں رو رہے ہو؟

(مسند بزار عن الوفاء ص ۱۰۰)

حضرت علی رضی اللہ عنہ کی حاضری اور سلام پڑھنا

”عن عبداللہ بن جعفر أنّ علیّ ابن ابی طالب دخل المسجد فبکی حیث نظر إلی بیت فاطمة فأطال البکاء ثم انصرف إلی قبر النبی صلی اللہ علیہ وسلم فبکی و اطال البکاء عندہ ثم قال و علیکم السّلام یا اخوئی و رحمة اللہ قد کنتما هادیَین مهدیَین خرجتما من الدّنیا خمیصین یعنی ابابکر رضی اللہ عنہ و عمر رضی اللہ عنہ خرجتما۔۔۔ الخ“ حضرت عبداللہ بن جعفر سے روایت ہے کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ مسجد نبوی میں داخل ہوئے تو حضرت فاطمۃ الزہراء رضی اللہ عنہا کے گھر کو دیکھ کر بہت روئے، پھر حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی مزار اطہر پر اس سے بھی زیادہ روئے اور ساتھ ہی حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ اور حضرت عمر رضی اللہ عنہ کی قبروں پر بھی سلام کہا اور فرمایا: تم دونوں ہادی مہدی تھے، اللہ تم پر رحمت فرمائے دنیا میں تم نے پیٹ بھر کر کبھی روٹی نہیں کھائی تھی۔

حضرت امام جعفر صادق نے مزارِ اقدس پر سلام پڑھا

”قال الدراوردی، رأیت جعفر ابن محمّد ای الصّادق بن الباقر جآء فسلّم علی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ثم اثنی فسلّم علی أبی بکر و عمر فرانی کأنّی تعجبت او قال فسرنی ای لا کذابه بذلک ماتزعمه الشیعة من بغضه للشیخین قال فقال لی: واللہ إنّ هذا الذی ادین اللہ به وانه ما یسرنی ان اقول لمعاویة لمعاویة خزاہ اللہ او فعل اللہ به وان لی الدنیا“ دراوردی کہتے ہیں میں نے امام جعفر صادق رحمہ اللہ کو دیکھا کہ انہوں نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم پر سلام کہا پھر حضرت ابوبکر اور حضرت عمر رضی اللہ عنہما پر سلام کہا، پھر میری طرف دیکھا، میں تعجب کر رہا تھا کہ امام صاحب اپنے فعل سے شیعہ فرقہ کی تکذیب فرما رہے ہیں (شیعہ کہتے ہیں امام جعفر صادق کو حضرت ابوبکر اور حضرت عمر رضی اللہ عنہما سے بغض ہے) حضرت جعفر صادق رحمہ اللہ نے فرمایا: مجھے ساری دنیا بھی مل جائے تو اس کے بدلے حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کو بددعا نہیں دوں گا۔“ (کتاب السنۃ للسمر دی عن الخلاصۃ ص ۱۰۰)

حضرت امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ کا فرمان

”روی الحسن بن زیاد عن أبی حنیفة انه قال: ألأحسن للحاج ان یبدأ بمکة فإذا قضی نسکه مر بالمدینة وإن بدأ بها جاز فیأتی قریبًا من قبر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فیقوم بین القبر والقبلة“ حسن بن زیاد امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ سے روایت کرتے ہیں کہ حاجی کے لئے اچھا یہی ہے کہ پہلے مکہ مکرمہ میں جائے، جب احکام پورے کر لے تو مدینہ طیبہ چلا جائے اور اگر پہلے مدینہ منورہ چلا گیا جب بھی جائز ہے۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی قبر مبارک کے قریب آئے اور سلام پڑھے قبر شریف اور قبلہ مقدس کے درمیان کھڑا ہونا چاہئے۔“ (فتاوی ابی اللیث السمرقندی عن الخلاصۃ ۱۰۱)

"وقالت الحنفية زيارة قبر رسول الله ﷺ من أفضل المندوبات والمستحبات بل تقرب من درجة الراجبات" مسلک حنفی کے فقہاء کرام فرماتے ہیں: حضور ﷺ کی قبر مبارک کی زیارت افضل مستحب ہے بلکہ واجب کے قریب ہے۔

"مذهب الحنفية ان يقف لِلسّلام عند الرأس المقدس بحيث يكون على يساره ويبعد عن الجدار قدر اربعة اذرع" حنفیوں کا مذہب یہ ہے کہ حضور ﷺ کی مزار پر سلام پڑھنے والا بایاں جانب آنحضرت ﷺ کے سر مقدس کے قریب ہو، دیوار سے چار گز دور کھڑا ہونا چاہئے۔ (المنسک الکبیر لابن جماعۃ عن خلاصۃ ص ۱۱۳)

"عن ابی حنیفة جآء ایوب السختیانی فدنا عن قبر النبی ﷺ فاستدبر القبلة واقبل بوجهه إلى القبر وبكى بكاء غير متباك" امام ابوحنیفہ سے روایت ہے: ایوب سختیانی حضور ﷺ کی قبر مبارک کے قریب ہوئے، قبلہ مقدس کی طرف پشت کی اور قبر شریف کی طرف منہ کر کے بے تکلف رونے لگے۔ (مسند ابی حنیفہ عن الوفاء ص ۱۱۲)

"وقال المجد اللغوی روینا عن عبدالله ابن المبارک قال: سمعت اباحنيفة يقول قدم ايوب السختیانی وانا بالمدينة فقلت لانظرن ما يصنع فجعل ظهره مما يلى القبلة ووجهه مما يلى وجه رسول الله ﷺ وبكى غير متباك فقام مقام رجل فقيه" عبداللہ ابن مبارک فرماتے ہیں: میں نے امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ سے سنا، وہ فرماتے تھے: حضرت ایوب السختیانی رحمہ اللہ تشریف لائے اور میں مدینہ شریف میں موجود تھا۔ مجھے خیال آیا میں دیکھوں کہ حضرت ایوب حضور ﷺ کی مزار انور پر کیا کرتے ہیں، انہوں نے اپنی پشت کعبہ کی طرف اور منہ آنحضرت ﷺ کے منہ مبارک کی طرف کر لیا اور بے تکلف خوب روئے اور فقیہ انسان کی طرح کھڑے ہو کر سلام پڑھا۔ (خلاصۃ الوفاء باخبار دار المصطفیٰ ص ۱۱۲)

"إنّ حمّاد ابن زيد حدث أباحنيفة بالحديث فى ذٰلک عن شيخه ايوب السختيانى فقال له ابوحنيفة فحدثک ايوب بهٰذا ويبكى ثم قال ما ذكرت ايوب السختيانى إلا بكيت فقد رأيته يلوذ بقبر رسولِ الله ﷺ شيئًا مّا رأيتهٗ من احدٍ" (کتاب السنن لابی ذر الہروی عن الخلاصۃ ص ۱۱۲)

"حماد ابن زید نے امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ کو سلام بر مزار رسول ﷺ کے بارے میں ان کے شیخ حضرت ایوب السختیانی رحمہ اللہ سے روایت کی تو آپ نے پوچھا: کیا یہ حدیث آپ کو حضرت ایوب نے سنائی اور امام صاحب روئے بھی؟ پھر فرمایا: ایوب سختیانی کا نام جب بھی لیتا ہوں تو مجھے رونا آتا ہے۔ اس لئے کہ مزار رسول ﷺ پر میں نے ان کو ایسے روتے دیکھا کہ کسی دوسرے کو ایسا نہیں دیکھا۔"

حضرت امام مالک رحمہ اللہ کا فرمان

"عن الحافظ ابى موسى الاصفهانى رحمه الله انه روى عن مالک قال اذا اراد الرّجل ان يأتى قبر النبى ﷺ فيستدبر القبلة ويستقبل النبى ﷺ ويصلّى عليه ويدعوا له" حافظ ابوموسیٰ اصفہانی حضرت امام مالک رحمہ اللہ سے روایت کرتے ہیں، آپ نے فرمایا: جب کوئی شخص حضور ﷺ کی قبر مبارک پر جائے تو قبلہ کی طرف پشت کرے اور اپنا منہ نبی ﷺ کی طرف کر کے سلام پڑھے اور آپ کے لئے دعا کرے۔

(رؤس المسائل للامام النووی عن الوفاء ص ۱۱۱)

حضرت امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ اور حضرت امام احمد بن حنبل رحمۃ اللہ علیہ کا حکم

''وعن اصحاب الشافعی وغیرہ یقف وظھرہ إلی القبلة ووجھه إلی الحضرت ﷺ وھو قول احمد ابن حنبل'' اصحاب امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ اور دوسروں سے بھی یہی روایت ہے کہ جب آدمی سلام برمزار رسول اللہ ﷺ پڑھے تو اس کی پشت قبلہ کی طرف ہو اور منہ آنحضرت ﷺ کی طرف ہو۔ امام احمد بن حنبل رحمۃ اللہ علیہ کا مذہب بھی یہی ہے۔ (خلاصۃ الوفاء ص ۱۱۲)

عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما کے فرمان سے مذکورہ مسالک کی تصدیق

''عن ابن عمر رضی اللہ عنہما قال عن السنة ان تاتی قبر النبی ﷺ من قبل القبلة وتجعل ظھرک الی القبلة وتستقبل القبر بوجھک ثم تقول السلام علیک ایھا النبی ورحمة اللہ وبرکاتہ'' حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں: سنت طریقہ یہ ہے کہ بوقت زیارت وسلام تمہاری پشت قبلہ کو اور منہ قبر شریف کی طرف ہو۔ پھر السلام علیک ایھا النبی ورحمة اللہ وبرکاتہ کہو۔ (مسند ابی حنیفہ ص ۱۱۳)

ہارون الرشید خلیفہ عباسی کی حاضری

''قال مصعب الزبیری وابن نافع دخل ھارون (یعنی الرشید) المسجد فرکع ثم اتی قبر النبی ﷺ فسلّم ثم اتی مجلس مالک ۱۲'' مصعب زبیری اور ابن نافع فرماتے ہیں کہ ہارون الرشید مسجد نبوی ﷺ میں داخل ہوئے، پھر حضور ﷺ کی قبر مبارک کی طرف تشریف لے گئے، درود وسلام پڑھنے کے بعد امام مالک رحمۃ اللہ علیہ کی مجلس میں بیٹھ گئے۔'' (الاعتصام ج ۲ ص ۵۶)

ہر مسلمان کے لئے صحابہ کرام اور ائمۃ المسلمین پر اعتماد ضروری ہے

''قال اسحاق ابن ابراھیم الفقیه ومما لم یزل من شان من حجّ المرور بالمدینة والقصد إلی الصلاة فی مسجد رسول اللہ ﷺ والتبرک بروضته ومنبرہ وقبرہ ومجلسه وملامس یدہ ومواطئ قدمه والعمود الذی یستند إلیه وینزل جبریل بالوحی فیه علیه ومن عمدہ وقصدہ من الصحابة وائمة المسلمین والاعتبار بذلک کلّه'' اسحق فقیہ فرماتے ہیں: ہمیشہ یہ طریقہ رہا کہ جو شخص حج بیت اللہ کرتا تھا وہ مدینہ طیبہ بھی جاتا تھا اس لئے کہ مسجد نبوی ﷺ میں نماز پڑھے گا، روضۂ پاک، منبر رسول ﷺ اور قبر مبارک کی زیارت کرے گا، جہاں آپ ﷺ بیٹھتے، ہاتھ لگاتے اور چلتے تھے وہ جگہ دیکھے گا، جس لکڑی سے آپ تکیہ لگاتے اور جس مقام پر وحی نازل ہوتی (وہ بھی دیکھے گا) صحابہ کرام رضی اللہ عنہم اور ائمۃ المسلمین نے جو کچھ کیا معتبر وہی ہے۔ (الشفاء عن الوفاء ص ۱۰۱)

''فلا ینبغی لأحد ان یخرج عمّا مضت به السنّة وجاءت به الشریعة ودلّ علیه الکتاب والسنّة وکان علیه سلف الأمّة وما علمه قال به وما لم یعلمه أمسک عنه'' مسلمان آدمی کو یہ لائق نہیں کہ اس طریقے سے نکل جائے جو سنت وشریعت سے ثابت ہے۔ کتاب وسنت اس پر دلالت کرتی ہے اور اسلاف اُمت اس پر چلتے تھے۔ جو جانتا ہے کہہ دے ورنہ خاموش رہے۔'' (الرسائل والمسائل لابن تیمیہ رحمۃ اللہ علیہ ج ۱ ص ۱۶)

امام زین العابدین رحمہ اللہ نے کیوں روکا اور کس کو روکا؟

تشدد گروپ نے سلام بر روضۂ رسول الثقلین ﷺ بند کرنے کے لئے حضرت امام زین العابدین رحمہ اللہ کے قول کا جھوٹا سہارا لیا۔ مطلب کو مسخ کر کے بیان کیا اور علمی خیانت کی۔ اصل یہ ہے کہ حضرت امام نے اس شخص کو بدعت سے روکا تھا، نہ کہ سلام پڑھنے سے!

''فی روایۃ للقاضی اسماعیل ان رجلاً کان یأتی کل غداۃ فیزور قبر النبی ﷺ ویصلّی إلیه ویضع من ذالک فانتھرہ علیه علی ابن الحسین رضی اللہ عنہ فقال لهٗ ما یحملک علی ھٰذا؟ فقال احسب التسلیم علی النبی ﷺ فقال لهٗ علی اخبرنی ابی'' قاضی اسماعیل سے روایت ہے کہ ایک آدمی ہر روز حضور ﷺ کی قبر مبارک پر آتا، زیارت کرنے کے بعد قبر مبارک کی طرف منہ کر کے نماز پڑھتا تھا۔ اس لئے حضرت امام نے اس کو ڈانٹا اور پوچھا کہ تو ایسا کیوں کرتا ہے؟ اس نے جواب دیا: میں سلام پڑھنا چاہتا ہوں تو امام صاحب نے اس کو حضور ﷺ کی حدیث سنائی۔ (خلاصۃ الوفاء ص ۱۰۴)

''فتبین ان ذٰلک الرجل زاد فی الحد'' پس یہ بات ظاہر ہوگئی کہ وہ شخص حد سے بڑھ گیا تھا (یعنی قبر مبارک کی طرف سجدہ کرتا تھا) (الوفاء باخبار دار المصطفیٰ ص ۱۰۴)

امام زین العابدین رحمہ اللہ خود حضور ﷺ کی قبر مبارک پر سلام پڑھتے تھے

''قد روی یحیی ابن الحسن أنّ علیّ ابن الحسین رضی اللہ عنہ کان إذا جاء یسلّم علی النّبی ﷺ وقف عندالأسطوانۃ الّتی تلی الروضۃ الشریفۃ، ثم یسلّم، ثم یقول ھٰھنا رأس رسول اللہ ﷺ'' یحییٰ ابن الحسن سے روایت ہے کہ امام زین العابدین رحمہ اللہ جب قبر مبارک پر سلام پڑھنے آتے تو روضہ پاک کے قریب جو کھمبا ''اسطوانہ'' ہے اس کے قریب کھڑے ہو کر سلام پڑھتے اور فرماتے: اس جگہ پر آنحضرت ﷺ کا سر مبارک ہے۔

(خلاصۃ الوفاء ص ۱۰۴)

شیخ محمد بن عبدالوہاب نجدی زیارۃ قبر رسول ﷺ کے لئے حاضر ہوئے اور سلام پڑھا: ''وبعد ادائه الفریضۃ امّ المدینۃ المنورۃ وقصد المسجد النبوی وزار امام المرسلین ﷺ وصحابته الابرار المخلصین'' (الشیخ محمد بن عبدالوہاب ص ۱۵)

زیارتِ روضۂ رسول ﷺ کے آداب

''ومنھا ان یجتنب لمس جدار القبر وتقبیله والطواف به، قال النووی: لا یجوز ان یطاف بهٖ ویکرہ الصاق البطن والظھر به قال الحلیمی وغیرہ قال ویکرہ مسّه بالید وتقبیله بل الادب ان یبعد منه کما یبعد من لو حضر فی حیاته ھٰذا ھو الصواب وھو الذی قاله العلماء واطبقوا علیه ومن خطر بباله ان المسح بالید ونحوہ ابلغ فی البرکۃ فھو من جھالته وغفلته لِأَنّ البرکۃ إنّما ھو فیما وافق الشرع واقوال العلماء،

انتہی۔ وفی الاحیاء مس المشاهد وتقبیلها عادت النصارٰی والیهود، انتہی۔ وعن الزعفرانی ان ذالک من البدع الّتی تنکر شرعاً، وعن انس ابن مالک انه رأی رجلاً وضع یده علٰی قبر النبی ﷺ فنهاه وقال ما کنا نعرف هذا اعلٰی عهد رسول اللہ ﷺ "آدابِ زیارت یہ ہے کہ زیارت کرنے والا قبر مبارک کی دیوار کو نہ ہاتھ لگائے اور نہ بوسہ دے۔ امام نوویؒ فرماتے ہیں قبر شریف کا طواف نہ کیا جائے، پیٹھ اور پیٹ نہ لگایا جائے۔ حلیمی وغیرہ نے کہا ہے مزار مبارک کو ہاتھ لگانا اور بوسہ دینا مکروہ ہے۔ ادب اس میں ہے کہ قبر شریف سے اس طرح دور رہے جس طرح آنحضرت ﷺ کی زندگی میں حضور ﷺ سے ادباً دور بیٹھتا تھا۔ اس پر علماء کا فیصلہ ہے جو شخص یہ سمجھتا ہے کہ قبر شریف کو ہاتھ لگانے میں زیادہ برکت ہے وہ اس کی غفلت و جہالت کا نتیجہ ہے۔ برکت تو شریعت اور علماءِ حق کی موافقت میں ہے۔ اِحیاء میں ہے: زیارت گاہوں کو چومنا چاٹنا عادت نصاریٰ ہے۔ زعفرانی سے منقول ہے کہ یہ فعل بدعت ہے، شریعت میں بُرائی ہے اور حضرت انس بن مالک سے روایت ہے، آپ نے ایک شخص کو آنحضرت ﷺ کی قبر مبارک پر ہاتھ رکھے ہوئے دیکھا تو اس کو منع کیا اور فرمایا: رسول کریم ﷺ کے عہد مبارک میں کسی کو ہم ایسا کرتے نہیں دیکھتے تھے۔ (یعنی صحابہ کرام رضی اللہ عنہم ایسا نہیں کرتے تھے) (خلاصۃ الوفاء ص ۱۲۴)

حضرت بلال رضی اللہ عنہ نے جو کچھ کیا وہ حسرتِ فراق، غلبۂ محبت اور فرطِ استغراق میں کیا۔ واجب الاتباع وہ طریقہ ہے جو عشاقِ رسول، عمائدِ اسلام، خلفاءِ راشدین اور جمہور صحابہ کرام کا ہے۔ دل میں ان کے بے حد محبت ہوتی تھی لیکن ان کی زبان سے یا اعضاءِ بدن سے ایسی کوئی حرکت سرزد نہ ہوتی تھی جو شانِ توحید کے خلاف ہو یا مخالفینِ توحیدِ رب العالمین کے مشابہ ہو۔ اللہ تعالیٰ نے ان لوگوں کو اپنے محبوب کی صحبت و رفاقت اور آپ کی جانشینی کے لئے منتخب فرمایا تھا۔ اس قدوسی جماعت پر اللہ کی بے شمار رحمتیں اور برکتیں ہوں جن کو اللہ و مصطفیٰ کا اعتماد حاصل تھا۔ رضی اللہ عنہم ورضوا عنہ!

ازالۂ شبہ

"وضع بلال رضی اللہ عنہ خدیه من القبر الشریف للاستغراق فی المحبة والناس مختلف مراتبهم" بے شک حضرت بلال رضی اللہ عنہ نے اپنا رُخسار مبارک قبر شریف پر رکھا تھا لیکن وہ استغراق کی حالت میں تھے، آج لوگوں کی حالت مختلف ہے۔ (لہٰذا وہ ایسا نہ کریں) (عن الوفاء ص ۱۲۷)

القصہ! مزار رسول ﷺ و مسجد نبوی ﷺ مرجع خلائق ہیں۔ ملائکۃ اللہ اور انس و جن وہاں زیارت کے لئے حاضری دیتے ہیں۔

"قال التوربشتی إنّما سمّی تلک البقعة المبارکة روضة لأنّ زوار قبره وعمار مسجده من الملائکة والجن والانس لم یزالوا مکبین فیها علٰی ذکر اللہ سبحانه وعبادته إذا صدر عنها فریق ورد علیها آخرون" توربشتی رحمہ اللہ فرماتے ہیں اس جگہ کو روضہ کیوں کہا جاتا ہے؟ اس لئے کہ حضور ﷺ کی مزار شریف کی زیارت اور مسجد کو آباد کرنے والے فرشتے، جن اور انسان ہمیشہ اس مقام میں اللہ تعالیٰ کی یاد اور عبادت میں لگے رہتے ہیں، ایک فریق جب چلا جاتا ہے تو دوسرا فریق حاضر ہو جاتا ہے۔" (مرقاۃ ج ۲ ص ۱۹۱)

ستر ہزار ملائکہ کا عظیم اجتماع حضور ﷺ کی قبر مبارک پر ہر وقت سلام پڑھتا ہے

''قال اسماعیل القاضی حدثنا معاذ ابن جبل حدثنا عبداللہ ابن المبارک اخبرنا ابن لھیعۃ حدثنی خالد بن یزید عن سعید ابن ابی ھلال عن ابن وھب اَنَّ کعبا دخل علی عائشۃ رضی اللہ عنہا فذکروا رسول اللہ ﷺ فقال کعب ما من فجر یطلع الا نزل سبعون الفا من الملائکۃ حتّٰی یخفون بالقبر یضربون بأجنحتھم یصلون علی النبی ﷺ سبعون الفا باللیل و سبعون الفا بالنھار'' حضرت کعب رضی اللہ عنہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کی خدمت میں حاضر ہوئے، حضور ﷺ کا ذکر خیر آیا تو حضرت کعب رضی اللہ عنہ فرمانے لگے: ہر روز ستر ہزار فرشتے صبح و شام آپ کی مزار پر حاضر ہوتے ہیں اور قبر شریف کو ہر طرف سے گھیرا ڈال کر صلوٰۃ و سلام پڑھتے ہیں۔ اس کو امام ابن کثیر رحمہ اللہ نے اثر حسن لکھا ہے۔ واللہ اعلم! (ابن کثیر ج ۳ ص ۵۱۷)

محبوب کبریا ﷺ و تمام انبیاء علیہم السلام کی زیارت کرامت ہے، یہودیت نہیں

''کافر ساز'' ادارے کا ترجمان اپنی کتاب میں لکھتا ہے، ملاحظہ ہو: ''بعد از موت سماع و رؤیت انبیاء دراصل یہودیوں کی ایجاد ہے۔'' (ملاحظہ رسالہ اربعین احادیث ص ۲۸، از گکھڑ ہٹہ)

سید عنایت اللہ شاہ صاحب نے اس رسالہ کو مخلصانہ سعی اور عوام و خواص کے لئے باعث ہدایت فرمایا ہے۔ اس کمپنی کی جو کتاب بھی معرض وجود اور صفحۂ ہستی میں آتی ہے، وہ شاہ صاحب کی رہین تصدیق ہو کر ظاہر ہو رہی ہے۔ ''اشاعت التوحید'' کا دوسرا کوئی بزرگ نہیں ملے گا جس کی قلم نے اُمت رسول کو ذبح کرنے والوں کو یہ سہارا دیا ہو۔ سرزمین پاکستان میں دیوبندیت کی مٹی پلید کرنے کا جو منصوبہ تیار ہوا ہے اس کا خمیازہ آئندہ نسلیں بھگتیں گی۔ جب ان کو یہ سنایا جائے گا کہ تمہارے دیوبندی زیارت روضۂ رسول ﷺ سے منع کرتے ہیں۔ سماع صلوٰۃ و سلام عندالقبر کو اور زیارت رسول ﷺ کو یہودیت لکھتے ہیں۔ وغیرہ وغیرہ! دیکھو یہ کتاب ہے جس پر سید عنایت اللہ شاہ صاحب امیر اشاعۃ التوحید والسنۃ کی تصدیق ہے۔

ابناءِ توحید و ابناءِ دیوبند کے لئے یہ وقت ایک مصیبت ہوگا، ایسی تحریروں اور تصدیقوں سے اتفاق کریں گے تو جمہور اُمت کافر بنے گی اور اگر انکار کریں گے تو گلو خلاصی مشکل ہو جائے گی۔ بعد از وفات انبیاء علیہم السلام کا دیکھنا دو طرح پر ہے، خواب میں زیارت ہو یا بیداری میں۔

خواب میں زیارت کا ہونا

جناب رحمۃ للعالمین ﷺ کو خواب میں دیکھنا شریعت کی کسی نص کے خلاف نہیں۔ کیونکہ خواب میں سید دو عالم ﷺ یا دیگر اشیاء عالم کو دیکھنا آیاتِ قرآنی و احادیث نبوی ﷺ کے صریح مطابق ہے۔

''لقد صدق اللہ رسولہ الرؤیا بالحق (الفتح:۲۷)'' جس میں حضور ﷺ کا خواب دیکھنا مذکور ہے۔ آنحضرت ﷺ بعد از نماز فجر صحابہ کرام رضی اللہ عنہم سے پوچھتے تھے کہ کسی نے خواب دیکھا ہو تو بیان کرے۔ آپ ﷺ خود خواب دیکھا کرتے اور اس کی تعبیر بھی بیان فرماتے۔ اس طرح خواب کی کئی قسمیں بیان فرمائیں۔ آپ کی وفات

حسرت آیات کے بعد صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے حضور ﷺ کو خواب میں دیکھا، تابعین اور ائمہ مجتہدین نے دیکھا، محدثین نے دیکھا۔ غرضیکہ اُمت میں لاکھوں ایسے خوش نصیب ہیں جن کو اکثر و بیشتر آپ ﷺ کی زیارت نصیب ہوتی تھی (اوراب بھی ہوتی ہے)

محدثین کرام نے آپ کی زیارت پر بشارت پر بڑی لمبی بحثیں رقم فرمائی ہیں۔ سیّد دو عالم ﷺ نے یہ بھی فرمایا کہ: ''من رآنی فقد رانی فانّ الشیطان لا یتمثل بی۔۔۔(الحدیث)'' جس شخص نے خواب میں میری زیارت کی اس نے صحیح دیکھا، شیطان کو یہ بساط میسر نہیں کہ میرا مثیل وشبیہ بن سکے۔

القصہ سردار دو جہان ﷺ کی زیارت ہونا اور آپ کو خواب میں دیکھنا جمہور اُمت کے نزدیک حقیقت متواترہ ومسلمہ ہے۔ ''ککڑ ہٹہ گروپ'' اگر خواب میں حضور ﷺ کی زیارت ہونے کی نفی کرتے ہیں تو اس کی بے ہودگی و بے دینی مسلّم ہونے کے علاوہ یہ سوال بھی زبان زدِ خلق ہوگا کہ دیوبندی عالم کائنات کی کل چیز حتیٰ کہ بیل گھوڑے کا خواب تو دیکھ سکتے ہیں، مگر جد الحسنین، امام الحرمین، نبی القبلتین، مہبط جبریل اور محبوب رب جلیل ﷺ کو خواب میں دیکھنا گوارہ نہیں کرسکتے۔

ہمارے اکابر کو اگر اس قسم کے اصاغر و افاضل میسر آ گئے تو مسلک حق کو بے شک چار چاند لگا دیں گے؟

بیداری کی حالت میں آنحضرت ﷺ کو دیکھنا

بعد از وفات بیداری کی شکل میں انبیاء علیہم السلام کا نظر آنا حضور ﷺ کے لئے ثابت ہے۔ شب معراج تمام انبیاء علیہم السلام بیت المقدس میں جمع تھے۔ آپ ﷺ نے ان کی زیارت فرمائی اور نماز بھی پڑھائی، حالانکہ سوائے حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے سب انبیاء دنیا سے رخصت و رحلت فرما گئے تھے۔ آسمانوں پر حضرت آدم، عیسیٰ، یحییٰ و ادریس، ہارون وموسیٰ اور حضرت ابراہیم علیہم السلام سے خصوصی ملاقات ہوئی۔

حضرت خاتم الانبیاء ﷺ کو بعد وفات آنجناب کے قبر سے باہر بجسدہ العنصری دیکھنا اس لئے ممنوع ہے کہ ایک تو بعث بعد الموت قیامت سے پہلے نہیں ہوگا۔ دوسرے اگر زیارت اس طرح ہو تو زیارت کرنے والا صحابی ہو جائے گا۔ حالانکہ وہ پاک دور گزر چکا ہے۔ مگر آپ کا جسد مثالی کا نظر آنا یا آپ کی ذات بابرکات کا کسی انسان پر منکشف ہونا نہ شرعاً محال ہے اور نہ عقلاً بعید ہے۔ نبی کریم ﷺ نے موسیٰ علیہ السلام کو ان کی قبر مبارک میں نماز پڑھتے دیکھا۔ (رأیت موسیٰ یصلی فی قبرہ) اور آپ کو تلبیہ کہتے بھی دیکھا (رأیت موسیٰ یلبی) اس طرح وادی ازرق میں حضرت یونس علیہ السلام کو دیکھا کہ وہ اللہ تعالیٰ کے سامنے گڑگڑا رہے ہیں۔ بعض وقت آنحضرت ﷺ پر قبر کا عذاب منکشف ہوتا تھا۔ نماز کسوف میں دوزخ و بہشت آپ کے سامنے ظاہر ہوئی۔ الغرض باب انکشاف اتنا طویل و عریض ہے کہ اس کا انکار بدیہی سے کم نہیں۔ اس کی مثالوں کو جمع کیا جائے تو مستقل ایک کتاب بن جائے گی۔

گو عہد صحابہ میں آنحضرت ﷺ کا بیداری کی حالت میں نظر آنا ثابت نہیں اور نہ کسی صحابی یا صحابیہ سے یہ بات منقول ہے کہ اس نے حضور ﷺ کو جیتے جاگتے دیکھا ہو۔

مگر عہد صحابہ سے بعد کے لوگوں نے آپ کی زیارت بحالت بیداری بیان کی اور وہ ایسے بزرگ ہیں کہ ان کا اجتماع علی الکذب مشکل ہے۔ ان اساطین ملت کو یہودی کہنا بہت بڑی جرأت کا کام ہے۔ جب باقی

انبیاء علیہم السلام کا بعد وفات نظر آنا، ملاقی ہونا احادیث صریحہ سے ثابت ہے تو حضور ﷺ کا بعد وفات دیکھا جانا کیوں ممنوع وحرام قرار دیا گیا؟

احتیاط مطلوب تھا تو اتنا کہہ دینا کافی ہے کہ بعد از وفات حضور ﷺ یا دیگر انبیاء علیہم السلام اجساد عنصریہ کے ساتھ قبروں سے باہر قیامت سے پہلے اس دنیا میں کسی کو نہیں مل سکتے۔ مطلق رؤیت کو ایجاد یہود کہنا تکفیر اُمت کے شوق کا اظہار نہیں تو کیا ہے؟ کیا جن لوگوں سے شب معراج ملاقات ہوئی وہ انبیاء نہیں تھے؟ یا نبی کریم ﷺ کو نیند تھی؟ سیدھی بات ہے کہ وہ اجساد جو قبروں میں محفوظ ومصئون ہیں۔ قیامت سے پہلے دنیا میں لوگوں کے سامنے چلنے پھرنے کے مجاز نہیں۔ خواہ انبیاء ہوں یا اولیاء۔ مگر ان کے اجسام مثالیہ کا نظر آنا یا ان کی مزارات مقدسہ سے حالات کا انکشاف ہونا۔ جیسے شب معراج مسجد اقصیٰ میں ہوا۔ اور موسیٰ علیہ السلام کو ان کی قبر شریف میں نماز پڑھتے دیکھا گیا یہ سب کچھ کیوں یہودیت بن گیا؟ یہودیت سے اتنی محبت کیوں ہوگئی کہ ہر شخص یہودی اور ہر کام یہودیت نظر آتا ہے؟ شب معراج جو حضور ﷺ نے انبیاء کرام علیہم السلام کو دیکھا، کیا یہ رویت بعد وفات نہیں؟ اور جو کچھ انہوں نے کہا سنا کیا وہ بعد وفات نہ تھا؟ اگر انبیاء علیہم السلام کی مثالی صورتوں کا نظر آنا، انبیاء کی رؤیت نہیں تو پھر انبیاء کی امامت وملاقات کس طرح ہوئی؟ اگر یہ انبیاء نہیں تھے تو حضور ﷺ امام الانبیاء کیسے بن گئے؟ انبیاء علیہم السلام کے لئے کون سا ''سماع'' ماننا یہودیت ہے اور کس طرح رؤیت وزیارت ثابت کرنا شرک ہے؟

صاحب روح المعانی کی تحقیق

''والحاصل انہ لم یبلغنا ظھورہ علیہ الصلوۃ والسلام لأحدٍ من اصحابہ و اھل بیتہ وھم بھم''
حاصل یہ ہے کہ آپ ﷺ کا صحابہ کرام رضی اللہ عنہم اور اہل بیت کے لئے ظاہر ہونا ہمارے نزدیک ثابت نہیں۔

(روح المعانی ج ۲۲ ص ۳۷)

''وبالجملۃ عدم ظھورہ لِأولٰئک الکرام وظھورہ لمن بعدھم مما یحتاج إلٰی توجیہ یقنع بہ ذوالافھام ولا یحسن منی ان اقول کل ما یحکی عن الصوفیۃ من ذٰلک کذب لا اصل لہ لکثرۃ حاکیہ وجلالۃ مدعیہ وکذا لا یحسن منی ان اقول انھم انما راؤ النبی ﷺ مناماً فظنوا ذٰلک لخفۃ النوم وقلتہ یقظۃ فقالوا رأیناہ یقظۃ لما فیہ من البعد ولعل فی کلامھم ما یاباہ وغایتہ ما اقول ان تلک الرؤیۃ من خوارق العادۃ کسائر الکرامات لِلأولیاء ومعجزات الانبیاء علیہم السلام وکانت الخوارق فی الصدر الاول لقرب العھد بشمس الرسالۃ قلیلۃ جدًا وانی یری النجم تحت الشعاع او یظھر کوکب وقد انتشر ضوء الشمس فی البقاع فیمکن ان یکون قد وقع ذٰلک لبعضھم علٰی سبیل الندرۃ ولم تقتض المصلحۃ افشائہ'' قصہ مختصر: حضور ﷺ کا صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے لئے ظاہر نہ ہونا اور بعد کے لوگوں کے لئے ظاہر ہونا ایک توجیہ کا محتاج ہے جس کو عقل مند مان لیں گے۔ میں یہ نہیں کہہ سکتا کہ جو کچھ بزرگوں سے نقل ہے وہ سب جھوٹ ہے۔ کیونکہ حضور ﷺ کی زیارت کا ذکر کرنے والے بہت ہیں اور جلیل القدر لوگ ہیں اور میں یہ بھی نہیں کہہ سکتا کہ آنحضرت ﷺ کو نیند میں دیکھا۔ مگر اس کو بیداری تصور کرلیا کیونکہ یہ مطلب لینا ان کی کلام کے خلاف ہے۔ زیادہ سے زیادہ یہ کہہ سکتا ہوں کہ یہ بیداری کا دیکھنا ان کی کرامت ہے۔ جیسا کہ اولیاء کی کرامات اور انبیاء علیہم السلام کے معجزات ہوتے ہیں۔ یہ کرامات صحابہ کے

دور میں تھوڑی تھیں اس لئے کہ شمسِ رسالت کی روشنی کے نیچے ستاروں کی شعاع نہیں چلتی تھی۔ سورج جب نکلا ہوا ہو تو ستارے غائب ہوتے ہیں اور ممکن ہے کسی صحابی نے حضور ﷺ کو بیداری میں دیکھا ہو مگر مصلحت اسی میں ہو کہ اس کی ظاہر نہ کیا جائے۔ (روح المعانی ج ۲۲ ص ۳۷)

خاتم المحققین علامہ آلوسی رحمہ اللہ جو مفتیٔ عراق و بغداد اور اونچے پایہ کے مفسر ہیں۔ بالآخر یہی فیصلہ دے رہے ہیں کہ سیدولدِ آدم ﷺ کی زیارت اگر کسی آدمی کو بحالتِ بیداری ہوگئی ہو تو یہ از قبیل کرامات ہے۔ کیونکہ بہت سے زائرایسے جلیل القدر اولیاءِ اُمت ہیں جن کی باتوں کو جھوٹ کہنا صحیح نہیں۔

مگر یہ مصنف ہیں جو ساری اُمت کو یہودیت کی طرف دھکیل رہے ہیں اور بلا کسی حیاء وحجاب کے اولیاء اللہ لوگوں کو یہودی بنا رہے ہیں۔ ان کی تحقیق میں علامہ آلوسیؒ بغدادی بھی یہودی ہی ٹھہرے۔ (العیاذ باللہ) کیونکہ وہ بھی بعد وفات حضور ﷺ کی رؤیت وزیارت تسلیم کررہے ہیں۔

سیدالطائفہ امام ولی اللہ رحمہ اللہ دہلوی کا فرمان

''قال رسول اللہ ﷺ ما من احدٍ یسلّم علیَّ إلّا ردّ اللہ علیَّ روحی حتّٰی اردّ علیه السلام وقد شاهدت ذٰلک مالا احصٰی فی مجاورتی المدینۃ سنۃ الف ومأۃ واربع واربعین'' آنحضرت ﷺ نے فرمایا جو شخص مجھ پر سلام پڑھتا ہے۔ اللہ تعالیٰ میری روح کو مجھ پر اعادہ کرتا ہے۔ حتیٰ کہ میں اس کو سلام کا جواب دیتا ہوں۔ ۱۱۴۴ھ میں جب میں مدینہ منورہ میں تھا تو بے شمار مرتبہ میں نے اس کا مشاہدہ کیا۔ (حجۃ اللہ البالغہ ج ۲ ص ۲۴۴)

شیخ الاسلام مولانا مدنی رحمہ اللہ کی تحریر

حضرت مدنی رحمہ اللہ لکھتے ہیں کہ حضرت شاہ ولی اللہ رحمہ اللہ فیوض الحرمین میں فرماتے ہیں: ''میں جب بھی مواجہہ شریفہ میں مزار اقدس پر حاضر ہوا، روحِ پُرفتوح علیہ السلام کو عظیم الشان تموج میں پایا اور میں نے مشاہدہ کیا کہ زائرین (صلوٰۃ وسلام پڑھنے والوں) کی طرف خصوصی توجہ فرماتے ہیں اور سلام کا جواب دیتے ہیں اور اسی طرح ان لوگوں کی طرف خصوصی توجہ ہوتی ہے جو آپ کی مدح کرتے ہیں اور ان سے خوش ہوتے ہیں۔ میں نے دیکھا کہ روحِ پُرفتوح کی موج نے تمام متصل مکان اور فضا کو بھر رکھا ہے۔'' (مکتوبات شیخ الاسلام ص ۲۳۰)

حضرت شاہ ولی اللہ بعد وفات آنحضرت ﷺ کے مشاہدہ فرمارہے ہیں۔ یہ رؤیت کشفی ہے جو کسی صحابی سے منقول نہیں۔ اب امام ولی اللہ اور مولانا حسین احمد مدنی جو آپ کی کلام کے ناقل اور مترجم ہیں، ہر دونوں کے متعلق کیا فتویٰ ہے؟

کیا خاکم بدہن ان حضرات میں بھی یہودیت گھس آئی تھی؟ ؎

شرم تم کو مگر نہیں آتی!

تمہید مسئلہ: بدن انسانی کی ترکیب

اصل مسئلہ سامع کو ذہن نشین کرانے کے لئے حسبِ ترتیب چند فائدے مرقوم کئے ہیں تاکہ مقصد کے واضح ہونے میں سہولت ہو۔ مشہور اور قرینِ علم یہی ہے کہ انسان کی ترکیب دو چیزوں سے ہے ''روح'' اور ''جسد

عنصری'' جس کی ترکیب چار مرکبات سے ہے۔ مٹی، پانی، آگ، ہوا۔

''اخرج عبدالرزاق وعبد ابن حمید وابن المنذر والحاکم وصححه والبیهقی فی الاسماء والصفات عن طاء وس قال جاء رجل إلی عبدالله بن عمرو ابن العاص فسئله مم خلق الخلق قال من الماء والنور والظلمة والریح والتراب'' (روح المعانی ج ۲۵ ص ۱۳۲)

''عبدالرزاق وغیرہ محدثین حضرات نے یہ حدیث بیان کی ہے۔ ایک جوان نے حضرت عبداللہ بن عمرو ابن العاص رضی اللہ عنہ سے پوچھا کہ مخلوق کس چیز سے بنائی گئی۔ انہوں نے فرمایا پانی، نور، ظلمت ہوا اور مٹی سے۔''

حدیث شریف میں ہے کہ ماں کے پیٹ میں جب وجود عنصری کی تخلیق پوری ہو جاتی ہے تو اللہ تعالیٰ اس کے اندر روح نفخ فرماتے ہیں: ''ثم انشأنه خلقاً اخر فتبارک الله احسن الخالقین (المومنون: ۱۴)'' آیت پاک کا اشارہ اس طرف ہے کہ تخلیق جسمی پوری ہونے کے بعد اللہ تعالیٰ اس میں روح ڈال کر زندہ فرما دیتے ہیں۔

روح کی حقیقت

روح کے متعلق ایک جامع ارشاد قرآن مجید میں مذکور ہے جس سے صاف ظاہر ہوتا ہے کہ روح کی حقیقت اور کنہہ بالتفصیل مخلوق میں سے کسی کو معلوم نہیں۔

''وَيَسْئَلُوْنَکَ عَنِ الرُّوْحِ قُلِ الرُّوْحُ مِنْ اَمْرِ رَبِّیْ وَمَآ اُوْتِيْتُمْ مِّنَ الْعِلْمِ اِلَّا قَلِيْلًا (بنی اسرائیل: ۸۵)''

روح کے متعلق آپ سے پوچھتے ہیں، ان کو کہو ''روح'' میرے خدا کا امر ہے اور تمہارے معلومات بہت تھوڑے ہیں۔

انسانی معلومات کا جہاں تک تعلق اور علم قلیل کا منتہیٰ عروج ہے یہ ہے کہ روح ایک وجودی چیز ہے۔ مستقل وجود مخلوق اور حادث ہے۔ انسانی کمالات وحالات علوم وفنون سلسلہ موت وحیات، نیکی اور بدی اور علم وجہل کا تعلق سب اسی سے ہے۔ حتیٰ کہ انسانیت اور آدمیت سے موصوف، نام اور کام سے مشہور بھی ''روح'' ہی ہے۔ عالم وجود وعناصر میں انسانی ہیکل سے جو کچھ صادر ہو رہا ہے یہ سب کے سب ''روح'' کے کرشمے ہیں۔ یہ نظر آنے والا ''عنصری وجود'' عالم لاہوت وناسوت میں ''روح'' کا لبادہ ہے۔

حدیث پاک ہے، آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: حضرت آدم علیہ السلام کی پشت سے ان کی اولاد کو اللہ تعالیٰ نے نکال کر صف بہ صف سامنے کھڑا کیا اور اپنی ربوبیت کا اقرار اور وعدہ لیا ان میں انبیاء بھی تھے، علماء بھی، کافر ومومن، نیک اور بد سب موجود تھے۔

حضرت آدم علیہ السلام نے ایک شخص کے متعلق سوال کیا کہ یہ کون ہے؟ اللہ تعالیٰ نے فرمایا: ابنک داؤد'' یہ تیرا بیٹا ہے، داؤد اس کا نام ہے۔'' یہ تسلیم کہ حضرت داؤد علیہ السلام کا وجود عنصری قطعاً وہاں موجود نہیں تھا، حضرت آدم علیہ السلام نے جس کی شکل پسندیدہ دیکھ کر سوال کیا اور اللہ تعالیٰ نے بھی یہ فرمایا یہ تیرا بیٹا ہے، داؤد اس کا نام ہے، وہ روح داؤد علیہ السلام تھا۔

''وَاِذْ اَخَذَ رَبُّکَ مِنْۢ بَنِيْٓ اٰدَمَ مِنْ ظُهُوْرِهِمْ ذُرِّيَّتَهُمْ وَاَشْهَدَهُمْ عَلٰٓى اَنْفُسِهِمْ اَلَسْتُ بِرَبِّكُمْ قَالُوْا بَلٰى شَهِدْنَا اَنْ تَقُوْلُوْا يَوْمَ الْقِيٰمَةِ اِنَّا كُنَّا عَنْ هٰذَا غٰفِلِيْنَ۔ اَوْ تَقُوْلُوْٓا اِنَّمَآ اَشْرَكَ اٰبَآؤُنَا مِنْ قَبْلُ وَكُنَّا ذُرِّيَّةً مِّنْ

بَعْدِهِمْ اَفَتُهْلِكُنَا بِمَا فَعَلَ الْمُبْطِلُوْنَ (الاعراف: ۱۷۲، ۱۷۳) ''اور جب تیرے رب نے بنی آدم سے ان کی اولاد کو نکالا اور ان سے اقرار کرایا، کیا میں تمہارا رب نہیں ہوں؟ وہ بولے ہاں تو ہمارا رب ہے، ہم اقرار کرتے ہیں، یہ اس لئے کیا کبھی تم قیامت کے دن یہ نہ کہو کہ ہم اس چیز سے غافل تھے یا یہ کہنے لگو کہ شرک تو ہمارے باپ دادا نے نکالا ہم توان کے تابع تھے۔ کیا تو ہمیں ان گمراہوں کے کام پر ہلاک کرتا ہے؟

''وھل الانفعال والتاثر وحدوث ما یحدث عنھا من الافعال العجیبة والأثار الغریبة إلّا من الارواح والاجسام ألتھا بمنزلة الصانع فالصنعة فی الحقیقة له والألات وسائط فی وصول اثره إلی الصنع'' اور وجود عنصری کا اثر قبول کرنا اور افعال عجیبہ وآثار غریبہ کا ظاہر ہونا یہ سب کچھ روح سے ہے۔ جسم روح کے لئے ہتھیار ہے جس طرح ایک کاریگر کا آلہ اس کے کام میں ایک وسیلے کی حیثیت رکھتا ہے اور اصل میں کام کرنے والا وہ کاریگر ہی ہوتا ہے۔ (تفسیر ابن القیم ج۱ ص ۵۷۵)

''وھل یخاطبک من الانسان او یراک او یحبک او یوالیک او یعادیک ویخف علیک او یثقل ویونسک او یوحشک إلا ذٰلک الامر الذی ھو وراء الھیکل المشاھد بالبصر''

''جو انسان آپ سے مخاطب ہو رہا ہے دیکھتا ہے یا محبت کرتا ہے، دوستی یا عداوت پر آمادہ ہوتا ہے، بے اثر ہے یا وزن دار ہے اور آپ سے اُنس ومحبت کرتا ہے یا وحشت پذیر ہوتا ہے، یہ ساری باتیں اس روح کی ہیں جو اس نظر آنے والے وجود سے پیچھے یعنی مخفی ہے۔

روح اور وجود کو باہم نسبت

مذکورہ دلائل سے یہ نتیجہ اخذ نہیں کرنا کہ جو کچھ ہے ''روح'' ہی ہے، جسد عنصری محض جماد یا پتھر کی طرح ہے۔ لہٰذا حدود وتعزیرات کا دنیا میں جاری ہونا اور عذاب وثواب کا آخرت میں جسد عنصری پر عائد کرنا ظلم ہے اور ایک ناکردہ گناہ کی سزا ہے، جو حاکم عادل کے تصفیۂ عدل کے منافی ہے۔ چنانچہ بعض لوگ جیسے معتزلہ اور خوارج یا ان کے ہم مسلک گندم نما جو فروش سُنی اس کے قائل ہو گئے کہ موت کے بعد قبر میں عذاب وثواب محض روح کو محسوس ہوگا، جسد عنصری محض ایک مٹی کا پتلا سمجھو یا پتھر کی چٹان۔

ان عقلمندوں کو کون سمجھائے کہ دنیا میں جو حدیں اور تعزیریں قائم کی جاتی ہیں ان میں جسد عنصری کیوں پیش پیش ہے؟ نیز جو عتاب وعذاب گنہ گاروں کو اور راحت وثواب نیکوکاروں کو آخرت میں حاصل ہوگا وہ محض روح کو کیوں نہیں ہوگا؟ رَوْح وریحان، جنت عدنان، دیدار رحمان میں وجود عنصری کو کیوں شریک کیا جائے گا؟ موت کے بعد روح کو بدن سے علیحدہ کر کے صرف روح کو عذاب وثواب کا مزا چکھانا تقضیہ انصاف کے منافی ہے۔

''اخرج ابن منده عن ابن عباس قال ماتزال الخصومة بین الناس حتی تخاصم الروح والجسد فتقول الروح للجسد انت فعلت ویقول الجسد للروح انت امرت وانت سولت فیبعث الله ملکًا یقضی بینھما فیقول لھما ان مثلکما کمثل رجل مقعد بصیر وآخر ضریر دخلا بستانا فقال المقعد للضریر انی ازی ھٰھنا ثمارًا ولکن لا اصل إلیھا فقال له الضریر ارکبنی فرکبه فتناولھا فایھما المعتدی فیقولان کلاھما

فیقول الملک فانکما قد حکمتما علی انفسکما یعنی ان الجسد للروح کالمطیۃ وھو راکبہ" حضرت عبداللہ ابن عباس رضی اللہ عنہما سے ابن مندہ نے روایت کی ہے آپ نے فرمایا: لوگوں میں جھگڑا لمبا ہوگا، حتیٰ کہ روح اور جسد بھی جھگڑا کریں گے۔ روح جسد کو ملامت کرے گا کہ جو کچھ ہوا تو نے کیا، مگر جسد یہ کہے گا یہ ساری بات ہی تیری تھی۔ پھر اللہ تعالیٰ ایک فرشتہ بھیجیں گے وہ ہر دونوں کو مخاطب ہوگا اور کہے گا تمہاری مثال اس طرح ہے جس طرح ایک شخص لنگڑا ہو مگر اس کی آنکھ ٹھیک ہو اور دوسرا اندھا ہو وہ ہر دونوں ایک باغ میں داخل ہو گئے، لنگڑے نے اندھے سے کہا میں یہاں پھل دیکھ رہا ہوں لیکن ان تک پہنچ نہیں سکتا، اندھے نے کہا تم مجھ پر سوار ہو جاؤ، اندھے نے لنگڑے کو کندھے پر اٹھالیا اس طرح دونوں نے مل کر وہ کام کیا، اب بتاؤ مجرم کون ہے؟ جسد اور روح جواب دیں گے مجرم ہر دونوں ہیں، تو فرشتہ کہے گا تم نے اپنا فیصلہ خود ہی کرلیا۔ یعنی روح سوار ہے اور جسد اس کی سواری ہے۔ (شرح الصدور ص ۳۷)

غور فرمایئے! دنیا میں چور کا ہاتھ جب کاٹا جاتا ہے اور زانی کو دُرّے لگائے یا سنگسار کیا جاتا ہے یا استاد و معلم تادیباً اپنے شاگرد کو تھپڑ رسید کرتا ہے تو اس تادیب و تعزیر میں روح اور وجود عنصری ہر دونوں ملحوظ ہوتے ہیں۔ اسی طرح ہر دونوں کیلئے غذا کا انتظام کو علیحدہ ہے۔ روٹی، پانی، فروٹ اور گوشت جسد عنصری کا حصہ اور تلاوت قرآن، ذکر الٰہی روح کی غذا ہیں مگر بظاہر غذاء روح بھی وجود عنصری کے وسیلہ سے مہیا کی جاتی ہے۔

القصہ...... روح اور وجود کا باہم تعلق ایک مسلّم چیز ہے۔ دنیا میں ہر دونوں ایک دوسرے کے سواء کچھ نہیں کر سکتے بلکہ ایک دوسرے کے سخت محتاج ہیں۔ وجود کے بغیر روح کی کرشمہ سازی اور روح کے بغیر وجود کا کوئی کمال تصور میں نہیں آسکتا۔ لہٰذا روح و وجود کی ترکیب کے بعد کسی مرحلہ میں مشترک کام کی جزاء و سزا صرف روح کے لئے ثابت کرنا ناانصافی کے مترادف ہے۔

امام ابن القیم رحمہ اللہ اور امام ابن تیمیہ رحمہ اللہ کا فتویٰ

"وھذا یتضح بجواب المسئلۃ وھی قول السائل ھل عذاب القبر علی النفس والبدن او علی النفس دون البدن او علی البدن دون النفس وھل یشارک البدن النفس فی النعیم والعذاب ام لا وقد سئل شیخ الاسلام عن ھذہ المسئلۃ ونحن نذکر لفظ جوابہ فقال بل العذاب والنعیم علی النفس والبدن جمیعا باتفاق أھل السنۃ والجماعۃ وفی المسئلۃ اقوال شاذۃ لیست من اقوال اھل السنۃ والجماعۃ" اور یہ فصل ایک سائل کے جواب میں مسئلے کو واضح کرتا ہے کسی نے پوچھا کہ قبر کا عذاب نفس و بدن ہر دونوں پر واقع ہے یا صرف نفس پر یا صرف بدن پر اور کیا بدن نعمت و عذاب میں روح کا شریک ہے یا نہ؟ شیخ الاسلام نے فرمایا: نعمت و عذاب نفس اور روح ہر دونوں پر ہوتے ہیں۔ اہل سنت والجماعت کا اس پر اتفاق ہے اور اس مسئلہ میں دوسرے اقوال ہیں جو اہل سنت والجماعت کے خلاف ہیں۔" (کتاب الروح لابن قیم رحمہ اللہ ج ۱ ص ۹۷)

وضاحت

امامین کے ارشاد گرامی سے یہ ثابت ہوتا ہے کہ روح اور وجود جب سے ایک دوسرے کے ساتھی ہوئے ہر معاملہ میں ان کا ساتھ ہی رہے گا۔ دنیا کے دُکھ سکھ میں ایک دوسرے کے شریک اور برزخ و عقبیٰ کے ثواب

وعتاب میں بھی شریک رہیں گے۔ صرف وہ ایک صورت کہ روح جب عالم ارواح میں اور وجود انسان ناپختہ حالت میں ایک تصویر اپنی ماں کے پیٹ میں تھا، تو لامحالہ ایک دوسرے کی رنج وراحت میں یہ ہر دونوں شریک نہیں تھے۔ روح بدن سے بے خبر اور بدن روح سے بے ثمر تھا۔ ہر ایک کے حالات کا ایک دوسرے پر کوئی اثر نہیں تھا اور نہ ہی وہ کسی قسم کی تکلیف کے پابند تھے۔ تعلق تھا تو صرف اتنا کہ یہ روح فلاں وجود میں داخل ہوگی اور یہ وجود فلاں روح کی دنیوی رہائش گاہ ہے۔ مگر عالم برزخ وعقبیٰ میں تو یہ ہوگا کہ اس روح ووجود نے یہ نیک کام کیا یا یہ بدکاری انجام دی یعنی ہر دونوں پر برابر کی ذمہ داری عائد ہوگی۔ خواہ روح علیّین میں قرار پذیر ہو یا سجّین میں اور وجود قبر میں سالم موجود ہو یا خاک وراکھ بن چکا ہو۔ ہمیں نظر نہ آنے والا روح اس نظر نہ آنے والے وجود کے ساتھ ہوگا، جس قادر وقیوم نے ان کو عذاب وثواب کرنا ہے اس کی نظر سے نہ غائب ہیں اور نہ ایک دوسرے سے دور۔

موت، نوم اور یقظہ میں فرق

یہ بات مسلمات میں سے ہے کہ روح انسان مبدأ افعال اور مرجع احکام ہے۔ موت، نیند اور جاگ انسانی صفات ہیں جن کا فرق باہم نمایاں ہے۔ روح کا تعلق وجود کے اندر باہر ہو مثلاً آنکھ دیکھ رہی ہے، معدہ ہضم کا کام کر رہا ہے، اس کو "یقظہ" یعنی جاگ کہتے ہیں۔ اس طرح "روح" کا تصرف بدن کے اندر ہو مثلاً جگر، معدہ، پھیپھڑے کام کر رہے ہوں مگر آنکھ بند ہے دیکھ نہیں رہی، اس کو "نوم" یعنی نیند کہتے ہیں اور تیسری صورت یہ ہے کہ روح کا تعلق واتصال نہ ظاہر وجود سے نظر آئے اور نہ اندر بدن باقی رہے اس کو "موت" کہتے ہیں۔

امام فخر الدین رازی ﷫ اپنی تفسیر میں لکھتے ہیں: "النفس الانسانية عبارة عن جوهر مشرق روحانی اذا تعلق بالبدن حصل ضوءه فی جميع الاعضاء وهو الحياة فنقول انه فی وقت الموت ينقطع تعلقه عن ظاهر هذا البدن وعن باطنه وذلک هو الموت واما فی وقت النوم فانه ينقطع ضوءه عن ظاهر البدن من بعض الوجوه ولا ينقطع ضوءه عن باطن البدن فثبت ان الموت والنوم من جنس واحد الا ان الموت انقطاع تام كامل والنوم انقطاع ناقص من بعض الوجوه واذا ثبت هذا ظهر ان القادر الحكيم العالم دبر تعلق جوهر النفس بالبدن على ثلثة اوجه (أحدهما) أن يقع ضوء البدن على جميع اجزاء البدن ظاهره وباطنه وذالک هو اليقظه (وثانيهما) ان يرتفع ضوء النفس عن ظاهر البدن من بعض الوجوه دون باطنه وذلک النوم (وثالثها) ان يرتفع ضوء النفس عن البدن بالكلية وهو الموت" نفس انسانی ایک جوہر روشن روحانی سے عبارت ہے۔ جب اس کا تعلق تمام بدن سے ہو تو اس کی روشنی سارے اعضاء میں ہوتی ہے، اس کا نام "حیات" ہے اور بوقت موت اس کا تعلق ظاہر اور باطن بدن ہر دونوں سے ٹوٹ جاتا ہے اس کو "موت" کہتے ہیں۔ مگر نیند کے وقت ظاہر بدن سے کسی حیثیت سے روح کی روشنی ٹوٹ جاتی ہے اور اندر بدن رہ جاتی ہے، تو یہ بات ثابت ہوگئی کہ موت اور نیند ایک جنس ہے۔ فرق اتنا ہے کہ موت میں مکمل انقطاع اور نیند میں کچھ انقطاع اور کچھ اتصال ہوتا ہے۔ اس سے ثابت ہوا کہ اللہ علیم وحکیم نے جوہر نفس کو انسانی وجود سے تین طرح کا تعلق عطاء فرمایا ہے۔ ایک یہ کہ روح کا تعلق ظاہر وباطن سے بدستور ہو، اس کو جاگنا کہتے ہیں۔ دوسرا یہ کہ روح کا تعلق ظاہر سے کٹ جائے اور باطن میں پورا رہ جائے اس کو نیند کہتے ہیں۔ تیسرا یہ کہ نفس کی روشنی پورے بدن سے اٹھ جائے اس کو "موت" کہا جاتا ہے۔"

روح کا تعلق بدن سے پانچ قسم ہے اور موت کے بعد بھی تعلق ہوتا ہے

کتاب کے اختصار کے پیش نظر حوالہ جات مختصر مگر مضبوط لکھ رہا ہوں۔ دکھانا یہ ہے کہ اہل سنت والجماعت کے بزرگ، آئمہ دین کی تحقیق اس بارے کیا ہے؟ امام ابن القیم رحمہ اللہ (جن کی شخصیت محتاج تعارف نہیں) کی عبارت خصوصاً اس لئے بھی پیش کرتا ہوں تا کہ ان کی مسلمہ شخصیت کے سامنے کسی بے شناس کو چوں چرا کرنے کی ہمت نہ پڑے۔ ملاحظہ فرمایئے: ''وسر ذالک ان الروح لها بالبدن خمسة انواع من التعلق متغايرة الاحكام:

(أحدها)... تعلقها به في بطن الأم جنينًا

(الثاني)... تعلقها به خروجه إلى وجه الارض

(الثالث)... تعلقها به في حال النوم فلها تعلق به من وجه ومفارقته من وجه

(الرابع)... تعلقها به في البرزخ فإنها وان فارقته وتجردت عنه فإنها لم تفارقه فراقًا كليا بحيث لا يبقى لها إلتفات إليه البتة وقف ذكرنا في اول الجواب من الاحاديث والآثار ما يدل على ردها إليه وقت سلام المسلم وهذا الرد اعادة خاصة لا يوجب حياة البدن قبل يوم القيامة۔

(الخامس)... تعلقها به يوم بعث الاجساد وهو اكمل انواع تعلقها بالبدن، واما قوله تعالى ''الله يتوفى الانفس حين موتها والتي لم تمت في منامها فيمسك التي قضى عليها الموت ويرسل الاخرى إلى اجلٍ مسمًّى'' فامساكه سبحانه التي قضى عليها الموت لا ينافي ردها إلى جسدها في وقت ما ردًا عارضًا لا يوجب له الحيوة المعهودة في الدنيا وإذا كان النائم روحه في جسده وهو حيّ وحياته غير حياة المستيقظ فإن النوم شقيق الموت فهكذا الميت اذا أعيدت روحه إلى جسده كانت له حال متوسطة بين الحيّ وبين الميت التي لم ترد روحه إلى بدنه كحال النائم المتوسطة بين الحيّ والميت فتام هذا يزيح عنك اشكالات كثيرة'' روح کو بدن سے پانچ طرح کا تعلق ہے، احکام سب کے علیحدہ ہیں:

(اوّل) ماں کے پیٹ میں جب بچہ تھا۔

(دوم) جب وہ زمین پر آ گیا۔

(سوم) نیند کی حالت میں روح کچھ متصل ہے، کچھ جدا ہے۔

(چہارم) روح کا تعلق بعد الموت عالم برزخ میں...... اگرچہ روح بدن سے جدا اور مجرد ہو گیا ہے مگر اس طرح جدا نہیں ہوا کہ بدن کی طرف توجہ بھی نہ رہے۔ حالانکہ ہم نے پہلے ذکر کر دیا ہے کہ احادیث وآثار میں موجود ہے کہ سلام کے وقت روح کی توجہ ہوتی ہے اور یہ اعادۂ روح ایک خاص صورت ہے جو بدنی حیات کو قیامت سے پہلے ثابت نہیں کرتا۔

(پنجم) یہ کہ روح کا تعلق بدن سے قیامت میں ہوگا۔ یہ سب سے بڑا کامل تعلق ہے۔ باقی رہا اللہ تعالیٰ کا فرمان: اللہ یتوفی الانفس (الآیۃ)، اللہ تعالیٰ کا روح کو بند فرمانا، تو یہ قبر میں اس عارضی عودِ روح کے منافی نہیں جس سے دنیوی حیات ثابت نہیں ہوتی۔ دیکھتے نہیں نیند کرنے والے کا روح باوجودیکہ وجود کے اندر ہے لیکن اس کی ''حالت حیات'' جاگنے والے سے مختلف ہے، کیونکہ نیند موت کے مشابہ ہے۔ (اس طرح جب میت کا روح اس کی طرف لوٹایا

جائے تو اس کا حال زندہ اور اس مُردہ جس کا روح اس کے بدن کی طرف نہیں لوٹا یا گیا کے درمیان ہوتا ہے) جس طرح نیند کرنے والے کی حالت زندہ اور مردہ کے درمیان ہے۔ یہ تطبیق کئی شبہات کو دُور کر دے گی۔ (کتاب الروح لابن قیم ۶۸)

امام ابن القیم رحمہ اللہ کے بیان ۔ سے یہ بات صاف ہو جاتی ہے کہ روح جب سے بدنِ انسان سے متعلق ہوا وہ کسی حالت میں بدنِ انسان کو محض پتھر یا مٹی کا ڈھیر نہیں چھوڑتا۔ گو تعلق کی نوعیت بدلتی رہتی ہے مگر کسی حال میں بھی وہ اس کو غیر متعلق نہیں چھوڑتا۔ بعض کج فہم لوگ تعلقِ روح سے یہ اخذ کرتے ہیں کہ اگر بعد موت برزخ میں روح کا تعلق بدنِ عنصری سے ہوتا ہے تو وجود انسانی گل سڑ کیوں جاتا ہے۔

موت کے بعد روح کے تعلق کی نوعیت

حالانکہ تعلقِ روح جس طرح سوتے وقت انسان کے وجود عنصری کو بے ہوشی، بے حسی، نہ سننا اور نہ دیکھنے سے نہیں روک سکتا اس طرح مرنے والے آدمی کے بدن کو فنا پذیر اور متغیر ہونے سے بھی نہیں روک سکتا۔ کیونکہ روح کا تعلق اس نوعیت کا نہیں جو دنیا میں بحیثیت زندہ انسان کے تھا۔ تعلقِ روح کا اس لئے مطلق انکار کرنا کہ اگر تعلق تسلیم کر لیا تو حیاتِ دنیوی لازم آ جائے گی۔ غباوت کی نشانی یا محض تعنت ہے۔ ایک اہل علم کو یہ مناسب نہیں کہ وہ جادۂ مستقیم کو اس لئے چھوڑ دیں، کہ مبطلین واہلِ زیغ اور جاہل یہ سوال اٹھائیں گے۔ وہ کہیں گے جاہلوں کے جہل سے گھبرا کر اگر عالم اپنے علم سے دست بردار ہو جائیں تو یہ علم و تحقیق سے دشمنی کے مترادف اور مذہبی خیانت کے ہم معنی ہے۔ اگر یہ فتویٰ بطور مسئلہ نہیں بلکہ مصلحت ہے تو تشدد گروپ یہ بتائیں کس شریعت میں کسی مسلمان کو مصلحتاً ابو جہل کہنا جائز ہے؟ کفر اور اسلام ایک دوسرے کی ضد ہیں۔ یہ ایک دوسرے کے مقام پر کسی صورت بھی استعمال نہیں ہو سکتے۔

محدثین نے سماع کے قائل کو کافر کیوں نہیں کہا؟

تارک صلوٰۃ کو، وطی فی حالت الحیض کرنے والے کو، زانی اور وطی فی الدبر کرنے والے کو شریعت میں بے شک کافر کہا گیا ہے مگر چونکہ یہ فتویٰ تہدید کے طور تھا۔ محدثینِ کرام نے (باب کفر دون کفر) لکھا ہے۔ اگر سماع کا قائل مجرم کافر ہے تو "کفر دون کفر" کا باب دکھاؤ یا دعویٰ نبوت فرماؤ اور شارع کی حیثیت سے حکم نافذ کرو کہ ہم اس کو کافر کہتے ہیں پھر دیکھو کہ خاتم النبیین ﷺ کی اُمت تمہاری کیا تواضع کرتی ہے!

حضرت مُلّا علی القاری کا ارشاد

"رُوح الکافر تکون دائمًا محبوسۃً فی اسفل السافلین بخلاف روح المومن فانّھا تسیر فی ملکوۃ السمواۃ و الارضِ و تسرح فی الجنۃ حیث تشاء و تاوی إلی قنادیل تحت العرش و لھا تعلق بجسدہٖ ایضًا تعلقاً کلیًا بحیث یقراء القرآن فی قبرہٖ و یصلّی و یتنعم و ینام کنوم العروس و ینظر منازلہٗ فی الجنۃ بحسب مقامہٖ و مرتبہٖ"

"کافر کی روح جہنم کے نچلے درجہ میں ہمیشہ بند رہتی ہے اور مومن کی روح آسمان و زمین، بہشت اور عرش کے قندیلوں میں آزاد ہوتی ہے اس کے باوجود اس روح کا تعلق وجودِ عنصری سے بھی با قاعدہ ہوتا ہے۔ اس بناء پر وہ قبر میں نماز قرآن پڑھتا ہے، نعمتیں حاصل کرتا ہے اور نیند کرتا ہے اور اپنے حسب مرتبہ جنت کے مکانوں کو دیکھتا ہے۔"

علامہ ابن حجر عسقلانی رحمہ اللہ کا بیان

"ثم اعلم ان اتصال الروح بالبدن لا یختص بجزئ دون جزئ بل ھی متصلۃ مشرقۃ علٰی سائر اجزائہ وان تفرقت وکان جزائ بالمشرق وجزء بالمغرب" پھر جاننا چاہئے کہ روح کا تعلق میت کی کسی خاص جزء کے ساتھ نہیں ہوتا بلکہ روح کا اتصال تمام اجزاء بدن کے ساتھ ہوتا ہے، گو اجزائے بدن مشرق و مغرب میں پھیلے ہوئے کیوں نہ ہوں۔ (شرح الشمائل عن الروح ج۱۵ ص۱۵۱)

محدث کبیر اور علامہ ابن حجر رحمہ اللہ کی تحقیق سے یہی ثابت ہوتا ہے کہ مرنے کے بعد روح کا تعلق بدنِ میت سے ضرور ہوتا ہے۔ گو اس تعلق کی حقیقت اور کنہہ ماسوائے اللہ علام الغیوب کے کوئی نہیں جانتا۔ مگر اس کا یہ مطلب ہرگز نہیں ہوسکتا کہ انسان کو جس چیز کی حقیقت کا احاطہ نہ ہو اس کا انکار کر دینا ہی مناسب ہے۔ بے علمی کی بناء پر اصل چیز کا انکار کر دینا ہٹ دھرمی کی واضح دلیل ہے۔

تعلقِ روح دنیوی زندگی کی طرح نہیں

"قال العسقلانی فی فتاویہ: ارواح المومنین فی علّیین وارواح الکفار فی سجّین ولکلّ روح بجسدھا اتصال معنوی لا یشبہ الاتصال فی الحیاۃ الدنیا بل اشبہ شیئ بہ حال النائم وان کان ھو اشدّ من حال النائم" علامہ ابن حجر رحمہ اللہ اپنے فتوؤں میں فرماتے ہیں: مومنین کی ارواح علّیین اور کافروں کی روحیں سجّین میں ہوتی ہیں اور ہر روح کو اپنے جسدِ عنصری سے معنوی اتصال ہوتا ہے، جو حیاتِ دنیوی کے مشابہ نہیں ہوتا بلکہ یہ اتصال نیند والے اتصال کی حالت کے مناسب ہے۔ (مرقاۃ المفاتیح ج۴ ص۲۵)

امام ابن قیم رحمہ اللہ کا فیصلہ کن بیان

"علٰی ان قولہ ثم تعاد روحہ فی جسدہ لا یدلّ علٰی حیاۃ مستقرۃ وانّما یدلّ علٰی اعادتھا إلی البدن وتعلق بہ والروح لم تزل متعلقۃً ببدنھا وان بلی وتمزق" اور آپ ﷺ کا یہ فرمان کہ روح کو وجود میں واپس کیا جاتا ہے، مستقل حیاۃ پر دلالت نہیں کرتا بلکہ اعادۂ روح اور بدن سے اس کے تعلق کو ثابت کرتا ہے اور ضابطہ یہی ہے کہ روح اپنے جسد عنصری سے تعلق رکھتا ہے۔ اگرچہ وجود عنصری پرانا اور ٹکڑے ہو جائے۔ (کتاب الروح ج۱ ص۶۷)

سلف صالحین رحمہم اللہ اس امر پر متفق ہیں کہ موت کے بعد انسان کے روح کا تعلق وجودِ عنصری سے ہوتا ہے جس کی کنہہ ماسوائے خدا جل شانہٗ کے دوسرا کوئی بھی نہیں جانتا۔ اسلاف میں کوئی سماع موتی کا قائل تھا یا نہ تھا، مگر ظواہر نصوص اور جمہور اُمت کے متفقہ تحقیقات سے اس کو کوئی گریز نہ ہوتا تھا۔ لیکن دورِ حاضر کے محققین کا مسلک اور طرزِ استدلال ہی انوکھا ہے۔ اصل مسئلہ یہ تھا جس کا بیان ہر مسلمان خصوصاً اہلِ علم کا فرض تھا کہ اللہ تعالیٰ کے سواء کوئی کسی کا مشکل کشا اور حاجت روا نہیں ہے نہ زندہ نہ مردہ۔ لیکن چونکہ اکثر عوام کالانعام ہیں، وہ سمجھتے ہیں کہ مُردہ اور زندہ میں فرق ہے تو صرف اتنا کہ یہ اوپر کھڑا ہے اور وہ نیچے قبر میں بیٹھا ہے۔ ہر مردہ خصوصاً "ولی" ہر بات سنتا ہے، دور قریب سے سنتا ہے اور ہر کسی کی سنتا ہے۔ اس لئے مناسب تھا کہ ہر مُردے کے سماع کی تردید کر دی جائے اور سماع واردفی الاحادیث کو اس کے مورد پر بند مانا جائے۔ مگر بعض توحید کے نام لیوا لوگوں کو مصلحت یوں نظر آئی کہ

جس طرح قبر پرستی، سجدہ ریزی، نذر و نیاز، شرک ہیں اسی طرح محض سماع موتی کا قائل ہونا بھی کفر باللہ اور شرک خالص قرار دیا جائے، عوام کالانعام کے ساتھ خواص اور علماء کو بھی ایک لکڑی سے ہانکنا شروع کر دیا۔ جب علماء اُمت نے میت کے عذاب وثواب، تعلقِ روح اور برزخی حالات پر استدلال از نصوص پیش کیا اور اس بے معنی تشدد کا رد قبیح کیا تو تشدد گروپ مبہوت ہو کر معتزلہ اور خوارج کے سے ہتھکنڈے استعمال کرنے لگا۔ پھر بات یہاں تک نہ رُکی بلکہ امام الانبیاء، فخر بنی آدم ﷺ کے وجود پاک کو بھی نہ بخشا گیا اور نجات اسی میں تصور کی کہ آپ کو ایک منٹ بلکہ ایک ہی سانس میں کم از کم سات دفعہ "مردہ" کہہ لیا جائے۔ صلوٰۃ وسلام کے سماع کے قائل کو بھی کافر ومشرک کا فتویٰ دے دیا جائے اور آنحضرت ﷺ کے وجود اور روح کو باہم بے تعلق کرنے میں زمین وآسمان کے قلابے ملا دیئے۔ یہ بتائیں کس اہلِ علم نے جمہور اہلسنّت کے عقیدہ کی ترجمانی کی ہے کہ بعد الموت دنیا کی زندگی عود کر آتی ہے؟ دنیا میں دنیا کی زندگی، برزخ میں برزخی حیاۃ اور آخرت میں عقبیٰ کی زندگی ہوگی۔ ظرف کے تبادلے سے مظروف کی نوعیت بدلتی گئی۔ نبی کریم ﷺ کو زندہ کہنے اور سماع صلوٰۃ وسلام کا عقیدہ رکھنے سے کس شرعی اصل اور قرآنی آیت کی تردید ہو گئی؟ صحابہ کرام ﷺ کے دور میں کفر الیہود، شرک النصاریٰ، کفر المجوس، اور شرک اہلِ صنم موجود تھا۔ مگر کوئی صاحب عقل ودرایت یہ کہہ سکتا ہے کہ صحابہ ﷺ نے یا تابعین وتبع تابعین اور ائمہ مجتہدین نے انبیاء کو مردہ کہنے پر لنگوٹ کس لیا ہو؟ خدائے کبریا کی توحید کے اثبات کے لئے آفاقی وانفسی دلائل کو چھوڑ کر انبیاء کو مردہ ثابت کرنے کا کیا مقصد؟ توحید کے نام پر اعتزال وخروج، رفض اور انکار حدیث کی خدمت کرنے کا کامیاب طریقہ یہی ہے جو تشدد گروپ نے اختیار کیا ہے؟؟

مستقر ارواح الانبیاء بعد الوفات

"وارواح الکمل إذا فارقت اجسادھا صارت کالموج المکفوف لا یھزھا ارادۃ متجددۃ وداعیۃ سانحۃ ولٰکن النفوس الّتی ھی دونھا تلتصق بھا بالھمتہ فیجلب منھا نورًا وھیئۃ مناسبۃ بالارواح وھی المکنی عنہ بقولہ علیہ السّلام مامن احدٍ یسلّم علیّ إلّا ردّ اللہ علیَّ روحی حتّٰی اردّ علیہ السلام"

"اور کامل لوگوں کی روحیں جب اپنے جسموں سے جدا ہوتی ہیں تو ان کی حالت رُکی ہوئی موج کی طرح ہو جاتی ہے کہ ان کو نیا ارادہ یا کوئی عارضی سبب حرکت نہیں دے سکتا لیکن وہ نفوس جو ان سے کم درجہ کے ہوتے ہیں قصد کر کے ان کے ساتھ مل جاتے ہیں اور نور اور ہیئت جو اُن کے مناسب ہوتی ہے ان ارواح سے حاصل کر لیتے ہیں۔ نبی ﷺ کی اس حدیث میں یہی مراد ہے: جو شخص مجھ پر سلام پڑھتا ہے تو خدا تعالیٰ میری روح کو مجھ پر اعادہ کرتا ہے۔ حتیٰ کہ میں اس کو سلام کا جواب دیتا ہوں۔"

"إنّ الرّوح إذا فارقت الجسد بقیت حساسۃ مدرکۃ بالحسّ المشترک وغیرہ وبقیت علی علومھا وظنونھا الّتی کانت معھا فی الحیوۃ الدنیا ویترشّح علیھا من فوقھا علوم یعذب بھا او ینعم وھم الصالحین من عباد اللہ ترتقی إلٰی حظیرۃ القدس" جب روح جسم سے جدا ہوتی ہے تو وہ بدستور سابق حساس رہتی ہے جو حس مشترک وغیرہ سے احساس کرتی ہے اور جو علوم اور خیالات دنیوی زندگی میں اس کے ساتھ تھے مرنے کے بعد بھی اس کے ساتھ رہتے ہیں اور اس پر عالم بالا سے اور زائد علوم مترشح ہوتے ہیں جس کی وجہ سے اس کو عذاب یا

ثواب ہوتا ہے اور اللہ تعالیٰ کے نیک بندوں کی ہمتیں حظیرۃ القدس تک پہنچتی ہیں۔'' (حجۃ اللہ البالغہ ج ۲ ص ۱۱۰)

حضرت شاہ ولی اللہ رحمہ اللہ کی اصطلاح میں ''حظیرۃ القدس'' وہ مقام ہے جہاں انبیاء علیہم السلام کی ارواح مقدسہ مقام پذیر ہوتی ہیں جس کو دوسرے علماء ''اعلیٰ علیین'' کہتے ہیں۔

سید محمود آلوسی بغدادی رحمہ اللہ کا بیان

''البحث السادس فی مستقر الارواح بعد مفارقته الابدان الذی دلت علیه الاخبار ان مستقر الارواح بعد المفارقة مختلف فمستقر ارواح الانبیاء علیہم السلام فی اعلٰی علیین وصح من آخر کلمة تکلم بها رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اللّٰهم الرفیق الاعلٰی وهو مؤید ماذکر'' چھٹا بحث روح کے مقام کا ہے، کہ وہ بدن سے جدا ہونے کے بعد کہاں رہتے ہیں۔ اخبار واحادیث سے معلوم ہوتا ہے کہ روح کے مقامات مختلف ہیں، پس ارواح انبیاء علیہم السلام کا مقام رہائش اعلیٰ علیین ہے اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا آخری کلمہ اللّٰهم الرفیق الاعلٰی بھی اس کی تائید کرتا ہے۔
(روح المعانی ج ۱۵ ص ۱۴۸)

علامہ جلال الدین سیوطی رحمہ اللہ کا بیان

''وقد قال صلی اللہ علیہ وسلم من صلّی علیَّ عند قبری سمعتهٗ ومن صلّی علیَّ نائیا اُبلغتهٗ۔ هذا مع القطع بان روحهٗ فی اعلٰی علیین مع ارواح الانبیاء هو الرفیق الاعلٰی'' آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا دور کا سلام پہنچایا جاتا ہے اور قبر کے قریب کا میں خود سنتا ہوں اور یہ یقینی بات ہے کہ آپ کا روح اعلیٰ علیین میں ارواح انبیاء کے ساتھ ہے۔
(شرح الصدور ص ۱۲۹)

امام ابن قیم رحمہ اللہ کا بیان

''هذا مع القطع بأن روحه الکریمة علیه السلام فی الرفیق الاعلٰی فی اعلٰی علیین مع ارواح الانبیاء وقد صح عنه انه رأی موسٰی علیه السلام قائمًا یصلّی فی قبرہٖ لیلة الاسراء ورآہ فی السماء السادسة او السابعة فإن قیل فقد ذکرتم اقوال الناس فی مستقر الارواح وماخذهم فما هو الراجح من هذه الاقوال حتی نعتقده قیل الارواح متفاوتة فی مستقرها فی البرزخ اعظم تفاوت (فمنها) ارواح فی اعلٰی علیین فی الملأ الاعلٰی وهی ارواح الانبیاء صلوٰۃ اللہ وسلامهٗ علیهم وهم متفاوتون فی منازلهم کما رأهم النبی صلی اللہ علیہ وسلم لیلة الاسراء'' یہ یقینی بات ہے کہ روح کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا رفیق اعلیٰ علیین میں ہے تمام انبیاء کے روحوں کے ساتھ، اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے شب معراج موسیٰ علیہ السلام کو ان کی قبر میں نماز پڑھتے دیکھا اور پھر ان کو چھٹے یا ساتویں آسمان پر بھی دیکھا۔ اگر یہ سوال کیا جائے کہ جائے قیام ارواح اور ہر ایک کے دلائل آپ نے ذکر کر دیئے لیکن زیادہ صحیح قول کیا ہے جس کے مطابق اعتقاد رکھنا چاہیے؟ جواب یہ ہے کہ ارواح کی جائے قیام میں بہت زیادہ فرق ہے۔ بعض ارواح اعلیٰ علیین میں ہوتی ہیں اور یہ انبیاء علیہم السلام کی روحیں ہیں، پھر ان کے مقام کا آپس میں فرق ہے جیسا کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے لیلۃ المعراج میں ان کو دیکھا۔ (کتاب الروح ج ۱ ص ۱۸۵)

علامہ حلبی رحمۃ اللہ علیہ کا بیان

"اِنَّ الارواح فی البرزخ متفاوتۃ فی مستقرّھا اعظم تفاوت فلا تعارض بین الادلۃ الدالۃ علی تلک الاقوال المختلفۃ وحینئذٍ تکون ارواح الانبیاء علیہم السلام مع کونھا فی الملأ الاعلیٰ متفاوتۃ فیہ" عالم برزخ میں رہائش کے لحاظ سے ارواح مختلف ہیں۔ اس لئے مختلف اقوال اور دلائل میں کوئی تعارض نہ سمجھا جائے۔ انبیاء علیہم السلام کے ارواح باوجودیکہ تمام ملأ اعلیٰ میں ہیں، مگر وہاں ان کے بھی مقامات مختلف ہیں۔

(انسان العیون ج ۲ ص ۲۶۴)

انبیاء علیہم السلام کے اجساد قبروں میں تروتازہ اور محفوظ ہیں

انبیاء کرام علیہم السلام کے اجساد طیبہ کو مٹی نہیں کھا سکتی۔ خدا تعالیٰ نے یہ شرف وامتیاز اُن پاک ہستیوں کو بخشا ہے جن خاصانِ خدا نے اپنے وجود کو دنیائے فانی میں مقصودِ حقیقی کی رضا میں فنا کر دیا تھا۔ رحمۃ للعالمین ﷺ کا چہرہ لہولہان ہوا، سر مبارک زخمی، دانت مبارک شہید ہوئے اور میدانِ جنگ خونِ شہداء سے لالہ زار بن گیا۔ مگر طالبانِ حق کی زبان پر یہ حرف تک نہ آیا کہ ہمارے وجود ضائع ہوئے۔ ہادیٔ عالم ﷺ نے اپنی زخمی انگلی کو فرمایا تو انگلی ہے، جو مقصودِ حقیقی کے سبیلِ حق میں خون بہا رہی ہے، خدائے ذوالجلال والاکرام نے آپ کے وجودِ مسعود کو تا قیامت قبرِ مطہر میں تروتازہ اور غیر فانی کر دیا۔

بنا کردند خوش رسمے بخاک و خون غلطیدن   خدا رحمت کند ایں عاشقان پاک طینت را

یہ کرامت وشرافت اس وجود کو عطاء کی گئی جس نے توحید باری تعالیٰ کا وجود قائم کرنے کے لئے ہزار بلائیں برداشت کیں۔ (ﷺ)

"عن اوس بن اوس قال قال رسول اللہ ﷺ: اِنّ من افضل ایّامکم یوم الجمعۃ فیہ خلق آدم وفیہ قبض وفیہ النفخۃ وفیہ الصعقۃ فاکثروا علیّ من الصّلٰوۃ فیہ فانّ صلٰوتکم معروضۃ علیّ، قال قالوا یارسول اللہ وکیف تعرض صلٰوتنا علیک وقد ارمت قال یقولون بلیت فقال اِنّ اللہ عزوجل حرّم علی الارضِ أجساد الانبیاء (سنن ابوداؤد ج ۱ ص ۱۴۹)" حضرت اوس ابن اوس سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا تمہارے ایام سے افضل دن جمعہ ہے۔ اس میں حضرت آدم علیہ السلام پیدا ہوئے اور وفات پائی اور اس دن میں نفخہ اور صعقہ ہوگا تم جمعہ کے دن مجھ پر کثرت سے درود پڑھا کرو کیونکہ تمہارا صلوٰۃ وسلام مجھ پر پیش کیا جاتا ہے۔ صحابہ نے عرض کیا یارسول اللہ آپ کا وجود جب مٹی ہو جائے گا جب درود کس طرح پیش کیا جائے گا تو آپ نے فرمایا اللہ تعالیٰ نے انبیاء علیہم السلام کے اجساد کو مٹی پر حرام کر دیا ہے وہ ان کو نہیں کھاتی۔

(دلائل النبوۃ ۲۰۶ ج ۳، ابونعیم متوفی ۴۳۰ھ، فتح الباری ص ۷۹ ج ۱۱، سنن کبریٰ للبیہقی۔ ابن ماجہ)

"قال رسول اللہ ﷺ: ان من افضل ایامکم یوم یوم الجمعۃ فیہ خلق آدم علیہ السلام وفیہ قبض وفیہ النفخۃ وفیہ الصعقۃ فاکثروا عَلَیَّ مِنَ الصلوٰۃ فانّ صلوٰتکم معروضۃ عَلَیَّ قالوا یارسول اللہ وکیف تعرض صلوٰتنا علیک وقد ارمت قال ان اللہ عزوجل قد حرّم علی الارض ان تأکل اجساد الانبیاء علیہم السلام"

آنحضرت ﷺ نے فرمایا افضل الایام جمعہ ہے اس میں حضرت آدم علیہ السلام پیدا ہوئے اور اس میں وفات ہوئی، پہلا اور دوسرا نفخہ بھی اس میں ہوگا۔ مجھ پر بکثرت درود وسلام پڑھا کرو کیونکہ تمہارا صلوٰۃ وسلام مجھ پر پیش کیا جاتا ہے، تو صحابہ نے عرض کیا اس وقت کس طرح پیش ہوگا جب آپ کا وجود قبر میں مٹی ہو جائے گا؟ تو آپ ﷺ نے فرمایا اللہ تعالیٰ نے زمین پر انبیاء علیہم السلام کے اجساد کو حرام کر دیا ہے وہ ان کو نہیں کھاتی۔ (نسائی ج ۱ ص ۱۶۲)

مفسر وامام ابن کثیرؒ کی تصحیح وتوثیق

''قال الامام احمد حدثنا حسین ابن علی الجعفی عن عبدالرحمن ابن یزید ابن جابر عن ابی الاشعث الصنعانی عن اوس ابن اوس الثقفی رضی اللہ عنہ قال قال رسول اللہ ﷺ الیٰ آخر الحدیث ورواہ ابوداؤد والنسائی، وابن ماجہ من حدیث حسین ابن علی الجعفی وقد صحح ھذا الحدیث ابن خزیمۃ وصحح ابن حبان والدار قطنی والنووی'' حضرت امام احمد بن حنبل رحمہ اللہ مذکور راویوں کے ذریعہ نبی کریم ﷺ سے روایت کرتے ہیں کہ حضور ﷺ نے فرمایا وہی مکمل حدیث ہے جو پہلے گزری۔ اس حدیث کو امام ابوداؤد وامام نسائی اور ابن ماجہ نے روایت کیا ہے ابن خزیمہ، ابن حبان، دارقطنی اور امام نووی نے اس حدیث کو صحیح لکھا ہے۔

علامہ برہان الدین حلبی رحمہ اللہ شافعی کا بیان

''مع ان ارض المدینۃ سبخۃ یتغیر المیت فی قبرہ من لیلۃ ای لان الارض لا تاکل لحوم شھداء المعرکۃ کالانبیاء علیہم السلام'' باوجودیکہ مدینہ مکرمہ کی زمین نمکین ہے، عام میت ایک ہی رات میں بدل جاتی ہے، اس لئے کہ میدانِ جنگ میں شہید ہونے والوں کے گوشت کو زمین اس طرح نہیں کھاتی جس طرح انبیاء علیہم السلام کے وجود کو نہیں کھاتی۔ (انسان العیون ج ۲ ص ۲۶۴)

مدینہ شریف کی زمین نمکین ہونے کے باوجود جناب محمد رسول اللہ ﷺ کے جسدِ اطہر وبدن مبارک کو متغیر نہیں کر سکتی۔ اسی طرح باقی تمام انبیاء علیہم السلام کے اجساد عنصری اپنی قبروں میں محفوظ ہیں۔

امام ابن القیم حنبلی رحمہ اللہ فرماتے ہیں

''و معلوم بالضرورۃ انّ جسدہٗ ﷺ فی الارضِ طری مطرًا وقد سألہ الصحابۃ کیف تعرض صلوتنا علیک وقد ارمت فقال انّ اللہ حرم علی الارضِ ان تاکل اجساد الانبیاء'' اور یہ امر صاف معلوم ہے کہ نبی ﷺ کا وجود زمین کے اندر تر وتازہ موجود ہے۔ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے آنحضرت ﷺ سے جب یہ پوچھا کہ قبر شریف میں آپ کا وجود مسعود جب خاک ہو جائے گا تو پھر ہمارا درود وسلام کس طرح آپ پر پیش ہوگا؟ آپ ﷺ نے فرمایا انبیاء علیہم السلام کے وجود کو مٹی نہیں کھاتی۔ (کتاب الروح ج ۱ ص ۶۸)

کافر ساز گروہ کے لئے لمحہ فکریہ اور تازیانہ عبرت

قرآن مجید نے جگہ جگہ منکرین بعث بعد الموت کے اعتراض کا ذکر فرمایا ہے، وہ یہ کہتے ہیں کہ انسانی ڈھانچہ قبر میں گل سڑ کر خاک اور راکھ ہو جائے گا، پھر کیونکر یہ وجود قیامت میں مبعوث ہو سکتا ہے؟

خدا تعالیٰ نے ہر مقام پر تو یہ جواب دیا ہے کہ اللہ تعالیٰ کو سب قدرت ہے۔ اس قادر مطلق نے اگر معدوم کو موجود کر لیا ہے تو مفقود کو بار دیگر مبعوث بھی فرما سکتا ہے۔ صرف انسان ہی نہیں بلکہ حیوان بھی محشور ہوں گے۔ مگر یہ کہیں نہیں بتایا کہ وجودِ عنصری پر موت طاری ہو جانے کے بعد یہ جسم قبر میں باقی رہ جائے گا، فنا پذیر، بوسیدہ، متفرق الاجزاء اور تغیر پذیر نہیں ہوگا۔

مگر تعجب ہے کہ منکرینِ سماع صلوٰۃ وسلام ایک طرف تو سماع والی حدیثوں کو ''قرآن سے ٹکر لینے والی'' حدیث کہہ کر نہ صرف انکار سماع بلکہ تکفیر امت کا شوق پورا فرما لیتے ہیں اور دوسری طرف اس حدیث کو جو یہ کہتی ہے کہ: ''انبیاء علیہم السلام کے وجود کو مٹی نہیں کھاتی'' تسلیم کر لیتے ہیں۔ ممکن ہے اس حدیث کو رد کرنے کے لئے کسی دوسرے مرحلے میں کفر کی فائر بندی کھولی جائے گی۔ نظر انصاف ہو تو دیکھیں کہ یہی محدثین جو انبیاء علیہم السلام کے اجساد مطہرہ کے محفوظ ہونے کی روایت وعقیدہ پیش کرتے ہیں۔ بعینہٖ عقیدہ سماع صلوٰۃ وسلام بھی وہی مفسرین وشراح بیان فرماتے ہیں۔ برا ہو ضد کا جو ایمان سے بھی زیادہ پیاری ہو گئی، جس کی وجہ سے دامنِ اسلاف ہاتھ سے چھوٹ گیا۔ تکفیر امت ہو گئی، انکار حدیث کی نوبت آ گئی۔

ارواحِ انبیاء کا تعلق اجسادِ انبیاء علیہم السلام کے ساتھ

جمہور اہل سنت والجماعت کے نزدیک جب عام موتی کے ارواح کا تعلق ان کے وجود کے ساتھ مسلّم ہے تو جناب رحمۃ للعالمین، خاتم النبیین صلی اللہ علیہ وسلم کے روحِ معلّیٰ کو ان کے جسد مطہرہ سے کون غیر متعلق کہہ سکتا ہے؟ تمام اہل علم بشرط مسلمان لوگوں کا عقیدہ یہی ہے کہ روح مبارک حظیرۃ القدس یعنی اعلیٰ علیین میں فروکش ہے اور جسد اطہر گنبدِ خضراء میں تر وتازہ اور محفوظ ہے۔ روح پاک کا جسد منور سے اتصال وتعلق ہے جس کی حقیقت اور کیفیت اللہ تعالیٰ جانتے ہیں جو شخص اس کا انکار کرتا ہے یا وہ بے علم، جاہل ہے یا ضدی، بے علم کو دلائل کی ضرورت ہے اور ضدی کا علاج موت ہے۔ جب واقع ہوئی تمام عقدے حل ہو جائیں گے۔

اگر تعلق روح بالجسد اس لئے ہے کہ روح اور وجود عنصری ہر دونوں جزا وسزا میں شریک ہوں تو پھر وہ وجود جو واجب الوجود کے سوا باعث فخر ہر موجود ہے شریک روح ہو کر کیوں نہ منعم حقیقی کی نعمتوں اور راحتوں سے لذت گیر اور خوش ہو؟ اگر کسی اندھے کی آنکھ اس کا ادراک نہ کر سکے تو اپنا سر پھوڑے۔ دلائل سمعیہ وشواہد نظریہ سے روگردانی اور تکذیب وتفسیقِ اُمت کا کیا مطلب؟

بلکہ فخر دو عالم سیّد ولدِ آدم صلی اللہ علیہ وسلم کے روح شریف کو آپ کے جسدِ منیف سے تعلق اس قسم کا ہے جو آپ کی شانِ رفیع کے مناسب ہے، آپ صلی اللہ علیہ وسلم عالمِ ارواح میں سربلند، عالمِ دنیا میں گردن فراز، عالم برزخ میں قامت دراز اور عالم عقبیٰ وجنت میں مایۂ سروری سے طرۂ طراز کے مالک ہیں۔ صلی اللہ علیہ عدد معلوماتہٖ وزینتہٖ وبرکاتہٖ وسلم!

امام ابن القیم رحمۃ اللہ علیہ کا بیان

''فالرّوح کانت هناک ولها اتصال بالبدن فی القبر واشراف علیه وتعلق به بحیث یصلّی فی قبره ویرد سلام من سلم علیه'' روح مبارک وہاں (علیین) میں ہے اور اس وجود سے جو قبر شریف میں ہے تعلق

ہے وہ اس سے متصل ہے اور اس کے اوپر تجلی ریز ہے۔ اس طرح کہ آپ ﷺ قبر میں نماز پڑھتے ہیں اور سلام پڑھنے والے کو سلام کا جواب دیتے ہیں۔ (کتاب الروح ج ا ص ۶۹)

حضرت امام رحمۃ اللہ علیہ کی عبارت سے واضح ہوتا ہے کہ آپ سلام پڑھنے والے کو جواب اس مقام پر مرحمت فرماتے ہیں جہاں آپ کا وجود عنصری موجود ہے، نہ ہر جگہ ان کا وجود موجود ہے اور نہ روح کا تعلق ہر مقام سے ہے۔ ''حاضری ناظری'' طبقہ ہر جگہ آپ ﷺ کے روح کا تعلق ثابت کرتے ہیں اور ''تشدد گروپ'' گنبد خضراء کے مکین وجود سے بھی نہیں مانتے۔ اتصال روح وہ ہر جگہ مانتے ہیں اور یہ لوگ جہاں آپ موجود ہیں وہاں بھی تسلیم نہیں کرتے۔ وہ ہر جگہ کھڑے ہو کر مخاطب بسلام ہوتے ہیں اور تشدد گروپ مدینہ طیبہ میں پڑھنا اور کھڑا ہونا بھی پسند نہیں کرتے۔ وہ افراط کا شکار یہ تفریط میں مبتلا۔

علامہ علی ابن برہان الدین حلبی شافعی رحمۃ اللہ علیہ

اپنی کتاب میں رقمطراز ہیں کہ انبیاء علیہم السلام کی حیات سے کیا مراد ہے؟

''ان المراد بأحیاء الانبیاء علیہم السلام بعد الموت شدۃ تعلق ارواحھم باجسادھم حتی انھم فی البرزخ بسبب ذٰلک احیاء کحیاتھم فی الدنیا'' بعد الوفات انبیاء علیہم السلام کی حیات سے مراد یہ ہے کہ ان کے ارواح کو ان کے اجساد سے سخت قسم کا تعلق ہوتا ہے۔ حتیٰ کہ وہ اس تعلق کی بناء پر عالم برزخ میں دنیا کی زندگی کی مانند زندہ ہیں۔ (السیرۃ الحلبیۃ ص ۴۱۲)

علامہ مذکور رحمۃ اللہ علیہ نے شدت تعلق ارواح کا لفظ فرما کر حفظ مراتب کی طرف لطیف اشارہ فرما دیا ہے کہ عام تعلق نہیں، خاص تعلق ہے۔ موہوم علاقہ نہیں محقق وموجود اتصال ہے۔

علامہ سیوطی رحمۃ اللہ علیہ رقمطراز ہیں

''وقد رأی النبی ﷺ لیلۃ الاسراء موسٰی علیہ السلام قائمًا یصلّی فی قبرہٖ ورأہ فی السماء السادسۃ والروح ھناک کانت فی مثال البدن لھا اتصال بالبدن حیث یصلّی فی قبرہٖ'' نبی ﷺ نے حضرت موسیٰ علیہ السلام کو شب معراج چھٹے آسمان پر دیکھا اور قبر میں کھڑے ہوئے نماز پڑھتے بھی دیکھا، روح وہاں تھا اس کو اس وجود سے جو قبر میں ہے اتصال تھا اس لئے وہ قبر میں نماز پڑھتے نظر آرہے تھے۔ (شرح الصدور ص ۱۲۸)

سید محمود آلوسی بغدادی صاحب تفسیر روح المعانی

''ویعجبنی فی ھذا الفصل ما ذکرہ الامام العارف ابن برجان فی ''شرح اسماء اللّٰہ تعالٰی الحسنٰی'' حیث قال والنفس مبرأۃ من باطن ما خلق منہ الجسم وھی روح الجسم والنفس حجابہٗ والروح یوصف بالحیوۃ باحیاء اللّٰہ تعالٰی شانہ لہ وموتہ خمود الا ماشاء اللّٰہ تعالٰی یوم خمود الارواح والجسم یوصف بالموت حتی یحیی بالروح وموتہ مفارقۃ الروح ایاہ واذا فارق ھذا العبد الروحانی الجسم صعد بہ فان کان مومنًا فتحت لہ ابواب السماء حتی یصعد الی ربہٖ عزوجل فیؤمر بالسجود فیسجد لم یجعل حقیقۃ النفسانیۃ تعمر السفل من قبرہٖ الی حیث شآء اللّٰہ تعالٰی من الجو وحقیقۃ الروحانیۃ تعمر العلو من السماء

الدنیا إلی السابعة فی سرور ونعیم ولذالک لقی رسول اللہ ﷺ موسیٰ علیہ السلام قائمًا فی قبرہ یصلّی وابراهیم علیہ السلام تحت الشجرة قبل صعودہ إلی السّماء الدنیا ولقیهما فی السّمٰوات العلی۔ فتلک ارواحهما وهٰذہ نفوسهما واجسادهما فی قبورهما'' اور مجھے اس بات میں جو امام عارف ابن برجان نے اسماء الحسنیٰ کی شرح میں ذکر فرمائی ہے وہ پسند ہے کہ نفسِ انسان اس کے باطن سے پیدا کیا گیا ہے، جس سے جسمِ انسان پیدا ہوتا ہے اور یہ نفس جسم کا روح ہے اور حجاب ہے اور روح اللہ تعالیٰ کے زندہ کرنے سے موصوف بالحیوٰۃ ہوتا ہے اور روح کی موت خمود ہے، جس دن خمودِ ارواح ہوگا اور جسم موت سے موصوف ہوتا ہے حتیٰ کہ وہ دخولِ روح سے زندہ ہوگا اور اس کی موت روح کی جدائی سے ہوتی ہے۔ جب یہ عبد روحانی جسم سے جدا ہوتا ہے تو وہ اوپر کو پرواز کرتا ہے اگر وہ مومن ہے تو اس کے لئے آسمان کے دروازے کھلتے ہیں اور خدا تعالیٰ کے حضور میں حاضر ہو جاتا ہے اور اس کے حکم سے سجدہ ریز ہوتا ہے۔ پھر اس بندے کی ''حقیقت نفسانی'' عالمِ اسفل کو یعنی قبر سے جوّ میں جہاں تک خدا تعالیٰ چاہتا ہے معمور کرتی ہے اور حقیقتِ روحانی آسمانِ دنیا سے ساتویں آسمان تک کو معمور کرتی ہے۔ اس لئے نبی کریم ﷺ نے آسمان پر چڑھنے سے پہلے حضرت موسیٰ علیہ السلام کو ان کی قبر میں نماز پڑھتے دیکھا اور حضرت ابراہیم علیہ السلام کو ایک درخت کے نیچے دیکھا اور آسمانوں پر بھی ان سے ملاقات ہوئی، یہ ان کے ارواح تھے اور وہ ان کے نفوس تھے اور اجساد یعنی وجودِ عنصری ان کے اپنی اپنی قبروں میں تشریف فرما تھے۔'' (روح المعانی ج ۱۵ ص ۱۵۰)

تنبیہ: علامہ محمود آلوسی رحمہ اللہ کی عبارت نص ہے اس بات پر کہ بدن سے نفس اور نفس سے روح کا علاقہ پھر ہر تینوں کا باہم اتصال و تعلق بہت بڑا عمیق اور گہرا ہے۔ اگرچہ روح حضرت موسیٰ علیہ السلام اور حضرت ابراہیم علیہ السلام عالمِ بالا میں آسمانوں پر آنحضرت ﷺ سے ملاقاتی ہوئے، مگر عالمِ اسفل یعنی اجسادِ مبارک جو قبروں میں فروکش ہیں سے بھی رابطہ بدستور موجود تھا۔ اگر روحِ رسول اللہ ﷺ جسدِ عنصری سے متعلق نہیں اور عالمِ بالا سے عالمِ زیریں پر ضوء فگن نہیں تو یہاں نماز کیسے اور وہاں ملاقات کیسے؟ قولِ رسول ﷺ پر اعتماد نہیں تو فبأیّ حدیث بعدہٗ یؤمنون؟

حیاتِ انبیاء حیاتِ شہداء سے اعلیٰ ہے

شہداء کرام کو قرآن مجید میں زندہ کہا گیا ہے بلکہ حکم اس طرح ہے کہ نہ مُردہ کہو اور نہ مردہ سمجھو یعنی قول و اعتقاد سے ان کو زندہ تسلیم کرو۔ رہا یہ کہ وہ زندگی ہمیں محسوس نہیں ہوتی تو نہ ہو، مگر زندہ کہنا پڑے گا اور زندہ ہونے کا اعتقاد رکھنا پڑے گا اسے ایمان بالغیب کہتے ہیں۔

''وَلَا تَقُوْلُوْا لِمَنْ يُّقْتَلُ فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ اَمْوَاتٌ بَلْ اَحْيَآءٌ وَّلٰكِنْ لَّا تَشْعُرُوْنَ (البقرة)'' اور نہ کہو جو مارے گئے خدا کی راہ میں کہ مُردے ہیں، بلکہ وہ زندہ ہیں لیکن تم کو خبر نہیں۔

حضرت شیخ الہند رحمہ اللہ فرماتے ہیں یعنی جس نے اللہ کے لئے جان دی وہ اس دوسرے جہاں میں جیتے ہیں مگر تم کو ان کی زندگی کی خبر اور اس کی کیفیت معلوم نہیں اور یہ سب صبر کا نتیجہ ہے۔

''وَلَا تَحْسَبَنَّ الَّذِيْنَ قُتِلُوْا فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ اَمْوَاتًا بَلْ اَحْيَآءٌ عِنْدَ رَبِّهِمْ يُرْزَقُوْنَ۔ فَرِحِيْنَ بِمَآ اٰتٰهُمُ اللّٰهُ مِنْ فَضْلِهٖ وَيَسْتَبْشِرُوْنَ بِالَّذِيْنَ لَمْ يَلْحَقُوْا بِهِمْ مِّنْ خَلْفِهِمْ اَلَّا خَوْفٌ عَلَيْهِمْ وَلَا هُمْ يَحْزَنُوْنَ۔ يَسْتَبْشِرُوْنَ بِنِعْمَةٍ مِّنَ اللّٰهِ وَفَضْلٍ وَّاَنَّ اللّٰهَ لَا يُضِيْعُ اَجْرَ الْمُحْسِنِيْنَ (آل عمران)'' اور تو نہ سمجھ ان لوگوں کو جو مارے گئے اللہ کی راہ

میں، مُردے، بلکہ وہ زندہ ہیں اپنے رب کے پاس کھاتے پیتے، خوشی کرتے ہیں اس پر کہ دیا ان کو اللہ نے اپنے فضل سے اور خوش وقت ہوتے ہیں ان کی طرف سے جو ابھی تک نہیں پہنچے ان کے پاس ان کے پیچھے سے، اس واسطے کہ نہ ڈر ہے ان پر اور نہ ان کو غم، خوش وقت ہوتے ہیں اللہ کی نعمت اور فضل سے اور اس بات سے کہ اللہ ضائع نہیں کرتا مزدوری ایمان والوں کی۔

حاشیہ شیخ الاسلام رحمہ اللہ

یعنی گھر میں بیٹھے موت تو رُک نہیں سکتی۔ ہاں! آدمی اس موت سے محروم رہتا ہے جس کو موت کے بجائے حیات جاودانی کہنا چاہئے۔ شہیدوں کو مرنے کے بعد ایک خاص طرح کی زندگی ملتی ہے جو اور مُردوں کو نہیں ملتی۔

(سورۃ آل عمران)

شہیدوں کا عالم برزخ میں کھانا پینا، خوش وقت ہونا اور خوشی کرنا بھی ان کی حیاتِ جاوداں ہے۔ تمام موتی عام مسلمان موتی کو بھی یہ نصیب نہیں چہ جائیکہ کافر، وہ تو مرنے کے بعد تو کیا جب قیامت میں زندہ ہوگا جب بھی نہ زندہ ہوگا نہ مردہ! عالمِ دنیا میں انسان کی اصل زندگی یہ ہے کہ آدمی اللہ کی شریعت پر کاربند ہو اور اس کا دل خدا کی رحمت یاد کا مرکز ہو اور عالم برزخ میں جائے تو خدا کی رحمت نصیب ہو اور بے خوف وخطر اوقات بسر ہوں۔ یہ ہے اصل حیات برزخی!! پھر قیامت میں مبعوث ہو کر خدا تعالیٰ کے ہاں پیش ہو تو بلاحساب جنت ملے اور اَبدی سکون میسر ہو، یہ حیات اُخروی ہے۔ کافر انسان تو عالمِ دنیا میں زندہ ہونے کے باوجود بھی مردہ ہے اور جسمانی موت کے بعد قبر میں مُردہ، پھر معاد جسمانی کے بعد جہنم میں زندہ نہ مردہ۔

''لایموت فیھا ولایحیی'' نہ مرے گا جہنم میں اور نہ زندہ ہوگا۔

جو لوگ برزخ کی زندگی کو حیات دنیوی کی طرح دیکھنا چاہتے تھے، ان کو فرمایا ''لاتشعرون'' وہ زندگی تمہارے حاشۂ ادراک سے باہر ہے۔ بے شک وہ زندہ تو ہیں مگر جس طرح تم دیکھنا چاہتے ہو اس طرح نہیں۔

غیب را ابرے و آبِ دیگر است　　آسمان و آفتابِ دیگر است

کشتگانِ خنجرِ تسلیم را　　ہر زمان از غیب جانِ دیگر است

ہرگز نمیرد آنکس کہ دلش زندہ شد بعشق　　ثبت است بر جریدۂ عالم دوامِ ما

اب شہداء کرام کے کھانے پینے، خوشی منانے اور خوش وقت ہونے سے تو ان کو حیاتِ جاوداں کا مالک کہیں مگر انبیاء علیہم السلام کو جو اپنی قبروں میں نماز پڑھیں، حج وتلبیہ کریں، اونٹوں پر سوار دعا مانگتے اور جماعت کی صفوں میں کھڑے نظر آئیں ہر سٹیج پر مردہ ثابت کریں، انصاف اور مروّۃ اسلامی کے خلاف ہے۔ دلیری اور جسارت کی حد ہوگئی!

علامہ علی ابن برہان الدین حلبی رحمہ اللہ

''واقتصاره ﷺ علی ذکر الشهداء وسکوته عن الانبیاء لما هو معلوم من الاصل ان مقام الانبیاء ارفی من مقام الشهداء'' اور آنحضرت ﷺ نے شہداء کے ذکر پر اقتصار فرمایا اور انبیاء کا ذکر نہیں فرمایا۔ اس لئے کہ یہ بات تو ایک ضابطے سے معلوم ہے کہ انبیاء علیہم السلام کا مقام ہر حیثیت سے شہیدوں سے اونچا ہے۔ (السیرۃ الحلبیہ ج ۲ ص ۱۷۶)

علامہ ابوالفضل شہاب الدین بغدادی رحمۃ اللہ علیہ

''والمراد بتلک الحیاۃ نوع من الحیاۃ غیر معقول لنا وھی فوق حیاۃ الشھداء بکثیر و حیاۃ نبینا صلی اللہ علیہ وسلم اکمل واتم من حیاۃ سائرھم علیہم السلام'' مراد اس زندگی سے حیاۃ کی وہ قسم ہے جو ہماری سمجھ سے بالاتر ہے اور یہ (انبیاء کی حیات) شہداء کی حیاۃ سے بہت اونچی ہے۔ خصوصاً ہمارے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی حیات پاک جو تمام انبیاء علیہم السلام کی حیاۃ سے افضل واکمل ہے۔ (روح المعانی ج ۲۲ ص ۳۶)

امام ابن قیم رحمۃ اللہ علیہ

''والذی یزیح ھذا الاشکال ان شاء اللہ تعالٰی ان الموت لیس بعدم محض وانما ھو انتقال من حال إلٰی حال ویدلّ علٰی ذٰلک ان الشھداء بعد قتلھم وموتھم احیائٌ عند ربھم یرزقون فرحین مستبشرین وھٰذہ صفۃ الاحیاء فی الدنیا وإذا کان ھذا فی الشھداء کان الانبیاء بذٰلک احقّ واولٰی مع انہٗ قد صحّ عن النبی صلی اللہ علیہ وسلم ''ان الارض لا تاکل اجساد الانبیاء'' وانہٗ صلی اللہ علیہ وسلم اجتمع بالانبیاء لیلۃ الاسراء فی بیت المقدس وفی السماء وخصوصًا بموسٰی علیہ السلام وقد اخبر بانہٗ ما من مسلمٍ یسلّم علیہ إلّا ردّ اللہ علیہ روحہ حتّٰی یردّ علیہ السلام إلٰی غیر ذٰلک مما یحصل من جملۃ القطع بان موت الانبیاء إنما ھو راجع إلٰی ان غیبوا عنّا بحیث لا ندرکھم وان کانوا موجودین احیائً'' اور جو چیز ان شاء اللہ اس اشکال کو زائل کرتی ہے یہ ہے کہ موت دراصل عدم محض کو نہیں کہتے بلکہ ایک حال سے دوسرے حال کی طرف منتقل ہونا ہے۔ شہداء کا حال اس کی دلیل ہے کہ وہ قتل ہونے اور مرنے کے بعد اللہ کے ہاں زندہ ہیں، کھاتے پیتے اور خوش حال ہیں اور دنیا میں زندہ رہنے والوں کا حال بھی اسی طرح ہے۔ جب یہ حال شہداء کا ہوا تو انبیاء علیہم السلام اس حیاتِ جاودانی کے زیادہ مستحق ہیں۔ مزید براں حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے کہ زمین انبیاء کے وجودِ عنصری کو نہیں کھاتی۔ آپ شبِ معراج انبیاء علیہم السلام کے اجتماع میں شریک ہوئے۔ خصوصاً موسیٰ کلیم اللہ علیہ السلام سے ملاقات ہوئی تھی اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ بھی فرمایا کہ مجھ پر عند القبر کوئی شخص سلام نہیں پڑھتا مگر میں اس کو سلام کا جواب دیتا ہوں۔ ازیں گونہ دلائل سے ثابت ہوتا ہے کہ انبیاء علیہم السلام عالمِ برزخ کی اوٹ میں ہم سے غائب ضرور ہیں جو ہم ان کو دیکھ نہیں سکتے، لیکن وہ مردے نہیں ہیں بلکہ زندہ موجود ہیں۔ (کتاب الروح ج ۱ ص ۵۴)

محدث کبیر علامہ علی القاری رحمۃ اللہ علیہ

''اذ مع شرافۃ لہ زیادۃ مزیدۃ انہٗ علیہ السلام حیی فی قبرہٖ وقال تعالٰی لا ترفعوا اصواتکم فوق صوت النبی'' مسجد نبوی کی شرافت کے علاوہ اس کی مزید اہمیت یہ ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اپنی قبر شریف میں زندہ ہیں، اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں: ''اپنی آوازوں کو نبی کی آواز پر بلند نہ کرو۔'' (مرقاۃ ج ۲ ص ۲۲۳)

''وھٰذا مخصوص بمن بعد عن حضرۃ مرقدہ المنور ومضجعہ المطھر وفیہ اشارۃ إلٰی حیاتہ الدائمۃ وفرحہٖ ببلوغ سلام أمتہٖ'' اور یہ (یعنی سلام کا بذریعہ فرشتوں کے پہنچنا) اس کے لئے ہے جو آپ کی مزار مطہر سے دور ہے اور اس میں اشارہ ہے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی حیات جاوداں کی طرف اور اس طرف کہ آپ اُمت کے سلام پہنچنے سے خوش ہوتے ہیں۔

شیخ عبداللہ ابن محمد ابن عبدالوہاب نجدی کا بیان

شیخ محمد ابن عبدالوہاب نجدی کے بیٹے شیخ عبداللہ اپنی کتاب میں حضور ﷺ کی حیات طیبہ بعد الوفات کے متعلق نجدی علماء کا عقیدہ تحریر فرماتے ہیں: ''ونحن نعتقد بأن رتبة نبینا ﷺ اعلیٰ و ارفع من سائر خلق اللہ وھو صلی اللہ علیہ وسلم حیّ فی قبرہ بحیاۃ برزخیۃ وھی اکمل من حیاۃ الشھداء لأنہ ﷺ افضل بنفسہ من الشھداء بلاشبھۃ'' اور ہمارا اعتقاد ہے کہ آنحضور ﷺ اللہ کی ساری مخلوق سے افضل ہیں اور آپ اپنی قبر میں زندہ ہیں برزخی حیات سے، اور وہ حیات تمام شہداء کی حیات سے اکمل ہے کیونکہ حضور ﷺ خود بھی شہداء سے افضل ہیں۔

(الھدیۃ السنیۃ والتحیۃ النجدیۃ الوھابیۃ ص ۳۶)

فرمانروا حجاز ابن سعود نجدی کا بیان

شاہ مراکش (سلطان مولیٰ سلیمان) نے ۱۲۲۶ھ میں اپنے بیٹے (مولیٰ ابی اسحاق ابراہیم) کو فریضۂ حج ادا کرنے کے لئے رکب نبوی کے ساتھ بھیجا اور ایک جماعت مفتیانِ دیار اور علماء کرام بھی ان کے ساتھ تھی۔ قاضی ابواسحق ابراہیم (رزّاغی) نے سلطان ابن سعود سے حضور ﷺ کی حیات فی القبر کے بارے میں سوال کیا۔ سلطان ابن سعود کانپ اٹھا، بلند آواز سے آنحضرت ﷺ پر درود وسلام پڑھا اور کہنے لگا: ''ونحن نقول انّ النبی ﷺ حیّ فی قبرہ کسائر الانبیاء علیہم السلام وحیاتہ اعلیٰ و ارفع من الشھداء فی سبیل اللہ تعالیٰ'' ہم کہتے ہیں کہ نبی ﷺ اپنی قبر مبارک میں تمام انبیاء علیہم السلام کی طرح زندہ ہیں اور آپ کی حیات شہداء فی سبیل اللہ (یعنی میدانِ جنگ میں کے شہیدوں) سے بھی بدرجہا افضل واکمل ہے۔ (الاستقصاء لاخبار دول المغرب الاقصیٰ مجلد ۴ مطبوعہ مصر: ص ۱۴۵، مؤلف علامہ شیخ احمد ناصریؒ)

علامہ سید احمد دحلان مکی رحمہ اللہ کا بیان

''وحیاۃ الانبیاء علیھم السلام فی قبورھم ثابتۃ بأدلّۃ کثیرۃ استدل بھا اھل السنّۃ'' (خلاصۃ الکلام ص ۲۴۵)

علامہ محمد انور شاہ کاشمیری رحمہ اللہ کا فیصلہ کن بیان

''واعلم انہ تکلمنا غیر مرّۃ فی معنی حیات الشھداء والانبیاء علیہم السلام وحاصلہ ان الحیات بمعنی افعال الحیاۃ وإلّا فالارواح کلّھا احیاء ولو کانت ارواح الکفار ولٰکنھا معطلۃ عن افعال الحیاۃ ولذا تری القرآن والحدیث لا یذکر ان الحیات الا ویذکر ان فعلًا من افعال الحیات ایضًا، کما رأیت فی الأیۃ المذکورۃ حیث قال بل احیاء عند ربھم یرزقون فذکر کونھم مرزوقین وھی من افعال الحی والمعنی ان غیرھم وان کانوا احیاء ایضًا لٰکن ھؤلاء یرزقون ویفعلون افعال الاحیاء فاولی ان یسمّوا احیاءً بخلاف غیرھم'' اور ہم کئی بار انبیاء اور شہداء کی حیات کے بارے میں کلام کر چکے ہیں۔ حاصل یہ ہے کہ حیات انبیاء سے مراد افعال زندگی ہیں۔ ویسے تو تمام روحیں زندہ ہیں چاہے کافر بھی ہوں۔ لیکن وہ روحیں افعال زندگی سے معطل ہیں۔ اس لئے قرآن وحدیث میں ذکر حیات جہاں بھی آتا ہے وہاں زندگی کے افعال سے کسی فعل کا ذکر ہوتا ہے جس طرح اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے کہ وہ زندہ ہیں رزق کھاتے ہیں رزق کھانا زندہ انسان کا کام ہوتا ہے۔ (فیض الباری ج ۳ ص ۴۲۵)

خلاصہ یہ کہ شہداء، انبیاء جب زندوں جیسے افعال کرتے ہیں اور زندہ ہیں تو زندہ کہلانے کے مستحق بھی ہیں۔ ان کے سوا زندہ کہلانے کا مستحق کوئی نہیں۔''

خلاصۂ بحث

یہ کہ انبیاء علیہم السلام پر دنیا میں موت وارد ہونے کے بعد عالم برزخ وقبر میں وہ زندہ ہیں۔ پوری امت اس امر پر متفق ہے کہ انبیاء کرام علیہم السلام کو بعدالوفات حیاتِ جاوداں حاصل ہے۔ اب قرآن وحدیث اور اجماع اُمت کے بعد کوئی مردہ دل ''زندہ نبی'' کو ''مردہ'' کہنے کا شوق رکھتا ہے تو اپنا عشق پورا کرے، حالانکہ:

۱...... محدثین کرام نے حیات النبی صلی اللہ علیہ وسلم کے موضوع پر تو کتابیں لکھی ہیں مگر یہ کہیں نہیں ملتا کہ کسی اہل علم نے یہ لکھا ہو کہ انبیاء قبروں میں مُردہ ہیں۔

۲...... بے شک حضرت صدیق رضی اللہ عنہ کا خطبہ میں فرمانا: إنّ محمدًا قدمات، دنیا میں موت واقع ہونے کی تائید تھا، مگر اس کا مطلب یہ نہیں تھا کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو آپ کی قبر وبرزخ میں زندہ نہ مانا جائے۔

۳...... معراج کا واقعہ بیان فرماتے وقت جب نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: رأیت موسٰی یصلّی فی قبرہٖ، ''میں نے موسیٰ علیہ السلام کو ان کی قبر میں نماز پڑھتے دیکھا۔'' تو صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے آپ سے یہ سوال نہیں کیا تھا کہ وہ تو قبر میں مردہ ہوں گے، نماز کیسے پڑھ رہے تھے؟

نیز حضرات صحابہ نے آپ سے یہ بھی نہیں پوچھا تھا کہ وہ تو جنت میں اعلیٰ علیین میں ہوں گے، یہاں کثیب احمر والی قبر میں نماز کیسے پڑھ رہے تھے؟ کیا علیین کثیب احمر کی طرف آگیا یا کثیب احمر علیین بن گیا؟

۴...... کسی صحابی سے یہ منقول نہیں کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو بعدالوفات اب صرف اعلیٰ علیین میں زندہ مانا جائے مدینہ میں روضۂ اطہر میں آپ مردہ ہیں، آپ کے وجود سے آپ کی روح مبارک کا کوئی تعلق واتصال نہیں ہے۔

۵...... لفظ ''نبی'' صرف ''روحِ رسول'' پر استعمال نہیں ہوتا، آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا جسدِ اطہر بھی منصب نبوت میں شریک ہے۔ بعدالوفات اگر روح کا تعلق جسد مطہر سے کسی قسم کا نہیں ہے تو نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو برزخ میں زندہ ماننے کا کیا مطلب؟

۶...... اگر روح مبارک صرف علیین میں قرار پذیر ہے اور اس کا تعلق واتصال وجود مبارک سے کسی قسم کا نہیں تو درود وسلام جو روضۂ شریف وقبر منیف پر جن وانس وملائکہ پڑھتے ہیں وہ محض اس بے علاقہ و بے جان دھڑ کے لئے یا روح و وجود دونوں کے لئے مشترک ہے؟

۷...... اگر روحِ رسول صلی اللہ علیہ وسلم کا تعلق واتصال آپ کے عنصری وجود سے کسی قسم کا نہیں تو نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم دو حصوں میں تقسیم ہو گئے۔

علیین کا حصہ زندہ اور مدینہ شریف، روضۂ رفیع وقبر منیف میں سکونت پذیر حصہ مردہ۔ اب تشدد گروپ جو عوام کی آنکھوں میں دھول ڈال کر یہ کہتے ہیں کہ ہم بھی حیاۃ النبی کے قائل ہیں، وہ روضۂ اطہر میں آرام پذیر نبی کو زندہ مانتے ہیں یا اعلیٰ علیین میں قرار گزین صرف روحِ رسول صلی اللہ علیہ وسلم کو؟

۸...... حیات النبی صلی اللہ علیہ وسلم ماننے کا مطلب اگر یہ ہے کہ روحِ رسول صلی اللہ علیہ وسلم زندہ ہے، لیکن اس کا تعلق جسدِ اطہر سے

قطعاً کسی قسم کا نہیں تو پھر ابوجہل کو مردہ کیوں مانا جائے؟ جب روح ابوجہل بھی زندہ ہے، فرمایئے...... حیاتِ سیدالابرار ﷺ اور حیاتِ قائدالاشرار میں فرق کیا ہوا؟ نبی کریم ﷺ کی خصوصیت اور شانِ امتیازی کیا ہوئی؟ اللہ کریم کے نبیؐ رحیم کی برزخی زندگی نوعِ حیات میں کفار وفجار سے کس طرح ممتاز ہے؟

۹...... اہل سنت والجماعت کا اجماعی عقیدہ ہے کہ عالمِ برزخ میں عذاب وثواب......جسدِ عنصری اور روح، ہر دونوں کو برابر ہوتا ہے اور یہ اس لئے کہ روح کو جسدِ عنصری سے فوق الادراک ایک تعلق ہوتا ہے جس سے نعمت وزحمت میں وہ برابر شریک ہوتے ہیں۔ تشدد گروپ کا عقیدہ ہے کہ راحت وبے چینی صرف روح کو ہوتی ہے، وجودِ عنصری کا کچھ تعلق نہیں۔

اس صورت میں روحِ رسول اللہ ﷺ کو اعلیٰ علیین اور جنت کے باغوں میں رکھ کر جسدِ رسول اللہ ﷺ سے امتیازی سلوک کیوں کیا گیا؟ کہ روحِ مبارک تو جنت کی عشرتوں میں اور وجودِ عنصری قبر کی گہرائیوں میں۔ تشدد گروپ کے مسلک سے ابوجہل کو فائدہ اور رحمتِ کائنات ﷺ کو سخت نقصان پہنچے گا۔ کیونکہ حضور ﷺ کا جسدِ عنصری جنت کی راحتوں۔ سے محروم اور جسدِ ابوجہل دوزخ کی آگ سے محفوظ۔ اس لئے کہ روح کا تعلق جووجودِ عنصری سے قطعاً نہیں۔ یقیناً فرعون، ہامان، شداد، قارون اور نمرود کو فائدہ ہوا کہ ان پر کسی قسم کا عذاب نہیں اور پیغمبر علیہم السلام، صدیق اکبر، فاروقِ اعظم (رضی اللہ عنہما) کو نقصان......کہ ان کے وجود ہر قسم کی راحتوں سے فارغ۔ اناللہ وانا الیہ راجعون!

۱۰...... جو لوگ روحِ رسول اللہ ﷺ کا اتصال وتعلق آپ کے وجودِ عنصری سے نہیں مانتے وہ لوگ آنحضرت ﷺ کے جسد کی حیات نباتات وجمادات کی طرح تصور کرتے ہیں۔ کیونکہ ریت کا ہر ذرہ اور پتھر کا ہر ٹکڑا جس طرح اللہ تعالیٰ کی تسبیح وتقدیس کرتا ہے۔ یُسَبِّحُ لِلّٰهِ مَا فِی السَّمٰوٰتِ وَمَا فِی الْاَرْضِ... اس طرح آنحضرت ﷺ کا وجودِ مبارک جو اپنی روح سے بے تعلق ہے وہ بھی تسبیح کرتا ہوگا۔ کیونکہ پتھر، مٹی، پانی، آگ، لکڑی اور لوہے میں ایک تکوینی حیات موجود ہے جس سے وہ بزبانِ حال خدائے ذوالجلال کی کبریائی کے گیت گاتے ہیں۔ اگر سید الثقلین ﷺ کا وجودِ مبارک اور مٹی کی ایک دیوار ہر دونوں برابر تکوینی تسبیح وحیات سے موصوف ہیں تو یہ کیا حیات ہوئی؟

۱۱...... روح کی غذا صرف تلاوت کرنا اور تسبیح وتقدیس کہنا ہے، خلد بریں میں جنت کے فروٹ استعمال کرنا اس کا کام ہی نہیں۔ اگر روح کا تعلق جسدِ عنصری سے قطعاً کسی قسم کا نہیں تو وہاں کی کھجوریں اور انگور محض روح کیسے تناول فرمائے گا؟ بے شک وجودِ خاکی محسوس نظروں میں کھاتا پیتا نظر نہیں آئے گا۔ مگر عالمِ برزخ میں محض روح کے لئے جسمانی غذائیت مہیا ہونے کا کیا معنیٰ؟

بہر حال ایک دانش مند ونصیحت پذیر مسلمان کے لئے فرمانِ خداوندی اور ارشادِ نبوی کے بعد تفحص وتجسس ترک کر کے ایمان بالغیب لے آنا ضروری ہے۔ عالمِ غیب کے مسئلوں کو عالمِ شہود پر قیاس کرنا اور نقل کو عقل کی کسوٹی پر پرکھنا کوئی عقل مندی نہیں ہے۔

۱۲...... عالمِ ارواح جہاں ہر شخص کا روح موجود تھا اور بقایا ارواح اب بھی موجود ہیں وہاں کسی انسان کی روح کو غذا مہیا نہیں کی جاتی۔ البتہ جب وہ روح عالمِ دنیا میں وجودِ خاکی سے مرکب ہوتا ہے تو ''روح ووجود'' ہر دونوں اپنے اپنے حسبِ تقاضا رزق کھاتے ہیں۔

اگر بعد الوفات روح کا تعلق پیکرِ خاکی سے قطعاً نہیں ہوتا تو وہ پہلے کی طرح جب وہ عالم ارواح میں تھا، کیوں نہیں ہوجاتا؟

کھانا پینا، جنت کی سیر کرنا، نماز پڑھنا، حج کرنا اور تلبیہ پڑھنا، اب کیوں ہے؟ اس وقت پہلے عالمِ ارواح میں کیوں نہیں تھا؟ لازماً یہ کہنا پڑے گا کہ روح جب بدن عنصری سے ترکیب دیا گیا تو اس کے حالات ولوازمات کیفیات ومقتضیات یکسر بدل گئے۔ اب بعد الوفات اگرچہ مستقر روح رفیقِ اعلیٰ اور حظیرۃ القدس ہے مگر وہ بدن عنصری سے بالکل الگ تھلگ قطعاً نہیں ہے۔ بلکہ روح کا اتصال وتعلق فوق الادراک باقی ہے جس کی حقیقت خدا ہی جانتا ہے۔ جو لوگ پیدا ہونے کے بعد دنیا میں کافر رہیں گے اور کفر پر ہی ان کا خاتمہ ہوگا، اس وقت عالمِ ارواح میں ان کے روح موجود ہیں۔ مگر ان کو عذاب نہیں ہے۔ عذاب جب ہوگا، جب وہ دنیا میں آکر وجودِ عنصری میں پیوست ہوکر پھر خارج ہوں گے۔ اس لئے ہر نیک و بد انسان، کافر ومومن کا ''مستقرِ روح'' بھی علیحدہ ہے۔ مرنے کے بعد روح کو تو عذاب وثواب ہونا شروع ہوجاتا ہے مگر وجودِ عنصری کو عالم برزخ میں کیوں مہلت دی جاتی ہے؟ کیا اس لئے کہ روح کو خاکی وجود سے کوئی تعلق نہیں یا جسدِ عنصری بےقصور ہے؟ منکرین حیات اگر یہ جواب دیں کہ روح اور وجود ہر ایک کو علیحدہ عذاب ہوتا ہے تو میں پوچھتا ہوں کہ خدائے یزدان جو ہر دونوں کو علیحدہ جزا وسزا دینے پر قادر ہے، کیا وہ قادرِ مطلق ہر دونوں کا تعلق برقرار رکھتے ہوئے عذاب وثواب نہیں دے سکتا؟

اہل سنت والجماعت کا مذہب ملاحظہ فرماویں

''قال الامام النووی رحمہ اللہ مذهب اهل السنة اثبات عذاب القبر وقد تظاهرت عليه الاَدِلّة من الكتاب والسنة قال الله تعالٰى: {اَلنّار يعرضون عليها غدوًّا وعشيًّا ويوم تقوم السّاعة ادخِلُوا آل فرعون اشدّ العذاب} واما الاحاديث فلا تحصى كثرة ولا مانع في العقل من ان يعيد الله الحياة في جزء من الجسد في الجميع على خلاف بين الاصحاب فيثيبه ويعذّبه ولا يمنع من ذٰلك كون الميّت قد تفرقت اجزاه كما يشاهد في العادة اذا كله السباع والطّيور وحيتان البحر بشمول علم الله وتعالٰى وقدرته فان قيل نحن نشاهد الميّت على حاله فكيف يسئل ويقعد ويضرب ولا يظهر اثر فالجواب انه ممكن وله نظير في الشاهد وهو النائم فانّه يجد لذّةً والمًا يحسبه ولا نحسبه وكذا يجد اليقضان لذةً دائمًا يسمعهٗ ويتفكر فيه ولا يشاهد ذٰلك جليسهٗ وكذٰلك كان جبريل ياتى النبى صلّى الله عليه وسلم فيوحى بالقرآن المجيد ولا يراه اصحابهٗ'' امام نووی رحمہ اللہ فرماتے ہیں: اہل سنت کے نزدیک عذابِ قبر ثابت ہے۔ قرآن وحدیث میں اس کے دلائل پرزور موجود ہیں۔ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں: فرعونی صبح وشام جہنم کی آگ پر پیش ہوتے ہیں اور قیامت کے دن آلِ فرعون کو سخت عذاب میں داخل کیا جائے گا۔ اس بارے میں بےشمار حدیثیں موجود ہیں اور عقل کے لئے بھی کوئی مانع نہیں کہ اللہ تعالیٰ انسان کے کسی حصۂ بدن میں ایک خاص قسم کی حیات پیدا فرمادیں یا سارے بدن میں جس سے اس کو عذاب وثواب محسوس ہورہا ہو، یہ کہ بعض وقت میت کا وجود بوٹی بوٹی ہوجاتا ہے، درندے کھا جاتے ہیں، پرندوں اور دریا کی مچھلیوں کے پیٹ میں کچھ حصہ چلا جاتا ہے تو یہ بھی کوئی بعید نہیں کیونکہ اللہ تعالیٰ کا علم سب پر محیط ہے۔ اگر کوئی یہ سوال کرے کہ ہم میت کو ایک ہی حال پر دیکھتے ہیں اس کو کس طرح بٹھایا جاتا ہے، مارا جاتا ہے اور

کس طرح پوچھا جاتا ہے؟ حالانکہ میت کے وجود پر کوئی اثر نظر نہیں آتا؟ جواب یہ ہے کہ یہ سب ممکن ہے، ہم نیند کرنے والے کو دیکھتے ہیں اور محسوس نہیں کرتے حالانکہ وہ نیند میں بعض وقت لذت یا درد محسوس کر رہا ہوتا ہے۔ اس طرح ایک زندہ انسان کبھی فکری طور پر لذت یا درد محسوس کرتا ہے مگر ہم اس کو محسوس نہیں کرتے۔ چنانچہ حضرت جبریل علیہ السلام حضور ﷺ کے پاس قرآن مجید کی وحی لے کر آتے تھے اور اصحاب کرام مجلس میں موجود ہونے کے باوجود ان کو نہیں دیکھ سکتے تھے۔"

منکرینِ حیات کا عذر

منکرینِ حیات و منکرینِ تعلقِ روح بجسد النبی ﷺ اگر یہ کہیں کہ ہم تعلق روح اس طرح مانتے ہیں کہ یہ روح فلاں جسد عنصری کی ہے، لہٰذا یہ بھی ایک گونہ تعلق ہے جس کے ہم قائل ہیں۔ تو پھر ان سے سوال ہوگا کہ عالمِ ارواح کے تعلق اور عالمِ برزخ کے تعلق میں کیا فرق ہوگا؟ وہاں بھی اتنا تو ضرور ہوتا ہے کہ یہ روح فلاں پیدا ہونے والے انسان کی روح ہے۔ اس تعلق میں جو عالمِ ارواح کا ہے وجودِ عنصری کا ہونا نہ ہونا برابر ہے اور عالمِ برزخ کے ایسے تعلق میں بھی جو یہ لوگ مانتے ہیں وجودِ عنصری کا ہونا نہ ہونا برابر رہا۔ کیونکہ یہاں بھی تعلق کے لئے اتنا کافی ہے کہ یہ روح فلاں وجود کی ہے۔ پھر ایسا تعلق مان کر عوام کو دھوکہ دینا مقصود ہو تو بے شک ہو سکتا ہے۔ مگر اہلِ علم اور اہلِ بصیرت اس کو ہرگز قبول نہیں کریں گے۔

سیدھی راہ

یہی ہے کہ روح پیغمبر علیہ السلام کو حظیرۃ القدس، رفیقِ اعلیٰ اور علیین میں مقام پذیر مانا جائے اور آپ کے روح کا تعلق و اتصال اس پیکر معظم عنصری سے تسلیم کیا جائے جو روضۂ اطہر میں ہے جس کی حقیقت اور کنہ نہ ہم معلوم کر سکتے ہیں اور نہ ہم اس کی دریافت کرنے کے مکلف ہیں۔ شئونِ مصطفوی سے یہ ایک شان ہے، جس کو درک کرنا خاصانِ خدا کے لئے بھی محال نہیں تو مشکل ضرور ہے (چہ نسبت خاک را بعالمِ پاک) ہم جیسے تو گنبدِ خضراء کی پُرشکوہ عمارت اور دل آرا تعمیر کی منزلوں کی بلندی عروج بھی معلوم نہیں کر سکتے۔ وہ سائبان جو محبوب رحمن، سید انس وجان ﷺ کی مزارِ انور پر سایہ فگن ہے نہ معلوم کتنے رحمتوں اور برکتوں کا حامل ہے۔ اسے دورِ حاضر کی بدبختی تصور کیجئے یا اہلِ بصیرت کی قحط کہ آج منبعِ فیوض اور مرجعِ خلائق ذاتِ رسول ﷺ کی قبر، روح اور وجود زیر بحث ہیں۔ کوئی ان کو مردہ کہتا ہے اور کوئی زندہ، کوئی خدا کا بنایا ہوا بت کہتا ہے اور کوئی عام گورستان میں مدفون میت، نبی پرستوں نے توحیدِ خدا کو خیر باد کہا اور ان خدا پرستوں نے توحید کے نام پر شرم وحیاء کا جنازہ نکال دیا۔

آنحضرت ﷺ جسمانی اور روحانی حیات سے موصوف ہیں

جسمانی حیات اس طرح کہ آپ ﷺ کا وجود مسعود ضریح منور و قبر مبارک میں تا قیامت محفوظ ہے اس میں کسی قسم کا تشنج، بالیدگی اور بوسیدگی نہیں ہے نیز آپ کے وجود سے روح مقدس کو خاص تعلق ہے۔ جو شہداء فی سبیل اللہ کی ارواح کے تعلق سے بدرجہا بالا و اعلیٰ اور اتم ہے بلکہ اتصالِ روح اور اس کی ضیاء باریوں کا وہ غیر منقطع تعلق ہی آپ ﷺ کے وجود کے تحفظ کا باعث ہے۔ یہ روح پُرفتوح کے کامل اتصال اور مکمل اشراف کا نتیجہ ہے کہ

وجودِ عنصری پر یہ نوع حیات ظاہر ہو رہا ہے جو تا قیامِ قیامت اس کو تغیر سے محفوظ رکھے گا اور روحانی اس طرح کہ آنحضرت ﷺ کا روح مبارک حظیرۃ القدس میں ارواحِ انبیاء کی سیادت کر رہا ہے۔ مشاہدۂ جمالِ الٰہی میں محو و مستغرق ہے۔ نیز من جانب اللہ فیوض و علوم ہیں جو آپ ﷺ کی ذات پر مترشح ہو رہے ہیں اور رحمتوں اور برکتوں کا یہ لامتناہی سلسلہ آپ ﷺ کے درجات کو اقصیٰ عنایات کی طرف لے جا رہا ہے۔ کمالاتِ محمدی ﷺ کا یہ بحرِ متموج اس کو نظر آتا ہے جو آپ کو بعد الوفات زندہ مانتا ہے اور خود بھی زندہ ہے مردہ نہیں ہے۔

انبساطِ روح

روحِ رسول اللہ ﷺ رفیق الاعلیٰ، حظیرۃ القدس اور علیین میں تشریف فرما ہوتے ہوئے روضہ شریف، قبر منیف اور جسدِ اطہر تک منبسط (یعنی پھیلا ہوا) ہے۔ جس طرح سورج اپنے وجود کو مستقرِ شمسی میں برقرار رکھتے ہوئے کرۂ ارض کے نشیب و فراز پر ضوء فگن ہوتا ہے اور اپنی حرارت و نور سے اشیاء نامیہ اور غیر نامیہ کو مستفید کرتا ہے۔ اسی طرح آنحضرت ﷺ کا روح۔ اب یہ سوال فضول ٹھہرا کہ ردِّ روح سے تو موت و حیات کے سلسلہ کی تجدید ہوتی رہے گی۔ بس موت ایک تھی جو دنیا میں آگئی اب حیات ہی حیات ہے۔ قیامت میں صرف اس کی نوعیت بدلے گی۔ یہ حیات اتصالِ روح سے ہے وہ حیات ادخالِ روح سے ہوگی۔

عالمین کی اقسام

روحِ انسانی جب بدنِ انسان سے متعلق ہوا تو اللہ تعالیٰ نے اس کے لئے تین عالم مقرر فرمائے ہیں۔ عالمِ دنیا، عالمِ برزخ اور عالمِ آخرت۔ پھر ہر عالم کے احکام و خواص اور ضوابط جداگانہ ہیں۔

عالمِ دنیا

عالمِ دنیا کے احکام انسان کے جسمِ عنصری سے تعلق رکھتے ہیں، جو کچھ ہاتھ اور زبان سے سرزد ہوتا ہے، احکامِ دنیوی کا تعلق بھی اسی سے ہوتا ہے۔ روحِ انسانی عالمِ دنیا میں بدن کے تابع ہوتا ہے۔ بظاہر سب تکلیف و راحت بدن کو ہوتی ہے۔ لیکن اس کے سبب سے روح بھی رنج و راحت میں شریک ہوتا ہے۔

عالمِ برزخ

عالمِ برزخ کے احکام سب کے سب متعلق بارُوح ہوا کرتے ہیں۔ وجودِ عنصری روح کے تابع ہوتا ہے۔ عذاب و ثواب، خطاب و عتاب، غمی اور خوشی روح پر وارد ہوتی ہے۔ اس کی وجہ سے وجود بھی شریکِ حال ہوتا ہے۔ اس کی مثال آدمی کی نیند ہے۔ مثلاً دو انسان ایک چارپائی پر سوتے ہیں۔ ایک آدمی خواب میں نماز پڑھ رہا ہے اور دوسرا جنگ لڑ رہا ہے۔ جاگ ہونے پر نماز پڑھنے والا اپنے وجود میں طمانیت و سکون محسوس کرتا ہے اور میدانِ کارزار میں تیر و شمشیر چلانے والا دل میں گھبراہٹ، دماغ میں پریشانی، وجود میں لرزہ اور منہ میں خشکی محسوس کرتا ہے۔ بظاہر نمازی کو مسجد میں اور غازی کو میدانِ جنگ میں کسی نے نہیں دیکھا۔ مگر عالمِ خواب کے اس مشاہدہ کا انکار بھی کوئی نہیں کر سکتا۔ اللہ تعالیٰ نے عالمِ برزخ اور بعث بعد الموت کا نمونہ ہر روز ہمارے سامنے پیش فرمایا ہے۔

عالم برزخ کی مثال

حضرت شاہ ولی اللہ محدث دہلوی رحمہ اللہ حجۃ اللہ البالغہ میں فرماتے ہیں: نیند خواب ہے اور موت بھی ایک خواب ہے۔ مگر نیند کے خواب اور اس کی پریشانی سے جلدی نجات مل جاتی ہے۔ کیونکہ آدمی کو جب جاگ ہوگئی، تو پریشانی ختم ہو جاتی ہے اور موت کے خواب سے انسان کو جلدی نجات نہیں ملتی۔ اس خواب سے تو انسان قیامت میں ہی جاگے گا۔ اس طرح اچھے حالات سامنے ہیں تو راحت وخوشی بھی تا قیامت دیکھتا رہے گا۔ خواب عالم برزخ کا نمونہ ہے اور اس سے جاگنا بعث بعد الموت کی مثال۔

چنانچہ اس سلسلہ میں امام ابن القیم رحمہ اللہ رقمطراز ہیں: ''إنّ اللہ سبحانہ جعل الدور ثلاثا دار الدنیا و دار البرزخ و دار القرار وجعل لکل دار احکامًا تختص بھا۔ جعل احکام دار الدنیا علی الابدان والارواح تبعًا لھا۔ وجعل احکام البرزخ علی الارواح والابدان تبعًا لھا تجری احکام البرزخ علی الارواح فتسری نعیمًا او عذابًا کما تجری احکام الدنیا علی الابدان فتسری إلی ارواحھا نعیمًا او عذابًا وقد ارانا اللہ سبحانہ بلطفہ ورحمتہ وھدایتہ من ذٰلک انموذجًا فی الدنیا من حال النائم فان ما ینعم بہ او یعذّب فی نومہ یجری علی روحہ اصلًا والبدن تبع لہ وقد یقوی حتی یوثر فی البدن تاثیرًا مشاھدًا فیری النائم فی نومہ انہ ضرب فیصبح واثر الضرب فی جسمہ ویری انہ قد اکل او شرب فیستیقظ وھو یجد اثر الطعام والشراب فی فمہ ویذھب عنہ الجوع والظمأ فاذا کانت الروح تتالم وتتنعم ویصل ذٰلک إلی بدنھا بطریق الاستباع فھکذا فی البرزخ بل اعظم فاذا کان یوم حشر الاجساد وقیام الناس من قبورھم سار الحکم والنعیم والعذاب علی الارواح والاجساد ظاھرًا بادیًا اصلًا ومتی اعطیت ھذا الموضع حقہ تبین لک ان ما اخبر بہ الرسول ﷺ من عذاب القبر ونعیمہ وضیقہ وسعتہ وخمہ وکونہ حفرۃً من حفر النار او روضۃ من ریاض الجنۃ مطابق العقل وانہ حق لا مریۃ فیہ وان من اشکل علیہ ذٰلک فمن سوء فھمہ وقلۃ علمہ'' اللہ تعالیٰ نے تین جہان بنائے ہیں: عالم دنیا، عالم برزخ اور عالم عقبیٰ۔ ہر ایک کے احکام جدا ہیں۔ عالم دنیا میں سارے احکام ظاہری جسم پر جاری ہیں۔ روح اس کے ساتھ تابع ہے۔ عالم برزخ کے احکام روح پر نافذ ہوتے ہیں۔ بدن اس کے تابع ہوتا ہے۔ عالم برزخ میں نعمت وکلفت روح کو ہوتی ہے۔ جسم کو اس کی وجہ سے پہنچتی ہے۔ جس طرح عالم دنیا میں تکلیف وراحت اصل میں وجود کو ہوتی ہے مگر روح بھی اس میں شریک ہوتا ہے۔ اللہ تعالیٰ نے اپنے لطف وکرم سے ایک نمونہ ہمیں نیند میں دکھایا ہے کہ روح کو اصل میں تکلیف پہنچتی ہے تو وجود بھی اس سے متاثر ہوتا ہے۔ بعض اوقات یہ اثر اتنا قوی ہوتا ہے کہ بدن میں اس کی تاثیر ظاہر ہو جاتی ہے۔ مثلاً نیند کرنے والے کو مارا جاتا ہے اور اس کا اثر جاگ ہونے کے بعد وجود پر ظاہر ہوتا ہے۔ یا وہ شخص خواب میں کچھ کھاتا پیتا ہے اور کھانے پینے کا اثر اپنے منہ میں محسوس کرتا ہے۔ حتیٰ کہ اس کی بھوک پیاس ختم ہو جاتی ہے۔ اب جس طرح نیند میں روح کے دکھ اور خوشی کا اثر وجود کو پہنچتا ہے اس طرح عالم برزخ میں بھی روح کے عذاب وثواب کا اثر وجود کو محسوس ہوتا ہے، عالم آخرت بلکہ اس سے بھی زیادہ اور جب قیامت کے دن لوگ قبروں سے اٹھائے جائیں گے تو نعمت وعذاب روح اور جسم ہر دونوں پر برابر ظاہر ہوگا۔ جب اس مقام پر کماحقہٗ ہم نے بیان کر دیا تو اب تیرے لئے واضح ہو گیا کہ قبر کا عذاب، اس کی نعمتیں، تنگی وفراخی اور قبر کا دوزخ

کا گڑھا یا جنت کا باغ ہونا جو نبی کریم ﷺ نے فرمایا ہے، بالکل عقل سلیم کے مطابق ہے، جس میں کوئی شک نہیں۔ باوجود اس کے جس کو سمجھ نہیں آتا وہ اس کی کم فہمی اور جہالت ہے۔ (کتاب الروح ج ۱ ص ۱۰۰)

نتیجہ بحث

امام ابن القیم رحمہ اللہ کی عبارت جو عقیدۂ اہل سنت والجماعت کی صحیح ترجمان ہے، سے صاف ظاہر ہے کہ وجود انسان قبر کی گہرائیوں میں مٹی کا ڈھیر یا پتھر کی چٹان کی طرح نہیں ہوتا بلکہ پردۂ غیب میں اس کے ساتھ روح کا تعلق قائم ہے۔ ہمیں سمجھ نہ آسکے تو اپنے عقل، فہم کو ملامت کریں، قولِ رسول ﷺ پر شک ظاہر کرنا کھلی جہالت اور سراسر بے وقوفی ہے۔

معاملہ صاف اور تحقیق واضح ہونے کے بعد اب بھی کوئی گنجائش باقی ہے کہ سیدِ ولدِ آدم ﷺ کی روح امام الارواح اور جسد اطہر امام الاجساد کے درمیان آپ کی ضریحِ منور اور قبر مشرف میں تعلق واتصال نہ مانا جائے؟

بلکہ جو اتصال، تعلق اور اشراف جناب ﷺ کی روح کریم کو آپ ﷺ کے وجود رحیم سے ہے، وہ تمام ارواح طیبہ سے زیادہ قوی اور مضبوط ہے۔ صلی اللہ تعالیٰ علی روحہٖ وجسدہٖ وسلم)

تشدد گروپ کا ہر فرد پڑھا ہوا ہو یا اَن پڑھ، سیدِ انس وجان ﷺ کے وجود سے روح کے اتصال وتعلق کا قطعاً قائل نہیں۔ اس مسئلہ میں ان کے ذہن میں اتنی غلاظت پیدا ہو چکی ہے کہ اس کو صاف کرنا ہمارے بس کی بات نہیں۔

قبر مبارک کے پاس حضور ﷺ بذاتِ خود صلوٰۃ وسلام سنتے ہیں

سیّدِ ولد آدم، امام الانبیاء والمرسلین ﷺ کے متعلق پوری امت کا عقیدہ یہی ہے کہ آپ بعد وفات عند القبر الشریف سلام پڑھنے والے کا صلوٰۃ وسلام بذاتِ خود سنتے ہیں اور اگر قبر مبارک سے دور پڑھا جائے تو اللہ تعالیٰ ملائکہ کرام کے ہاتھوں وہ درود وسلام آپ تک پہنچاتے ہیں۔ یہ شرف وعزت، اعزاز واکرام، خدائے ذوالجلال والاکرام نے آپ کو بخشا ہے۔ ہر جگہ سننا، ہر کسی کی سننا، ہر بات سننا اور جاننا صرف اور صرف اللہ واحد لاشریک لہٗ کا کام ہے۔ کوئی ملک مقرب یا رسولِ مرسل اس کی کسی صفت میں نہ شریک ہے اور نہ شرکت کا مدعی ہے۔ حضرت جبریل ہو یا حضرت خلیل ہو اپنے اللہ کے آگے دونوں محتاج محض ہیں۔ اس طرح حضرت روح اللہ اور جناب کلیم اللہ علیہ السلام بھی اس بے نیاز کے نیاز مند ہیں۔ مگر شفیع المذنبین حضرت محمد مصطفی ﷺ اللہ کی مخلوق، جن وانس اور ملائکہ سب پر فضیلت رکھتے ہیں لیکن درِ دولت خداوندی پر آپ کی بندگی، عاجزی اور سجدہ ریزی کی کوئی انتہاء نہیں۔ آپ کی ذات اور آپ ﷺ کے شئون وصفات سب کے سب عطاءِ الٰہی ہیں۔ یہ بھی آپ ﷺ کی خصوصیت ہے کہ پوری اُمت بلا چون وچرا آپ کی مزارِ انور کے قریب صلوٰۃ وسلام کے سماع کی قائل ہے۔ علم حدیث کے رجال اور نقد ونظر کے غواص اس مسئلے میں سب کے سب متفق نظر آتے ہیں۔ عالمِ اسلام میں ایک عالم جس کے علم کا اعتبار ہوا ایسا نظر نہیں آتا جو حضور کریم ﷺ کے درود وسلام کے سماع عند القبر الشریف کا قائل نہ ہو۔ حنفی، مالکی، حنبلی، شافعی تمام اہلِ علم اس مسئلہ پر متفق نظر آتے ہیں۔

اس بارے میں دو حدیثیں ہیں جن کو محدثین نے اپنی کتابوں میں درج فرما کر روایت کیا ہے۔ ان کی تخریج حدیث بعینہٖ توثیق حدیث ہے۔ پھر اُمت کا ان کو عملاً قبول کرنا یہ بہت بڑی تقویت ہے۔

پہلی حدیث

''قال رسول اللہ ﷺ: من صلّی علیَّ عند قبری سمعتہ ومن صلّی علیَّ نائیا اُبلغتہ'' نبی کریم ﷺ نے فرمایا: جو شخص مجھ پر میری قبر شریف کے قریب صلوٰۃ وسلام پڑھتا ہے، میں اس کو خود سنتا ہوں اور جو شخص دور سے پڑھتا ہے وہ میرے پاس پہنچایا جاتا ہے۔ (رواہ البیہقی فی شعب الایمان: مشکوٰۃ ص ۸۷)

وہ محدثین کرام جنہوں نے اس روایت کو بیان کیا

۱...... امام بیہقی رحمۃ اللہ علیہ...... نے شعب الایمان میں یہ حدیث بیان فرمائی۔
۲...... ابوبکر بن ابی شیبہ رحمۃ اللہ علیہ...... نے اپنے مسند میں یہ حدیث نقل فرمائی۔
۳...... علامہ عقیلی رحمۃ اللہ علیہ...... نے اس حدیث کو نقل فرمایا ہے۔
۴...... امام طبرانی رحمۃ اللہ علیہ...... نے اس روایت کو اپنی کتاب میں لکھا ہے۔
۵...... ابوالشیخ رحمۃ اللہ علیہ...... نے کتاب ثواب الاعمال میں اس حدیث کو روایت کیا ہے۔
۶...... ابن حبان رحمۃ اللہ علیہ...... نے یہ روایت حدیث فرمائی ہے۔
۷...... خطیب بغدادی رحمۃ اللہ علیہ...... نے اس حدیث کو روایت فرمایا ہے۔
۸...... امام ولی الدین تبریزی رحمۃ اللہ علیہ...... نے مشکوٰۃ میں یہ روایت درج کی ہے۔

محمد بن مروان کی وجہ سے حدیث پر اعتراض

اس حدیث کی سند میں محمد ابن مروان ''سدی صغیر'' راوی ہے، جس کے متعلق محدثین خصوصاً اصحاب الجرح والتعدیل نے یہ کہا ہے کہ وہ جھوٹا ہے قابلِ اعتماد نہیں۔ یہ حدیث موضوع ہے جو قابلِ قبول نہیں۔ لہٰذا دربارہ سماع صلوٰۃ وسلام عندالقبر الشریف کے لئے حجت نہیں بن سکتی۔

جواب: روایت کے کئی طرق ہیں۔

اس حدیث کی روایت کے کئی طریقے ہیں۔ ایک طریقہ وہ ہے جس میں محمد بن مروان سدی صغیر ہے جو عندالمحدثین غلط راوی ہے۔ باقی طرق صحیح ہیں۔ حضرت مولانا نجم الدین صاحب اصلاحی نے مکتوب شیخ الاسلام حضرت مولانا حسین احمد مدنی رحمۃ اللہ علیہ میں لکھا ہے، بلفظہٖ لکھا جاتا ہے:

شہادت نمبر ا: محمد بن عبدالباقی زرقانی رحمۃ اللہ علیہ شرح مواہب لدنیہ میں اور علامہ سیوطی رحمۃ اللہ علیہ وحیز میں، امام بیہقی رحمۃ اللہ علیہ نے شعب الایمان میں، قاضی عیاض رحمۃ اللہ علیہ نے شفاء میں اور حافظ ابن حجر عسقلانی رحمۃ اللہ علیہ نے اپنے فتاویٰ میں ملائکہ سیاحین کی روایت کو درج کیا ہے۔ چنانچہ حافظ ابن حجر عسقلانی رحمۃ اللہ علیہ نے اس کے بعض طرق پر جید کا حکم دیا ہے اور امام بیہقی رحمۃ اللہ علیہ نے بھی اس کے اور شواہد کو ظاہر کیا ہے۔ ہاں! ابن عبدالہادی نے جس روایت پر کلام کیا ہے وہ ہے جس میں محمد بن مروان واقع ہے۔ وہ ضعیف ہے نہ کہ جملہ طرق۔ خوب سمجھ لیا جائے۔ (مکتوبات شیخ الاسلام سید حسین احمد مدنی ص ۲۳۰)

امام بیہقی، قاضی عیاض، حافظ ابن حجر عسقلانی، علامہ سیوطی اور علامہ زرقانی رحمہ اللہ کے نزدیک یہ حدیث دوسرے طریقوں سے صحیح ہے۔ ماسواء اس ایک طریق کے جس میں محمد بن مروان سدی صغیر ہے۔

شہادت نمبر ۲: حافظ ابن حجر عسقلانی رحمہ اللہ کی اپنی عبارت: ''واخرجہ ابو الشیخ فی کتاب الثواب (ای ثواب الاعمال) بسند جید بلفظ مَن صلّٰی علیَّ عند قبری سمعتہٗ و من صلّٰی علیَّ نائیًا ابلغتہٗ'' ابوالشیخ نے کتاب (ثواب الاعمال) میں سند جید کے ساتھ یہ حدیث نکالی ہے حضور ﷺ فرماتے ہیں جو شخص میری قبر کے قریب مجھ پر سلام پڑھتا ہے، میں خود سنتا ہوں اور جو شخص دور سے پڑھتا ہے، وہ مجھ تک پہنچایا جاتا ہے۔'' (فتح الباری ج ۱۱ ص ۴۷۹)

شہادت نمبر ۳: علامہ ابوالحسن علی بن محمد بن عراق الکنانی کی عبارت: ''تنزیہ الشریعۃ المرفوعۃ عن الاخبار الشنیعۃ الموضوعۃ'' میں یہ حدیث نقل فرما کر مفصل جواب درج فرماتے ہیں (ملاحظہ ہو): ''حدیث مَن صلّٰی علیَّ عند قبری سمعتہٗ و من صلّٰی علیَّ نائیًا و کل اللہ بھا ملکًا یبلغنی و کفی امر دنیا و اخرتہ و کنت لہ شھیدًا وشفیعًا (خط) من حدیث ابی ھریرۃ ولا یصح فیہ محمد بن مروان وھو السدی الصغیر وقال العقیلی لا اصل لھذا الحدیث (تعقب) بان البیھقی اخرجہ فی شعب الایمان من ھذا الطریق وتابع السدی عن الاعمش فیہ ابو معاویۃ اخرجہ ابو الشیخ فی الثواب (قلت) وسندہ جید کما نقلہ السخاوی عن شیخہ الحافظ ابن حجر واللہ اعلم!'' جو شخص میری قبر کے قریب درود پڑھے میں سنتا ہوں اور جو شخص دور سے پڑھے فرشتہ مؤکل مجھ تک پہنچاتا ہے اور وہ شخص دنیا اور آخرت میں کفایت کیا جاتا ہے۔ یہ حدیث ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے جو غیر صحیح ہے۔ اس میں محمد بن مروان سدی صغیر ہے، علامہ عقیلی رحمہ اللہ فرماتے ہیں یہ حدیث بے اصل ہے۔ (جواب) یہ ہے کہ اس حدیث کو امام بیہقی نے شعب الایمان میں نکالا ہے وہاں مروان سدی کا متابع ابومعاویہ ہے جو اعمش سے روایت کرتا ہے۔ ابوالشیخ نے (ثواب الاعمال) میں یہ سند نکالی ہے۔ میں کہتا ہوں یہ سند جید ہے جیسا کہ علامہ سخاوی نے اپنے استاذ حافظ ابن حجر عسقلانی رحمہ اللہ سے نقل فرمایا ہے۔ (تنزیہ الشریعۃ ج ۱ ص ۳۳۵)

صاحب التنزیہ نے اس روایت کو بالکل صحیح فرمایا ہے۔ حافظ ابن حجر کا فیصلہ بھی یہی ہے کہ حدیث بالکل صحیح السند ہے اور صحیح المتن ہے۔

شہادت نمبر ۴: دیگر شواہد: صاحب کتاب تنزیہ الشریعۃ اس حدیث کے صحیح ہونے کیلئے صحابہ کرامؓ کی چند روایات سے شہادت پیش فرماتے ہیں: ''ولہٗ شواھد من حدیث عبداللہ ابن مسعودؓ و عبداللہ ابن عباسؓ و ابی ھریرۃ اخرجھا البیھقی و من حدیث ابی بکر الصدیق اخرجہ الدیلمی و من حدیث عمار اخرجہ العقیلی'' اس حدیث کے صحیح ہونے پر کئی شہادتیں موجود ہیں۔ حضرت عبداللہ ابن مسعود، عبداللہ بن عباس، ابوہریرہ، ابوبکر صدیق اور حضرت عمار رضی اللہ عنہم کی حدیثیں جن کو بیہقی، دیلمی اور عقیلی نے نکالا ہے۔ (تنزیہ الشریعۃ ص ۳۳۵)

صحابہ کرام رضی اللہ عنہم میں سے خلیفہ راشد حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کی روایت عبادلہ ثلاثہ میں حضرت عبداللہ ابن مسعود اور حضرت عبداللہ بن عباس، حبرالامت کی روایتیں نیز حضرت ابوہریرہ اور حضرت عمار رضی اللہ عنہم کی روایتیں جب اس حدیث کی شہادت دیں تو اب انکار و اصرار کی کیا گنجائش باقی ہے؟

شہادت نمبر ۵: مذکورہ شواہد کی توثیق: قرونِ وسطی کے فائق الاقران، محدث امام اور مجتہد مفسرِ قرآن اور رجالِ حدیث کے پیشواء حضرت علامہ ابن تیمیہ حنبلی رحمۃ اللہ علیہ نے اس حدیث اور اس کے شواہد کے متعلق اپنی تحقیق ثبت فرمائی ہے۔ ایک منصف مزاج اور معتدل انسان کے لئے ایسے امام کی توثیق وتصدیق کافی ہے۔

"حدیث من صلّی علیَّ عند قبری سمعتہٗ حدیث جیّد ولہٗ شواھد ثابتۃ" حضور ﷺ کی یہ حدیث کہ جو شخص، میری قبر کے نزدیک درود پڑھتا ہے میں اس کو سنتا ہوں، یہ حدیث صحیح ہے۔ اس کی سند مضبوط ہے اور اس کے شواہد ثابت ہیں۔ (فتاوٰی ابن تیمیہ رحمۃ اللہ علیہ ج ۴ ص ۳۰۴)

شہادت نمبر ۶: حضرت مولانا قاضی نور محمد (قلعہ دیدار سنگھ): قاضی صاحب مرحوم حضرت مولانا حسین علی رحمۃ اللہ علیہ کے خلیفہ ہیں۔ جمعیۃ اشاعۃ التوحید والسنہ کے امیر اول تھے۔ مولانا عبدالحمید سواتی مہتمم مدرسہ نصرۃ العلوم گوجرانوالہ، حضرت مولانا حسین علی رحمۃ اللہ علیہ کی کتاب "تحفہ ابراہیمیہ" کے مقدمہ میں لکھتے ہیں (ایک دفعہ ہمارے سامنے کی بات ہے کہ) حدیث سماع کا ذکر تھا، یعنی حضور ﷺ کا یہ فرمان کہ: "من صلّی علیَّ عند قبری سمعتہٗ ومن صلّی علیَّ نائیا ابلغتہٗ..."

تو قاضی صاحب فرمانے لگے کہ جس حدیث کے بارے میں ملّا علی قاری، حافظ ابن قیم، امام ابن تیمیہ، علامہ سخاوی اور حافظ ابن حجر جیسے بزرگوں نے یہ کہا ہے کہ یہ صحیح ہے، اگر ہم کہیں کہ یہ صحیح نہیں تو کوئی دانشمندی کی بات نہ ہوگی اور اسی طرح آپ نے صاف الفاظ میں فرمایا کہ حضور نبی کریم ﷺ کو اپنی قبر مبارک میں حیات حاصل ہے۔ ایسی حیات کہ جس سے اپنی قبر کے پاس صلوٰۃ وسلام سنتے ہیں۔ (فیوضات حسینیہ، تحفہ ابراہیمیہ ص ۳۶)

شہادت نمبر ۷: مولانا علی القاری رحمۃ اللہ علیہ کی شہادت: حدیث من صلّی علی عند قبری کے متعلق حضرت علی القاری رحمۃ اللہ علیہ اپنے الفاظ میں توثیق فرماتے ہیں: "قال میرک نقلاً عن الشیخ ورواہ ابو الشیخ وابن حبان فی کتاب ثواب الاعمال بسند جید" (مرقات ج ۲ ص ۳۴۷)

وہ علماء محدثین اور ائمہ اسلام جنہوں نے اس حدیث کو صحیح کہا ہے:

(۱) امام بیہقی (محدث) رحمۃ اللہ علیہ　　(۲) امام طبرانی (محدث) رحمۃ اللہ علیہ
(۳) امام ابن تیمیہ (محدث) رحمۃ اللہ علیہ　　(۴) امام ابن قیم (محدث) رحمۃ اللہ علیہ
(۵) علامہ سیوطی (محدث) رحمۃ اللہ علیہ　　(۶) علامہ عقیلی (محدث) رحمۃ اللہ علیہ
(۷) علامہ سخاوی (محدث) رحمۃ اللہ علیہ　　(۸) ابوبکر ابن شیبہ (محدث) رحمۃ اللہ علیہ
(۹) خطیب بغدادی (محدث) رحمۃ اللہ علیہ　　(۱۰) ابن حبان (محدث) رحمۃ اللہ علیہ
(۱۱) ابوالشیخ (محدث) رحمۃ اللہ علیہ　　(۱۲) قاضی عیاض (محدث) رحمۃ اللہ علیہ
(۱۳) علامہ زرقانی (محدث) رحمۃ اللہ علیہ　　(۱۴) حافظ ابن حجر عسقلانی (محدث) رحمۃ اللہ علیہ
(۱۵) علامہ ابوالحسن علی (محدث) رحمۃ اللہ علیہ　　(۱۶) مولانا حسین احمد مدنی (محدث) رحمۃ اللہ علیہ
(۱۷) مولانا قاضی نور محمد (محدث) رحمۃ اللہ علیہ　　(۱۸) مولانا نجم الدین اصلاحی (محدث) رحمۃ اللہ علیہ
(۱۹) امام ولی الدین تبریزی صاحب المشکوٰۃ (محدث) رحمۃ اللہ علیہ (۲۰) ملا علی القاری صاحب المرقاۃ رحمۃ اللہ علیہ

خلاصہ وتنبیہ

جب ایک واعظ کسی حدیث کے متعلق یہ کہتا ہے کہ یہ حدیث نبی کریم ﷺ پر بہتان ہے اس کے راوی جھوٹے ہیں۔ یہ روایت من گھڑت قصہ ہے اور موضوع ہے تو سننے والا شش و پنج میں پڑ جاتا ہے اور بعض اوقات ایک اَن پڑھ اور علمِ دین سے کورا آدمی حدیثِ رسول ﷺ کے متعلق بے ہودہ الفاظ بکنا شروع کر دیتا ہے۔ یہی اس دور کی بڑی مصیبت ہے کہ عالمِ برزخ کے پیچیدہ مسائل اور علم حدیث واسنادِ حدیث کے عقدے اور مغلقات بجائے درس و تدریس کے عام سٹیجوں پر عوام کالانعام کی لغت میں حل کئے جاتے ہیں۔ جس بات کو کوئی پسند کرتا ہے وہ اسے اپنا نظریہ کہتا ہے۔ پھر اس نظریے کو اصولِ دین میں داخل کر کے اپنے مخالف کو کافر کہتا ہے، گویا یہ کفر کا نتوی نظریاتی وجذباتی ہوتا ہے۔

حدیث من صلّی عَلَیَّ میں سدی صغیر کے علاوہ اور طرق

حدیث من صلی علی عند قبری سمعتہ کی سند میں ایک راوی محمد بن مروان ہے جو عندالمحدثین صحیح نہیں ہے، مگر دوسرے طرق سے یہ حدیث بالکل صحیح ہے جس کو ائمہ حدیث اور علماء ثقات نے تسلیم کیا ہے اور صحابہ کرام ﷡ کی دوسری روایت سے اس کی شہادتیں بھی مکمل ہو چکی ہیں۔ پھر اُمت کے سلف اور خلف تمام اس حدیث کے مطابق ایک حدیث رکھتے ہیں کہ حضور ﷺ عندالقبر الشریف درود وسلام بذاتِ خود سنتے ہیں۔

مسائل میں اختلاف کا یہ طریقہ کہ: ''حدیث جھوٹی اور اُمت کافر ہے۔'' صرف پاکستان خصوصاً پنجاب میں تشدد گروپ کے ذہن کی پیداوار ہے۔

توحید باری تعالیٰ کو بیان کرنے میں امام ابن تیمیہ ﷫ اور امام ابن قیم ﷫ کا نام دنیاء اسلام میں ضرب المثل ہے۔ ہمارے دور کے محقق ان کے علم کی جولانی اور بحر بے ساحل کی روانی کو یک نظر دیکھنے کی تاب بھی نہیں رکھتے۔ وہ موجیں یہ حباب، وہ سمندر یہ سراب، وہ حقیقت یہ خواب...... چہ نسبت خاک را بعالم پاک!

مگر وہ علم وفن کے آفتاب جب سماع والی حدیثوں سے گزرتے ہیں تو بڑے وثوق سے یہ کہتے ہیں کہ: ''حدیث جید ولہ اسناد جید'' یہ حدیث صحیح ہے اور اس کے اسناد بھی صحیح ہیں۔

علامہ حافظ ابن حجر عسقلانی ﷫ آسمانِ علم کا وہ درخشندہ ستارہ ہیں جس کی روشنی سے ہر طالب حدیث حصہ حاصل کرتا ہے۔ فنِ حدیث وعلمِ رجالِ حدیث میں وہ یکتاء روزگار بھی صلوٰۃ وسلام کے سماع والی حدیث کی سند کو جید اور صحیح مانتے ہیں۔ نیز جن محدثین کرام نے اس حدیث کو اپنی کتابوں میں درج فرمایا ہے، اگر یہ حدیث من گھڑت قصہ ہوتی تو تمام محدثین اتنی بڑی علمی خیانت ہرگز نہ کرتے اور میں یہ بھی نہیں کہتا کہ وہ محدثین کرام تمام کے تمام ''اسنادِ حدیث'' سے بے خبر محض تھے۔ تشدد گروپ حضور ﷺ کو عام میت بھی تصور کر لیں، جب بھی سماع صلوٰۃ وسلام عند القبر کا عقیدہ شرک قطعاً نہیں ہوگا۔ کیونکہ جو لوگ عام موتی کے سماع کے قائل نہیں وہ قائلینِ سماع موتی عندالقبر کو کافر ہرگز نہیں کہتے اور نہ یہ عقیدہ ونظریہ کا فرانہ ہے۔ جمہور اُمت کے خلاف عقیدہ رکھنا اور اپنے نظریہ کو ساری اُمت پر مسلط کرنا، مزید برآں اس من گھڑت اور پسر نا معلوم تحقیق کے مخالف کو کافر کہنا، مسلمانوں پر ظلم عظیم

ہے۔ بددیانتی کے کئی شعبے ہیں، سب سے زیادہ خطرناک یہ کاروبار ہے جس میں اُمتِ رسول ﷺ کے لئے اسباب ہدایت میسر کرنے کی بجائے ان کو کفر کی طرف دھکیلنے کی سرتوڑ کوشش کی گئی ہے۔ اب ایک صاحبِ نظر انصاف کرنے میں تامل نہیں کرے گا کہ وہ ایسے مفتیوں کو فریب خوردہ کہے۔ ''جہل مرکب'' جس کو منکرین حیات و منکرین سماع صلوٰۃ وسلام عندالقبر ذوقِ سلیم اور علمِ لدنی تصور کرتے ہیں، ایک ایسا اقدام ہے جس سے اُسلاف امت کی تحقیق سے اعتماد واعتبار اُٹھ جائے گا۔ پھر آئے دن ایک نئے فتنے کا آغاز متوقع ہوگا جس کی سمجھ میں آئے گا وہ اسے تحقیق انیق اور معلومات خضری کہے گا۔

برین عقل و دانش بباید گریست

دوسری حدیث

''قال رسول اللہ ﷺ: ما من احدٍ یسلّم علیَّ اِلَّا ردَّ اللہ علیَّ روحی حتّٰی اردَّ علیہ السلام'' (مشکوٰۃ ص۸۶، باب الصلوٰۃ علی النبی ﷺ) ''حضور کریم ﷺ فرماتے ہیں کوئی شخص مجھ پر سلام نہیں پڑھتا مگر اللہ تعالیٰ میرے روح کو مجھ پر اعادہ کرتا ہے حتیٰ کہ میں اس کو سلام کا جواب دیتا ہوں۔''

وہ محدثین جنہوں نے اس حدیث کو روایت کیا

(۱) امام ولی الدین تبریزی رحمہ اللہ نے مشکوٰۃ شریف میں روایت کیا۔

(۲) امام ابوداؤد رحمہ اللہ نے ابوداؤد شریف میں روایت کیا۔

(۳) امام بیہقی رحمہ اللہ نے الدعوات الکبیر میں روایت کیا۔

(۴) امام احمد بن حنبل رحمہ اللہ نے مسند احمد میں روایت کیا۔

محدثین کرام کا اتفاق واتحاد

یہ حدیث صحاح ستہ کی روایت ہے، امام ابوداؤد رحمہ اللہ نے اس کو تحریر فرمایا ہے۔ تمام ائمہ حدیث اور علماء اُمت اس حدیث کو بے چون و چرا تسلیم کرتے ہیں۔ اس حدیث میں صاف ہے کہ جو شخص حضور کریم ﷺ کی مزار شریف وقبر منیف کے قریب صلوٰۃ وسلام پڑھتا ہے آپ ﷺ اس کو سن کر جواب بھی مرحمت فرماتے ہیں۔ امام ابن تیمیہ رحمہ اللہ نے بالکل واضح الفاظ میں فرمایا ہے کہ ائمہ اسلام نے حضور ﷺ کی مزار مبارک کے قریب صلوٰۃ وسلام پڑھنے کے بارے میں اس روایت کو سند پکڑا ہے۔ آنحضرت ﷺ قبر مبارک کے قریب سے سلام بذاتِ خود سنتے ہیں اور جو دور سے پڑھا جاتا ہے وہ آپ ﷺ تک پہنچایا جاتا ہے۔ قائلین سماع کی عبارات ملاحظہ ہوں:

ا...... امام ابن تیمیہ رحمہ اللہ فرماتے ہیں

امام ابن تیمیہ رحمہ اللہ جو امام و مجتہد اور اپنے دور کے فائق الاقرن مفسر قرآن ہیں۔ علم حدیث میں آپ کا وہ مقام ہے کہ جس حدیث کے متعلق وہ فرمادیتے ''مجھے اس کا علم نہیں''، محدثین اس روایت کو چھوڑ دیتے تھے۔ وہ صلوٰۃ وسلام کے سماع عندالقبر کے قائل ہیں۔ کئی کتابوں میں آپ نے بلا تامل اس کو ذکر کیا ہے۔

''فاخبر انہ یسمع الصلوۃ والسلام من القریب وانہ یبلغ ذلک من البعید'' نبی کریم ﷺ نے فرمایا ہے کہ قریب سے پڑھا ہوا سلام میں خود سنتا ہوں اور جو دور سے پڑھا جائے وہ پہنچایا جاتا ہے۔

''اذ کان یسمع السّلام علیہ من قریب ویبلغ سلام البعید وقد احتج احمد وغیرہ بالحدیث الذی رواہ ابو داؤد واحمد بأسناد جید من حدیث حیوۃ بن شریح المصری حدثنا ابو صخر عن یزید ابن قسیط عن ابی ھریرۃ عن رسول اللہ ﷺ انہ قال: "مامن مسلم یسلّم علیّ الّا ردّ اللہ علیّ روحی حتّٰی اردّ علیہ السلام" وعلٰی ھٰذا الحدیث اعتمد الائمۃ فی السلام علیہ عند قبرہ صلوات اللہ علیہ وسلامہ'' اس لئے کہ آنحضرت ﷺ قریب سے درود وسلام خود سنتے ہیں اور بعید سے سلام پہنچایا جاتا ہے۔ حضرت امام احمد بن حنبلؒ اور دوسروں نے اس حدیث سے جس کو امام ابوداؤد اور امام احمد نے روایت کیا ہے حجت پکڑی ہے۔ اس حدیث کا اسناد جید ہے۔ حضرت ابوہریرہؓ حضور ﷺ سے روایت کرتے ہیں، آپ ﷺ نے فرمایا: ''جو شخص مجھ پر سلام پڑھتا ہے تو اللہ تعالٰی میری روح کو مجھ پر اعادہ کرتا ہے اور میں اس کو سلام کا جواب دیتا ہوں۔'' امام ابن تیمیہ رحمہ اللہ فرماتے ہیں اس حدیث پر ائمہ اسلام نے اعتماد کیا ہے حضور ﷺ کی قبر شریف کے قریب درود وسلام پڑھنے کے بارے میں۔ (قاعدہ جلیلہ فی التوسل والوسیلہ ص ۸۳)

''واکثر ما اعتمدہ العلماء فی الزیارۃ قولہ فی الحدیث الذی رواہ ابو داؤد "ومامن احد مسلم یسلّم علیّ الّا ردّ اللہ علیّ روحی حتّٰی اردّ علیہ السلام''

وہ چیز جس کے اوپر علماء نے زیادہ اعتماد کیا ہے، وہ حدیث ہے جس کو امام ابوداؤد نے روایت کیا ہے۔ آنحضرت ﷺ فرماتے ہیں: ''جو شخص مجھ پر سلام پڑھتا ہے اللہ تعالٰی میری روح کو مجھ پر اعادہ فرماتے ہیں حتیٰ کہ میں اس کو سلام کا جواب دیتا ہوں۔''

۴......امام ابن القیم رحمہ اللہ فرماتے ہیں

امام ابن قیم حنبلی رحمہ اللہ اپنے دور کے یکتائے روزگار محدث اور جلیل القدر مفسر ہیں۔ امام ابن تیمیہ حنبلی رحمہ اللہ کے تلمیذ خاص اور آپ کے علوم ومعلومات کے حامل ہیں۔ اپنی کئی تصانیف میں لکھتے ہیں کہ آنحضرت ﷺ اپنی قبر شریف کے پاس سلام سنتے ہیں۔

''ھٰذا مع القطع بأن روحہ الکریمۃ فی الرفیق الاعلٰی فی اعلٰی علیین مع ارواح الانبیاء وقد صح عنہ انہ رأی موسٰی علیہ السلام قائمًا یصلی فی قبرہ لیلۃ الاسراء ورأہ فی السماء السادسۃ او السابعۃ فالروح کانت ھناک ولھا اتصال بالبدن فی القبر واشراف علیہ وتعلق بہ بحیث یصلّی فی قبرہ ویرد سلام من سلّم علیہ وھی فی الرفیق الاعلٰی'' یہ اس یقین سے کہ آپ کی روح کریم رفیق اعلٰی مقام اعلٰی علیین میں ہے دیگر انبیاء علیہم السلام کے ساتھ اور آپ سے صحیح روایت ہے کہ آنحضرت ﷺ نے حضرت موسٰی علیہ السلام کو ان کی قبر مبارک میں نماز پڑھتے دیکھا اور پھر چھٹے یا ساتویں آسمان پر بھی دیکھا۔ خلاصہ یہ ہے کہ روح مبارک ''علیین'' میں ہے اور اس کو بدن شریف سے اتصال ہے اور تعلق ہے اور اس پر پرتو ڈالے ہوئے ہے۔ اس طرح کہ آنجناب اپنی قبر میں نماز پڑھتے ہیں اور سلام عند القبر پڑھنے والے کو بذات خود جواب عنایت فرماتے ہیں۔ حالانکہ روح مبارک اعلٰی علیین میں ہوتی ہے۔ (کتاب الروح ج۱ ص۶۹)

تنبیہ: روح مبارک کی حقیقت و حالات ماسواء خالق کائنات کے کوئی ادراک نہیں کر سکتا۔ ہمارے حواس اس کی حقیقت معلوم کرنے سے عاجز و درماندہ ہیں۔ عوام تو درکنار علماء بھی اس معرکۃ الآراء مسئلے میں مغالطے سے محفوظ نہیں رہ سکتے۔ إلامن شاء اللہ ا ضابطہ یہ ہے کہ جو کچھ شارع علیہ السلام نے عالم برزخ کے متعلق فرمادیا ہے، وہ بلا چون و چرا تسلیم کر لینا ضروری ہے۔ علماء راسخون نے جو لکھا ہے وہ ان کے فہم راسخ اور ذخیرۂ معلومات کے بحر بے ساحل کی ایک موج ہے۔ یہ خدا تعالیٰ کی خاص عطاء ہے وہ جس کو ممنون فرمادے۔ امام ابن قیم رحمۃ اللہ علیہ کی یہ عبارت درحقیقت ایک عقدہ کشائی ہے جو اہل علم کے نزدیک امام مذکور کا علمی شاہکار ہے۔ حضرت علامہ ابن قیم رحمۃ اللہ علیہ روح رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے انبساط کی طرف واضح اور غیر مبہم اشارہ فرمارہے ہیں کہ آپ کی روح مبارک باوجود یکہ جسد معظم و وجود مسعود مطہر سے متصل و متعلق ہے مگر اس کا مستقر اعلیٰ علیین میں ہے وہ اس سے جدا نہیں ہے۔ گویا علیین سے روضہ اطہر و جسد منور تک اس کا پھیلاؤ ہے۔ نہ جسد مطہر کے تعلق سے رفیق اعلیٰ سے بیزار ہوتی ہے اور نہ مستقر روح میں قرار پذیر ہونے سے آپ کے جسد مبارک سے دور رہتی ہے۔ روح سرور کائنات و فخر موجودات صلی اللہ علیہ وسلم کی موجوں کا یہ پھیلاؤ اور مرکز عظیم کے نور عمیم کی شعاعوں کا یہ تمدد اگر کسی محض عقل و رائی کے مقلد اور ظاہر بین متعصب کی سمجھ میں نہ آسکے تو بجائے انکار حقیقت کے اپنی رائی و دانش کو ہی ملامت کرے۔ وہ لوگ جو لفظ حدیث ردّ اللہ علیّ روحی سے لاتعداد موتیں اور حیاتیں ثابت ہونے کا استحالہ پیش کر کے سماع صلوٰۃ وسلام کا انکار کرتے ہیں ان کے لئے امام ہمام کی یہ تحقیق و تطبیق تحفہ ناصحہ ہے یا تازیانہ عبرت۔

علامہ جلال الدین سیوطی رحمۃ اللہ علیہ

علامہ سیوطی رحمۃ اللہ علیہ عالم اسلام میں وہ شخصیت ہیں جن کا وجود محتاج تعارف نہیں۔ علمی معلومات کا وہ بحر زخار اپنی کتابوں میں لکھتے ہیں: ''اما الروح بنفسها تنزل و کذلک رویۃ النبی صلی اللہ علیہ وسلم الانبیاء فی لیلۃ الاسراء فی السمٰوات۔ الصحیح انہ فیھا الارواح فی مثل الاجسام مع ورود انھم احیاء فی قبورھم یصلّون وقد قال النبی صلی اللہ علیہ وسلم "من صلّی علیّ عند قبری سمعتہ ومن صلّی علیّ نائیا ابلغتہ۔" اخرجہ البیھقی فی الشعب من حدیث ابی ھریرۃ'' روح بذات خود اترتی ہے، نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا شب معراج انبیاء علیہم السلام کو دیکھنا، صحیح یہ ہے کہ وہ ارواح ہی جسم کی شکل میں موجود تھے۔ ساتھ یہ بھی ہے کہ انبیاء علیہم السلام اپنی قبور میں زندہ ہیں، نمازیں پڑھتے ہیں اور نبی علیہ السلام نے فرمایا ہے: جو شخص میری قبر کے قریب درود وسلام پڑھتا ہے میں اس کو بذات خود سنتا ہوں اور جو شخص دور سے پڑھتا ہے وہ مجھ تک پہنچایا جاتا ہے۔ امام بیہقی نے اس کو روایت کیا ہے۔''

(شرح الصدور ص ۱۰۰، بشری الکئیب بلقاء الحبیب ص ۱۲۷، ۱۲۸)

علامہ سیوطی رحمۃ اللہ علیہ صاف نقل فرمارہے ہیں اور حدیث کے حوالے سے ثابت کر رہے ہیں کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم قبر شریف کے قریب بذات خود صلوٰۃ وسلام سماعت فرماتے ہیں۔ اس حدیث میں ہے کہ آنجناب صلی اللہ علیہ وسلم سنتے ہیں اور دوسری حدیث میں ہے کہ جواب بھی مرحمت فرماتے ہیں۔ لہٰذا آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا سننا اور جواب دینا حدیث پاک کی نص صریح سے ثابت ہے۔

علامہ علی بن برہان الدین حلبی رحمہ اللہ

علامہ حلبی رحمہ اللہ شافعی المسلک محدث اور مؤرخ ہیں۔ آپ کی تالیفات اسلامی کتب خانوں میں زینت کتب ہیں۔ حضور ﷺ کی سیرت طیبہ کے بیان میں آپ کی شہرہ آفاق تالیف ''انسان العیون'' المعروف بہ ''السیرۃ الحلبیہ'' میں رقمطراز ہیں: ''ومنه قوله ﷺ مامن احدٍ یسلم علیَّ إلّا ردّ الله علیَّ روحی حتّٰی اردّ علیه السلام'' اس سے ہے نبی علیہ السلام کا وہ قول جو آپ نے فرمایا ہے کہ کوئی شخص مجھ پر سلام نہیں پڑھتا مگر اللہ تعالیٰ میری روح مبارک کو اعادہ فرماتا ہے، حتیٰ کہ میں اس کو اس کے سلام کا جواب دیتا ہوں۔ (السیرۃ الحلبیہ ج ۲ ص ۱۹۲)

اس مقام پر مؤلف رحمہ اللہ نے ایک مزید فائدے کی طرف بھی اشارہ فرمایا ہے: ''ای الاقوی تعلق روحی وذلک اکرامًا لهذا المسلم حیث لا یرد علیه سلامهٗ إلا وقد قوی تعلق روحه الشریفة بجسده الشریف'' یعنی میرے روح کا میرے جسد مبارک سے قوی تعلق ہو جاتا ہے اور یہ سلام پڑھنے والے کی عزت کے لئے ہے کہ آنحضرت ﷺ کے روح کریم کا تعلق آپ ﷺ کے وجود مبارک سے بہت قوی ہو جاتا ہے۔ (انسان العیون: ج ۲ ص ۱۹۲)

امام علی بن برہان الدین رحمہ اللہ نے نہ صرف حضور کریم ﷺ کے صلوٰۃ وسلام سننے کا ذکر فرمایا ہے بلکہ بوقت درود وسلام آپ ﷺ کے روح پاک کا تعلق قوی تر اور آپ کی توجہ تمام تر کا ثبوت بھی حدیث سے فراہم کر دیا ہے۔

علامہ علی بن سلطان محمد القاری رحمہ اللہ

علامہ ملا علی قاری رحمہ اللہ چار سو سال پہلے کے وہ مشہور محدث اور عرب وعجم کی معروف شخصیت ہیں جن کا علم وافادہ علماء وحکماء میں مسلم ہے۔ اپنی عظیم تالیف المرقات شرح المشکوٰۃ میں لکھتے ہیں: ''وفیه اشارة إلی حیاته الدائمة وفرحه ببلوغ سلام أمة کاملة وایماء إلی قبول السلام حیث قبلته الملائکة وحملة إلیه علیہ السلام وسیأتی انه یرد السلام علی من سلم علیه'' اس حدیث میں اشارہ ہے آپ ﷺ کی حیات دائمہ کی طرف اور اُمت کی طرف سے سلام پہنچنے پر خوش ہونا اور جب فرشتے سلام کو پہنچاتے ہیں تو آنحضور ﷺ اس کو قبول فرماتے ہیں اور عنقریب وہ حدیث آئے گی کہ آنجناب ﷺ عند القبر سلام کا بذاتِ خود جواب دیتے ہیں۔ (مرقاۃ ج ۲ ص ۳۴۱)

''وعن ابی هریرة قال قال رسول الله ﷺ: مامن احدٍ یسلّم علیَّ إلّا ردّ الله علیَّ روحی حتّٰی اردّ علیہ السلام''

''حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے حضور ﷺ فرماتے ہیں کوئی شخص مجھ پر سلام نہیں پڑھتا مگر اللہ تعالیٰ میری روح کو اعادہ فرماتا ہے۔ حتیٰ کہ میں اس کو سلام کا جواب دیتا ہوں۔''

حضرت ملا علی قاری رحمہ اللہ نے جس حدیث کے بارے میں فرمایا تھا کہ عنقریب آئے گی وہ یہی حدیث ہے۔

''(ای اقول وعلیک السلام) قال القاضی لعل معناه ان روحه المقدسة فی شان ما فی الحضرة الإلٰهیة فاذا بلغه سلام احد من الأمة ردّ الله تعالٰی روحه المطهرة من تلک الحالة إلی ردّ من سلم علیه'' یعنی حضور ﷺ ''وعلیک السلام'' فرماتے ہیں۔ قاضی رحمہ اللہ فرماتے ہیں اس کا مطلب یہ ہے کہ آپ ﷺ کی روح مطہرہ بارگاہ الٰہی میں مستغرق فی المشاہدہ ہوتی ہے جب کسی اُمتی کا سلام پہنچتا ہے تو آنحضرت ﷺ کی روح اس طرف متوجہ ہوتی ہے اور آپ ﷺ اس کو سلام کا جواب دیتے ہیں۔ (مرقاۃ ج ۱ ص ۳۴۱)

علامہ علی القاری رحمہ اللہ دوسری حدیث میں لفظ سَمِعْتُهٗ کی شرح فرماتے ہوئے لکھتے ہیں: أی سمعا حقیقیا بلا واسطۃ یعنی میں صلوٰۃ وسلام کو عند القبر الشریف بذات خود سنتا ہوں، سماع حقیقی جو کسی واسطہ کے بغیر ہوتا ہے۔ خلاصہ یہ ہے کہ دور سے پڑھا ہوا صلوٰۃ وسلام حضور ﷺ تک ملائکہ کرام کے واسطہ سے پہنچایا جاتا ہے اور عند القبر پڑھا ہوا سلام آپ خود سماعت فرماتے ہیں اور آپ کی روح مبارک بھی سلام پڑھنے والے کی طرف ملتفت ومتوجہ ہوتی ہے۔

امام ابن کثیر مفسر رحمہ اللہ

امام ابن کثیر رحمہ اللہ آٹھویں صدی ہجری کے وہ مفسر قرآن اور محدث اعظم جو امام ابن کثیر کے نام سے مشہور ہیں آپ کے بعد کا کوئی مفسر نہیں جس نے کم وبیش آپ کے فیوض علمی سے استفادہ نہ کیا ہو، اپنی تفسیر میں جو ابن کثیر کے نام سے مشہور ہے، ایک لطیف ضابطہ کی طرف اشارہ فرماتے ہیں۔ چونکہ شافعی مسلک کے تمام علماء انبیاء علیہم السلام کے سماع کے علاوہ عام موتی کے سماع کے بھی قائل ہیں، اس لئے انہوں نے فرمایا ہے کہ سماع موتی سے مراد ہر شخص کی ہر بات کا سماع نہیں بلکہ مشیت ایزدی پر موقوف ہے وہ جب چاہے جتنا قدر اور جس کو چاہے دنیا والوں کی کلام سنا دیتا ہے۔

''ولکنّ اللّٰہ یسمع الاموات اصوات الاحیاء إذا شآء'' اور جب اللہ تعالیٰ چاہتا ہے مُردوں کو زندہ لوگوں کی آواز سنا دیتا ہے۔'' (ابن کثیر ج ۳ ص ۴۳۸)

امام ابن کثیر رحمہ اللہ کے نزدیک سردار دو عالم ﷺ کی کلام کا اشارہ اسی طرف ہے کہ ہر شخص کی ہر بات سننا اور دور قریب سے سماعت کرنا میرا کام نہیں بلکہ خاص بات کہ صلوٰۃ وسلام ہو اور مکانِ خاص کہ عند القبر ہو۔ اس صورت میں مشیت ایزدی یہی ہے کہ میں التفاتِ روحانی کروں اور زائر کو جو عند القبر صرف صلوٰۃ وسلام پڑھ رہا ہے جواب دوں۔

''تشدد گروپ'' اس کا مطلب نہیں سمجھے اور اعتراض کرتے ہیں کہ مشیت ایزدی ہمیں معلوم نہیں کب ہو کس کے لئے ہو؟ عام مُردوں کی بات نہیں معاملہ خاتم الانبیاء، نبیٔ رحمت ﷺ کا ہے۔ انہوں نے تو فرمایا ہے کہ جب کوئی مسلم میری قبر کے پاس سلام پڑھتا ہے تو مشیت ایزدی اور ضابطۂ الٰہی یہ ہے کہ وہ جل شانہٗ میری روح کو اس کی طرف متوجہ فرماتا ہے اور میں اس کا جواب دیتا ہوں۔ اب آنحضرت ﷺ کا سننا اور جواب مرحمت فرمانا ایک خاص ضابطہ سے ثابت ہو گیا۔ وہ یہی ہے کہ آنحضرت ﷺ عند القبر، سلام پڑھنے والے کو جوابِ سلام مرحمت فرماتے ہیں۔ ہر کسی کی ہر بات نہیں سنتے۔

امام شاہ ولی اللہ محدث دہلوی رحمہ اللہ

سید الطائفہ حضرت شاہ ولی اللہ محدث دہلوی رحمہ اللہ علماء ہند کے سرخیل ہیں۔ آپ کی تصنیفات اقوام مغرب کی لائبریریوں میں (بھی) زینت کتب ہیں۔ آپ کا گھرانہ ''ہمہ آفتاب'' نظر آتا ہے۔ علماء دیوبند کے اکابر واصاغر کے پاس جو کچھ متاع علم ہے وہ سب کا سب خانوادۂ ولی اللہی کی بدولت ہے۔ حضرت موصوف اپنی شہرۂ آفاق تصنیف میں تحریر فرماتے ہیں: ''والارواح الکمل إذا فارقت اجسادھا صارت کالموج المکفوف لا

یھزھا ارادۃ متجددۃ وداعیۃ سانحۃ ولکن النفوس التی ھی دونھا تلتصق بھا بالھمۃ فیجلب منھا نورا وھیئۃ مناسبۃ بالارواح وھی المکنی عنہ بقولہ ﷺ ما من احد یسلم علیَّ إلّا ردّ اللہ علیَّ روحی حتّی اردّ علیہ السلام وقد شاھدت ذالک مالا احصی فی مجاورتی المدینۃ سنۃ الف ومأۃ واربع واربعین "اور کاملین کی روحیں جب اپنے جسموں سے جدا ہوتی ہیں تو ان کی حالت رُکی ہوئی موج کی طرح ہو جاتی ہے کہ ان کو نیا ارادہ یا کوئی عارضی سبب حرکت نہیں دے سکتا۔ لیکن وہ نفوس جو ان سے کم درجہ کے ہوتے ہیں قصد کر کے ان کے ساتھ مل جاتے ہیں اور نور اور ہیئت جو ان کے مناسب ہوتی ہے ان ارواح سے حاصل کر لیتے ہیں۔ نبی علیہ السلام کی اس حدیث سے یہی مراد ہے: "جو شخص مجھ پر سلام کرتا ہے تو اللہ تعالیٰ میری روح کو مجھ پر اعادہ کرتا ہے حتیٰ کہ میں اس کو سلام کا جواب دیتا ہوں۔" سنہ ۱۱۴۴ ہجری میں جب میں مدینہ منورہ میں مجاور تھا تو بے شمار مرتبہ میں نے اس بات کا مشاہدہ کیا ہے۔ (حجۃ اللہ البالغہ ج ۲ ص ۲۴۴)

حضرت امام ولی اللہ دہلوی رحمہ اللہ تو سننے اور جواب دینے سے مزید اپنا "کشفی مشاہدہ" بھی پیش فرما رہے ہیں۔ ایک بار نہ بے شمار مرتبہ کی بات بیان کر رہے ہیں۔

آپ کے فرمان سے تعلقِ روح، انبساطِ روح اور سماعِ صلوٰۃ وسلام نیز سلام کا جواب دینا بھی ثابت ہو رہا ہے۔ کیا ایسا فقیہ ومحدث، مجتہد فی المذہب اور متکلم بھی یہ نہ سمجھ سکا کہ سلام عند القبر سننا اور جواب دینا من گھڑت قصہ ہے؟ اس پر مزید یہ کہ اپنا ذاتی مشاہدہ بھی سپردِ قلم فرما دیا۔

علامہ السید محمود آلوسی بغدادی رحمہ اللہ

خاتم المحققین السید محمود آلوسی بغدادی رحمہ اللہ فرماتے ہیں: "وحیاۃ نبینا ﷺ اکمل وأتم من حیاۃ سائرھم علیہم السلام وخبر "ما من مسلم یسلّم علیّ إلّا ردّ اللہ علیّ روحی حتّی اردّ علیہ السلام" محمول علی اثبات اقبال خاص والتفات روحانی یحصل من الحضرۃ الشریفۃ النبویۃ إلی عالم الدنیا وتنزل إلی عالم البشریۃ حتّی یحصل عند ذلک ردّ السلام۔ ثم إنّ تلک الحیاۃ فی القبر وإن کانت یترتب علیھا بعض ما یترتب علی الحیاۃ فی الدنیا۔ المعروفۃ لنا من الصلوۃ والاذان والاقامۃ وردّ السلام المسموع ونحو ذٰلک الا انھا لا یترتب علیھا کل ما یمکن ان یترتب علی تلک الحیاۃ المعروفۃ ولا یحسبھا ولا یدرکھا کل احد" اور ہمارے نبی کریم ﷺ کی حیات تمام انبیاء علیہم السلام کی حیات سے زیادہ کامل اور تمام ہے اور حدیث ما من مسلم... الخ! آپ کی توجہ مخصوص اور التفاتِ روحانی پر محمول ہے جو نبوی حضور سے عالمِ دنیا اور عالمِ بشریت کی طرف حاصل ہوتی ہے جس سے سلام پڑھنے والے کو اس کے سلام کا جواب ملتا ہے۔ پھر یہ قبر والی حیات گو بعض چیزیں حیات دنیوی کی اس پر مرتب ہوتی ہیں۔ مثلاً نماز، اذان، اقامت اور صلوٰۃ وسلام سن کر اس کا جواب دینا وغیرہ۔ مگر تمام کی تمام وہ چیزیں جو دنیوی حیات پر مرتب ہوتی ہیں وہ اس حیاتِ برزخی پر مرتب نہیں ہوں گی۔ نہ وہ حیات محسوس ہوتی ہے اور نہ ہر شخص اس کا ادراک کر سکتا ہے۔ (روح المعانی ج ۲۲ ص ۳۶)

علامہ سید محمود آلوسی مفتی عراق و بغداد صاحب تفسیر روح المعانی نے کھلے الفاظ میں فرمایا ہے کہ ہمارے نبی ﷺ کی حیات تمام انبیاء علیہم السلام کی حیات سے زیادہ کامل ہے اور آپ ﷺ کے لئے نماز، اذان، اقامت جس طرح باقی انبیاء کے لئے ہے وہ بھی ثابت ہے۔ خصوصاً سلام عند القبر الشریف کا سننا اور جواب دینا بھی محقق ہے۔

اور ساتھ ہی یہ بھی فرمادیا کہ حیات قبر و حیات برزخی تمام صفات میں اس حیات دنیوی کی طرح نہیں ہے۔ اگر کسی شخص کو وہاں کی حیات ان محسوس آنکھوں سے نظر نہیں آتی تو اس کا یہ مطلب قطعاً نہیں کہ وہاں کوئی حیات ہی نہیں۔ آپ ﷺ اپنی قبر میں زندہ ہیں، عندالقبر الشریف درود وسلام سنتے ہیں، جواب بھی مرحمت فرماتے ہیں اور جو وظائف عبدیت نماز وغیرہ ادا کرتے ہیں وہ ہمارے حواس وادراکات سے بالاتر ہیں۔ ہم ایمان رکھنے کے مکلف ہیں کیفیت کی کھود کرید کرنا مسلمان کا کام ہی نہیں ہے۔

حضرت مولانا رشید احمد گنگوہی رحمۃ اللہ علیہ

حضرت مولانا رشید احمد گنگوہی رحمۃ اللہ علیہ اپنے دور کے فقیہ و محدث علماء میں سے ہیں۔ علماء دیوبند کی مرکزی شخصیت ہیں۔ ''فتاویٰ رشیدیہ'' جس میں آپ کے فتوے جمع کئے گئے ہیں۔ آپ کا ایک مسئلے کے جواب میں یوں ارشاد ہے: ''مگر انبیاء علیہم السلام کے سماع میں کسی کو خلاف نہیں اس وجہ سے ان کو مستثنیٰ کیا ہے۔'' (فتاویٰ رشیدیہ کامل ج۱ ص ۱۱۲)

حضرت گنگوہی رحمۃ اللہ علیہ کا یہ فیصلہ ہے کہ حضور کریم ﷺ کے سماع صلوٰۃ وسلام عندالقبر الشریف کے بارے میں اُمت کا کوئی اہلِ علم مخالف نہیں۔ آنحضرت ﷺ کا سماع عندالقبر اجماعی مسلک ہے۔ اب اگر کسی کو اعتراض ہے تو ہمت کرے اور اسلاف اُمت میں سے دس پانچ یا دو محدث وفقیہ ایسے دکھادے جنہوں نے لکھا ہو کہ حضور ﷺ کا صلوٰۃ وسلام عندالقبر سننا ثابت نہیں ہے یا آپ نہیں سنتے۔

حضرت مولانا حسین احمد مدنی رحمۃ اللہ علیہ

علماء دیوبند کی جامع شخصیت جو شیخ العرب والعجم کے لقب سے مشہور ہیں، مسجدِ نبوی روضۂ رسول الثقلین ﷺ کے قرب میں سالہا سال آپ کو حدیثِ رسول پڑھانے کا شرف حاصل ہے۔ اپنے ملفوظات میں صلوٰۃ وسلام کے بارے میں ہر دونوں حدیثوں کے متعلق تحقیق فرماتے ہیں اور پھر سماع صلوٰۃ وسلام عندالقبر الشریف کے بارے میں واضح الفاظ میں لکھتے ہیں: ''خلاصہ کلام یہ ہے کہ اگر مزار مقدس کے پاس صلوٰۃ وسلام عرض کیا جاتا ہے تو روحانی سماع ہوتا ہے اور باعثِ جواب ودعا بنتا ہے اور اگر امکنہ بعیدہ سے صلوٰۃ وسلام عرض کیا جاتا ہے تو ملائکہ سیاحین جو کہ اس خدمت کے لئے متعین ہیں پہنچاتے ہیں اور جناب رسول اللہ ﷺ کی دعاؤں اور جواب سے درود پڑھنے والے کو شرف حاصل ہوتا ہے۔'' (مکتوبات ص ۲۳۰)

کیا شیخ العرب والعجم مولانا حسین احمد مدنی نوراللہ ضریحہٗ ساری عمر اندھیرے میں رہے اور انہیں یہ معلوم نہ ہو سکا کہ سماع والی حدیثیں قول رسول نہیں، من گھڑت قصے ہیں؟ نیز توحید وشرک کی حقیقت بھی ان کے اوپر واضح نہ ہوئی حتیٰ کہ وہ سماع کے قائل ہو گئے۔

تشدد گروپ کے کسی محقق سے اگر ان کو ملاقات میسر ہو جاتی تو کم از کم اس شرکیہ عقیدہ سے تو بچ جاتے۔

حضرت مولانا حسین احمد مدنی رحمۃ اللہ علیہ حضرت شاہ ولی اللہ رحمۃ اللہ علیہ کی اس عبارت کا خلاصہ پیش فرماتے ہیں جو انہوں نے تعلقِ روحِ رسول اللہ علیہ السلام اور انبساطِ روحِ مبارک کے متعلق اپنی کتاب ''فیوض الحرمین'' میں تحریر فرمائی ہے۔ (ملاحظہ ہو)

حضرت شاہ ولی اللہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ فیوض الحرمین میں فرماتے ہیں کہ میں جب بھی مواجہہ شریف میں مزار اقدس پر حاضر ہوا، روح پُرفتوح علیہ السلام کو عظیم الشان تموج میں پایا اور میں نے مشاہدہ کیا کہ زائرین صلوٰۃ وسلام پڑھنے والوں کی طرف خصوصی طور پر توجہ ہوتی ہے اور سلام کا جواب دیتے ہیں۔انتہیٰ مختصراً (مکتوبات شیخ الاسلام ص ۲۳۰، ۲۳۱)

کیا امام ولی اللہ دہلوی بھی توحید باری تعالیٰ کو کماحقہٗ نہ سمجھ سکے؟ ورنہ اس قسم کے کشفی مشاہدات بیان نہ فرماتے۔کیونکہ بقول تشدد گروپ، اس سے تو شرک کی جڑ مضبوط ہوگی۔ پھر مولانا مدنی نے بھی اس کو نقل فرما دیا۔کیا کوئی شریف النفس اہل علم انسان یہ بات گوارہ کرے گا کہ وہ مولانا سید حسین احمد مدنی اور شاہ ولی اللہ رحمۃ اللہ علیہ کو مشرک کہہ دے؟

حضرت مولانا قاضی نور محمد رحمۃ اللہ علیہ

حضرت قاضی صاحب قلعہ دیدار سنگھ والے قاضی نور محمد رحمۃ اللہ علیہ جمعیت اشاعۃ التوحید والسنہ کے سرخیل تھے۔ ان سے جب سماع صلوٰۃ وسلام کے بارے میں سوال کیا گیا تو آپ نے یہ جواب دیا، مولانا عبدالحمید سواتی مدظلہٗ مہتمم مدرسہ نصرۃ العلوم گوجرانوالہ کے حوالہ سے: ''حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو اپنی قبر مبارک میں حیات حاصل ہے۔ایسی حیات کہ جس سے اپنی قبر کے پاس صلوٰۃ وسلام سنتے ہیں۔باقی کیفیت کا ہمیں علم نہیں نہ اس کی کیفیت معلوم کرنے کے ہم مکلف ہیں۔'' (فیوضات حسینی المعروف بہ تحفہ ابراہیمیہ: ص ۳۶)

انہوں نے ہی حدیث سماع کے متعلق فرمایا تھا کہ جس حدیث کو سلف محدثین صحیح کہیں اگر ہم لوگ اس کو صحیح نہ مانیں تو عقل مندی نہیں ہوگی۔یعنی اس سے زیادہ عقل دشمنی کا ثبوت کیا ہوگا کہ ایک انسان اپنے اسلاف کو جاہل کہے یا ان کو سب وتبرا کرے۔

جس طرح تشدد گروپ نے تمام اسلاف کی گردن پر تیشۂ تشدد رکھ کر یہ کہا کہ یہ حدیثیں قول رسول نہیں بلکہ من گھڑت قصے ہیں گویا تمام سلف صالحین اور ائمہ حدیث علم وتحقیق سے کورے تھے۔جو من گھڑت جھوٹی باتوں کو حدیث رسول صلی اللہ علیہ وسلم کہتے چلے آئے ہیں۔''اعوذ باللہ من ھذہ الخرافات والھذیانات''

حضرت مولانا قاضی شمس الدین رحمۃ اللہ علیہ

قاضی شمس الدین صاحب رحمۃ اللہ علیہ حضرت مولانا حسین علی رحمۃ اللہ علیہ کے متوسلین میں سے اونچے درجہ کے عالم ہیں۔ازیں گون اہل علم ہر دور میں بہت تھوڑے ہوتے ہیں ؎

اللہ سب کا ایک اور اللہ کا کوئی ایک ہزاروں میں تو ہے نہیں لاکھوں میں کوئی دیکھ

قرآن وحدیث کے علاوہ فنون ادبی میں ید طولیٰ رکھتے ہیں۔اپنی کتاب میں لکھتے ہیں کہ ہم سماع عند القبر الشریف کے قائل ہیں اور روضۂ مطہر کی حاضری کو باعث ہزار سعادت تصور کرتے ہیں اور خدا تعالیٰ سے یہ توفیق طلب کرتے کہ وہ منعم حقیقی ہمیں مزار نبوی کی زیارت نصیب فرما دے اور ہماری قسمت میں یہ رزق ہمیں عنایت ہو۔ہم سلام عند القبر النبی صلی اللہ علیہ وسلم کے جواز ہی کے قائل نہیں، بلکہ اس کو باعث ہزار سعادت سمجھتے ہیں رزقنا اللہ ایاہ! اور سماع سلام عند القبر جیسا کہ حضرت گنگوہی رحمۃ اللہ علیہ نے لکھا ہے اس کو تسلیم کرتے ہیں۔مگر وہ سماع روحانی ہے جیسا کہ حضرت مدنی رحمۃ اللہ علیہ نے اس کی تصریح فرمائی ہے۔ (مسالک العلماء ص ۱۶۸)

شیخ القرآن حضرت مولانا غلام اللہ خان رحمہ اللہ

تشدد گروپ کے واعظ چتروڑ گڑھی کے فتویٰ کفر دینے کے بارے میں اس کے حلقہ کے ایک آدمی نے مولانا غلام اللہ خان صاحب سے فتویٰ دریافت کیا تھا۔ مولانا کے دارالافتاء سے جو جواب حاصل ہوا تھا۔ اس کی ایک کاپی میرے پاس موجود ہے۔ اس کو یہاں نقل کر دیتا ہوں۔ تاکہ معلوم ہو جائے کہ یہ خانہ زاد تحقیق اور بے پدری فتویٰ صرف تشدد گروپ کی اسلاف سے قلبی نفرت کا اظہار اور علماء دیوبند کو بدنام کرنے کی ایک سازش ہے۔ جمعیت کے اکابرین کا ان سے کوئی تعلق نہیں ہے۔ بلکہ ایسے لوگ جمعیۃ اشاعۃ التوحید والسنہ کی خدمات کو پامال کر رہے ہیں اور اکابر کی علمی نیک نامی کو بدنامی سے بدل رہے ہیں۔

مضمونِ خط

بخدمت جناب شیخ القرآن حضرت مولانا غلام اللہ خان صاحب مدظلہ العالی

السلام علیکم ورحمۃ اللہ تعالیٰ!

المرام اینکہ ہمارے علاقہ میں ایک عالم صاحب نے یہ مسئلہ بیان فرمایا ہے کہ آنحضرت ﷺ کی قبر اطہر پر درود وسلام پڑھنا اور یہ عقیدہ رکھنا کہ آنحضرت ﷺ بذات خود سنتے ہیں، یا سن رہے ہیں، یہ بالکل صریح شرک ہے اور قرآن وحدیث میں اس کا کوئی ثبوت نہیں ہے۔ ایسا عقیدہ رکھنے والا میرے نزدیک کافر ومشرک ہے۔ جناب والا سے تشریح طلب ہیں کہ کیا واقعی ایسا عقیدہ رکھنے والے کافر ومشرک ہیں یا نہیں؟

احقر عبدالقادر خان عباسی از احمد پور شرقیہ

الجواب وہوالموافق للصواب

کتب فقہ حنفی اور احادیث سے یہ بات ثابت ہے کہ عندالقبر بذات خود آنحضرت ﷺ درود وسلام سنتے ہیں۔ سلف اہل سنت والجماعت میں اس کے اندر کوئی اختلاف نہیں ہے۔ ایسے عقیدہ والے کو کافر ومشرک کہنا بہت بڑی دلیری ہے۔ العیاذ باللہ! اللہ تعالیٰ ایسی جسارت سے ہر ایک کو محفوظ رکھے اور سلف کے نقش قدم پر چلنے کی توفیق عطا فرمادے۔ واللہ اعلم بالصواب! عبدالرشید مفتی دارالعلوم تعلیم القرآن راجہ بازار راولپنڈی

۲۲ رصفر ۱۳۹۶ھ

الجواب صحیح............ لاشئ غلام اللہ خان رحمہ اللہ

جواب درست ہے............ ناکارۂ خلائق، غلام ربانی رحمہ اللہ

نجدی اور وہابی بھی سماع کا عقیدہ رکھتے ہیں

نجدی علماء جو عالم اسلام کے طول وعرض میں سختی اور تشدد میں مشہور ہیں اور انہوں نے زیارت قبور سے بڑی شدت کے ساتھ لوگوں کو منع کیا تھا۔ نیز تمام وہ قبریں جن پر مضبوط تعمیریں بن چکی تھیں وہ بھی گرادیں۔ قبر پرستی اور شرک جلی وخفی کے سخت مخالف اور بدعات ومحدثات کو عملاً روکنے والے ہیں۔ پھر علاقہ حجاز مبارک کے والی وسلاطین ایسے حکمران ہیں جو وہابیوں کے فتوے پر عمل کرتے ہیں بلکہ وہ خود وہابی ہیں۔

یہ پہلے گزرا ہے کہ شاہ مراکش کے سفیر خاص کو سلطان ابن مسعود نے در بارۂ حیات قبر یہ جواب دیا تھا کہ ہم آنحضرت ﷺ کو ان کی قبر شریف میں زندہ مانتے ہیں۔ اس طرح علامہ محمد بن عبدالوہاب کے بیٹے عبدالرحمن نے یہ لکھا ہے کہ ہم آنحضرت ﷺ کو آپ کی قبر شریف میں زندہ مانتے ہیں اور سماع صلوٰۃ وسلام عند القبر المنیف کے بھی قائل ہیں۔ ملاحظہ ہو: ''ونحن نعتقد بأنّ رتبة نبينا ﷺ اعلى وارفع من سائر المخلوق وهو ﷺ حیٌّ فی قبره بحياة برزخية وهي اكمل من حيات الشهداء لِأنّه ﷺ افضل بنفسه من الشهداء بلاشبهة ونعتقد ان النبی ﷺ يسمع سلامَ من يسلّم عند قبره وزيارة قبره الشريف مسنون وانه يسمع سلام المسلم وتسنّ زيارته''

''اور ہمارا عقیدہ یہ ہے کہ ہمارے نبی کریم ﷺ کا مرتبہ اللہ تعالیٰ کی ساری مخلوق سے برتر ہے اور آپ اپنی قبر شریف میں زندہ ہیں۔ وہ زندگی جو شہداء کرام کی زندگی سے افضل و اعلیٰ ہے، جس طرح آپ خود بھی شہداء سے بلا شبہ افضل ہیں۔ نیز ہمارا عقیدہ ہے کہ آنحضرت ﷺ قبر مبارک کے پاس صلوٰۃ وسلام بذات خود سنتے ہیں اور آپ کی مزار کی زیارت سنت ہے۔''

قاضی عیاض رحمہ اللہ کا عقیدہ

قاضی ابوالفضل عیاض ابن موسیٰ اندلسی رحمہ اللہ جو چھٹی صدی ہجری کے معروف علماء و مشہور صلحاء میں سے ہیں۔ وہ بھی سماع صلوٰۃ وسلام عند القبر الشریف کے قائل ہیں اور بطور شاہد حدیث پیش فرماتے ہیں۔

''وذكر ابو بكر ابن شيبة عن ابى هريرة قال رسول الله ﷺ: من صلّى علىَّ عند قبرى سمعتهٗ ومن صلّى علىَّ نائيا بلغته۔ (الشفاء)''

''محدث ابوبکر بن ابی شیبہ حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت نقل کرتے ہیں، حضور کریم ﷺ نے فرمایا: جو شخص میری قبر شریف کے پاس درود وسلام پڑھتا ہے میں خود سنتا ہوں اور جو دور سے پڑھتا ہے وہ مجھ تک پہنچایا جاتا ہے۔''

معلوم ہوتا ہے کہ آج سے تقریباً آٹھ سو برس پہلے اُمت کے سلف صالحین علماء و محدثین ''سماع صلوٰۃ وسلام عند القبر'' والی حدیثوں کو فرمانِ رسول ﷺ سمجھتے تھے۔ ان حدیثوں کو ''من گھڑت قصہ'' کہنے کی جرأت صرف چودھویں صدی کے بعض واعظوں کو ہوئی ہے جو جرح و تعدیل کی زبان تو کیا جانیں عام سلیقۂ گفتگو سے بھی بے بہرہ ہیں۔ یہ لوگ ایک ذہنی عارضے کے مریض ہیں، مسئلے کو ذات کا رنگ دیتے ہیں اور روئے سخن مخالف کی طرف ہوتا ہے۔ پھر جتنا حدت و شدت کا مظاہرہ ممکن ہو سکتا ہے اس سے بھی دو قدم آگے چلے جاتے ہیں۔ وہ آیات جو مشرکین و منافقین کے خلاف اُتریں اپنی تحقیق کے مخالف پر چسپاں کرتے ہیں۔ حیرانی یہ ہے کہ اس ہکلو بازی کو وہ ذوق سلیم اور علم لدنی بولتے ہیں۔

حضرت سلیمان ابن سحیم تابعی رحمہ اللہ کی شہادت

حضرت سلیمان ابن سحیم راویٔ حدیث اور تابعی ہیں۔ ''تقریب التہذیب'' میں ہے کہ آپ سچے اور صالح انسان ہیں۔ شفاء میں قاضی عیاض رحمہ اللہ نے ان کا ایک خواب نقل فرمایا ہے، گو خواب بطور خود مستقل حجت نہیں لیکن سماع کے بارے میں خیر القرون کے صادق اور صالح تابعی انسان کا خواب بھی حضور ﷺ کے متعلق ایک

شہادت سے کم نہیں۔ فریق مخالف کے نزدیک خواب حجت نہ ہو، مگر یہ تو معلوم ہو گیا کہ حضرت سلیمان بن سحیم تابعی سماع صلوٰۃ وسلام والی حدیث کو صحیح مانتے تھے۔ اور صحابہ کرام رضی اللہ عنہم سے اس کی تردید بھی نہیں سنی تھی۔ ورنہ خیرالقرون کا رجل صالح صرف خواب پر اکتفا نہ کرتا۔ معلوم ہوتا ہے کہ اس تابعی نے جن صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کو دیکھا وہ ان حدیثوں کو جھوٹا نہیں کہتے تھے۔ ورنہ یہ صدوق و صالح انسان یہ ضرور کہتا کہ میں نے خواب تو اس طرح دیکھا مگر اپنے اساتذہ حضرات صحابہ کرام رضی اللہ عنہم سے تو اس کے خلاف سنا تھا اور نہ اس بارے میں کوئی حدیث ملتی ہے۔ مزید برآں جب اس تابعی نے اپنے ہم عصر لوگوں تابعین کو یہ خواب سنایا ہوگا، اگر ان کے پاس کوئی حدیث صحیح پہنچی ہوئی نہ ہوتی، تو انہوں نے اس کی تردید کیوں نہ کر دی؟ کہ تیرا یہ خواب قرآن و حدیث کے خلاف ہے۔ خصوصاً بقول تشدد گروپ اس سے تو شرک جڑ پکڑے گا۔ لہٰذا اس کو بیان نہ کرنا اور اس کے مطابق عقیدہ نہ رکھنا۔

''وفی توثیق ''عری الایمان'' للبازری عن سلیمان ابن سحیم رأیت رسولَ اللہ ﷺ فی النوم فقلتُ یارسولَ اللہ ھؤلاء الذین یاتونک فیسلمون علیک اتفقہ سلامھم؟ قال نعم، وارُدَ علیھم'' حضرت سلیمان بن سحیم تابعی نے حضور ﷺ سے خواب میں پوچھا کہ یہ لوگ جو آپ کی قبر شریف کے قریب حاضر ہو کر سلام پڑھتے ہیں کیا آپ ان کا سلام سمجھتے ہیں؟ تو آپ ﷺ نے فرمایا کہ میں سنتا بھی ہوں اور سلام کا جواب بھی دیتا ہوں۔'' (خلاصہ شفاء قاضی عیاض رحمہ اللہ ص ۹۵)

معلوم ہوتا ہے کہ خیرالقرون کے دور میں سماع صلوٰۃ وسلام کے بارے میں کوئی اختلاف موجود نہیں تھا اور نہ ہی وہ لوگ اس بارے میں ایک دوسرے کا تعاقب کرتے تھے توحید و رسالت اور عقیدۂ بعث بعد الموت شرط ایمان تھا۔ اس طرح قرونِ وسطیٰ میں گو بڑے عظیم اور مجدد شخصوں نے توحید باری تعالیٰ کو بیان کیا، مگر یہ چوتھا رکن ایمان اور دین اسلام کا ہمارے دور کے مجتہدوں نے اضافہ فرما کر اُمت کو مرہونِ احسان فرمایا ہے کہ توحید و رسالت اور قیامت کا عقیدہ رکھنے کے باوجود جب تک یہ عقیدہ نہ ہو کہ نبی کریم ﷺ عندالقبر درود و سلام نہیں سنتے، کسی شخص کا عقیدہ مکمل نہیں ہو سکتا۔ معاذ اللہ!

''جَزَی اللہُ عَنَّا مُحَمَّدًا صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ مَاھُوَ اَھْلُہ'' (ذریعۃ الوصول ص ۴۰)

***

حرف آخر

سب مسلمانوں کا مشترک عقیدہ یہی ہے کہ اللہ تعالیٰ تمام موجودات عالم کا واحد کارساز ہے۔ علیم و بصیر، سمیع و مجیب ہے۔ ملائکہ مقربین اور انبیاء مرسلین شئونِ عبدیت میں یکتا، مالک حقیقی کے در دولت پر سجدہ ریز اور سائل محض ہیں۔

جناب رحمۃ للعالمین ﷺ عندالقبر صلوٰۃ وسلام سننے سے ذات کبریاء کے شریک و سہیم نہیں بن جاتے۔ یہ عقیدہ تمام اُمت کا اجماعی ہے۔ کافرساز گروپ اہلِ توحید کا لبادہ اوڑھ کر اُمتِ محمدی کو کافر بنا رہے ہیں۔ اس گروہ کو قرآن و حدیث اور ائمہ اکابر سے اس مسئلہ میں دور کا واسطہ بھی نہیں۔ یہ فتنہ پرداز لوگ علم و ادب سے عاری اور اشاعت کے ذمہ دار علماء کی تائید سے بے بہرہ ہیں۔ بزرگوں اور اپنے اساتذہ کو برا کہتے ہیں۔ کفر و شرک کا فتویٰ

دینا ان لوگوں کا محبوب مشغلہ ہے۔ اس کیمپ کے گندے جرثومے مختلف طریق سے مختلف مواضعات میں پھیلے ہوئے ہیں۔ میں ایسے خودرو، منہ زور، بے باک اور غیر ذمہ دار لوگوں سے بری ہوں۔ میں ہمیشہ سلف صالحین پر اعتماد کرتا چلا آیا ہوں۔ اکابرینِ اسلام کا احترام میرے عقیدہ کا ثمر ہے۔ تحقیقِ مسائل میں مبتدی سہی، مگر علم وادب اور اکرام اہلِ نظر کا یتیم نہیں ہوں۔

عام موتیٰ کے سماع عندالقبر کے بارے میں منفی جانب کو ترجیح دیتا ہوں مگر قائلینِ سماع کو کافر و مشرک کہنا...... اسلام وایمان کے تقاضوں کے خلاف سمجھتا ہوں۔ میں کسی مسئلے میں تفرد یا تشدد کو قطعاً پسند نہیں کرتا۔ میرا طریق اتباعِ سلف ہے۔ مسائل میں ذاتی تحقیق کو عوام مسلمانوں پر مسلط کرنا خلافِ دیانت ہے۔ میرا عقیدہ یہی ہے کہ جناب رحمۃ للعالمین ﷺ کی مزارِ اطہر کے قریب جو شخص صلوٰۃ وسلام پڑھتا ہے آپ ﷺ بذاتِ خود سنتے ہیں اور جواب بھی مرحمت فرماتے ہیں۔ ہر مقام سے ہر شخص کی ہر بات سننا یہ سمیع وبصیر اللہ تعالیٰ کی صفت ہے۔ (لاشریک لہ فی ذاتہ وصفاتہ وافعالہ)

وہ لوگ جو قائلینِ سماع کو کافر بنانے کی سعی فرمارہے ہیں بلاشبہ وہ جہلِ مرکب کے اندھیرے میں ہیں۔ اس طرح ان کے صحیح فتووں اور تحقیقوں کی ساکھ بھی کافور ہوجائے گی۔ اگر حوصلہ ہے تو اگر، مگر، چونکہ، چنانچہ اور لہٰذا کی بجائے علماءِ اُمت سے کسی ایک اہلِ علم وبصیرت کی تصریح پیش کریں یا پیش کردہ دلائل میں سے کسی کو غلط ثابت کر کے دکھادیں۔ جن لوگوں کو خدا تعالیٰ نے اپنے دین کی خدمت کے لئے چن لیا ہے، ہم لاکھ کوشش کر کے بھی ان کے علم وتحقیق کو نہیں پہنچ سکتے۔ ایسے لوگوں کی تکفیر قطعاً کار ثواب نہیں ہوسکتی۔ بہرقیمت وہ لوگ ہم سے بدرجہا بہتر تھے۔

اے اللہ! ہمارے دلوں کو اَسلاف صالحین کی محبت وعظمت سے بھردے۔ تاکہ ہم روشن عقیدوں سے اربابِ بصیرت سے وابستہ رہیں۔ خودغرضی، خودبینی، حسد، عجب نفس وہوا کی غلامی، شرک باللہ اور کفر سے محفوظ فرمادیں۔

''اَللّٰھُمَّ صَلِّ عَلٰی مُحَمَّدٍ وَّ عَلٰی اٰلِ مُحَمَّدٍ وَّ بَارِکْ وَ سَلِّمْ''

فائدہ نامہ

''تشدد گروپ'' کا حلقۂ احباب واصحاب اہل السنت والجماعت کے تحقیقات سے قطعاً متفق نہیں ہیں۔ معروف قبر کو قبر کہنا اور عذاب وثواب کو میت کے ''جسدِ عنصری'' اور روح ہردو سے متعلق ماننا نیز روح اور بدنِ عنصری کا قبر میں تعلق واتصال تسلیم کرنا ان کے مسلک میں ہرگز گوارا نہیں ہے۔ انبیاء ﷩ کو ان کی قبور میں زندہ کہنا شرک کے مترادف اور سماعِ صلوٰۃ وسلام کا قائل ہونا ان کے نزدیک موجبِ کفر ہے۔ ان حضرات کی تحقیقِ انیق یہ ہے کہ قبر وہ ہے جہاں ''روح'' ہے اور عذاب وثواب بھی صرف روح پر وارد ہے۔ روح کا تعلق بدنِ عنصری سے کسی قسم کا نہیں ہے اور انبیاء ﷩ کو زندہ کہنے کی بجائے مردہ کہنا بہتر ہے۔ ورنہ ''شرک فی الحیاۃ'' کی قسم کا اضافہ ہوجائے گا اور توحید رب العالمین کو ناقابلِ تلافی نقصان پہنچے گا۔ اَسلافِ اُمت کی کتابوں سے چند حوالہ جات درج تالیف کرتا ہوں تاکہ صراطِ مستقیم پر چلنے والے اور نیا سروے کرنے والوں کے درمیان واضح فرق ہوجائے۔ صراطِ المستقیم وہ راہ ہے جس پر حضور ﷺ خدا تعالیٰ کی وحی وارشادِ ربانی سے چلے اور صحابہ کرام ﷢ بھی آپ کے ساتھ تھے۔ پھر

صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے اپنے شاگردوں (تابعین) کو بتایا۔ اس طرح اُس بڑی شاہراہ کے مسافروں نے صراط المستقیم پر چلنے والوں کے لئے تا قیامت سنگِ میل نشان کر دیئے تا کہ آئندہ نسلوں کو نیا سروے نہ کرنا پڑے۔ سلف صالحین اُمت کو اللہ رب العزت کروٹ کروٹ جنت نصیب کرے۔ وہ اپنی کتابوں میں دینِ الٰہی کی تشریح میں کوئی نقطہ لا ینحل نہیں چھوڑ گئے۔ اسلاف کی عبارتوں سے چند اقتباسات ملاحظہ ہوں۔

حوالہ نمبر ۱: ''ذھب ابن حزم و ابن ھبیرۃ إلی ان السوال یقع علی الروح فقط من غیر عودٍ إلی الجسد وخالفھم الجمھور فقالوا تعاد الروح إلی الجسد إذ بعضه کما ثبت فی الحدیث ولو کان علی الروح فقط لم یکن للبدن بذلک اختصاص'' ابن حزم و ابن ہبیرہ کہتے ہیں قبر میں سوال صرف روح پر واقع ہوتا ہے مگر جمہور اُمت اس کے مخالف ہیں، وہ فرماتے ہیں روح بدن کی طرف از روئے حدیث لوٹتی ہے، اگر سوال صرف روح پر واقع ہو تو بدن کی کوئی خصوصیت نہیں رہے گی۔ (فتح الباری ج ۳ ص ۱۸۵)

حوالہ نمبر ۲: ''ثم المعذب عند اھل السنة الجسد بعینه او بعضه بعد اعادة الروح إلیه او إلی جزئٍ منه'' اہل السنت والجماعت کے نزدیک عذاب قبر مکمل وجود کو ہوتا ہے، جب کہ روح پورے وجود یا کچھ حصہ بدن کی طرف لوٹ آتی ہے۔ (نووی شرح صحیح مسلم ج ۲ ص ۳۸۶)

حوالہ نمبر ۳: ''تعاد روحه فی جسده ظاھر الحدیث ان عود الروح إلی جمیع اجزاء بدنه فلا التفات إلی قول البعض بأن العود إنما یکون إلی البعض'' ظاہر حدیث کے رو سے روح کی واپسی سارے بدن میں ہوتی ہے جو لوگ بعض وجود میں روح کی واپسی کے قائل ہیں ان کی بات قابل توجہ نہیں ہے۔ (مرقاۃ ج ۲ ص ۲۵)

حوالہ نمبر ۴: ''سائر الاحادیث الصحیحة المتواترة تدل علی عود الروح إلی البدن'' تمام صحیح اور متواتر حدیثیں اس بات پر دلالت کرتی ہیں کہ روح بدن کی طرف قبر میں لوٹ آتی ہے۔ (شرح حدیث النزول ص ۸۸)

حوالہ نمبر ۵: ''بل العذاب والنعیم علی النفس والبدن جمیعًا باتفاق اھلسنت والجماعت'' عذاب وثواب قبر روح اور بدن ہر دو پر ہوتا ہے، یہ علماء کا متفقہ مسئلہ ہے۔'' (کتاب الروح ص ۵۱، ابن قیم جوزیؒ)

حوالہ نمبر ۶: ''والجمھور علی عود الروح إلی الجسد او بعضه وقت السوال لا یحس به اھل الدنیا'' جمہور اُمت کا قول ہے کہ قبر میں سوال وجواب کے وقت روح بدن کی طرف لوٹتی ہے جس کو دنیا کے لوگ محسوس نہیں کر سکتے۔ (روح المعانی ج ۲۱ ص ۵۱)

حوالہ نمبر ۷: ''اعادۃ الروح إلی العبد فی قبره حق اعلم ان اھل الحق اتفقوا علی انّ اللہ تعالٰی یخلق فی المیت نوع حیات فی القبر قدر مایتاء لم او یتلذذ'' (شرح فقہ اکبر ص ۱۱۵)

''جسد عنصری کی طرف روح کا لوٹنا حق ہے۔ تمام اہلِ حق اس پر متفق ہیں کہ اللہ تعالٰی میت میں ایک قسم کی حیات پیدا فرماتے ہیں جس سے وہ لذت یا عذاب قبر محسوس کرتا ہے۔''

حوالہ نمبر ۸: ''ان الاحادیث الصحیحة ناطقةٌ علی انّ الروح تعاد إلی الجسد عند السوال'' صحیح حدیثوں سے ثابت ہے کہ قبر میں سوال وجواب کے وقت روح بدن کی طرف لوٹ جاتی ہے۔ (نبراس ص ۳۲۲)

حوالہ نمبر ۹: ''فإذا جاز ان یکون المؤمنون قد احیوا فی قبورھم قبل یوم القیامة وھم منعمون فیھا

جاز ان یحیی الکفار فی قبورھم فیعذبوا ''جب مسلمانوں کا اپنی قبروں میں زندہ ہو کر نعمتیں کھانا جائز ہے تو کافروں کا زندہ ہو کر عذاب میں مبتلا ہونا کیوں جائز نہ ہو؟ (احکام القرآن ج ۱ ص ۱۰۸)

حوالہ نمبر ۱۰: ''وکذلک عذاب القبر یکون للنفس والبدن جمیعًا باتفاق اھل السنۃ والجماعۃ'' عذاب قبر روح اور بدن ہر دو کو ہوتا ہے۔ (شرح عقیدۃ الطحاوی ص ۳۳۰ مطبوعہ مکہ مکرمہ علامہ صدر الدین علی ابن محمد ازدی حنفی)

حوالہ نمبر ۱۱: ''وقد جمع البیھقی کتابا لطیفًا فی حیات الانبیاء فی قبورھم اورد فیہ حدیث انس رضی اللہ عنہ ''الانبیاء احیاءٌ فی قبورھم'''' امام بیہقی رحمہ اللہ نے حیات انبیاء کے بارے میں ایک عجیب کتاب تصنیف فرمائی ہے اور اس میں حضرت انس رضی اللہ عنہ کی حدیث درج کی ہے کہ انبیاء علیہم السلام اپنی قبروں میں زندہ ہیں۔
(فتح الباری ج ۶ ص ۳۵۲)

حوالہ نمبر ۱۲: ''فان الانبیاء لا یموتون فی قبورھم بل ھم احیاء'' بے شک انبیاء علیہم السلام اپنی قبروں میں زندہ ہیں مردہ نہیں ہیں۔ (عینی ج ۱۶ ص ۱۸۵)

حوالہ نمبر ۱۳: ''فدل علی ان الانبیاء احیاء حقیقۃ ویریدون ان یتقربوا إلی اللہ فی عالم البرزخ من غیر تکلیفھم کما انھم یتقربون إلی اللہ بالصلوۃ فی قبورھم'' انبیاء علیہم السلام اپنی قبروں میں حقیقۃً زندہ ہیں۔ وہ عالمِ برزخ میں فرض ہوئے بغیر نمازوں سے اللہ تعالیٰ کا قرب حاصل کرتے ہیں۔ (مرقاۃ ج ۵ ص ۲۶۳)

حوالہ نمبر ۱۴: ''قال العلماء یکرہ رفع الصوت عند قبرہ ﷺ کما کان یکرہ فی حیاتہ ﷺ لانہ محترم حیًا فی قبرہ دائمًا'' آنحضرت ﷺ کی قبر مبارک کے پاس اونچی آواز سے بولنا اس طرح مکروہ ہے جس طرح آپ کی دنیوی زندگی میں تھا۔ اس لئے کہ آپ ﷺ قبر شریف میں ہمیشہ واجب الاحترام زندہ موجود ہیں۔
(ابن کثیر رحمہ اللہ ج ۳ ص ۲۰۷)

حوالہ نمبر ۱۵: ''محصل من مجموع ھذا الکلام ان النبی ﷺ حیٌ فی قبرہ لجسدہ وروحہ'' اس ساری کلام کا خلاصہ یہ ہے کہ نبی ﷺ اپنی قبر شریف میں روح اور جسد کے ساتھ زندہ ہیں (یعنی روح بھی زندہ اور جسد بھی زندہ) ہے۔ (روح المعانی ج ۲۲ ص ۳۲)

حوالہ نمبر ۱۶: ''حیاۃ النبی ﷺ فی قبرہ ھو وسائر الانبیاء معلومۃ عندنا علمًا قطعًا لما قام عندنا من الادلّۃ فی ذلک وتواترت بہ الاخبار الدالۃ علی ذلک'' ہمارے پیغمبر پاک اور تمام باقی انبیاء علیہم السلام کی قبر میں حیات قطعی علم سے ثابت ہے۔ دلائل اور احادیث تواتر سے یہ بات ثابت کرتی ہیں۔ (انباء الاذکیاء ص ۲ للسیوطی رحمہ اللہ)

***

اَللّٰھُمَّ صَلِّ عَلٰی مُحَمَّدٍ وَّ اَبْلِغْہُ الْوَسِیْلَۃَ وَ الدَّرَجَۃَ الرَّفِیْعَۃَ مِنَ الْجَنَّۃِ، اَللّٰھُمَّ اجْعَلْ فِی الْمُصْطَفَیْنَ مَحَبَّتَہٗ وَ فِی الْمُقَرَّبِیْنَ مَوَدَّتَہٗ وَ فِی الْاَعْلَیْنَ ذِکْرَہٗ۔ وَ السَّلَامُ عَلَیْہِ وَ رَحْمَۃُ اللّٰہِ وَ بَرَکَاتُہٗ۔

اَللّٰھُمَّ صَلِّ عَلٰی مُحَمَّدٍ وَّ عَلٰی اٰلِ مُحَمَّدٍ کَمَا صَلَّیْتَ عَلٰی اِبْرَاھِیْمَ وَ عَلٰی اٰلِ اِبْرَاھِیْمَ اِنَّکَ حَمِیْدٌ مَّجِیْدٌ۔
اَللّٰھُمَّ بَارِکْ عَلٰی مُحَمَّدٍ وَّ عَلٰی اٰلِ مُحَمَّدٍ کَمَا بَارَکْتَ عَلٰی اِبْرَاھِیْمَ وَ عَلٰی اٰلِ اِبْرَاھِیْمَ اِنَّکَ حَمِیْدٌ مَّجِیْدٌ''
(ذریعۃ الوصول ص ۳۲)

وَلَا تَقُوْلُوْا لِمَنْ يُّقْتَلُ فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ اَمْوَاتٌ
بَلْ أَحْيَاءٌ وَّلٰكِنْ لَّا تَشْعُرُوْنَ (القرآن)

اَلْاَنْبِيَاءُ أَحْيَاءٌ فِيْ قُبُوْرِهِمْ يُصَلُّوْنَ (الحدیث)

حیات النبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم
اور
مذاہب اربع

تالیف:

حضرت مولانا مفتی احمد سعید رحمۃ اللہ علیہ
جامعہ عربیہ سراج العلوم سرگودھا

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

فاسئلوا اھل الذکر ان کنتم لا تعلمون

حیات النبی صلی اللہ علیہ وسلم

اور

مذاہب اربع

تالیف

احقر احمد سعید عفی عنہ

مفتی جامعہ عربیہ سراج العلوم سرگودھا
سرپرست بزم قاسمی سرگودھا

بسم اللہ الرحمن الرحیم

تفصیلی فہرست

بسم اللہ الرحمن الرحیم

(حرفِ چند)

مولانا مفتی احمد سعید رحمۃ اللہ علیہ سرگودھا

جامعہ سراج العلوم سرگودھا کے مفتی اور استاذ الحدیث حضرت مولانا مفتی احمد سعید سرگودھوی رحمہ اللہ نامور عالم دین، فقیہ اور معقولی عالم تھے۔ آپ نے ۱۹۸۱ء میں رسالہ لکھا۔ اس کا نام ''حیات النبی ﷺ اور مذاہب اربع'' رکھا۔ اس مجموعہ میں شامل اشاعت ہے۔ (ناشر)

بسم اللہ الرحمن الرحیم

''نحمد اللہ حمدا یقربنا الی مرضاتہ و کرامتہ۔ و نصلی علی حبیبہ خاتم المرسلین و انبیائہ۔ صلوۃ تبلغنا الی محبۃ الرسول و شفاعتہ۔ الذی احیاہ اللہ بعد وفاتہ۔ و اجمعت الامۃ علی حیاتہ بعد مماتہ۔ و علی آلہ و اصحابہ و اولیائہ بعد الحمد و الصلوۃ''

دنیا کی تمام سچائیوں اور یقینیوں سے بڑھ کر یہ حقیقت ہے کہ تقدیر اس قدر عجلت سے کام کرتی ہے کہ تدبیر کو علم تک نہیں ہوسکتا ہے اور اگر علم ہو بھی تو تدبیر انسانی، تقدیر الٰہی کے مقابلہ میں کیا وقعت رکھتی ہے خواہشات کی دنیا نے انسان پر غفلت و مدہوشی کا افسوں پھونکا اور جو رہ بر تھے وہ راہ بُر بن گئے۔ لمعۂ رحمانی نے بارہا صراط مستقیم کی راہ بتائی۔ مگر افسوس کہ غفلت کی نیند بھی بڑی سخت تھی اور پشت غفلت کسی سخت تازیانے کی منتظر تھی۔ قانون قدرت بھی عجیب ہے۔ کوئی پکارتا ہے اور دروازہ نہیں کھلتا اور کوئی بھاگتا ہے مگر اس پر کمند پھینکے جاتے ہیں۔ سچ ہے کتنے ہی کفر ہیں جو وسیلۂ ایمان ہوئے اور کتنے ایمان ہیں جن کا خاتمہ کفر پر ہوا۔ حضرت رحمۃ اللعالمین ﷺ اپنے چچا کو دعوت دیتے ہیں۔ مگر ادھر سے ''انک لاتھدی من احببت'' کی آیت نازل ہوتی ہے اور حضرت فاروق اعظم رضی اللہ عنہ کیا خیال لے کر گھر سے نکلے اور کس قدر نعمت عظمیٰ سے نوازے گئے۔ بے شک کہیں لطف کرم نوازی ہے اور کہیں کمال بے نیازی ہے

طفلیاں ناز بیں کہ جگر گوشۂ خلیلؑ   سر زیر تیغ داد شہیدش نمی کنند

جاذبہ توفیق الٰہی اگر دست گیر ہو تو موانع، وسائل بن جاتے ہیں اور محرومان قسمت کے لئے بہتر سے بہتر وسائل بھی موانع و مہالک ہو جاتے ہیں۔

نیرنگی زمانہ اور بئس القرین کی کارستانی دیکھیئے کہ بے ادبی کو ادب کر دکھایا اور گستاخی کو اطاعت گزاری کا رنگ دیا اور دربار رسالت میں سوء ادبی کا نام کمال توحید رکھا طبیعتیں ٹیڑھی ہوئیں اور دماغ کج اور قاعدہ یہ ''پائے کج راموزہ بائیست کج۔'' قلب سلیم جب کہ قلب سقیم ہو تو مزاج کے مطابق قند کی شیرینی میں بھی حنظل کی کڑواہٹ محسوس ہونے لگتی ہے۔ علماء امت نے خصائص نبوت میں ضخیم کتابیں تحریر کیں اور مشکور و ماجور ہوئے اور حتزلہ لوگ شب و روز کی سوچ بچار کر کے خصائص کو نقائص سے بدلنے کی سعی ناتمام کر کے مجبور و مقہور ہوئے اور آیۃ کریمہ ''اتجعلون رزقکم انکم تکذبون'' (واقعہ: ۸۲) کا مصداق ہوئے۔ ولنعم ما قیل ے

قسمت ہر کس بود چیزے دگر   کرگساں را مردہ طوطی را شکر

ادب اسلامی کی یہ انتہائی نزاکت ہے کہ دربار رسالت میں ایسے الفاظ کے استعمال کی اجازت بھی نہیں جو عام بول چال میں استعمال ہوتے ہیں۔ اسی لئے محض اسم مبارک سے پکارنا منع کیا گیا۔ پھر اس سے بڑھ کر یہ کہ آواز کی بلندی کو حبط اعمال کا سبب بنایا گیا۔ تو اب کوئی مسلم کسی استعارہ یا مجاز کی تاویل میں بھی ایسی تعبیر کو اختیار نہیں کرسکتا۔ جس میں سوء ادب کا احتمال ہو۔ دل و دماغ تک معانی کا انعکاس الفاظ سے بھی ہوتا ہے۔ تو اگر تعبیر میں غفلت برتی گئی اور وہ بڑھتی گئی تو ایک دن یہ جسارت جہالت تک ضرور پہنچے گی اور نتیجہ یہ ہوگا کہ یہ وقتی خوش مذاقی دائمی بدمذاقی بن کر رہے گی۔ تو پھر یہی کہا جائے گا ے

اب کیا رہا کہ جس پہ رقیبوں کا ڈر کریں

مشاہدہ ہے کہ ایسے گستاخ لوگ بالآخر قادیانی ہو کر مرتے ہیں۔ (والعیاذ باللہ)

مسئلہ حیات انبیاء: بھی اس سلسلہ کی ایک کڑی ہے۔ جس مسئلہ پر تمام علماء محدثین وفقہاء ومفسرین اور چاروں اماموں کے مقلدین بلکہ علماء اہل ظواہر غیر مقلدین بھی متفق ہوں تو اس مسئلہ میں ایک جدید طریق اختیار کرنا تحقیق نہیں بلکہ علماء امت پر تضحیک ہے۔ خدمت اسلام نہیں تذلیل اہل ایمان ہے۔ اگر جمہور سلف صالحین پر اعتماد نہیں۔ تو دین تمہارا خانہ زاد نہیں۔ مگر ۔

ذوق ایں مے نہ شناسی بخدا تا نہ چشی

عامۃ المسلمین میں سے بھی کوئی شخص اس قول کو درخور اعتناء خیال نہیں کرے گا کہ چودہ سو سال کے علماء، صلحاء، اتقیاء کے عقیدہ پر بے اعتمادی کی جائے اور اپنے افکار کی آزادی برقرار رکھنے کے لئے ربقہ تقلید اتار پھینکا جائے اور سادہ لوح مسلمانوں کو قرآن کی ان آیات سے فریب دیا جائے جن میں وفات دنیاوی کا ذکر ہے جو متفق علیہ ہے اور زیر بحث مسئلہ حیات بعداز وفات کا ہے جس کی تفصیل سے قرآن ساکت ہے اور احادیث مثبت ہیں اور قرآنی اشارات حیات برزخی کے متعلق موجود ہیں۔ ''قال العارف الشیرازی''

حافظا مے خور رندی کن وخوش باش ولے دام تزویر مکن چوں دگراں قرآں را

قبل ازیں ایک رسالہ بنام (علماء دیوبند اور حیات النبی ﷺ) ہدیہ ناظرین کر چکا ہوں۔ جس میں واضح کر دیا گیا تھا کہ اکابر دیوبند قاطبۃً حیات انبیاء بعد الممات کے قائل ہیں۔ اب ایک رسالہ پیش خدمت کر رہا ہوں جس میں مذاہب اربعہ بلکہ علماء غیر مقلدین کے اقوال بھی منقول ہوں گے تا کہ عقیدہ حیات النبی اظہر من الشمس ہو جائے اور واضح ہو جائے کہ اہل سنت والجماعت کے تمام فرقے من اولھم الی آخرھم حیات النبی ﷺ کے قائل ہیں اور خلاف صرف فرقہ معتزلہ نے کیا ہے۔ ورنہ تو مذہب حنفی، مذہب مالکی، مذہب شافعی، مذہب حنبلی اور مذہب اہل الظواہر تمام کے تمام حیات انبیاء علیہم السلام پر متفق ہیں۔

بالخصوص حضرت امام ابن تیمیہ رحمۃ اللہ علیہ کی تحقیق حقیق بالقبول ہے کہ منکرین حیات امام ابن تیمیہ رحمۃ اللہ علیہ کو امام اعظم گردانتے ہیں۔ مگر نفس پرستی کی حد ہوگئی اور اعجاب بالرائ کی انتہاء کہ حضرت امام ابن تیمیہ رحمۃ اللہ علیہ کا بھی جو قول اپنے نظریہ کے خلاف نظر آیا تو اسے نہایت آسانی سے ٹھکرا دیا۔ العیاذ باللہ!

پہلے حضرات حنابلہ کے حوالہ جات سپرد قلم ہیں اور ان میں اول درجہ امام ابن تیمیہ رحمۃ اللہ علیہ کو دیا گیا ہے کہ وہ فریقین کے ہاں مسلمہ حیثیت رکھتے ہیں۔ اردو خوان حضرات کے لئے خلاصہ ترجمہ اردو میں تحریر ہے۔ تا کہ مقصد تک پہنچنا سہل ہو اور مطلب کا سمجھنا آسان۔ باللہ التوفیق!

نقول علماء کرام مذہب حنبلی

الامام الحافظ شیخ الاسلام ابوالعباس احمد بن عبدالحلیم بن تیمیہ الحنبلی رحمۃ اللہ علیہ کا کمال باہر اور فضل ظاہر محتاج بیاں نہیں۔ بالخصوص رد بدعات اور احیاء سنت کے بارے ان کے مزاج اسلامی میں اس قدر شدت تھی کہ ایک معمولی بات جو ثابت عن السلف نہ ہو تو فوراً اس پر بدعت کا فتویٰ صادر فرما دیتے تھے۔ مگر بایں شدت وصلابت حیات النبی ﷺ کا کس قدر صراحت ووضاحت سے اقرار کر رہے ہیں جس کو آج کے دور کے جاہل واعظ بدعت تو کیا شرک بھی کہہ رہے ہیں اور وہ قامع البدعات، ماحی شرک امام ابن تیمیہ رحمۃ اللہ علیہ جو ہر ادنی بات کو بدعت فرما دیتے تھے

جب کہ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم سے ثابت نہ ہو تو کیا یہاں چوک گئے یا بھول گئے اور بھولتے ہی گئے کہ متعدد رسالوں میں حیات النبی ﷺ کا اقرار کرتے گئے۔ ''نعوذ باللہ من الحور بعد الکور ونعوذ باللہ من علم لا ینفع''

''قال فی رسالتہ ''مناسک الحج فی فصل دخول المدینۃ المنورۃ'' ثم یسلم علی النبی ﷺ وصاحبیہ فانہ قد قال ما من رجل یسلّم علیَّ الّا ردّاللہ علیَّ روحی حتی اردّ علیہ السلام۔ رواہ ابو داؤد وغیرہ۔ وقال اکثروا علی من الصلوۃ یوم الجمعۃ ولیلۃ الجمعۃ فان صلوتکم معروضۃ علی فقالوا کیف تعرض صلاتنا علیک وقد ارمت ای بلیت۔ قال ان اللہ حرم علی الارض ان تاکل اجساد الانبیاء۔ فاخبر انہ یسمع الصلوۃ والسلام من القریب وانہ یبلغ ذالک من البعید'' (الکلام فی مناسک الحج ص ۳۹۰، ۳۹۱)

مدینہ منورہ میں داخلہ کے بعد حضور اقدس ﷺ کے روضہ پر حاضر ہوکر درود وسلام پڑھے۔ حضور علیہ السلام کا ارشاد ہے جو شخص سلام کہے۔ اللہ تعالیٰ میرا روح لوٹاتے ہیں کہ میں اس کا جواب دوں اور فرمایا جمعہ کے روز وشب میں مجھ پر صلوۃ وسلام کی کثرت کرنا کہ تمہارا درود مجھ تک پہنچایا جاتا ہے۔ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے عرض کی کہ یہ پیشی کس طرح ہوگی۔ جب کہ آپ کا جسد مبارک بوسیدہ ہو جائے گا تو حضور علیہ السلام نے فرمایا اللہ تعالیٰ نے زمین پر اجساد انبیاء حرام کردیئے ہیں۔ تو حضور علیہ الصلوۃ والسلام نے خبر دی کہ صلوۃ وسلام قریب سے خود سنتے ہیں اور دور سے آپ کو بذریعہ فرشتہ پہنچایا جاتا ہے۔

رسالہ'' زیارۃ القبور'' میں فرماتے ہیں:''واما زیارۃ القبور المشروعۃ فھو ان یسلم علی المیت ویدعو لہ بمنزلۃ الصلوۃ علی جنازتہ کما کان النبی ﷺ یعلم اصحابہ اذا زاروا القبور ان یقولوا السلام علیکم اھل دیار قوم مؤمنین وانا ان شاء اللہ بکم لاحقون یرحم اللہ المستقدمین منا والمستأخرین نسأل اللہ لنا ولکم العافیۃ اللھم لا تحرمنا اجرھم ولا تفتنا بعدھم وروی عن النبی ﷺ انہ قال ما من رجل یمر بقبر رجل کان یعرفہ فی الدنیا فیسلم علیہ الا رد اللہ علیہ روحہ حتی یرد علیہ السلام'' (زیارۃ القبور ص ۱۰۶)

زیارۃ قبور کا شرعی طریق یہ ہے کہ میت کو سلام کہا جائے اور اس کے حق میں دعا کی جائے۔ جیسے نماز جنازہ میں دعا ہی مقصود ہے۔ نبی کریم ﷺ نے صحابہ کو یہی تعلیم فرمائی کہ مزار پر جاکر میت کو سلام کہو اور اپنے لئے اور میت کے واسطے دعائے مغفرت کرو اور اللہ کی رحمت طلب کرو۔ نبی کریم ﷺ سے روایت ہے کہ آپ ﷺ نے فرمایا: جس قبر پر انسان گذرے کہ دنیا میں اس میت کو جانتا ہو اور سلام کہے تو اللہ تعالیٰ میت کی روح کو لوٹاتے ہیں کہ وہ اس کے سلام کا جواب دے۔

قارئین کرام غور فرمائیں کہ شیخ الاسلام امام ابن تیمیہ رحمہ اللہ بوقت سلام ہر میت میں حیات کو حدیث سے ثابت فرما رہے ہیں۔ تو کیا خاتم النبیین حضرت محمد رسول اللہ ﷺ کا روح اطہر بوقت سلام امت نہیں لوٹایا جائے گا اور پھر چونکہ حضور ﷺ پر دائماً صلوۃ وسلام پڑھا جارہا ہے۔ کوئی لمحہ بھی درود سے خالی نہیں ہے تو روح مبارک جب لوٹایا گیا پھر واپس نہیں ہوا۔ بلکہ دائمی تعلق لے کے روح مبارک لوٹا۔ اسی لئے حضرات محدثین نے اس حدیث سے دائمی طور پر حیات ثابت کی ہے کہ نہ سلام میں وقفہ اور نہ روح مبارک کو تعلق منقطع کرنے کی فرصت۔ فالحمد للہ!

رسالہ'' العبادات الشرعیہ'' میں قبور انبیاء علیہم السلام کے متعلق فرماتے ہیں''ان من کان قبلکم کانوا یتخذون قبور انبیائھم مساجد فلا تتخذوا القبور مساجد فانی انھاکم عن ذالک۔ فھذہ النصوص الصریحۃ توجب تحریم اتخاذ قبورھم مساجد مع انھم مدفونون فیھا وھم احیاء فی قبورھم ویستحب ایتان قبورھم للسلام علیھم'' جو لوگ تم سے قبل تھے وہ انبیاء کی قبور کو مساجد بناتے تھے تم ایسا نہ کرنا میں تمہیں اس کام سے منع کررہا ہوں۔

پھر امام ابن تیمیہ رحمہ اللہ فرماتے ہیں۔ تو یہ نصوص صریحہ ہیں کہ قبور انبیاء کو مساجد بنانا حرام ہے حالانکہ وہ ان میں مدفون ہیں اور وہ ان میں زندہ بھی ہیں اور ان کی قبور پر جانا مستحب ہے تاکہ سلام پڑھا جائے۔ (العبادات الشرعیہ ص ۹۷)

ناظرین کرام پر مخفی نہ رہے کہ شیخ الاسلام امام ابن تیمیہ رحمہ اللہ کی اس عبارت سے تین مسائل واضح ہو گئے۔

۱...... انبیاء علیہم السلام اپنی قبروں میں زندہ ہیں۔

۲...... جن کو دفن کیا جائے ان کی قبر یہی حفرہ ارضی ہوتی ہے۔ کیونکہ حضرت امام ابن تیمیہ رحمہ اللہ قبور انبیاء پر صلوۃ وسلام کے لئے جانا مستحب فرمارہے ہیں اور ظاہر ہے کہ قبور پر جانا زمین پر ہی ہوگا نہ کہ اعلیٰ علیین پر۔

۳...... حضور علیہ السلام کے روضہ اقدس پر حاضری کے وقت آپ کی قبر پر حاضر ہو کر صلوۃ وسلام پڑھنے کی نیت کرنا جائز بلکہ مستحب ہے۔ جو حضرات ''لاتشد الرحال الا الی ثلاثۃ مساجد'' سے روضہ انور کی زیارت کی نیت کو حرام کہتے ہیں وہ سراسر غلط قول ہے۔ حدیث میں تو مساجد میں سے صرف تین مساجد کا شان بیان کرنا مقصود تھا نہ کہ تمام سفروں کی ممانعت کرنی۔ ورنہ تو جہاد، طالب علم، کسب حلال، ملاقات والدین، وغیرہ سفر حرام گردانے ہوں گے۔ اس لئے علماء محدثین نے نص فرمائی ہے کہ مستثنیٰ منہ لفظ مسجد ہی ہے۔ یعنی ''لاتشد الرحال الی مسجد من المساجد الا الی ثلاثۃ مساجد۔''

دیکھئے امام ابن تیمیہ رحمہ اللہ نے کئی رسائل میں شد الرحال الی غیر ھذہ المساجد کو منع فرمایا ہے۔ مگر قبور انبیاء علیہم السلام کی زیارت کے سفر کو مستحب فرمایا ہے۔ خوف تطویل مانع ہے ورنہ اس حدیث کی پوری تحقیق ہدیہ ناظرین کرتا اور خود حضرت امام ابن تیمیہ رحمہ اللہ کا حوالہ پیش خدمت کرتا کہ یہ حکم مخصوص بالمساجد ہے۔

العلامة الفهامة الشيخ عبد القادر المكي الحنبلي المتوفى ۹۸۲ھ

''ملاحظا انه ﷺ حی کسائر الانبیاء فی قبره یراه ویجیب له من الاحترام ماله قبل موته ومنه عدم رفع الصوت بحضرته فانه ﷺ یسمعه وان اسر ویراه وان بعد'' (حسن التوسل فی زیارۃ افضل الرسل ص ۱۱۳)

بوقت حاضری روضہ منورہ یہ تصور ہو کہ نبی کریم ﷺ اپنی قبر شریف میں تمام انبیاء علیہم السلام کی مانند زندہ ہیں اور دیکھ رہے ہیں اور وہی احترام واجب ہے جو حضور کی زندگی میں واجب تھا اور اسی ادب میں ہے کہ آواز پست ہو۔ سو حضور علیہ السلام سن رہے ہیں اگرچہ آواز پست ہو اور دیکھتے ہیں اگرچہ دور ہو۔

الشیخ العلامه موفق الدین ابو محمد عبد اللہ بن احمد بن قدامه الحنبلی المتوفی ۶۲۰ھ

''ویستحب زیارة قبر النبی ﷺ وقال احمد فی روایة عبد الله عن یزید بن قسیط عن ابی هریرة رضی اللہ عنہ ان النبی ﷺ قال: مامن احد یسلم علی عند قبری الا رد الله علی روحی حتی ارد علیه السلام''

حضرت نبی کریم علیہ الصلوۃ والسلام کی قبر شریف کی زیارت مستحب ہے امام احمد رحمہ اللہ نے حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت نقل فرمائی ہے کہ حضور علیہ السلام نے فرمایا جو شخص میری قبر کے قریب مجھ پر سلام پڑھتا ہے تو اللہ تعالیٰ میرا روح مجھ پر بھیجتا ہے کہ میں اس کا جواب دوں۔ (المغنی لابن قدامہ۔ ج ۳ ص ۵۸۸)

الامام العلامة الحسن بن عبد المحسن الشهير بابن عذبه

''ان رسالة نبيناﷺ وكل نبی هل تبقی بعد موتهم وهل يصح ان يقال كل منهم رسول الآن حقيقة او لا ۔ قال ابو حنيفة رحمہ اللہ انه رسول الآن حقيقة ۔ وقالت الكرامية لا ۔ وقال الشيخ عبد الحق فی شرحه علی الصحيح وهوﷺ بعد موته باق علی رسالته ونبوته حقيقة كما يبقی وصف الايمان للمؤمن بعد موته وذالک الوصف باق للروح والجسد معا لان الجسد لا تأكله الارض ۔ ونقل السبكی فی طبقاته عن ابن فورک انهﷺ حی فی قبره رسولا الی الابد حقيقة لا مجازا قال ابن عقيل من الحنابلة هوﷺ حی فی قبره يصلی باذان واقامة فی اوقات الصلوة ۔'' (الروضۃ البہیۃ ص ۱۳، ۱۴)

کیا انبیاء علیہم السلام کی نبوت ان کی موت کے بعد حقیقی طور پر باقی ہے یا ان کو مجازاً نبی کہا جائے گا ۔ تو اس کے جواب میں امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ نے فرمایا کہ وہ حقیقۃً نبی ہیں (کیونکہ وہ موت کے بعد زندہ کئے گئے ہیں) اور معتزلہ کے فرقہ کرامیہ نے حقیقی نبوت کا انکار کیا (کیونکہ وہ انبیاء کو موت کے بعد زندہ نہیں مانتے) شیخ عبد الحق (اسفرائنی رحمہ اللہ) شرح صحیح بخاری میں فرماتے ہیں کہ نبی کریمﷺ کی نبوت موت کے بعد بھی حقیقی طور پر باقی ہے اور یہ رسالت روح اور جسد دونوں کے لئے ہے صرف روح کی نہیں اس لئے کہ نبی کریم کا جسم محفوظ ہے اور زندہ ہے اور امام سبکی رحمہ اللہ نے طبقات میں ابن فورک رحمہ اللہ سے نقل فرمایا کہ حضور اکرمﷺ اپنی قبر میں زندہ ہیں اور ابد تک حقیقۃً نبی ہیں ۔ نہ مجازاً اور ابن عقیل رحمہ اللہ نے حنابلہ میں سے فرمایا حضورﷺ قبر مبارک میں زندہ ہیں اور اوقات نماز میں اذان اور اقامۃ سے نماز پڑھتے ہیں ۔

قارئین کرام! غور فرمائیں کہ حضرت امام حسن ابن عذبہ جو عقائد کے امام ہیں نص فرما رہے ہیں کہ حضرت امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ انبیاء کرام علیہم السلام کی موت کے بعد بھی ان کی نبوت حقیقیہ کے قائل ہیں اور نبوت حقیقیہ روح مع الجسد کی صفت ہے صرف روح کی صفت نہیں تو معلوم ہوا حضرت امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ حیات اجساد انبیاء کے قائل تھے اور منکرین حیات اجساد انبیاء معتزلہ ہیں یا ان کا ایک فرقہ کرامیہ اور یہ لوگ موت کے بعد نبی کو مجازاً نبی کہتے ہیں ۔ حقیقۃً نبی نہیں مانتے ۔ تو اس فرقہ باطلہ کی تردید میں اہل سنت والجماعت کے تمام فرقے مجتمع ہو کر اپنے عقائد بیان کر رہے ہیں اور حضرت شیخ عبد الحق رحمہ اللہ جیسے جلیل القدر محدث، شارح صحیح بخاری وصحیح مسلم کو حیات انبیاء کی نص فرمانی پڑی تا کہ معتزلہ کسی کو دھوکہ میں نہ ڈال سکیں اور امام عقائد علامہ حسن ابن عذبہ رحمہ اللہ کو وضاحت کے ساتھ حنفی، مالکی، شافعی، حنبلی مذاہب کو حیات النبیﷺ کے متعلق حیات الروح مع الجسد کو نقل کرنے کی ضرورت محسوس ہوئی ۔ مگر ہدایت اللہ تعالیٰ کے اختیار میں ہے ۔ مدعیان اشاعت السنہ کو یہ سمجھ نہیں آتی کہ حیات انبیاء کا انکار یعنی حیات جسمانی کے انکار سے حضورﷺ کی نبوت حقیقیہ کا انکار لازم آ رہا ہے ۔ کیا اسی کو اشاعت السنۃ کہتے ہیں؟ نعوذ باللہ من علم لا ینفع!

حوالہ جات حضرات علماء شوافع

الامام العلام حافظ الحديث الشيخ احمد بن محمد القسطلانی

''والله الذی نفسی بيده لا يذيقک الله الموتتين ابدا ۔ ومراده الرد علی عمر حيث قال ان الله يبعثه حتی يقطع ايدی رجال وارجلهم ۔ لانه لو صح ما قاله لزم ان يموت موتة اخری فاشار الی انه اكرم علی الله من

ان یجمع علیه موتتین کما جمعها علی غیره۔ کالذی مر علی قریة۔ او انه یحیی فی قبره ثم لا یموت۔ ارشاد الساری شرح صحیح البخاری ج ۶ ص ۴۷۔ وقال فی ص ۳۸۱ والله لا یجمع الله علیک موتتین قیل هو علی حقیقة۔ وقیل اراد لا یموت موتة اخری فی القبر کغیره اذ یحیی لیسأل ثم یموت ''

''امام قسطلانی رحمۃ اللہ علیہ شرح بخاری میں حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کے اس قول کی کہ اللہ تعالیٰ آپ کو دو موتیں نہیں دے گا۔ شرح کرتے ہوئے فرماتے ہیں کہ حضور علیہ السلام کی موت کے وقت حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ وغیرہ کا یہ خیال تھا کہ حضور ﷺ دنیا میں دوبارہ زندہ کئے جائیں گے تو اس کی تردید مقصود ہے۔ کیونکہ دنیا میں اگر دوبارہ زندگی آئے تو پھر دوبارہ موت آئے گی جیسے حضرت عزیر علیہ السلام کو دنیا میں دو موتیں آئیں مگر حضور ﷺ اللہ کے ہاں بہت مکرم ہیں۔ ان کو دو موتیں نہیں آئیں گی اور یا دو موتوں سے مراد یہ ہے کہ ایک موت دنیا کی جو آ چکی ہے اور دوسری موت قبر کی جو آپ کو نہیں آئے گی۔ دوسرے میتوں کو قبر میں حیات ملتی ہے تا کہ سوال و جواب ہو اور پھر موت آ جاتی ہے مگر نبی کریم ﷺ کو قبر میں جب حیات ملے گی تو دائمی ہوگی پھر موت نہیں آئے گی تو دو موتیں جمع نہ ہوئیں۔'' (ارشاد الساری شرح البخاری ج ۶ ص ۴۷ و ۳۸۱)

''وقال فی المواهب اللدنیة وروی عن عائشة رضی اللہ عنہا انها کانت تسمع صوت الوتد یوتد والمسمار یضرب فی بعض الدور المطیفة بمسجد النبی ﷺ فترسل الیهم لا تؤذوا رسول الله ﷺ ''اور حافظ قسطلانی رحمۃ اللہ علیہ مواہب لدنیہ میں فرماتے ہیں کہ مسجد نبوی کے ارد گرد کے مکانوں میں جب کہ کوئی کیل ٹھونکتا تو حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا ان کو فرماتی تھیں کہ نبی کریم علیہ السلام کو تکلیف مت دو یہ کھٹکھٹاہٹ آپ کے لئے تکلیف دہ ہے۔

(مواہب الدنیہ مع شرح زرقانی ج ۸ ص ۳۰۴)

الامام فی عصره الوحید فی دهره عالم المدینة نور الدین علی بن عبد الله السمهودی رحمۃ اللہ علیہ

''قال بعد کلام طویل۔ وسیأتی قول ابن حبیب فانه ﷺ یعلم وقوفک وقد ذکر ابن تیمیة رحمۃ اللہ علیہ فی اقتضاء الصراط المستقیم کما نقله ابن عبد الهادی ان الشهداء بل کل المؤمنین اذا زارهم المسلم وسلم علیهم عرفوه وردوا علیہ السلام فاذا کان هذا فی حق آحاد المسلمین فکیف بسید المرسلین ﷺ فهو ﷺ کما سیأتی یسمع من یسلم علیه عند قبره ویرد علیه عالما بحضوره عند قبره... ولابن ماجه باسناده جید... فنبی الله حی یرزق '' (خلاصہ الوفاء ص ۴۵)

علامہ سمہودی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ علامہ ابن حبیب نے فرمایا نبی کریم ﷺ روضہ اطہر کے سامنے تیرے ٹھہرنا جانتے ہیں اور حافظ ابن تیمیہ رحمۃ اللہ علیہ نے اپنے رسالہ اقتضاء الصراط المستقیم میں ذکر فرمایا کہ شہداء بلکہ تمام مومنین سلام بھیجنے والے کو پہچانتے ہیں۔ جب ان کی قبر پر جا کر سلام کہا جائے۔ تو اب حضرت سید المرسلین ﷺ کے متعلق کیا خیال ہے کہ اپنے زائر کو نہیں دیکھتے حالانکہ حضور ﷺ سلام سن رہے ہیں۔ جب کہ قبر شریف کے قریب سے سلام پڑھا جائے۔ ابن ماجہ میں اسناد صحیح سے روایت ہے کہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا۔ اللہ کا نبی قبر میں زندہ ہوتا ہے اور رزق بھی دیا جاتا ہے۔

العلامة مفتی مصر حافظ الحدیث الشیخ جلال الدین عبد الرحمن ابن ابی بکر السیوطی المتوفی ۹۱۱ھ

"(فاقول) حیوۃ النبی ﷺ فی قبرہ ھو وسائر الانبیاء معلومۃ عندنا علما قطعیا لما قام عندنا من الادلۃ فی ذالک وتواترت بہ الاخبار... واخرج ابو یعلی فی مسندہ والبیھقی فی کتاب حیوۃ الانبیاء عن انس ان النبی ﷺ قال الانبیاء احیاء فی قبورھم یصلون... واخرج البیھقی فی شعب الایمان والاصبھانی فی الترغیب عن ابی ھریرۃ قال قال رسول اللہ ﷺ من صلی علی عند قبری سمعتہ ومن صلی علی نائیا ابلغتہ واخرج البخاری فی تاریخہ عن عمار سمعت النبی ﷺ یقول ان اللہ تعالی ملکا اتاہ اسماع الخلائق قائم علی قبری فما من احد یصلی علی صلوۃ الا بلغتھا (وبعد کلام طویل) قال الاستاذ ابو منصور عبد القاھر بن طاھر البغدادی الفقیہ الاصولی شیخ الشافعیۃ فی اجوبۃ مسائل الجاجر میین قال المتکلمون المحققون من اصحابنا ان نبینا ﷺ حیی بعد وفاتہ وانہ یسر بطاعات امتہ ویحزن بمعاصی العصاۃ منھم وانہ تبلغہ من یصلی علیہ من امتہ... وقال الحافظ شیخ السنۃ ابو بکر البیھقی فی کتاب الاعتقاد: الانبیاء علیہم السلام بعد ما قبضوا ردت الیھم ارواحھم فیھم احیاء عند ربھم" (الحاوی ص ۱۴۷)

حضرت نبی کریم ﷺ کی حیات قبر میں اور تمام انبیاء علیہم السلام کی حیات قبور میں علم قطعی سے ثابت ہے اس پر دلائل یقینی قائم ہیں۔ چنانچہ امام ابو یعلی نے اپنی مسند میں اور امام بیہقی نے کتاب حیات انبیاء میں حضرت انس سے روایت کی ہے کہ حضور ﷺ نے فرمایا۔ اللہ کے نبی قبور میں زندہ ہیں اور نمازیں پڑھتے ہیں۔ نیز امام بیہقی نے کتاب شعب الایمان میں اور امام اصفہانی رحمہ اللہ نے کتاب الترغیب میں حضرت ابو ہریرۃ رضی اللہ عنہ سے روایت کی ہے کہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا جس نے میری قبر کے قریب درود پڑھا میں خود سنتا ہوں اور دور سے پہنچایا جاتا ہے۔

اور امام بخاری رحمہ اللہ نے کتاب التاریخ میں حضرت عمار رضی اللہ عنہ سے روایت کی ہے کہ میں نے نبی کریم ﷺ سے سنا آپ نے فرمایا۔ اللہ تعالیٰ نے ایک فرشتہ کو دنیا کی سماعت عطاء فرمائی ہے اور وہ میری قبر پر کھڑا ہے۔ ہر ایک کا درود مجھے پہنچاتا ہے اور استاد ابو منصور بغدادی شیخ الشافعیہ نے فرمایا کہ ہمارے محققین کا قول یہی ہے کہ نبی کریم ﷺ بعد وفات زندہ ہیں اور ہر ایک کا درود آپ کو پہنچتا ہے اور امام بیہقی نے کتاب الاعتقاد میں فرمایا۔ انبیاء علیہم السلام کی وفات کے بعد ان کے ارواح لوٹائے جاتے ہیں اور وہ زندہ کر دیے جاتے ہیں۔

"وقال فی ناقلا عن الاستاذ ابی منصور شیخ الشافعیۃ قلنا نبینا ﷺ وقد صار حیا بعد وفاتہ وھو علی نبوتہ انتھی۔ وقال القرطبی فی التذکرۃ... الموت لیس بعدم محض وانما ھو انتقال من حال الی حال ویدل علی ذالک ان الشھداء بعد قتلھم وموتھم احیاء یرزقون فرحین مستبشرین وھذہ صفۃ الاحیاء فی الدنیا واذا کان ھذا فی الشھداء فالانبیاء احق بذالک واولی... واخبر ﷺ انہ یرد السلام علی کل من یسلم علیہ۔ الی غیر ذالک مما یحصل من جملتہ القطع بان موت الانبیاء انما ھو راجع الی ان غیبوا عنا بحیث لا ندرکھم وان کانوا موجودین احیاء وذالک کالحال فی الملائکۃ فانھم موجودون ولا یراھم

احد من نوعنا الا من خصه الله تعالیٰ بکرامته (وقال) الجلال السیوطی فحصل من مجموع هذه النقول و الاحادیث ان النبی ﷺ حیی بجسده وروحه"

اور استاد ابو منصور رحمہ اللہ سے منقول ہے کہ ہمارے نبی کریم ﷺ وفات کے بعد زندہ کر دیئے گئے ہیں اور وہ اپنی نبوت پر قائم ہیں اور امام کبیر علامہ قرطبی رحمہ اللہ نے تذکرہ میں فرمایا کہ موت عدم محض کا نام نہیں۔ بلکہ ایک حال سے دوسرے حال کی طرف منتقل ہونے کا نام ہے اور اس کی دلیل یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے شہداء کو بعد از قتل وموت زندہ فرمایا ہے کہ رزق بھی دیئے جاتے ہیں اور بشارتیں بھی ان کو پہنچتی ہیں اور یہ حالات دنیاوی زندگی کے ہیں تو ان کے اجسام زندہ ہوئے پس انبیاء علیہم السلام ان سے کہیں زیادہ حیات کے حقدار ہیں اور حضور اکرم ﷺ نے تو یہ بھی فرمایا کہ میں ہر سلام پڑھنے والے کو جواب دیتا ہوں۔ تو ان تمام احادیث سے یقینی علم ہوا کہ انبیاء موت کے بعد ہم سے غائب ہوگئے اگر چہ وہ زندہ ہیں جس طرح فرشتے زندہ موجود ہیں مگر ہمیں نظر نہیں آتے۔ جلال الدین سیوطی رحمہ اللہ فرماتے ہیں۔ ان حوالہ جات اور احادیث سے ثابت ہوا کہ نبی کریم ﷺ اپنے جسم مبارک اور روح اطہر سے قبر شریف میں زندہ ہیں۔ (الحاوی للفتاوی ص ۲۶۳، ۲۶۵)

"وقال الجلال السیوطی فی البدور السافرة سئل قاضی القضاة جلال الدین البلقینی عن حکم سجود النبی ﷺ من حیث الوضؤ فاجاب بانه باق علیٰ طهارة غسل الموت لانه حیی فی قبره ولا ناقض لطهارته" (البدور السافرة فی امور الآخرة ص ۴۳)

علامہ جلال الدین سیوطی رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ قاضی القضاۃ (چیف جسٹس) علامہ جلال الدین بلقینی رحمہ اللہ سے پوچھا گیا کہ نبی کریم ﷺ کی صلوۃ بعد از وفات کی طہارت اور وضو کے متعلق کیا حکم ہے۔ تو انہوں نے جواب میں فرمایا کہ نبی کریم علیہ السلام کو غسل موت سے جو طہارت حاصل ہوئی، باقی ہے کیونکہ اب قبر میں حضور ﷺ زندہ ہیں اور ناقض وضو کوئی بھی نہیں۔

خاتمة الفقهاء والمحدثین الشیخ شهاب الدین احمد بن حجر الهیثمی المکی المتوفی ۹۷۴ھ

"سئل نفع الله به۔ هل تمکن رؤیة النبی ﷺ فی الیقظة فاجاب (وقال بعد کلام طویل) ثم رئیت ابن العربی صرح بما ذکرناه من انه لا یمتنع رؤیة ذات النبی ﷺ بروحه وجسده لانه وسائر الانبیاء احیاء ردت الیهم ارواحهم بعد ماقبضوا" حافظ ابن حجر مکی رحمہ اللہ سے سوال ہوا کہ کیا نبی کریم علیہ السلام کی زیارت بیداری میں کسی کو ممکن ہے؟ تو جواب میں انہوں نے اقرار فرمایا اور کہا کہ محی الدین ابن العربی رحمہ اللہ (تلمیذ امام غزالی رحمہ اللہ) نے بھی یہی لکھا کہ نبی کریم ﷺ کی زیارت بجسدہ ممکن ہے۔ کیونکہ انبیاء علیہم السلام بعد از موت زندہ کئے جاتے ہیں اور ان کے روح لوٹائے جاتے ہیں۔ (الفتاوی الحدیثیہ ص ۲۵۶)

حجة الاسلام والمسلمین شیخ الفقهاء والمحدثین الامام الکبیر الغزالی رحمہ اللہ

"قوله ان الله حرم علی الارض اجساد الانبیاء ای من ان تاکلها فان الانبیاء فی قبورهم احیاء قال

الغزالی فی الاحیاء حیاۃ الانبیاء حیاۃ جسمانیۃ" نبی کریم ﷺ کا یہ فرمان کہ اللہ تعالیٰ نے زمین پر انبیاء کے اجسام حرام کردیئے ہیں۔ یہ اس لئے کہ انبیاء قبور میں زندہ ہیں اور امام غزالی ﷫ نے فرمایا کہ انبیاء ﷩ کی حیات جسمانی ہے۔ (انوار المحمود شرح ابوداؤد ج ۱، ص ۳۵۱)

العلامۃ الفقیہ المحدث احمد بن عبد الرحمن المصری

الشارح المرتب لمسند الامام احمد

"وفیھا ان النبی ﷺ حی فی قبرہ وان الارض لا تأکل اجساد الانبیاء والاحادیث فی ذالک کثیرۃ (ثم سرد الاحادیث" ان احادیث سے یہ بھی ثابت ہوا کہ نبی کریم ﷺ اپنی قبر شریف میں زندہ ہیں اور زمین پر انبیاء ﷩ کے اجسام حرام ہیں اور احادیث اس بارے میں بکثرت ہیں۔ پھر ان احادیث کا ذکر فرمایا۔ (بلوغ الامانی ج ۶ ص ۱۲)

"وقال فی الجزء الثالث عشر۔ احتج القائلون بانھا مندوبۃ بقولہ تعالٰی (ولو انھم اذ ظلموا انفسھم جاؤک فاستغفروا اللہ واستغفر لھم الرسول) ووجہ الاستدلال بھا انہ ﷺ حی فی قبرہ بعد موتہ کما فی حدیث الانبیاء احیاء فی قبورھم وقد صححہ البیھقی والف فی ذالک جزءاً۔ قال الاستاذ ابو منصور البغدادی قال المتکلمون المحققون من اصحابنا ان نبینا ﷺ حی بعد وفاتہ...واذا ثبت انہ حی فی قبرہ کان المجئی الیہ بعد الموت کالمجیئی الیہ قبلہ (وبعدہ کلام طویل۔ من شاء فلینظر ومن شاء فلیعم ولا یبصر" (بلوغ الامانی شرح مسند الامام احمد بن حنبل الشیبانی ج ۶ ص ۱۲، ج ۱۳ ص ۱۷)

اور جلد ۱۳ میں فرماتے ہیں کہ جو لوگ قبر النبی ﷺ کی زیارت مستحب کہتے ہیں ان کی دلیل یہ آیۃ کریمہ ہے۔ ترجمہ: اگر یہ لوگ گناہ کریں اور آپ کے ہاں حاضر ہو کر توبہ کریں اور آپ بھی ان کی سفارش فرمائیں تو اللہ ضرور معاف فرمائے گا اور چونکہ نبی کریم ﷺ قبر مبارک میں زندہ ہیں تو آپ ﷺ کے ہاں جانا اب بھی ایسا ہوا جیسا کہ قبل از وفات جانا تھا۔ استاد ابو منصور بغدادی ﷫ فرماتے ہیں ہم اہل سنت والجماعت نبی کریم ﷺ کو قبر شریف میں زندہ مانتے ہیں۔

الامام الشھیر المحدث الکبیر، عمدۃ المحققین قدوۃ المحدثین حافظ الدنیا

الشیخ قاضی القضاۃ ابو الفضل شھاب الدین احمد بن علی بن محمد بن حجر

العسقلانی الشافعی ﷫

"ان حیاتہ ﷺ فی القبر لا یعقبھا موت بل یستمر حیا والانبیاء احیاء فی قبورھم ولعل ھذا ھو الحکمۃ فی تعریف الموتتین قال لا یذیقک اللہ الموتتین ای المعروفتین المشھورتین الواقعتین لکل احد غیر الانبیاء" بلاشک نبی کریم ﷺ کی حیات قبر جو ہے اس حیات پر موت کا ورود نہیں بلکہ حضور ﷺ دائماً زندہ ہیں اور تمام انبیاء ﷩ قبروں میں زندہ ہوتے ہیں اور تمام انسانوں کو دو موتیں آتی ہیں ایک دنیا میں اور دوسری قبر میں مگر انبیاء ﷩ کے لئے قبر کی موت نہیں ہے۔ بلکہ قبر کی زندگی قیامت تک اور پھر اس کے بعد دائماً ہی رہے گی۔
(فتح الباری شرح صحیح البخاری ج ۷ ص ۲۱)

حضرات علماء مالکیہ

العلامۃ الحافظ محمد بن عبد الباقی الزرقانی المالکی

”فیجب الادب معه کما فی حیاته) اذھو حیی فی قبره یصلی فیه باذان واقامة کما مر فی الخصائص (ویکثر من الصلوة والسلام علی رسول اللہ ﷺ بحضرته الشریفة حیث یسمعه ویرد علیه) بان یقف بمکان قریب منه ویرفع صوته الی حد لوکان حیا مخاطبا لسمعه عادة (وقد روی ابوداؤد) باسناد صحیح (من حدیث ابی هریرة انه ﷺ قال مامن مسلم یسلم علی) فی ای موضع کان (الارد اللہ علی روحی حتی ارد علیه السلام وعند ابن ابی شیبة وعبد الرزاق من حدیث ابی هریرة من صلی علی عند قبری سمعته ومن صلی علی نائیا بلغته) ای من الملک الموکل بقبره بابلاغه صلوة امته علیه والظاهر ان المراد بالعندیة قرب القبر بحیث یصدق علیه عرفا انه عنده وبالبعد ماعداه۔ واوردان رد السلام علی المسلم لا یختص به ﷺ۔ واجیب بان الرد من الانبیاء حقیقی بالروح والجسد بجملة ولا کذالک الرد من غیر الانبیاء“

(الزرقانی علی المواہب ج ۸ ص ۳۰۴ تا ۳۱۱)

نبی کریم ﷺ کے روضہ اطہر کی زیارت کرنے والے کو واجب ہے کہ ایسا ادب کرے جیسے حضور ﷺ کی حیات میں ادب لازم ہے۔ اس لئے کہ حضور ﷺ اب بھی قبر میں زندہ ہیں اور اذان و اقامت سے نماز پڑھ رہے ہیں اور بوقت حاضری درود کی کثرت ہو۔ نبی کریم علیہ السلام سنتے ہیں اور جواب دیتے ہیں اور اتنا قریب ہو کہ سلام پڑھے جیسا کہ زندہ آدمی عادتاً سنتا ہے۔ امام ابوداؤد رحمۃ اللہ علیہ نے بسند صحیح حضرت ابوہریرۃ رضی اللہ عنہ سے روایت کی ہے کہ حضور علیہ السلام نے فرمایا جو بھی مجھ پر سلام پڑھے تو میرے روح کا اعادہ ہوتا ہے تاکہ میں اس کا جواب دوں اور ابن ابی شیبہ اور حافظ عبد الرزاق نے روایت کی ہے کہ حضور ﷺ نے فرمایا جو قریب سے درود پڑھے میں خود سنتا ہوں اور دور سے بذریعہ فرشتہ پہنچتا ہے۔ امام زرقانی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ قریب سے مراد وہ قریب ہے جس کو عرف میں قریب کہا جائے۔ پھر فرماتے ہیں یہ وہم نہ کیا جائے کہ سلام کا جواب تو ہر مسلمان میت کے لئے بھی آتا ہے تو انبیاء علیہم السلام کی کیا خصوصیت۔ اس لئے کہ انبیاء علیہم السلام سے سلام کا جواب حقیقی ہے۔ روح مع الجسد کی طرف سے جواب آتا ہے اور غیر انبیاء کے ارواح جسد میں داخل نہیں۔

الامام ابو عبد اللہ محمد بن احمد بن ابی بکر الانصاری الخزرجی الاندلسی القرطبی

”وروی الدار قطنی رحمۃ اللہ علیہ ان رسول اللہ ﷺ قال من زار قبری او قال من زارنی کنت له شهیدا وشفیعا۔ وفی روایة من زارنی بعد مماتی فکانما زارنی فی حیاتی ای لانه ﷺ حیی فی قبره“ (مختصر التذکرۃ القرطبیہ ص ۲۵) ”وقال فی ص ۳۶ وفی الحدیث الصحیح ان رسول اللہ ﷺ قال اکثروا علی من الصلوة یوم الجمعة فان صلاتکم معروضة علی قالوا یارسول اللہ کیف تعرض صلوتنا علیک وقد ارمت ای بلیت فقال ان اللہ عزوجل حرم علی الارض ان تاکل اجساد الانبیاء ففی هذا الحدیث ان رسول اللہ ﷺ حیی فی قبره یرزق“ حافظ دارقطنی نے روایت کی ہے کہ نبی کریم علیہ السلام نے فرمایا جس شخص نے میری قبر کی زیارت کی میں اس کا گواہ بنوں گا اور شفیع ہوں گا۔ امام قرطبی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں یہ اس لئے کہ نبی کریم ﷺ قبر مبارک میں زندہ ہیں اور

حدیث صحیح میں ہے کہ حضور علیہ السلام نے فرمایا۔ جمعہ کے روز درود کی کثرت کرنا کہ تمہارا درود مجھے پہنچایا جاتا ہے۔ صحابہ نے عرض کیا کہ موت کے بعد کس طرح درود پہنچے گا۔ جب کہ آپ کا جسم مبارک بوسیدہ ہو جائے گا۔ تو حضور علیہ السلام نے فرمایا اللہ تعالیٰ نے انبیاء کے اجسام مٹی پر حرام فرما دیئے ہیں۔ امام قرطبی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں تو اس حدیث میں صراحت ہے کہ نبی کریم ﷺ اپنی قبر میں زندہ ہیں اور رزق بھی دیا جاتا ہے۔ (ایضاص ۳۶)

ناظرین کرام زمانہ تخفیف پسندی کا ہے۔ میں آپ کو زیادہ تکلیف دینا نہیں چاہتا فقط حوالہ عرض کئے دیتا ہوں کہ علامہ قرطبی رحمۃ اللہ علیہ نے اپنی مشہور تفسیر ''الجامع لاحکام القرآن'' میں بھی حیات انبیاء کا اقرار فرمایا ہے اور علامہ ابن رشد مالکی رحمۃ اللہ علیہ نے بھی حیات بعد از ممات انبیاء علیہم السلام کے لئے اپنی قبور میں ثابت فرمائی ہے اور علامہ ابن امیر الحاج مالکی رحمۃ اللہ علیہ نے بھی اسی امر کو محقق ثابت کیا ہے۔

حضرات علماء کرام احناف عظام

قارئین کرام! جب کہ قبل ازیں ایک رسالہ بنام (حیات النبی ﷺ اور علماء دیوبند) پیش خدمت ہو چکا ہے۔ تو اب حضرات علماء احناف کے حوالہ جات پیش کرنے کی چنداں ضرورت تو نہیں تھی۔ اس لئے کہ اکابر دیوبند حنفیت سے سر مو بھی باہر نہیں اور ذرہ برابر بھی مغایر نہیں۔ مگر ہو سکتا ہے کہ بعض احباب کو سابقہ رسالہ نہ پہنچا ہو تو ان کو یہ تشویش ہوگی کہ مذاہب ثلاثہ کے حوالہ جات کے ساتھ احناف کا حوالہ کیوں نہیں پیش کیا گیا اور جدل وفریب سے کام لینے والے حضرات باچھیں پھاڑ پھاڑ کر شور مچائیں گے کہ ہم نہ مالکی ہیں نہ شافعی نہ حنبلی۔ ہم تو حنفی ہیں۔ تو لیجئے احناف کا حوالہ بھی پڑھ لیں اور پھر جب کہ اس کو بھی تم نہیں مانو گے تو ظاہر ہو جائے کہ تم حنفی بھی نہیں ہو بالکل معتزلی ہو۔ محدثین ومفسرین احناف کے علاوہ فقہاء احناف کی عبارتیں بھی نقل ہوں گی۔ جن کی کتابوں پر حضرات مماتی بھی روزمرہ کے مسائل میں فتویٰ دیتے رہتے ہیں اور پورے اعتماد کے ساتھ ان کا قول نقل کرتے ہیں اور ان کا قول بطور سند پیش کرتے ہیں۔ مگر مسئلہ حیات النبی ﷺ چونکہ مزاج مبارک کے خلاف تھا تو انہیں فقہاء احناف کے قول کا اعتبار نہیں کیا جن کے اقوال پر نکاح پڑھاتے ہیں۔ تعصب اور ہٹ دھرمی بہت بری چیز ہے۔ علامہ شامی رحمۃ اللہ علیہ اور قاضی خان رحمۃ اللہ علیہ وغیرہ حضرات کے اقوال نماز، روزہ، حج، زکوٰۃ، نکاح، طلاق، بیع وشرا وغیرہ وغیرہ میں معتبر ہیں مگر حیات النبی ﷺ میں ان کے اقوال کا کوئی اعتبار نہیں۔ اس مسئلہ میں یہ تمام بھول گئے اور بھولتے ہی چلے گئے چودہ صدیوں میں ان کی بھول کی تصحیح کسی نے نہ کی آج ان کی تصحیح کرنے والے پیدا ہوئے۔ مگر تصحیح کنندہ حضرات کو یہ خیال نہیں آتا کہ۔

بر مخنث سلاح جنگ چہ سود

''والی اللہ المشتکی''

الامام الھمام العمدۃ المقدام صاحب الترجیح والتمییز قاضی الکوفۃ ابو الفضل مجد الدین عبداللہ بن محمود الموصلی

امام موصوف کے اپنے متن المختار کی شرح الاختیار کا حوالہ ہدیہ ناظرین کر رہا ہوں اور واضح ہو کہ کتاب المختار علماء احناف کے ان متون اربعہ میں سے ہے جن پر فقہاء احناف کے فتاویٰ کا مدار ہے اور یہ چاروں کتابیں یعنی

المختار، الوقایہ، مجمع البحرین، کنز الدقائق۔ احناف کے نزدیک اصح ترین کتابیں ہیں جن کو صحاح اربعہ کہا جاتا ہے۔
اسی کتاب میں امام موصوف زائر روضہ مبارک کے آداب بیان فرماتے ہوئے رقمطراز ہیں۔

"یدنو منه قدر ثلاثة اذرع او اربعة ولا یدنو منه اکثر من ذالک ولا یضع یده علی جدار التربة فهو اهیب و اعظم للحرمة ویقف کما یقف فی الصلوة ویمثل صورته الکریمة البهیة ﷺ کانه نائم فی لحده عالم به یسمع کلامه۔ قال ﷺ من صلی علی عندقبری سمعته" (الاختیار شرح المختار ج۱ ص ۱۷۴)

روضہ مبارک کی زیارت کرنے والے کو چاہئے کہ تین، چار گز کے فاصلہ پر کھڑا ہو اور اس سے زیادہ قریب نہ ہو۔ حد ادب ملحوظ رکھے اور دیوار پر ہاتھ مت رکھے کیونکہ ایسا کرنا حضور علیہ السلام کی عظمت و حرمت کے خلاف ہے اور حضور علیہ السلام کی صورت مبارک کا تصور یوں کرے کہ حضور ﷺ لحد میں لیٹے ہوئے ہیں کہ نبی کریم علیہ السلام نے فرمایا جو میری قبر کے نزدیک سلام پڑھتا ہے۔ میں خود سنتا ہوں۔

العلامة الفقیه الفهامة النبیه خاتمة المحققین

الشیخ محمد امین الشهیر بابن عابدین الشامی

"فقد افاد فی الدر المنتقی انه خلاف الاجماع قلت واما ما نسب الی الامام الاشعری امام اهل السنت والجماعة من انکار ثبوتها بعد الموت فهو افتراء وبهتان والمصرح به فی کتبه وکتب اصحابه خلاف ما نسب الیه بعض اعدائه لان الانبیاء علیهم السلام احیاء فی قبورهم" (شامی ج ۳ ص ۲۵۹)

کتاب درمنتقی میں نص ہے کہ حضور علیہ السلام کی موت کے بعد آپ کی رسالت کو حقیقی نہ ماننا خلاف اجماع ہے اور امام اہل سنت والجماعت حضرت امام اشعری کی طرف جو نسبت ان کے دشمنوں نے کی ہے کہ وہ بعد از موت مجازی نبوت کے قائل تھے یہ بالکل جھوٹ اور سراسر بہتان ہے۔ کیونکہ ان کی اپنی اور ان کے اصحاب کی کتابوں میں رسالت حقیقی بعد الموت کی تصریح موجود ہے۔ نبی کریم ﷺ نے فرمایا انبیاء اپنی قبروں میں زندہ ہیں اور زندہ کی رسالت حقیقی ہے نہ مجازی۔

ناظرین کرام کو معلوم ہونا چاہئے کہ فرقہ معتزلہ نے ایک خطرناک منصوبہ کے تحت انکار حیات انبیاء علیہم السلام کا مزعومہ عقیدہ اپنایا ہے اور وہ یہ ہے کہ معتزلہ ہر نبی کو بعد از موت نبوت سے معزول مانتے ہیں تو ان کے عندیہ میں موت کے بعد ہر نبی اور رسول مجازاً نبی اور رسول ہے۔ یعنی کسی زمانہ میں یہ نبی تھا جب کہ زندہ تھا۔ جیسے دنیاوی منصب کا حال ہے کہ کوئی سابق کپتان ہے اور کوئی سابق ڈپٹی کمشنر۔ تو پھر جب کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام دنیا میں تشریف لائیں گے۔ تو وہ دنیا میں زندہ نبی اور حقیقی نبی ہوں گے اور حضرت محمد رسول اللہ ﷺ چونکہ دنیا سے انتقال فرما گئے ہیں اور حیات بعد از وفات انبیاء کے لئے وہ مانتے نہیں تو ان کے ہاں نبی کریم ﷺ مجازی نبی ہوئے اور ظاہر ہے کہ حقیقی نبی کے کلمہ کو چھوڑ کر مجازی نبی کا کلمہ کون پڑھے گا اور حقیقی رسول کی شریعت کو ترک کر کے مجازی رسول کی شریعت پر کیوں عمل کیا جائے گا۔

لہٰذا فرقہ معتزلہ کے عندیہ کے مطابق حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی آمد پر ان پر ایمان لانا ہوگا۔ ان کا کلمہ پڑھنا ہوگا اور ان کی شریعت پر عمل کرنا ہوگا وہ زندہ نبی ہیں اور معتزلہ کے ہاں حقیقی نبی وہی ہیں اور جو انبیاء فوت ہو چکے ہیں وہ تمام مجازی نبی ہیں۔ یہ ہے حقیقت انکار حیات انبیاء کی۔

تو گویا شریعت عیسوی شریعت محمدیہ کی ناسخ ہو جائے گی کہ وہ حقیقی رسول کی شریعت ہے۔اس لئے حضرت امام اعظم رحمہ اللہ کے وقت سے اس فتنہ کی تردید شروع ہوئی اور ہر صاحب مذہب نے حیات انبیاء کا اقرار کیا اور نبی کریم ﷺ کی نبوت حقیقیہ بعد از وفات کا ثبوت مہیا کیا۔جس طرح کہ سابقہ اوراق میں حضرت امام اعظم ابو حنیفہ رحمہ اللہ کا قول نقل کر چکا ہوں۔

اب غور فرمایئے انکار حیات انبیاء کس قدر خطرناک عیسائیت نوازی ہے اور کس قدر شدید اسلام دشمنی ہے۔ جس کو علماء سوء نوجوانوں کے سامنے پیش کر رہے ہیں اور کمال توحید کا عنوان دیتے ہیں۔کیا اللہ تعالیٰ کی حیات قبر کی حیات ہے کہ یہ حیات انبیاء علیہم السلام کے حق میں ماننے سے شرک لازم آتا ہے۔شرک تو صفات خداوندی میں کسی کو شریک ماننے کا نام ہے۔کچھ بھی نہیں یہ صرف عیسائیت کا در پردہ پرچار ہے اور نام تو اچھا رکھنا ہی پڑتا ہے نام پر تو کام چلتا ہے۔معتزلہ بھی اپنے آپ کو ''اصحاب العدل والتوحید'' کہتے تھے۔تو کیا وہ ایسے ہی تھے۔نہیں بالکل نہیں وہ تو وہی تھے جو حضرت امام حسن بصری نے فرمایا تھا۔''اعتزل عنا'' اور تمام اہل سنت والجماعت نے ان کو معتزلہ ہی کہا۔

واصل بن عطا بانی فرقہ معتزلہ کے حق میں حضرت امام نے یہ فرمایا تھا اور اول میں اس نے حضرت امام حسن رحمہ اللہ کی شاگردی اختیار کی اور پھر من گھڑت باتیں شروع کر دیں اور عقلی سوال پیش کر کے حدیث کو رد کرنا شروع کر دیا تو حضرت امام نے فرمایا یہ شخص ہمارے عقیدہ سے ہٹ گیا ہے اس کی بات مت ماننا۔تو اس فرقہ کا نام معتزلہ مشہور ہوا۔یعنی فرقہ اہل سنت والجماعت کے خلاف ہے اور احادیث پر عقلی اعتراض کرتا ہے وہ معتزلہ ہے۔ ندائے حق حضرت نیلوی کی تمام عقلی ڈھکوسلوں سے بھرپور ہے۔مثلاً فرماتے ہیں نبی زندہ ہے تو خود فیصلہ فرماتا، نماز پڑھاتا، عذاب قبر کے وقت قبرستان کے مکان اور درخت کیوں نہیں گرتے وغیرہ وغیرہ۔

العلام الهمام الشيخ الإمام الحافظ بدر الدين محمود بن احمد العيني المتوفى ۸۵۵ھ

علامہ بدرالدین عینی رحمہ اللہ شارح صحیح بخاری کا رتبہ علم حدیث میں نہایت بلند ہے۔احناف کے حفاظ حدیث میں ان کا مرتبہ بہت عالی ہے۔حافظ الدنیا ابن حجر عسقلانی شافعی رحمہ اللہ کے ہمعصر اور ہم زلف اور ہم مرتبہ ہیں۔دونوں حضرات نے بخاری کی شرح فرمائی ہے۔ابن حجر شوافع میں بے مثال ہیں اور علامہ عینی احناف میں بے نظیر۔حافظ ابن حجر کا حوالہ شوافع کے حوالہ جات میں مرقوم ہو چکا ہے اور علامہ عینی کی عبارت شرح بخاری اب پیش خدمت ہے۔

''قوله ولا يذيقك الموتتين...واراد بالموتتين الموت في الدنيا والموت في القبر وهما الموتتان المعروفتان المشهورتان فلذالك ذكرهما بالتعريف وهما الموتتان الواقعتان لكل احد غير الانبياء عليهم السلام فانهم لا يموتون في قبورهم بل هم احياء۔ واما سائر الخلق فانهم يموتون في القبور ثم يحيون يوم القيامة ومذهب اهل السنت والجماعة ان في القبر حياة وموتا بلا بد من ذوق الموتتين لكل احد غير الانبياء وقد تمسك بقوله لايذيقك الله الموتتين من انكر الحياة في القبر وهم المعتزلة ومن نحا نحوهم'' (عمدۃ القاری شرح البخاری ج ۱۶ ص ۱۸۵)

حضور علیہ السلام کے انتقال کے بعد حضرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ نے فرمایا۔(اللہ کی قسم اللہ تعالیٰ آپ کو دو موتیں نہیں دے گا۔) تو اس کی تشریح میں علامہ بدرالدین عینی رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ تمام انسانوں کے لئے دو موتیں ہیں

ایک موت دنیا میں آتی ہے اور قبر میں منکر نکیر کے سوال و جواب کے لئے میت کو زندہ کیا جاتا ہے اور پھر دوسری موت قبر میں دی جاتی ہے۔ مگر انبیاء علیہم السلام کو دنیاوی موت کے بعد جب قبر میں حیات ملتی ہے تو پھر دوسری موت یعنی قبر کی موت نہیں دی جاتی اس لئے انبیاء علیہم السلام کو فقط ایک موت ہوئی اور دو موتیں نہ ہوئیں کیونکہ انبیاء اپنی قبور میں زندہ ہیں اور فرقہ معتزلہ کہ جنہوں نے حیات قبر کا انکار کیا انہوں نے اس حدیث سے غلط استدلال کیا جو کہ اہل سنت والجماعۃ کے خلاف ہے اور اہلسنت نے ان کی تردید کی (آگے معتزلہ کا استدلال اور اس کا جواب مذکور ہے)

ناظرین علامہ عینی کی عبارات سے ثابت ہوا کہ اہلسنت والجماعت حیات فی القبر کے قائل ہیں اور صرف معتزلہ ہی اس کے منکر ہیں۔

الفتاویٰ الهندیه الشهیرة بالفتاویٰ العالمگیریه

حضرات قارئین! یہ وہ کتاب جو سلطان محی الدین اورنگ زیب عالمگیر رحمہ اللہ کے دور حکومت میں تعزیرات اسلامی کی حیثیت سے مرتب ہوئی اور جس کی تحقیق و تنقیح میں کم و بیش اسی علماء کی مجلس علمی قائم کی گئی تھی یہ تمام علماء اکابر متاخرین تھے۔ صاحب کشف الظنون اس کے متعلق فرماتے ہیں۔ ''وهي مشهورة مقبولة معمول بها متداولة بين العلماء والفقهاء وهي نصب عين من تصدر للحكم والافتاء'' یعنی یہ فتاویٰ بہت مشہور اور مقبول ہے اور علماء و فقہاء کا عمل اسی پر رہا اور جو شخص فتویٰ چاہے یہ اس کا نصب العین ہے۔

''ثم ينهض فيتوجه الى قبره ﷺ فيقف عند راسه مستقبل القبلة ثم يدنو من ثلاثة اذرع او اربعة لا يدنو منه اكثر من ذالك ولا يضع يده على جدار التربة فهو اهيب واعظم للحرمة ويقف كما يقف في الصلوة ويمثل صورته الكريمة البهية كانه نائم في لحده عالم به يسمع كلامه'' (فتاویٰ عالمگیری ج۱ص۲۸۲)

روضہ انور کا زائر دوگانہ شکرانہ ادا کرنے کے بعد حضور علیہ السلام کی قبر شریف کی طرف متوجہ ہو اور تین، چار گز کے فاصلہ پر کھڑا ہو۔ دیوار کو ہاتھ نہ لگائے کہ ادب یہی ہے اور نبی کریم ﷺ کا تصور یوں کرے کہ آپ لحد میں آرام فرما رہے ہیں اور اس کو دیکھ رہے ہیں اور اس کی کلام و سلام کو سن رہے ہیں۔

المحقق على الاطلاق الحافظ الفقيه الشيخ الامام كمال الدين محمد بن عبدالواحد الشهير بالعلامة ابن همام الحنفي المتوفى ٨٦١ھ

علامہ ابن ہمام رحمہ اللہ کی علمی شخصیت محتاج تعارف نہیں ہے۔ حافظ الدنیا ابن حجر عسقلانی رحمہ اللہ کے ہم استاد اور علم حدیث میں ہم مرتبہ ہیں اور فقہ حنفی میں ان کے متعلق علامہ شامی فرماتے ہیں۔ قد بلغ مبلغ الاجتهاد۔ یعنی فقہ میں اجتہاد کے رتبہ کو پہنچے ہوئے تھے۔ علامہ موصوف اپنی مشہور عالم کتاب فتح القدیر شرح ہدایہ میں نبی کریم ﷺ کے روضہ انور کی زیارت کے آداب بیان فرماتے ہوئے تحریر فرماتے ہیں۔

''ولیبلغ سلام من اوصاه بتبليغ سلامه فيقول السلام عليك يارسول الله وروى ان عمر بن عبدالعزيز رحمہ اللہ كان يوصى بذالك ويرسل البريد من الشام الى المدينة الشريفة بذالك''

(فتح القدیر ج۲ص۲۳۷)

قبر مبارک کی زیارت سے مشرف ہونے والا ان لوگوں کے سلام دربار نبوی میں عرض کرے جنہوں نے سلام عرض کرنے کو کہا تھا اور یوں کہے یارسول اللہ فلاں ولد فلاں آپ کے حضور سلام عرض کرتا تھا اور حضرت عمر بن عبدالعزیز رحمہ اللہ باقاعدہ شام سے مدینہ منورہ کو ایک پیغام رساں بحضور نبی کریم ﷺ سلام عرض کرنے کے لئے بھیجتے تھے۔

برادران باانصاف غور فرمائیں کہ نبی کریم ﷺ کے صرف روح پرفتوح پر سلام پڑھنا مقصود ہوتا تو جہاں سے درود پڑھا جائے درست ہے قبر مبارک تک آدمی بھیجنے کی کیا ضرورت تھی۔ امام ابن ہمام قبر شریف پر سلام پہنچانے کو تحریر کر رہے ہیں اور حضرت امیر المؤمنین جو کبار تابعین میں سے ہیں صحابہ کرام کے شاگرد ہیں اور جنہوں نے پھر سے خلافت راشدہ قائم فرمائی تھی۔ وہ مستقل پیغام رساں برائے سلام دربار خیر الانام ﷺ میں بھیج رہے ہیں اور کسی صحابی یا تابعی نے نکیر نہیں فرمائی اور یوں نہ کہا کہ یہ کیا عبث کام ہے۔ بلکہ بالفاظ تحسین اور بطور سند ان کا فعل نقل کیا گیا تو یقیناً یہی بات ہے کہ قبر شریف پر پڑھا ہوا سلام خود نبی کریم ﷺ سماعت فرماتے ہیں۔ لہٰذا اب اس کے لئے تو دنیا کے خزانے خرچ کر دینا بھی کم ہے۔

''اللّٰھم صلّ علٰی سیدنا و مولانا محمد افضل صلواتک بعدد معلوماتک و بارک و سلم''

الحبر العلام و البحر الطمطام فخر المحدثين المولى خليل احمد السهارنفوری المهاجر المکی

علامہ موصوف نے سنن ابی داؤد کی شرح بنام ''بذل المجہود'' تحریر فرمائی ہے جو عرب وعجم میں بڑی مقبولیت کی حامل ہے۔ حتیٰ کہ مدینہ منورہ میں استاد الحدیث اسی شرح میں فرماتے ہیں۔

''ان الله عزوجل حرم على الارض اى منعها اجساد الانبياء اى من ان تأكلها فان الانبياء فى قبورهم احياء'' (بذل المجہود ج ۲ ص ۱۶۰)

نبی کریم علیہ السلام نے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ نے انبیاء علیہم السلام کے اجسام زمین پر حرام کر دیئے ہیں یہ اس لئے کہ انبیاء علیہم السلام اپنی قبور میں زندہ ہیں۔

علماء اہل الظواہر یعنی حضرات غیر مقلدین

اہلسنت والجماعت کے چاروں مذاہب کے حوالہ جات مرقوم ہو چکے ہیں۔ اہلسنت کا پانچواں فرقہ وہ لوگ ہیں جو غیر مقلدین ہیں جن کو اہل ظواہر بھی کہا جاتا ہے۔ یہ حضرات اگرچہ اجتہاد وقیاس کے قائل نہیں اسی لئے کسی امام کے مقلد نہیں مگر بہرحال جماعت اہلسنت سے خارج نہیں ہیں۔ آخر میں ان حضرات کے چند حوالہ جات بھی ہونے چاہئیں تاکہ واضح ترین ہو جائے کہ اہلسنت کے تمام فرقے حیات انبیاء علیہم السلام پر متفق ہیں اور منکر حیات صرف معتزلہ ہی ہیں اور عوام مسلمان سمجھ لیں کہ منکر حیات انبیاء نہ حنفی ہے نہ مالکی ہے نہ شافعی ہے نہ حنبلی ہے اور نہ اہل حدیث کی جماعت سے ہے یہ کوئی اور بلائے ناگہانی ہے۔ اللہ تعالیٰ ہر مسلمان کو ان بلاؤں سے محفوظ رکھے۔ آمین

الشيخ الامام الربانى قاضى القضاة العلامہ محمد بن على الشوكانى

''والاحاديث فيها مشروعية الاكثار من الصلوة على النبى ﷺ يوم الجمعة فانها تعرض عليه ﷺ وانه حى فى قبره وقد اخرج ابن ماجة باسناد جيد انه ﷺ قال لابى الدرداء ان الله عزوجل حرم على

الارض ان تاکل اجساد الانبیاء۔ وفی روایة للطبرانی لیس من عبد یصلی علی الا بلغنی صلوته قلنا وبعد وفاتک قال وبعد وفاتی ان اللہ عزوجل حرم علی الارض ان تاکل اجساد الانبیاء وقد ذھب جماعة من المحققین الی ان رسول اللہ ﷺ حیی بعد وفاته وانه یسر بطاعات امته وان الانبیاء لا یبلون مع ان مطلق الادراک کالعلم والسماع ثابت لسائر الموتیٰ وقد صح عن ابن عباس مرفوعا ما من احد یمر بقبر اخیه المؤمن وفی روایة بقبر الرجل کان یعرفه فی الدنیا فیسلم علیه الاعرفه ورد علیه... وورد النص فی کتاب اللہ فی حق الشهداء انهم احیاء یرزقون وان الحیاة فیهم متعلقة بالجسد فکیف بالانبیاء والمرسلین وقد ثبت فی الحدیث ان الانبیاء احیاء فی قبورهم۔ رواہ المنذری وصححه البیهقی وفی صحیح مسلم عن النبی ﷺ قال مررت بموسیٰ لیلة اسری بی عند الکثیب الاحمر وهو قائم یصلی فی قبره''

(نیل الاوطار ج ۳ ص ۲۴۸)

ان احادیث سے ثابت ہے کہ جمعہ کے روز درود زیادہ پڑھا جائے اور درود حضور علیہ السلام پر پیش کیا جاتا ہے اور حضور نبی کریم ﷺ اپنی قبر شریف میں زندہ ہیں۔ (پھر ابن ماجہ اور طبرانی کی روایتیں نقل فرمائی ہیں اور فرمایا) جماعت محققین کا یہی قول ہے کہ رسول اللہ ﷺ بعد از وفات زندہ کئے گئے ہیں اور امت کی نیکیوں پر خوش ہوتے ہیں اور مطلق علم وسماع تو تمام موتی کے لئے ثابت ہے جیسا کہ ابن عباس رضی اللہ عنہ کی روایت میں ہے اور شہداء کے حق میں تو نص قرآنی موجود ہے کہ وہ زندہ ہیں اور رزق دیئے جاتے ہیں اور ان کی حیات ابدان سے متعلق ہے تو انبیاء اور مرسلین کیونکر زندہ نہیں ہوں گے حالانکہ حدیث میں ثابت ہے کہ انبیاء علیہم السلام اپنی قبروں میں زندہ ہیں جیسا کہ حافظ منذری رحمہ اللہ نے روایت کی ہے اور امام بیہقی نے تصحیح کی ہے اور صحیح مسلم میں ہے کہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا میں نے موسیٰ علیہ السلام کو اپنی قبر میں نماز پڑھتے دیکھا ہے۔

محدث شہیر علامہ کبیر مولانا اشرف الحق عظیم آبادی

علامہ موصوف اپنی کتاب ''عون المعبود شرح سنن ابی داؤد'' میں فرماتے ہیں: ''ان الانبیاء فی قبورهم احیاء'' (عون المعبود ج ۱ ص ۴۰۵ بحوالہ مقام حیات)

اور نیز رسالہ امام بیہقی سے سند لیتے ہوئے فرماتے ہیں۔ وهو حیی دائما۔ (عون المعبود بحوالہ رحمت کائنات)

محدث اعظم حضرت میاں نذیر حسین دہلوی

محدث موصوف اپنے فتاویٰ مسمی فتاویٰ نذیریہ میں فرماتے ہیں اور حضرات انبیاء کرام علیہم السلام اپنی اپنی قبروں میں زندہ ہیں۔ خصوصاً آں حضرت ﷺ فرماتے ہیں کہ جو کوئی عند القبر درود بھیجتا ہے۔ میں سنتا ہوں اور دور سے پہنچایا جاتا ہے۔ چنانچہ مشکوۃ وغیرہ کتب حدیث سے واضح ہوتا ہے۔ (ضمیمہ فتاویٰ نذیریہ ص ۵۵ بحوالہ رحمت کائنات ص ۳۰۰)

اجماع برحیات انبیاء

۱...... محدث کبیر علامہ سخاوی رحمہ اللہ تلمیذ رشید حافظ الدنیا ابن حجر عسقلانی رحمہ اللہ فرماتے ہیں۔

''نحن نؤمن ونصدق بانه ﷺ حیی یرزق فی قبره وان جسده الشریف لاتاکله الارض والاجماع علی هذا'' (القول البدیع ص ۲۵ بحوالہ مقام حیات)

ہمارا ایمان ہے کہ نبی کریم ﷺ اپنی قبر میں زندہ ہیں اور رزق دیئے جاتے ہیں اور اس پر اجماع امت ہے۔

۲...... محقق دوران محدث زمان مولانا محمد عابد سندھی رحمہ اللہ استاد حضرت شاہ عبدالغنی محدث دہلوی رحمہ اللہ فرماتے ہیں۔ ''اما هم (ای الانبیاء) فحیاتهم لاشک فیها و لا خلاف لاحد من العلماء فی ذالک... فهو ﷺ حیی علی الدوام'' (رسالہ مدینہ ص ۱۴ بحوالہ مقام حیات)

انبیاء علیہم السلام کی حیات میں کسی کا خلاف نہیں۔ان کی حیات بلا شک وشبہ ہے تو حضور ﷺ دائماً زندہ ہیں۔

۳...... حضرت شیخ عبدالحق محدث دہلوی رحمہ اللہ ، مشہور و مقبول عالم کتاب اشعۃ اللمعات شرح مشکوۃ میں فرماتے ہیں۔ ''حیات آں حضرت متفق علیہ است ہیچ کس را دروے خلافے نیست'' (اشعۃ اللمعات ج ا ص ۶۱۳)

انکار اجماع کے متعلق امام ابن تیمیہ رحمہ اللہ کا فیصلہ

ناظرین کرام! حیات انبیاء علیہم السلام پر اجماع امت جب نقول منقولہ ثابت ہو چکا ہے اور علامہ سخاوی رحمہ اللہ وغیرہ کی نص بر اجماع نقل کرنے کے بعد اب اجماع کے خلاف عمل یا اعتقاد رکھنے والے کے متعلق حضرت امام ابن تیمیہ رحمہ اللہ کا فیصلہ ملاحظہ فرمائیں اور پھر فرقہ معتزلہ منکرین حیات انبیاء کے حق میں فیصلہ خود فرمائیں۔

''فکل مسئلة یقطع فیها بالاجماع وبانتفاء المنازع من المؤمنین فانها مما بین الله فیه الهدی ومخالف مثل هذا الاجماع یکفر کما یکفر مخالف النص البین'' (طریق الوصول الی العلم المأمول ص ۱۰)

ہر وہ مسئلہ جس میں یقینی طور پر امت کا اجماع ثابت ہو جائے اور کسی مؤمن کا خلاف نہ ہو تو اللہ کی طرف سے اسی میں ہدایت منحصر ہے اور ایسے اجماع کا مخالف کافر ہو جاتا ہے جس طرح نص قرآنی کا منکر کافر ہے۔

دعوت انصاف

قارئین کرام سے درخواست ہے کہ تھوڑے سے وقت کے لئے خالی الذہن ہو کر موافقت و مخالفت سے ہٹ کر انصاف کے میدان میں اپنے عقل وفکر کو کھڑا کر کے غور فرمائیں تو کیا آپ کی دیانت وامانت یہ گوارہ کرے گی کہ ان فحول امت اور جمہور محدثین وفقہاء کو غلط تصور کیا جاسکتا ہے؟ اور چودہ صدیوں کے بعد کی تحقیق کو قابل قبول گردانا جاسکتا ہے؟ نہیں ہرگز نہیں کیا چاروں مذاہب کے علماء بھول گئے اور حقیقت تک کوئی بھی نہیں پہنچا اور کیا لاکھوں کروڑوں محدثین ومفسرین فقہاء اور اولیاء غلط عقیدہ پر تھے اور جماعت غیر مقلدین جو اپنی تحقیق مستقل رکھتے ہیں اور کسی امام کے تابع نہیں ہیں بلکہ بلا واسطہ امام حدیث پر خود عمل کرتے ہیں ان کو بھی احادیث میں غلطی ہی پیش آتی رہی اور کیا ان تمام علماء کرام کو وہ آیات معلوم نہیں تھیں جن کو یہ لوگ پڑھ پڑھ کر سناتے ہیں کیا کسی نے بھی تمام قرآن کا ختم نہیں کیا تھا؟ کیا یہ آیات تلاوت میں نہیں آئی تھیں کیا مفسرین نے تیس پارے قرآن مجید کی تفسیر میں ان آیات کو پڑھنے کے بعد بھی حیات النبی ﷺ کے قائل رہے۔

حقیقت یہ ہے کہ جو آیات قرآنیہ معتزلہ پڑھتے ہیں وہ دنیاوی موت سے متعلق ہیں جو متفق علیہ ہے۔ بحکم ''کل نفس ذائقة الموت'' (العنکبوت:۵۷) دنیا میں ہر ایک کو ایک مرتبہ موت کا آنا ضروری ہے۔اسی لئے ''ان محمدا قد مات'' فرمایا گیا مگر بحث اس موت کے بعد آنے والی حیات میں ہے اور اس حیات سے ان آیات کا کیا

تعلق جو اس سے قبل کی موت کا ذکر فرما رہی ہیں۔ اختلاف اس موت میں ہے جو اگر ہوتی تو وہ دوسری موت ہوتی یعنی قبر کی موت۔ اسی کی تردید میں صدیق اکبر ؓ نے فرمایا۔ ''واللہ لا یذیقک اللہ الموتتین'' یعنی اللہ کی قسم اللہ آپ کو دو موتیں نہیں دے گا یہ کس قدر سینہ زوری اور مغالطہ دہی ہے کہ اختلافات دوسری موت میں ہے اور آیات پہلی موت کی پیش کی جاتی ہیں اور بغلیں بجائی جاتی ہیں کہ ہم نے قرآن سے ثبوت پیش کر دیا ہے۔ عوام کی جہالت سے نفع اٹھاتے ہوئے اپنے ساتھ ان کے عقیدہ کو بھی چوپٹ کر دیا اور دل ہی دل میں دعا کرتے ہیں۔

اے خدائے بزرگ عقدہ کشا ۔۔۔ رکھ سلامت جماعت جہلا
چشم عالم کو کور رہنے دے ۔۔۔ میرے جلسوں میں زور رہنے دے
بند ہیں جن پر عقل کی راہیں ۔۔۔ وہ بشر ہیں میری چراگاہیں

الانتباہ

ایک دس ورقی بنام صدا دیکھنے میں آئی جو کہ راولپنڈی سے شائع ہوئی اور ایک مجہول الذات والصفات شخص کی طرف منسوب کی گئی۔ مجہول موصوف نے جس کتاب کے محاسبہ کی غرض سے یہ دس ورقی تحریر کی اس کتاب کی ایک عبارت کا بھی محاسبہ نہ کر سکے۔

جناب نامعلوم صاحب اگر ادائے حق کے محاسبہ کا خیال خام ہے۔ تو آپ کو بتائے دیتا ہوں کہ آپ کا یہ خواب شرمندہ تعبیر نہیں ہوگا۔ ادائے حق میں علامہ نیلوی پر فقط تین اعتراض تھے۔

۱...... انبیاء علیہم السلام سے استہزاء۔ ۲...... توہین صحابہ کرام رضی اللہ عنہم۔

۳...... علماء امت کی بے ادبی۔

اور ان امور سے نیلوی صاحب کی کتاب بھرپور ہے اگر ایڑی چوٹی کا زور لگا کر بھی ان کا جواب دینا چاہو تو بھی نہیں ہو سکے گا۔ ''ولو کان بعضھم لبعض ظھیرا۔ (البقرۃ: ۲۴) فان لم تفعلوا ولن تفعلوا۔ (بنی اسرائیل: ۸۸) فاستحیوا من اللہ ورسولہ ولا تسبوا اصحابہ واولیاہ'' کیا انبیاء کو زندہ درگور کہنا بے ادبی نہیں کیا صحابہ کو غیر عادل کہنا سوء ادبی نہیں کیا جمہور علماء کو زنبور کہنا گستاخی نہیں؟

شاید آپ کے ہاں یہ قابل صد نفریں عبارتیں گستاخیاں نہ ہوں مگر مسلمانوں کے ہاں ایسی عبارتیں یقیناً ایمان سوز ہیں اور پھر ان گستاخیوں کو ظاہر کرنا آپ کے نظریہ میں اتنا جرم تھا کہ سرگودھا سے پنڈی تک زلزلہ آ گیا۔

نیز حضرت محمد یٰسین کو یہ بھی بتانا ہوگا کہ نیلوی صاحب تو اپنی کتاب کے ص ۳۰۲ میں فرماتے ہیں۔ (جب صحابی کا عمل حجت نہیں تو جنگلی کے عمل کا کیا مقام ہے) اور آپ اپنی صدا کے آخر میں صدا لگا رہے ہیں (صحابہ معیار حق ہیں تنقید سے بالاتر ہیں) تو اب حق پر کون ہے اور باطل کون ہم کس کو جھوٹ کہیں اور کس کو سچ۔ قارئین کرام نصیحت قبول کرنا ان لوگوں کو نصیب نہیں مگر آپ کی ضیافت طبع کے لئے چند اشعار پیش کرتا ہوں۔

سنا ہے مماتی ہے شاداں وفرحاں ۔۔۔ ہے اپنی صدا اور ندا پر وہ نازاں
نہیں اس پہ الزام کچھ بھی مگر ہاں ۔۔۔ سمجھدار یہ کہہ کے ہوتا ہے حیراں

کہ یہ بات ہم کو ضروری بتانا
یہ مذہب ہے یا کھیل ہے مہر بانا
کہو تم صحابہ کو معیار جانو
اور اپنے گرد کی نہ یہ بات مانو
تو چیلے پلٹ آئے ہیں راہ پاکر
مگر بھولتا ہی گیا ان کا ٹھاکر
یہی نیلوی کو بتایا تو ہوتا
کہ وہ اپنا اسلام وایماں نہ کھوتا
ہے اقوال میں جب خلاف آشکارا
نہ تم نیلوی کے نہ وہ ہے تمہارا
کوئی نیلوی اور کوئی راولی ہے
کوئی پنڈوی اور بندیالوی ہے
یہ معجون مرکب مجاذیب کا ہے
پلندہ ہی سارا اکاذیب کا ہے۔

نیز صدا میں یہ بھی رونا رویا گیا ہے (ہم لوگ حیران ہیں کہ آخر حضرت نیلوی صاحب پر اتنا غصہ کیوں نکالا گیا؟ آخر حضرت احمد سعید صاحب گکڑ ہٹہ پر اتنا واویلا کیوں کیا گیا)

جناب والا اس قدر تجاہل عارفانہ اچھا نہیں کیا آپ نے نیلوی صاحب کی نداء نہیں سنی اور آپ کو معلوم نہیں کہ صاحب نداء نے انبیاء علیہم السلام اور صحابہ رضی اللہ عنہم اور علماء امت واکابر دیوبند علیہم الغفر ان کی کس قدر توہین کی ہے اگر معلوم نہیں تو ایک دفعہ اداء حق کا مطالعہ فرمالیجئے تاکہ آپ کو وضاحت ہوجائے۔ کیا ان حضرات کی توہین آپ کے ہاں قابل مواخذہ نہیں یا نیلوی صاحب آپ کے عندیہ میں اس قدر رفیع الشان ہیں کہ وہ انبیاء پر بھی اگر چاہیں تو تنقید کرتے رہیں اگر ایسا نہیں اور یقیناً نہیں تو نیلوی صاحب کی تردید ہر مسلمان پر واجب ہے۔

باقی رہے آپ کے مبلغ اعظم جو حقیقت میں مفتن اعظم ہیں یعنی گکڑ ہٹوی تو ان کے متعلق اپنے مرکز تعلیم القرآن راجہ بازار، راولپنڈی سے جاری شدہ فتویٰ پیش خدمت ہے اس کو پڑھنے کے بعد فیصلہ خود فرمائیں۔

راولپنڈی کا فتویٰ

• ۳۰ مارچ ۱۹۷۸ء باسمہ تعالیٰ بخدمت محترم حضرت شیخ القرآن صاحب مدظلہ العالی

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ، معروض ہوں کہ ضلع سرگودھا میں حضرت مولانا احمد سعید صاحب بمقام گکڑ ہٹہ ضلع ملتان تقریریں کررہے ہیں اور اشاعت التوحید والسنہ کا مرکزی مبلغ ظاہر کرتے ہیں۔ مسئلہ حیات النبی ﷺ کو بہت کھینچ تان کر بیان کرتے ہیں۔ جس سے دیوبندی پارٹی میں بڑی نفرت اور کش مکش پیدا ہورہی ہے۔ کئی لوگ کہتے ہیں مسلک ان کا ٹھیک ہے اور کئی لوگ کہتے ہیں کہ علماء جمہور اس عقیدہ کے خلاف ہیں۔ لہٰذا حضرت والا سے درخواست ہے کہ آپ کے فتویٰ پر ایک کمیٹی کی لڑائی جھگڑا ختم ہوتا ہے آپ مہربانی فرما کر مندرجہ ذیل سوالوں پر روشنی فرمائیں تاکہ ہماری پارٹی (کمیٹی) مضبوط رہے۔ ہم سارے دیوبندی ہیں اور جمعیت العلماء اسلام اور خدام اہلسنت سے تعلق رکھتے ہیں اور کئی آدمی اشاعت التوحید کی جماعت کے ہیں۔

سوال نمبر ۱: جو شخص کشف قبور سیکھے یا سکھلائے یا خود کرے اور اس سے جائز سمجھے وہ بالکل کافر ہے جیسا کہ مرازئی کافر ہیں۔

نمبر ۲: جو شخص نبی کریم ﷺ کو روضہ اطہر میں زندہ باشعور سمجھے یا یہ عقیدہ نبی کریم ﷺ روضہ اطہر پر حاضری کے وقت خود درود وسلام سنتے ہیں اس عقیدے والا بھی کافر ہے۔

نمبر ۳: جو شخص درود وسلام پڑھے بذریعہ فرشتے نہیں پہنچایا جاتا۔
لہٰذا حضرت والا سے درخواست ہے اور اخلاق کریمانہ سے امید کرتا ہوں کہ جواب دے کر مشکور فرمائیں گے۔ جوابی لفافہ ارسال خدمت ہے۔ بقلم خود محمد یوسف سلیم
چک ۱۱۷ شالی، فی الحال چک ۱۴ پٹھانوالی بھلوال، ۳۰ر مارچ ۱۹۷۸ء

الجواب واللہ الموفق للصواب

۱...... سادات دیوبند کشف قبور کے قائل ہیں حضرت مولانا رشید احمد گنگوہی رحمہ اللہ اور حضرت تھانوی رحمہ اللہ ودیگر علماء دیوبند کی تصریح ان کی کتابوں میں موجود ہے اور ہم بھی اس کے قائل ہیں ہمیں اس کا انکار صحیح نہیں ہے اور قائل کو کافر کہنا تو بڑی جہالت ہے۔

۲...... روضہ اطہر پر حاضری کے وقت پیغمبر علیہ الصلوٰۃ والسلام خود سنتے ہیں جمہور امت اس پر متفق ہے اور سادات دیوبند کا عقیدہ بھی یہی ہے۔ اس کا انکار بھی جہالت ہے اور قائل پر کفر کا فتویٰ جاہلانہ جسارت ہے۔

۳...... یہ بھی جہالت ہے علماء دیوبند کا یہ مسلک نہیں ہے ایسے شخص کی تقریر سننا سخت گناہ ہے اہل ایمان پر لازم ہے کہ اپنا ایمان مضبوط رکھیں اور ایسی صحبت سے پرہیز کریں۔ ''ھذا واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب''

عبدالرشید مفتی دارالعلوم تعلیم القرآن راجہ بازار۔ راولپنڈی
۳ر جمادی الاوّل ۱۳۹۸ھ، مہر مدرسہ

اب تو ٹکڑوی جماعت کا یہ سوال ہم سے نہ ہوگا کہ ہٹوی کو کیوں کوسا جارہا ہے اب تمہارے مرکز نے اسے جاہل ثابت کردیا اور اس کی تقریر سننا گناہ کبیرہ بتایا۔ اب ہم اتنا تو کہہ سکتے ہیں۔

اس گھر کو آگ لگ گئی گھر کے چراغ سے

اب سینہ کوبی کے بغیر آپ کے لئے کوئی چارہ نہیں کیونکہ آپ کا مرکز ایمان کی حفاظت کے لئے ٹکڑ ہٹوی سے پرہیز بتاتا ہے اور آپ کی مجالس میں وہ پہلا مدعو ہوتا ہے شاید کسی نے آپ کے حق میں کہا تھا۔

نہ باپ، بیٹا، نہ دوست، دشمن، نہ عاشق اور ہم صنم کسی کے
عجب طرح کی ملی فراغت نہ کوئی ہمارا نہ ہم کسی کے

نوٹ: راولپنڈی کے فتویٰ کی اصل محمد یوسف سلیم صاحب کے ہاں موجود ہے اور اس کی فوٹو کاپی میرے پاس ہے جو شخص تشفی کرنا چاہتا ہو دیکھ سکتا ہے۔

ناظرین! اس رسالہ کے بعد عنقریب ایک اور رسالہ ان شاء اللہ حاضر کروں گا۔ جس میں ان ٹکڑ ہٹویوں کی ہٹی کی پوری تلاشی ہوگی اور ان کے اپنے مرکز کے کچھ اور فتوے بھی ہوں گے۔ ''وما توفیقی الا باللہ علیہ توکلت والیہ انیب وآخر دعوانا ان الحمد للہ رب العالمین والصلوٰۃ والسلام علی خاتم المرسلین وعلی آلہ واصحابہ اجمعین''

احقر احمد سعید عفی عنہ، مفتی جامعہ عربیہ سراج العلوم سرگودھا، بانی بزم قاسمی سرگودھا
۱۰ر شوال ۱۴۰۱ھ/ ۱۱ر اگست ۱۹۸۱ء

فہرست اسماء گرامی علماء کرام جو رسالہ میں مذکور ہوئے

نمبر شمار	اسماء گرامی	نمبر شمار	اسماء گرامی
۱	الامام الاعظم ابوحنیفہ	۲۱	الامام الکبیر حافظ الدنیا ابن حجر العسقلانی
۲	الامام الحافظ ابن تیمیہ	۲۲	العلامہ محمد بن عبدالباقی المالکی
۳	العلامۃ الشیخ عبدالقادر المکی	۲۳	العلامۃ المفسر محمد بن احمد القرطبی
۴	امام العقائد الحسن بن عبدالمحسن	۲۴	العلامہ ابن رشد المالکی
۵	الامام العلام احمد بن محمد القسطلانی	۲۵	العلامہ ابن امیر الحاج المالکی
۶	عالم المدینۃ الشیخ علی بن عبداللہ السمہودی	۲۶	الامام العلام عبداللہ بن محمود الموصلی
۷	الشیخ ابن الہادی	۲۷	العلامہ ابن عابدین الشامی
۸	العلامہ جلال الدین السیوطی	۲۸	الشیخ الکبیر بدرالدین العینی
۹	الامام ابویعلی صاحب المسند	۲۹	الشیخ کمال الدین ابن ہمام الحنفی
۱۰	الامام البیہقی	۳۰	المولی خلیل احمد المہاجر المکی
۱۱	الامام الاصفہانی	۳۱	الشیخ الامام العلامۃ الشوکانی
۱۲	الامام الکبیر البخاری	۳۲	مولانا شرف الحق عظیم آبادی
۱۳	الاستاذ ابومنصور البغدادی	۳۳	علامہ میاں نذیر حسین دہلوی
۱۴	الامام الحافظ المنذری	۳۴	العلامہ السخاوی
۱۵	المحدث الکبیر الامام ابوداؤد	۳۵	محدث دوراں محمد عابد سندھی
۱۶	الحافظ الشہیر ابن ماجہ	۳۶	شیخ عبدالحق محدث دہلوی
۱۷	الامام الحافظ ابن حجر مکی	۳۷	علامہ ابن فورک
۱۸	الامام محی الدین ابن العربی	۳۸	علامہ ابن تیمیہ
۱۹	حجۃ الاسلام الامام الغزالی	۳۹	مفتی عبدالرشید، تعلیم القرآن راولپنڈی
۲۰	العلامہ احمد بن عبدالرحمن المصری		(رحمہم اللہ)

حضرات یہ فہرست تو ان علماء کی ہے جن کا ذکر اس رسالہ میں آیا۔ حقیقت میں تمام علماء مذاہب اربعہ حیات انبیاء علیہم السلام پر متفق ہیں۔ اب آپ انصاف فرمائیں کہ جن احادیث کو یہ حضرات صحیح اور جید کہہ رہے ہیں اور کثیر التعداد فرما رہے ہیں جیسے کہ آپ نے گزشتہ اوراق میں دیکھا تو اب ہمارے ہم عصران احادیث کو ضعیف کہنے کا کیا حق رکھتے ہیں۔ جن علماء نے صحت احادیث معلوم کرنے کے قواعد مرتب کئے وہ بھول گئے تم نے حدیث کو ناقابل اعتبار ثابت کرلیا اور یہ کہنے کا کیا حق ہے کہ ایک حدیث بھی حیات انبیاء کے متعلق نہیں ہے۔ علماء کرام اور خود ابن تیمیہ احادیث حیات انبیاء کو کثیر بلکہ تواتر کے الفاظ سے ذکر کر رہے ہیں۔ مگر ان لوگوں کی

غرض یہ ہوتی ہے کہ عوام کو دھوکہ دینا چاہئے وہ تو یہ خیال کریں گے کہ اگر کوئی حدیث ہوتی تو مولوی نیلوی اور حضرت محمد یٰسین کیوں فرماتے کہ ایک حدیث پیش کر دو اور عوام کو کیا معلوم کہ محدثین تو کثیر التعداد کہہ رہے ہیں۔ آپ کے سامنے محدثین، فقہاء، مفسرین، علماء مذاہب اربعہ کے حوالہ جات پیش ہو چکے ہیں۔ اب آپ کی مذہبی پسند پر موقوف ہے کہ زمانہ ماضی کے علماء کی تحقیق کو قبول کریں یا زمانہ حال۔ اتنا ملحوظ خاطر رہے کہ زمانہ حال فسادات کا زمانہ ہے اور آئندہ فسادات اور ہوں گے۔ زمانہ تو وہی اچھا ہے جو گزر چکا۔ علم ان کا، تحقیق ان کی، تقویٰ ان کا، مگر ہدایت اللہ کی طرف سے ہے کسی کے اختیار کی بات نہیں۔ اللہ تعالیٰ ہر مسلمان کو ہدایت عطاء فرمائے اور حدیث کا احترام عطاء فرمائے۔ آمین!

التماس آخریں

میرے محترم حضرت محمد یٰسین صاحب اگر اب قلم اٹھانا ہو تو طریق تحریر میں آپ کو بتاؤں کہ فقط گالی گلوچ پر اکتفاء نہ کرنا۔ بلکہ جن علماء امت کے حوالہ جات اور حیات انبیاء کی تصریحات مذکور ہیں۔ ان کا جواب ضرور دینا۔ گالی سے جواب نہیں بنتا۔ سبیل تردید تو یہ ہے کہ ان کی عبارتوں کی تغلیط کی جائے جو حیات انبیاء ثابت کر رہی ہیں۔ باقی میرے اوپر ناراض ہونا بے وقوفی ہے میں تو فقط ناقل ہوں۔ ہاں میرا قصور یہ ضرور ہے کہ یہ مسئلہ عربی عبارتوں میں راز سربستہ تھا میں نے ان عبارات کا اردو ترجمہ کر کے عوام کے سامنے طشت بربام کر دیا تو اب عوام کو دھوکہ دینا ذرا آپ کے لئے دشوار ہو گیا ہے۔

بہر حال گالیوں کا چسکا آخر میں پورا کر لینا مگر اجماع امت کا جواب ضرور چاہئے جنہوں نے اجماع کر کے آپ کے سینہ میں نیزہ لگایا ہے۔ باقی آپ کا اور معاملہ تو یوں سمجھئے ۔

نیش عقرب نہ از پئے کین است مقتضائے طبیعتش این است

اور یا ہم یہ تصور کریں گے۔

ازاں مار برپائے راعی زند بترسد کہ کوبد سرش رابسنگ

نیز اتنا واضح رہے کہ دشنام وہی فرقہائے باطلہ کا کام ہے دیکھئے۔ مرزا قادیانی نے مسلمانوں کو کتنی گالیاں دی ہیں۔ مگر جب کہ دل کی تسلی نہیں ہوئی تو پورے ایک ہزار مرتبہ لعنت کا تحریراً تکرار کیا اور فرقہ روافض کو تو آپ جانتے ہوں گے کہ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے حق میں سب وشتم عبادت گردانتے ہیں۔ شاید آپ بھی علماء امت کو بدنام کر کے نام حاصل کرنا چاہتے ہیں۔ العیاذ باللہ۔ اب آپ کو اختیار ہے کہ گالی دے کر اپنے دل ودماغ اور زبان وکلام کو گندہ کریں یا حق بیان کرنے والوں کے حق میں کلمہ خیر کہہ کر ان کا شکریہ ادا کریں ۔

نظر اپنی اپنی پسند اپنی اپنی

اگر آپ نے ان عبارات منقولہ میں غور فرمایا تو یقیناً آپ کو حق نظر آئے گا اللہ کرے کہ آپ بنظر انصاف غور فرمائیں۔

"قالوا كلامک هندا وهی مصغیة"

"یشفیک، قلت صحیح ذاک لو کانا"

والسلام علی من اتبع الهدٰی

وَلَا تَقُوْلُوْا لِمَنْ يُّقْتَلُ فِىْ سَبِيْلِ اللّٰهِ اَمْوَاتٌ
بَلْ أَحْيَاءٌ وَّلٰكِنْ لَّا تَشْعُرُوْنَ (القرآن)

أَلْأَنْبِيَاءُ أَحْيَاءٌ فِيْ قُبُوْرِهِمْ يُصَلُّوْنَ (الحديث)

(مختصر)

رِسَالَةُ الرُّوح

تالیف:

حضرت مولانا مفتی احمد سعید رحمۃ اللہ علیہ
جامعہ عربیہ سراج العلوم سرگودھا

۷۸۶

قُلِ الرُّوحُ مِن اَمرِ رَبّی

رسالۃ الرّوح

تالیف :۔ احقر احمد سعید عفا اللہ عنہ

مفتی جامعہ عربیہ مدرسۃ العلوم سرگودھا۔ پاکستان

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

(حرفِ چند)

مولانا مفتی احمد سعید رحمۃ اللہ علیہ سرگودھا

جامعہ سراج العلوم سرگودھا کے مفتی اور استاذ الحدیث حضرت مولانا مفتی احمد سعید سرگودھوی رحمۃ اللہ علیہ نامور عالم دین، فقیہ اور معقولی عالم تھے۔ آپ نے رسالہ ''رسالۃ الروح'' لکھا۔ اس کا اختصار ''مختصر رسالہ روح'' کے نام پر اس مجموعہ میں شامل اشاعت ہے۔ (ناشر)

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

"الحمد للہ الذی خلق السموات والارض وجعل الظلمات والنور ثم الذین کفروا بربھم یعدلون۔ لایحصی عدد نعمتہ العادون ولا یودی حق شکرہ الحامدون۔ احمدہ علی الألأ واشکرہ علی النعماء۔ واستعین بہ فی الشدۃ والرخاء واشھد ان لا الہ الا اللہ وحدہ لاشریک لہ واشھد ان سیدنا ومولانا محمدا عبدہ الامین ورسولہ السید المکین فصلی اللہ تعالی علی سید المرسلین وخاتم النبیین وعلی الہ واصحابہ المنتخبین وسلم وبارک الی یوم الدین امابعد الحمد والصلوۃ"

ناکارہ خلائق احقر احمد سعید عفا اللہ عنہ بخدمت احباب عرض گزار ہے کہ قاعدہ مسلمہ ہے۔ (تاریخ اپنے اوراق لوٹاتی ہے) اور ظاہر ہے کہ معاند کو جب ہی وقت کی مساعدت حاصل ہو وہ نہیں چوکتا اور اس کے عناد کا سیم فوارہ پھوٹ پڑتا ہے۔ ابلتا ہے اور زور وشور سے بہتا ہوا چاہتا ہے کہ ایک دنیا کو اپنی زد میں بہالے جائے۔ زمانہ قدیم میں معاندین اسلام یعنی فرقہائے معتزلہ وخوارج وروافض اور اہل اھواء نے اسلام کے خلاف بڑی عرق ریزی کی اور ایڑی چوٹی کا زور لگایا۔ مگر خیر القرون اور اس کے قرب کے زمانہ میں ان کو کامیابی کیسے ہوسکتی تھی۔ ناکام ونامراد رہے اور مردود ومطرود ہوئے۔ لیکن خباثت کی تخم ریزی میں کسی حد تک کام کر گئے۔ تاریخ نے چودہ صدیوں کے عرصہ میں اب کے زمانہ کو اس تخم حنظل کے لیے مساعد پایا اور اس زمانے کو اس تخم نجاست کی بارآوری کے لیے موزوں پایا تو اوراق الٹانے شروع کیے۔

دنیا جانتی ہے اسلام میں اس زمانہ کے اندر کس قدر رخنہ اندازی کی جارہی ہے۔ دھریت ہے، پرویزیت ہے، الحاد ہے، مرزائیت ہے، رفض ہے، شیعیت ہے، رسوم وبدعات ہیں، نیچریت ہے، اور وہابیت ہے، یہاں تک کہ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم پر اعتماد کو مجروح کیا جارہا ہے اور انبیاء علیہم السلام کی حیات فی القبور کو ممنوع قرار دیا جارہا ہے شاید ان لوگوں نے متقدمین کے زمانہ گزر جانے پر میدان کو خالی دیکھا اور خم ٹھونک کر میدان میں آکھڑے ہوئے اور یہ نہ جانا کہ اللہ تعالیٰ اپنے دین کا خود محافظ ہے تو اگر چاہے تو کسی ناکارہ سے بھی یہ کام لے سکتا ہے۔ وہ جتنے تھے دین کی طرف سے مدافعت کرے اور اللہ تعالیٰ کی امداد اس کی شامل حال رہے۔ "وما ذالک علی اللہ بعزیز" (ابراہیم: ۲۰) اسی سلسلہ میں ایک رسالہ دربارہ حقیقت روح سپرد قلم ہے جو ہدیہ ناظرین کر رہا ہوں۔ "واللہ الھادی الی سبیل الرشاد"

ناظرین کرام! بلا ریب حیات وممات عالم کا مدار روح پر ہے۔ روح سے حیات ہے اور اس کے بغیر ممات۔ قرآن مجید میں لفظ حیات تقریباً تمام عالم پر استعمال ہوا ہے۔ انسان وحیوان زندہ ہیں تو شہروں اور زمینوں پر بھی اللہ تعالیٰ نے زندہ اور مردہ کا لفظ اطلاق فرمایا ہے۔ معلوم ہوا حیات وممات کے اقسام مختلف ہیں کیونکہ بالیقین جو حیات انسان کی ہے وہ زمین وآسمان کی نہیں اور اسی طرح ممات خواہ ان اقسام میں حقیقت ومجاز کا قول کیا جائے یا اشتراک کا۔

حیات اتفاقاً امر وجودی ہے تو اگر موت "عدم الحیات" ہے تو عدمی ہوئی اور ان کے مابین نسبت ایجاب وسلب کی ہوگی۔ اگر بلحوائے آیۃ کریمہ "خلق الموت والحیاۃ" اور از روئے حدیث ذبح موت بصورت کبش اسود موت بھی وجودی ہے تو ان میں نسبت تضاد ہوگی ہر دو نسبتوں میں ایک میں تو اردمن جانبین اور دوسری میں ورود

من جانب واحد ضروری ہے جیسا کہ اہل علم پر مخفی نہیں۔ تو بمقابلہ اقسام حیات موت کے اقسام تسلیم کرنا امر بدیہی ہے۔ ورنہ ہر حیات کے لیے ایک ہی موت ہوگی اور یہ ظاہر البطلان ہے کیونکہ موت حیوانات اور موت نباتات ایک نہیں تو جیسے حیات ارض اور ہے اور حیات حیوانات اور۔ اسی طرح موت ارض اور ہے اور موت حیوان اور۔ پھر انسانوں میں حیات مومن اور حیات کافر یکساں نہیں تو ان کی موت بھی ایک جیسی نہیں۔ اسی طرح حیات شہداء وحیات انبیاء علیہم السلام کے ساتھ کسی کی حیات کی برابری نہیں تو ان کی موت بھی ہر موت سے جداگانہ اور علیحدہ ہے۔

اب قابل تحقیق بات یہ ہے کہ روح کیا ہے جس سے حیات حاصل ہوتی ہے۔ نیز روح سے کس طرح حیات کا ثبوت ہے۔ کیا روح جسم میں داخل ہے یا جسم کو ملاقی ہوتا ہے۔ یا بالکل خارج ہے اور تعلق روح سے حیات ثابت ہوتی ہے جیسے سورج کے تعلق سے حرارت۔

قرآن اور روح کا بیان

بسم اللہ الرحمن الرحیم

"ویسئلونک عن الروح قل الروح من امر ربی وما اوتیتم من العلم الا قلیلا" (بنی اسرائیل:۸۵)

امام قرطبی اپنی تفسیر میں فرماتے ہیں۔ "وقد اختلف الناس فی الروح المسؤل عنه ای الروح هو فقیل هو جبریل وقیل هو عیسیٰ... وذهب اکثر اهل التاویل الی انهم سألوه عن الروح الذی یکون به حیاة البدن" یعنی مفسرین کا اختلاف ہے کہ کس روح کے متعلق یہ سوال تھا بعض نے حضرت جبرائیل مراد لیا اور بعض نے حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے متعلق کہا اور اکثر مفسرین کا قول یہ ہے اور روح حیوانی کے متعلق سوال تھا جس سے حیات ابدان حاصل ہوتی ہے۔ (ج۱۰ ص۳۲۳)

حجۃ الاسلام میں حضرت امام غزالی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ مجھ سے چند اہل علم نے کچھ سوالات پوچھے۔ ہر گاہ وہ سوالات اور ان کے جوابات نااہلوں کے مناسب نہیں تھے۔ مگر میں نے سائلین میں ہدایت ومعرفت کے آثار دیکھے تو ان کا التماس قبول کیا۔ اول سوال ان کا آیہ کریمہ "فاذا سویته ونفخت فیه من روحی" (الحجر:۲۹) کے متعلق تھا کہ حضرت آدم علیہ السلام اور بنی آدم میں تسویہ سے کیا مراد ہے؟ تو اجمالی جواب یہ ہے کہ کسی محل کا کسی موثر کی تاثیر قبول کرنے کے قابل ہونا تسویہ کہلاتا ہے۔ تو حضرت آدم کے لیے مٹی کا خمیر اور بنی آدم کے لیے نطفہ وہ محل ہے جو روح انسانی کا متحمل ہے اس کے اعتدال اور قابلیت تحمل کو تسویہ کہا جائے گا۔

تفصیل اس کی یہ ہے کہ ظاہر ہے ہر خشک چیز آگ کا شعلہ نہیں پکڑتی۔ جیسے مٹی اور پتھر اور ہر تر چیز بھی آگ کی متحمل نہیں جیسے پانی بلکہ اقتباس شعلہ کی قبولیت مرکب شئی میں ہوتی ہے اور پھر ترکیب بھی خاص۔ ورنہ کیچڑ مٹی اور پانی سے مرکب ہے مگر آگ کو قبول کرنے کا اہل نہیں۔

چراغ کی بتی اگر خشک ہو تو آگ کو تھامنے کی صلاحیت نہیں رکھتی۔ ادھر آگ لگی ادھر وہ جل کر راکھ ہوئی

اور تیل پلائی ہوئی روغن دار بتی شعلہ کو تھامنے کی استعداد رکھتی ہے۔ حضرت آدم علیہ السلام کے لیے مختلف اقسام کی مٹی جمع کی گئی۔ جس طرح احادیث میں منصوص ہے تو ان میں اختلاط و اعتدال پیدا کرنا پھر اعضاء کی تخلیق پھر اس مجسمہ کا خشک ہو کر کالفخار ہونا اور اس میں قابلیت پیدا کرنا کہ نفخ روح ہوتے ہی وہ اپنی حقیقت ارضی کو چھوڑ کر گوشت، پوست میں منقلب ہو جائے۔ یہی تسویہ ہے کہ اب وہ مجسمہ خاکی روح کا متحمل ہو سکتا ہے۔

ایسا ہی بنی آدم غذائے صالح کھاتے ہیں اور اس سے خون پیدا ہوتا ہے تو بقول اطباء بہتر ساعت کے بعد خون سے نطفہ بنتا ہے اور وہ بھی اس خون سے جو اعتدال کے قریب ہوتا ہے۔ پھر جب یہ نطفہ رحم مادر میں جاتا ہے اور عورت کے نطفہ سے باہم مختلط ہوتا ہے تو اس میں پہلے سے زیادہ اعتدال پیدا ہو جاتا ہے اور پھر بچہ دانی کی حرارت سے وہ نطفہ خون کی شکل اختیار کرتا ہے۔ جس کو قرآن حکیم نے "علقة" فرمایا ہے۔ پھر بعد میں قدرے کثافت و سختی اور خشکی پیدا ہوتی ہے تو اس کو کلام الٰہی نے "مضغة" سے تعبیر فرمایا۔ یعنی گوشت کا ٹکڑا پھر اس کو "مخلقه" یعنی تام الخلق یا "غير مخلقه" حسب ارادہ خداوندی بنایا جاتا ہے اور اس میں تمام اعضاء، عظام، غضاریف، اعصاب و رباطات وغیرہ مکمل کیے جاتے ہیں پھر پوست کی پوشش سے گوشت کو آراستہ کیا جاتا ہے۔ تو اب وہ نطفہ ان تغیرات و انتقالات کے بعد اعتدال کی نہایت کو پہنچتا ہے اور اس قابل ہو جاتا ہے کہ اگر اب نفخ روح ہو تو نطفہ اس کو تھام لے گا اور روح بھی اب اس میں تصرف کرے گی۔ اولاد آدم کے حق میں یہی تسویہ ہے۔

پھر چونکہ ہر مخلوق اپنی اپنی استعداد کے موافق وجود میں آتی ہے تو روح کے اقسام مخلوقات کے اعتبار سے مختلف ہوئے مثلاً کہیں استعداد فقط روح نباتاتی کی ہے جیسے اشجار اور کہیں روح حیوانی کا تحمل بھی ہے جس طرح حیوانات اور کہیں روح انسانی بھی متصرف ہے جس کو مناطقہ نفس ناطقہ سے تعبیر کرتے ہیں اور اسی کو صوفیاء کرام نے لطیفہ روح کہا اور اسی کو قرآن مجید نے نفس امارہ، نفس لوامہ اور نفس مطمئنہ کے اقسام میں تقسیم فرمایا ہے۔ بہر حال اثرات اور تعلقات کا فرق ہے اور اسی بنا پر روح کی تقسیم ہوئی ورنہ حقیقت روح ایک چیز ہے جس کو من امر ربی فرمایا گیا۔ مگر جس طرح سورج کی شعاع سے وہی چیز روشن ہوتی ہے جو رنگ دار ہوتی ہے اور پھر جس قسم کا رنگ ہوگا اور جس قدر رنگ ہوگا اسی قدر وہ چیز روشنی قبول کرے گی اور جس شئے کا کوئی رنگ ہی نہیں جیسے ہوا تو اس میں روشنی قبول کرنے کی اہلیت ہی نہیں زنگ آلود لوہا اور صیقل شدہ کو دیکھ لو اور فرق ظاہر ہے اور ہوا اگر چہ حرارت شمسی سے گرم ہو جاتی ہے مگر رنگت نہ ہونے کی وجہ سے روشن نہیں ہوتی اسی لیے تو نظر نہیں آتی اگر پہاڑوں اور مکانوں پر روشنی نہ پڑتی تو کرۂ ہوا ہمیشہ اندھیرے میں رہتا۔

اسی طرح روح کی نورانی شعاعیں حسب استعداد ہر چیز پر وارد ہوتی ہیں اور جس شئی کی جس قدر استعداد ہوتی ہے۔ اسی قدر وہ اثر لیتی ہے۔ اشجار نے صرف نباتاتی اثر لیا اور حیوانات نے حیوانی اثر بھی قبول کیا تو حساس و متحرک ہوئے اور انسان نے روح انسانی کا اثر بھی تھاما تو مدرک کلیات ہوا۔

حقیقت روح

لفظ روح کا اطلاق مختلف معانی پر ہوتا ہے۔ روح نفسانی، روح طبعی، روح نباتاتی۔ حضرت روح الامین

یعنی جبرائیل۔ وحی ربانی "وکذالک اوحینا الیک روحا من امرنا ای وحیا" اور روح انسانی جس کو نفس ناطقہ کہا گیا ہے۔ اس رسالہ میں اسی سے بحث کرنا مقصود ہے۔ یہی مدرک کلیات ہے اور اسی پر مدار تکلیف ہے اور اسی کی اصلاح سے تقرب الی اللہ حاصل ہوتا ہے۔ اس کے متعلق قدماء سے مختلف اقوال منقول ہیں۔

محققین مشائین اشراقیین کا قول ہے کہ نفس ناطقہ جوہر لطیف ہے جو کہ غیر منقسم ہے یعنی بسیط ہے۔ مدبر بدن ہے اور محافظ ترکیب ہے۔ مکان اور جہت سے پاک ہے۔ بدن میں نہ داخل ہے نہ خارج اور نہ بدن سے متصل ہے نہ منفصل ہے۔ یعنی یہ امور صفات روح میں سے نہیں اور نہ روح اپنی تدبیر میں ان کا محتاج ہے بلکہ اس کا تعلق بالابدان ایسے سے ہے۔ جیسے شعاع شمسی کا تعلق اور اس تعلق سے وہ ابدان میں تصرف کرتا ہے اور اسی ابدان اور تدبیر کا نام حیات ہے اور عدم تصرف اور تعطیل تدبیر کا نام ممات ہے۔ اسی قول کو ابوزید دبوسی اور الامام الراغب الصفہانی اور حجۃ الاسلام الامام الغزالی رحمہ اللہ نے صحیح قرار دیا ہے اور امام غزالی رحمہ اللہ نے اسی قول کو اہلسنت والجماعۃ کا قول فرمایا ہے اور محققین صوفیاء کا بھی یہی قول ہے۔

مولانا مفتی شاہ دین صاحب خلیفہ اعظم حضرت مولانا رشید احمد گنگوہی رحمہ اللہ شرح رسالہ روح میں فرماتے ہیں کہ صاحب کشف حضرات کا کشفی مشاہدہ بھی اسی پر مبنی ہوتا ہے۔

حجۃ الاسلام الامام الغزالی رحمہ اللہ فرماتے ہیں۔ ترجمہ: روح انسانی ایک جوہر لطیف ہے جو نہ ذو مکان ہے اور نہ ذو جہت۔ نہ بدن میں داخل ہے اور نہ خارج۔ بدن سے متصل ہے اور نہ منفصل یعنی یہ امور اس کی صفات لازمہ سے نہیں اور نہ ہی اپنے تصرف میں ان کا محتاج ہے بلکہ حیات ابدان اس کے تعلق سے وابستہ ہے اور اسی تعلق سے وہ ابدان میں تصرف کرتا ہے اور انقطاع تعلق وتعطل تصرف کا نام موت ہے۔ مدار حیات وممات ابدان دخول روح اور خروج روح پر نہیں اور روح انسانی بواسطہ روح حیوانی ابدان کا مدبر اور اجسام میں متصرف ہے۔ انتہی (ازالہ اوہام)

حضرت امام غزالی رحمہ اللہ کی کلام میں چند شبہات تھے جن کا ازالہ خود حضرت امام رحمہ اللہ نے فرمایا۔ فرماتے ہیں یہ شبہ نہ کیا جائے کہ اگر روح ابدان میں نہ داخل ہے اور نہ خارج تو ارتفاع ضدین لازم آ گیا۔ جو محال ہے۔ اس لیے کہ مراد یہ ہے کہ تصرف روح کے لیے دخول وخروج کی ضرورت نہیں بلکہ روح ہر دو حالتوں میں تصرف کرتا ہے اگر چہ واقعہ میں روح یا ابدان میں داخل ہے یا خارج۔ مگر تصرف وتدبیر میں ان معنوں کا دخل نہیں یعنی حیات ابدان دخول روح پر موقوف نہیں اور موت اجسام خروج سے نہیں بلکہ تصرف وعدم تصرف کا نام حیات وممات ہے۔

قارئین کرام کو معلوم ہونا چاہیے کہ حضرت قاسم العلوم والخیرات مولانا محمد قاسم نانوتوی رحمہ اللہ نے حضرت نبی کریم ﷺ کی وفات کے متعلق یہی بات فرمائی تھی کہ حضور اکرم ﷺ کا روح مبارک بوقت موت آپ کے قلب منور میں منقبض کر دیا گیا تھا۔ جس سے روح کا تصرف منقطع ہو گیا اور عدم تصرف روح کا نام موت ہے نہ یوں کہ آپ ﷺ کے روح مبارک کا اخراج کیا گیا ہو اور اس بات سے ہمارے معاصرین نے بڑا تعجب کیا اور اس کو خرق اجماع کہہ دیا حالانکہ صدیوں قبل حضرت امام غزالی رحمہ اللہ نے اپنے رسالہ "تہافت فلاسفہ" میں اسی معنی کو بیان فرمایا اور نص فرمائی کہ یہی معنی موت اہلسنت والجماعت کا صحیح قول ہے۔ اسی لیے تو قطب ربانی ابوحنیفہ ثانی حضرت مولانا

رشید احمد گنگوہی رحمۃ اللہ علیہ نے اس قول کی تائید فرمائی مگر

فکر ہر کس بقدر ہمت اوست

والی بات برحق ہے۔ جس شخص کا مبلغ علم محدود ہو اور عقیدت ناسعود تو وہ بلا شک یہی کہے گا جو ہمارے ایک معاصر نے اپنی کتاب میں کہا۔

(اس فتویٰ کے مطابق مولانا محمد قاسم نانوتوی رحمۃ اللہ علیہ کے متعلق کہنا چاہیے آپ کا بیان کردہ معنی موت متقدمین ومتاخرین میں سے کسی نے نہیں سمجھا اور نہ کیا۔ تو یا تو فتویٰ ص ۲۰۴ کے مطابق نانوتوی رحمۃ اللہ علیہ کا معنی مردود ہے اور رشید احمد گنگوہی رحمۃ اللہ علیہ نے اس مردود تحقیق کی تائید جو کی ہے وہ بھی مردود ہے۔) اور اس سے قبل ص ۶۴ پر لکھا ہے (اور حضرت نانوتوی رحمۃ اللہ علیہ کے مسلک کو بھی کسی نے نہیں اپنایا) بڑے تعجب کی بات ہے کہ مسلک اہلسنت والجماعت کا علم نہیں اور تصنیف کا شوق اس حد تک کہ نفوس قدسیہ پر تنقید کی جارہی ہے۔

ہر بوالہوس نے حسن پرستی شعار کی اب آبروئے شیوہ اہل وفا گئی

کیسے معصومانہ انداز میں تحریر کردیا کہ حضرت نانوتوی رحمۃ اللہ علیہ کے مسلک کو بھی کسی نے نہیں اپنایا۔ حالانکہ اسی مسلک کو حضرت امام غزالی رحمۃ اللہ علیہ مسلک اہل سنت فرمارہے ہیں اور محققین کا قول قرار دے رہے ہیں۔ پھر حضرت امام غزالی رحمۃ اللہ علیہ نے شبہ ارتفاع ضدین کا منطقی طور پر جواب دیا۔ فرماتے ہیں: ارتفاع ضدین کے محل سے محال ہے جو احد الضدین کا محل بن سکے اور جو محل ہر دو ضدین میں سے کسی کا محل بھی نہ ہو تو اس سے ارتفاع ضدین درست ہوتا ہے۔ دیکھیے پتھر کو اگر عالم نہیں کہہ سکتے تو اسے جاہل بھی نہیں کہیں گے کیونکہ علم وجہل کے لیے حیات شرط ہے۔ تو جب کہ حجر میں حیات نہیں یعنی روح حیوانی نہیں تو حجر علم وجہل کا محل بھی نہیں تو جب یہ ان کا محل نہیں تو اس سے رفع ضدین محال بھی نہیں کیونکہ ارتفاع ضدین ان کے محل سے محال ہے اور روح انسانی صفت دخول وخروج کا محل نہیں ہے۔ اس لیے کہ اگر روح کو ابدان میں داخل کیا جائے تو پھر یہ ذو مکان ہوا اور ہر ذو مکان تقسیم قبول کرتا ہے اور نہیں تو بواسطہ مکان ہی سہی۔ کیونکہ مکان کہتے ہیں سطح باطن حاوی کو جو سطح ظاہر محوی کے مماس ہوا اور بلا ریب سطح مماس اور غیر مماس جدا حیثیت رکھتی ہیں تو تقسیم ثابت ہوئی حالانکہ روح جوہر بسیط ہے اس میں تقسیم نہیں ہے لہٰذا روح ذو مکان نہیں تو جب ذو مکان نہیں تو داخل نہیں رہا تو دخول اس کی صفت نہیں تو خروج کیسے ہوگا۔

پھر یہ وہم نہ کیا جائے کہ روح انسانی جوہر ہوتے ہوئے تقسیم قبول نہیں کرتا تو جوہر فرد ثابت ہوگیا جس کو جز ولا تجزی کہا جاتا ہے اور تم اس کے بطلان کے قائل ہو اس لیے کہ جز لا تجزی وہ جوہر ہے جو متحیز بھی ہو اور تقسیم قبول نہ کرے اور جو ذو مکان نہیں اس کے استحالہ کا قول کسی نے بھی نہیں کیا اور نہ اس کو دیمقراطیس جز لا تجزی کہتا ہے نیز یہ گمان بھی نہ کیا جائے کہ روح لامکان ہوا تو اس سے صفات باری میں شریک ہونا لازم آگیا۔ اس لیے کہ غیر ذی جہت ہونا اور لامکان ہونا اللہ کی صفات حقیقیہ محضہ میں سے نہیں بلکہ یہ صفات حقیقیہ ذات اضافت ہیں یا اضافیہ محضہ ہیں اور شرک صرف صفات حقیقیہ محضہ میں محال ہے اور اس کا قول کفر ہے۔ دیکھیے اللہ تعالیٰ نے انسان کو سمع بصر، علم، تکلم، قدرت وغیرہ صفات عطا فرمائی ہیں اور خود سمیع، بصیر، علیم، متکلم، قادر ہے لیکن اس اشتراک لفظی سے شرک لازم نہیں آتا، کیونکہ یہ صفات اللہ میں

ذاتی ہیں اور اسباب وآلات کے محتاج نہیں اور ان ہی کو صفات حقیقیہ محضہ کہا جاتا ہے اور مخلوق میں یہ صفات غیر ذاتی ہیں اور اسباب وآلات کے محتاج ہیں۔ اسی طرح روح کا عدم احتیاج مکان من جانب تخلیق اللہ ہے بذات خود نہیں۔

اسی معنی پر حدیث محمول ہے جس کے الفاظ ہیں "ان اللہ خلق آدم علی صورتہ" صورت سے مراد شکل تو نہیں ہے کہ اللہ تعالیٰ جسم وشکل سے منزہ ہے تو مراد صفات ہیں اور لفظ صورت جیسے صورت محسوس پر اطلاق پاتا ہے۔ ایسی ہے صورت مرتسمہ فی الذہن پر بھی بولا جاتا ہے مثلاً صورت مسئلہ یوں ہے اور صورت واقعہ ایسی ہے تو حدیث شریف میں صورت سے مراد صفات ہیں اور ظاہر ہے کہ اللہ تعالیٰ کی صفات کا مظہر انسان ہے تو اس کے صفات کی مثال انسان میں موجود ہے مگر اس کی صفات کی مثل کہیں اور نہیں ہو سکتی کہ وہ ذات اور صفات ہر دو میں لاشریک ہے۔ مثل اور مثال میں بڑا فرق ہے۔ ایک مثل دوسری مثل کے مساوی ہوتی ہے اور مثال مساوی نہیں ہوتی فقط ایک عکس ہوتا ہے۔ اس لیے اللہ تعالیٰ کی صفات کی مثل ممتنع اور محال ہے اور مثال موجود ہے کہ مثال کسی ادنیٰ مناسبت اور مشابہت کی بنا پر مثال ہو سکتی ہے۔ حدیث شریف میں علم اور اسلام کی مثال دودھ بتائی گئی ہے اور قرآن مجید اور دین اسلام کی مثال حبل یعنی (رسا) سے پیش کی گئی ہے۔ قرآن پاک میں ہے۔ "واعتصموا بحبل اللہ جمیعا" (آل عمران: ۱۰۳) تو ظاہر ہے کہ یہاں ایک کو دوسری کی مثال ادنیٰ مناسبت کے اعتبار سے بنایا گیا ہے کہ دودھ غذائے جسمانی ہے اور اسلام وعلم غذائے روحانی۔ ایسے ہی حوائج دنیاوی میں رسے کو مضبوط پکڑنا ہوتا ہے اور آخرت کی نجات کے لیے اللہ کے رسے کو خوب تھامنا ہوگا۔ تو یہ آپس میں ایک دوسرے کی مثال ہیں۔ مثل نہیں ہیں۔ خود اللہ تعالیٰ نے اپنی مثل کی نفی فرمائی ہے اور مثل کو ثابت فرمایا ہے۔ ارشاد ہے "لیس کمثلہ شیٔ" (الشوریٰ: ۱۱) اور دوسری جگہ ارشاد ہے "مثل نورہ کمشکوۃ فیھا مصباح" (النور: ۳۵) تو اللہ تعالیٰ کے صفات کی مثل اور مثال پیش کی جا سکتی ہے اور اس کی صفات کی مثل نہیں ہے تو روح کی لامکانیت بھی اسی طریقہ پر ہے۔

خلاصہ

خلاصہ کلام یہ ہوا کہ حقیقت روح کے متعلق فقط اتنا کہا جا سکتا ہے کہ روح انسانی ایک جوہر مجرد ہے جو بواسطہ روح حیوانی بدن کا مدبر اور اس میں تصرف کرتا ہے اور اس کے تصرف کا نام حیات ابدان ہے اور تعطل تصرف اور انقطاع تعلق از ابدان کا نام موت ہے۔ موت وحیات اجسام دخول روح اور خروج روح سے نہیں بلکہ تعلق وتصرف اور عدم تعلق وتصرف پر موت وحیات کا دارومدار ہے۔ دیکھئے بوقت نیند اللہ تعالیٰ نے قبض روح اور امساک روح کا ذکر فرمایا۔ جس طرح موت کے وقت قبض روح اور امساک روح مذکور فرمایا۔ "اللہ یتوفی الانفس حین موتھا والتی لم تمت فی منامھا" (الزمر: ۴۲)

مگر بوقت نوم باوجود اخراج روح کے حیات ابدان باقی ہے۔ کیونکہ روح کا تعلق اور تصرف بدن میں باقی ہے اور اس تصرف کے لیے قرب وبعد کوئی چیز نہیں۔ روح کے لیے قرب وبعد یکساں ہیں۔ ہزاروں میل کا فاصلہ ہو تو بھی وہی تصرف ہوگا جو بوقت دخول بدن ہوگا۔ اسی تحقیق کے مطابق حجۃ الاسلام حضرت قاسم العلوم والخیرات مولانا محمد قاسم نانوتوی رحمۃ اللہ علیہ نے بیان فرمایا کہ حضرت خاتم النبیین صلی اللہ علیہ وسلم کی روح پر فتوح کو بوقت موت

خارج نہیں کیا گیا بلکہ قلب مبارک میں منقبض کر دیا گیا۔ جس سے تصرف روح ختم ہو گیا اور تعطل تصرف موت ہی ہے اور صدیوں قبل حجۃ الاسلام حضرت امام غزالی رحمۃ اللہ علیہ نے اسی تحقیق کو حقیق بالقبول فرمایا اور مسلک اہلسنت فرما دیا۔ تو ان ہر دو تحقیقین کی تحقیق کو بجا طور پر حجۃ اللہ البالغہ کہا جائے گا اور حضرت قطب ربانی ابو حنیفہ ثانی رحمۃ اللہ علیہ حضرت مولانا رشید احمد گنگوہی رحمۃ اللہ علیہ کی تائید سونے پر سہاگہ کا کام کر گئی۔

پر کیا کریں کہ جب کہ یہ تحقیق ہمارے زمانہ کے حضرات کو سمجھ میں آ سکی یا طبع آزاد کو پسند نہ آئی تو اسے مردود کہہ دیا اور فرمان نبوی "من لعن شيئا ليس له باهل رجعت اللعنة عليه" کا خیال تک نہ آیا۔

بہر حال یہ موضوع بہت دقیق بلکہ ادق ہے۔ ایسے مقام پر عقول متوسطہ کو سپر ڈالنا پڑتا ہے۔ یہاں نفوس قدسیہ کی سنی پڑتی ہے جو کچھ اصحاب نفوس قدسیہ کی کلام میں سے اس عاجز نے اپنی بساط کے موافق سمجھا وہ عرض کر دیا۔ یقیناً مقام کے کئی گوشے تشنہ تکمیل ہوں گے مگر میری عقل نارسا کی پرواز وہاں تک نہ تھی پھر بھی امید ہے کہ جس قدر بیان ہوا غالباً اس میں کفایت ہوگی۔ "والعلم عند الله سبحانه وعلمه اتمم۔ وصلى الله تعالى على حبيبه محمد وعلى آله واصحابه اجمعين۔ والحمد لله رب العالمين"

الاحقر، احمد سعید عفی عنہ
مفتی جامعہ عربیہ سراج العلوم سرگودھا
۱۲ر جمادی الآخر ۱۴۰۱ھ / ۱۸ر اپریل ۱۹۸۱ء

وَلَا تَقُولُوا لِمَنْ يُقْتَلُ فِي سَبِيلِ اللّٰهِ اَمْوَاتٌ
بَلْ اَحْيَاءٌ وَّلٰكِنْ لَّا تَشْعُرُوْنَ (القرآن)

اَلْاَنْبِيَاءُ اَحْيَاءٌ فِي قُبُوْرِهِمْ يُصَلُّوْنَ (الحدیث)

خطبۂ ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ

حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی دو موتیں نہیں ہوں گی

مؤلف:

جناب مولانا محمد صادق رحمہ اللہ (پنڈ دادنخان ضلع جہلم)

خطبہ ابوبکر صدیقؓ

حضورؐ کی دو موتیں نہیں ہونگی

شائع کردہ

محمد صادق پنڈدادنخان

ضلع جہلم

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

تفصیلی فہرست

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

(حرفِ چند)

جناب محمد صادق صاحب پنڈ دادنخان

فریق ثانی کے کسی شخص نے ”برق و شرر“ کے نام سے رسالہ لکھا جس کے جواب میں ”خطبہ ابوبکر صدیق ؓ حضور ﷺ کی دو موتیں نہیں ہوں گی“ نامی رسالہ جناب محمد صادق پنڈ دادخان ضلع جہلم نے شائع کیا جو اس مجموعہ میں شامل اشاعت ہے۔ (ناشر)

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

منکرین حیات النبی ﷺ کے رسالہ برق وشرر کا جواب

اللہ تبارک وتعالیٰ کی شان ہے کہ جب ایک آدمی گمراہ ہوتا ہے تو وہ یہ گمان کرنے لگتا ہے کہ ہم چو من دیگرے نیست۔ وہ یا تو مال ودولت یا حکومت پرست ہوتا ہے یا اس کا علمی گھمنڈ اس کو قعر ذلت میں دھکیل دیتا ہے۔ ایسا آدمی چاہتا ہے کہ کوئی دوسرا شخص اس کے دینی یا دنیوی وجاہت کا مقابلہ نہ کرسکے۔ عبداللہ بن ابی، مدینہ منورہ کا بڑا منافق تھا۔ وہ اسی لیے مردود ہوا کہ اس نے سرور کائنات محمد رسول اللہ ﷺ کے مقبول عام پیشوا بننے میں اپنی ذلت سمجھی اور اس کو اپنی چودھراہٹ کا خطرہ محسوس ہونے لگا۔

جب بھی لوگوں نے دین میں گمراہانہ اختلاف پیدا کر کے ایک نئے فرقے کی بنیاد ڈالی انہوں نے ہمیشہ یہی کہا سابقہ علماء نے قرآن وحدیث کو صحیح نہ سمجھا بلکہ ہم نے ان سے زیادہ بہتر سمجھا ہے اور جب علماء حق نے ایسے مردودوں کا مقابلہ کیا اور ان کے فتنے کو ناکام بنایا تو ان خبیثوں نے یہی کہا کہ یہ علماء منفی کام کرتے ہیں۔ ان کا کام مخالفت ہی کرنا ہے اور مثبت کام کرنا نہیں جانتے۔ بھلا خیال تو فرمایئے کہ یہ تھوڑا مثبت کام ہے کہ ان علماء حق کی کوششوں سے ہی دین جوں کا توں باقی ہے اور انہوں نے کسی دجال اور گمراہ کو سلف صالحین کے عقائد بدلنے کی اجازت نہیں دی۔ البتہ اتنا ضرور ہوا کہ ایسا ہر بھیڑیا اہل سنت والجماعت کی چند معصوم بکریوں پر ہاتھ صاف کر کے ایک چھوٹا سا فرقہ بناتا چلا گیا۔ علماء کرام جن کو فرقہ بندی کے لیے بدنام کیا جاتا ہے ہر نیا فرقہ بنانے والے کے آڑے آتے رہے۔ اگر وہ ایسا نہ کرتے تو آج برساتی کیڑوں کی طرح ہر آدمی جدا جدا فرقہ بنائے ہوئے اپنی اپنی ڈفلی الگ بجاتا۔ بہرحال جو بھی نیا عقیدہ پیدا کر کے نیا فرقہ بنانے والا آیا اس نے یہی کہا کہ قرآن وحدیث کو میرے سوا کسی نے نہیں سمجھا۔

غلط علمی گھمنڈ کا دوررس نتیجہ

اگر یہ بات مان لی جائے کہ اب تک قرآن وحدیث کو جو کہ دین کی بنیاد ہیں۔ صحیح نہیں سمجھا گیا تو اس سے سارے دین کا اعتماد ختم ہو جائے گا اور اسلامی عمارت ہی متزلزل ہو جائے گی۔ بھلا یہ ہو سکتا ہے کہ دین اسلام کو خود معلم دین یعنی نبی کریم ﷺ کی مقدس زبان سے سننے والے اور سمجھنے والے صحابہ ﷺ نے ہی دین نہ سمجھا ہو اور پھر ان مقدس صحابہ کرام ﷺ کی گود میں پلنے اور ان کے نقش قدم پر چلنے والے تابعین اور تبع تابعین نے دین کی حقیقت کو ہی صحابہ ﷺ سے نہ پایا ہو اور آج چودھویں صدی کے برخود غلط مدعیان اجتہاد نے اپنی سمجھ سے ان پاک

نفوس سے زیادہ دین کی اصل حقیقت کو پالیا ہو؟ اس دین پاک کو تو بزرگان دین نے، آئمہ محدثین و مجتہدین اور محققین نے حاصل کر کے کتابوں میں محفوظ کر لیا جو آج تک محفوظ ہے۔ اگر قرآن پاک کے مطالب و معانی اور اس کی تفسیر اس طرح محفوظ نہ ہوتی تو قرآن پاک کی حفاظت کا خدائی دعویٰ کیسے صحیح ثابت ہوتا۔ کیونکہ قرآن پاک صرف الفاظ کا نام نہیں بلکہ الفاظ اور معانی دونوں کے مجموعے کا نام ہے۔ اللہ تعالیٰ کا دعویٰ ہے کہ اس ذکر (قرآن) کو ہم ہی نے اتارا اور ہم ہی اس کی حفاظت کریں گے۔

پس اگر قرآن پاک کی آیات سے وہ معانی مراد لینا جو احادیث رسول اللہ ﷺ اقوال صحابہ ؓ اور جوٹی کے محدثین و مفسرین کے خلاف ہوں یا امت کے اجماعی عمل کے مطابق نہ ہوں۔ صحیح نہیں ہو سکتے۔ ورنہ وہی برائی لازم آجائے گی کہ چودہ سو سال تک جو قرآن کے معانی سمجھے گئے اور جو اس کی تفسیر کی گئی۔ اگر وہ غلط ہے تو جواب نئے محقق اور مجتہد کہتے ہیں۔ اس کا کیا اعتماد ہے۔ ممکن ہے کل اس کو غلط کہنے والے پیدا ہو جائیں۔

بہر حال اپنے علم پر بھروسہ کر کے غلط گھمنڈ کرنے والے جب بزرگوں کے خلاف کہیں تو سمجھ لینا چاہیے کہ وہ بزرگان دین سے نہیں بلکہ دین اسلام سے ہی لوگوں کو دانستہ یا نادانستہ متنفر کر رہے ہیں۔ یہی وجہ ہے کہ جب سے نئے نئے مجتہدوں کے طریق کار سے پرانے علماء محققین کی تردید و تنقید کا خبیث راستہ کھلا ہے۔ بے باکی بڑھ گئی ہے۔ اسلاف پر کیچڑ اچھالا جا رہا ہے اور موجودہ علماء کے وقار پر بھی حملے ہو رہے ہیں اور خود اس طرح کے غلط راستے کھولنے والوں کو بھی کوڑیوں کے مول نہیں پوچھا جاتا۔

غلط کاروں کی بزدلی

ہر غلط کار، ہر منافق اور ہر چور بزدل ہوتا ہے۔ ایسے لوگ وقت کے ساتھ بدلتے رہتے ہیں اور فریب دینے کی کوشش کرتے ہیں۔ کبھی کسی تحریک کی حمایت اور کبھی مخالفت کرتے رہے ہیں۔ جب یہ لوگ اسلام یا اسلام کے کسی مسئلہ کی مخالفت کرنے لگتے ہیں تو براہ راست کھلم کھلا یہ نہیں کہتے کہ اسلام یا اسلام کا فلاں مسئلہ غلط ہے۔ بزدلی ان کو ایسا نہیں کہنے دیتی۔ وہ اسلام کی مخالفت بھی اسلام کا نام لے کر کرتے ہیں یا کسی بڑے بزرگ کے نام اس مسئلہ کو منسوب کرتے ہیں اور اس کی کتب سے مفصل عبارتیں چھوڑ کر مجمل عبارتیں پیش کر کے اپنے خیالات کے مطابق اس کی تاویلیں کر کے اپنا الو سیدھا کرتے ہیں۔

اسلام کی عظمت کی دلیل

اسلام ایک سچا دین اور اللہ تعالیٰ کی آخری شریعت ہے۔ اس کا ایک ایک اصول اٹل اور ایک ایک مسئلہ اپنی اپنی جگہ ایک حقیقت ہے۔ لیکن اسلام کی صداقت کی سب سے بڑی دلیل قرآن لانے والے اور اسلام

بیان کرنے والے رسول خداﷺ کی عظمت و کردار اور اخلاق و صفات کی وہ بلندی ہے جس کی مثال بنی نوع انسان میں نہیں ملتی بڑے سے بڑا مخالف جناب نبی کریمﷺ کی بلند و بالا اور نرالی شان کے سامنے ادب و احترام سے جھکنے اور اس کا اعتراف کرنے پر مجبور ہو جاتا ہے اور یہ بات بھی یہی ہے کہ جتنی شخصیت بلند اور پاک ہو گی۔ اتنا ہی اس کی باتوں پر اعتماد اور اس کی پیروی کا شوق زیادہ ہو گا۔

ایک غلط فہمی کا ازالہ

اس مقام پر بعض لوگوں سے لغزشیں بھی ہوئیں اور انہوں نے ایسے پاک نفوس کی بعض خاص نرالی شانوں کو دیکھ کر ان کو خدا یا خدا بیٹا کہنا شروع کر دیا۔ جیسا کہ عیسائیوں اور یہودیوں کے بارہ میں قرآن میں مذکور ہے۔ اسی لیے سرورِ کائناتﷺ نے پیش بینی کرتے ہوئے فرمایا۔ "لا تطرونی کما اطرت النصاری المسیح ابن مریم" حدیث۔ مجھے اتنا نہ بڑھاؤ جیسے عیسائیوں نے حضرت مسیح ابن مریم کو بڑھایا۔ ایک اور روایت میں یوں ارشاد فرمایا۔ "لا تجعلوا قبری عیدا" میری قبر پر میلہ نہ لگانا۔ یہ بھی فرمایا کہ لعنت کی اللہ نے یہود پر کہ انہوں نے اپنے پیغمبروں کی قبور کو سجدہ گاہ بنا ڈالا۔

اس میں شک نہیں کہ کسی پیغمبر یا ولی کو اللہ تعالیٰ کی صفات میں شریک کرنا شرک ہے۔ کسی کو اللہ تبارک و تعالیٰ کی طرح ہر وقت ہر زمان ازل سے ابد تک کا جاننے والا اور عالم الغیب کہنا قرآن پاک کے صریح ارشاد کے مطابق شرک ہے۔ کسی پیغمبر کو یہ کہنا کہ وہ بشر نہیں قرآن پاک کی آیات کا صریح انکار ہے۔ یا یہ تصور کرنا کہ اللہ تعالیٰ کے کاموں بارش برسانے، اولاد دینے، موت و زیست دینے میں کوئی اس کا شریک ہے۔ یا اللہ تعالیٰ کا کوئی ٹکڑا کٹ کر یا جدا ہو کر کوئی نبی یا ولی بنا ہے یہ سراسر اسلام کے خلاف ہے۔

افراط و تفریط

جس طرح کسی پیغمبر یا ولی کو خدا تعالیٰ کی صفات میں شریک کرنا افراط ہے اسی طرح کسی نبی ولی کی توہین کرنا بھی اسلام کے خلاف ہے۔ وہ اگرچہ حضرت آدم علیہ السلام کی اولاد ہیں۔ بشر ہیں مگر گناہوں سے پاک اور معصوم ہوتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ ان کو ہزاروں غیب کی باتیں بتا دیتا ہے۔ ان کی روحانی طاقت اور باطنی بلندی کا اندازہ عوام تو کیا خواص بھی نہیں لگا سکتے۔ ان کا ظرف اللہ تعالیٰ نے ابتداء ہی سے بہت بڑا پیدا کیا ہوتا ہے۔ وہ فرشتوں کو دیکھنے اور اللہ تعالیٰ کا کلام براہ راست سننے کی استعداد رکھتے ہیں۔ ان کی بعض ایسی صفات ہوتی ہیں جو اوروں کو عطا نہیں کی جاتی۔ مثلاً:

۱...... کسی مسلمان کا آنحضرت محمد مصطفیٰﷺ کے پاس ایک منٹ بیٹھنا اور آپ کو ایک بار ایک نظر ہی دیکھ لینا اس مسلمان کے درجے کو دنیا کے باقی تمام انسانوں سے (سوا انبیاء علیہم السلام کے) حتیٰ کہ اولیاء سے بھی بلند کر دیتا ہے۔

۲...... آپ کو جاگتے میں جسد مبارک کے ساتھ آسمانوں کی سیر کرائی گئی۔

۳...... آپ نے فرمایا کہ میری آنکھیں سوتی ہیں مگر دل نہیں سوتا۔ چنانچہ انبیاء علیہم کے سو جانے سے ان کا وضو نہیں ٹوٹتا۔ جب کہ عام انسانوں کا ٹوٹ جاتا ہے۔

۴...... انبیاء علیہم کا دل سوتے وقت اتنا بیدار ہوتا ہے کہ ان کا خواب دیکھنا اللہ تعالیٰ کی وحی ہوتی ہے اور اپنی خواب کی بناء پر پیغمبر اپنے بیٹے کو ذبح کرنے پر تیار ہو جاتا ہے اس راز کو کون پا سکتا ہے کہ عام انسانوں کی نیند اور نبی کی نیند میں کیا فرق ہے۔ بظاہر تو دونوں کی نیند ایک ہی طرح کی دکھتی ہے۔ اسی طرح انبیاء علیہم کی موت اور عام انسانوں کی موت میں بھی فرق ہو تو کیا تعجب ہے۔ اگرچہ بظاہر دونوں موتیں ایک ہی طرح دکھائی دیتی ہوں۔ اسی طرح نبی اکرم ﷺ کا ارشاد ہے کہ میں تم کو جس طرح آگے سے دیکھتا ہوں۔ اسی طرح پیچھے سے دیکھتا ہوں بظاہر پیچھے کی طرف آپ کی آنکھیں نہ تھیں۔ لیکن پیغمبر کی بات میں شک کرنا مسلمان کا کام نہیں ہے۔ جب پیغمبر اللہ تعالیٰ کے بتانے سے آسمان کی باتیں بتاتا ہے اور قیامت تک کی بڑی بڑی باتوں کی اطلاع دیتا ہے تو اگر وہ اللہ تعالیٰ کی عطا کردہ طاقت سے پیچھے کی چیزیں بھی دیکھے تو کون سی تعجب کی بات ہے۔ ان باتوں کا انکار دراصل نبی اکرم حضرت محمد مصطفیٰ ﷺ کی شان نہ جاننے کا نتیجہ ہے۔ یا خوا مخواہ کی ہٹ دھرمی اور ضد ہے۔ ایمان کی بات یہ ہے کہ پیغمبر علیہ السلام کے فرمانے سے ہی ہم اللہ تعالیٰ کی صفتوں اور کاموں میں کسی کو شریک نہیں کرتے اور پیغمبر علیہ السلام کے فرمانے سے ہی پیغمبر کی مذکورہ بالا صفات کو مانتے ہیں۔ یہ سب اللہ کی دین ہے۔ اس میں نہ شرک ہے نہ کفر۔ نہ ہمیں انبیاء علیہم کو ان کے درجے سے بڑھانے کا حق ہے نہ گھٹانے کا۔

مسئلہ حیات النبی ﷺ میں افراط و تفریط

افراط والے کہتے ہیں کہ نبی ﷺ اور ولی دور و نزدیک سے ہر وقت ہر بات سنتے ہیں اور تفریط والے کہتے ہیں کہ پیغمبر روضہ مقدس کے پاس سے پڑھا جانے والا درود و سلام بھی نہیں سنتے باتیں دونوں کی غلط ہیں۔ نبی خدا کی طرح سمیع و بصیر نہیں ہوتا مگر جب اور جو بات اللہ تعالیٰ سنانا یا دکھانا چاہے ان کو سنا یا دکھا دیتا ہے۔ ان میں اس کی استعداد رکھی ہوتی ہے۔ رہی روضہ مقدس پر پڑھے جانے والے درود و سلام کی بات۔ یہ خود آنحضرت ﷺ کے ارشاد سے معلوم ہے کہ روضہ اطہر پر پڑھا جانے والا درود و سلام حضور ﷺ خود سنتے اور اس کا جواب بھی دیتے ہیں۔

اسی طرح افراط والے کہتے ہیں کہ حضور ﷺ قبر مبارک میں بالکل دنیا کی طرح زندہ ہیں اور تفریط والے کہتے ہیں کہ قبر مبارک کے اندر جسد اطہر بے شعور اور بے ادراک پڑا ہے۔ نہ اس میں جان ہے نہ وہ جانتا ہے۔ یہ دونوں باتیں بھی غلط ہیں۔ کیونکہ دنیا سے چلے جانے کے بعد دنیوی تعلقات اور تکلیفات کا خاتمہ ہو جاتا ہے البتہ

قبروں میں انبیاء علیہم السلام کو زندگی ضرور ملتی ہے یہ بات بھی آں حضرت ﷺ کے ارشاد سے ثابت ہے۔ آپ نے فرمایا "الانبیاء احیاء فی قبورھم یصلون" حدیث۔ یعنی پیغمبر اپنی قبروں میں زندہ ہوتے ہیں نمازیں پڑھتے ہیں۔ ان کو بالکل دوسروں کی طرح سمجھنا بھی غلط ہے۔

منکرین کی قسمیں

جو آدمی بھی نیا فرقہ بناتا ہے وہ اسلام کا اور آنحضرت ﷺ کا انکار تو نہیں کرتا۔ کیونکہ ایسا کہنے سے کوئی اس کی باتوں کا یقین نہیں کرتا۔ لیکن آنحضرت ﷺ کی صفات اور شان میں ہیر پھیر کر کے سادہ لوح عوام کو فریب دینے میں کامیاب ہو جاتا ہے۔ مثلاً:

۱...... کوئی آنحضرت ﷺ کی ختم نبوت سے انکار کر کے اسلام سے خارج ہو جاتا ہے لیکن لوگوں کے سامنے آنحضرت ﷺ کو تعظیمی طور پر خاتم النبیین ﷺ کہہ کر عوام کو جتلائے فریب رکھتا ہے۔

۲...... کوئی نبی اکرم ﷺ کی احادیث سے انکار کر کے در پردہ حضور ﷺ کا منکر بن جاتا ہے۔ کیونکہ جب نبی اکرم ﷺ کی بات کا انکار کیا اور اس کو دین میں حجت تسلیم نہ کیا تو آنحضرت ﷺ کے ماننے کا کیا مطلب؟

اگر قرآن کی اس تشریح کو نہ مانا جائے جو معلم قرآن نے کی تو قرآن پر عمل مشکل ہی نہیں بلکہ ناممکن ہے حقیقت تو یہ ہے کہ حدیث کا انکار دراصل قرآن کا انکار ہے۔

۳...... کوئی نبی اکرم ﷺ کی معراج جسمانی کا انکار کر کے نیچری اور معتزلی بنتا ہے۔

۴...... اب ایسے لوگ بھی پیدا ہو گئے ہیں جو اپنے آپ کو اہل سنت والجماعت کہتے ہوئے بھی اہل سنت والجماعت کے مسلمہ مسئلہ حیات النبی ﷺ کا انکار کرتے ہیں اور آنحضرت ﷺ کی قبر والی حیات کا انکار کر کے اہل سنت والجماعت کے مسئلہ کی تردید اور علمائے دیوبند کی مخالفت کرتے ہیں دعویٰ کرتے ہیں کہ ہم اہل سنت والجماعت بھی ہیں اور دیوبندی بھی اور حیات برزخی کی رٹ لگا کر لوگوں کو غلط فہمی میں رکھتے ہیں اور حیات برزخی کا مطلب وضاحت کے ساتھ عوام کے سامنے پیش نہیں کرتے۔

۵...... بعض لوگ آنحضرت ﷺ کو وفات کے بعد اللہ کے سامنے بطور وسیلہ پیش کر کے دعا مانگنے سے چڑتے ہیں اور اس کا انکار کرتے ہیں۔ (یاد رہے پہلے یہ بات صرف غیر مقلد کہتے تھے۔ اب غلام خانی ٹولہ کا رسالہ تعلیم القرآن راولپنڈی بھی ایسا لکھنے لگا ہے)

اکابر علماء دیوبند اور مسئلہ حیات النبی ﷺ

آج سے پچپن سال پہلے بعض بدعتیوں نے علماء دیوبند پر یہ الزام لگایا کہ یہ حیات النبی ﷺ کے منکر ہیں

اور وسیلہ بھی نہیں مانتے اور اس وقت اس جھوٹے الزام کی تردید میں ایک کتاب علماء حق نے چھاپی۔ اس میں دونوں باتوں کی تردید کرتے ہوئے لکھا کہ علماء دیوبند اور ان کے مشائخ کا یہ عقیدہ ہے کہ انبیاء علیہم السلام قبروں میں زندہ ہیں اور یہ حیات صرف برزخی نہیں جو اوروں کو بھی حاصل ہے۔ ہاں اس لیے برزخی ہے کہ عالم برزخ میں ہے۔ اس کتاب میں یہ بھی صاف لکھا ہے کہ آنحضرت ﷺ کے روضہ مبارک پر جانا یا آپ کے وسیلہ سے دعا مانگنا جائز اور باعث برکت ہے اس کتاب کا نام المہند ہے اور اس پر ہندوستان، مصر، مکہ معظمہ، اور مدینہ منورہ کے بڑے بڑے علماء کے علاوہ مندرجہ ذیل اکابرین دیوبند کے بھی دستخط ہیں۔

شیخ الہند حضرت مولانا محمود الحسن صاحب (اسیر مالٹا) حکیم الامت حضرت مولانا شاہ اشرف علی تھانوی، مفتی اعظم حضرت مفتی کفایت اللہ صاحب، مفتی دارالعلوم دیوبند حضرت مولانا عزیز الرحمن صاحب عثمانی، حضرت مولانا شاہ عبدالرحیم صاحب رائے پوری، شارح ابوداؤد حضرت مولانا خلیل احمد صاحب سہارنپوری۔

یہ کتاب پچپن سال پہلے چھپی اور مسلسل چھپتی رہی اور کسی کو اس کی مخالفت کرنے کی جرأت نہ ہوئی۔

عنایت شاہی ٹولہ

مگر تین سال سے مولوی عنایت اللہ شاہ گجراتی اور مولوی غلام اللہ خان راولپنڈی نے حیات النبی ﷺ کے خلاف ملک میں اودھم مچا رکھا تھا۔ اس ٹولہ کے ایک آدمی نے صاف کہہ دیا کہ حضور پیچھے سے نماز میں نہیں دیکھتے تھے بلکہ آنکھوں سے جھانک لیتے تھے۔ ایک اور بزرگ نے یہ لکھا ہے کہ حضور کی نیند سے وضو ٹوٹ جاتا تھا۔ اس ٹولہ کے رسالہ تعلیم القرآن نے غیر مقلدوں کا ایک مضمون نقل کیا ہے۔ جس میں تحریر ہے کہ اس طرح کا وسیلہ پکڑنا شریعت میں نہیں ہے۔

اس ٹولہ کے سرغنہ گجراتی شاہ صاحب فرماتے ہیں کہ قبر جسد مبارک میں نہ شعور ہے نہ ادراک نہ روح ہے نہ روح کا تعلق۔ یہ جسد مبارک کی اور قبر کے اندر کی حیات کے منکر ہیں۔ مولوی غلام اللہ خان صاحب بھی انکار کرتے ہیں۔ اب جب کہ ان کے خلاف علماء دیوبند، سہارنپور، کراچی، لاہور اور ملتان کے فتوے اور اعلانات چھپ کر عوام کے سامنے آئے اور تین سال کے صبر آزما حوصلہ کے بعد جب علماء حق نے ان کا تعاقب کیا۔ تو اب یہ ٹولہ بوکھلا گیا ہے۔

بوکھلاہٹ

۱...... بوکھلاہٹ میں کبھی یہ کہتے ہیں کہ علماء دیوبند ہمارے ساتھ ہیں۔ حالانکہ المہند اب بھی موجود ہے اگر یہ سچے ہیں تو اس پر دستخط کر دیں۔

۲...... کبھی بوکھلاہٹ میں حضرت علامہ انور شاہ صاحب اور حکیم الامت حضرت تھانوی کی بعض عبارتیں پیش کرتے ہیں۔ حالانکہ ان کی باقی عبارتیں المہند کی روشنی میں پڑھنی چاہئیں۔ وہ کوئی معمولی آدمی تو نہ تھے کہ چالیس

سال المہند ان کے سامنے مجتمع رہی۔ وہ ان کی رائے کے مخالف تھی اور وہ خاموش رہے۔ مفصل عبارتوں کو چھوڑ کر مجمل عبارتوں سے کام لینا اور علماء دیوبند کے متفقہ مسائل کو رد کرنا اور پھر انہی کا نام استعمال کرنا خطرناک فریب ہے۔ حضرت علامہ انور شاہ ؒ نے تحیۃ الاسلام میں جو لکھا ہے کہ ''الانبیاء احیاء'' سے مراد مجموعہ اشخاص ہے صرف روحیں مراد نہیں ہیں۔ تو اس تصریح کے بعد ان کی عبارتوں کا دوسرا معانی لینا حضرت علامہ کی توہین ہے یہی حال حضرت حکیم الامت کا۔ ہے۔

۳...... بوکھلاہٹ کا اظہار اس طرح بھی کرتے ہیں کہ بار بار قرآن سے یہ ثابت کرتے ہیں کہ سب کو مرنا ہے اور کبھی حضرت صدیق اکبر ؓ کا خطبہ پیش کرتے ہیں کہ حضور فوت ہو گئے۔ حالانکہ بحث اس میں نہیں کہ حضور فوت ہوئے یا نہیں۔ عرفی موت تو یقینی آئی جنازہ پڑھا گیا۔ مگر وہ جنازہ بھی عام مردوں کی طرح نہیں تھا۔ باری باری چند آدمی حجرہ مبارک میں داخل ہو کر درود شریف پڑھ پڑھ کر نکلتے جاتے اسی طرح ہزاروں صحابہ کرام ؓ نے کیا۔ پھر روضہ اطہر میں رکھا گیا ان باتوں سے تو انکار نہیں۔ سوال تو یہ ہے کہ حضور ﷺ نے جو ارشاد فرمایا کہ پیغمبر قبروں میں زندہ ہوتے ہیں اور نماز پڑھتے ہیں اور شارح بخاری حافظ ابن حجر (شافعی) اور شیخ بدرالدین (حنفی) نے جو لکھا ہے قبروں میں سب کی روحیں لوٹائی جاتی ہیں۔ اوروں کی روحیں پھر ٹھکانے پہنچا دی جاتی ہیں۔ مگر پیغمبروں کی روحیں قبروں ہی میں رہتی ہیں۔ آیا حضور ﷺ کے ارشاد میں شک کرنا مناسب ہے۔ جب آپ قبروں میں زندگی بتا رہے ہیں تو قبروں میں تو جسم ہیں لہٰذا جسموں کی زندگی ماننی پڑے گی اور یہ جو ارشاد ہے کہ میں قریب سے درود و سلام سنوں گا اور اس کا جواب دوں گا۔ تو قبر کے پاس سے درود سننے کا معنی جسد سے تعلق نہیں رکھتا تو کس سے رکھتا ہے؟ پھر حافظ ابن حجر اور شیخ بدالدین عینی کا مندرجہ بالا قول بھی یاد رکھیں۔ ان دونوں بزرگوں کے مقابلہ میں مولوی عنایت اللہ شاہ صاحب گجراتی کی کیا حیثیت ہے اور کم از کم بات یہ ہے جو ابن قیم نے کتاب الروح میں لکھی ہے کہ روح مبارک کا پرتو قبر پر پڑتا ہے اس سے جسد مبارک میں حیات کے آثار پیدا ہوتے ہیں۔ اس لیے آپ ﷺ سنتے اور جواب دیتے ہیں۔ جیسے سورج تو دور ہے مگر اس کی کرنوں سے زمین جگمگاتی ہے بہر حال وہ بھی روح کے تعلق سے حیات مانتے ہیں۔

حضرت ابوبکر صدیق ؓ کا خطبہ

حضرت صدیق اکبر ؓ نے یہ بات تو بعد میں فرمائی کہ آپ ﷺ فوت ہو گئے۔ پہلے پہل انہوں نے حضور ﷺ کو دیکھ کر آپ ﷺ کو چوما پھر ارشاد فرمایا کہ اللہ تعالیٰ آپ کو دو موتیں نہ چکھائے گا۔ ''لا یذیقک اللہ الموتتین'' اس کا مطلب ہر دو شارحین بخاری نے یہی کیا ہے جو اوپر بیان ہوا کہ اوروں کو قبروں میں زندہ کر کے پھر مارا جاتا ہے۔ مگر آپ ﷺ پر بس یہی ایک موت مقدر تھی۔ قبر میں دوبارہ روح مبارک نہ نکالی جائے گی اور اسی کو شیخ بدرالدین

مبنی (حنفی) شارح ... نے اہل سنت کا مذہب بتایا ہے۔ اگر علماء دیوبند نے لکھ دیا تو کون سا جرم کیا۔ مگر عنایت شاہی اور غلام خانی ٹولہ اب ... مقلدوں کے ساتھ ہو کر حیات النبی ﷺ اور ... دونوں سے انکار کر رہا ہے۔ اب ... ہی انصاف کریں کہ حضرت صدیق اکبر ﷜ کے ارشاد کا مطلب یہ ہو ... اور علماء ... ﷫۔

مرزائیوں کے نقش قدم پر

۴...... بوکھلاہٹ کی حد یہ ہے کہ اب یہ ٹولہ مرزائیوں کے نقش قدم پر چل پڑا ہے۔ جوابات ... آ کر انہوں نے بھی اب گالیاں دینے اور علماء پر کیچڑ اچھالنے کے لیے رسالہ بازی کا مشغلہ شروع کر دیا ہے۔ راولپنڈی سے کسی آبرو باختہ نے برق و شرر نامی ایک چھوٹا سا رسالہ لکھا ہے۔ پہلے تو اس میں یہ رونا رویا ہے کہ یہ مسئلہ کفر اسلام کا تو ہے نہیں۔ ہم پوچھتے ہیں کہ اگر کفر و اسلام کا نہیں تو آپ لوگوں نے تین سال تک حیات النبی ﷺ کے خلاف تقریریں کرنے اور ملک میں اودھم مچانے اور علماء کو لڑانے کا یہ منحوس شغل کیوں جاری رکھا تھا اور کیوں چیلنج پر چیلنج دیئے تھے۔ اب اس غلام خانی اور عنایت شاہی ٹولہ نے حیات النبی ﷺ کے ماننے والے علماء کرام کو کوسنے کو سنے مرزائیوں کا طریقہ اختیار کر لیا ہے لکھتے ہیں کہ ان لوگوں نے ختم نبوت کی تحریک چلا کر قوم کو تباہ کیا۔ بچوں کو یتیم کیا۔ ان حضرات سے کوئی پوچھے کہ اس سے پہلے سابق احرار کی اس طرح مخالفت مرزائی کیا کرتے تھے کیا یہ حیات النبی ﷺ کے انکار کی پھٹکار تو نہیں ہے کہ اب آپ بھی ان مرزائیوں کی خوشنودی کا سامان پیدا کرتے اور جھوٹ کہتے ہیں۔ آپ کہتے ہیں کہ یہ لوگ کبھی کسی جماعت میں اور کبھی کسی میں تھے لیکن آپ کو کیا ہو گیا ہے کہ ساری مجلس عمل کا کام مجلس احرار کے سر تھوپ دیا۔ پھر اس وقت خود اس میں شامل ہو کر جیل گئے اور جتھے بھی بھیجتے رہے اور اب مرزائیوں جیسی باتیں کر کے اس کی مخالفت کرتے ہیں۔ ہم پوچھتے ہیں کہ آپ اس وقت تحریک میں شامل ہو کر منافقت کر رہے تھے۔ آپ کو اس گناہ بے لذت سے کچھ نہ ملے گا۔ اگر آپ کا مقصد کسی افسر یا مرزائیوں کو خوش کرنا ہو تو یہ بھی حاصل نہ ہو گا۔ اگر دوسروں کو ڈرانا مطلوب ہو تو اہل حق ڈرا نہیں کرتے۔

۵...... غلام خانی ٹولہ کی بوکھلاہٹ کی کھلی دلیل یہ ہے کہ حیات النبی ﷺ پر دستخط تو کریں۔ آج سے پچپن برس پہلے تمام اکابرین دیوبند اور فتوے بھی تمام علماء دیں اور کوسنے لگیں بیچارے احرار کو اور اتنی عقل سے بھی کام نہیں لیا کہ ختم نبوت کی تحریک تو مجلس عمل نے چلائی تھی اور اس وقت تو یہ توحید کے پتلے مولوی عارف اللہ صاحب اور مولوی عبدالغفور ہزاروی سے تحریک کی خاطر معانقے کرتے تھے۔

جہلم کا جلسہ

برق و شرر میں غلام خانی ٹولہ نے جہلم کے غیر مقلدوں کے جلسہ کی کیفیت کی تردید کی یہ تو مانا کہ آپ غیر

مقلدوں کے جلسہ میں تقریر کر رہے تھے اور یہ بھی مانا کہ غیر مقلد مولوی اسماعیل ذبیح (تقی ذبیح) نے کہا تھا کہ بڑی باتیں روکنے کے لیے دروازے بھی بند کئے جاتے ہیں۔ (اوکما قال) اور اب ایسی ہی تقریر شاہ صاحب کریں گے۔ یعنی غیر مقلدوں کی بندوق اب گجراتی شاہ کے کندھے سے چلے گی۔ محترم گجراتی شاہ صاحب! یہ تو وہی بات ہوئی کہ گنوہ نہیں بلی نے ہگا ہے۔ یہی بات تھی کہ تقی ذبیح صاحب نے کہا تھا کہ حیات النبی ﷺ کی مخالفت شرک کا دروازہ بند کرنا ہے۔ آپ کے برق وشرر نے ان الفاظ کو ذرا گول مول کر دیا لیکن بات تو وہی ہے۔

جہلم نہ سہی پنڈ دادنخان سہی

چلیے شاہ صاحب جہلم نہ سہی پنڈ دادنخان سہی۔ کیا ۱۱ نومبر ۱۹۶۰ء پنڈ دادنخان آپ کی تقریر میں سوال ہوا کہ آپ نے حج کے وقت روضہ اطہر پر کون سا درود پڑھا تھا اور کیا سمجھ کر پڑھا تھا اور آپ کے جواب پر جب لے دے ہوئی تو کیا آپ اسٹیج چھوڑ کر نہیں بھاگے تھے اور کیا مولوی غلام اللہ خان صاحب رات کی تقریر میں حضرت امیر شریعت مولانا عطاء اللہ شاہ صاحب بخاری کی تعریف وتوصیف نہیں کی جن کے مشورہ پر چلنے والوں کو آج آپ قوم کا تباہ کن کہہ رہے ہیں۔ ہم آپ سے عاجزی سے اپیل کرتے ہیں کہ اگر آپ کے دل میں رتی بھر اسلام اور اسلام کا درد ہے تو حیات النبی ﷺ کی مخالفت ترک کر دیں اور وسیلہ کے خلاف نہ لکھیں۔ جب یہ مسئلہ بھی کفر واسلام کا نہیں تو وقار اور علمی گھمنڈ کا بت توڑ دیں۔ ہم تو اپنے اکابر کے مسلک حق کے قائل اور اس پر کاربند ہیں۔ اگر آپ کی رائے ان کا اکابر کے خلاف ہے تو صفائی سے کہہ دیں کہ ہم ان کے مخالف ہیں۔ لیکن خدارا یہ کہہ کر دھوکہ نہ دیں کہ اکابر دیوبند کا عقیدہ آپ کے مطابق ہے۔ آپ کو حق حاصل ہے کہ جو عقیدہ چاہو رکھو لیکن علماء دیوبند کا نام غلط استعمال نہ کریں۔ ہم یہ رسالہ لکھ کر خوشی محسوس نہیں کرتے مگر آپ کے بے وقوف ناصحین نے مجبور کیا اس لیے یہ چھوٹا سا رسالہ لکھا ہے۔ آگے آپ کی مرضی سلسلہ جاری رکھنا ہو تو ایک اور لکھوا دیں پھر جواب سن لینا۔ ورنہ امت پر رحم کر کے آنحضرت ﷺ کو قبر مبارک میں بے جان مردہ ثابت کرنے کی لاحاصل سعی ترک کر دیں۔ جب احیاء کا لفظ قرآن وحدیث میں ہے اور بزرگوں نے بھی لکھا ہے اور آپ کا برق وشرر بھی مانتا ہے کہ کفر واسلام کا مسئلہ نہیں ہے تو کیوں آپ اس شغل کو ترک نہیں کر دیتے۔

"وماعلینا الا البلاغ"

شائع کردہ: محمد صادق
پنڈ دادنخان ضلع جہلم

وَلَا تَقُولُوا لِمَنْ يُقْتَلُ فِي سَبِيلِ اللّٰهِ اَمْوَاتٌ
بَلْ أَحْيَاءٌ وَلٰكِنْ لَّا تَشْعُرُونَ (القرآن)

اَلْاَنْبِيَاءُ أَحْيَاءٌ فِي قُبُوْرِهِمْ يُصَلُّوْنَ (الحدیث)

اَلْحَيَاتُ بَعْدَ الْوَفَاتِ

لِسَيِّدِ الْكَائِنَاتِ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم

تالیف:

حضرت مولانا محمد شریف دیوبندی قادری رحمۃ اللہ علیہ

قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم

الانبیاءُ احیاءٌ فی قبورھم یصلّون (الحدیث)

فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے انبیاء اپنی قبروں میں زندہ ہیں اور نماز پڑھتے ہیں

الحیات بعد الوفات

لسید الکائنات صلی اللہ علیہ وسلم

تالیف :

خادم العلماء محمد شریف دیوبندی قادری
منڈی بہاؤالدین ضلع گجرات

ملنے کا پتہ
دواخانہ اشرفیہ زیر مسجد نور منڈی بہاؤالدین

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

تفصیلی فہرست

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

(حرفے چند)

مولانا محمد شریف قادری دیوبندی رحمۃ اللہ علیہ

دارالعلوم دیوبند کے فاضل مولانا حکیم محمد شریف قادری دیوبندی رحمۃ اللہ علیہ منڈی بہاؤالدین کے رہائشی تھے۔ جامع مسجد نور کے نیچے ان کی حکمت کی دکان تھی جس کا نام دواخانہ اشرفیہ تھا۔ منڈی بہاؤالدین میں ایک دینی مدرسہ دارالعلوم اسلامیہ کے ناظم تھے۔ انہوں نے رسالہ "الحیات بعد الوفات لسید الکائنات ﷺ" شائع کیا۔ اس میں صرف دارالعلوم دیوبند کا ایک فتویٰ جوان کے سوال کے جواب پر مشتمل تھا۔ پاکستان کے دوسرے فتاویٰ جات وہ دوسرے حصہ میں شائع کرنا چاہتے تھے۔ نہ معلوم کہ وہ شائع ہوا یا نہ۔ البتہ اس رسالہ کو اس مجموعہ میں شائع کرنے کی ہم سعادت حاصل کررہے ہیں۔ (ناشر)

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

الحمدللہ الذی انزل الکتاب والصلوٰۃ والسلام علی سید الانبیاء محمدن الذی اوتی الحکمۃ وفصل الخطاب وآلہ واصحابہ الذین قطعوا عرق الشک والارتیاب امابعد!

منڈی بہاؤالدین اور گردونواح کے علماء کرام اور عوام مسلک علماء دیوبند کے ساتھ تعلق رکھنے والوں میں اتفاق واتحاد اور باہمی عزت واحترام تھا مگر کچھ عرصہ قریب سے بعض عقل پرست فرقہ ضالہ معتزلہ وکرامیہ کے مقلد حلوہ ومرغ کے دلدادہ ہمارے پرامن شہر میں آنے جانے لگے جس سے ہمارے پرامن شہر کی فضا مکدر ہوگئی اور بجائے اتفاق، اتحاد اور عزت واحترام کے طعن وتشنیع شروع ہوگیا اور نوبت جنگ وجدال تک پہنچ جاتی ہے۔

لہٰذا مسلک علماء دیوبند کو واضح کرنے اور فرقہ ضالہ معتزلہ وکرامیہ (جوکہ جمہور اہلسنت والجماعت کے خلاف ہے اور اپنے پر دیوبندیت کا لیبل چسپاں کرتے ہیں) سے خبردار کرنے کے لئے خاص دارالعلوم دیوبند اور ملک کے مشہور ومعروف مدارس اسلامیہ جوکہ مسلک علماء دیوبند کے ساتھ مربوط ہیں جن سے علماء سند حدیث حاصل کرتے ہیں۔ فتاویٰ منگوا کر شائع کرنے کی ضرورت محسوس کی گئی تاکہ شہر کی فضا درست ہوجائے اور ایسے مفسدین کو ہمارے عقائد اور ایمان واخلاق سے کھیلنے کا موقع نہ ملے۔ ان فتوؤں کو دو حصوں میں شائع کیا جائے گا۔ پہلے حصہ میں صرف دارالعلوم دیوبند کا فتویٰ ہے باقی دوسرے حصہ میں شائع کئے جائیں گے۔

احقر محمد شریف دیوبندی ناظم دارالعلوم الاسلامیہ منڈی بہاؤالدین

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

کیا فرماتے ہیں علماء دین ومفتیان شرح متین مسئلہ ذیل میں:

۱...... کیا علماء دیوبند اور جمہور اہل سنت والجماعت کا عقیدہ ہے کہ سردار دوعالم حضرت محمد مصطفیٰ ﷺ اپنے روضہ شریف میں دنیا کی سی زندگی کے ساتھ زندہ ہیں۔

۲...... جو لوگ یہ عقیدہ رکھتے ہیں کہ سردار دوعالم حضرت محمد مصطفیٰ ﷺ اپنی قبر شریف میں محض بے جان اور مردہ ہیں اور آپ ﷺ کی دنیا کی سی زندگی کا انکار کرتے ہیں یہ کس فرقہ کا عقیدہ ہے نام متعین فرمائیں۔

۳...... حیات النبی ﷺ کا عقیدہ رکھنے والے کی نماز منکر حیات النبی ﷺ کے پیچھے کیا حکم رکھتی ہے۔

۴...... حجاج کرام کا سردار دوعالم حضرت محمد مصطفیٰ ﷺ کے روضہ شریف کی زیارت کے لئے نہ جانا، اس عقیدہ کی بناء پر کہ رسول اللہ ﷺ صلوٰۃ وسلام نہیں سنتے کیا حکم رکھتا ہے۔

۵...... منکرین حیات الانبیاء علیہم فی القبور قائلین حیات الانبیاء فی القبور کو دجال کذاب ومشرک کہتے ہیں۔ آیا یہ منکرین حیات الانبیاء فی القبور دیوبندی کہلانے کے مستحق ہیں؟

۶...... منکرین ثواب وعذاب قبر کا شرعی حکم کیا ہے؟

(نوٹ) جوابات چھپوائے جائیں گے لہٰذا تصنیفی عبارت ہونی چاہئے اور دلائل کا لحاظ رکھیں۔

بینوا توجروا!

السائل احقر محمد شریف فاضل دیوبند

ناظم دار العلوم الاسلامیہ منڈی بہاؤالدین معرفت دواخانہ اشرفیہ

زیر مسجد نور منڈی بہاؤالدین۔ ۲۰ر فروری ۱۹۸۵ء

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

کیا فرماتے ہیں علمائے دین و مفتیان شرح متین مسئلہ ذیل میں:

۱...... کیا علمائے دیوبند اور جمہور اہل سنت والجماعت کا عقیدہ ہے کہ سردار دو عالم حضرت محمد مصطفی ﷺ اپنے روضہ شریف میں دنیا کی سی زندگی کے ساتھ زندہ ہیں؟

باسمہ سبحانہ وتعالیٰ

الجواب ومنہ الصواب

حامداً و مصلیاً......

تمہید: سب سے پہلے یہ سمجھنا چاہئے کہ مسئلہ مستفسرہ میں بزرگان دیوبند کا مسلک بالکل صاف اور واضح ہے اور اس سے قبل بھی بار بار اس کی اشاعت ہو چکی ہے۔ نیز علمائے دیوبند کی مختلف اور متعدد تصانیف میں مکرر سہ کرر اسے بیان فرمایا گیا ہے اور وہ کتابیں عام و خاص میں معروف و مشہور ہیں۔ مثلاً (۱) آب حیات (۲) جمال قاسمی (۳) نشر الطیب (۴) الشہاب الثاقب (۵) المصالح العقلیہ (۶) فیض الباری (۷) المہند علی المفند (۸) تسکین الصدور (۹) متفقہ اعلان (۱۰) اور مقام حیات وغیر ذالک۔ پھر مسئلہ کے آخری حل اور نزاع کے تصفیہ کے لئے ۱۸ر محرم ۱۳۸۲ھ مطابق ۲۲ر جون ۱۹۶۲ء کو راولپنڈی میں حضرت مولانا قاری محمد طیب صاحب رحمۃ اللہ علیہ کی زیر سرپرستی فریقین کے ذمہ داروں نے درج ذیل عبارت پر دستخط بھی فرما دیئے۔ عبارت مجوزہ یہ ہے:

"وفات کے بعد نبی کریم ﷺ کے جسد اطہر کو برزخ (قبر شریف) میں بہ تعلق روح حیات حاصل ہے اور اس حیات کی وجہ سے روضہ اقدس پر حاضر ہونے والوں کا آپ صلوٰۃ وسلام سنتے ہیں۔"

اس صاف اور صحیح عبارت پر اقراری دستخط کے باوجود اصل اور اجماعی مسئلہ سے انحراف جہاں امانت و دیانت کی دنیا میں حیرت زا ہے وہیں باعث صد افسوس بھی۔ فیا للعجب ویا حسرتاہ!

پھر یہ المیہ اس وقت مزید دو چند ہو جاتا ہے جب باہمی اتحاد و اتفاق عزت و احترام کے بجائے تشتت و افتراق، نزاع و جدال اور طعن و تشنیع کا طریقہ اختیار کیا جائے۔ جو عزت نفس اور شرافت ضمیر کے قطعاً قطعاً منافی ہے۔ فالی اللہ المشتکی! خدا اصلاح اعمال کی توفیق بخشے: ایں دعا از من و از جملہ جہاں آمین باد!

اس تمہید کے بعد اصل جواب ملاحظہ فرمائیں:

۱...... جی ہاں! تمام اہل سنت والجماعت کا قرآن وحدیث کی روشنی میں اجماعی عقیدہ ہے کہ آنحضرت ﷺ اسی طرح دیگر تمام انبیاء کرام علیہم السلام قبروں میں اجساد عنصریہ کے ساتھ حیات ہیں اور یہ حیات برزخی حیات دنیوی سے کم نہیں ہے اور تلذذ اً نماز و دیگر عبادات میں مشغول ہیں اور یہ حیات برزخی اگرچہ کم محسوس نہیں ہوتی لیکن بلاشبہ یہ حیات حسی اور جسمانی ہے۔ اس لئے کہ روحانی اور معنوی حیات تو عامہ مؤمنین بلکہ ارواح کفار کو بھی حاصل ہے۔ امت کا یہ اجماعی عقیدہ اصول شریعت کتاب وسنت اور اجماع امت سے ثابت ہے۔ چنانچہ ادلۂ ثلاثہ پیش ہیں۔ ملاحظہ فرمائیں:

عقیدہ حیات الانبیاء قرآن حکیم میں

قرآن حکیم میں بیشتر مقامات پر حیات الانبیاء کا ثبوت (اشارۃً، دلالۃً اور اقتضاءً) ملتا ہے۔ ان سب کا احصاء مشکل بھی ہے اور موجب طول بھی۔ اس لئے اختصار کی غرض سے چند آیتوں کے ذکر پر اکتفا کیا جا رہا ہے۔

۱...... ’’واسئل من ارسلنا من قبلک من رسلنا اجعلنا من دون الرحمن الھۃ یعبدون‘‘ (الزخرف:۴۵)

آیت کی تفسیر میں مفسرین نے یہ فرمایا ہے کہ اس آیت سے انبیاء علیہم السلام کی حیات پر استدلال کیا گیا ہے۔ چنانچہ محدث العصر حضرت مولانا سید انور شاہ صاحب رحمہ اللہ فرماتے ہیں: ’’یستدل بہ علی حیات الانبیاء‘‘ (مشکلات القرآن ص ۲۳۴ وکذا فی الدر المنثور ج۶ ص۱۶، روح المعانی ج۲۵ ص۸۹، جمل ج۴ ص۸۸، شیخ زادہ ج۳ ص۲۹۸، خفاجی ج۷ ص۴۴۳)

۲...... ’’ولقد اٰتینا موسی الکتاب فلا تکن فی مریۃ من لقائہ‘‘ (السجدہ:۲۳)

حضرت شاہ عبدالقادر صاحب رحمہ اللہ نے اس آیت کی تفسیر میں فرمایا: ’’معراج کی رات میں ان سے ملے تھے اور بھی کئی بار‘‘ (موضح القرآن) اور ملاقات بغیر حیات ممکن نہیں۔ لہٰذا اقتضاء النص سے حیات الانبیاء کا ثبوت ہوتا ہے۔ یہاں اصول فقہ کا یہ مسئلہ بھی پیش نظر رہنا چاہئے کہ جو حکم اقتضاء النص سے ثابت ہوتا ہے وہ بحالت انفراد قوت واستدلال میں عبارۃ النص کے مثل ہوتا ہے۔

۳...... ’’ولا تقولوا لمن یقتل فی سبیل اللّٰہ اموات بل احیاء ولکن لا تشعرون‘‘ (البقرہ:۱۵۴)

۴...... ’’بل احیاء عند ربھم یرزقون۔ فرحین بما اٰتاھم اللّٰہ من فضلہ‘‘ (آل عمران:۱۶۹،۱۷۰)

ان دونوں آیتوں کے بارے میں حافظ ابن حجر عسقلانی رحمہ اللہ نے فرمایا کہ: ’’واذا ثبت انھم احیاء من حیث النقل فانہ یقویہ من حیث النظر کون الشھداء احیاء بنص القرآن والانبیاء افضل من الشھداء‘‘ جب نقل کے اعتبار سے یہ بات ثابت ہو چکی ہے کہ شہداء زندہ ہیں تو عقلی اعتبار سے بھی یہ بات پختہ ہو جاتی ہے کہ شہداء زندہ ہیں اور حضرات انبیاء علیہم السلام تو شہداء سے بہرحال افضل ہیں۔ (فتح الباری ج۶ ص۳۷۹)

غور فرمائیے! حافظ الدنیا کس قدر قوت کے ساتھ آیت کریمہ سے دلالۃ النص یعنی درجہ اولیت سے حیات الانبیاء کو ثابت فرما رہے ہیں۔

۵...... ’’فلما قضینا علیہ الموت ما دلھم علی موتہ الا دابۃ الارض تاکل منسأتہ‘‘ (السبا:۱۴)

اس آیت سے بھی دلالۃ النص سے حیات الانبیاء کا عقیدہ ثابت ہوتا ہے۔ اس لئے کہ جب کیڑوں نے مضبوط اور سخت ترین عصائے سلیمان کو کھالیا تو جسم عنصری کو کھالینا اس سے کہیں سہل تھا۔ اس کے باوجود جسم کا ٹکا رہنا بلکہ محفوظ رہنا حیات کی صریح دلیل ہے۔

حیات الانبیاء علیہم السلام احادیث شریفہ کی روشنی میں

۱...... حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ: ''الانبیاء احیاء فی قبورھم یصلون'' حضرات انبیاء علیہم السلام اپنی قبروں میں زندہ ہیں اور نمازیں پڑھتے ہیں۔

(شفاء السقام ص ۱۳۴، حیات الانبیاء للبیہقی ص ۱)

علامہ سبکی رحمۃ اللہ علیہ اس حدیث کی سند کو نقل کر کے اس کے رواۃ کی توثیق کرتے ہیں اور اس کو صحیح قرار دیتے ہوئے اس سے استدلال کرتے ہیں۔ یہ روایت بدون سند (خصائص الکبریٰ ص ۲۸۱) میں اور مسند ابویعلی کے پہلے راوی کے علاوہ بقیہ روات کے ساتھ (فتح الباری ج ۶ ص ۳۵۲) اور (فتح الملہم ج ۱ ص ۳۲۹) میں بھی مذکور ہے۔

حدیث شریف کی صحت کے متعلق علمائے اسماء رجال کی تفصیلی آراء

حافظ ابن حجر عسقلانی فرماتے ہیں کہ ''وصححہ البیہقی'' امام بیہقی نے اس کی تصحیح کی ہے۔

(فتح الباری ج ۶ ص ۳۵۲)

محدث العصر حضرت مولانا انور شاہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں ''ووافقہ الحافظ فی المجلد السادس''

امام بیہقی کی اس تصحیح پر حافظ ابن حجر نے اتفاق کیا ہے۔ (فیض الباری ج ۲ ص ۶۴)

نیز علامہ عثمانی بھی اس کی تائید کرتے ہیں۔ (فتح الملہم ج ۱ ص ۳۲۹)

علامہ ہیثمی فرماتے ہیں کہ ''رجال یعلی ثقات'' ابویعلی کی سند کے سب راوی ثقہ ہیں۔

(مجمع الزوائد ج ۸ ص ۲۱۱)

علامہ عزیزی لکھتے ہیں ''وھو حدیث صحیح'' یہ حدیث صحیح ہے۔ (السراج المنیر ج ۲ ص ۱۳۴)

ملا علی قاری رحمۃ اللہ علیہ لکھتے ہیں ''صح خبر الانبیاء احیاء فی قبورھم'' الانبیاء احیاء فی قبورہم کی حدیث صحیح ہے۔ (مرقاۃ المفاتیح ج ۲ ص ۲۱۲)

علامہ عبدالرؤف مناوی رحمۃ اللہ علیہ لکھتے ہیں کہ ''ھذا حدیث صحیح (فیض القدیر بشرح الجامع الصغیر ج ۳ ص ۱۸۴) ابویعلی بنقل ثقات ان روایت انس بن مالک اوردہ قال قال رسول اللہ ﷺ الانبیاء احیاء فی قبورھم یصلون'' یہ حدیث صحیح ہے۔ شیخ عبدالحق محدث دہلوی فرماتے ہیں امام ابویعلیٰ ثقہ راویوں کی نقل سے حضرت انس رضی اللہ عنہ بن مالک سے روایت کرتے ہیں کہ آنحضرت ﷺ نے فرمایا کہ حضرات انبیاء علیہم السلام زندہ ہیں اور اپنی قبروں میں نماز پڑھتے ہیں۔ (مدارج النبوۃ ج ۲ ص ۴۳۷، جذب القلوب ص ۱۸۰)

قاضی شوکانی لکھتے ہیں کہ: ''انہ ﷺ حی فی قبرہ روحہ لا تفارقہ لما صح ان الانبیاء احیاء فی

قبورھم'' آنحضرت ﷺ اپنی قبر میں زندہ ہیں اور آپ کی روح آپ کے جسم مبارک سے جدا نہیں ہوئی۔ کیونکہ صحیح حدیث میں آیا ہے کہ حضرات انبیاء علیہم السلام اپنی قبروں میں زندہ ہیں۔ (تحفۃ الذاکرین شرح حصن حصین ص ۲۸)

اور دوسرے مقام پر لکھتے ہیں: ''وقد ثبت فی الحدیث ان الانبیاء احیاء فی قبورھم رواہ المنذری وصححہ البیھقی'' بلاشبہ حدیث سے ثابت ہو چکا ہے کہ حضرات انبیاء کرام علیہم السلام اپنی قبروں میں زندہ ہیں۔ علامہ منذری نے یہ روایت بیان کی ہے اور امام بیہقی نے اس کی تصحیح کی ہے۔ (نیل الاوطار ج ۳ ص ۲۶۴)

علامہ سمہودی لکھتے ہیں ''رواہ ابویعلی برجال ثقات ورواہ البیھقی وصححہ'' ابویعلی نے ثقہ راویوں سے یہ روایت کی ہے اور امام بیہقی نے اس کو صحیح سند سے روایت کیا ہے۔ (وفاء الوفاء ج ۲ ص ۴۰۵)

اور حضرت شیخ الحدیث مولانا محمد زکریا صاحب رحمہ اللہ لکھتے ہیں کہ اور یہ حدیث کہ انبیاء اپنی قبروں میں نماز پڑھتے ہیں، صحیح ہے۔ (فضائل درود ص ۳۷)

آپ نے ملاحظہ کر لیا کہ امام ابویعلی کے طریق سے جو روایت ہے اس کے تمام راوی ثقہ اور ثبت ہیں اور جمہور محدثین کرام اس کی تصحیح کرتے ہیں۔ کسی حدیث کے صحیح ہونے کے لئے اصول حدیث میں اس سے زیادہ قوی دلیل اور کیا ہو سکتی ہے کہ اس کے سب راوی ثقہ ہوں اور جمہور محدثین کرام اس کی تصحیح پر متفق ہوں۔

۲...... حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ آنحضور ﷺ کا ارشاد گرامی ہے: ''مامن احد یسلم علیّ الا رد اللہ علیّ روحی حتی ارد علیہ السلام'' کوئی شخص ایسا نہیں جو مجھ پر سلام کہتا ہو مگر یہ کہ اللہ تعالیٰ میری روح مجھ پر لوٹا دیتا ہے یہاں تک کہ میں اس کا جواب دیتا ہوں۔ (ابوداؤد ج ۱ ص ۲۷۹ واللفظ لہ، مسند احمد ج ۲ ص ۵۲۷)

حدیث کی صحت کے متعلق محدثین کرام کی آراء

امام سبکی فرماتے ہیں کہ ''وھو اعتماد صحیح'' اور یہ اعتماد صحیح ہے۔ (السراج المنیر ج ۳ ص ۲۷۹)

(امام ابوداؤد اور امام احمد نے اس روایت پر اعتماد کیا ہے)

حافظ ابن حجر فرماتے ہیں کہ ''رواتہ ثقات'' (تفسیر ابن کثیر ج ۳ ص ۵۱۴)

علامہ عزیزی لکھتے ہیں ''اسنادہ حسن'' (کتاب الاذکار ص ۱۰۶)

حافظ ابن کثیر فرماتے ہیں ''صححہ النووی فی الاذکار'' (فتاویٰ ابن تیمیہ ج ۴ ص ۳۱۶)

امام نووی رحمہ اللہ فرماتے ہیں ''بالاسناد الصحیح'' (زرقانی شرح مواہب ج ۸ ص ۳۰۸)

حافظ ابن تیمیہ لکھتے ہیں ''وھو حدیث جید'' (دلیل الطالب ص ۸۴۳)

علامہ زرقانی فرماتے ہیں ''باسناد صحیح'' (وفاء الوفاء ج ۲ ص ۴۰۳)

اور نواب صدیق حسن خان صاحب رحمہ اللہ لکھتے ہیں ''قال النووی فی الاذکار اسنادہ صحیح وقال ابن حجر رواتہ ثقات'' (عقیدۃ الاسلام ص ۵۲، فتح الملہم ج ۱ ص ۳۳۰)

علامہ سمہودی فرماتے ہیں ''روی ابوداؤد بسند صحیح'' (القول البدیع ص ۱۱۷)

مولانا انور شاہ صاحب اور علامہ عثمانی فرماتے ہیں ''رواتہ ثقات'' (حاشیہ حیات الانبیاء للبیہقی ص ۶)

امام سخاوی فرماتے ہیں "روی احمد و ابو داؤد والطبرانی والبیھقی باسناد حسن بل صححه النووی فی کتاب الاذکار وغیرہ" اور علامہ محمد بن محمد القاضی الیوسنوی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں "قال النووی فی الاذکار وریاض الصالحین اسنادہ صحیح وصححه ایضاً ابن القیم"

اصول حدیث کی رو سے یہ روایت بالکل حسن اور صحیح ہے اور اس کے جملہ راوی ثقہ ہیں۔ جیسا کہ آپ نے باحوالہ پڑھ لیا اور محدثین کرام کی خاصی جماعت اس کی تحسین وتصحیح کرتی ہے۔

۳...... حضرت اوس بن اوس سے روایت ہے کہ آنحضرت ﷺ نے فرمایا: "ان من افضل ایامکم یوم الجمعة فیه خلق آدم وفیه قبض وفیه النفخة وفیه الصعقة فاکثروا علیّ من الصلوة فیه فان صلوتکم معروضة علیّ قال قالوا وکیف تعرض صلوتنا علیک وقد ارمت قال یقولون بلیت فقال ان الله حرم علی الارض ان تاکل اجساد الانبیاء" بے شک تمہارا افضل ترین دنوں میں سے ایک جمعہ ہے اسی میں حضرت آدم علیہ السلام پیدا کئے گئے اور اسی میں ان کی وفات ہوئی اور اسی میں نفخہ اولی ہوگا اور اسی میں نفخہ ثانی ہوگا سو تم جمعہ کے دن بکثرت مجھ پر درود پڑھا کرو۔ کیونکہ تمہارا درود مجھ پر پیش کیا جاتا ہے۔ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے عرض کیا کہ یارسول اللہ ﷺ کس طرح ہمارا درود آپ پر پیش کیا جائے گا جب کہ آپ بوسیدہ ہو چکے ہوں گے۔ آپ ﷺ نے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ زمین پر حضرات انبیاء علیہم السلام کے اجساد حرام کر دیئے ہیں۔ (یعنی زمین ان کو کھا نہیں سکتی)

(ابوداؤد ج ۱ ص ۱۵۰ واللفظ لہ والدارمی ص ۱۹۵ والنسائی ج ۱ ص ۱۵۳، مستدرک ج ۱ ص ۲۷۸، ج ۴ ص ۵۶۰، موارد الظمآن ص ۱۴۶ وابن ماجہ ص ۷۷ وسنن الکبریٰ ج ۳ ص ۲۴۹، ابن ابی شیبہ ج ۲ ص ۵۱۶)

اب حدیث کی صورت اور محدثین عظام کے اقوال

اس حدیث کے بارے میں حافظ ابن حجر رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں "وصححه ابن خزیمه وغیرہ"
(فتح الباری ج ۱۳ ص ۲۷۹)

حافظ ابن القیم رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ "ومن تامل فی هذا الاسناد لم یشک فی صحته لثقة رواته وشهرته وقبول الائمة حدیثه" (جلاء الافہام ص ۴۳)

اور یہی الفاظ اس موقع پر علامہ ابن الہادی کے ہیں۔ (الصارم المنکی ص ۴۵)

علامہ عزیزی لکھتے ہیں "صح عنه ﷺ ان الارض لا تاکل اجساد الانبیاء" (عمدۃ القاری ج ۶ ص ۶۹)

حافظ ابن القیم ایک دوسرے مقام پر لکھتے ہیں "قد صح عن النبی ﷺ ان الارض لا تاکل اجساد الانبیاء" (کتاب الروح ص ۷)

علامہ منذری فرماتے ہیں "انه حسن" (القول البدیع ص ۱۱۹)

اور علامہ عبدالغنی نابلسی لکھتے ہیں "انه حسن صحیح" (ترجمان السنہ ج ۳ ص ۲۹۷)

اور شیخ عبدالحق محدث دہلوی فرماتے ہیں "حدیث صحیح" (مدارج النبوۃ ج ۲ ص ۹۲۰)

علامہ انور شاہ کشمیری رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں "فانہ صح عنہ ﷺ انہ قال ان اللہ عزوجل حرم علی الارض ان تاکل اجساد الانبیاء" (خزائن الاسرار ص ۱۹)

اصول حدیث کے اعتبار سے یہ روایت بھی بالکل صحیح ہے۔ بلکہ امام حاکم رحمۃ اللہ علیہ اور علامہ ذہبی رحمۃ اللہ علیہ دونوں نے اس حدیث کو صحیح علی شرط البخاری کہا ہے اور ایک دوسرے مقام پر دونوں نے صحیح علی شرط الشیخین کہا ہے۔

(مستدرک حاکم ص ۵۶۰)

۴...... حضرت ابو الدرداء رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ آنحضور ﷺ نے (ایک طویل حدیث میں) ارشاد فرمایا کہ: "فنبی اللہ حی یرزق" پس اللہ تعالیٰ کا نبی زندہ ہے اس کو رزق ملتا ہے۔ (ابن ماجہ ص ۱۱۹)

حدیث شریف کی صحت محدثین عظام کے اقوال کی روشنی میں

حافظ منذری فرماتے ہیں "اسنادہ جید" (ترجمان السنۃ ج ۳ ص ۲۹۷)

علامہ عزیزی لکھتے ہیں: "ورجالہ ثقات" (السراج المنیر ج ۱۰ ص ۲۹۰)

علامہ مناوی کا ارشاد ہے "قال الدمیری رجالہ الثقات" (فیض القدیر ج ۲ ص ۸۷)

علامہ زرقانی فرماتے ہیں "رواہ ابن ماجہ برجال ثقات" (زرقانی شرح مواہب ج ۵ ص ۳۳۶)

حافظ ابن حجر رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں "قلت رجالہ ثقات" (تہذیب التہذیب ج ۳ ص ۳۹۸)

اور علامہ سمہودی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ "رواہ ابن ماجہ باسناد جید" (خلاصۃ الوفا ص ۴۸)

ملا علی قاری کا ارشاد ہے: "باسناد جید نقلہ میرک عن المنذری ولہ طرق کثیرۃ" (مرقاۃ ج ۲ ص ۱۱۲)

قاضی شوکانی لکھتے ہیں "باسناد جید" (نیل الاوطار ج ۵ ص ۲۶۵)

اور مولانا شمس الحق عظیم آبادی لکھتے ہیں "باسناد جید" (عون المعبود ج ۱ ص ۴۰۵)

۵...... حضرت عبد اللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ آنحضرت ﷺ نے فرمایا کہ "ان للہ ملائکۃ سیاحین فی الارض یبلغونی من امتی السلام" (بے شک اللہ تعالیٰ کی طرف سے کچھ ایسے فرشتے مقرر ہیں جو زمین میں گھومتے ہیں اور میری امت کا سلام مجھے پہنچاتے ہیں۔ (نسائی ج ۱ ص ۱۴۳، مسند احمد ج ۱ ص ۴۴۱، ابن ابی شیبہ ج ۲ ص ۵۱۷، دارمی ص ۲۷۳، موارد الظمان ص ۵۹۴، مشکوٰۃ ص ۸۶، البدایۃ النہایہ ج ۱ ص ۱۵۴، الجامع الصغیر ج ۱ ص ۹۳، خصائص الکبریٰ ج ۲ ص ۲۸۰، تحریرات حدیث ص ۲۱۱)

حدیث شریف کی صحت کے متعلق علامہ عزیزی لکھتے ہیں: "حدیث صحیح" (السراج المنیر ص ۵۱۸)

علامہ ہیثمی فرماتے ہیں "رواہ البزار ورجالہ رجال الصحیح" (مجمع الزوائد ج ۹ ص ۲۴)

امام حاکم اور علامہ ذہبی فرماتے ہیں "صحیح" (مستدرک حاکم ص ۴۲۱)

امام سخاوی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ رواہ احمد والنسائی والدارمی وابو نعیم والبیہقی والخلعی وابن حبان والحاکم فی صحیحھا وقال صحیح الاسناد۔ (القول البدیع ص ۱۱۵)

ائمہ حدیث کے ان صاف بیانات سے معلوم ہوا کہ یہ حدیث بھی صحیح ہے۔ بلکہ علامہ سمہودی رحمۃ اللہ علیہ اور علامہ ابن الہادی کے بیان کے مطابق امام نسائی اور اسماعیل القاضی نے مختلف طرق سے اسانید صحیحہ کے ساتھ یہ روایت نقل کی ہے۔ (وفاء الوفاج ۲ ص ۴۰۴)

یہاں تک شاہ عبدالعزیز صاحب محدث دہلوی رحمۃ اللہ علیہ نے تواتر کا دعویٰ کیا ہے «متواتر رسیدہ ایں معنی»۔

(فتاوی عزیزی ج ۲ ص ۶۹)

۶..... حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں کہ آنحضور ﷺ کا ارشاد گرامی ہے ''من صلّی عند قبری سمعته و من صلی علیه من بعید اعلمته'' جس نے میری قبر کے پاس درود پڑھا تو میں اسے خود سنتا ہوں اور جس نے مجھ پر دور سے درود پڑھا تو وہ مجھے (بواسطہ فرشتوں) کے بتلایا جاتا ہے۔ (جلاء الافہام للحافظ ابن القیم ص ۱۹)

اس حدیث شریف کے سلسلہ میں بھی محدثین کرام کی آراء ملاحظہ ہوں

حافظ ابن حجر رحمۃ اللہ علیہ حدیث کی سند بطریق ابوالشیخ کے متعلق فرماتے ہیں: ''بسند جید''

(فتح الباری ج ۶ ص ۳۵۲)

علامہ سخاوی فرماتے ہیں ''و سنده جید'' (القول البدیع ص ۱۱۶)

حضرت ملا علی قاری رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں ''بسند جید'' (مرقات ج ۲ ص ۱۰)

نواب صدیق حسن خان صاحب بھی لکھتے ہیں ''اسناده جید'' (دلیل الطالب ص ۸۴۴)

اور علامہ شبیر احمد عثمانی بھی اس کو ''بسند جید'' فرماتے ہیں۔ (فتح الملہم ج ۱ ص ۳۳۰)

ان اکابرین محدثین کے (جن میں حافظ ابن حجر خصوصیت سے قابل ذکر ہیں) بیان سے واضح ہو گیا کہ یہ روایت جید اور صحیح ہے۔ ان دونوں لفظوں (جید اور صحیح) میں کوئی خاص فرق نہیں ہے۔ چنانچہ علامہ سیوطی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں ''ان ابن الصلاح یری التسویة بین الجید و الصحیح'' (تدریب الراوی ص ۱۰۴)

چونکہ حضرات انبیاء کرام علیہم السلام کی حیات میں کسی کا اختلاف نہیں ہے اور اس احادیث صحیحہ کثیرہ سے ثبوت موجود ہے۔ (یہاں اختصار کی غرض سے چھ احادیث صحیحہ کے ذکر پر اکتفا کیا گیا ہے اور امت کے ہر طبقہ میں اس کو تسلیم کیا گیا ہے) اس لئے امام سیوطی رحمۃ اللہ علیہ نے تواتر کا دعویٰ کیا ہے۔ چنانچہ وہ لکھتے ہیں: ''حیات النبی ﷺ فی قبره و هو و سائر الانبیاء معلومة عندنا علماً قطعیاً لما قام عندنا من الادلّة فی ذالک و تواترت به الاخبار الدالة علی ذالک'' (انباء الاذکیاء ص ۲، فتاوی امام سیوطی ج ۲ ص ۱۴۷)

ایک دوسرے مقام پر تواتر کا دعویٰ کرتے ہوئے لکھتے ہیں کہ: ''ان من جملة ما تواتر عن النبی ﷺ حیاة الانبیاء فی قبورهم'' (النظم المتناثر من الحدیث المتواتر کذا فی شرح المواہب ص ۴) علامہ داؤد ابن سلیمان البغدادی نے بھی امام سیوطی رحمۃ اللہ علیہ کی تائید کی ہے۔ (المنحة الوہبیة ص ۱۱) غرض اس باب میں اس کثرت سے احادیث وارد ہیں کہ جن کا انکار نہیں کیا جا سکتا۔

مسئلہ حیات النبی ﷺ اور علمائے اسلام

ان احادیث صحیحہ اور دیگر دلائل شرعیہ سے علمائے امت نے جو کچھ سمجھا ہے اس مقام پر اس کا ذکر کرنا بھی بھی ایک حد تک ضروری ہے تاکہ احادیث شریفہ کے صحیح مطالب کی تعیین کے ساتھ امت کا اجماعی نظریہ بھی واضح ہوجائے۔ جیسا کہ جواب کے آغاز میں عرض کیا جاچکا ہے کہ تمام اہلسنت والجماعت کا اجماعی عقیدہ ہے کہ آنحضور ﷺ اسی طرح دیگر انبیاء علیہم السلام اپنی اپنی قبروں میں بجسدہ موجود اور حیات ہیں اور اہل سنت والجماعت کلی طور پر چار طبقوں میں منقسم ہے۔ (۱) مفسرین (۲) محدثین (۳) متکلمین اور (۴) فقہاء۔ اس لئے آنے والے دلائل میں اسی ترتیب کا لحاظ رکھا گیا ہے۔ لیکن مفسرین کے اقوال تقریباً ہر آیت کے بعد تفسیر کے طور پر ذکر کردیئے گئے ہیں۔ اب باقی تین طبقوں کے دلائل ملاحظہ ہوں۔

مسئلہ حیات النبی ﷺ اور محدثین عظام

حافظ ابن حجر عسقلانی رحمہ اللہ فرماتے ہیں: ''ان حیاته ﷺ فی القبر لا یعقبها موت بل یستمر حیاً والانبیاء احیاء فی قبورهم'' آنحضرت ﷺ کی قبر مبارک میں زندگی ایسی ہے کہ جس پر پھر موت وارد نہیں ہوگی بلکہ آپ ہمیشہ زندہ رہیں گے۔ کیونکہ حضرات انبیاء علیہم السلام اپنی قبروں میں زندہ ہیں۔ (فتح الباری ج ۷ ص ۲۲)

اس عبارت میں آنحضرت ﷺ اور دیگر انبیائے کرام علیہم السلام کی قبروں میں زندگی صریح الفاظ میں بیان کی گئی ہے۔ نیز یہ بھی فرمایا ہے کہ یہ زندگی دائمی اور مستمر ہے جس پر پھر موت طاری نہیں ہوتی۔

علامہ بدرالدین محمود بن احمد العینی الحنفی فرماتے ہیں: ''غیر الانبیاء علیہم السلام فانهم لا یموتون فی قبورهم بل هم احیاء'' ہاں! حضرات انبیاء علیہم السلام اس سے مستثنیٰ ہیں وہ اپنی قبروں میں نہیں مرتے بلکہ وہ زندہ ہی رہتے ہیں۔ (عمدۃ القاری ج ۷ ص ۶۰۰)

حضرت امام بیہقی رحمہ اللہ فرماتے ہیں: ''ان الله جل ثناءہ ردّ الی الانبیاء ارواحهم فهم احیاء عند ربهم کالشهداء'' بے شک اللہ تعالیٰ نے حضرات انبیاء علیہم السلام کے ارواح کو ان کی طرف لوٹا دیئے ہیں سو وہ اپنے رب کے یہاں شہیدوں کی طرح زندہ ہیں۔ (حیاۃ الانبیاء ص ۱۴، وفاء الوفاء ج ۲ ص ۴۰۲، زرقانی ج ۵ ص ۳۳۲)

حضرت ملا علی قاری رحمہ اللہ ارقام فرماتے ہیں: ''المعتقد المعتمد انه ﷺ حی فی قبرہ کسائر الانبیاء فی قبورهم وهم احیاء عند ربهم وان لارواحهم تعلقا بالعالم العلوی والسفلی کما کانوا فی الدنیوی فهم بحسب القلب عرشیون وباعتبار القالب فرشیون'' قابل اعتماد عقیدہ یہ ہے کہ آنحضرت ﷺ اپنی قبر میں زندہ ہیں۔ جس طرح دیگر انبیاء کرام علیہم السلام اپنی قبروں میں اور اپنے رب کے یہاں زندہ ہیں اور ان کے ارواح کا عالم علوی اور سفلی دونوں سے تعلق ہوتا ہے۔ جیسا کہ دنیا میں تھا سو وہ قلب کے لحاظ سے عرشی اور جسم کے لحاظ سے فرشی ہیں۔ (شرح شفاء ج ۲ ص ۱۴۲)

اس عبارت میں حیات انبیاء علیہم السلام کو قابل اعتماد عقیدہ قرار دیا گیا ہے۔

علامہ سید سمہودی رحمہ اللہ لکھتے ہیں: ''لاشک فی حیاته ﷺ بعد وفاته و کذا سائر الانبیاء علیہم احیاء فی قبورهم حیاۃ اکمل من حیات الشهداء التی اخبر الله بها فی کتابه العزیز '' وفات کے بعد آنحضرت ﷺ کی حیات میں کوئی شک نہیں اور اسی طرح باقی تمام انبیاء علیہم بھی اپنی قبروں میں زندہ ہیں اور ان کی یہ حیات شہداء کی حیات سے (جس کا ذکر اللہ تعالیٰ نے قرآن پاک میں کیا ہے) بڑھ کر ہے۔ (وفاء الوفاج ۲ ص ۴۰۵)

دوسرے مقام پر لکھتے ہیں: ''واما ادلة حیاة الانبیاء فمقتضاها حیات الابدان کحالة الدنیا مع الاستغناء عن الغذاء'' بہرکیف! حضرات انبیاء علیہم کی حیات کے دلائل اس کے مقتضی ہیں کہ یہ حیات ابدان کے ساتھ ہو جیسا کہ دنیا میں تھی مگر خوراک سے مستغنی ہیں۔ (وفاء الوفاج ۲ ص ۴۰۷)

یعنی ان کی حیات جہاں شہداء کی منصوص حیات سے بڑھ کر ہے۔ وہاں محض برزخی اور روحانی ہی نہیں بلکہ جسمانی بھی ہے مگر جس طرح دنیا میں اجسام عادۃً خوراک کے محتاج ہوتے ہیں قبر میں حضرات انبیاء علیہم کے اجسام طیبہ کو حسّی اور دنیوی خوراک کی ضرورت نہیں بلکہ اس سے وہ مستغنی ہیں۔ یہی بات شیخ الاسلام دہلوی فرماتے ہیں۔ ملاحظہ ہو: ازیں احادیث معلوم شود کہ انبیاء زندہ اند در قبر بعد از وفات بحیات حسّی و اجساد ایشاں نیز ثابت باشند و بوسیدہ نگردند و آں حیات ہمچو حیات دنیا باشد، باوجود استغناء از غذا۔ (تیسیر القاری ج ۶ ص ۱۴۷)

ایک دوسرے مقام پر لکھتے ہیں: وقول مختار و مقرر جمہور ہم ایں ست کہ انبیاء بعد از وقت موت زندہ اند بحیات دنیوی۔ (تیسیر القاری ج ۳ ص ۲۶۲)

اس عبارت میں جہاں حیات بعد الممات کا جمہور کا قول بتلایا گیا ہے۔ وہاں حیات کی کیفیت بھی متعین کردی گئی ہے کہ وہ حیات دنیوی حیات کی طرح ہے یعنی جس طرح دنیوی حیات میں ان کو ادراک علم اور شعور حاصل ہے۔ اسی طرح اس حیات برزخی میں بھی یہ چیزیں حاصل ہیں۔ انہیں امور کی وجہ سے اس کو دنیوی اور جسمانی حیات سے تعبیر کیا جاتا ہے۔ علامہ تاج الدین السبکی رحمہ اللہ حضرت انس رضی اللہ عنہ کی حدیث کا حوالہ دیتے ہوئے لکھتے ہیں: ''عن انس قال قال رسول الله ﷺ الانبیاء احیاء فی قبورهم یصلون فاذا ثبت ان نبینا ﷺ حیٌّ فالحی لابد اما ان یکون عالما او جاهلاً ولا یجوز ان یکون النبی ﷺ جاهلاً'' حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ آنحضرت ﷺ نے فرمایا کہ حضرات انبیاء علیہم اپنی قبروں میں زندہ ہیں اور نماز پڑھتے ہیں۔ جب یہ بات ثابت ہوگئی کہ حضرت محمد ﷺ زندہ ہیں تو زندہ کے لئے لازم ہے کہ یا تو وہ عالم ہو یا جاہل اور یہ بات تو ہرگز جائز نہیں کہ آنحضرت ﷺ جاہل ہوں۔ (معاذ اللہ) تو لامحالہ آپ عالم ہوں گے۔ (طبقات الشافعیہ الکبریٰ ج ۶ ص ۲۸۱)

اور دوسرے مقام پر لکھتے ہیں: ''لان عندنا رسول الله ﷺ حی یحس ویعلم وتعرض علیه اعمال الامة ویبلغ الصلوٰة والسلام'' ہمارے نزدیک آنحضرت ﷺ زندہ ہیں۔ حس و علم سے موصوف ہیں اور آپ پر امت کے اعمال پیش کئے جاتے ہیں اور آپ کو صلوٰۃ و سلام پہنچائے جاتے ہیں۔ (طبقات الشافعیہ ج ۶ ص ۲۸۲)

غور کیجئے! حس اور علم سے متصف ہونا حیات کے لئے کس قدر واضح دلیل ہے۔ علامہ ابوالوفاء علی بن محمد بن عقیل الحنبلی رحمہ اللہ کا ارشاد ہے: ''وهو حیٌّ فی قبره یصلی'' آنحضرت ﷺ اپنی قبر میں زندہ ہیں اور نماز پڑھتے ہیں۔ (الروضۃ البہیۃ ص ۱۶)

امام بدرالدین البعلی الحنبلی رحمہ اللہ جنہوں نے شیخ الاسلام ابن تیمیہ رحمہ اللہ کے فتاویٰ کا اختصار کیا ہے لکھتے ہیں: "والانبیاء احیاء فی قبورھم وقد یصلون" حضرات انبیاء کرام علیہم السلام اپنی قبروں میں زندہ ہیں اور بسا اوقات نماز پڑھتے ہیں۔ (مختصر الفتاویٰ ص ۱۷۰)

یعنی چونکہ تکلیفی زندگی تو رہی نہیں بلکہ وہ حضرات نماز تلذذ کے طور پر پڑھتے ہیں اس لئے پابندی لازم نہیں اور قد یصلون کہہ کر اسی حقیقت کو آشکارا کر دیا گیا ہے۔ کیونکہ قد مضارع پر داخل ہو کر اکثر تقلیل کا فائدہ دیتا ہے۔ (رضی ج ۲ ص ۲۸۸، متن متین ص ۲۸۱)

علامہ عزیزی رحمہ اللہ حدیث "ما من احد یسلم علی الا رد اللہ علیٰ روحی" کی تشریح کرتے ہوئے فرماتے ہیں: "الا رد اللہ علیٰ روحی ای رد علیٰ نطقی لانہ حی دائما وروحہ لا تفاوتہ لان الانبیاء احیاء فی قبورھم" اور روح سے مراد نطق ہے کیونکہ آپ دوامی طور پر زندہ ہیں آپ کی روح مبارک آپ سے الگ نہیں ہوتی۔ کیونکہ حضرات انبیاء علیہم السلام اپنی قبروں میں زندہ ہیں۔ (السراج المنیر ج ۳ ص ۲۷۸)

حضرت ملا علی القاری رحمہ اللہ فرماتے ہیں: "فمحصل الجواب ان الانبیاء احیاء فی قبورھم" پس جواب کا حاصل یہ ہے کہ حضرات انبیاء اپنی قبروں میں زندہ ہیں۔ (مرقات ج ۲ ص ۲۰۹)

اور علامہ احمد بن محمد الخفاجی المصری الحنفی حدیث شریف سے مسئلہ حیات الانبیاء کا استنباط کرتے ہوئے لکھتے ہیں: "وفیہ دلیل علی انہ ﷺ حی حیاۃ مستمرۃ" اس حدیث میں اس امر کی دلیل ہے کہ پیغمبر علیہ السلام دوامی طور پر زندہ ہیں۔ (نسیم الریاض ج ۳ ص ۳۹۹)

مندرجہ بالا عبارات میں آپ نے دیکھ لیا کہ جمہور محدثین بیک زبان آنحضرت ﷺ کی حیات حسی جسمانی دائمی کے قائل ہیں۔

حیات النبی ﷺ جمہور متکلمین کی آراء کی روشنی میں

علامہ تاج الدین سبکی رحمہ اللہ متکلمین اشاعرہ کا عقیدہ بیان کرتے ہوئے رقمطراز ہیں: "ومن عقائدنا ان الانبیاء علیہم السلام احیاء فی قبورھم" ہمارے عقیدہ میں یہ بات داخل ہے کہ انبیاء علیہم السلام اپنی قبروں میں زندہ ہیں۔ (طبقات ج ۶ ص ۲۶۶)

امام ابوالقاسم عبدالکریم بن ہوازن القشیری اشاعرہ کا عقیدہ بیان کرتے ہوئے لکھتے ہیں: "وعندھم محمد صلوات اللہ علیہ حی فی قبرہ" اشاعرہ کے نزدیک آنحضرت ﷺ اپنی قبر میں زندہ ہیں۔ (الرسائل القشیریہ ص ۱۰)

ان عبارات میں صاف تصریح ہے کہ اہل سنت والجماعت کے امام ابوالحسن الاشعری رحمہ اللہ کے نزدیک مسلم عقیدہ ہے کہ آنحضور ﷺ اپنی قبر اطہر میں زندہ ہیں۔ ہاں یہ اصل بھی پیش نظر رہنی چاہئے کہ جب علم کلام میں لفظ اشاعرہ بولا جائے تو کلام کے دونوں مکتبہ فکر اشعری اور ماتریدی مراد ہوتے ہیں۔ اب مطلب صاف ہے کہ اہل سنت والجماعت کے دونوں طبقے اشعری اور ماتریدی کا مجموعی عقیدہ ہے کہ آنحضور ﷺ اپنی قبر اطہر میں زندہ ہیں۔ چنانچہ امام ابو منصور طاہر الشافعی البغدادی رحمہ اللہ فرماتے ہیں: "قال المتکلمون المحققون من اصحابنا ان نبینا ﷺ حی بعد وفاتہ یسر بطاعات امتہ" ہمارے اصحاب کے متکلمین محققین یہ فرماتے ہیں کہ آنحضور ﷺ اپنی

وفات کے بعد زندہ ہیں اور آپ اپنی امت کے طاعات سے خوش ہوتے ہیں۔ (وفاء الوفا ج ۲ ص ۴۰۶)

اصحابنا سے متکلمین کی جماعت مراد ہو یا شوافع کی بہرصورت ان میں محققین کا مسلک اور تحقیق یہی ہے کہ آنحضرت ﷺ وفات کے بعد اپنی قبر مبارک میں زندہ ہیں۔

فقہائے اسلام اور مسئلہ حیات النبی ﷺ

فقیہ وقت علامہ حسن بن عمار بن علی الشرنبلالی رحمہ اللہ الحنفی لکھتے ہیں: ''ولما هو مقرر عند المحققين انه ﷺ حي يرزق متمتع بجميع الملاذ والعبادات غير انه حجب عن ابصار القاصرين عن شريف المقامات'' محققین کے نزدیک یہ بات طے شدہ ہے کہ آنحضرت ﷺ زندہ ہیں۔ آپ کو رزق دیا جاتا ہے اور آپ تمام لذتوں سے عبادتوں سے متمتع ہیں۔ مگر ان نگاہوں سے اوجھل ہیں جو ان ارفع مقامات تک رسائی سے قاصر ہیں۔ (نور الایضاح ص ۱۷۷)

اس عبارت میں محققین کا مسلک یہ بتایا ہے کہ آنحضرت ﷺ زندہ ہیں اور رزق وعبادات سے متمتع ہیں لیکن یہ رزق دنیوی اور حسی نہیں بلکہ عالم الغیب اور دوسرے جہان کا ہے۔

علامہ ابن عابدین الشامی رحمہ اللہ فرماتے ہیں: ''ان الانبياء احياء في قبورهم كما ورد في الحديث'' حضرات انبیاء کرام علیہم السلام اپنی قبروں میں زندہ ہیں جیسا کہ حدیث شریف میں آیا ہے۔ (رسائل ابن عابدین ج ۲ ص ۲۰۳)

علامہ ابن عابدین شامی جو متاخرین حنفیہ میں معتمد الکل ہیں کس طرح صراحت کے ساتھ حدیث شریف سے استدلال کر کے حیات الانبیاء کا نظریہ پیش کر رہے ہیں۔

علمائے دیوبند اور عقیدہ حیات الانبیاء

جیسا کہ پہلے عرض کیا جا چکا ہے کہ تمام اہلسنت والجماعت کا قرآن وحدیث کی روشنی میں عقیدہ ہے کہ آنحضرت ﷺ اسی طرح دیگر تمام انبیاء کرام علیہم السلام اپنے اجسام عنصریہ مبارکہ کے ساتھ قبروں میں موجود اور حیات ہیں۔ علماء دیوبند جو خالص اہل سنت والجماعت ہیں اور اس صدی میں اہل سنت کے سب سے بڑے ترجمان، اس لئے قدرتی طور پر اس بات میں بزرگان دیوبند کا وہی عقیدہ ہے جو جمہور کا ہے۔ ذیل میں علماء دیوبند کے ایسے حوالے نقل کئے جا رہے ہیں۔ جن سے یہ بات بخوبی ثابت ہو جاتی ہے کہ تمام علمائے دیوبند متفقہ طور پر حیات الانبیاء کے قائل ہیں۔ دلائل کے ذکر کرنے میں یہاں بھی وہی ترتیب قائم رہے گی، جو پہلے تھی۔ یعنی سب سے پہلے محدثین، پھر متکلمین اور اس کے بعد فقہاء کے اقوال نقل کئے جائیں گے۔ ملاحظہ ہو:

محدثین دیوبند اور عقیدہ حیات الانبیاء

حضرت مولانا احمد علی صاحب رحمہ اللہ سہارن پوری محشی بخاری فرماتے ہیں: ''والاحسن ان يقال ان حياته ﷺ لا يعقبها موت بل يستمر حيا والانبياء احياء في قبورهم'' بہتر بات یہ ہے کہ کہا جائے کہ آنحضرت ﷺ کی حیات ایسی ہے کہ اس کے بعد موت وارد نہیں ہوتی۔ بلکہ دوامی حیات آپ کو حاصل ہے اور باقی حضرات انبیاء کرام علیہم السلام بھی اپنی قبروں میں زندہ ہیں۔ (حاشیہ بخاری ج ۱ ص ۵۱۷)

حضرت مولانا خلیل احمد صاحب رحمۃ اللہ علیہ سہارن پوری لکھتے ہیں: "ان النبی ﷺ حی فی قبرہ کما ان الانبیاء احیاء فی قبورھم" "آنحضرت ﷺ اپنی قبر مبارک میں زندہ ہیں جس طرح کہ دیگر حضرات انبیاء کرام علیہم السلام اپنی قبروں میں زندہ ہیں۔ (بذل المجہود شرح ابی داؤد ج ۲ ص ۱۱۷)

چونکہ انبیاء کرام علیہم السلام کے اجساد مبارکہ قبروں میں بالکل محفوظ ہیں تو قبر میں حیات کا مطلب اس کے سوا اور کیا ہو سکتا ہے کہ روح مبارک کا جسم اطہر سے تعلق ہے اور اس کی بدولت حیات حاصل ہے۔

حضرت علامہ عثمانی فرماتے ہیں: "ودلت النصوص الصحیحۃ علی حیوۃ الانبیاء" نصوص صحیحہ اس بات پر دلالت کرتی ہیں کہ حضرات انبیاء علیہم السلام زندہ ہیں۔ (فتح الملہم ج ۱ ص ۳۲۵)

ایک دوسرے مقام پر بھی علامہ فرماتے ہیں: "ان النبی ﷺ حی کما تقرر وانہ یصلی فی قبرہ باذان واقامۃ" "آنحضرت ﷺ زندہ ہیں جیسا کہ اپنی جگہ یہ ثابت ہے اور آپ اپنی قبر میں اذان واقامت سے نماز پڑھتے ہیں۔ (فتح الملہم ج ۳ ص ۴۱۹)

اس عبارت میں جہاں یہ تصریح ہے کہ آنحضور ﷺ زندہ ہیں وہیں یہ بات بھی ثابت کی گئی ہے کہ آپ اذان واقامت سے نماز پڑھتے ہیں اور اذان واقامت سے نماز پڑھنا حیات کی صریح دلیل ہے۔

حضرت علامہ سید محمد انور شاہ صاحب کشمیری رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: "ان کثیرا من الاعمال قد ثبت فی القبور کالاذان والاقامۃ عند الدارمی وقرأۃ القرآن عند الترمذی" قبروں میں بہت سے اعمال کا ثبوت ملتا ہے جیسے اذان واقامت کا ثبوت دارمی کی روایت میں اور قرآت قرآن کا ثبوت ترمذی کی روایت میں۔ (فیض الباری ج ۱ ص ۱۸۳)

غور کیجئے! قبر میں اذان واقامت کا ثبوت حیات نبوی ﷺ کی کس قدر صریح دلیل ہے۔

حضرت اقدس مولانا اشرف علی صاحب تھانوی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ آپ بنص حدیث زندہ ہیں۔ (التکشف ص ۴۳۶)

حضرت اقدس مولانا ابوالعتیق عبدالہادی محمد صدیق صاحب رحمۃ اللہ علیہ نجیب آبادی لکھتے ہیں: "انھم اتفقوا علی حیاتہ ﷺ بل حیاۃ الانبیاء علیہم السلام متفق علیھا لا خلاف لاحد فیہ" محدثین کرام اس بات پر متفق ہیں کہ آنحضرت ﷺ زندہ ہیں بلکہ تمام انبیاء علیہم السلام کی حیات متفق علیہا ہے اس میں کسی کا کوئی اختلاف نہیں ہے۔

(انوار المحمود شرح ابی داؤد ج ۱ ص ۶۱۰)

یہ عبارت بھی اپنے مدلول ومفہوم کے اعتبار سے بالکل واضح ہے کہ جناب محمد رسول اللہ ﷺ اور باقی تمام انبیاء کرام علیہم السلام کی حیات متفق علیہ ہے۔ جس میں کوئی اختلاف نہیں ہے۔ غور فرمایئے! حضرت مولانا محمد منظور صاحب نعمانی مدظلہم العالی حدیث "ما من احد یسلم علی الا رد اللہ علیّ روحی" کی تشریح کرتے ہوئے فرماتے ہیں کہ علاوہ ازیں انبیاء کا اپنی قبور میں زندہ ہونا ایک مسلم حقیقت ہے (آگے فرماتے ہیں) اتنی بات سب کے نزدیک مسلم اور دلائل شرعیہ کے رو سے ثابت ہے کہ انبیاء کرام علیہم السلام اور خاص کر سید الانبیاء ﷺ کو اپنی قبر میں حیات حاصل ہے۔ (معارف الحدیث ج ۵ ص ۳۷۸)

حضرت اقدس قطب الارشاد مولانا رشید احمد صاحب گنگوہی حدیث شریف "ونبی اللہ حی یرزق" سے استدلال کرتے ہوئے فرماتے ہیں۔ آپ اپنی قبر شریف میں زندہ ہیں۔ "ونبی اللہ حی یرزق" (ہدایۃ الشیعہ ص ۳۶)

مولانا تھانوی فرماتے ہیں پس آپ کا زندہ رہنا بھی قبر شریف میں ثابت ہوا اور یہ رزق اس عالم کے مناسب ہوتا ہے۔ (نشر الطیب ص ۲۱۰)

حضرت مولانا محمد منظور صاحب نعمانی مدظلہم العالی حدیث: "ان للّٰہ ملٰئکۃ سیاحین فی الارض یبلغونی من امتی السلام" کی تشریح میں فرماتے ہیں کہ اس حدیث سے یہ تفصیل معلوم ہوگئی کہ فرشتوں کے ذریعہ آپ کو صرف وہی درود وسلام پہنچتا ہے جو کوئی دور سے بھیجے لیکن اللہ تعالیٰ جن کو قبر مبارک کے پاس پہنچا دے اور وہ وہاں حاضر ہو کر صلوٰۃ وسلام عرض کرے تو آپ اس کو بنفس نفیس سنتے ہیں اور جیسا کہ معلوم ہو چکا ہے۔ ہر ایک کو جواب بھی عنایت فرماتے ہیں۔ (معارف الحدیث ج ۵ ص ۸۰)

متکلمین دیوبند اور عقیدہ حیات الانبیاء

حضرت اقدس مولانا خلیل احمد صاحب سہارن پوری متفقہ طور پر علمائے دیوبند کی ترجمانی کرتے ہوئے اجماعی عقیدہ بیان فرماتے ہیں: "عندنا وعند مشائخنا حیاۃ حضرت الرسالۃ ﷺ دنیویۃ من غیر تکلیف وھی مختصۃ بہ ﷺ وبجمیع الانبیاء علیہم والشھداء لا برزخیۃ کما ھی لسائر المؤمنین بل لجمیع الناس کما نص علیہ العلامۃ السیوطی فی رسالۃ انباء الاذکیاء بحیوۃ الانبیاء حیث قال قال الشیخ تقی الدین سبکی حیات الانبیاء والشھداء فی القبر کحیاتھم فی الدنیا ویشھد لہ صلوٰۃ موسٰی علیہ السلام فی قبرہ فان الصلوٰۃ تستدعی جسدا حیا (الی اخر قال) فثبت بھذا ان حیوتہ دنیویۃ برزخیۃ لکونھا فی عالم البرزخ"

ہمارے اور ہمارے مشائخ کے نزدیک حضرت ﷺ اپنی قبر مبارک میں زندہ ہیں اور آپ کی حیات دنیا کی سی ہے۔ بلا مکلف ہونے کے اور یہ حیات مخصوص ہے آنحضرت ﷺ اور تمام انبیاء علیہم اور شہداء کے ساتھ برزخی نہیں ہے جو حاصل ہے تمام مسلمانوں بلکہ سب آدمیوں کو۔ چنانچہ علامہ سیوطی رحمہ اللہ نے اپنے رسالہ انباء الاذکیاء بحیاۃ الانبیاء میں بتصریح لکھا ہے۔ فرماتے ہیں کہ علامہ تقی الدین سبکی رحمہ اللہ نے فرمایا ہے کہ انبیاء علیہم وشہداء کی قبر میں حیات ایسی ہے جیسی دنیا میں تھی اور موسیٰ علیہ السلام کا اپنی قبر میں نماز پڑھنا اس کی دلیل ہے۔ کیونکہ نماز زندہ جسم کو چاہتی ہے۔ الخ۔ پس اس سے ثابت ہوا کہ حضرت ﷺ کی حیات دنیوی ہے اور اس معنی کو برزخی بھی کہ عالم برزخ میں حاصل ہے۔ (المہند علی المفند ص ۱۳، ۱۴)

یہ عبارت رسالہ المہند علی المفند سے ماخوذ ہے یہ رسالہ علمائے حرمین شریفین زادہا اللہ شرفا کے ان چھبیس اعتقادی سوالات کے جوابات پر مشتمل ہے۔ جو اتفاقی اور اجماعی عقیدے کہلاتے ہیں جسے سرخیل علما، محدث کبیر حضرت مولانا خلیل احمد صاحب سہارن پوری رحمہ اللہ نے مرتب کیا اور جس پر اپنی جماعت دیوبند کے تیس بزرگوں (جن میں خصوصیت سے حضرت شیخ الہند مولانا محمود حسن صاحب صدر مدرس وشیخ الحدیث دار العلوم دیوبند حضرت مولانا میر احمد حسن صاحب امروہی، حضرت مولانا مفتی عزیز الرحمن صاحب رحمہ اللہ صدر مفتی دار العلوم دیوبند، حضرت مولانا اشرف علی صاحب تھانوی رحمہ اللہ، حضرت مولانا شاہ عبد الرحیم رائے پوری رحمہ اللہ، حضرت مولانا حبیب الرحمن صاحب رحمہ اللہ دیوبندی، حضرت مولانا غلام رسول صاحب ہزاروی رحمہ اللہ اور حضرت مولانا مفتی محمد کفایت اللہ صاحب دہلوی رحمہ اللہ وغیرہم قابل ذکر ہیں) کی تصدیقات لکھوا کر علماء حرمین شریفین اور دیگر ممالک اسلامیہ کو بھیجیں وہ حضرات

ان کے تسلی بخش جوابات دیکھ کر مطمئن ہو گئے۔ اس طرح یہ رسالہ اور یہ جواب علماء دیوبند کا اجماعی جواب ہے۔ اس اجماعی اور مرکزی جواب کے بعد مزید کچھ لکھنے یا کہنے کی مطلقاً ضرورت باقی نہیں رہتی۔ تاہم مزید چند حوالے اطمینان خاطر کے لئے ملاحظہ ہوں۔

حضرت الامام مولانا محمد قاسم النانوتوی فرماتے ہیں: حضرات انبیاء زندہ ہیں ان کی موت ان کی حیات کے لئے ساتر ہے رافع حیات اور دافع حیات نہیں۔ (آب حیات ص ۴۲، ۴۳ بحوالہ سیرت المصطفیٰ)

واضح رہے کہ حضرت نانوتوی نفس موت کو اعتقاد لازم اور ضروری سمجھتے ہیں۔ چنانچہ حضرت فرماتے ہیں کہ میں انبیاء کرام علیہم السلام کو انہی اجسام دنیوی کے تعلق کے اعتبار سے زندہ سمجھتا ہوں۔ پر حسب ہدایت "کل نفس ذائقۃ الموت اور انک میت وانہم میتون" تمام انبیاء کرام کی نسبت موت کا اعتقاد بھی ضروری ہے اور اس ظاہری موت کی وجہ سے حضرات انبیاء علیہم السلام کا قبروں میں مستور ہو جانا بمنزلہ چلہ کشی یا پردہ نشینی یا گوشہ نشینی سمجھا جائے گا۔ لیکن انبیاء کرام کی زندگی زیر پردہ موت ظاہر بینوں کی نظر سے مستور ہے۔ مثل امت کے ان کی موت میں زوال نہیں ہے۔ (لطائف قاسمی ص ۴، ۳)

اور دلیل پیش کرتے ہوئے فرماتے ہیں:

۱...... اور دلیل یہ ہے کہ حضرات انبیاء کرام علیہم السلام کے اجسام مبارکہ کا حسب سابق صحیح وسالم رہنا اور تغیر ارضی سے بالکل محفوظ رہنا۔

۲...... اور ہمیشہ ہمیشہ کے لئے ان کی ازواج مطہرات کے نکاح کا حرام ہونا۔

۳...... اور ان کے اموال میں میراث کا جاری نہ ہونا۔ امور ثلاثہ میں سے ہر امر حیات انبیاء کرام پر شاہد عدل ہے اور اس امر کی صریح دلیل ہے کہ ارواح طیبہ کا اجسام مبارکہ سے تعلق منقطع نہیں ہوتا بلکہ موت کے بعد بھی انبیاء کرام علیہم السلام کا اپنے بدن سے اسی قسم کا تعلق ہے۔ جس قسم کا پہلے تھا۔ (آب حیات ص ۴۲، ۴۳)

شیخ الاسلام مولانا سید حسین احمد مدنی حیات کی نوعیت متعین کرتے ہوئے فرماتے ہیں کہ: آپ کی حیات نہ صرف روحانی ہے جو کہ عام شہداء کو حاصل ہے بلکہ جسمانی بھی اور از قبیل حیات دنیوی بلکہ بہت سے وجوہ سے اس سے قوی تر۔ (مکتوبات شیخ الاسلام ج ۱ ص ۱۳۰)

حضرت مدنی کی مراد بظاہر حیات جسمانی اور دنیوی سے یہ ہے کہ آپ کی روح مبارک کا تعلق جسد مثالی سے قائم نہیں ہوتا۔ جیسا کہ بعض صوفیاء کرام کا نظریہ ہے بلکہ روح کا تعلق دنیوی جسم سے قائم ہوتا ہے اور بایں معنی یہ حیات جسمانی اور دنیوی ہے۔ چنانچہ حضرت الامام مولانا محمد قاسم صاحب نانوتوی رحمہ اللہ نے ایک مقام پر صاف لفظوں میں اس کی تصریح فرمائی ہے۔ انبیاء کرام علیہم السلام کو ابدان دنیا کے حساب سے زندہ سمجھیں گے۔ (لطائف قاسمیہ ص ۴)

فقہائے دیوبند اور حیات النبی ﷺ

حضرت مولانا رشید احمد صاحب گنگوہی رحمہ اللہ فرماتے ہیں: "ونبی اللہ حی یرزق" آپ اپنی قبر شریف میں زندہ ہیں۔ (ہدایۃ الشیعہ ص ۳٦)

حضرت مولانا اشرف علی صاحب تھانوی فرماتے ہیں۔ پس آپ کا زندہ رہنا بھی قبر شریف میں ثابت ہوا اور یہ رزق اس عالم کے مناسب ہوتا ہے۔ (نشر الطیب ص ۲۱۰)

حضرت مولانا مفتی عزیز الرحمن صاحب رحمہ اللہ لکھتے ہیں: اور انبیاء کرام علیہم السلام کی حیات خصوصاً آنحضرت ﷺ کی حیات شہداء کی حیات سے افضل واعلیٰ ہے اور بحث اس کی طویل ہے۔ (فتاوی دارالعلوم مکمل ومدلل ج ۵ ص ۴۷۱)

حضرت مولانا مفتی سید مہدی حسن صاحب پاکستان ہی کے ایک استفتاء کے جواب میں فرماتے ہیں۔

آنحضرت ﷺ اپنے مزار مبارک میں بجسدہ موجود اور حیات ہیں۔ (فتاوی دارالعلوم غیر مطبوعہ)

حیات انبیاء کرام علیہم السلام اور اصحاب ظواہر

اس سے قبل جتنے حوالے نقل کئے گئے ہیں وہ ان حضرات کے ہیں جو فروعی مسائل میں کسی نہ کسی امام کے مقلد تھے کوئی حنفی تھا کوئی مالکی اور شافعی تھا تو کوئی حنبلی۔ بجز قاضی شوکانی اور نواب صدیق حسن خان کہ وہ کسی کی تقلید نہیں کرتے۔ مناسب معلوم ہوتا ہے کہ اتمام حجت کے لئے ہم اس مقام پر اصحاب ظواہر حضرات کے کچھ حوالے بھی نقل کردیں تاکہ حیات انبیاء کرام علیہم السلام کی حقیقت بالکل روشن ہوجائے اور اجماع امت کا دعویٰ بھی صاف ہوجائے۔

قاضی شوکانی رحمہ اللہ لکھتے ہیں: "وقد ذهب جماعة من المحققين الى ان رسول الله حى بعد وفاته وانه يسر بطاعات امته وان الانبياء لا يبلون مع ان مطلق الادراک کالعلم والسماع ثابت لسائر الموتى (الى ان قال) ورد النص فى كتاب الله فى حق الشهداء انهم احياء يرزقون وان الحيوة فيهم متعلقة بالجسد فكيف بالجسد فكيف باالانبياء والمرسلين وقد ثبت فى الحديث ان الانبياء احياء فى قبورهم رواه المنذرى وصححه البيهقى وفى صحيح مسلم عن النبى ﷺ قال مررت بموسى ليلة اسرى بى عند الكثيب الاحمر وهو قائم يصلى" بے شک محققین کی ایک جماعت اس طرف گئی ہے کہ آنحضرت ﷺ اپنی وفات کے بعد زندہ ہیں اور اپنی امت کی طاعات سے خوش ہوتے ہیں اور یہ کہ انبیاء کرام کے اجسام بوسیدہ نہیں ہوتے۔ حالانکہ مطلق ادراک جیسے علم اور سماع وغیرہ تو یہ سب مردوں کے ثابت ہے۔ (پھر آگے فرمایا کہ) اور اللہ تعالیٰ کی کتاب میں شہداء کے بارے میں نص وارد ہوئی ہے کہ وہ زندہ ہیں اور ان کو رزق ملتا ہے اور ان کی حیات جسم سے متعلق ہے تو حضرات انبیاء اور مرسلین کی حیات جسم سے کیوں متعلق نہ ہوگی اور حدیث سے یہ بھی ثابت ہے کہ انبیاء اپنی قبروں میں زندہ ہیں۔ امام منذری نے اس کو روایت کیا اور امام بیہقی نے اس کی تصحیح کی ہے اور صحیح مسلم میں ہے کہ آنحضرت ﷺ نے فرمایا کہ میں نے معراج کی شب سرخ رنگ کے ٹیلے کے پاس موسیٰ علیہ السلام کو قبر میں کھڑے ہوکر نماز پڑھتے دیکھا ہے۔ (نیل الاوطار ج ۳ ص ۲۶۴)

قاضی شوکانی کی اس عبارت سے معلوم ہوا کہ وہ شہداء کی حیات جسمانی کو تسلیم کرتے ہیں اور یہ بھی فرماتے ہیں کہ حضرات انبیاء کی زندگی بطریق اولیٰ جسمانی ہے اور یہ بھی تصریح فرماتے ہیں کہ حضرات انبیاء کرام کی وفات تو ہوتی ہے۔ لیکن وہ اس کے بعد اپنی قبروں میں زندہ ہوتے ہیں۔

ایک دوسری جگہ ارشاد فرماتے ہیں: "انه ﷺ حى فى قبره بعد موته كما فى حديث الانبياء احياء فى قبورهم" آنحضرت ﷺ وفات کے بعد اپنی قبر مبارک میں زندہ ہیں جیسا کہ حدیث میں آیا کہ انبیاء علیہم السلام اپنی قبروں میں زندہ ہیں۔ (نیل الاوطار ج ۵ ص ۱۰۰)

استاذ ابو منصور البغدادی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: "قال المتکلمون المحققون من اصحابنا ان نبینا ﷺ حی بعد وفاتہ ویؤید ذالک ماثبت ان الشھداء احیاء یرزقون فی قبورھم والنبی ﷺ منھم" ہمارے اصحاب میں متکلمین محققین کا ارشاد ہے کہ آنحضرت ﷺ وفات کے بعد زندہ ہیں اور اس کی تائید یہ بات بھی کرتی ہے کہ شہداء زندہ ہیں اور قبروں میں ان کو رزق دیا جاتا ہے اور آنحضرت ﷺ بھی زندہ ہیں۔ (نیل الاوطار ج ۵ ص ۱۰۱)

شیخ عبداللہ بن محمد عبدالوہاب نجدی اپنا عقیدہ یوں بیان کرتے ہیں: "والذی نعتقد ان رتبۃ نبینا ﷺ اعلیٰ مراتب المخلوقین علی الاطلاق وانہ حی فی قبرہ حیوۃ مستقرۃ ابلغ من حیات الشھداء المنصوص علیھا فی التنزیل اذھو افضل منھم بلا ریب وانہ یسمع من یسلم علیہ" جس چیز کا ہم اعتقاد کرتے ہیں وہ یہ ہے کہ آنحضرت ﷺ کا درجہ مطلقاً ساری مخلوق سے بڑھ کر ہے اور آپ اپنی قبر میں حیات دائمی سے متصف ہیں جو شہداء کی حیات سے اعلیٰ وارفع ہے۔ جس کا ثبوت قرآن کریم سے ہے۔ کیونکہ آنحضرت ﷺ بلاشبہ شہداء سے افضل ہیں اور جو شخص آپ پر (عند القبر) سلام کہتا ہے آپ اس کو سنتے ہیں۔ (اتحاف النبلاء ص ۴۱۵)

اس عبارت سے آفتاب نیم روز کی طرح یہ بات ثابت ہوگئی کہ علمائے نجد کا بھی یہی نظریہ ہے کہ آنحضرت ﷺ اپنی قبر میں دائمی طور پر زندہ ہیں اور آپ کی یہ حیات شہداء کی منصوص حیات سے اعلیٰ وارفع ہے۔ علمائے نجد جو لوگوں میں وہابی کے نام سے مشہور ہیں۔ اپنے عقیدہ کے بیان کرنے میں اپنے بزرگوں کے اعتقاد پر کلی اعتماد کرتے ہیں۔ "اما الکلام علی حیوۃ النبی ﷺ فاعتقادنا فی ذالک اعتقاد سلف الامۃ وائمتنا وھم الاسوہ" بہرحال آنحضرت ﷺ کی حیات کے بارے میں ہمارا وہی اعتقاد ہے جو سلف امت اور ہمارے ائمہ کا اعتقاد ہے اور وہی اس میں ہمارے مقتداء ہیں۔ (الدرر السنیہ فی الاجوبۃ النجدیہ ج ۱ ص ۲۶)

متاخرین اصحاب ظاہر حضرات کے شیخ الکل مولانا سید نذیر حسین صاحب دہلوی لکھتے ہیں کہ: اور حضرات انبیاء علیہم السلام اپنی اپنی مبارک میں زندہ ہیں۔ خصوصاً آنحضرت ﷺ کہ فرماتے ہیں کہ جو کوئی عند القبر درود بھیجتا ہے میں سنتا ہوں اور دور سے پہنچایا جاتا ہوں۔ (فتاویٰ نذیریہ ج ۲ ص ۵۵ ضمیمہ)

اور مولانا شمس الحق صاحب عظیم آبادی لکھتے ہیں: "ان الانبیاء احیاء فی قبورھم" حضرات انبیاء کرام اپنی اپنی قبروں میں زندہ ہیں۔ (عون المعبود ج ۱ ص ۴۰۶)

ذمہ دار اصحاب ظواہر بھی جملہ اہل الرائے حضرات کے ساتھ اس امر پر متفق ہیں کہ حضرات انبیاء کرام علیہم السلام وفات کے بعد اپنی قبور اور برزخ میں زندہ ہیں اور اس میں کسی کا اختلاف نہیں ہے اور امام بیہقی وغیرہ نے اس مسئلہ پر صرف باب ہی قائم نہیں کیا۔ بلکہ مستقل رسالہ اور کتاب لکھ کر اس کو اجاگر کیا ہے۔ اسی طرح دیگر کتب حدیث، شروح حدیث اور کتب فقہ وسیر میں اس مسئلہ پر خاصا مواد اور دلائل موجود ہیں۔ جن سے انصاف ودیانت کی دنیا میں علمی طور پر اغماض واعراض نہیں کیا جاسکتا۔

اجماع امت اور حیات الانبیاء

علماء امت اور حیات الانبیاء کے عنوان کے تحت آپ نے تفصیل سے دیکھ لیا کہ اجماع پر خاصی روشنی پڑ چکی ہے بلکہ سطر سطر سے اجماع کا ثبوت ہو چکا ہے تاہم مزید اطمینان قلب کی خاطر اجماع سے متعلق چند صریح حوالے نقل کئے جارہے ہیں۔

امام شمس الدین محمد بن عبدالرحمٰن سخاوی ؒ لکھتے ہیں کہ ”نحن نؤمن ونصدق بانه ﷺ حی یرزق فی قبرہ وان جسدہ الشریف لاتاکله الارض والاجماع علی ھذا“ ہم اس پر ایمان لاتے ہیں اور اس کی تصدیق کرتے ہیں کہ آنحضرت ﷺ اپنی قبر میں زندہ ہیں اور آپ کو رزق ملتا ہے اور آپ ﷺ کے جسد اطہر کو زمین نہیں کھا سکتی اور اسی پر اجماع منعقد ہوا۔ (القول البدیع ص ۱۲۵)

اس ارشاد سے معلوم ہوا کہ آنحضرت ﷺ کا قبر مبارک میں زندہ ہونا اور آپ کو رزق ملنا اور جسد اطہر کا محفوظ رہنا اجماع امت سے ثابت ہے۔ اگر بالفرض قرآن و حدیث سے اس کا کوئی ثبوت نہ بھی ہوتا تب بھی امت مسلمہ کا اجماع شرعی دلائل میں سے ایک وزنی دلیل ہے۔

علامہ محمد عابد سندھی لکھتے ہیں: ”اما ھم فحیاتھم لا شک فیھا ولا خلاف لاحد من العلماء فی ذالک (الی ان قال) فھو ﷺ حی علی الدوام“ بہرحال حضرات انبیاء علیہم کی حیات میں کوئی شک نہیں اور علماء میں سے کسی کا اس میں کوئی اختلاف نہیں ہے۔ (پھر آگے فرمایا) پس آنحضرت ﷺ دوامی طور پر زندہ ہیں۔ کسی کا اختلاف نہ ہونا یہی اجماع سکوتی ہے۔ (رسالہ مدینہ ص ۴۱)

شیخ عبدالحق محدث دہلوی فرماتے ہیں: حیات متفق علیہ است ہیچ کس را دروے خلافے نیست۔
(اشعۃ اللمعات ج ۱ ص ۶۱۳)

شیخ محدث دہلوی ایک وسیع النظر عالم ہونے کے باوجود کس وضاحت سے اجماع دعویٰ کر رہے ہیں۔

ملاحظہ ہو: نواب قطب الدین خان صاحب تحریر فرماتے ہیں زندہ ہیں انبیاء علیہم قبروں میں۔ یہ مسئلہ متفق علیہ ہے کسی کو اس میں خلاف نہیں کہ حیات ان کو وہاں حقیقی جسمانی اور دنیا کی سی ہے۔ (مظاہر حق ج ۱ ص ۴۴۵)

نواب صاحب دنیا کی سی کا جملہ بول کر یہ حقیقت جتلانا چاہتے ہیں کہ حضرات انبیاء علیہم کی یہ حیات من کل الوجوہ دنیوی نہیں ہے کہ حسی کھانے پینے کی حاجت ہو بلکہ بعض وجوہ سے دنیوی ہے۔ مثلاً ادراک، علم اور شعور وغیرہ۔

علامہ داؤد بن سلیمان البغدادی لکھتے ہیں: ”والحاصل ان حیاة الانبیاء ثابتة بالاجماع“ حاصل یہ ہے کہ انبیاء کرام کی حیات بالاجماع ثابت ہے۔ (المنحة وہبیہ ص ۶)

بزرگان دیوبند اور اجماع علی حیات الانبیاء

مولانا ابوالحقیق عبدالہادی صاحب نجیب آبادی لکھتے ہیں: ”انھم اتفقوا علی حیوته ﷺ بل حیاة الانبیاء علیہم متفق علیھا لا خلاف لاحد فیه“ محدثین کرام اس بات پر متفق ہیں کہ آنحضرت ﷺ زندہ ہیں بلکہ تمام حضرات انبیاء کرام کی حیات متفق علیہا ہے اس میں کسی کا کوئی اختلاف نہیں ہے۔ (انوار المحمود شرح ابوداؤد ج ۱ ص ۶۱۰)

حضرت مولانا محمد ادریس صاحب کاندھلوی ؒ فرماتے ہیں کہ تمام اہل سنت والجماعت کا اجماعی عقیدہ ہے کہ حضرات انبیاء کرام علیہم وفات کے بعد اپنی قبروں میں زندہ ہیں اور نماز و عبادات میں مشغول ہیں اور حضرات انبیاء کرام کی یہ برزخی حیات اگرچہ ہم کو محسوس نہیں ہوتی لیکن بلاشبہ یہ حیات حسی اور جسمانی ہے۔ اس لئے کہ روحانی اور معنوی حیات تو عامہ مؤمنین بلکہ ارواح کفار کو بھی حاصل ہے۔ (حیات نبوی)

اصحاب ظواہر حضرات اور اجماعی حیات الانبیاء علیہم السلام

مشہور ظاہری عالم مولانا محمد اسماعیل صاحب رحمۃ اللہ علیہ سلفی لکھتے ہیں: اہل سنت کے دونوں مکاتب فکر اصحاب الرائے اور اہل حدیث کا اس امر پر اتفاق ہے کہ شہداء اور انبیاء زندہ ہیں۔ برزخ میں (آگے فرماتے ہیں) کہ انبیاء کی زندگی کے متعلق سنت میں شواہد ملتے ہیں۔ صحیح احادیث میں انبیاء کے متعلق عبادات وغیرہ کا ذکر آتا ہے۔
(حیات النبی ﷺ ص ۲۷)

قیاس صحیح اور حیات الانبیاء

حافظ ابن حجر عسقلانی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: "واذا ثبت انهم احياء من حيث النقل فانه يقويه من حيث النظر كون الشهداء احياء بنص القرآن والانبياء افضل من الشهداء" اور جب نقل کے لحاظ سے ان کا زندہ ہونا ثابت ہے تو دلیل عقلی اور قیاس بھی اس کی تائید کرتا ہے وہ یہ کہ شہداء نص قرآنی کی رو سے زندہ ہیں اور حضرات انبیاء کرام علیہم السلام تو شہداء سے اعلیٰ اور افضل ہیں (تو بطریق اولیٰ ان کو حیات حاصل ہوگی) (فتح الباری ج ۶ ص ۳۷۹)

غور فرمایئے! جب شہداء کی زندگی نص قرآنی سے ثابت ہے اور اس میں کوئی شبہ نہیں تو حافظ ابن حجر فرماتے ہیں کہ حدیث انس رضی اللہ عنہ کی رو سے تو حضرات انبیاء کرام علیہم السلام کی حیات ثابت ہی ہے عقلی اور نظری طور پر دلالت النص سے بھی حضرات انبیاء کرام علیہم السلام کی حیات ثابت ہے۔ اس لئے کہ وہ شہداء سے افضل ہیں تو لامحالہ ان کی حیات بھی شہداء سے افضل اور برتر ہوگی۔ لہٰذا نقل وعقل سے حضرات انبیاء کرام کی حیات ثابت ہے۔

اب جو اس مسلک کے خلاف رائے رکھتے اتنی بات یقینی ہے کہ اس کا اکابر دیوبند کے مسلک سے کوئی واسطہ نہیں ہے۔

سوال نمبر ۲: جو لوگ یہ عقیدہ رکھتے ہیں کہ سردار دو عالم حضرت محمد مصطفیٰ ﷺ اپنی قبر شریف میں محض بے جان اور مردہ ہیں اور آپ ﷺ کی دنیا کی سی زندگی کا انکار کرتے ہیں یہ کس فرقہ کا عقیدہ ہے نام متعین فرمائیں؟

جواب: تاریخ اسلام سے پہلے حجاج بن یوسف نے اس عقیدہ کا انکار کیا ہے۔ چنانچہ امام ابوالقاسم عبدالکریم بن ہوازن المعروف بہ علامہ قشیری رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ ان امور سے جن کی بنا پر فقہاء نے حجاج بن یوسف پر کفر کا فتویٰ دیا تھا۔ ایک بڑا جرم یہ تھا کہ حجاج جب مدینہ آیا اور زائرین حرم اطہر کو دیکھا کہ وہ پروانہ وار روضہ اطہر کے ارد گرد جمع ہو رہے ہیں تو اس نے کہا کہ تم لوگ لکڑیوں اور گلی سڑی ہڈیوں کا طواف کر رہے ہو۔ اس پر علماء نے اس پر کفر کا فتویٰ لگا دیا۔ (بحوالہ رحمت کائنات ص ۵)

اسی طرح فرقہ متشکلہ کا عقیدہ ہے کہ تمام انبیائے کرام کو بشمول جناب نبی کریم ﷺ موت کے بعد نبوت سے معزول کر دیا جاتا ہے۔ نعوذ باللہ! یہ عقیدہ درحقیقت اس بات کا انکار ہے کہ نبی علیہ السلام کو موت ظاہری کے بعد حیات دائمی حاصل نہیں ہوئی۔ اسی طرح فرقہ کرامیہ، بعض معتزلہ اور رافضیہ کا بھی عقیدہ عدم حیات کا ہے۔

سوال نمبر ۳: حیات النبی ﷺ کا عقیدہ رکھنے والے کی نماز منکر حیات النبی ﷺ کے پیچھے کیا حکم رکھتی ہے۔

جواب: بلا تاویل حیات نبی کا منکر بدعتی ہے اور اس کے پیچھے نماز مکروہ ہے۔ علامہ دمشقی فرماتے ہیں "(ويكره امامة) مبتدع اى صاحب بدعة" (الدر المختار ج ۱ ص ۸۳)

قطب الارشاد حضرت مولانا رشید احمد گنگوہی رحمہ اللہ فرماتے ہیں: بدعتی کے پیچھے نماز پڑھنا مکروہ تحریمی ہے۔ (فتاویٰ رشیدیہ ج ۳ ص ۱۱۸)

سوال نمبر ۴: حجاج کرام کا سردار دو عالم حضرت محمد مصطفیٰ ﷺ کے روضہ شریف کی زیارت کے لئے نہ جانا اس عقیدہ کی بنا پر کہ رسول اللہ ﷺ صلوٰۃ وسلام نہیں سنتے کیا حکم رکھتا ہے۔

جواب: پہلے سوال کے جواب میں دلائل کثیرہ سے آفتاب نیم روز کی طرح ثابت ہو چکا ہے کہ آنحضور ﷺ اپنی قبر شریف میں زندہ ہیں اور قبر اطہر کے قریب پڑھا جانے والا درود شریف سید الکونین ﷺ خود بلا واسطہ سنتے ہیں۔ اس لئے سلام کے چودہ سو سالہ دور میں مسلمانوں کا عمل اس عقیدہ پر رہا ہے کہ جس نے حج کیا اس نے مدینہ منورہ کی زیارت ضرور کی تا کہ سید دو عالم ﷺ کی خدمت میں صلوٰۃ وسلام کا تحفہ پیش کر سکے۔ مسلمانوں کا یہ عمل احادیث کثیرہ اور اجماع امت سے ثابت ہے۔

زیارت روضہ اطہر احادیث شریفہ کی روشنی میں

حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ آنحضور ﷺ نے ارشاد فرمایا: "من زار قبری وجبت له شفاعتی" جس نے میری قبر کی زیارت کی تو بلا شبہ اس کے لئے میری شفاعت ثابت ہو گئی۔

(صحیح ابن خزیمہ، دار قطنی، بیہقی، باسناد حسن بحوالہ آثار السنن ج ۲ ص ۱۲۶)

ایک دوسری روایت میں ہے "من زار بعد مماتی فکانما زارنی فی حیاتی" جس نے میری موت کے بعد میری زیارت کی تو گویا اس نے میری زندگی ہی میں زیارت کر لی۔ (طحطاوی علی مراقی الفلاح ص ۴۰۵)

غور فرمایئے کس قدر مبالغہ کے ساتھ زیارت کی ترغیب دی جا رہی ہے۔ وعدہ کے بعد وعید کی روایتیں بھی ملاحظہ فرمائیں۔ آنحضور ﷺ کا ارشاد گرامی ہے: "من حج البیت ولم یزرنی فقد جفانی" جس نے بیت اللہ کا حج کیا اور میری زیارت نہ کی تو اس نے بلا شبہ میرے ساتھ زیادتی کی۔

(طحطاوی علی مراقی الفلاح ۴۰۵ فصل فی زیارۃ النبی ﷺ (ابن عدی بسند حسن، مرقات المفاتیح)

دوسری روایت کے الفاظ یہ ہیں: "من وجد سعة ولم یزرنی فقد جفانی" جس نے گنجائش پائی اور میری زیارت نہ کی تو بلا شبہ اس نے میرے ساتھ زیادتی کی۔ (بحوالہ مذکورہ بالا)

انہی وعدہ وعید کی روایات کی بنا پر پوری امت نے یہ سمجھا کہ روضہ اقدس کی زیارت گو اعتقادی اعتبار سے سنت سہی تاہم عملی اعتبار سے واجب کے قریب ہے۔ چنانچہ محقق علی الاطلاق شیخ ابن الہمام فرماتے ہیں: "ان زیارة قبر النبی ﷺ مستحبة وقریبة من الواجب نظرا الی هذا النزاع وهو الحق عندی فان الآن الاولون من السلف کانوا یشدّون رحالهم لزیارة النبی ﷺ ویزعمونها من اعظم القربات" (فیض الباری ج ۲ ص ۴۳۳)

علامہ ابن عابدین شامی فرماتے ہیں: "انها قریبة من الوجوب لمن له سعة" (شامی ج ۱ ص ۲۷۹)

مخدوم محمد ہاشم سندھی رحمہ اللہ فرماتے ہیں: تصریح کردہ است در بعض کتب بوجود آن بدلیل قوی آنحضرت ﷺ "من حج ولم یزرنی فقد جفانی رواه ابن عدی بسند جید حسن" ونیز مروی است از

آنحضرت ﷺ کہ فرمود "من زار قبری وجبت له شفاعتی رواه الدار قطنی والطبرانی والبزار وصححه عبدالحق " ونیز فرموداو ﷺ "من زار قبری بعد موتی کمن زارنی فی حیاتی رواه ابو سعید بن منصور والدار قطنی " ووارد شدہ اندر فضل زیارت احادیث وآثار بسیار کہ اکتفا کردہ می شود۔ از آنہا بریں مقدار طلباً للاختصار۔
(حیات القلوب ص ۲۹۸)

اجماع امت اور زیارت روضہ اقدس

جیسا کہ عرض کیا جاچکا ہے کہ زیارت نبوی جہاں احادیث کثیرہ صحیحہ سے ثابت ہے وہاں بغیر کسی اختلاف کے تعامل امت کے ساتھ اجماع امت سے بھی ثابت ہے۔ چنانچہ مخدوم ہاشم سندی فرماتے ہیں: بدانکہ اجماع کردہ اند مسلمانان برآنکہ زیارت حضرت پیغمبر ﷺ از اعظم قربات وافضل طاعات وآکد سنن ومندوبات است۔
(حیات القلوب ص ۲۹۸)

حضرت اقدس مولانا خلیل احمد صاحب سہارن پوری رحمہ اللہ فرماتے ہیں: "اعلم ان زيارة سيد المرسلين ﷺ باجماع المسلمين من غير عبرة بما ذكره بعض المخالفين من اعظم القربات وافضل الطاعات وانجح المساعي النيل الدرجات قريبة من درجة الواجبات بل قيل انها من الواجبات لمن له سعة وتركها غفلة عظيمة وجفوة كبيرة وفيه اشارة الى حديث استدل به على وجوب الزيارة وقوله ﷺ من حج ولم يزرني فقد جفاني رواه ابن عدي بسند حسن وجزم بعض المالكية بان المشي الى المدينة افضل من الكعبة وبيت المقدس " (بذل المجہود ج ۳ ص ۲۰۳)

اس عبارت میں جہاں یہ تصریح ہے کہ زیارت نبوی ﷺ اجماع امت سے ثابت ہے وہاں یہ بھی ذکر ہے کہ بعض کے اختلاف سے اجماع متاثر نہیں ہوگا۔ نیز درجہ کے تعین کے ساتھ ترک زیارت کو عظیم غفلت اور بڑی زیادتی سے تعبیر کیا گیا ہے۔ اعاذنا اللہ منہ! یہ بھی بتلایا گیا کہ بعض مالکیہ کے نزدیک مدینہ جانا کعبہ اور بیت المقدس جانے سے بھی بہتر ہے۔ ہمارے فقہائے احناف نے یہ تفصیل کی ہے کہ اگر فرض حج کے لئے گیا ہے تو پہلے حج کرے (بعد میں زیارت کرے) اور اگر حج فرض نہیں ہے تو پھر اختیار ہے خواہ پہلے زیارت کرے اور بعد میں حج کرے یا پہلے حج کرے اور بعد میں زیارت کرے۔ "قالوا ان كان الحج فرضا قدمه عليها والا تخير "
(طحاوی علی مراقی الفلاح ص ۴۰۵)

پھر مدینہ جانے میں بھی بہتر یہ ہے کہ صرف آنحضرت ﷺ کی زیارت کی نیت کرے۔ "والاولى في الزيارة تجريد النية لزيارة قبره ﷺ " (طحاوی علی مراقی الفلاح ص ۴۰۵)

الحاصل! مسلمانوں کا یہ عمل امت محمدیہ کا عظیم اجماع ہے جس پر دور صحابہ سے لے کر آج تک عمل ہو رہا ہے۔ "اتفق مالك والشافعي وابو حنيفة واحمد على ان زيارة قبر النبي ﷺ من افضل المندوبات "
(حاشیہ مکتوبات شیخ الاسلام ج ۱ ص ۱۲۹)

لہذا اس نظریہ کی بنیاد پر کہ رسول اللہ ﷺ نہیں سنتے۔ روضہ اطہر کی زیارت کے لئے نہ جانا، جہاں ان

احادیث صحیحہ کا جن میں سماع النبی ﷺ عند القبر اور زیارت نبوی کی تصریح ہے۔ انکار ہے اور اجماع امت سے انحراف جس کی امانت و دیانت کی دنیا میں قطعاً قطعاً گنجائش نہیں ہے۔ اعاذنا اللہ منہ اور یہی سخت محرومی اور حرمان نصیبی بھی ہے۔ چنانچہ بذل المجہود کی عبارت گزر چکی ہے کہ "وترکہا غفلۃ عظیمۃ و جفوۃ کبیرۃ" نیز علامہ سندھی فرماتے ہیں: وترک کردن زیارت آنحضرت ﷺ مع الامکان غفلتے است عظیمہ وشناعتے قبیحہ۔ اس لئے گنجائش کے باوجود زیارت کے لئے نہ جانا موجب وعید شدید ہے۔ (حیات القلوب ص ۲۹۸)

سوال نمبر ۵: منکرین حیات الانبیاء علیہم السلام فی القبور قائلین حیات الانبیاء فی القبور کو دجال کذاب ومشرک کہتے ہیں۔ آیا یہ منکرین حیات الانبیاء فی القبور دیوبندی کہلانے کے مستحق ہیں۔

جواب: منکرین حیات الانبیاء دیوبندی تو کجا بعض اکابر نے تو ان کو اہل سنت والجماعت سے بھی خارج قرار دیا ہے۔ ملاحظہ ہو: حضرت مفتی سید مہدی حسن صاحب سابق صدر مفتی دارالعلوم دیوبند ایسے شخص کو اہلسنت والجماعت سے بھی خارج قرار دیتے ہیں۔ فرماتے ہیں اس باب (حیات الانبیاء) میں بکثرت احادیث وارد ہیں۔ جن کا انکار نہیں کیا جاسکتا ہے اور جو انکار کرتا ہے۔ بدعتی اور اہل سنت والجماعت سے خارج ہے۔ (فتاویٰ دارالعلوم غیر مطبوعہ)

اس فتویٰ پر حضرت مولانا مفتی جمیل احمد صاحب تھانوی رحمہ اللہ مفتی جامعہ اشرفیہ لاہور، مولانا محمد ضیاء الحق صاحب جامعہ اشرفیہ لاہور اور استاذ الکل حضرت مولانا محمد رسول خان صاحب ہزاروی رحمہ اللہ کے بھی دستخط ہیں۔ پھر طرفہ یہ ہے کہ خود ایسے لوگ (منکرین حیات الانبیاء) دوسرے صحیح العقیدہ مسلمانوں کو خصوصاً علماء کو کافر مشرک اور دجال کہیں یہ ایک حیرت انگیز بات ہے: ناطقہ سر بگریباں ہے اسے کیا کہیئے اان کو غالباً اس کی خبر نہیں جو اوپر نقل کیا گیا۔

سوال نمبر ۶: منکرین ثواب وعذاب قبر کا شرعی حکم کیا ہے؟

جواب: جملہ اہلسنت والجماعت اس عقیدہ پر متفق ہیں کہ قبر (برزخ) میں اہل ایمان اور اصحاب طاعات کو لذت وسرور نصیب ہوتا ہے اور کفار و منافقین کو نیز گناہ گاروں کو عذاب وتکلیف ہوتی ہے۔ اس میں کسی شک وشبہ کی کوئی گنجائش نہیں ہے۔ قرآن وسنت اور اجماع امت کے صریح دلائل کے پیش نظر یہ عقیدہ اتنا مضبوط ہے کہ حضرات فقہاء کرام کا ذمہ دار طبقہ بلا تاویل عذاب قبر کے منکر کو کافر کہتا ہے۔ حالانکہ وہ تکفیر کے مسئلہ میں بڑا ہی محتاط ہے اور ان کا یہ فیصلہ ہے کہ اگر کسی ایک کلمہ میں مثلاً سو معانی کا احتمال بھی پیدا ہوسکتا ہو جن میں ننانوے پہلو کفر کے نکلتے ہوں اور صرف ایک ہی پہلو اسلام کا پیدا ہوتا ہو تو قائل کی تکفیر نہیں کی جائے گی۔ کیونکہ ہوسکتا ہے کہ قائل کی مراد اسلام ہی کا پہلو ہو۔ ہاں اگر خود ہی وہ کفر کا کوئی معنی اور پہلو متعین کردے تو پھر کفر کے فتویٰ سے اس کو کوئی تاویل نہیں بچا سکتی۔ مسئلہ کی وضاحت کے لئے مسلم حضرات فقہاء کرام میں سے چند بزرگوں کی شہادت نقل کی جارہی ہیں۔

عذاب وراحت قبر کا منکر اور فقہائے اسلام

علامہ طاہر بن احمد الحنفی لکھتے ہیں کہ: "ولایجوز الصلوۃ خلف من ینکر الشفاعۃ النبی ﷺ وینکر الکرام الکاتبین وعذاب القبر کذا من ینکر الرؤیۃ لانہ کافر" جو شخص آنحضرت ﷺ کی شفاعت اور کراماً کاتبین اور عذاب قبر اور رویت باری تعالیٰ کا منکر ہو اس کے پیچھے نماز درست نہیں ہے۔ کیوں کہ وہ کافر ہے۔

(خلاصۃ الفتاویٰ ج ۱ ص ۱۴۹)

یہ عبارت اپنے مفہوم ومدلول کے لحاظ سے بالکل روشن ہے کسی مزید تشریح کی محتاج نہیں ہے۔ محقق علی الاطلاق حافظ بن الہمام محمد بن عبدالواحد الحنفی السیواسی فرماتے ہیں: ''ولاتجوز الصلوٰۃ خلف منکر الشفاعۃ والرویۃ وعذاب القبر والکرام الکاتبین لانہ کافر لتوارث ھذہ الامور عن الشارع ﷺ'' شفاعت اور اللہ تعالیٰ کے دیدار اور عذاب قبر اور کرام کاتبین کے انکار کرنے والے کی اقتداء میں نماز درست نہیں ہے۔ کیونکہ وہ کافر ہے اس لئے یہ امور شارع علیہ السلام سے تواتر کے ساتھ ثابت ہیں۔ (فتح القدیر مصری ج۱ ص ۲۴۷)

یہ حوالہ بھی اپنے مدلول میں صریح ہے۔ فتاویٰ عالمگیری میں بھی انکار عذاب قبر کو کفر لکھا ہے۔

(فتاویٰ عالمگیری ج ۲ ص ۱۰۳ طبع مصری)

امام ابوعبداللہ محمد بن احمد بن بکر الانصاری الخزرجی الاندلسی القرطبی ارشاد فرماتے ہیں: ''فاعلموا ایھا الاخوان ان عذاب القبر ونعیمہ حق کما صرحت بہ الاحادیث الصحیحۃ ولکن اللہ تعالیٰ یاخذ بابصار الخلائق واسماعھم من الجن والانس عن رویۃ عذاب القبر ونعیمہ لحکمۃ الٰھیۃ ومن شک فی ذالک فھو ملحد'' اے بھائیو تم بخوبی جان لو کہ قبر کا عذاب اور اس کی راحت برحق ہے جیسا کہ صحیح احادیث صراحت سے اس پر دلالت کرتی ہیں۔ لیکن اللہ تعالیٰ اپنی (مکلف) مخلوق میں سے جنوں اور انسانوں کی آنکھوں اور کانوں سے قبر کے عذاب وراحت کو اوجھل رکھتا ہے۔ کیونکہ حکمت الٰہی کا تقاضا یہی ہے اور جو شخص اس کا انکار کرے تو وہ ملحد ہے۔ (مختصر تذکرہ القرطبی لعبدالوہاب الشعرانی ص ۳۶ طبع مصری)

علامہ ابوالشکور السالمی فرماتے ہیں: ''فاما عذاب القبر للمؤمنین من الجائزات وللکافرین من الواجبات واللہ تعالیٰ یقول النار یعرضون علیھا غدوا وعشیاً یعنی فرعون وقومہ دل انہ کان صحیحا فی ای موضع وعلی ای حال ومن انکر ھذا یصیر کافراً واللہ اعلم'' عذاب قبر مومنین کے لئے جائز اور کافروں کے لئے واجب ہے۔ اللہ کا فرمان ہے کہ فرعون اور اس کی قوم صبح وشام آگ پر پیش کی جاتی ہے۔ یہ ارشاد دلالت کرتا ہے کہ عذاب صحیح ہے۔ جس جگہ میں ہو اور جس حالت میں ہو، جو اس کا منکر ہو سو وہ کافر ہے۔ واللہ اعلم!

(تمہید ص ۱۲۵ طبع مصر)

مولانا عبدالعلی بحرالعلوم الحنفی لکھتے ہیں کہ: ''منکر الشفاعۃ لاھل الکبائر والرؤیۃ وعذاب القبر ومنکر الکرام الکاتبین کافر'' اہل کبائر کے لئے شفاعت رویت باری تعالیٰ عذاب قبر اور کرام کاتبین کا انکار کرنے والا شخص کافر ہے۔ (رسائل بحرالعلوم ص ۹۹)

ان تمام حوالوں سے یہ بات روز روشن کی طرح صاف ہو جاتی ہے کہ بلا تاویل ثواب وعذاب قبر کا منکر کافر ہے۔ خدا صراط مستقیم پر چلنے کی توفیق بخشے۔ واللہ یھدی السبیل! فقط واللہ تعالیٰ اعلم!

محمد ظفیر الدین غفرلہ مفتی دارالعلوم دیوبند ۲۳ رشعبان ۱۴۰۵ھ

الجواب صحیح کفیل الرحمن نشاط نائب مفتی دارالعلوم دیوبند

وَلَا تَقُولُوا لِمَنْ يُقْتَلُ فِي سَبِيلِ اللّٰهِ اَمْوَاتٌ
بَلْ أَحْيَاءٌ وَلٰكِنْ لَا تَشْعُرُونَ (القرآن)

اَلْاَنْبِيَاءُ أَحْيَاءٌ فِي قُبُوْرِهِمْ يُصَلُّوْنَ (حدیث)

فتنہ انکار حیات

تالیف:

جناب چوہدری محمد سرفراز خان رحمۃ اللہ علیہ
کالرہ دیوان سنگھ گجرات

مَنْ صَلّٰی عَلَیَّ عِنْدَ قَبْرِیْ سَمِعْتُہٗ

جو میری قبر پر درود پڑھے میں خود سنتا ہوں۔

(مشکوٰۃ) — [illegible]

مرحوم

فتنہ انکار حیات

چوہدری محمد سرفراز خان
کالرہ دیوان سنگھ گجرات

قیمت ... ۲ آنے

بسم اللہ الرحمن الرحیم

تفصیلی فہرست

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

(حرفے چند)

چوہدری محمد سرفراز خان صاحب کامرہ دیوان

پیدائش: ۱۸۹۶ء ...... وفات: ۱۴/جنوری ۱۹۸۷ء

کالرہ دیوان سنگھ ضلع گجرات کے چوہدری محمد سرفراز خان نے ''فتنہ انکار حیات النبی ﷺ'' کے نام پر ایک کتابچہ تحریر کیا جو اشاعتی حضرات کے کسی اشتہار کا جواب تھا۔ اس مجموعہ میں یہ بھی شامل اشاعت ہے۔ (ناشر)

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

حرفِ اوّل

نحمدہ و نصلی علیٰ رسولہ الکریم!

حمد و ثنا باری تعالیٰ اور نعت محمد مصطفیٰ ﷺ کے بعد بندہ ناچیز عرض پرداز ہے کہ مسلمان آئے دن کسی نہ کسی فتنہ میں مبتلا ہوتے رہتے ہیں کوئی وقت تھا کہ عرب میں خوارج اور معتزلہ نے سر اٹھایا اور ترقی اسلام کو کافی نقصان پہنچایا۔ پھر ہندوستان میں انگریز نے چال چلی۔ پہلے وہابیت کا ڈھونگ رچایا پھر قادیانیت کا فتنہ پھیلایا۔ آہستہ آہستہ یہ سب مدھم پڑتے چلے گئے۔ تو آج انکار حدیث کا فتنہ بڑے زور شور سے اٹھا۔ اس کی روک تھام کے لیے علماء حق کمر بستہ ہوئے۔ لیکن اب ایک اور فتنہ نمودار ہوا ہے۔ جس میں عوام الناس کو الجھانا خطرے سے خالی نہیں وہ فتنہ انکار حیات ہے۔

میں حیران ہوں کہ اس فتنہ کو ہوا دینے والی ایسی ہستیاں ہیں جو ملک بھر میں توحید کے اعلان و بیان میں مسلمہ ہیں۔ یعنی سید عنایت اللہ شاہ صاحب بخاری خطیب جامع مسجد کالری دروازہ گجرات اور مولوی غلام اللہ صاحب[1] مہتمم مدرسہ تعلیم القرآن راولپنڈی، ان دونوں حضرات نے فتنہ کھڑا کیا ہے کہ انبیاء علیہم السلام اپنی اپنی قبروں میں زندہ نہیں۔ حتیٰ کہ جو اہل سنت والجماعت کا مسلمہ اجماعی عقیدہ چلا آرہا ہے کہ حضور ﷺ حیات النبی ہیں اور قبر مبارک پر درود و سلام پڑھنے والے کا درود و سلام سنتے اور جواب دیتے ہیں۔ اس سے بھی ان کو انکار ہے۔

لہٰذا میرے فرزند ارجمند چوہدری بشیر احمد سب پوسٹ ماسٹر وزیر آباد شہر نے شاہ صاحب کی خدمت میں حضور ﷺ کی حیات برزخی کے بارہ میں دریافت کرتے ہوئے تحریر کیا۔ جس کا خلاصہ درج ذیل ہے۔

---

[1] مولوی غلام اللہ خان صاحب تو تائب ہو گئے ہیں اور انہوں نے اس امر کو تسلیم کر لیا ہے کہ جو حضور ﷺ کے روضہ اقدس پر درود و سلام پڑھے وہ خود حضور ﷺ سنتے ہیں۔ اب رہے سید عنایت اللہ شاہ صاحب بخاری تو وہ ایک ضدی انسان ہیں۔ وہ اب کئی قسم کی مکاریوں سے کام لے رہے ہیں یعنی جھوٹے اشتہار جاری کر رہے ہیں۔ سو جھوٹ بولنے سے بھی جھوٹ پھر جھوٹ ہی رہے گا۔ افسوس وہ خدا سے ڈرتے اور اپنی اصلاح کر لیتے ورنہ وہ دن دور نہیں جب انہیں خدا کے حضور پیش ہونا پڑے گا۔ تو پھر کیا جواب دیں گے؟

انگریزی زبان کا محاورہ ہے: "too much of everything is bad" کہ ہر چیز کا حد سے بڑھ جانا برا ہے۔ شاہ صاحب کا بھی یہی حال ہے کہ وہ توحید کا دعویٰ کرتے کرتے حد سے بڑھ گئے اور انہیں رسالت میں نقائص نظر آنے لگے۔ توحید میں حد سے بڑھ جانے کی وجہ سے صائبین گمراہ ہوئے ان کا یہ عقیدہ تھا کہ خدا کی ذات اس قدر بلند ہے کہ وہاں تک انسان کی رسائی ناممکن ہے اس تک فرشتے تو پہنچ سکتے ہیں مگر انسان نہیں پہنچ سکتا۔ یہی وجہ ہوئی جو انہوں نے بشری رسالت کا انکار کر دیا اور کہنے لگے "ابشر یھدوننا" کیا ایک بشر ہماری ہدایت کرے گا۔ "فکفروا" تو کافر ہو گئے۔ یہی کفار مکہ کا خیال تھا۔ بظاہر یہ عقیدہ بھلا معلوم ہوتا ہے کہ خدا کی ذات بہت بلند ہے جہاں بشر کی رسائی نہیں۔ مگر خدا نے چونکہ بشر کو خود رسول بنا کر بھیجا۔ اس لیے اس عقیدہ کو کفر سے تعبیر کیا اور حضور ﷺ کی زبان مبارک سے اعلان کروا دیا کہ ان عقل کے اندھوں کو فرما دیجئے "قل انما انا بشر مثلکم" اس میں کوئی شک نہیں کہ میں بھی تمہاری طرح کا بشر ہوں اور میرا تمہارا ایک ہی خدا ہے۔

مگر باوجود انسان ہونے کے "یوحیٰ الیّ" مجھ پر وحی ہوتی ہے یعنی میں اللہ کا رسول ہوں اور اس سے خاص تعلق رکھتا ہوں۔

اسی طرح شاہ صاحب کو بھی دھوکا ہوا ہے۔ مگر یاد رہے کہ حضور ﷺ کی شان میں ذرا سی گستاخی ان کے تمام گزشتہ اعمال صالحہ کو برباد کر کے رکھ دے گی۔ خدا کرے شاہ صاحب بھی اپنے ساتھی غلام اللہ خان صاحب کی طرح سمجھ جائیں اور عاقبت برباد ہونے سے بچ جائیں۔ آمین!

''اور مردے تو نہیں سنتے مگر حضور ﷺ کی حیات اس قدر بلند ہے کہ حضور ﷺ نے خود فرمایا ''من صلّی علی عند قبری سمعته و من صلّی نائیا ابلغته'' یعنی جو کوئی میری قبر پر درود و سلام پڑھے میں اسے سنتا ہوں اور جو دور سے پڑھے (ملائکہ سیاحین کے ذریعے) پہنچایا جاتا ہے۔ (مشکوٰۃ شریف) کیا آپ اس حدیث کی صحت کے قائل ہیں؟ اور حضور ﷺ کو حیات مانتے ہیں۔ آپ کو کوئی اعتراض ہے؟ اور اہلسنت کا یہ عقیدہ بتایا جاتا ہے کہ آپ حیات ہیں آپ اس کی کیا تشریح کرتے ہیں؟

اس کے جواب میں شاہ صاحب نے تحریر فرمایا۔ ''من صلّی عند قبری'' الحدیث۔ یہ روایت صحیح نہیں اس کے بعض راوی کذاب اور بعض ضعیف اور بعض مجہول ہیں۔

اس پر میں نے خود ایک استفتاء حضرت مولانا مفتی محمد شفیع صاحب صدر مدرس دار العلوم کراچی اور ایک جناب مولانا محمد ادریس صاحب شیخ الحدیث و التفسیر جامعہ اشرفیہ لاہور کی خدمت میں ارسال کیا اور یہ اس لیے کیا کہ سید عنایت اللہ شاہ صاحب بھی انہی حضرات کے شاگردوں میں سے ہیں۔ لہٰذا استفتاء اور جوابات کی نقل حسب ذیل ہے۔

استفتاء

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ

مجھے افسوس سے لکھنا پڑا ہے کہ آج حنفی مسلمانوں کے کئی گروہ ہو رہے ہیں اور بجائے اتحاد و سلوک کے اور اعمال صالح کے فضول بحثوں میں مشغول و مبتلا ہو رہے ہیں۔ خدا ہمارے حال پر رحم کرے۔

یہاں گجرات میں میرے ایک دوست اچھے خاصے عالم اور خطیب جامع مسجد ہیں۔ دیوبند کے فارغ التحصیل ہیں۔ وہ فرماتے ہیں کہ حدیث ''من صلّی علی عند قبری سمعته'' مشکوٰۃ۔ صحیح نہیں۔ اس کے بعض راوی کذاب اور بعض ضعیف اور بعض مجہول ہیں۔ اس حدیث کی صحت اور عدم صحت پر روشنی ڈالیں۔

نیز یہ جو ہمارا اہل سنت مسلمانوں کا عقیدہ ہے کہ حضور ﷺ حیات النبی ہیں جیسا کہ شیخ عبدالحق صاحب محدث دہلوی نے اشعۃ اللمعات میں اور نواب قطب الدین صاحب محدث دہلوی نے مظاہر حق شرح مشکوٰۃ میں تحریر فرمایا ہے کہ عقیدہ ہے اہل السنت جماعت کا کہ آنحضرت ﷺ زندہ ہیں عالم برزخ میں اسی لیے حیات النبی کہتے ہیں۔ اس کا صحیح مفہوم کیا ہے۔ مجھے لمبی بحث کی ضرورت نہیں صرف اس کے چند دلائل کتاب وسنت اور اجماع امت سے تحریر کر کے ممنون فرمائیں اور اللہ تعالیٰ سے اس کا اجر چاہیں۔ فقط والسلام

نوٹ: دلائل کے لیے کتاب وسنت اور اجماع امت کے ساتھ اکابر دیوبند کا عقیدہ بھی تحریر کریں اور کیا مندرجہ بالا حدیث کو نہ ماننے والا اور حضور ﷺ کے حیات النبی ہونے کا منکر دیوبندی ہے؟

احقر العباد، محمد سرفراز خاں اکاؤنٹینٹ
گجرات پنجاب بس لمیٹڈ گروپ بی، گجرات

الجواب

برادر مکرم بعد تحیۂ مسنونہ!

آنکہ حیات انبیاء بے شمار احادیث صحیحہ سے جس پر حضرات محدثین نے مستقل کتابیں لکھی ہیں اور اسی پر تمام علمائے امت کا اجماع ہے۔ غرض یہ کہ یہ اجماعی مسئلہ ہے چند خود رائے مقررین کی تقریروں سے مسئلہ پر کوئی اثر نہیں پڑتا۔　　　والسلام!

محمد ادریس کان اللہ لہ

مندرجہ استفتاء حضرت مولانا مفتی محمد شفیع صاحب صدر دارالعلوم کراچی کی خدمت میں بھی ارسال کیا گیا تھا۔ جس جواب درج ذیل ہے۔

الجواب

اس مسئلہ میں عوام کا یہ اجمالی عقیدہ کہ نبی کریم ﷺ اور تمام انبیاء علیہم اپنی قبروں میں زندہ ہیں ان کے ایمان اور نجات کے لیے کافی ہے ان کے ذہنوں کو اس کی تفصیلات میں الجھانا مناسب نہیں۔ جمہور امت کا عقیدہ اس مسئلہ میں یہی ہے کہ آنحضرت ﷺ اور تمام انبیاء علیہم برزخ میں جسد عنصری کے ساتھ زندہ ہیں ان کی حیات برزخی صرف روحانی نہیں بلکہ جسمانی حیات ہے جو دنیاوی کے بالکل مماثل ہے۔ بجز اس کے کہ وہ احکام کے مکلف نہیں ہیں۔ بلکہ ان کی حیات برزخی کے کچھ آثار بعض دنیاوی احکام میں بھی باقی ہیں۔ مثلاً میراث کا تقسیم نہ ہونا۔ ان کی ازواج مطہرات سے بعد وفات کسی کا نکاح جائز نہ ہونا۔ متقدمین میں امام بیہقی ﷫ کا اور متاخرین میں شیخ جلال الدین سیوطی کا مستقل رسالہ اس مسئلہ کی توضیح کے لیے کافی ہے۔ جن میں روایات حدیث پوری تنقیح کے ساتھ درج ہیں۔ بیہقی نے فرمایا ہے ”والحیاۃ الانبیاء بعد موتھم شواھد من الاحادیث الصحیحۃ“ اس میں تصریح ہے کہ موت کے بعد ان کی حیات احادیث صحیح سے ثابت ہے۔ مجملہ ان کے مشکوٰۃ شریف کی یہ حدیث ”من صلی علی عند قبری سمعتہ“ صحیح ہے اور یہ ظاہر ہے کہ موت صرف جسم پر آتی ہے۔ روح پر نہیں اس لیے حیات بعد الموت وہی ہوسکتی ہے جس میں جسم بھی شریک ہو۔ اس حیات کو صرف روحانی کہنے کے کچھ معنی نہیں اور شفاء السقام میں امام حدیث وفقہ تقی الدین سبکی نے اپنی کتاب کا نواں باب اسی مسئلہ کی تحقیق کے لیے لکھا ہے اس میں انبیاء علیہم کے لیے بعد وفات حیات جسمانی حقیقی ثابت کرنے کے لیے فرمایا ہے۔

”وقد ذکرناہ من جماعۃ من العلماء وشھد لہ صلوۃ موسیٰ علیہ السلام فی قبرہ فان الصلوۃ یستدعی جسدا حیا وکذالک الصفات المذکورۃ فی الانبیاء لیلۃ الاسراء کلھا صفات الاجسام ولا یلزم من کونھا حیاۃ حقیقۃ ان یکون الابدان معھا کما کانت فی الدنیا من الاحتیاج الی الطعام والشراب والامتناع عن النفوذ فی الحجاب الکثیف وغیر ذالک من الصفات الاجسام التی نشاھدھا بل قد یکون لھا حکم اٰخر فلیس فی العقل ما یمنع من اثبات الحیاۃ الحقیقۃ لھم“　　　(شفاء السقام ص ۱۲۳)

اس کے بعد شہداء کی حیات برزخی پر بحث کرتے ہوئے فرمایا ہے۔''فلم یبق الا انها حیاة حقیقة الآن وان الشهداء احیاء حقیقة وهو قول جمهور العلماء لکن هل ذالک للروح فقط او للجسد معها فیه قولان''اس کے بعد قول ثانی کو ترجیح دی ہے کہ یہ حیات حقیقی صرف روح کے لیے نہیں بلکہ جسد کے لیے بھی ثابت ہے اور ظاہر ہے کہ جب عام شہداء امت کے لیے برزخ میں حیات حقیقی جسمانی ثابت ہے تو انبیاء علیہم کی حیات ان سے اعلیٰ اور اقوی ہی ہوگی۔خلاصہ یہ ہے کہ انبیاء علیہم کی حیات بعد الموت حقیقی جسمانی مثل حیاۃ دنیاوی کے ہے۔جمہور امت کا یہی عقیدہ ہے اور یہی عقیدہ سب بزرگان دیوبند کا ہے۔مسئلہ ہذا کی تحقیق میں یہ بھی آچکا ہے اور صرف حیات روحانی کا قول جمہور علماء امت کے خلاف ہے اور یہ ظاہر ہے کہ دیوبندیت کوئی مستقل مذہب نہیں۔سلف صالحین اور جمہور اہل سنت والجماعت کے مکمل اتباع ہی کا نام دیوبندیت ہے۔جو عقیدہ جمہور اہل سنت کے خلاف ہے وہ دیوبندیت کے بھی خلاف ہے۔فقط'' واللہ اعلم وعلمہ اتم''

احقر العباد دستخط نائب مفتی دارالعلوم کراچی نمبر ۱۔۲۸/۴/۱۹۸۱ء

الجواب صحیح، رشید احمد عفی عنہ۔۳۰/۴/۱۹۸۱ء

اصول دین

اب راقم الحروف عرض پرداز ہے کہ دین اسلام میں احکام خداوندی کو پورے طور پر سمجھنے کے لیے علمائے امت نے چار اصول وضع فرمائے ہیں۔یعنی کتاب،سنت اور اجماع و قیاس۔

اگر کوئی مسئلہ کتاب یعنی قرآن میں نہ ملے تو اصل دوم سنت سے رہنمائی حاصل کی جائے گی اور اگر ان دونوں میں بھی نہ ملے تو اجماع امت کا اتباع لازم ہو جائے گا اور قیاس تو کتاب وسنت ہی پر کیا جاتا ہے جو کسی آیت قرآنی پر قیاس کیا جائے وہ قیاس جلی کہلاتا ہے اور جو کسی حدیث کی روشنی میں قیاس سے کام لیا جائے اسے قیاس خفی کہتے ہیں۔ان سب کی تشریح اور مثالیں بیان کرنے کا یہ موقع نہیں صرف اس قدر عرض کر دینا ضروری ہے کہ یہ مسئلہ حیاۃ الانبیاء فی القبور ایک مسلمہ اور متفق علیہ اجماعی مسئلہ ہے۔لہٰذا جمہور علمائے امت کا اتباع لازم ہے۔ورنہ اہل سنت جماعت کا مخالف بدعتی ہوگا۔

امت محمدیہ میں دو ہی قسم کے آدمی صراط مستقیم پر گامزن ہو سکتے ہیں۔ایک مجتہد اور دوسرا کسی مجتہد کا مقلد۔جو شخص علم میں اجتہاد کے رتبہ کو پہنچ جائے۔جس کی چند شرائط ہیں تو اس کے لیے تقلید ضروری نہیں۔مگر جو شخص مجتہد نہ ہو اور وہ تقلید بھی نہ کرے اور اپنے خیالات سے قرآن وحدیث سے ایک نئی راہ نکالے وہ خود بھی گمراہ ہوگا اور جو اس کی پیروی کریں گے وہ بھی گمراہ ہوں گے۔

یاد رہے کہ اس کا حکم خود خدا نے قرآن میں دیا ہے۔چنانچہ ارشاد ہوتا ہے:''فاسئلوا اهل الذکر ان کنتم لا تعلمون''اگر تم کسی مسئلہ کو نہ جانتے ہو تو اہل ذکر یعنی جاننے والوں سے دریافت کر لیا کرو اور یہ جاننے والے مجتہد ہیں۔

اب رہا یہ مسئلہ حیات الانبیاء کا تو یہ حضرات مجتہدین متقدمین اور متاخرین میں متفق علیہ رہا ہے اس میں کسی مجتہد کا اختلاف ثابت نہیں۔ تاریخ شاہد ہے کہ جس کسی نے مجتہد نہ ہونے کی صورت میں اپنے علم پر اعتماد کرتے ہوئے کتاب وسنت سے استدلال اور اجتہادی مسائل میں گفتگو کی تو اس نے ہمیشہ ٹھوکر کھائی اس کی بے شمار مثالیں تاریخ میں ملتی ہیں خوارج معتزلہ زمانہ قدیم میں اور مرزائی پرویزی زمانہ حال میں اسی زعم باطل سے گمراہ ہوئے۔

اس مسئلہ پر علامہ خالد محمود صاحب سیالکوٹی نے ایک جامع کتاب "مقام حیات" نامی تحریر فرمائی ہے۔ جس کا راقم الحروف نے بھی مطالعہ کیا ہے۔ اس مسئلہ پر ایک بحر زخار ہے۔ یہ بندہ حقیر وناچیز ہر مسلمان کو اس کے مطالعہ کی ترغیب دیتا ہے۔ اس میں ایک نہیں دو نہیں سینکڑوں دلائل وحوالہ جات درج ہیں۔ ان سب کو ایک دفعہ پڑھ لینے کے بعد کوئی بدبخت مسلمان ہی انکار کر سکتا ہے۔ ورنہ میرے خیال میں اگر منکرین حیات بھی بہ نظر انصاف دیکھیں گے تو سوائے تسلیم کے چارہ نہ ہوگا۔

کتاب مذکورہ چونکہ علمی ہے اور ضخیم بھی۔ لہٰذا اس اجماعی عقیدہ کو عوام تک پہنچانے اور نوزائیدہ پراگندہ خیالات سے بچانے کے لیے مندرجہ بالا فتوے کی اشاعت کا اہتمام کیا گیا ہے اور اس کے ساتھ چند دلائل کا کتاب وسنت اور اجماع امت سے اضافہ اس لیے کیا گیا ہے کہ اتمام حجت کا کام دے۔ خدا شاہد ہے کہ اس دردسری اور جرات سے محض اللہ تعالیٰ کی رضا جوئی اور اس کے سادہ لوح بندوں کی خیر خواہی مقصود ومطلوب ہے۔ (اقبال کا شعر)

خداوندا یہ تیرے سادہ دل بندے کدھر جائیں — کہ سلطانی بھی عیاری ہے درویشی بھی عیاری

مقدمہ

جب ہم قرآن وحدیث کا مطالعہ کرتے ہیں تو بے شمار واقعات ہمارے سامنے آتے ہیں۔ جن میں انبیاء علیہم عام انسانوں سے متمیز نظر آتے ہیں۔ وہ واقعات شاہد عادل ہیں کہ انبیاء علیہم کی دنیوی زندگی بھی غیر انبیاء کی زندگیوں سے مختلف اور روحانیت میں ارفع واعلیٰ ہوتی ہے قرآن وحدیث سے چند مثالیں مشتے از خروارے درج ذیل ہیں۔

۱...... حضرت داؤد علیہ السلام ہیں کہ اللہ نے لوہے کو ان کے ہاتھ میں موم کر دیا۔ وہ بغیر آگ میں گرم کرنے کے اس سے زرہ بنایا کرتے تھے۔ پہاڑوں کو حکم دیا کہ ان کے ساتھ صبح وشام تسبیح کیا کرو اور پرندے بھی۔ "وسخرنا مع داؤد الجبال یسبحن والطیر وکنا فاعلین۔ وعلمناه صنعة لبوس لکم لتحصنکم من بأسکم" (الانبیاء:۷۹)

اور ہم نے داؤد علیہ السلام کے ساتھ تابع کر دیا تھا پہاڑوں کو ان کی تسبیح کے ساتھ وہ بھی تسبیح کیا کرتے تھے اور ہم نے ان کو زرہ بنانے کی صنعت سکھلا دی تھی کہ تمہیں لڑائی میں ایک دوسرے کی زد سے بچائے۔ "والنا له الحدید" اور ہم نے ان کے لیے لوہے کو نرم کر دیا تھا۔

۲...... حضرت سلیمان علیہ السلام کے لیے ہوا کو تابع کر دیا وہ ان کا تخت جہاں حکم کرتے لے جاتی۔ ایک دن میں ایک ماہ کا سفر طے کر لیتے۔ پرندوں کی بولیاں سمجھتے اور ان سے بات چیت کر لیتے۔ "ولسلیمان الریح عاصفة تجری بامره" اور سلیمان کے لیے ہم نے ہوا کو تابع بنا دیا تھا کہ اس کے حکم سے چلتی تھی اور سلیمان نے ان کو خطاب کر کے فرمایا "علمنا منطق الطیر" ہم کو خدا کی طرف سے پرندوں کی بولی سکھائی گئی ہے۔

۳...... حضرت ابراہیم ؈ کو کفار آگ میں ڈالتے ہیں۔ وہ آگ حضرت ابراہیم ؈ پر کچھ اثر نہیں کرتی کیونکہ اسے حکم خداوندی مل چکا ہے۔ "قلنا یانار کونی بردا وسلاما علی ابراھیم" یعنی اے آگ ابراہیم پر ٹھنڈی اور سلامتی ہو جا۔

۴...... حضرت موسیٰ ؈ کی قوم کو پانی کی ضرورت پڑتی ہے تو وہ پتھر پر اپنا عصا مارتے ہیں جس سے بارہ چشمے بہہ نکلتے ہیں۔ بنی اسرائیل کے بارہ قبیلے تھے۔ ہر قبیلہ اپنے لیے ایک گھاٹ بنا لیتا ہے۔ "قلنا اضرب بعصاک الحجر"

۵...... حضرت موسیٰ ؈ ہی کے زمانہ میں ایک لڑکا اپنے چچا کو دولت حاصل کرنے کی غرض سے قتل کر دیتا ہے اور دعویٰ کرتا ہے دوسرے لوگوں پر۔ حضرت موسیٰ ؈ اللہ کے حکم سے ایک گائے ذبح کرتے ہیں اور اس کے گوشت کا ایک ٹکڑا لاش پر مارتے ہیں۔ جس سے وہ شخص زندہ ہو جاتا ہے اور بتا دیتا ہے کہ میرا قاتل میرا بھتیجا ہے جس نے لوگوں پر جھوٹا دعویٰ دائر کر رکھا ہے۔ "کذالک یحیی اللہ الموتیٰ"

۶...... حضرت ابراہیم ؈ کو خواب آتا ہے کہ وہ اپنے بیٹے حضرت اسمٰعیل ؈ کو ذبح کر رہے ہیں۔ جب وہ خواب کا ذکر بیٹے سے کرتے ہیں تو بیٹا یہ نہیں کہتا کہ ابا جان یہ تو خواب و خیال ہے بھلا باپ بھی بیٹا بھی ذبح کرتے ہیں بلکہ کہتے ہیں ابا جان خوشی کر گزریے جو حکم خداوندی ہوا ہے۔ پھر اللہ تعالیٰ خود ارشاد فرماتا ہے "یا ابراھیم قد صدقت الرؤیا" اے ابراہیم آپ نے اپنا خواب سچا کر دکھایا ہے۔ "رؤیا الانبیاء وحی" (ترمذی) انبیاء کا خواب وحی ہوتی ہے۔

۷...... حضور اقدس ﷺ ایک رات خواب میں کیا دیکھتے ہیں کہ حج کر رہے ہیں۔ صبح کو صحابہ ﷢ سے ذکر کیا تو چودہ پندرہ سو صحابہ ﷢ تیار ہو گئے اور عمرہ کے لیے مدینہ سے نکل کھڑے ہوئے۔ مقام حدیبیہ پر کفار نے روک لیا اور صلح ہو گئی پھر صلح نامہ کے مطابق دوسرے سال آپ ﷺ نے صحابہ کے ساتھ حج کیا۔ اس واقعہ کے متعلق ارشاد خداوندی ہوتا ہے "لقد صدق اللہ رسولہ الرؤیا بالحق" بے شک اللہ نے اپنے رسول ﷺ کو سچا خواب دکھلایا۔ جو مطابق واقع کے ہے۔ یعنی جیسا خواب میں دیکھا تھا ویسے ہی صحابہ ﷢ کے ساتھ حج کیا۔

شان مصطفوی ﷺ

اب شان مصطفوی ملاحظہ ہو:

۸...... آپ جنگ میں کفار کی طرف ایک مٹھی بھر خاک پھینکتے ہیں وہ ہر دشمن کی آنکھ میں پڑتی ہے۔ پھینکتے تو آپ ہیں مگر اللہ تعالیٰ فرماتا ہے۔ "وما رمیت اذ رمیت ولکن اللہ رمی" یہ خاک آپ نے نہیں پھینکی بلکہ خود اللہ نے پھینکی ہے آپ کے فعل کو اللہ تعالیٰ اپنی طرف منسوب کرتا ہے۔

۹...... حدیبیہ کے مقام پر جب حضرت عثمان ﷛ کے شہید کیے جانے کی خبر پھیل گئی۔ تو حضور ﷺ صحابہ ﷢ سے بیعت لیتے ہیں اس بیعت کے متعلق ارشاد خداوندی ہوتا ہے کہ وہ لوگ جو آپ سے بیعت کرتے ہیں گویا وہ اللہ ہی سے بیعت کرتے ہیں ان کے ہاتھ پر اللہ کا ہاتھ ہے۔ "ان الذین یبایعونک انما یبایعون اللہ ید اللہ فوق ایدیھم" (الفتح:۱۰)

۱۰...... آپ کے کلام کے متعلق ارشاد باری ہوتا ہے۔ ''وما ینطق عن الھوی ان ھو الا وحی یوحی'' (النجم:۳،۴) یعنی جو کلام آپ ﷺ فرماتے ہیں وہ ہرگز خواہش نفسانی سے نہیں ہوتا۔ بلکہ وہ اللہ کا کلام وحی الٰہی ہوتا ہے۔

تلک عشرۃ کاملۃ

پھر آپ کا رتبہ بھی قابل غور ہے خدا اپنی ذات کی قسم کھا کر یوں ارشاد فرماتا ہے: ''فلاوربک''

۱۱...... ''لا یؤمنون حتی یحکموک فی ما شجر بینھم ثم لا یجدوا فی انفسھم حرجا مما قضیت ویسلموا تسلیما'' (النساء:۶۵) یہ کبھی مؤمن نہیں ہو سکتے۔ جب تک اپنے باہمی معاملات میں آپ کو منصف فیصلہ کرنے والا نہ تسلیم کرلیں۔ پھر جو کچھ آپ فیصلہ کریں اس پر اپنے دل میں بھی کوئی تنگی محسوس نہ کریں بہرحال سر تسلیم خم ہو۔

گویا سر تسلیم خم ہے جو مزاج یار میں آئے۔ کا سا معاملہ ہونا ایمان کے لیے شرط ہے۔

ایک دوسرے مقام پر ارشاد خداوندی ہوتا ہے۔

۱۲...... ''ما کان لمؤمن ولا مؤمنة اذا قضی اللہ ورسولہ امرا ان یکون لھم الخیرة من امرھم۔ ومن یعص اللہ ورسولہ فقد ضل ضلالا مبینا'' (الاحزاب:۳۶) کسی مؤمن مرد اور کسی مومنہ عورت کی شان کے شایان نہیں اور نہ یہ ان کو حق حاصل ہے کہ جب اللہ اور اس کا رسول کسی معاملہ کا فیصلہ کر دیں تو پھر اسے اپنے اس معاملے میں خود فیصلہ کرنے کا اختیار حاصل رہے اور جو کوئی اللہ اور اس کے رسول ﷺ کی نافرمانی کرے گا تو وہ صریح گمراہی میں جا پڑا۔

۱۳...... پھر مسلمانوں کو حکم ہوتا ہے: ''یا ایھا الذین آمنوا لا تقدموا بین یدی اللہ ورسولہ واتقوا اللہ ان اللہ سمیع علیم'' (الحجرات:۱) اے مسلمانو اللہ اور رسول سے آگے نہ بڑھو اور اللہ سے ڈرتے رہو۔ بے شک اللہ تمہارے سب اقوال کو سننے والا اور اعمال کو دیکھنے والا ہے۔ اس آیت کا مطلب یہ کہ جب تک حضور ﷺ کسی امر کے بارے میں اپنی رائے مبارک ظاہر نہ فرمالیں تم اس وقت تک خاموش رہا کرو۔

۱۴...... اس کے بعد ایک زبردست ڈانٹ آتی ہے۔ ''لا ترفعوا اصواتکم فوق صوت النبی ولا تجھروا لہ بالقول کجھر بعضکم ان تحبط اعمالکم وانتم لا تشعرون'' (الحجرات:۲) مسلمانو خبردار اپنی آوازوں کو پیغمبر کی آواز سے بلند مت کیا کرو اور نہ ہی ان سے ایسی اونچی آواز میں گفتگو کیا کرو۔ جس طرح تم آپس میں ایک دوسرے سے گفتگو کرتے ہو۔ ایسا نہ ہو کہ کہیں تمہاری بے خبری میں ہی تمہارے اعمال برباد ہو جائیں۔

۱۵...... آپ تو آپ رہے آپ کی ازواج مطہرات کو ارشاد خداوندی ہوتا ہے۔ ''ینساء النبی لستن کاحد من النساء'' (الاحزاب:۳۲) اے نبی کی بیویو! تم کسی دوسری عورت جیسی نہیں ہو۔

۱۶...... کوئی آدمی مر جاتا ہے خواہ وہ بادشاہ ہی کیوں نہ ہو اس کی بیوہ سے نکاح ممنوع نہیں مگر حضور ﷺ کی ازواج مطہرات کے متعلق حکم ہوتا ہے۔ ''وما کان لکم ان تؤذوا رسول اللہ ولا ان تنکحوا ازواجہ من بعدہ ابدا'' تم کو

جائز نہیں کہ رسول اللہ کو ایذا پہنچاؤ اور نہ یہ جائز ہے کہ تم آپ کے بعد آپ کی بیبیوں سے کبھی بھی نکاح کرو۔

۱۷...... روزہ وصال میں دو تین دن کا اکٹھا روزہ رکھ لینا آپ کے لیے مخصوص تھا اور آپ رکھا کرتے تھے۔ آپ کو دیکھ کر صحابہ ﷡ نے بھی روزہ رکھنا شروع کیا تو لگے بے تاب ہونے آپ نے منع کیا اور فرمایا "ایکم مثلی ابیت عند ربی یطعمنی ویسقینی" "تم میں میرا مثل میرے جیسا کون ہے؟ یعنی کوئی نہیں۔ میں تو اپنے رب کے پاس رات گزارتا ہوں جو مجھے کھلاتا پلاتا ہے۔

۱۸...... آپ فرماتے ہیں۔ میری آنکھیں تو سوتی ہیں مگر دل نہیں سوتا۔ آپ باوضو سوتے اور باوضو اٹھتے اور بغیر تازہ وضو کیے نماز پڑھ لیتے ہمارے لیے اونگھ بھی وضو توڑ دیتی ہے۔ "ان عینی تنامان ولا ینام قلبی" (بخاری ومسلم)

۱۹...... حضور ﷺ نے فرمایا "ماترکناہ صدقۃ" ہمارا انبیاء کا ترکہ تقسیم نہیں ہوتا بلکہ وہ صدقہ ہے۔

۲۰...... عام انسانوں کا پسینہ بدبودار ہوتا ہے مگر حضور ﷺ کا پسینہ اتنا زیادہ خوشبودار تھا کہ صحابہ ﷡ عطر میں ملا کر خوشبو بڑھاتے تھے۔

جس بزرگ و برتر ذات کی یہ خصوصیات ہوں کہ اللہ تعالیٰ نے یہاں تک فرما دیا ہو کہ اس کی بارگاہ اقدس میں جب بھی گفتگو کرو تو یہ امر ہمیشہ ملحوظ خاطر رہے کہ تم کسی عام انسان سے محو تکلم نہیں ہو۔ بلکہ ایک ایسی عظیم الشان مقدس ذات کے سامنے لب کشائی کر رہے ہو جو انتہائی واجب الاحترام اور قابل تعظیم ہے اور جس کے حضور میں آواز کی ذرا سی شوخی اعمال کی بربادی کا باعث بن سکتی ہے۔ آپ خود ہی غور فرمائیں کہ اگر طرز گفتگو کی معمولی سی بے احتیاطی سے اعمال ضائع ہو سکتے ہیں تو پھر ان لوگوں کا حشر کیا ہوگا۔ جو اپنی آراء اپنے افکار و نظریات اپنے فہم و تدبر اپنے ذوق کو حضور ﷺ کے ارشادات عالیہ پر مقدم رکھتے ہیں۔ کیا ان بدنصیب لوگوں کی اس غلط روش کی وجہ سے ان کے سارے اعمال دریابرد نہ ہو جائیں گے؟

انبیاء ﷩ اور خصوصاً حضور ﷺ کی مندرجہ بالا خصوصیات خوب ذہن نشین کر لیجیے۔ اب ہم عقلی طور پر مقام انبیاء بیان کرتے ہیں۔

مقام انبیاء

جمادات سے نباتات جس قدر بلند ہیں نباتات سے حیوانات جس قدر بلند ہیں اور حیوانات سے انسان جس قدر بلند ہے اسی قدر انبیاء انسانوں سے بلند ہوتے ہیں اور جو نسبت حیوان اور انسان میں ہے وہ نسبت انسان اور انبیاء میں ہے۔ حیوان عقل لے کر نہیں آتا اور انسان عقل لے کر آتا ہے اگرچہ وہ ابتداء میں کتنی ہی کمزور کیوں نہ ہو اور اسی طرح نہ تو انسان میں روح نبوت ہوتی ہے اور نہ ہی وہ روح نبوت کو سمجھ سکتا ہے۔ آیئے اب علم و عمل دونوں کی بنیاد پر اس کی تشریح کرتا ہوں۔

علمی مدارج

۱...... پہلا درجہ یہ ہوتا ہے کہ جب بچہ باتیں کرنے لگتا ہے تو پہلے وہ اشیاء کے نام اماں، ابا، پانی وغیرہ سیکھتا ہے یہ منزل ہیولائی ہے۔

۲...... پھر دوسری منزل پر وہ معلومات کے ذریعے مجہولات کو حاصل کرتا ہے۔ یہ بالملکہ ہے۔
۳...... تیسری منزل پر اشیاءِ عالم میں سے جس چیز پر وہ غور کرتا ہے اس کی تہ کو پہنچ جاتا ہے اور نتیجہ کو پا لیتا ہے کہ عقل بالفعل ہے۔
۴...... اور آخری منزل میں جو سب سے بلند ہے اس میں فکری و نظری اشیاء بدیہات کی حد کو پہنچ جاتی ہیں۔ یہ عقل مستفاد ہے۔

عملی مدارج

انسان قوت واہمہ سے دنیاوی امور میں پھنسا رہتا ہے اور جب غور کرتا ہے تو۔

۱...... اعضاء و جوارح کے افعال کی اصلاح کرتا ہے کہ ان سے کوئی فعل اس وقت تک سرزد نہیں ہو سکتا۔ جب تک کہ اس کے جواز کا حکم شرعی معلوم نہ ہو جائے۔
۲...... دوسرے درجہ پر نفس کے اندر جو خلاف شریعت امور کا شوق باقی رہ جاتا ہے ان کو دور کیا جاتا ہے۔
۳...... تیسرے درجے پر نفس کے بالکل پاک و صاف ہو جانے پر عالم ملکوت کے پردے اٹھنے لگتے ہیں اور انسان ان کی طرف مجذوب ہونا شروع ہو جاتا ہے اور دنیا اور رذائل دنیا کی محبت عالم ملکوت کی محبت کے لیے اپنی جگہیں چھوڑنے لگتی ہیں اور محبت ایک نقطے پر جمع ہو جاتی ہے۔ اس کا نام عشق ہے۔
۴...... انسان کے عملی مدارج کا آخر اور حد یہ ہوتی ہے کہ اس کا دل تمام اشیاء عالم کی محبت سے یکسر خالی ہو جاتا ہے اور اس منزل پر انسان خود سے بے خبر ہو جاتا ہے۔

شانِ مصطفیٰ ﷺ

عام انسان اور انبیاء میں فرق یہ ہے کہ نبی کی پہلی منزل ہماری چوتھی منزل ہے جس میں کہ ہم خود سے بے خبر ہوتے ہیں کے بعد پانچویں منزل سے شروع ہوتی ہے جو کثرت میں وحدت اور خلوت میں جلوت یعنی وہ دو حیثیتوں کے مالک ہوتے ہیں۔ ایک خدا سے متعلق اور دوسرے اس کے بندوں سے ملحق۔ ایک پہلو کے اعتبار سے وہ غرق عشق اور دوسرے پہلو کے لحاظ سے اہل عالم کو ہوشیار کرنے والے ہوتے ہیں اور ہر چھوٹے سے چھوٹا نبی جہاں سے ہمارے مدارج کی انتہاء ہوتی ہے۔ اس کے آگے اس کی ابتداء ہوتی ہے اور وہ ہم کو ان چار منازل میں ہر لمحے پر ہدایت اور رہنمائی کرتا ہے اور اس کے مدارج کے تخیل اور انجام کا تصور ہماری بساط سے وراء ہے اور میں چھوٹے سے چھوٹا نبی اس لیے کہہ رہا ہوں کہ انبیاء علیہم کے مدارج ہیں اور خود قرآن کریم نے فرمایا ہے۔ ”تلک الرسل فضلنا بعضهم علی بعض“ اب سوچئے کہ جب پانچویں منزل سے جس کا پہلا قدم شروع ہوتا ہے وہ کہاں جائے گا اور پھر جلیل القدر انبیاء کے مراتب کا تو تصور ہی کون کر سکتا ہے۔ وہ کیسے ہوں گے ان کی معراج کہاں تک ہوگی اور پھر غور کیجئے کہ وہ کیسا ہوگا اور اس کی شان کیا ہوگی۔ جس کے سامنے تمام انبیاء بھی امتی بننے کو فخر سمجھتے ہیں اور جو قیامت کے دن بھی تمام بنی آدم کا سردار ہوگا۔

حضور ﷺ نے فرمایا۔"انا سید ولد آدم ولا فخر"¹ الحدیث۔ کون ہے جو حضور ﷺ کی شان کما حقہ بیان کر سکے۔ شاہ عبدالعزیز محدث دہلوی رحمۃ اللہ علیہ اس مقام پر اپنے عجز کا یوں اظہار فرماتے ہیں ؎

یاصاحب الجمال ویا سید البشر من وجہک المنیر لقد نور القمر
لا یمکن الثناء کما کان حقہ بعد از خدا بزرگ توئی قصہ مختصر

مقام انبیاء اور شان مصطفیٰ کے مختصر بیان کے بعد یہ بات کسی قدر ہر ذی عقل کی سمجھ میں آ جاتی ہے کہ جب انبیاء علیہم السلام کی دنیوی زندگی ہمارے عقل وفہم سے وراء الوراء ہے تو عالم برزخ میں انبیاء علیہم السلام کی زندگی کیوں نہ ہم سے ارفع اعلیٰ ہو۔"المرء یقیس علیٰ نفسہ" انسان اپنے ہی پر دوسرے کو بھی قیاس کرتا ہے۔ بے شک جاہل ہے وہ شخص جو انبیاء علیہم السلام کو یا حضور ﷺ کو اپنی طرح کا یا اپنے جیسا ایک بشر سمجھتا ہے۔ جو سراسر ظلم عظیم ہے۔ کیونکہ ہم سراپا خطاء کار وہ بالکل منزہ عن الخطاء۔ ہم دوسرے کے لیے زحمت وہ سارے جہاں کے لیے رحمت۔ ہمارا کلام ہمارے خیالات کا عکس۔ ان کا فرمان سراپا وحی کہاں ذرہ کہاں آفتاب۔ حضور ﷺ کا مقام بشریت انسانی فہم وادراک سے اس طرح وراء الوراء ہے جس طرح کہ آفتاب جس کو نزدیک سے دیکھنے والے کی آنکھیں چندھیا جاتی ہیں اور اس سے دور رہنے والا اس کی حقیقت وماہیت کو نہیں پہنچ سکتا۔

شہدا کی برزخی زندگی کے متعلق ارشاد باری ہوتا ہے"لا تقولوا لمن یقتل فی سبیل اللہ اموات بل احیاء ولکن لا تشعرون" یعنی جو لوگ اللہ کی راہ میں قتل کیے جائیں انہیں مردہ مت کہو وہ تو زندہ ہیں البتہ تمہیں ان کی زندگی کا شعور نہیں سمجھ نہیں۔ دوسری جگہ یہاں تک فرمایا"وھم یرزقون" کہ وہ رزق بھی دیے جاتے ہیں۔ اب بتلایئے یہ انبیاء کے سچے خادموں کا حال ہے تو پھر ان کے آقاؤں کا کیا حال ہوگا۔ انبیاء کا درجہ جس قدر شہدا سے بلند ہے اسی قدر ان کی برزخی زندگی بھی شہدا سے ارفع واعلیٰ ہوگی۔

اب ہم ذیل میں کتاب وسنت اور اجماع امت سے چند دلائل پیش کرتے ہیں۔ جن سے حیات انبیاء کا ثبوت ملتا ہے۔"وما توفیقی الا باللہ علیہ توکلت والیہ انیب"

قرآن

"ولو انھم اذ ظلموا انفسھم جاؤک فاستغفروا اللہ واستغفر لھم الرسول لوجدوا اللہ توابا رحیما"(النساء: ۶۴) اور اگر وہ (منافق) جس وقت انہوں نے اپنی جانوں پر ظلم کیا تھا اس کے بعد بھی آپ کے پاس آ جاتے اور اللہ سے معافی مانگتے اور رسول (یعنی آپ بھی) ان کی بخشش چاہتے تو اللہ کو معاف کرنے والا اور مہربان ہی پاتے۔

یہ آیت بے شک حضور ﷺ کے زمانہ کے منافقین کی اصلاح کے لیے نازل ہوئی تھی مگر بزرگان دین اس کے بارے میں حسب ذیل رقمطراز ہیں:

¹ میں قیامت کے دن تمام اولاد آدم کا سردار ہوں گا۔ یہ کوئی فخر کی بات نہیں بلکہ حقیقت ہے۔

حضرت مولانا رشید احمد گنگوہی ارشاد فرماتے ہیں۔ "فقہاء نے بعد سلام کے وقت زیارت قبر مبارک کے شفاعت مغفرت کا عرض کرنا لکھا ہے۔ پس یہ جواز کے واسطے کافی ہے۔ (فتاویٰ رشیدیہ ج ۱ ص ۱۰۰)

حضرت مولانا اشرف علی صاحب تھانوی ﷫ فرماتے ہیں۔ "مواہب میں بسند امام ابوالمنصور صباغ اور ابن النجار اور ابن عساکر اور ابن جوزی نے محمد بن حرب ہلالی سے روایت کیا ہے کہ میں قبر مبارک کی زیارت کر کے سامنے بیٹھا تھا کہ ایک اعرابی آیا اور زیارت کر کے عرض کیا کہ یا خیر الرسل! اللہ تعالیٰ نے آپ پر ایک سچی کتاب نازل فرمائی۔ جس میں ارشاد فرمایا۔ "ولو انھم" میں آپ کے پاس اپنے گناہوں سے استغفار کرتا ہوں اور اپنے رب کے حضور میں آپ کے وسیلے سے شفاعت چاہتا ہوں اور پھر دو شعر پڑھے۔ ان محمد بن حرب کی وفات ۲۲۸ھ میں ہوئی۔ غرض زمانہ خیر القرون کا تھا اور کسی سے اس وقت نکیر منقول نہیں پس حجت ہو گیا۔ (نشر الطیب ص ۲۱۹، ۲۲۳)

"فثبت ان حکم الایہ باق بعد وفاتہ ﷺ" (اعلاء السنن ج ۱۰ ص ۳۳۰،۳۲۹) ثابت ہو چکا ہے کہ اس آیت کا حکم حضور ﷺ کی وفات شریف کے بعد بھی باقی ہے۔

اعرابی کی یہ حکایت تفسیر ابن کثیر اور مدارک میں بھی درج ہے اور شیخ عبدالحق محدث دہلوی فرماتے ہیں۔ "جمیع ارباب مذاہب اربعہ کہ تصنیف مناسک حج کردہ اند، ایں حکایت را آوردہ و استحسان نمودہ و بسیارے از ائمہ اعلام با اسنادے کہ دارند روایت آں کردہ" (جذب القلوب ص ۱۹۵) چاروں مذہب کے علماء نے جنہوں نے مناسک حج پر تصنیفات کی ہیں۔ اس حکایت کو بیان کیا ہے اور بڑے بڑے ائمہ نے اسے اپنی اپنی سندوں سے روایت کیا ہے۔

۲...... "فلما قضینا علیہ الموت مادلھم علی موتہ الا دابۃ الارض تاکل منساتہ فلما خر تبینت الجن ان لو کانوا یعلمون الغیب مالبثوا فی العذاب المھین" (سباء:۱۴) پھر جب ہم نے ان پر موت کا حکم جاری کر دیا تو کسی چیز نے ان کے مرنے کا پتہ نہ بتلایا مگر گھن کے کیڑے نے کہ وہ سلیمان علیہ السلام کے عصا کو کھاتا رہا۔ سو جب وہ گر پڑے۔ جب جنات کو حقیقت معلوم ہوئی کہ اگر وہ غیب جانتے تو اس ذلت کی مصیبت میں نہ رہتے۔

اس آیت میں سلیمان علیہ السلام کی وفات کا حال ہے۔ حضرت عبداللہ بن عباس ﷜ فرماتے ہیں۔ حضرت سلیمان علیہ السلام کے زمانہ میں جنات اور انسان ملے رہتے تھے۔ اس ملنے جلنے میں جنات نے اکثر لوگوں کے دل میں یہ بات جما رکھی تھی کہ جنات کو غیب کی خبریں معلوم ہوتی رہتی ہیں۔ اس خیال کے غلط ٹھہرانے کے لیے اللہ تعالیٰ نے سلیمان علیہ السلام کے دنیا سے اٹھنے کی یہ صورت نکالی کہ ایک سال کے قریب وفات کے بعد بھی سلیمان علیہ السلام اپنے عبادت خانہ میں اپنا عصا ٹیکے ہوئے کھڑے رہے اور جنات سلیمان علیہ السلام کو زندہ سمجھ کر اپنے کاموں میں لگے رہے۔ پھر جب گھن کا کیڑا اس عصا کو کھا گیا تو وہ عصا اور سلیمان علیہ السلام دونوں زمین پر گر پڑے جس سے سب لوگوں کو معلوم ہو گیا کہ جنات کا یہ خیال کہ انہیں غیب کی خبریں ہوتی رہتی ہیں بالکل ایک غلط خیال ہے۔ (احسن التفاسیر ج ۵ ص ۲۲۷)

مندرجہ بالا بیان سے ظاہر ہے کہ حضرت سلیمان علیہ السلام اپنی وفات کے بعد تقریباً ایک سال کھڑے رہے۔ نہ ان کا جسم گلا سڑا نہ اس سے بدبو پیدا ہوئی بلکہ وہ جوں کا توں صحیح سالم رہا۔

کسی غیر نبی انسان کا جسم موت کے بعد چند دنوں میں گل سڑ کر تعفن پیدا کر دیتا ہے کہ اس کے پاس کھڑا ہونا مشکل ہو جاتا ہے اور ایک سال کے عرصہ میں تو اس کا نام و نشان باقی نہیں رہتا۔ خواہ قبر میں ہو خواہ قبر کے باہر۔

لہٰذا حضرت سلیمان علیہ السلام کے بدن مبارک کا موت کے بعد ایک سال تک صحیح سالم رہنا اس بات کی قرآن سے دلیل ہے کہ انبیاء علیہم السلام کا بدن موت کے بعد خراب نہیں ہوتا اور نہ مٹی کھاتی ہے اور حضور ﷺ کا فرمان کہ اللہ تعالیٰ نے زمین پر انبیاء علیہم السلام کے جسموں کا کھانا حرام کر دیا ہے۔ ''ان اللہ حرم علی الارض ان تاکل اجساد الانبیاء'' الحدیث۔ عین قرآن کی تعلیم کے مطابق ہے۔

حدیث

درود و سلام بھیجنے والے کو حضور ﷺ کا جواب دینا

''وعن ابی هریرة رضی اللہ عنہ قال، قال رسول اللہ ﷺ ما من احد یسلم علی الا رد اللہ روحی حتی ارد علیه السلام'' حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ کوئی شخص ایسا نہیں ہے جو مجھ پر سلام بھیجے مگر یہ کہ اللہ میری روح کو میرے پاس بھیجتا ہے یہاں تک کہ میں اس کے سلام کا جواب دیتا ہوں۔

نواب قطب الدین محدث دہلوی رحمہ اللہ اس حدیث کی شرح میں تحریر فرماتے ہیں۔ ''عقیدہ ہے اہل السنت جماعت کا کہ آنحضرت ﷺ زندہ ہیں۔ عالم برزخ میں اسی لیے حیات النبی ﷺ کہتے ہیں اور اس حدیث سے معلوم ہوا کہ حضرت ﷺ زندہ نہیں ہیں وقت سلام کرنے کسی کے روح بدن مبارک میں لے آتے ہیں۔ جواب اس اشکال کا یہ ہے کہ مراد روح بھیجنے سے یہ نہیں ہے کہ روح بدن مبارک میں نہیں ہے رب بھیجتے ہیں۔ بلکہ مراد یہ ہے کہ روح مبارک جو مشاہدہ رب العزت میں مستغرق ہے اس کو اس حالت سے افاقت دے کر اس عالم کی طرف متوجہ کرتے ہیں۔ تا کہ صلوۃ و سلام سنے۔ پس اس توجہ اور آگاہ کرنے روح کو یوں کہا کہ بھیجتا ہے اللہ روح مجھ پر۔ والانبیاء صلوت اللہ وسلامہ علیہم زندہ ہیں قبروں میں۔'' (مظاہر حق ج ۱ ص ۲۰۶)

شیخ عبدالحق صاحب محدث دہلوی کی فارسی (شرح مشکوۃ اشعۃ اللمعات ج ۱ ص ۴۰۷) پر بھی تقریباً یہی مضمون درج ہے۔

زمین پر انبیاء کے جسموں کا کھانا حرام ہونا

اوس بن اوس رضی اللہ عنہ کہتے ہیں فرمایا رسول اللہ ﷺ نے تمہارے دنوں میں بہترین دن جمعہ کا ہے۔ جمعہ ہی کے دن آدم کو پیدا کیا گیا اور جمعہ ہی کے دن ان کی روح قبض کی گئی اور جمعہ ہی کے دن صور پھونکا جائے گا اور جمعہ ہی کے دن نفخہ ہوگا۔ یعنی تمام مخلوق کی موت۔ پس اس روز تم مجھ پر کثرت سے درود بھیجو۔ اس لیے کہ تمہارے درود میرے سامنے پیش کئے جائیں گے۔ صحابہ رضی اللہ عنہم نے عرض کیا یا رسول اللہ! ہمارے درود آپ کے حضور میں کیونکر پیش کئے جائیں گے۔ حالانکہ آپ کی ہڈیاں بوسیدہ ہو گئی ہوں گی۔ آپ نے فرمایا۔ ''ان اللہ حرم علی الارض ان

تاکل اجساد الانبیاء ’’(ابوداؤد، نسائی، ابن ماجہ، دارمی، بیہقی بحوالہ مشکوٰۃ) بے شک اللہ تعالیٰ نے زمین پر انبیاء کے اجسام کا کھانا حرام کر دیا ہے۔

اس حدیث کی شرح میں نواب قطب الدین صاحب محدث دہلوی فرماتے ہیں۔ ’’اخیر حدیث کا حاصل یہ ہے کہ زندہ ہیں انبیاء قبروں میں۔ یہ مسئلہ متفق علیہ ہے۔ کسی کو اس میں خلاف نہیں کہ حیات ان کو وہاں حقیقی جسمانی دنیا کی سی ہے نہ حیات معنوی روحانی۔ (مظاہر حق ج ا ص ۴۴۳)

بالکل اسی قسم کے الفاظ شیخ عبدالحق صاحب محدث دہلوی ﷫ کے اشعۃ اللمعات میں منقول ہیں ملاحظہ ہو: ’’حیات انبیاء متفق علیہ است ہیچ کس را در وے خلافے نیست۔ حیات جسمانی دنیاوی حقیقی نہ معنوی روحانی۔‘‘ (اشعۃ اللمعات ج ا ص ۵۷۲) حیات انبیاء کا مسئلہ متفق علیہ ہے اس میں کسی کو اختلاف نہیں۔ یہ حیات جسمانی دنیاوی حقیقی ہے نہ معنوی روحانی۔

حضور ﷺ کا قبر شریف پر پڑھنے والوں کے درود و سلام کا سننا

’’وعن ابی ہریرۃ ﷜ قال، قال رسول اللہ ﷺ من صلّی علیّ عند قبری سمعتہ ومن صلّی نائیا ابلغتہ ’’(بیہقی، بحوالہ مشکوٰۃ) حضرت ابوہریرہ ﷜ کہتے ہیں کہ فرمایا رسول اللہ ﷺ نے کہ جو شخص میری قبر کے پاس مجھ پر درود و سلام پڑھتا ہے اس کو سنتا ہوں اور جو شخص درود بھیجے مجھ پر دور سے پہنچایا جاتا ہے وہ میرے پاس۔

شارحین حضرات نے اس حدیث کو صحیح اور سند کو جید کہا ہے۔ (فتح القدیر ج ا ص ۲۲۰)

کیا یہ حیرت کا مقام نہیں کہ جس حدیث کی صحت سے ہمارے سید عنایت اللہ شاہ بخاری انکار کرتے ہیں اس کی صحت کن حضرات کو تسلیم ہے۔ ان کے اسماء گرامی حسب ذیل ہیں۔

۱...... حافظ ابن حجر عسقلانی۔ ۲...... شیخ الاسلام حافظ ابن تیمیہ۔
۳...... ملا علی قاری۔ ۴...... قاضی ثناء اللہ صاحب پانی پتی۔
۵...... علامہ طحطاوی۔ ۶...... نواب صدیق حسن خان صاحب۔
۷...... شیخ الاسلام علامہ شبیر احمد عثمانی۔ ۸...... حضرت مولانا رشید احمد گنگوہی۔
۹...... مولانا خلیل احمد سہارنپوری۔
۱۰...... حکیم الامت حضرت مولانا اشرف علی صاحب تھانوی۔(﷫) (مقام حیات ص ۱۴۶)

دور والوں کے سلام کا پہنچایا جانا

’’ان للہ ملئکۃ سیاحین فی الارض یبلغونی من امتی السلام ’’(نسائی دارمی بحوالہ مشکوٰۃ) بے شک اللہ نے زمین میں سیاحین فرشتے مقرر کر رکھے ہیں جو میری امت کا سلام مجھے پہنچاتے رہتے ہیں۔

علامہ عزیزی لکھتے ہیں یہ حدیث صحیح ہے۔ (السراج المنیر ص ۵۱۲ بحوالہ مقام حیات)

ان احادیث صحیحہ سے ثابت ہوا کہ جو شخص قبر شریف پر درود و سلام پڑھے وہ حضور ﷺ خود سنتے ہیں اور جو دور سے پڑھے اسے خدا کے مقرر کردہ سیاحین فرشتے حضور تک پہنچا دیتے ہیں۔ اس پر جمہور علمائے امت کا اتفاق ہے۔ "عن انس بن مالک رضی اللہ عنہ قال، قال رسول اللہ ﷺ الانبیاء احیاء فی قبورھم یصلون" (جامع صغیر ص ۱۰۳، مصر) حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ حضور ﷺ نے فرمایا کہ انبیائے کرام اپنی قبروں میں زندہ ہوتے ہیں اور نمازیں بھی پڑھتے ہیں۔

چنانچہ حدیث میں آیا ہے کہ حضور ﷺ نے شب معراج حضرت موسیٰ علیہ السلام کو اپنی قبر میں نماز پڑھتے دیکھا۔ اگرچہ وہ حضرات اس بات کے مکلف نہیں مگر یہ ذوق ہے۔

مندرجہ بالا حدیث میں جو حیات انبیاء کی قبور شریف سے صریح نسبت بیان ہوئی ہے اس کے بعد اس وسوسہ کی قطعا کوئی گنجائش نہیں رہ جاتی کہ انبیاء کرام صرف علیین میں فائز الحیات ہیں اور ان کی حیات شریفہ کو اجسام قبریہ سے کوئی تعلق نہیں۔ حافظ ابو یعلی اور امام بیہقی نے اس حدیث کو صحیح کہا ہے اور اسے صحیح سند سے لے آنا اس کی حجت کے لیے کافی ہے۔

۱...... احیاء میں حیات کا بیان جملہ اسمیہ کے استمرار کے ساتھ ہے۔

۲...... فی قبورھم میں حیات کے عنصری جسمانی ہونے کی وضاحت ہوئی ہے۔

اس حدیث سے ظاہر ہے کہ آنحضرت ﷺ اپنے روضہ اقدس میں اپنے جسد عنصری کے ساتھ فائز الحیات ہیں۔

صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کا اعتقاد

آنحضرت ﷺ کی وفات پر حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ موجود نہ تھے۔ حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ نے کہا "ما مات رسول اللہ ﷺ" تلوار نکال لی اور فرمایا جس کسی نے حضور ﷺ کی وفات کا نام لیا۔ اس کا سرتن سے جدا ہوگا اتنے میں حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ صدیق مقام سخ سے تشریف لائے عمر رضی اللہ عنہ کی یہ حالت دیکھ کر سیدھے اندر چلے گئے۔ آپ کے چہرہ مبارک سے چادر اٹھائی بوسہ دیا اور فرمایا۔ "بابی انت وامی طبت حیا و میتا والذی نفسی بیدہ لا یذیقک اللہ الموتتین ابدا" (بخاری) "اما الموتۃ التی کتب اللہ علیک فقد متھا" (بخاری کتاب الجنائز) میرے ماں باپ آپ پر قربان آپ حیات و موت دونوں کیفیتوں میں کیسے پاکیزہ ہیں۔ اس ذات کی قسم جس کے قبضہ قدرت میں میری جان ہے اللہ تعالیٰ آپ کو دو موتوں کا ذائقہ کبھی نہ چکھائے گا۔ جو موت اللہ تعالیٰ نے آپ کے لیے لکھی تھی وہ آپ پر وارد ہو چکی۔

ایک دوسری روایت میں یہ الفاظ آئے ہیں۔ "واللہ لا یجمع اللہ علیک موتتین" اللہ تعالیٰ آپ پر دو موتیں کبھی جمع نہ کرے گا۔ (بخاری کتاب المغازی)

اس جملہ بلیغہ کا مطلب یقینا وہی ہے۔ جو شیخ الاسلام علامہ عینی رحمۃ اللہ علیہ نے بیان فرمایا ہے۔ "یعنی دو موتوں سے مراد ایک اس دنیا کی موت اور دوسری قبر کی موت ہے اور یہ دونوں موتیں تعلیمات اسلام میں معروف ہیں اور

اسی لیے انہیں معرفہ ذکر کیا گیا ہے۔ یہ دونوں موتیں انبیاء کے سواء باقی ہر ایک انسان کو پیش آتی ہیں۔ انبیاء کو اپنی قبور میں پھر دوسری موت نہیں آتی۔ بلکہ وہ وہاں زندہ رہتے ہیں۔ ان کے علاوہ باقی عام لوگوں پر) سوال و جواب کے بعد پھر قبر میں ورود موت ہوتا ہے۔ اس کے بعد انہیں زندگی قیامت کو ملتی ہے۔ اہل سنت والجماعت کا مذہب یہی ہے کہ ماسوا انبیاء کے باقی سب کے لیے قبر میں موت وحیات دونوں ہیں۔ پس ہر کسی نے دو موتوں کا ذائقہ چکھنا ہے۔ (عینی شرح بخاری ج ۸ ص ۶۰۰ مصر بحوالہ مقام حیات ص ۱۷۱)

فتح الباری میں ہے کہ ''آنحضرت ﷺ کو اپنی قبر شریف میں ایسی حیات دائمہ حاصل ہو چکی ہے کہ اب اس کے بعد پھر کبھی ورود موت نہ ہوگا اور انبیائے کرام اپنی اپنی قبروں میں زندہ ہوتے ہیں۔'' (مقام حیات ص ۱۷۲)

لہٰذا حضرت ابوبکر صدیق ﷛ کا عقیدہ تھا کہ حضور ﷺ اور تمام انبیاء کرام عالم برزخ میں زندہ ہوتے ہیں۔ باقی عام مسلمان منکر ونکیر کے سوالات کے لیے اپنی اپنی قبروں میں زندہ کئے جاتے ہیں اور پھر ان پر دوبارہ ورود موت ہوتا ہے۔''

فاروق اعظم ﷛ کا عقیدہ

صحیح بخاری میں ہے کہ سائب بن یزید ﷛ کہتے ہیں کہ میں مسجد میں کھڑا تھا کہ کسی شخص نے میرے کنکری ماری۔ کیا دیکھتا ہوں کہ وہ حضرت عمر ﷛ ہیں۔ آپ نے فرمایا۔ جاؤ ان دونوں شخصوں کو میرے پاس لے آؤ۔ میں انہیں آپ کے پاس لے آیا۔ آپ نے ان سے پوچھا تم کن لوگوں میں سے ہو۔ یا تم کہاں کے رہنے والے ہو؟ انہوں نے کہا۔ ہم اہل طائف میں سے ہیں۔ اس پر حضرت عمر ﷛ نے فرمایا۔ ''اگر تم اہل مدینہ میں سے ہوتے تو میں تمہیں سزا دیتا اس لیے کہ تم مسجد نبی ﷺ میں جس کے سامنے حضور ﷺ کا روضہ اقدس ہے۔ اپنی آواز بلند کر رہے ہو۔''

جس کا صاف مطلب یہ ہے کہ جس طرح آپ کی زندگی میں حکم تھا کہ حضور ﷺ کی آواز سے اپنی آواز بلند مت کرو۔ ورنہ تمہارے اعمال برباد کر دیئے جائیں گے اور تمہیں پتہ بھی نہ ہوگا۔ اسی طرح چونکہ حضور ﷺ اپنی قبر مبارک میں زندہ ہیں تو آپ کی قبر پر بھی آواز بلند نہ کی جائے۔

یہی نظریہ اور ایمان ہے حضرت عائشہ صدیقہ ﷞ اور اکابر صحابہ کا۔ حضرت عثمان ﷛ اور حضرت علی ﷛ سے بھی ہم جو قسم خیالات کا اظہار ثابت ہے۔ غرض یہ کہ صحابہ، تابعین، ائمہ دین، حضرات مفسرین ومحدثین اس کثرت سے اس کے قائل ہیں کہ عقل کو تسلیم کئے بغیر چارہ نہیں۔

اجماع

محدث کبیر علامہ سخاوی ﷫ جو حافظ ابن حجر عسقلانی کے شاگرد رشید ہیں۔ فرماتے ہیں۔ ''نحن نؤمن نصدق بانہ ﷺ حی یرزق فی قبرہ وان جسدہ الشریف لاتاکلہ الارض والاجماع علی ھذا''

(القول البدیع ص ۱۲۵ بحوالہ مقام حیات ص ۲۱۴)

ترجمہ: ہمارا ایمان ہے اور ہم اس کی تصدیق کرتے ہیں کہ حضور اکرم ﷺ اپنی قبر شریف میں زندہ ہیں۔ آپ کو وہاں رزق بھی ملتا ہے اور آپ کے جسد اطہر کو مٹی نہیں کھاتی اور اس عقیدے پر سب اہل حق کا اجماع ہے۔

مختلف الفاظ میں یہی مضمون علامہ (عینی سے شرح بخاری ج ۷ ص ۱۰۱) پر شیخ عبدالحق محدث دہلوی رحمۃ اللہ علیہ سے (اشعۃ اللمعات ج ۱ ص ۶۱۳) پر اور نواب قطب الدین محدث دہلوی رحمۃ اللہ علیہ سے (مظاہر حق ج ۱ ص ۴۴۵) پر مذکور ہے۔ جس سے ظاہر ہے کہ اس عقیدہ پر جمہور علماء اہل سنت والجماعت کا اجماع ہے۔

ایک تاریخی واقعہ

تاریخ میں ایک مشہور واقعہ ہے کہ سلطان نورالدین شہید محمد بن زنگی رحمۃ اللہ علیہ (شاہ مصر ۵۵۷ھ) ایک رات سرور انبیاء حضور ﷺ کو تین بار خواب میں دیکھا کہ وہ سامنے کھڑے دو شخصوں کی طرف اشارہ کر کے فرما رہے ہیں۔ "جلدی پہنچو اور مجھے ان دو شخصوں سے شر سے محفوظ کرو۔" سلطان نے اپنی فراست سے معلوم کر لیا کہ مدینہ منورہ میں کوئی ناخوشگوار واقعہ پیش آ رہا ہے۔ سلطان مذکور اس وقت رات کے آخری حصے میں اپنے بیس خاص آدمیوں کے ساتھ بہت سا مال ساتھ لے کر مدینہ منورہ کی طرف چل پڑا اور سولہ دنوں میں شام سے مدینہ منورہ پہنچا۔ (جذب القلوب ص ۱۱۱، ومدارج النبوۃ ج ۲ ص ۹۰۵)

آخر کار پتہ چلا کہ دو انگریز جو بظاہر بہت پرہیزگار اور عبادت گزار بنے ہوئے تھے روضہ اطہر کے قریب ایک مسافر خانہ میں مقیم ہو کر سرنگ کے ذریعے قبر منور تک پہنچنے کی کوشش کر رہے ہیں انہیں عیسائی بادشاہ نے اس ناپاک پروگرام کے ساتھ بھیجا ہوا تھا کہ جسد اطہر کو وہاں سے منتقل کر لیا جائے۔ یہ لوگ حاجی بن کر حرم میں داخل ہوئے تھے۔

جس رات وہ روضہ اطہر کے قریب پہنچنے والے تھے۔ ابر و باراں اور رعد و برق کا ظہور ہوا۔ زمین کانپنے لگی اور صبح سلطان نورالدین زنگی مدینہ منورہ میں حاضر ہو گیا۔ سلطان کی آنکھیں اشکبار تھیں اور ایک عجیب کیفیت طاری تھی۔ سلطان نے حکم دیا کہ سب آدمی یہاں سے گزریں۔ مگر وہ دونوں نہ آئے۔ سلطان کو زیادہ تشویش ہوئی کہ حضور ﷺ کا فرمان غلط نہیں ہو سکتا۔ کسی نے کہا کہ یہاں نزدیک مسافر خانہ میں دو حاجی نہایت عابد اور پرہیزگار رہتے ہیں۔ وہ شائد نہیں آئے جب انہیں طلب کیا گیا تو سلطان نے پہچان لیا۔ بالآخر وہ ملعون فریب کار قتل کر دیے گئے اور سلطان عادل نے حجرہ شریفہ کے گرد خندق کھدوا کر ایک سیسہ پلائی دیوار بنا دی تا کہ جسد اطہر تک پھر کسی کی رسائی نہ ہو سکے۔ شیخ عبدالحق محدث رحمۃ اللہ علیہ ایک دوسرے مقام پر لکھتے ہیں کہ اس قصہ کو جمیع مورخان مدینہ نے ذکر کیا ہے۔ (جذب القلوب ص ۱۹۰)

کشف ولی اللہ

عربی زبان کا ایک مشہور مقولہ ہے۔ "المرء یقیس علی نفسہ" کہ آدمی اپنے ہی نفس پر دوسروں کو بھی قیاس کرتا ہے۔ حالانکہ دنیا میں انسان اپنی جسمانی و روحانی قوت میں ایک دوسرے سے بالکل مختلف ہے۔ اسی

طرح دماغی حالت بھی یکساں نہیں کوئی کند ذہن ہے کہ عمر بھر چند کلمات بھی حفظ نہیں کر سکتا اور کسی کا حافظہ اس قدر قوی ہے کہ چند ماہ میں پورا قرآن حفظ کر لیتا ہے اور اسے کوئی چیز بھولتی ہی نہیں۔ صحابہ ﷢ کی مجلس میں ایک آدمی نے ستر شعروں کا ایک طویل قصیدہ پڑھا۔ اس کے چلے جانے کے بعد ایک شعر کے متعلق تذکرہ ہوا۔ تو حضرت ابن عباس ﷠ نے شعر پڑھ دیا۔ ایک شخص جس کا حافظہ کمزور تھا کہہ اٹھا کہ پہلی دفعہ آپ کو سارا شعر یاد ہو گیا۔ اس پر حضرت ابن عباس ﷠ نے ستر شعروں کا تمام قصیدہ پڑھ کر سنا دیا۔ اسی طرح ایک ولی اللہ ہے جس سے بے شمار کشف و کرامات کا ظہور ہوتا رہتا ہے۔ لیکن ایک عام آدمی بیچارہ کیا جانے کہ کشف و کرامات کیا بلا ہے۔ یہی وجہ ہے کہ بعض نادانوں نے جن کے اپنے حافظے کمزور تھے۔ انہوں نے حضرات محدثین کے حافظوں کو بھی اپنے جیسا سمجھ کر ان کے تسلیم کرنے کو محال جان کر سراسر انکار کر دیا اور دفتر حدیث کے منکر بن بیٹھے۔ مگر حقیقت یہ ہے کہ ان حضرات کے حافظے بہت قوی تھے اور جن حضرات کی نسبت کشف و کرامات مشہور ہیں وہ بھی بلا شبہ حق ہے ؎

کار پاکاں از قیاس خود مگیر　　ز انکہ ماند در نوشتن شیر و شیر

اب ہم ایک عارف باللہ کا کشف ذیل میں درج کرتے ہیں جس کا اس مضمون سے گہرا تعلق ہے۔ چنانچہ قاری محمد طیب صاحب فرماتے ہیں کہ: ''سرور عالم ہر آن مشاہدہ جمال الٰہی میں بھی مستغرق رہتے ہیں اور امت کی طرف بھی آپ کی توجہ ہر لحظہ مبذول رہتی ہے۔ نہ یہ استغراق توجہ میں مانع ہوتا ہے نہ توجہ استغراق میں[1]'' یہی وجہ ہے کہ جب امت کا ایک عارف کامل حالت کشف میں اپنے محبوب کے جمال جہاں آراء کے دیدار سے مشرف ہوا تو اس نے سرور دو عالم ﷺ کو اس حال میں پایا۔

''میں نے سرور عالم ﷺ کو اس حال میں دیکھا کہ آپ بندگان الٰہی کی طرف متوجہ تھے۔ پوری توجہ کے ساتھ عظمت و بڑائی کا لباس آپ کے زیب تن تھا۔ جب کوئی خدا کا بندہ ذوق و شوق کے ساتھ آپ کی طرف متوجہ ہوا تو میں نے دیکھا کہ سرور عالم ﷺ اس سے قریب تر ہو گئے اور میں نے دیکھا کہ جس شخص نے حضور ﷺ پر درود و سلام بھیجا اور آپ کی تعریف کی تو آپ اس سے بہت زیادہ خوش ہوئے۔'' (فیوض الحرمین ص ۲۳)

یہ کشف ہے ان کا جو عارفوں کے امام اور محدثین کے سردار تھے۔ یعنی حضرت شاہ ولی اللہ محدث دہلوی جسے انہوں نے اپنی مشہور کتاب (فیوض الحرمین) میں ذکر کیا ہے ایک اور واقعہ عرض کرتا ہوں۔

حضرت عمر فاروق ﷜ مدینہ میں خطبہ دے رہے تھے کہ یکدم فرماتے ہیں: ''یا ساریة الجبل'' اے ساریہ! پہاڑ کی طرف ہو جاؤ۔ حضرت ساریہ ﷜ مدینہ سے سینکڑوں میل دور جہاد میں مصروف ہیں آپ انہیں دیکھ لیتے ہیں اور حضرت ساریہ ﷜ بھی حضرت عمر ﷜ کی آواز سن لیتے ہیں اور ان کی ہدایت پر عمل کرتے ہیں اور خدا انہیں کامیاب کرتا ہے۔ یہ ہیں ولی اللہ کے کشف و کرامات۔ انہیں عام آدمی کیا سمجھے۔ لیکن یہ واقعات بالکل درست ہیں اور ان کی صحت پر ہمارا ایمان ہے اور اس پر تاریخ گواہ ہے۔

---

[1] اس بیان سے کھلی حدیث کی اور وضاحت ہو جاتی ہے۔

فتویٰ دیو بند

اکابر حضرات دیو بند کا بھی یہی عقیدہ ہے جو اوپر تحریر کیا گیا ہے۔ البتہ آخر میں ہم سید مہدی حسن صاحب مفتی دار العلوم دیو بند کے فتویٰ سے چند سطور ذیل میں تحریر کرتے ہیں۔

چنانچہ آپ فرماتے ہیں: ''آنحضرت ﷺ اپنے مزار پاک میں بجسدہ موجود ہیں اور حیات ہیں۔ آپ کے مزار کے پاس کھڑے ہو کر جو سلام کرتا ہے اور درود پڑھتا ہے آپ خود سنتے اور سلام کا جواب دیتے ہیں۔ ہمارے کان نہیں کہ سن سکیں۔ آپ اپنے مزار میں حیات ہیں۔ مزار مبارک کے ساتھ آپ کا خصوصی تعلق بجسدہ وروحہ ہے۔ جو اس کے خلاف کہتا ہے غلط کہتا ہے۔ وہ بدعتی ہے۔ خراب عقیدہ والا ہے۔ اس کے پیچھے نماز مکروہ ہے۔''

کتبہ السید مہدی حسن مفتی دار العلوم دیو بند

۱۳ / مئی ۷۲ ۱۳ھ

حرف آخر

حیات الانبیاء فی القبور اگرچہ اجماعی مسئلہ ہے۔ پھر بھی ہم نے قرآن وحدیث کی سچی روشنی میں اور اجماع امت کے صحیح اور متفقہ فیصلوں سے نیز جمہور علمائے امت اہل سنت والجماعت کے بلند مرتبہ، حضرات کے صریح بیانات اور مذاہب اربعہ کی تصریحات سے حتیٰ کہ تاریخی واقعات کی شہادت عقلی سے بلکہ اولیاء اللہ کے کشف وکرامات سے اس مسئلہ کو اظہر من الشمس کر دیا ہے۔ پھر بھی اگر اسے کوئی شپرہ چشم نہ دیکھ سکے نہ مانے اور نہ سمجھ سکے تو ہمارا کیا قصور؟

گر نہ بیند بروز شپرہ چشم   چشمہ آفتاب راچہ گناہ

❖❖❖



فتنۂ قادیانیت کے خلاف

جلد اوّل

جلد دوم

عدالتی فیصلے

ترتیب وتحقیق

محمد متین خالد

عالمی مجلس تحفظِ ختمِ نبوت

حضوری باغ روڈ، ملتان۔ 061-4783486